فروغ حمد و نعت کا کتابی سلسلہ

دبستانِ نعت

مدیر

ڈاکٹر سراج احمد قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فروغ حمد و نعت کا کتابی سلسلہ

دبستانِ نعت

شمارہ نمبر ۶

جنوری۔دسمبر ۲۰۲۱ء

گوشۂ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی

فیروز احمد سیفی۔نیویارک

مدیر

ڈاکٹر سراج احمد قادری

مجلس مشاورت

پروفیسر عبدالحق۔دہلی
ڈاکٹر آصف آدر۔گلاسگو
ڈاکٹر احمد القاضی۔جامعہ ازہر، مصر
ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزادؔ فتح پوری
ڈاکٹر راہی فدائی۔بنگلور
ڈاکٹر شعائر اللہ خان۔رام پور
پروفیسر ڈاکٹر مقصود احمد۔بڑودہ
فاروق احمد جائسی۔کانپور
ڈاکٹر جعفر جری۔حیدر آباد
ڈاکٹر رضوان انصاری۔سیتا پور
قاضی اسدؔ ثنائی۔حیدر آباد

مجلہ دبستانِ نعت میں شامل نگارشات کی آراء سے اِدارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ جملہ تخلیقات ماہرین کی آراء کے اتفاق سے شامل کی گئی ہیں۔

NAAT RESEARCH CENTER-INDIA

Mohalla Banjaria West,
Khalilabad -272175
Distt. Sant Kabir Nagar, UP
INDIA

Mob: +91-9415875761
7985754611
+ 1-347-561-2447

drsiraj123@gmail.com
anees11435@gmail.com
www.naatresearchcentreindia.com

پاکستان میں رابطہ:
غلام علی-92-302-461-2214

ہدیہ -/Rs.600

Composing : Aziz Lko, 9792913331

تعبیرِ شبِ غیب شبستانِ محمد ﷺ

والفجر طلوعِ رخِ تابانِ محمد ﷺ

ہے کوئی جو دیکھے رخِ تابانِ محمد ﷺ

ہر دم نگہِ حق ہے نگہبانِ محمد ﷺ

عشق وعرفان کے نیّرِ تاباں، محبت رسول کے سرخیل، امام عاشقاں

حضرت علامہ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ

کے نام

جنھوں نے نعت گوئی کی ابعاد وجہات میں اپنی فکر وفن کے وہ جوہر دکھائے
جو ثنا خوانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے رہتی دنیا تک آئیڈیل ہیں۔

علامہ جامیؔ علیہ الرحمہ

جیسے عاشقِ رسول نے جن کے عشق رسول سے اخذ فیض کیا اور اپنی فکر وفن کا موضوع بنایا۔
ان کے درج ذیل اشعار جو روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازۂ پاک پر تحریر ہیں
کائنات کے ثنا خوانوں کے اخذ فیض کے لیے کافی ہیں:

هُوَالحَبِيبُ الّذى تُرجىٰ شَفَاعَتُهٗ
لِكُلّ هَولٍ مّنَ الاهوَالِ مُقتَحَمِ

ترجمہ: وہ ایسے محبوبِ خدا ہیں جن کی شفاعت کا آسرا ہر پیش آنے والی ہولناک مصیبت میں کیا جاتا ہے:

حَاشَاهُ اَن يُحرِمَ الرّاجى مَكَارِمهٗ
اَو يَرجِعُ الجَارُ مِنهُ غَيرَمُحتَرَمِ

ترجمہ: آپ کی شان اقدس اس سے بالا تر ہے کہ اپنے امیدوار کو فیض و کرم سے محروم رکھیں، یا آپ کے جوارِ رحمت میں پناہ لینے والا بے توقیر ہو۔

کو پڑھ کر یا سن کر کس بندۂ مومن کی روح وجد و سرمستی میں فردوس بداماں نہیں ہوگی:

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مرزا مظہؔر جانِ جاناں

نور ونکہت

اداریہ	ڈاکٹر سراج احمد قادری	8

تحمید و تقدیس

جلوہ فرما ہے ہر ایک ذرّے میں تو	محمد نذیر الاکرام نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	18
ہر مشکل میں رب کو پکاریں، دل پہ اُسی کا نام لکھیں	تنویر پھولؔ	20
حقیقت کے شناسائی	شارق عدیلؔ مارہروی	22

گوشۂ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

قصیدہ بردہ شریف	اقبال اعظمی	24
امام بوصیری کا نعتیہ کلام- تنقیدی جائزہ	پروفیسر ابو سفیان اصلاحی	32
قصیدۂ بردہ کے اردو منظوم تراجم	ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط	65
قصیدۂ بردہ شریف اور دائرہ شاہ اجمل الہ آباد	پروفیسر سراج اجملی	98
علامہ بوصیری کا مشہور قصیدۂ نعت اور ...وفور	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری	110
’’قصیدۂ بُردۂ منامیہ- معنویت و اہمیت‘‘	ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی	121
قصیدۂ بردہ کا موضوعاتی مطالعہ...اردو	محمد عابد چشتی	132
قصیدۂ بانت سعاد اور قصیدۂ بردہ: تقابلی مطالعہ	ڈاکٹر محمد آصف	154
قصیدۃ البردہ	سید محمد فاروق چشتی	187
قصیدۂ بردہ اور اردو نعت گو شعراء کا تتبع	ڈاکٹر رضوان امجدی	193

تابشِ فکر و نظر/ افکارِ روشن

فکرِ اقبالؔ کے عصری حوالے	پروفیسر عبد الحق	215

نعتیہ شاعری پر ایک طائرانہ نظر	قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی	228
محسنؔ کاکوروی: مدّاحِ خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی	233
حسّان الہند علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی	238
حالؔی اور حسن عسکری!	ڈاکٹر عزیزؔ احسن	365
دیارِ مغرب میں آفتابِ حمد و مناجات کی کرنیں	تنویر پھولؔ	379
کلام رضؔا کے مقام و مرتبے کے تعینات کا مسئلہ اور سید صبیحؔ رحمانی	ڈاکٹر شبیر احمد قادری	400
حضرت نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری فکر و فن کے آئینے میں	فاروق احمد جائسی	412
محال خرد ہے مثال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	اسلم عمادی	429
اردو نعتیہ شاعری میں ''ابزِحروف'' (گھناکشری) کی شمولیت	ڈاکٹر جمیل راٹھوی	438
پاکستان کے عسکری نعت گو	شاکر کنڈان	452
اسلامی ادب میں واقعۂ معراج	طاہرہ انعام	470
دبستانِ نعت کے پانچ شمارے: معروضات اور حاصل مطالعہ	محمد معزّ عالم اویسی نعیمی	483
علامہ باقرؔ آگاہ ویلوری: سیرت نگاری و نعت نویسی	ڈاکٹر راہیؔ فدائی	543
حضرت ذوقیؔ ویلوری کی زندگی اور نعتیہ شاعری	ڈاکٹر بشیر الحق لطیفی قادری	561
جنوب ہند کے باکمال استاد شاعر علامہ فدوؔی باقوی ویلوری رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا نثار احمد نثاؔر فدائی باقوی	599
نعت نبی اُمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ''عکسِ معرفت'' کا محاسبہ	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری	621
علاقۂ ودربھ کا اوّلین اور مکمل نعتیہ دیوان	سید غلام علی بیابانی	644
ودربھ کا اوّلین نعتیہ دیوان: دیوان امجد فی مدح احمد	خواجہ کوثر حیات	690

واحد نظیر کی نعت گوئی ''مدحت'' کی روشنی میں	محمد ولی اللہ قادری	702
عالم گیر کیف ٹونکی اور شرابِ عشقِ نبی: دیوانِ کیف کی روشنی میں	ڈاکٹر شاہد احمد جمالی	711
عنبر بہرائچی اوران کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر رضوان الرّضا رضوان علیگ	715
ادب گلشن آبادی: شخصیت اور نعتیہ شاعری	ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری	722
نعت انٹرنیشنل آن لائن کانفرنس کے موقع پر پروفیسر مولا بخش (مرحوم) کا خطبۂ صدارت	محمد عامل	731
خانوادہ عثمانی کے مشائخ کی نعتیہ شاعری ایک مطالعہ	حاجی سید محمد مفیض الدین قادری	736

زاویۂ نگاہ

دبستان نعت۔۵ پر ایک نظر	اقبال اعظمی	755
دبستان نعت۔۵ میں اہل قلم کے خیالات	فاروق جائسی	783
دبستانِ نعت۔مختصر جائزہ	پروفیسر ابوسفیان اصلاحی	853
دبستان نعت شمارہ۔۵ کا ایک تفصیلی جائزہ	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	863
دبستان نعت شمارہ-۵ پر ایک نظر	پروفیسر فاروق احمد صدیقی	870
جلوۂ نور خدا ''دبستان نعت''	شہیر رضوی	874
''دبستان نعت''۔۵ نقد و نظر کے آئینے میں	مولانا محمد سلمان رضا حنفی ازہری	896
''دبستان نعت''۔۵ / ادبی رسائل وجرائد کے تناظر میں	ایم۔نصر اللہ نصر	902
دبستانِ نعت، ایک تعارف	ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی	905

گل ہائے عقیدت

اور کیا مانگوں مجھے عشق نبی ﷺ کافی ہے	بہزاد لکھنوی	916
مشتاق ہو کے دیدِ رسول ﷺ انام کا	حضرت سید شاہ عبدالحق شاہ میر ثالث	917
بتادوں کیا ہے رقصِ بیخودانہ اس کے بسمل کا	منشی عبدالعزیز عزیز صفی پوری	918

فرض ہے ناصیۂ شوق پہ سجدہ تیرا	حضرت سید شاہ مصباح الحسن مصباحؔ چشتی	919
نظارۂ حقیقتِ کبریٰ کریں گے ہم	شاطرؔ حکیمی	920
نورِ مبیں کہ نورِ ہدیٰ جلوہ گر ہوا	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	921
قلم بھی، لوح بھی ہے بارگاہِ اقدس میں	ڈاکٹر راہیؔ فدائی	924
وہ عالم ہے جہاں بھی نقشِ پائے مصطفیٰ پائے	ربابؔ رشیدی	925
ہر اہلِ محبت یہی کہہ رہا ہے، مدینے کی شان و فضیلت الگ ہے	ساغرؔ وارثی	926
محمد محمد کئے جاؤ پیہم	فاروقؔ جائسی	927
جانِ عبداللہ ہیں یہ ماہ پیکر دیکھئے	شگفتہؔ جمال اجملی	928
ہم ایسے مدحِ شہِ ذی وقار کرتے ہیں	پروفیسر سراج اجملی	929
بلند و بالا ہیں جو، سب مقام اُن ﷺ کیلئے	رئیسؔ احمد نعمانی	930
ہو گیا جس پہ میرے نبی کا کرم دونوں عالم کی اُس کو خوشی مل گئی	مختارؔ تلہری	931
بھایا تجھے یہ حسن ہے امّی خطاب کا	ڈاکٹر شاہدؔ احمد جمالی	932
اس کی سچی لاگ ہے، اس کی لگن صحیح	حبیب راحت حبابؔ	933
اس شوق سے ہم سوئے حرم دیکھ رہے ہیں	ڈاکٹر جعفر جریؔ	934
بگڑے ہوئے بنتے ہیں سب کام مدینے میں	علامہ سید صغیر اشرف صغیرؔ	935
یارب یہ کیا عروج کی حد آخری ہے آج	محبوب عالم محبوبؔ	936
مٹانے کفر کی ظلمت حبیبِ کبریا آئے	عبدالحی پیامؔ انصاری	938
آنکھیں جو ہیں وحشت زدہ، ڈر دل میں بسا ہے	ڈاکٹر التفات امجدیؔ	939
سلام اے کہ محبوبِ ربِ قدیر	شگفتہؔ جمال اجملی	947

ستائش نامے

حبیب راحت حباب، حافظ کرناٹکی، سید غلام علی بیابانی، ڈاکٹر آصف آدر، شارق عدیل مارہروی، محمد غوث الدین فاروقی، الحاج صوفی غلام رحمٰن حکیمی، الحاج سید محمد مفیض الدین قادری، پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی، الحاج سید محمد استخار الدین یعقوبؔ بدایونی، ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی، نظام الدین نوری۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ

الحمدللہ رب العالمین''دبستان نعت'' کے اب تک پانچ شمارے منظرعام پر آ چکے ہیں۔جس کے لئے ہم اپنے کریم رب اوراس کے پیارے رسول حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے پایاں شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں یہ توفیق ارزانی عطا فرمائی:

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں فیضان محبت عام سہی عرفان محبت عام نہیں

جگر مرادآبادی

کسی بھی رسالے یا جریدے کا پانچ سال کا سفر طے کر کے چھٹے میں قدم رنجہ ہو جانا اس کے بہتر مستقبل کا استعارہ تو ہو سکتا ہے مگر فرط مسرت کا ساز و ساماں ہرگز نہیں، میری دانست میں فرط مسرت کا ساماں قارئین کو بہتر مواد کی فراہمی میں جہد مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں:

رنگ ہو یا خشت و سنگ چنگ ہو یا حرف و صوت معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

علامہ اقبالؔ

حمد و نعت ادب کی وہ دو صنفیں ہیں جنہیں روز اوّل سے ہی جز وادب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بالفاظ دیگر اگر ہم یہ کہیں کہ یہ دونوں صنفیں جانِ ادب ہیں تو غیر مناسب نہ ہوگا۔اب رہا سوال یہ کہ یہ دونوں صنفیں جان ادب کیوں اور کیسے ہیں؟ تو جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں وہ بایں طور کہ رب تبارک وتعالیٰ نے انسانی تخلیق کے ساتھ ساتھ اسے جو بے بہا نعمتوں سے نوازا ہے جیسے قوت ادراک، قوت گویائی، الفاظ و معانی کی بصیرت وغیرہ وہ بے پایاں ہیں۔انسان جب بھی کسی لفظ کے ذریعے کسی شئے کو تعبیر کرتا ہے تو اس لفظ و معنی کے پسِ پردہ اللہ جل مجدہ کی حمد و ثنا شعوری یا لاشعوری طور پر ضرور کار فرما ہوتی ہے۔مثلاً جب ہم اپنی زبان سے لفظ''پانی'' کا استعمال کرتے ہیں تو اس لفظ کی ادائگی یا اس کے استعمال کے وقت رب تبارک وتعالیٰ کے شکر و احسان کی جلوہ فرمائی ضرور ہوتی ہے جسے ہم مخفی حمد و شکر سے تعبیر کر سکتے ہیں۔اسی طرح ہر نعمت سے ہم رشتہ ہونے یا فیض یاب ہوتے وقت ہم رب تبارک و

تعالیٰ کے ممنون ومشکور ضرور ہوتے ہیں چاہے ظاہری طور پر ہوں یا باطنی طور پر، مگر ہم اس کے شکر گزار ہوتے ضرور ہیں۔ ہاں ہمارے ساتھ المیہ یہ ہے کہ ہم رب تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں سے اتنے بہرہ مند ہو چکے ہیں کہ کبھی کبھی ہم اس کی نعمتوں سے فیض یاب ہوتے وقت اس کے شکر واحسان کا اظہار لفظوں کے وسیلے سے حمد وثنا کی شکل میں نہیں کر پاتے۔ میری دانست میں اس کی وجہ اللہ جلّ مجدہٗ کی نوازشات کی بہتات نے ہمیں اس سے بے نیاز کر رکھا ہے۔ مگر جب ہم کسی خاص موقع پر اس کا ادراک کرتے ہیں تو بے ساختہ ہماری زبان پر اس کی حمد وثنا کے نغمے جاری ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جب ہم پہلی بار اپنے بچے کی زبان سے کوئی لفظ سنتے ہیں تو اس وقت ہمارا پورہ وجود اللہ کریم جلّ مجدہٗ کے اکرام ونوازشات سے سرشار ہوتا ہے اور یہ سرشاری ایسی ہوتی ہے کہ اس کی کیفیات کو ہم لفظوں میں بیان کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پاتے ہیں۔ ایسے مواقع پر ہمارے قلوب واذہان کا رب تبارک وتعالیٰ کے شکر واحسان سے معمور ہونا اس کی حمد وثنا تو ہے ہی ان کے اصناف ادب میں ممتاز ومفتخر ہونے کی بھی دلیل ہے۔

الغرض انسان رب تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا سے شعوری یا لاشعوری طور پر جز ولاینفک کی طرح وابستہ ہے اور یہ وابستگی ہونا بھی چاہیے اس لیے کہ جس ذات کریم نے ہماری تخلیق فرمائی ہے اس کا حق ہے کہ ہم اس کے حضور شکر واحسان کا اظہار کرتے رہیں جو شانِ بندگی کے ساتھ جان ادب بھی ہے۔

جس طرح ہم اپنی زیست میں رب تبارک وتعالیٰ کی ہر نعمت پر ظاہری یا باطنی طور پر اس کی حمد وثنا سے ہم رشتہ ہیں کہ ہمارا کوئی بھی عمل اس کی حمد وثنا سے خالی نہیں اسی طرح بعینہٖ نعت نبی کریم اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہے کہ جہاں کہیں رب کریم کی حمد وثنا جلوہ فرما ہے وہیں پر نعت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جلوہ بار ہے جسے ہم کلمۂ طیبہ کے فلسفے سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

ہم نے اب تک ''دبستان نعت'' کے پانچ شماروں کے توسط سے اپنے قارئین کو جہاں بہت سارے اچھے مقالات ومضامین دیئے ہیں وہیں ہم نے نعت گوئی یا نعت خوانی کے حوالے سے ان کی فکر سازی کی بھی اپنی سی کوشش کی ہے۔ ان کے اندر یہ شعور وجذبہ پیدا کرنے کی پیہم کوشش کی ہے کہ وہ ایسی نعت تخلیق کریں جو ذات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعینہٖ یعنی حقیقت برمبنی ہو۔

نعت صرف ایک ادبی صنف ہی نہیں کہ جس میں معانی وبیان کے ساتھ اوزان وبحور کی پابندی ہی کافی ہے بلکہ نعت ایک تہذیب، ایک ثقافت ایک کلچر، ایک صالح فکر اور شعور وادراک کا نام ہے جس کا حکم ہمیں اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

جس طرح دنیا کی ہر شاعری کچھ نہ کچھ روایت اور حسّیت رکھتی ہے اسی طرح نعت کی بھی اپنی

ایک روایت اور حسّیت ہے۔ جیسے مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادراک، ان کی ذات وصفات کی آخری حد تک فکر انسانی کی رسائی، اخذ فیض، شعریت، شگفتگی وغیرہ۔ نعت مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفعت وعظمت کا ایسا دریا ہے جس میں حکمت و دانائی کے بے پناہ راز مخفی ہیں جو ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' سے عبارت ہے۔ اس دریا میں غوطہ زن ہو کر نعت کے ان درِ نایاب کو تلاش کرنا ہی اصل نعت گوئی ہے ورنہ ذہنی وفکری تگ ودو اور ورزش کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو   آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ اورا بہا است   یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

علامہ اقبالؔ

اساتذہ نے شعر گوئی کے ساتھ شعر فہمی پر بھی بحث کی ہے۔ شعر فہمی شاعری کی تنقید کا بنیادی زینہ ہے بغیر اس کے شاعر کے مافی الضمیر تک رسائی ممکن نہیں اور جب تک شاعر کے کلام کی آخری حد تک فہم وادراک کی رسائی نہ ہو شاعر کے شعر کے معیار کا تعین ہی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جس طرح غزل، نظم، قصیدہ اور مرثیہ وغیرہ اصناف ادب شعر فہمی کا اپنا اُصول وضابطہ رکھتی ہیں، مفکرین اور ناقدین ادب انہیں اُصول وضوابط پر کاربند رہ کر شاعر کے شعر کی معنویت، اس کے اسرار و رموز اور اس کی ابعاد وجہات کا تعین کرتے ہیں بالکل اسی طرح حمد ونعت کی شعر فہمی کے اُصول وضوابط کا بھی تعین ہونا چاہئے۔ جہاں تک میرا مطالعہ ومشاہدہ ہے حمد ونعت کی شعر فہمی پر ابھی تک کام نہیں ہو سکا ہے جس پر کام کئے جانے کی سخت ضرورت ہے۔ شعر فہمی کے حوالے سے پروفیسر آل احمد سرورؔ اپنے ایک مضمون ''تفہیم شعر کی مختلف سطحیں'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ غزل کے شعر کی تفہیم میں لغوی معنی کی اتنی اہمیت نہیں جتنی شعری روایت اور رمز وایما کے آداب کی ہے۔ غالبؔ نے یہ جو کہا تھا:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو   بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر
مطلب ہے ناز وغمزہ و لے گفتگو میں کام   چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

اسے تفہیم شعر میں ہر وقت رکھنا پڑے گا۔

اب ایک اور سطح کی بات ضروری ہے۔ غالبؔ کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے   کرے جو پرتوِ خورشید عالم شبنمستاں کا

سورج کی کرن سے شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح چمکنے لگتے ہیں اور

یہی سورج جب کچھ دیر تک چمکتا رہتا ہے تو پھر اس کی گرمی سے یہ قطرے غائب ہو جاتے ہیں۔ آئینہ خانے میں محبوب کا جلوہ اسے جگمگا بھی سکتا ہے اور چونکہ اس کا حُسن سورج کی طرح ہے اس لیے آئینوں کو بھی جلا سکتا ہے۔ یعنی ایک مفہوم میں حُسن کا جمالی پہلو اور دوسرے میں جلالی پہلو ظاہر ہوتا ہے۔ اب یہ پڑھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ کس مفہوم کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ میرے نزدیک حُسن کے جمالی پہلو کی بات زیادہ لطیف ہے۔ مگر دوسرا مفہوم بھی شعر میں موجود ہے۔ غالبؔ کا ہی ایک اور شعر دیکھئے:

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

شاعر کہتا ہے کہ میں نے خلوص کے ساتھ بندگی کا حق ادا کیا مگر کوئی اس کا صلہ نہ ملا، اس لیے یہ سوال میرے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا میری بندگی، بندگی نہ تھی نمرود کی خدائی تھی۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا، یعنی خدا سے سرکشی کی تھی اور اس کی سزا اسے ملی، مگر میری پُرخلوص بندگی کی مجھے سزا کیوں ملی، کیا یہ بے انصافی نہیں ہے؟ دراصل بندگی اور نمرود کی خدائی انداز بیان ہے شاعر کو اپنی پُرخلوص بندگی پر اصرار ہے اور اسی لیے وہ اپنی بدبختی اور ناکامی کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ فطرت کے عجائبات اور تضادات ظاہر ہو جائیں۔'' (سہ ماہی ادیب۔ پروفیسر عبدالعظیم۔ جامعہ اردو، علی گڑھ، اپریل تا دسمبر ۱۹۸۳ء۔ ص ۹/۸)

جیسا کہ اُوپر مذکور ہوا کہ شعر فہمی کی مختلف جہتیں اور سطحیں ہیں۔ جیسے 'غزل کی تفہیم کے لیے لغوی معنی کی اُتنی اہمیت نہیں جتنی شعری روایت اور رمز و ایما کے آداب کی ہے۔' بالکل اسی طرح حمد و نعت کی تفہیم کی بھی کچھ سطحیں ضرور ہونا چاہیے میری دانست میں ان کا تعین تا ہنوز نہیں ہو سکا ہے میں نے ان کی درج ذیل جہتیں اور سطحیں متعین کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے مگر ان جہات یا سطحوں کو حتمی بالکل نہیں قرار دیا جا سکتا ان کو کلیدی تو کہا جا سکتا ہے مگر حتمی نہیں، نیز ان میں ترمیم و تنسیخ کی بھی مزید گنجائش ہے۔

(۱) الفاظ و معانی کا دروبست اور ان کی ترفعات۔

(۲) قرآن و حدیث کا بلیغ علم اور اس کے اسرار و رموز سے واقفیت۔

(۳) صحابۂ کرام سے لیکر عصر حاضر کے مستند حمد و نعت گو شعراء کے کلام کے امتیازی پہلوؤں سے بہرہ مندی۔

پہلی شِق یا پہلی قسم کے تحت ہم یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ جب تک ہم اللہ اور اس کے پیارے

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات سے واقف نہیں ہونگے اس وقت تک ہم اُن ذوات مقدسہ کے لیے الفاظ ومعانی کا صحیح استعمال نہیں کر سکتے۔ الفاظ ومعانی ہی ہمیں کسی شئی یا ذات کی حقیقت سے واقف کراتے ہیں۔ اکبر میرٹھی صاحب کے ایک شعر کا مطلع:

''جب باغ جہاں کے مالی''

علماء کی نظر سے گزرا تو انہوں نے لفظ ''مالی'' کی معنویت پر غور وخوض فرماتے ہوئے اس لفظ کا استعمال ذات باری تعالیٰ کے لیے ممنوع قرار دیا اور دلیل یہ دی کہ ''مولیٰ جلّ وعُلا کو مالی کہنا خلاف ادب ہے۔ مالی صرف ناظر وخادم باغ ہی ہوتا ہے۔'' امام احمد رضا کے ایمان افروز وصایا۔ علامہ حسنین رضا خاں، المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، ص ۴۸

دوسری شِق یا جہت کا مفہوم اپنے آپ میں بذات خود واضح ہے جس پر مزید خامہ فرسائی کی حاجت نہیں۔ تیسری شِق یا جہت کے تحت حافظ شمس الدین شیرازی علیہ الرحمہ کے ایک شعر کی افہام و تفہیم کے حوالے سے ایک روایت کو پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے ہمارے موقف کی پوری طرح وضاحت ہوتی ہے نیز قارئین کرام کو بھی اس بات کا علم واندازہ ہوجائے گا کہ اشعار کی تفہیم میں کتنا تنوع پایا جاتا ہے، اس کی حدیں کہاں تک جاسکتی ہیں، اگرچہ عصر حاضر میں اس کی معنویت اس درجہ نہیں رہی جیسا کہ حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تھی اس لیے کہ اب اُن جیسی عظیم وفہیم شخصیات نہیں رہیں۔ ملاحظہ ہو:

''مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ ایک طالب علم نے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ) سے سوال کیا کہ حضرت خواجہ حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جو شعر ہے:

بہ مے سجادہ رنگیں کُن گرت پیرِ مغاں گوید — کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

اس کا مطلب معلوم نہیں ہوتا، فرمائیے، فدوی کو سمجھائیے:

حضرت نے کہا کہ اس وقت اسکا مطلب تمہاری سمجھ میں نہ آئے گا، چار دن کے بعد کہونگا، بعد ازاں ایک بوڑھی بیسوا نے آ کر کہی کہ یا حضرت! میرے مکان میں کوئی بسنے نہیں آتا ہے، آپ کچھ دعا کیجئے تا کہ کوئی آوے، آپ نے فرمایا: اچھا دعا کریں گے، شب کو کوئی اسکے گھر نہ آیا، فجر کو وہ بیسوا پھر آئی اور عرض کی کہ حضرت آپ تو اس وقت کے شیخ المشائخ ہیں، کیسی دعا کی

کہ کچھ بھی اثر نہ ہوا، شاید دل سے دعا نہیں کی، اس کو فرمایا کہ اچھا جا آج دل سے دعا کریں گے، وہ روانہ ہوئی، ایک شخص سے کہا کہ اس کے محلے میں جا کر دریافت کرو کہ اس کے مکان میں کوئی کیوں نہیں آتا ہے؟ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ نہایت ہی گراں فروش ہے، یعنی اس کے یہاں ایک نَوچی تھی وہ اس کی خرچی بہت کہتی تھی، اس شخص نے آکر وہ حقیقت عرض کی، آپ نے فرمایا: خیر معلوم ہوا، سو روپے اپنے توشکخانہ سے منگوا کر اس طالب علم کو جس نے حافظ شیراز علیہ الرحمہ کے شعر کا مطلب پوچھا تھا کہا کہ یہ روپے آج شب کو اس بیسوا کے یہاں لے جانا اور اس کی نَوچی سے ہم بستر ہو کے آنا، وہ طالب علم پرہیز گار، تقویٰ شعار، بہت حیران و پریشان ہوا، فرمایا ضرور جایئے گا، جو کہا ہوں بجالایئے گا، اس شخص نے بمصداق "اَلامرُ فَوقَ الادَب" کے شب کو روپے لے جا کر اس بیسوا کو دیے اور کہا کہ میں نماز کا پابند ہوں، میرے لیے اوّل وضو کا پانی رکھنا، مصلّیٰ بچھانا بعد معشوقہ کو سیج پر لے جانا، اس نے ویسا ہی کیا، طالب علم کو اپنی نماز اور وظیفہ دل لگی ہوئی، معشوقہ سیج پر سو رہی، جب درود و وظیفے سے فراغ پایا تو معشوقہ کو سوتے دیکھا، دل میں کہا کہ الٰہی رات یوں ہی جلد کٹ جائے تا اس بلا سے نجات پاؤں، صبح ہوئی بیسوا نے کہا کہ میاں آپ نے تمام رات درود و اوراد میں کاٹی یا معشوقہ کی مراد بھی بر لائے؟ جواب دیا کہ اسے خواب راحت میں دیکھا جگانا مناسب نہ جانا، یہ کہہ کے روانہ ہوا، پھر اس بیسوا نے حضرت کی خدمت کرامت منزلت میں آئی اور عرض کی کہ شب کو حضرت کی دعا سے روپے تو بہت ملے مگر مدعا حصول نہ ہوا، حضرت نے فرمایا کہ تو جا آج تیرا مدعا حاصل ہوگا، پھر اس طالب علم کو سو روپے دیئے، فرمایا آج شب کو ضرور جانا اور ہم صحبت ہو آنا، اس نے ویسا ہی حیران و سرگرداں روپے لے کر اس کے مکان میں آیا اور اس کو دیئے موافق شب گذشتہ کے اس نے سیج سنواری اور مصلّیٰ اور وضو کا آفتابہ رکھ دی، طالب علم نماز سے فارغ ہو کر اوراد میں مشغول رہا،، بعد دو پہر شب کے سیج پر رونے کی آواز آئی، گھبرایا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ معشوقہ سے رونے کا سبب پوچھا، اس نے کہی کہ آج میری عصمت کا خدا ہی نگہبان ہے، کیونکہ اس بیسوا نے

دوبار تم سے روپے لیا ہے، کل تو میں سو رہی تھی، معلوم نہیں کہ تمہیں کیا سبب تھا اور آج مجھ کو عصمت کا خوف ہے، اس نے کہا: بیان تو کر کیا حال ہے؟ تو رنڈی کسبی تجھ کو عصمت سے کیا علاقہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں! میری سرگذشت یوں ہے کہ میں ایک اشراف ذی مقدور فلانے بستی والے کی لڑکی ہوں، میرے باپ نے ایک دلّی والے شریف و نجیب سے شادی کر کے برآت کو رُخصت کیا، راستے میں رہزنوں نے تمام برآت لوٹ لی اور براتیوں کو زخمی کر دیا سب لوگ اور دُولہ فرار ہو ہو گئے، معلوم نہیں کہ کیا ہوا، کدھر کو گئے، اُن رہزنوں نے میرا تمام زیور اُتار لیا اور یہاں لا کر اس بیسوا کے ہاتھ بیچ ڈالا، طالب علم نے دُولہ کا نام پوچھا اس نے بتلایا، اس کے باپ کا نام دریافت کیا، وہ بھی برابر کہا، جب طالب علم نے اس سے کہا کہ دُولہ میں ہوں یہ واقعہ مجھ پر ہوا تھا، دونوں کو اس اظہار حال سے نہایت خوشی ہوئی اور اطمینان حاصل ہوا، وہ طالب علم بخوشی تمام وہاں رہا اور ہم بستر ہوا، صبح کو جب حضرت کی خدمت میں آیا تو حضرت مدرسے میں رونق افروز تھے، دور سے دیکھتے ہی مسکرا کر فرمایا کہ کیوں صاحب آپ نے:

بہ مے سجادہ رنگیں کُن گرت پیرِ مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

کا مطلب سمجھا؟ ۔'' مقالات طریقت (احوال و تعلیمات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) ۔عبدالرحیم ضیاء، پروگیسو بکس اردو بازار، لاہور، ص۱۳۹/۱۴۰

''دبستان نعت'' کے اس شمارے کو ہم نے نعتیہ شاعری کے اس نیّرِ تاباں کے نام معنون کیا ہے جن کا نام زبان پر آتے ہی ہماری روح وجد و سرمستی کے عالم میں رقص کرنے لگتی ہے یعنی حضرت علامہ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام ۔ نیز اسی تناظر میں ہم نے ان کی شاعرانہ عظمت پر ایک خصوصی گوشے کا بھی اہتمام کیا ہے ۔ اگر چہ یہ گوشہ ان کی شخصیت اور شاعری کے جملہ محاسن کا احاطہ تو نہیں کرتا مگر عشاق نعت کی جستجو اور حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عقیدت و محبت فرمانے والے لوگوں کے دلوں کی آگ کو بھڑکانے کا کام ضرور کرے گا۔

''دبستان نعت'' کا یہ شمارہ اپنے سابقہ شماروں کی روایت پر ہی مشتمل ہے۔ بس اس میں تھوڑی سی تبدیلی کی گئی ہے۔ چونکہ یہ شمارہ حضرت علامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت اور شاعری کے

خصوصی گوشے پر مشتمل ہے اس لیے گوشے کو ایک باب کی شکل دے دی گئی ہے نیز تابش فکر و نظر اور افکار روشن کو گذشتہ شمارے کی مانند ایک کر دیا گیا ہے۔ مابقیہ گوشے یا ابواب دیگر شماروں کی مانند ہی ہیں۔

''دبستان نعت'' کے اس شمارے میں پہلی بار اردو ادب کی ایک عظیم شخصیت قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کی نوازشات سے شادکام ہونے کا شرف حاصل ہوا جنہوں نے کرم فرماتے ہوئے دو مضامین اور ایک مراسلے سے ہمیں شادکام فرمایا۔ دونوں مضامین اور مراسلہ اپنے نقطہ ہائے نظر کے لحاظ سے کافی وقیع اور اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کا مضمون ''نعتیہ شاعری پر ایک طائرانہ نظر'' اگرچہ مختصر ہے مگر جامعیت سے بھرپور ہے۔ عالمی سطح پر نعتیہ شاعری پر اب تک لکھے گئے مقالات و مضامین کا ایسا ماحصل یا لب لباب ہے جو نعت کے فن پر کام کرنے والے اسکالروں کو محوِ حیرت کرنے کے ساتھ آنکھوں کو بھی خیرہ کرنے والا ہے۔

یوں تو ہم نے ہمیشہ اپنے قلمی تعاون فرمانے والے تمامی احباب کا شکریہ ادا کیا ہے کہ ''دبستان نعت'' کو اگر ان حضرات کی توجہات اور ان کی گراں مایہ نگارشات حاصل نہ ہوتیں تو اس کا معیار و وقار ہرگز ہرگز بلند نہیں ہوسکتا تھا۔ محترم جناب معزّ عالم صاحب مرادآبادی نے ''دبستان نعت'' کے اب تک پانچوں شماروں کا ایک ایسا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے جو اثر و تاثیر کے لحاظ سے دل کو چھو جانے والا ہے۔ ان کے اس مضمون کو پڑھنے کے بعد ''دبستان نعت'' کے پانچوں شماروں کا آئینہ پیشِ نظر ہوتا ہے جس سے اس کے محاسن و معائب کی ایک سچی تصویر بنتی ہے جو اس کے مستقبل کا تعین کرتی ہے۔ محترم جناب ڈاکٹر التفات امجدی صاحب جو ایک عمدہ تخلیق نگار ہیں مگر تضمین نگاری سے انہیں گہرا شغف ہے انہوں نے اس بار پھر ایک تضمین حالؔی کے کلام پر ارسال کی ہے جو بہت خوب ہے۔

اب جب کہ ہم ''دبستان نعت'' کے اداریے کے اختتامیہ کی جانب بڑھ رہے ہیں ایک جانکاہ خبر رقم کرتے ہوئے ہمارے ذہن و فکر پر ارتعاش طاری ہے، نہ چاہ کر بھی ہم تحریر کرنے پر مجبور ہیں۔ ''دبستان نعت'' کے ایک نہایت ہی مخلص، بہی خواہ اور کرم فرما محترم جناب رشید اختر خاں صاحب (دھنباد) کا ساتھ چھوڑ کر چلا جانا ہمارے لیے بہت ہی مشکل اور تکلیف دہ ہے جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ ۲۸/ اکتوبر ۲۰۲۱ء جمعرات کی شب میں ۹/ بجکر ۴ منٹ پر ان سے ہماری آخری گفتگو ہوئی ان کا آخری جملہ تھا ''سراج صاحب دعا فرمایئے سانس اُکھڑ رہی ہے'' اور شب میں ۳/ بجے وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے اس جملے سے اندازہ لگایئے کہ انہیں ہم لوگوں سے کتنی محبت تھی کہ آخری وقت میں بھی ان کی یادوں میں بسے رہے۔

ابھی ہم اپنے ایک کرم گستر محترم جناب قاضی محمد رفیق فائزؔ فتح پوری صاحب کے وصال پر ملال

سے نبرد آزما بھی نہیں ہو پائے تھے کہ محترم جناب رشید اختر خاں صاحب کے انتقال پُر ملال نے ہماری کمر ہی توڑ کر رکھ دی، اب ہمارے پاس صبر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انہیں ہم سے اور ''دبستانِ نعت'' سے کتنی محبت تھی، بیان نہیں کر سکتے، فقط اتنا کہہ سکتے ہیں کہ انہیں ہم سے اور ''دبستانِ نعت'' سے وارفتگی کی حد تک محبت تھی، یہی سچ بھی ہے۔ اللہ کریم جلّ مجدہ کی بارگاہ عالی جاہ میں ہم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا گو ہیں اللہ سبحانہ تعالیٰ ان کی بخشش و مغفرت فرمائے اور نعتیہ ادب پر ان کی خدمات کو قبول فرما کر ان کے لیے وسیلۂ نجات بنائے۔ آمین۔

ہر تخلیق نگار کی حتمی کوشش ہوتی ہے کہ اس کی تخلیق نہایت ہی دیدہ زیب اور دل گیر ہو، مگر انسانی سرشت سے بھی وہ بے نیاز نہیں رہ سکتا، لاکھ بناؤ سنوار کے باوجود کہیں نہ کہیں کوئی کوتاہی ہو ہی جاتی ہے۔ اس بار یہ شمارہ قدرے تاخیر سے منظرِ عام پر آ رہا ہے:

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

اولاً کرونا جیسی عالمی وبا جس نے انسانی ذہن و فکر کو منجمد کر کے رکھ دیا تھا۔ جس کے سبب اس اثنا میں ہم کچھ بھی لکھنے پڑھنے کے بارے میں سوچ ہی نہیں پا رہے تھے مگر اللہ جلّ وعُلا نے اپنے بندوں پر کرم فرمایا کہ اس سے عافیت بخشی۔ دوسرے یہ کہ ۱۱ر نومبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات کو میری بڑی بیٹی نورِ صباح سلّمہا کی ازدواجیت کی تاریخ طے تھی جس وجہ سے یہ شمارہ تقریباً ایک ماہ کی تاخیر سے منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ ہمیں احساس ہے کہ ہمارے قارئین کرام کو شدید انتظار کی گھڑی سے گزرنا پڑا۔ اس تاخیر و انتظار کے لیے ہم معذرت خواہ بھی ہیں اور شرمندہ بھی، نیز جیسا کہ ہمارا وتیرہ رہا ہے کہ ہم نے ہمیشہ اپنے قارئین کرام سے التماس کیا ہے کہ شمارے میں جہاں کہیں جس بھی نوعیت کی خامی نظر آئے ہمیں اس سے آگاہ ضرور فرمائیں تا کہ ہم اس کی اصلاح کر سکیں، اس بار بھی ہم اپنے قارئین کرام اور ناقدین ادب سے ملتمس ہیں کہ وہ ہماری خامیوں کا آئینہ ہمیں ضرور دکھائیں ہم آپ کے مرہونِ منت ہوں گے۔

امید ہے کہ ''دبستانِ نعت'' کا یہ شمارہ بھی آپ کو ضرور پسند آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

یہ بات، یہ تبسم، یہ ناز یہ نگاہیں آخر تمہیں بتاؤ کیونکر نہ تم کو چاہیں

(جوشؔ ملیح آبادی)

سراج احمد قادری

تحمید وتقدیس

دل میں ہے نور تخیل بھی ترے جلووں سے
تجھ سے روشن ہے چراغ شب ارماں میرا

نشوؔر واحدی

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ

اللہ اللہ اللہ اللہ

جلوہ فرما ہے ہر ایک ذرّے میں تو — قمریوں کا ترانہ ہے حق سرّہٗ
وجد میں کہتی ہیں بلبلیں وحدہٗ — آؤ ہم سب بھی مل کر کہیں اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ — اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ — اللہ اللہ اللہ اللہ

جلوۂ حق ہیں محبوبِ حق ہو بہو — ان سا عالم میں کوئی نہیں ماہ رُو
ان کے دیدار کی سب کو ہے آرزو — جس نے دیکھا انہیں کہہ اٹھا اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ — اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ — اللہ اللہ اللہ اللہ

مالک الملک ہے جس طرح وحدہٗ — اس کے محبوب ہیں لاشریک لہٗ
دیکھ کر ان کے جلوہ گری چار سو — اہلِ قلب و نظر نے کہا اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ — اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ — اللہ اللہ اللہ اللہ

عشق میں ان کے جس نے بہایا لہو — اس کو کونین میں مِل گئی آبرو
جب بھی ہوتی ہے اس کی کہیں گفتگو — سننے والے بھی سب کہتے ہیں اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ — اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ — اللہ اللہ اللہ اللہ

چاہتے ہو اگر تم بنو نیک خو — نامِ سرکار لو باادب با وضو
بیٹھو ان کے تصور میں تم قبلہ رو — صدق دل سے کہو مِل کے سب اللہ

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
اکرم زار کو ان کی تھی جستجو ڈھونڈتا پھر رہا تھا انہیں کو بہ کو
پایا آئینہ قلب میں روبرو لب پہ بے ساختہ آ گیا اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

محمد نذیر الاکرام نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (مراد آباد)

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ

ہر مشکل میں رب کو پکاریں، دل پہ اُسی کا نام لکھیں
لکھنے والے جو ہیں فرشتے، ہم کو خوش انجام لکھیں
رب کی بڑائی کی تحریریں ہم سب ہر ہر گام لکھیں
اُس کی تکبیروں کی مدد سے، دل مثلِ ضرغام لکھیں
وہ ہے قادر اور قوی ہے، سب محکوم ہیں، حاکم وہ
دل کی لوح پہ حرف یقیں ہو، ہم نہ خیالِ خام لکھیں
رب نے کہا، میری رحمت سے اے بندو! مایوس نہ ہو
اشکِ ندامت کے خامے سے عقبیٰ میں آرام لکھیں
ہم تو خطا کے پتلے ہیں پر ہر دَم رب سے مانگیں مدد
کوشش یہ ہو فردِ عمل میں ہم نہ کوئی الزام لکھیں
جب بھی خطا ہو، توبہ کرلیں، وہ غفار ہے، وہ توّاب
نامِ خدا اور نامِ نبی ﷺ کو دل پر صبح و شام لکھیں
غور سے ہم قرآن پڑھیں، وہ ہم سے ہی کرتا ہے بات
کیوں اپنے قرطاسِ دل پر ہم حرفِ اوہام لکھیں
روزانہ یہ کام ہو اپنا، دنیا، عقبیٰ کا ہو خیال
ذکرِ خدا میں، ذکرِ نبی ﷺ میں اپنے سب ایّام لکھیں

شُکر کریں ہر حال میں رب کا، صابر و شاکر اُس کے دوست
کیوں دنیا والوں کی خاطر رودادِ آلام لکھیں
پھولؔ! یہ رب کی ہی رحمت ہے، حمد کی اُس نے دی توفیق
اُس کی مدحت کا نغمہ سب شاعر خاص و عام لکھیں

۱؎ سورۃ الزمر، آیت نمبر ۵۳

تنویر پھولؔ (نیو یارک)

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

(فوشّح نما)

حقیقت کے شناسائی　　ہوا کی فرحتیں لکھنا، گلوں کی نکہتیں لکھنا
ملے دنیا کی بینائی　　نہیں ہے پھر بھی ممکن، اپنے رب کی رحمتیں لکھنا
سراپا جستجو بن کر　　حقیقت زندگی کی کھوجتے رہتے ہیں جو ہر دم
بنامِ فکر و دانائی　　سکھاتا ہے انہیں بندوں کو تو بھی حیرتیں لکھنا
ہٹا کر پردۂ غفلت　　خدائے لم یزل تو اس قدر نظروں کو وسعت دے
سجا کر اپنی تنہائی　　کہ اِک دن سیکھ جاؤں خود پہ تیری برکتیں لکھنا
نہ ہوں یوں مائلِ غفلت　　ملے جس عیش دنیا کا، اثاثہ کھودیں وحدت کا
رہیں صرف اپنے شیدائی　　مری نسلوں کی قسمت میں نہ ایسی ظلمتیں لکھنا
تفکر سے تدبّر تک　　ہر اک اظہار تیرا پرکشش ہوجائے گا شارقؔ
یہی غیبی صدا آئی　　کتابِ زندگی پڑھ کر خدا کی عظمتیں لکھنا

شارق عدیلؔ مارہروی (ایٹہ، یوپی)

گوشہ حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

سب کو ہم بھول گئے جوش جنوں میں لیکن
اک تری یاد تھی ایسی جو بھلائی نہ گئی

جگؔر مرادآبادی

اقبال اعظمی (گھوسی، مئو)

قصیدہ بردہ شریف
عروضی اورفنّی محاسن کے تناظر میں

علامہ بوصیری محمد بن سعید رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال ۶۰۸ھ مطابق ۷/مارچ ۱۲۱۳ء مصر کے ایک قصبہ دُلاس میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تیرہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کیا اور دیگر علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کی۔ (طیب الوردہ شرح قصیدۂ بردہ شریف، شارح علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری، ص:۸)

قصیدہ بردہ شریف لکھنے کی وجہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ایک روز اچانک مجھے فالج پڑا، میرا نصف حصہ بے حس ہوگیا، اس مصیبت کی حالت میں میرے ضمیر نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں لکھوں اور اس کے ذریعے اس باب الشفاء سے اپنے لیے شفا طلب کروں۔ چنانچہ اسی حالت میں میں نے اس قصیدہ مبارکہ کو لکھا۔

بعد الفراغ جب سویا تو خواب میں اس مسیحِ کونین، شفائے دارین صلی اللہ علیہ وسم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اسی عالم رؤیا میں میں نے یہ قصیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا۔ بعد اختتام قصیدہ میں نے دیکھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسم میرے اعضائے حقیرہ پر اپنے دست نوری کو پھیر رہے ہیں۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے کو بالکل صحت یاب پایا۔ (طیب الوردہ، ص:۲۲/۲۳)

قصیدہ بردہ کی وجہ تسمیہ: شرح شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ میں ہے: "**ثم قصة وصول البردة من الحضرة للصلة مشهورة**" یعنی قصہ بردیمانی عطا ہونے کا دربار رسالت سے مشہور ہے۔ (طیب الوردہ، ص:۲۶)

مشہور ہے کہ جب حضرت امام بوصیری علیہ الرحمۃ خواب سے بیدار ہوئے تو وہ صحت یاب ہو چکے تھے اور ان کے جسم پر یمنی چادر موجود تھی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خواب میں عطا فرمائی تھی۔

قصیدہ بردہ شریف میں کل ۱۶۱/اشعار ہیں، جو بحر بسیط پر کہے گئے ہیں، بحر بسیط سالم کے

اوزان یہ ہیں: **مُسْتَفْعِلُنْ فاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فاعِلُنْ**

رکن اول کہیں کہیں مخبون آیا ہے، یعنی پہلے **مُسْتَفْعِلُنْ** کی جگہ **مَفاعِلُنْ** اور پہلے **فاعِلُنْ** کی جگہ **فَعِلُنْ**۔ رکن دوم میں فاعِلُنْ ہر جگہ مخبون فَعِلُنْ آیا ہے۔ چند اشعار کی تقطیع سے اس کی وضاحت کی جارہی ہے:

تقطیع:

(۱) اَمِنْ تُذَكُّرُ جيرانٍ م بِذی سَلَمِ مَرَجْتَ دَمعاً جرىٰ مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

اَمِنْ تُذَكْ كُرِ جی رانِ م بِذی سَلَمِ

مفاعِلُنْ فَعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ

مَزَجْتَ دَمْ عَنْ جَرىٰ مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

مَفاعِلُنْ فاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ

(۲) اَمْ هَبَّتِ الرّيحُ مِن تِلْقاءِ كاظمةٍ وَ اَوْمَضَ الْبَرْقُ فی الظُّلْماءِ مِنْ اِضَمِ

اَمْ هَبْبَتِرْ ريحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَا ظِمَةٍ

مُسْتَفْعِلُنْ فاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ

وَ اَوْمَضَلْ بَرْقُ فِظْ ظُلْمَاءِ مِنْ اِضَمِ

مفاعِلُنْ فاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ

(۳) فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا وَ مَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

فَمَا لِعَے نَيْكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ هَمَتَا

مفاعِلُنْ فاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ

وَمَا لِقَلْ بِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

مفاعِلُنْ فَعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ

(۴) نَعَمْ سَرىٰ طَيْفُ مَنْ اَهْوىٰ فَاَرَّقَنِی والْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

نَعَمْ سَرىٰ طَيْفُ مَنْ اَهْوىٰ فَاَرْ رَقَنِی

مَفَاعِلُنْ فاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ

وَ الْحُبُّ يَعْ تَرِضُلْ لَذَّاتِ بِلْ اَلَمِ

مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَعِلُنْ

قارئین حضرات! آپ دیکھ رہے ہیں کہ **مُسْتَفْعِلُنْ** کی جگہ **فاعِلُنْ** اور **فاعِلُنْ** کی جگہ **فَعِلُنْ** آرہا ہے مگر اشعار کی نغمگی اور موسیقیت برقرار رہتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ **مَفَاعِلُنْ** میں ''م'' کی حرکت کو تھوڑا کھینچ کر پڑھنے سے **مَفَاعِلُنْ**، **مُسْتَفْعِلُنْ** میں بدل جاتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱): فتحہ کی صورت میں: **مَفاعِلُنْ** کو مافاعلن پڑھنے پر **مُسْتَفْعِلُنْ** ہوجاتا ہے۔ (۲): ضمہ کی صورت میں: **مُفاعِلُنْ** کو موفاعلن پڑھنے پر **مُسْتَفْعِلُن** ہوجاتا ہے۔ (۳): کسرہ کی صورت میں: **مِفاعِلُنْ** کو میں **فاعلن** پڑھنے پر **مستفعلن** ہوجاتا ہے۔

اسی طرح **فَعِلُنْ** :**فاعِ لُنْ (فاعِلن)**، **فُعِلُنْ** :**فوعِ لُنْ (فاعلن)** اور **فِعِلُنْ** : **فی عِ لُنْ (فاعلن)** ہوجاتا ہے۔

اس کی مثال مندرجہ ذیل اشعار میں بھی ملتی ہے۔

(۱):	طَلَعَ الْبَدْ	رُ عَلَيْنَا	مِنْ ثَنِيَّا	تِ الْوَدَاع
	فَعِلاتُن	فَعِلاتُن	فاعِلاتُن	فاعِلاتُن
(۲):	وَجَبَ الشُّكْ	رُ عَلَيْنَا	مَا دَعَا لِل	لَا هِ دَاع
	فَعِلَاتُنْ	فَعِلَاتُنْ	فَاعِلاتُنْ	فَاعِلاتُنْ

قارئین حضرات! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مندرجہ بالا اشعار بحر رمل (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن) پر مبنی ہیں لیکن دونوں اشعار کے پہلے دونوں مصرعوں میں **فَعِلَاتُنْ فَعِلَاتُن** آئے ہیں جب کہ آخری دونوں مصرعوں میں فاعِلَاتُنْ فاعِلَاتُن آئے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اشعار کی نغمگی اور موسیقیت برقرار رہتی ہے۔ ان اشعار میں پہلے دونوں مصرعوں میں بحر رمل مخبون کا استعمال ہوا ہے جب کہ آخری دونوں مصرعوں میں بحر رمل سالم کا استعمال ہوا ہے۔

فَعِلاتُنْ، فِعِلاتُنْ اور فُعِلاتُنْ بھی **فاعِ لاتُنْ (فاعِلاتن)، فی عِ لاتن (فاعلاتن)** اور **فوعِ لاتن (فاعلاتن)** میں بدل جاتا ہے۔

قصیدہ کے اجزا

قصیدہ کے اجزا پانچ ہیں:

(۱) تشبیب، (۲) گریز، (۳) مدح، (۴) حسن طلب یا مدعا (۵) دعا۔

تشبیب: تشبیب میں شاعر مناظر فطرت کی منظر کشی کرتا ہے۔ چمن۔ بہار، بادِ صبا، گل وبلبل اور طیور کی نغمہ سرائی وغیرہ کا ذکر کرتا ہے جسے 'بہاریہ تشبیب' کہتے ہیں۔ جب شاعر تشبیب میں حسن و جمال

محبوب، جدائیِ محبوب اور عشق و محبت وغیرہ کا ذکر کرتا ہے تو اسے 'شبابیہ تشبیب' کہتے ہیں۔

نعتیہ قصیدے میں عام طور پر تشبیب بہاریہ ہوتی ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ بہاریہ تشبیب ہی ہو، شبابیہ بھی ہو سکتی ہے، مگر اس میں محبوب کے حسن و جمال کے بیان میں شائستگی اور تقدس ہوتا ہے نہ کہ فحاشی اور عریانیت جیسا کہ محسنؔ کاکوروی کے قصیدۂ لامیہ میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں جدائی کا بیان ہوتا ہے جیسا کہ کعب بن زُہیر رضی اللہ عنہ کے قصیدہ ''بانت سُعاد'' میں ہے۔ ''بانت'' کا مطلب ہی ہوتا ہے ''جدا ہو گئی''۔ ''سعاد'' شاعر کی محبوبہ کا نام ہے۔ اس میں مشرکوں کے دیوتا اور ان کی گوپیوں اور راس لیلا کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ محسنؔ کاکوروی کے قصیدہ لامیہ میں مذکور ہے۔ قصیدہ بردہ کی تشبیب بہاریہ ہے۔

گریز: تشبیب کے بعد گریز کا مرحلہ آتا ہے جس میں شاعر اس طرح کے اشعار کہتا ہے جو اس کے ممدوح کی شناخت کا اشاریہ ہوتے ہیں۔

مدح: مدح کے تحت شاعر اپنے ممدوح کی مدح سرائی کرتا ہے۔ نعتیہ قصیدے میں شاعر کے ممدوح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔ لہٰذا مدح کے تحت شاعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتا ہے۔

حسن طلب یا مدعا: اس کے تحت شاعر اپنا حال زار بیان کرتا ہے۔ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور نظر کرم کا طلب گار ہوتا ہے۔

دعا: امراء اور رؤسا کے قصائد میں شاعر اپنے ممدوح کی عمر درازی اور صحت و سلامتی کی دعا کرتا ہے۔ اس کے برعکس نعتیہ قصائد میں شاعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اللہ عز و جل سے دفع مصائب و بلایا کی دعا کرتا ہے۔

قصیدے کے انہیں پانچ اجزا کے تحت ''قصیدہ بردہ شریف'' کا جائزہ لیا جائے گا۔ اشعار مع ترجمہ ''طیب الوردہ'' سے مأخوذ ہیں جس کے شارح علامہ سیّد ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

تشبیب: قصیدہ بردہ شریف کے اشعار؛ (۱) تا (۹) تشبیب کے اشعار ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اَمِنْ تَذَكُّرِ جیرانٍ م بذی سَلَمِ مَزَجْتَ دَمعاً جرىٰ مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

ترجمہ: ذی سلم ہمسایوں کی یاد سے کیا تیری آنکھوں سے خون آلود آنسو بہتے ہیں؟

(۲) اَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِن تِلْقاءِ كاظمةٍ وَ اَوْمَضَ الْبَرْقُ فی الظُّلْماءِ مِنْ اِضَم

ترجمہ: یا کاظمہ کی طرف سے ہوا آ رہی ہے یا کوہ اضم کی طرف سے بجلی چمکتی ہے اور تجھے وہاں کی یاد خون رلاتی ہے۔

(۳) وَ اَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّی عَبْرَۃٍ وَ ضنیً مِثْلَ الْبَهَارِ علیٰ خَدَّیْکَ وَ العَنَم

ترجمہ: غم عشق نے تیرے رخساروں پر آہ وزاری و لاغری کے دونشان ایسے قائم کر دیے ہیں کہ گلِ بہار کی طرح زرد اور شاخ عنم کی طرح سرخ ہے۔ اب انکار بے سود ہے۔

(۴) یَا لائِمیْ فی الهویٰ الْعُذرِیِّ مَعْذِرَۃً مِنِّیْ اِلَیْکَ وَ لَوْاَنْصَفْتَ لَمْ تَلُم

ترجمہ: اے قبیلۂ عذرہ کی محبت میں مجھے ملامت کرنے والے، میں تیرے آگے اپنی مجبوری کا عذر پیش کرتا ہوں۔ اگر تو انصاف کرے تو مجھے کبھی ملامت نہ کرے۔

شارح حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ نے "العُذری" و هو بضم العَین تحریر فرمایا ہے۔ یعنی عذرہ کے ''ع'' پر پیش ہے۔ قبیلۂ بنی عذرہ یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ عشاق کا ایک قبیلہ ہے۔ عذرہ کے چچا کا لڑکا وامق اس پر فریفتہ تھا، اس کے عشق میں مبتلا ہو کر زرد پڑ گیا تھا اور قریب مرگ ہو چکا تھا۔ عذرہ کے حسن و جمال کی تاب نہ لا کر اس کی جدائی میں زندگی گزار رہا تھا۔ عذرہ کے کوچے کی ہوا آتی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور یمن میں برکت دے۔ بعض لوگوں نے کہا: !صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے نجد میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دعا فرمائی اور فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا کہ: اس جگہ زلزلے آئیں گے اور فتنے نمودار ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ (تاریخ نجد و حجاز، مؤلفہ: علامہ عبدالقیوم ہزاروی۔ ص:۴۴)

تاریخ اسلام میں نجد میں سب سے پہلا فتنہ مسیلمہ کذاب نے برپا کیا جو نجد کے جنوبی وادی حنیفہ کے ایک مقام عینیہ میں پیدا ہوا۔ دوسرا بڑا فتنہ گیارہ سو سال بعد ٹھیک اسی جگہ شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب نے برپا کیا۔ (ایضاً ص:۴۵)

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے نیزہ پھینک کر قتل کر ڈالا۔ محمد بن عبد الوھاب نے ''کتاب التوحید'' لکھی۔ ابن عبدالوھاب کی مزعومہ توحید کی بنیاد توہین رسالت (علیه الصلاۃ والسلام علیٰ صاحبها) پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت اور استعانت طلب کرنے کو اس نے شرک بتایا۔ دلائل الخیرات جو درود شریف کی کتاب ہے اس کو جلوا دیا۔ درود شریف پڑھنے سے روکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''طارش'' (ایلچی) کہتا تھا۔ (ایضاً ص:۱۵۰/۱۵۱)

مصنف قصیدہ بردہ شریف پر کفر کا فتویٰ

نجدیوں کی کتاب ''مجموعۃ التوحید'' کے صفحہ ۲۳۰ پر ہے:" **و قد حاول هٰذا الجاهل المعترض صرف ابيات البردة عما هو صريح فيها نص فيما دلّت من الشرك فى الربوبية و الالوهية و مشاركة اللّٰه فى علمه و ملكه و هى لا تحتمل ان تصرف عما هى فيه من ذٰلك الشرك و الغلو۔"**

ترجمہ: یہ جاہل معترض قصیدہ بردہ کے ابیات کو ان کے صحیح مفہوم سے پھیرنا چاہتا ہے۔ ان ابیات میں وہ مضامین مصرح ہیں جو شرک فی الربوبیہ و شرک فی الالوھیہ اور اللہ کے علم اور اس کے ملک میں مشارکت پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں شرک اور غلو اس درجہ کا ہے کہ اس کے خلاف معنیٰ مراد لیے جانے کا احتمال بھی نہیں۔ (تاریخ نجد و حجاز۔ ص: ۲۳۹، ۲۴۰)

ناظرین کرام! دیکھیے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ علیہ ایسے ستون سلام اور دوسرے بزرگوں کو کس طرح صاف الفاظ میں ''توحید سے جاہل'' قرار دے کر نجدیوں نے اپنی خباثت کا ثبوت دیا ہے اور کس طرح قصیدہ بردہ شریف کو شرک کہہ کر اس کے بزرگ مصنف اور اس کے پڑھنے والوں کو جن میں ہزاروں علما و صلحا داخل ہیں مشرک بنا کر کفر پروری کا مظاہرہ کیا گیا ہے؟ (ایضاً ص: ۲۴۰)

محمد بن عبدالوھاب نجدی کے اتباع و اذناب کو ''وہابی'' کہتے ہیں۔

گریز: قصیدہ بردہ شریف میں گریز کے اشعار ۱۰ تا ۲۹ ہیں۔ ان اشعار میں شاعر نے خواہش نفس، بڑھاپا، نفس امّارہ، اور گناہوں کے ذکر کے ساتھ، کوتاہی عمل، عاجزی اور انکساری کا بحسن و خوبی اظہار فرمایا ہے۔

(۴) اِنّی اِتَّهَمْتُ نَصيحَ الشَّيْبِ فی عَذَلٍ وَ الشَّيْبُ اَبْعَدُ فی نُصحٍ عَنِ التُّهَم

ترجمہ: بے شک میں عار کرتا ہوں بڑھاپے سے جو زبان حال کے ساتھ میرا ناصح ہے اور ملامت سے محفوظ رہتا ہوں اس بڑھاپے کی نصیحت پر عمل کر کے۔ بڑھاپے کے ہوتے ہوئے تکلیفوں کا نشانہ بننا بعید ہے۔

بڑھاپا موت کی خبر دینے والا ہے۔ موت کی یاد انسان کو برائیوں سے روکنے والی ہے۔ اس لیے شاعر نے بڑھاپے کو ناصح کہا۔

(۵) وَ النَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ علىٰ حُبُّ الرِّضاعِ وَ اِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِم

ترجمہ: نفس امّارہ اس شیر خوار بچے کی مثل ہے کہ اگر تو اسے جوانی تک دودھ پینے سے نہ روکے

تو دودھ پینے کی خواہش میں وہ مزید قوی ہوگا۔

(۶) وَلا تَـزَوَّتُ قَبْلَ الْـمَوْتِ نَـافِلَةً وَ لَمْ اُصَلِّ سِوىٰ فَرْضٍ وَّ لَمْ اَصُمِ

ترجمہ: موت سے قبل نفلی اعمال کا زادِراہ میں نے کچھ تیار نہ کیا۔ سوائے فرض نماز و روزے کے میں نے نفل نماز نہ پڑھی اور نہ ہی نفل روزے رکھے۔

اس شعر میں شاعر نے کوتاہیِ عمل کا ذکر کیا ہے کہ تقرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہم نے کچھ نفلی اعمال نہ کیے۔

(۷) ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْيَى الظَّلَامَ اِلىٰ اِنِ اشْتَكَتْ قَدَماهُ الضُّرُّمِنْ وَّرَمٖ

ترجمہ: جنہوں نے سیاہ راتوں میں شب بیداری فرمائی، یہاں تک کہ ان کے مبارک قدموں پر ورم کی تکلیف ظاہر ہوگئی، ان کے طریقے کو میں نے ترک کر دیا۔

قصیدہ بردہ شریف کا یہ انتیسواں شعر ہے۔ گریز کا یہ آخری شعر ہے۔ اس شعر میں شاعر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ''قیام اللیل'' کا ذکر فرمایا ہے۔ طویل قیام کی وجہ سے آپ کے پائے مبارک پر ورم ہوجاتے تھے۔ شاعر نے اپنی کوتاہیِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے ''قیام اللیل'' کے ترک کی بات کہی ہے۔ اس سے شاعر کی عاجزی اور انکساری ظاہر ہوتی ہے۔ گریز کے اس آخری شعر میں شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو اشاروں میں متعارف کرایا ہے جو شاعر کے ممدوح ہیں۔

مدح: مدح کے اشعار؛ (۳۰) تا (۱۳۹) ہیں۔ ان اشعار میں شاعر نے اپنے ممدوح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً: صبر و قناعت، زہد و تقویٰ، باعث تخلیق کائنات ہونا، سردار کائنات، ملجائے دنیا و آخرت، شفیع المذنبین، سیدالانبیاء ہونا اور آپ کے فضائل و کمالات و معجزات کا ذکر فرمایا ہے۔

(۸) هُـوَ الْحَبِيبُ الَّذِى تُرجىٰ شَفَاعَتُه لِـكُـلِّ هَـوْلٍ مِـنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمٖ

ترجمہ: وہی حبیب لبیب ہیں جن کی شفاعت کی امید کی گئی ہے، ہر شدت و مصیبت میں، شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی کے ساتھ ان کے غلاموں پہ نازل کی گئی۔

(۹) جَاءَ تْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشجَارُ سَاجِدَةً تَـمْشِى اِلَيْهِ عَلىٰ سَاقٍ م بِلَا قَدَمٖ

ترجمہ: حضور کے بلانے سے درخت سجدہ کرتے ہوئے آپ کی طرف آئے اپنے تنے یعنی پنڈلیوں سے قدم کے بغیر۔

(۱۰) كَمْ اَبْرَاَتْ وَ صِباً بِالَّمْسِ رَاحَتُهٗ وَاطْـلَـقَـتْ اَرَبـاً مِّـنْ رِّبْقَةِ اللَّهَمٖ

ترجمہ: ان کے ہتھیلی کے مس سے بارہا مریض اچھے ہوگئے اور حاجت مند جنون کے پھندے سے آزاد ہوگئے۔

حسنِ طلب یا مدّ عا: حسن طلب یا مدعا کے اشعار؛ (۱۴۰) تا (۱۵۳) ہیں۔ ان اشعار میں شاعر نے اپنے گناہوں اور دنیا طلبی پر افسوس کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت طلب کی ہے۔

(۱۱) اِنْ آتِ ذنباً فَمَا عَهْدِیْ بِمُنْتَقِضٍ　مِّنَ النَّبِیِّ وَ لَا حَبْلِیْ بِمُنْصَرِمٖ

ترجمہ: اگر چہ میں گناہگار ہوں مگر میرا معاہدۂ اطاعت اس سے ٹوٹنے والا نہیں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ میری عقیدت ومحبت کی رسّی کٹنے والی نہیں۔

(۱۲) یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِی مَن اَلُوْذُ بِهٖ　سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمٖ

ترجمہ: اے بہترین کریم عالم میں آپ کے سوا میرے لیے کوئی جگہ نہیں جہاں پناہ لوں مصیبتوں کے عام نزول کے وقت۔

دعا: دعائیہ اشعار؛ (۱۵۴) تا آخری شعر (۱۶۱) ہیں۔

(۱۳) وَ اَلْطُفْ بَعَبْدَكَ فِی الدَّارَیْنِ اِنَّ لهٗ　صَبْراً مَّتیٰ تَدْعُهٗ الْاَهْوَالُ یَنْهَزِمٖ

ترجمہ: الٰہی اپنے بندے پر دین ودنیا میں رحم فرما کیوں کہ اس کا صبر اتنا کمزور ہے کہ جب ہول و فزع کا سامنا ہو تو یہ بھاگ جاتا ہے یعنی صبر کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔

(۱۴) وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ لَهُمْ　اَهْلِ التُّقیٰ و النُّقیٰ و الْحِلْمِ وَ الْكَرَمٖ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب اور تابعین پر رحمت فرما جو پرہیزگار، برگزیدہ اوصاف اور تحمل وشرافت والے ہیں۔

(۱۵) مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِیْحُ صَبَا　وَاَطْرَبَ الْعِیْسَ حَادِی الْعِیْسِ بِالنَّغَمٖ

ترجمہ: تیری رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک بادِ صبا درخت بان کی شاخوں کو ہلاتی رہے اور جب تک اونٹوں کو شتربان اپنے نغموں سے مست کرتا رہے۔

عروضی اور فنّی محاسن کے تناظر میں قصیدہ بردہ شریف بہترین قصائد میں سے ایک ہے۔ اس کے پڑھنے والے کو دین ودنیا کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

☆☆☆

پروفیسر ابوسفیان اصلاحی (علی گڑھ)

امام بوصیری کا نعتیہ کلام-تنقیدی جائزہ

امام بوصیری کی شخصیت عربی نعت گوشعراء میں امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ یہی امتیاز عربی ناقدین کے لیے باعث التفات ہے۔ بوصیری کے نعتیہ محاسن ہمیشہ سے موضوع بحث رہے ہیں۔اس میں سب سے مقدم ومعظم آپ کا حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔نعتیہ شاعری کا یہی بنیادی کردار ہے۔حسان بن ثابت نعت گوشعراء کے امام ہیں۔درجہ امامت پر صرف ان کے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فائز کیا ہے۔آپ کی شاعری فیضانِ محبت ہے۔اسی فیضان وسیلان کی تعریف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس شعری عظمت کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائیدا کبر کارفرما ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی رویت سے شعری وجدان مزید برانگیختہ ہوتے تھے۔امام بوصیری جذبات واحساسات میں حضرت حسان کی اقتداء کے خواہش مند رہے۔گویا وہ صحابہ کرام کے روحانی اسالیب سے مستفیض ہونے کے لیے بےقرار رہے۔یہی بےقراری انھیں نعت گوشعراء میں یکتا بنا دیتی ہے۔امام بوصیری نے قرآن کریم کو اپنا منہل قرار دیا جس کی وجہ سے ان کی نعتیہ شاعری کو درجۂ اعتبار حاصل ہوا۔احادیث نے ان کی نعتیہ شاعری کو تقویت بخشی آپ کے نعتیہ مضامین کا ایک اساسی سرچشمہ یہی احادیث رسول ہیں۔آپ نے سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات کو موضوع بحث بنایا۔ یہاں یہ صراحت مناسب ہے کہ بہت سے معجزات غیر معتبر روایات پرمبنی ہیں۔امام بوصیری نے دیگر شعراء کی طرح کفار ومشرکین کی عداوتوں کی منظرکشی کی ہے۔عربوں کے مقاطعات اور محاذ آرائیوں پر روشنی ڈالی ہے۔نیز اہل کتاب کے بغض وعناد کی نقشہ کشی جس طرح بوصیری نے کی ہے اس کی مثال دیگر نعت گوشعراء کے یہاں نہیں ملتی۔اہل کتاب چراغ رسالت کوگل کردینے پر تلے ہوئے تھے۔جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات کا ذکر ان کی کتابوں میں موجود تھا۔

امام بوصیری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی قابل قدر تصویر کشی کی ہے۔ ان کی آرزو تھی کہ ذکر رسالت سے ان کی زبان رطب اللسان رہے۔ شمائل النبی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کے بیان میں ایک خاص طرز کو وضع کیا ہے۔ یہی طرز آپ کو یگانۂ روزگار بنا دیتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امام ترمذی کی ''الشمائل المحمدیہ'' کا دقت نظر سے آپ نے مطالعہ کیا تھا۔ یہاں یہ صراحت مناسب ہوگی کہ پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی نے ''مصادر سیرت نبوی'' (جلد اول) میں ''الشمائل المحمدیہ'' کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور اس کی خصوصیات کو منظر عام پر لانے کی سعی مستحسن کی ہے، نعت گو شعراء کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مطالعہ کریں۔ بوصیری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادی کردار کو بھی منظر عام پر لانے کی بہترین کوشش کی ہے۔ قریش کے بدترین مخالفین کے کردار کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے۔ ایک چیز جو دیگر نعت گو شعراء کے یہاں ملتی ہے وہ الحاح، استغفار، بے کسی، بے نوائی، پریشاں حالی، اضطراب والتفات آہ وزاری اور اشک باری ہے۔ استغفار اور زہدیہ اسلوب میں ابونواس نے ایک خاص طرز اختراع کیا ہے۔[1] ابونواس کے بعد یہی اسلوب انابت بوصیری کے یہاں ملتا ہے، بوصیری نے اپنے مسائل و مصائب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دہائی دی ہے۔ اس توسل میں کہیں کہیں وحدانیت متاثر ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ اس مضمون میں بوصیری کے دو قصیدوں کی تفسیر وتوضیح پیش کی جائے گی۔ اس سے قبل بوصیری کے دو قصیدوں کا تجزیہ ''دبستانِ نعت'' میں ''امام بوصیری کی نعتیہ شاعری'' کے عنوان سے پیش کیا جا چکا ہے۔[2] جس میں ان کے نعتیہ آہنگ، مضامین اور مصادر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کی بعض بے احتیاطیوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ یہاں جس قصیدے سے اس تحریر کا ہم آغاز کرنے جا رہے ہیں اس کا عنوان "**بمدحهٖ تحيا القلوب**" ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف حیات بخش ہے۔ توصیف رسول کے بغیر زندگی بے لطف و بے رنگ ہے۔ مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم دراصل ایک ایسی لذت ہے جو تمام لذتوں کو بھلا دیتی ہے۔ اسی ذت نے بوصیری کو تمام لذتوں اور رنگینیوں سے مستغنی کر دیا۔ بوصیری نے اس لذت بیش بہا کو یوں منظوم کیا ہے:

بمدح المصطفیٰ تحيا القلوبُ وتغتفر الخطايا والذنوب

(حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی سے دل زندگی پاتے ہیں، اور خطاؤں اور گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔):

وأرجو أن عيش به سعيداً والقاه وليس عليّ حوب

(اور میں پُر امید ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ستائش سے خوش گوار زندگی بسر کروں گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں گا اور مجھ پر کوئی وبال نہ ہوگا۔):

نبی کامل الأوصاف تحت محاسنه فقیل له الحبیب

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجموعہ اوصافِ (حمیدہ) ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ مکمل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب کا درجہ دیا گیا۔):

یفرج ذکره الکرماتِ عنا إذا نزلت بساحتنا الکروب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد ہمارے مصائب کو ختم کرتی ہے، جب بھی مصائب ہمارے علاقوں پر نازل ہوئے۔):

مدائحه تزید القلب شوقاً الیه کأنها حلی وطیب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں دلی اشتیاق کو بڑھا دیتی ہیں، گویا یہ تعریفیں زیور اور خوشبو ہیں۔)

مذکورہ اشعار کی روشنی میں بوصیری کے جذبات اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنا دشوار نہیں، اگر کوئی پر بہار زندگی، سعادت آمیز لمحات، کرب و درد سے عاری زندگی کا لطف اٹھانا چاہتا ہے تو اسے مدح رسول سے مربوط ہونا چاہیے، بوصیری نے بڑے اعتماد و یقین کے ساتھ وضاحت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے شدائد کافور ہوگئے، خوشیاں لوٹ آئیں، انسان کے اندر اشتیاق و اعتماد پیدا ہوا، تاریکیاں چھٹ گئیں۔ یقیناً مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جذبۂ استغفار بڑھتا ہے۔ اسے یوں بھی کہیے کہ انکسار پیدا ہوتا ہے، آہ وزاریاں بڑھ جاتی ہیں، مدح رسول سے کبائر وصغائر سے اجتناب کی دولت ہاتھ آتی ہے۔ بوصیری نے مدح رسول کی افادیت کو بڑے خاص انداز میں بیان کیا ہے۔ اسی کا نام درود وسلام ہے جس کی کثرت کی طرف قرآن کریم میں اشارہ کیا گیا ہے۔ بوصیری نے شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیم وتوضیح میں انفرادیت کا ثبوت دیا ہے:

وصفت شمائلا منه حسانا فما أدری أمدح أم نسیب

(اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو بڑے حسین انداز میں بیان کیا ہے، مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ میں مدح سرائی کر رہا ہوں یا غزلیات منظوم کر رہا ہوں۔):

کأن حدیثه زهر نضیر وحامل زهرة غصن رطیب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں تروتازہ پھول کی مانند ہیں۔ جسے شاداب شاخ نے اٹھا رکھا ہے)

ولی طرف لمراة شوق ولی قلب لذکراه طروب

(اور میری نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے مشتاق ہے اور میرا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے مطروب ہے۔):

رحیب الصدر ضاق الکون عما تضمن ذلك الصدر الرحیب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر کشادہ دل ہیں کہ اس کشادہ دل کی چیز دل کو کائنات سمیٹنے سے قاصر ہے۔)

مذکورہ بالا آخری شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشادہ دل کی ایک خوبصورت تعبیر ہے۔ کائنات کی وسعت اور پہنائیوں سے ہم سب واقف ہیں، لیکن یہ وسیع وعریض کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشادہ دلی کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے۔ گویا کائنات کی کوئی شی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں۔ بوصیری کا یہی انداز باعثِ انفراد ہے۔ ان کا فکری انداز اور رسالت سے والہانہ تعلق انھیں اچھوتا انداز عطا کرتا ہے:

وتستھدی القلوب النور منہ کما استھدی من البحر القلیب

(اور دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت نور کے خواہاں ہیں۔ جس طرح کنواں سمندر سے پانی کا خواہاں ہے۔):

بدت للناس منہ شموس علم طوالع ما تزول ولا تغیب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے لوگوں کے لیے علم کے سورج کا ظہور ہوا، کواکب (رسالت) کے لیے نہ تو زوال اور نہ ہی غیاب ہے۔):

خلائقہ مواھب دون کسب وشتان المواھب والکسوب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کسبی کے برعکس وہبی ہیں، اور وہبی اور کسبی میں بے پناہ افتراق ہے۔):

مھذبۃ بنور اللّٰہ لیست کأخلاق یھذبھا اللبیب

(یہ اخلاق نور اللہ سے سنوارے گئے ہیں۔ یہ ان اخلاق کی مانند نہیں جو ایک عاقل کے پروردہ ہوں)۔

آخری شعر میں بوصیری نے اپنا کمال دکھایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرائش وزیبائش میں نور اللہ سے مدد لی گئی ہے۔ اس لیے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی قرار دینا دشوار ہے۔ اللہ کے نور کے متعلق قرآن کریم نے صرحت کی ہے کہ وہ اپنے میں آپ ہے۔ اسی طرح سرورِ کونین صلی اللہ علیہ

وسلم اپنی تمام عادات میں بے نظیر ہیں۔ دنیا میں دانش مندوں کا ایک ریلا ہے لیکن ان کے اخلاق کا موازنہ اخلاق نبوی سے کرنا بے معنی ہے:

وإن محمداً لرسول حق حسيب فی نبوته نسيب

(اور یقیناً محمد رسول اللہ برحق ہیں، اپنی نبوت میں اعلیٰ وافضل ہیں۔ اور حسب ونسب میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں):

أمين صادق يرتقی عليم ماجد هاد وهوب

(امین وصادق ہیں، نیک، متقی، جان کار، صاحب مجد، ہادی اور صاحب جلال ہیں۔)

بريك على الرضا والسخط وجها تروق به البشاشة والقطوب

(رضا اور خفگی دونوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو ملاحظہ کیا گیا، بوقت رضا بشاشت ہوئی اور بوقت خفگی ترش رو ہوئے۔):

يضيئ بوجهه المحراب ليلاً ونظم فی النهار به الحروب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے رات میں محراب روشن ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ سلم کی وجہ سے دن میں لڑائیاں تاریک ہو جاتیں۔)

ان اشعار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف کردار بیان کیے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے محراب جاں اور محراب کائنات دونوں روشن ہو گئے اور دنیا کی تمام لڑائیاں اور جاں فشانیاں سرد پڑ گئیں۔ بڑے بڑے سورما انحطاط کا شکار ہو گئے، آج امت مسلمہ انحطاط وپستی کا شکار ہے جس پستی کو حالی نے اپنی مسدس میں منظوم کیا ہے۔ اس پستی سے نکلنے کا راستہ یہی ہے کہ نور نبوت سے خود کو ہم آہنگ کیا جائے۔ یہی ہم آہنگی ہمارے تمام مسائل کا حل وحید ہے:

یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

بوصیری نے اپنے انداز سے اسی صوتِ ہادی کو منظوم کیا ہے۔ یہی صوتِ ہادی قرآن کا عنوان ہے۔ اسی میں انسانوں کا پیغام ہے، نعت گو شعراء کو اس صوتِ ہادی کا عرفان اسی وقت ممکن ہے جب ان کے یہاں قرآنی شعاعوں کا ادراک ہو۔ حالؔی قرآن کریم سے بخوبی واقف تھے، وہ کسی مترجم اور مفسر کے محتاج نہیں تھے۔ یہی قرآن کے مسدس اور اس کی نعت گوئی میں شامل ہے۔ اسی قرآن نے مسدس میں ایک تاثیر القاء کر دی ہے جس کا فقدان ناممکن ہے۔ اردو شاعری یا نعت گوئی کو موثر ومحرک

بنانے میں جو کردار حالؔی کا ہے وہ کسی اور کا نہیں، اسی طرح اقبال سہیل نے نعت گوئی کو ایک خاص مقام ومرتبہ عنایت کیا وہ کسی اور نے نہیں۔ حالؔی اردو نعتیہ کے بوصیری ہیں۔ مجھے آج تک جو حلاوت حالؔی کے اشعار میں ملتی ہے وہ کسی اور میں نہیں۔ اسی طرح اسمٰعیلؔ میرٹھی کے حمدیہ اشعار اردو شاعری میں فقید المثال ہیں۔ بوصیری نے حالؔی کی صوتِ ہادی کو یوں منظوم کیا ہے:

شـریـعتـه صـراط مستقیم فلیـس یمسنـا فیهـا لغوب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت صراط مستقیم ہے، جس کی (اتباع) میں ہمیں کوئی تن آسانی نہیں لاحق ہوگی۔):

عـلیك بهـا فـإن لهـا کتـابـا علیـه تـحسد الحدق القلوب

(تجھ پر شریعت کی اتباع لازم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے لیے کتاب نازل کی گئی، جس احکام سے (مخالفین کے) دل جلتے ہیں۔):

یـنـوب لها عن الكتب المواضی ولیسـت عـنـه فـی حـال ینوب

(گزشتہ صحیفوں کی نیابت کرنے والی اسی کتاب پر شریعت اسلامی منحصر ہے، کسی بھی حال میں کوئی کتاب اس کی قائم مقام نہیں بن سکتی۔):

ألـم تـره یـنـادی بـالتـحـدی عـن الـحسـن البدیع به جیوب

(کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ شرفاء نے قرآن کریم کے حسین اور اچھوتے انداز کے تعلق سے چیلنج کیا۔)

بوصیری کی خاص عادت ہے کہ اپنے نعتیہ قصائد میں جگہ جگہ قرآن کریم سے استفادہ کرتے ہیں، نیز فضائل قرآن کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ اللہ کی یہ آخری کتاب ہر حیثیت سے بے مثال ہے۔ اپنے اسلوب بیان، رشد وہدایت، تمثیل وتعبیر اور مضامین ومعانی کے اعتبار سے بے مثال ہے اس پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے گئے۔ اسے شاعری، اساطیر الاولین اور انسانی کلام بتایا گیا لیکن مخالفین کو منھ کی کھانی پڑی۔ قرآن کریم نے مبارزت ومباہلت کی انھیں دعوت دے ڈالی تو انھیں شکست فاش سے دوچار ہونا پڑا۔ زبان وبیان میں ان کی ہمہ دانی مجبور محض ثابت ہوئی۔

بوصیری کا ایک خاص انداز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف معجزات کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے شان نبوت کو بلند کرتے ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے ایسے عادات کا ظہور ہوا جو عام زندگی میں حیران کردینے والی شی تھی۔ یہ چیز اردو شعراء کے یہاں بھی

بکثرت پائی جاتی ہے۔اس تعلق سے بعض روایات کم زور ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی معجزہ قرآن حکیم ہے جو دائمی ہے،اس کا دوام اور اس کا حسن لازوال ہے۔اس قصیدے نے یہود و نصاریٰ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا کہ گزشتہ صحیفے قرآن کریم کے بالمقابل بے معنی ہو چکے ہیں،لیکن تفسیر قرآن کے لیے ان سے استفادہ رہے گا۔بہت سے معجزات کا بوصیری نے یوں ذکر کیا ہے:

دان البدر منشفا الیه　　　وافصح ناطقاً عیرٌ وذیب

(چاند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتیاق میں پھٹ گیا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گورخر اور بھیڑیوں نے وضاحت کے ساتھ بات کی۔) :

وجذع النخل حنّ حنین ثکلی　　　لـه فأجابه نعم المجیب

(کھجور کا سوکھا تنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں آہیں بھرنے لگا،اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا حسین جواب دیا۔) :

وقد سجدت له أغصان سرح　　　فلم لایومن من الظبی الربیب

(طویل درخت کی شاخیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سجدہ ریز ہوئیں تو خوبصورت ہرنی ایمان کیوں نہ لاتی۔) :

وروّی عسکراً بحلیب شاة　　　فعادرهم به العیش الخصیب

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کے دودھ سے سیراب کیا،اس سیرابی سے ان کے اندر خوش گوار زندگی عود کر آئی۔) :

وما ماء تلقی وهو ملح　　　أجاج طعمه الایطیب

(اور وہ پانی جو انتہائی نمکین تھا جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (لعاب دہن) سے مس ہوا تو وہ شیریں بن گیا۔):

وعین فارقت نظراً فعادت　　　کما کانت وردّلها السلیب

(اور وہ آنکھ جس کی بصارت جا چکی تھی (وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کے لگتے ہی) پہلی جیسی ہوگئی،اس سے مسلوبہ بصارت عود کر آئی۔):

وجرد من جرید النخل سیفا　　　فقیل بذاك للسیف القضیب

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ٹہنی کو تلوار بنا دیا۔اسی وجہ سے کٹی ہوئی ٹہنی کو تلوار کہا جانے لگا۔)

وھز ثبیر عطفیہ سروراً   بہ کالغصن ھبتہ الجنوب

(ثبیر پہاڑ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر ہونے کی وجہ سے) مارے خوشی کے لہرانے لگا جس طرح جنوبی ہوائیں شاخوں کو ہلاتی ہیں۔) :

ورد الفیل والاحزاب طیر   وریح ما یطاق لھا ھبوب

(پرندوں اور تیز ترین ہوا نے ہاتھیوں اور لشکروں کو ناکام بنا دیا۔)

یہ بات آ چکی ہے کہ معجزات سے متعلق بہت سی روایات قابل اعتبار نہیں ہیں۔آخری شعر میں بوصیری نے ابرہہ کے ہاتھیوں اور لشکر کا ذکر کیا ہے۔جس کا مقصد تھا کہ بیت اللہ کی اہمیت کو ختم کر دے اور اللہ کے اس گھر کو جو ایک مرکزیت حاصل ہے اسے بھی ڈھا کر مدفون کر دے، ابرہہ کی طاقت وقوت نے عربوں پر ہیبت طاری کر دی اور وہ اپنے گھروں میں جا گھسے۔لیکن یہاں عربوں کے مزاج کو دیکھتے ہوئے ان کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کچھ بہتر نہیں لگتا،عرب ایک جنگ جو قوم تھی جسے اپنے وقار کا سودا کرنا اسے نہیں آتا تھا، وہ ایک معمولی بات پر جان گنوا دینا تو جانتا تھا،لیکن پشت دکھانا اسے نہیں آتا۔رہا خانہ کعبہ تو وہ ان کے وقار سے بھی عظیم چیز تھی،اس لیے یہ کہہ کر ہاتھ جھاڑ لینا کہ یہ اللہ کا گھر ہے وہ اپنے گھر کی حفاظت خود کرے گا۔ہمیں اپنے اونٹوں سے غرض ہے۔یہ چیز ان کے مزاج سے میل نہیں کھاتی۔مولانا فراہی نے اپنی تفسیر میں اس کا جائزہ لیا ہے۔[۳۱] اور سرسید نے بھی سورہ فیل کی تفسیر کے تعلق سے بعض قیمتی آراء پیش کی ہیں۔[۳۲] خاکسار نے اس تعلق سے تفسیر سرسید کا تنقیدی جائزہ اپنے ایک مضمون میں پیش کیا ہے:

وفارس خانھا ماء ونار   فغیض الماء وانطفأ اللھیب

(اور فارس میں پانی اور آگ کا سلسلہ منتہی ہوا۔چنانچہ پانی اتر گیا اور دہکتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے۔)

وقد ھز الحسام علیہ عاد   بیوم نومہ فیہ ھبوب

(ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں تھے کہ ایک شدید ترین دشمن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار لہرا دی۔):

فقام المصطفی بالسیف یسطو   علی الساطی بہ ولہ وثوب

(حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے (کہ حملہ آور کی تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی) اس سے وہ حملہ آور پر حملہ کر سکتے تھے اور اس پر جھپٹ سکتے تھے (مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔) :

وریع لہ أبوجهل بفحل ینوب عن الهز برله نیوب

(ابوجہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا تو ایک سانڈ نما ہیبت ناک شیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کرتے ہوئے دفاع کر رہا تھا۔)

ان کے علاوہ بھی بوصیری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بہت سے معجزات کا ذکر کیا ہے لیکن ایک بات پیش نظر رہے کہ ان معجزات کے بدون بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اعلیٰ وافضل ہے۔اس تعلق سے قرآن نے جابجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقدسیت کا وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔"**کان خلقه خلق القرآن**" کا یہی مفہوم ہے۔قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتریت کو''مقام محمود''۵؎ کا نام دیا ہے۔گویا قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے۔اور یہ معجزہ "**نقش لم یزل**" ہے۔یہ تمام علوم ومعارف کا مجموعہ ہے۔اس کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدو منزلت کی تفہیم وتشریح ناممکن ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا سب سے بڑی ترجمان یہی کتاب الٰہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا بڑا معجزہ ختم رسالت ہے جس کا ذکر انبیاء ورسل اور صحیفے میں پہلے سے چلا آرہا ہے۔اور تیسرا بڑا معجزہ واقعہ اسراء ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استثنائیت کا اندازہ لگانا دشوار نہیں،لیکن افسوس کہ سیرت نگاروں نے اس انداز سے خاتم الرسل کو دیکھنے کی کوشش بہت کم کی ہے۔ پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی نے اپنی معرکہ آراء تصنیف''مصادر سیرت نبوی'' میں بھی سیرت نگاروں کے بہت سے ان پہلوؤں کی گرفت نہیں کی ہے جس کی وجہ سے سیرت مقدسہ کی شفافیت متاثر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔راقم نے ایک مضمون میں یٰسین مظہر صدیقی کے ان تسامحات پر اظہار خیال کیا ہے۔۶؎ بہرکیف ایسے معجزات بے شمار ہیں جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت ومنزلت کا اظہار ہوتا ہے۔جس کا اعتراف بوصیری نے یوں کیا ہے:

ولم ار معجزات مثل ذکر الیہ کل ذی لب ینیب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی مثالیں مفقود ہیں جس کا اعتراف ہر صاحب عقل نے کیا ہے۔)

ومن آیاته تحصی بعد فیدرك شاء ها منی طلوب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں لامحدود ہیں،اگر کوئی انھیں جاننے کا خواہاں ہے تو میں حاضر ہوں۔)

طفقت اعدمنها موج بحر وقطراً غیثه أبداً یصوب

(ان نشانیوں کے سمندر کی لہروں کو میں نے شمار کیا۔جس کے فیضان کا تقاطر مستقلاً ہوتا رہتا ہے۔)

یجود سحابهن ولا انقشاع ویزخر بحرهن ولا نضوب

(نشانیوں کے بادل فیض رسانی کررہے ہیں، وہ خشک ہونے والے نہیں ہیں، ان کے سمندر متلاطم ہیں۔اترنے والا نہیں ہے۔):

فـراقك مـن بـوارقها وميض وشـاقك مـن جـواهرها رسوب

(ان کی آہستہ آہستہ چمکدار کرنیں تمہیں مدہوش کررہی ہیں اور جواہر سے آراستہ یہ نشانیاں تمہارے لیے باعث اشتیاق ہیں۔)

اس میں کلام نہیں کہ سیرت مقدسہ کے تمام اطراف واکناف نہ صرف امت مسلمہ کے لیے باعث کشش ہیں بلکہ دیگر اہل ادیان کے لیے باعث التفات ہیں۔خود اہل مغرب نے اپنی سیرتی کاوشوں میں سیرت مقدسہ کی ستائش کی ہے۔اسے انسانیت کا پہلا باب قرار دیا ہے۔ یہاں یہ اشارہ ضروری ہے کہ بوصیری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ معجزات کے متعلق یہ فرمایا کہ اس کی مثالیں مفقود ہیں جب کہ یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کا نگلنا اور پھر باہر آنا، عصائے موسیٰ علیہ السلام کا حقیقی سانپ کی صورت اختیار کر جانا۔آپ کا دوسرا معجزہ ید بیضا، اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوا پر دسترس وہ آپ کے حکموں کے مطابق نرم روی یا تیز گامی اختیار کرتی۔جن بھی آپ کی گرفت سے باہر نہ تھے۔اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ، چڑیاں بھی تسبیح خواں ہوا کرتی تھیں۔حضرت داؤد علیہ السلام کا لشکر انسان، جنات اور پرندوں پر مشتمل تھا۔حضرت داؤد علیہ السلام پرندوں کی بولیوں کے مفاہیم سے واقف تھے۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی طرح دیگر انبیاء کرام بھی نوازے گئے۔اس لیے بوصیری کا یہ خیال درست نہیں ہے کہ ان معجزات کی مثالیں مفقود ہیں۔ہاں یہ ضرور ہے کہ قرآن کریم، ختم رسالت اور تکمیل شریعت جیسی بلندیاں کسی نبی ورسول کو نہیں عنایت کی گئیں۔اسی قصیدے میں ایک شعر یوں ہے:

أخبـر تـابعيـه بغـائبـات وليـس بكـائـن عـنـه مغيـب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو غائبات سے باخبر کیا اور کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوجھل نہیں ہے۔)

قرآن کریم میں مومنین کی ایک صفت یہ بتائی گئی کہ "**الذین یومنون بالغیب**"یعنی وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی اللہ کو بن دیکھے تسلیم کرتے ہیں اور اس خدائے غیب کی قدرت اور احاطہ ندرت کا قرآن کریم میں بارہا مختلف انداز میں ذکر آیا ہے۔اللہ کی منجملہ صفات میں اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔قرآن کریم نے بطور چیلنج یہ سوال کیا کہ "**هل تعلم له سميا**"کیا تمہارے علم میں کوئی اس کا ہم

پلہ ہے۔یعنی نہیں ہے۔اس کی ایک تشریح یہ ہے کہ "**وکان اللّٰہ علی کل شیئ مقیتا**"یعنی کوئی چیز اس کے دست قدرت سے ماوراء نہیں۔اسی کی ایک دوسری تشریح یوں ہے کہ "**ان اللّٰہ علی کل شیئ حسیبا**"یعنی اللہ کے حساب وکتاب سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔اسی کی ایک تیسری توضیح ہے کہ "**وکان اللّٰہ بکل شیئ محیطاً**"یعنی تمام چیزیں اللہ کے دائرۂ علم میں ہیں۔وہ بواطن اور ظواہر سے بخوبی واقف ہے۔انبیاء ورسل،اولیاء واقطاب اور دنیا کے تمام انسان اس درجہ علم سے محروم ہیں۔اس لیے مذکورہ شعر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں تھی مناسب نہیں ہے۔خالق اور مخلوق کے مابین فروق کو مٹادینا صریحاً قرآن کریم کے برعکس ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر کھڑا کر دینا نامناسب ہے۔قرآنی لفظ صمد کا مفہوم یہی ہے وہ دنیا کے تمام لوگوں سے برتر ہے۔سورۂ اخلاص دراصل سورۂ التوحید ہے جس کا ماحصل یا اصل نکتہ یہ ہے کہ وہ "**ولم یکن لہ کفواً احدا**" یعنی none is equal to him جس کا کوئی ہم سر نہیں۔مولانا فراہی نے اپنی تفسیر ''نظام القرآن'' میں لفظ صمد پر معرکہ آراء توضیح کی ہے۔اس کا ترجمہ اردو میں مولانا نے ''باہمہ'' کیا ہے۔جس سے اس لفظ کی ہمہ دانی کا تصور کیا جاسکتا ہے۔اس کا مفہوم چٹان ہے۔جس سے حملے کے وقت سہارا لے کر بچا جاتا ہے،یہیں سے سردار اور سربراہ کے معنی میں آ گیا چوں کہ سربراہ قوم کو تحفظ اور امان فراہم کرتا ہے۔بوقت مصیبت ان کی ڈھال بن جاتا ہے،وہ قوم کی نیابت اور وکالت کرتا ہے اور اللہ کو ''نعم الوکیل'' کہا گیا ہے۔زبور اور دیگر مقدسہ کتب میں اللہ کو چٹان سے تشبیہ دی گئی ہے۔جس کی مثل ملنی مشکل ہے۔؎

وقدنالوا علی الامم المواضی بہ شرفاً فکلھم حسیب

(اور انھوں نے گزشتہ اقوام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شرف حاصل کیا۔چنانچہ سب کے سب مفخرت کے حامل قرار دیئے گئے۔):

وماکامیرنا فیھم أمیر ولاکنقیبنا لم نقیب

(گزشتہ اقوام میں ہمارے امیر کی طرح کوئی امیر نہیں اور ہمارے نقیب کی طرح ان میں کوئی نقیب نہیں۔):

کأن علیمنا لھم نبی لدعوتہ الخلائق تستجیب

(ہمارے علماء کرام ان کے نزدیک نبی کے برابر ہیں۔وہ اللہ کے بندوں کو پکارتے ہیں اور ان کی پکار قبول کی جاتی ہے۔):

ولـمـاقيـل لـلـكـفـار خشـب   تـحـكـم فيـه السيف الـخشيـب

(اور جب کفار سے (حق کے ساتھ) ملنے کے لیے کہا گیا تو وہ نہ مانے تو صیقل شدہ تلوار سے فیصلہ کیا۔):

مـا عـلـمـاء نـا الاسيـوف   مـواض لاتـفـلّ لهـا غـروب

(اور ہمارے علماء کرام چمکدار تلواروں کی مانند ہیں جن کے یہاں اوجھل ہوجانے کا تصور نہیں ہے۔):

سـرلـة لـم يــقــل منهم سرى   لـيـوم كـــريهة يـوم عـصيـب

(ہمارے علماء ایسے سردار ہیں کہ ان میں سے کسی نے دشوارترین دن کو گرم دن کے برابر بھی نہ تصور کیا۔) :

ولــم يـفتـنهـم مــاء نـميـر   مـن الـدنيـا ولامـرعـىً خصيب

(دنیا کے کسی میٹھے پانی نے انھیں ابتلاء میں نہیں ڈالا اور نہ ہی شاداب چراہ گاہوں نے انھیں آزمائش میں ڈھکیلا۔):

ولـم تـغـمـض لهـم ليـلا جـفـون   ولاالـفـت مـضـاجـعهـا جنوب

(ان کی آنکھیں رات میں نہ بند ہوئیں اور نہ ہی ان کے پہلو خواب گاہوں کے عاشق ہوئے۔)

بوصیری ایک دانشور تھے انھیں دانشوری کے تقاضوں کا علم تھا ایک عالم دین کے اوصاف وعلامات سے بخوبی واقف تھے۔ایک عالم دین کا مثیل گزشتہ اقوام میں ملنا محال ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ گزشتہ انبیاء کرام کے برابر ہیں۔عالم دین قائد اور ملی نقیب ہے اس کی قیادت ونقاہت کا تصور اقوام ماضی میں مفقود ہے۔ ہمارے علماء کرام صیقل شدہ تلوار کی مانند ہیں انھیں علائق دنیا رجھا نہیں سکتے بلکہ مکروہات دنیا ان سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔وہ راتوں کو سوتے نہیں، انھیں پرتعیش خواب گاہوں کا شوق نہیں۔ان کے پیراہن میدان جنگ میں خون آلود ہو جاتے ہیں۔لیکن افسوس کہ یہ تمام اوصاف علماء کرام سے رخصت ہو چکے ہیں۔انھیں اپنے فرائض اور مقام ومرتبہ کا احساس نہیں، وہ ملی نقیب ہونے کے برعکس ملت کی تقسیم وتفریق پر تلے ہوئے ہیں۔انھیں کبھی دنیا کی آسائشوں سے چڑھ تھی لیکن آج مکروہات دنیا ان کے پیروں کی زنجیر بنے ہوئے ہیں۔علماء کرام امت مسلمہ کے لیے باعث طمانیت تھے لیکن آج امت کے لیے وجہ اضطراب بنے ہوئے ہیں۔کاش علماء کرام بوصیری کے ہدایت کردہ اصولوں کو اختیار کرتے اور اپنے فرائض کو محسوس کرتے۔امت مسلمہ کو افتراق کے برعکس اتحاد کی دعوت دیتے۔اس قصیدے کے اختتام میں بوصیری نے ملت اسلامیہ کے احوال بیان کیے ہیں

اور خود اپنی بے بسی کا ذکر کیا ہے:

دعــاك لـكـل معـضـلة الـمـت بــه ولـكـل نــائبة تـنـوب

(صاحب اسلام جب کبھی کسی مصیبت سے دو چار ہوا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا، اور ہر مصیبت میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کرتا۔) :

ولـلـذنـب الـذی ضـاقت علیه بـه الـدنـیـا وجـانبـهـا رحیـب

(جس گناہ کے سبب دنیا اس پر تنگ ہو چکی تھی (اب) یہی دنیا اس کے لیے جائے کشادہ بن گئی۔)

یــراقــب مـنـه مـا کسبـت یداه فیبـکـیـه کـمـا یبـکـی الـرقـوب

(وہ اپنے کرتوت پر اظہار افسوس کرتا ہے جس طرح ایک غم زدہ عورت اپنے بچے کی موت کے سبب آہ وزاری کرتی ہے۔):

وانــی یهـتـدی لـلـرشد عـاص لــغــارب کـل مـعـصـیة رکـوب

(ایک گنہگار کیوں کر رہنمائی حاصل کرے جب کہ ہر معصیت اس کے کاندھے پر سوار ہے۔)

یـتـوب لسـانــه عـن کـل ذنـب ولـم یــرقـلبــه مـنــه یـتـوب

(اس کی زبان پر گناہ سے توبہ کے الفاظ ادا کرتی ہے اور اس کا دل اس سے تائب ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا ہے۔)

مذکورہ اشعار میں بوصیری نے امت مسلمہ کے احوال کا ذکر کیا ہے کہ وہ مصائب ومسائل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں انھیں اپنے افعال واعمال پر ندامت ہے۔ اسی کے ساتھ وہ امت مسلمہ سے خواست گار ہیں کہ سچے دل سے وہ تائب ہوں۔ ان کی زبان اور قلب میں یکسانیت ہو، یہی وہ چیز ہے جس کا دین متقاضی ہے۔ اسے نفاق کسی بھی طرح سے قابل قبول نہیں۔ بوصیری امت مسلمہ کے احوال پر نمناک ہے۔ اب بوصیری خود اپنے احوال، اپنی دردمندی اور اپنی التماس لے کر اللہ کے حضور حاضر ہے۔ نیز اپنے اضطراب اور بے چینیوں کو لے کر دربار رسول میں پہنچا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت کے پیش نظر بوصیری اپنی مجبوریوں کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہے:

لـجـود الـمـصـطـفی مدت یدانا ومــا مــدت لــه اید تـخـیـب

(ہمارے ہاتھ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کے حضور اٹھے ہوئے ہیں دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پھیلے ہوئے ہاتھ ناکام نہیں ہوتے۔) :

شفاعتہ لناولکل عاص　بقدر ذنوبہ منھا ذنوب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے لیےاور ہر گنہ گار کے لیے ہے یہ معلوم ہو کہ ہر گنہ گار کے گناہوں کے بقدر اس میں حصہ ہے۔) :

ھو الغیث السکوب ندی علماً　جھلتُ وما ھو الغیث السکوب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسلا دھار بارش کی مانند ہیں۔جس کا فیضان بہاؤ اور علم پر منحصر ہے۔ میں تو تجاہل کا شکار رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فیضانِ بے کراں ہیں۔) :

صلوٰۃ اللّٰہ ماسارت سحاب　علیہ ومارسا وثوی عسب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت تک درود وسلام متواتر ہوتا رہے گا جب تک یہ ابر رواں رہیں گےاور جب تک یہ جبلِ عسیب قائم ودائم ہے۔)

بوصیری کے نعتیہ قصائد کی ایک علامت گریہ وزاری ہے۔ وہ اپنی بے بسی اور عجز پر ماتم کناں ہیں۔ وہ پریشان کن حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا حوالہ دیتے ہیں۔ گناہوں میں شرابور ہیں۔ مصائب ومسائل کی سواری پرسوار ہیں۔ ایسے میں شفاعت رسول کی دہائی دیتے ہیں۔ بوصیری اپنی قوم اور خود اپنی مجبوریوں کو لے کر دربار رسول میں دست بدعا ہوتے ہیں۔اپنی قوم کی معذوریوں اور ان کی آہوں کو لے کر دربار رسول میں سسکیاں بھرتے ہیں ان کی آواز روند جاتی ہے۔گلوگیر ہوجاتے ہیں۔ یہی بوصیری کے اسلوب ہیں جن سے بوصیری کے حب رسول کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ بوصیری کے ادبی انداز،شستہ زبانی اور شگفتہ لسانی سے حب رسول نکھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بوصیری اپنے مضامین اور اسالیب میں منفرد نظر آتے ہیں۔اسی انفراد نے انھیں دنیائے نعت میں ایک قیام اور ایک دوام عطا کیا ہے۔

آپ کے ایک نعتیہ قصیدے کا عنوان:"**المصطفیٰ الماحی**" ہے۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں کو مٹانے والے ہیں اس کے ابتدائی اشعار میں خود بوصیری نے اپنی کوتاہیوں،اپنے نقائص اور اپنی بدحالیوں کا ذکر بڑے جذباتی انداز میں کیا ہے۔لہو ولعب اور مکروہات دنیا میں خود کو الجھنے کا اعتراف کیا ہے۔علائق دنیا میں پھنس کر رہ گیا ہے۔گناہوں سے گراں بار ہے۔ ہوائے نفس کا غلام ہے۔رنگینیٔ حیات میں بدمست ہے۔گویا بوصیری اپنی خامیوں کا اعتراف کرتے ہوئے دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا لیتے ہیں۔یہی سہارا لینے کا انداز انھیں امتیاز واختصاص عطا کرتا ہے:

وافاک بالذنب العظیم المذنب　خجلا یعنف نفسہ ویؤنب

(گنہگار اپنے گناہ عظیم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ندامت کے ساتھ حاضر ہوا تا کہ خود کو پاک کر سکیں اور پاکیزگی حاصل کریں۔) :

لم لایشوب دموعہ بدمائہ ذو شیبۃ عوراتھا ما تخضب

(اس کے آنسو خون کے ساتھ کیوں خلط ملط ہیں۔ وہ ایک ضعیف العمر شخص ہے، اس کے آثار ضعف کو خضاب کے سرذریعہ چھپایا نہیں جاسکتا۔) :

لعبت بہ الدنیا ولولا جھلہ ماکان فی الدنیا یخوض ویلعب

(اس نے معاصی کے مابین گردش کرنے کو لازم قرار دیا، جب کہ اس نے اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے رات گزاری۔) :

یستغفر اللّٰہ الذنوب وقلبہ شرھاً علی أمثالھا یتوثب

(وہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت کا خواست گار رہے۔ اور اس کا دل اس طرح کے گناہوں میں مبتلا ہونے کے لیے حریص ہو کر اچھل رہا ہے۔) :

أضحی بمعترك المنایا لاھیاً فکان معترك المنایا ملعب

(ہجوم خواہشات میں غرق رہنا ہی تمہارا مشغلہ ہے۔ گویا ہجوم خواہشات کا استغراق ہی تمہارا ملعب ومقصد ہے۔)

مذکورہ اشعار میں بوصیری نے اپنی بربادیوں کا ذکر کیا ہے کہ اس کی یہ زندگی واہیات وخرافات کی نذر ہو کر رہ گئی۔ گناہوں سے لدا ہوا ہے۔ تعیّشات کو اس نے اپنا محور قرار دیا، وہ استغفار وانابت کا خواہاں ہے لیکن یہی چیزیں اس کی راہ کا روڑہ ہیں۔ منکرات میں جکڑ کر رہ گیا ہے۔ دنیاوی دلدل سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں۔ ان دشواریوں میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے آس لگائے ہوئے ہے۔ اس کی امیدیں اسی ذاتِ اقدس سے بندھی ہوئی ہیں، اس کے علاوہ کہیں اسے نجات کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ یہی بے بسوں اور مفلوک الحال لوگوں کا ماویٰ وملجا ہے۔ بوصیری اپنے احوال کا ذکر کرتے ہوئے بین السطور یہ بھی بتانے کا تمنائی ہے کہ امت کے احوال میرے احوال سے دگر نہیں ہیں، گویا وہ پوری امت سے مخاطب ہے کہ اس شکستہ حالی اور خانماں بربادی میں ہمارا ایک ہی چارہ گر ہے جسے ہم حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ بوصیری اس انداز میں دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دست بدعا ہے:

ضاقت مذاھبہ علیہ فمالہ الا الی حرم بطیبۃ مھرب

(جب تمام راستے اس پر تنگ ہو گئے تو اس کے لیے مدینہ منورہ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔)

متقطع الاسباب من اعماله لٰکنه برجائه متسبب
(اس کی تمام کارگزاریاں بے معنی ہوکر رہ گئیں۔لیکن (شعاع)امیداس کا (حقیقی)سہارا ہے۔)
وقفت بجاه المصطفیٰ آماله فکأنه بذنوبه یتقرب
(اس کی امیدیں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایستادہ ہیں، گویا اپنے گناہوں کا حوالہ دیتے تقرب کا خواہاں ہے۔) :
وبدأ له أن الوقوف ببابه باب لغفران الذنوب مجرّب
(اسے معلوم ہے کہ در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر توقف درحقیقت گناہوں کی معافی کا یہ ایک آزمودہ در ہے۔):
صلی علیه اللّٰه ان مطامعی فی جوده قدغارمنها اشعب
(آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت ہو، سرور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوتوں سے متعلقہ میری خواہشات نے ان سے دور رہنے کو دھوکہ قرار دیا۔)

مذکورہ اشعار سے مترشح ہے کہ بوصیری کا سنگ میل صرف ذات انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہیں سے امید کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔یہیں سے تجلیات ہدایت طلوع ہوتی ہیں۔یہی غایتِ قرار ہے۔اسی سے وابستگی ظلمتوں کو ناکارہ بنادیتی ہے۔سیرت مقدسہ میں جلی حروف میں رقم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت نے دنیا میں اجالا کردیا، حالؔی نے اپنی مسدس میں اسی اجالے کی بات کی ہے۔اس اجالے کی تشریح جس قدر سلیقے سے حالؔی نے کی ہے اس کی مثال معدوم ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ سلیقہ اردو کو دو شخصیت نے دیا، ایک کا نام حالؔی اور دوسرے کا اسمٰعیلؔ میرٹھی ہے۔ان دونوں کا اسلوب ہندوستانی ہے اس کے پیچھے سرسید کی کاوشیں کارفرما ہیں۔سرسید سے دونوں کو روحانی تلمذ حاصل ہوا، اردو کو یا نعتیہ شاعری کو جو کچھ سرسید نے دیا اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

سرسید نے اپنی ام الکتاب ''جلاء القلوب بذکر المحبوب'' یہ کتاب دہلی سے ۱۲۵۸ء/۱۸۴۲ء میں شائع ہوئی۔اس وقت سرسید معجزات کے قائل تھے۔جس کا اعتراف انھوں نے اس رسالے میں کیا ہے۔اس میں غیر معتبر روایات کی سرسید نے تردید کی ہے۔مثلاً ایک روایت ہے کہ وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت خضر علیہ السلام تعزیت کے لیے مدینہ تشریف لائے تھے۔اس کی سرسید نے تردید کی ہے۔[۸] یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ غیر معتبر روایات کے تئیں سرسید کی چوکسی کے باوجود جلاء القلوب میں بے شمار غیر معتبر روایات آگئی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر خود انھوں نے

اپنے اس رسالہ پر تنقید کی ہے۔ جلاء القلوب میں اپنے حب رسول کا اظہار کیا، اپنے اس ابتدائی اظہار میں آگے چل کر جب نقائص نظر آتے تو اس کا اعتراف بھی کرتے۔ آگے بڑھتے بڑھتے ان کے حبِ رسول میں پختگی آئی تو دنیا نے اس کا نظارہ خطبات احمدیہ اور تبیین الکلام کے نام سے کیا۔ کیا ہی مناسب ہوگا کہ سرسید کے منظوم حب رسول کا بھی مشاہدہ کرلیا جائے۔ یہاں یہ بتانا بھی مناسب ہوگا کہ غالبؔ خود کو فارسی اور فارسی شاعری کا امام تصور کرتے تھے وہ اپنے بالمقابل کسی فارسی داں کو کھڑا ہونا قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سرسید کی علمیت، فارسی دانی اور فارسی شاعری کو خاطر میں لانا پسند نہیں کیا۔ سرسید کی فارسی نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی فارسی زبان وادب پر دسترس کا اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے:

فلاطوں طفلکے باشد بہ یونانے کی من دارم　　مسیحا رشک می دارد ز درمانے کی من دارم
زکفر من چہ می خواہی ز ایمانم چہ می پُرسی　　ہماں یک جلوۂ عشق است پیمانے کہ من دارم
خدا دارم، دل بریاں زعشق مصطفیٰ دارم　　ندارد ہیچ کافر ساز وسامانے کہ من دارم
زجبریل امیں قرآن بہ پیغامے نمی خواہم　　ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم
فلک یک طلع خورشید دارد باہمہ شوکت　　ہزاراں ایں چنیں دارد گریبانے کہ من دارم
زبرہاں تابہ ایماں سنگہا دارد رہ واعظ　　ندارد ہیچ واعظ ہمچو برہانے کہ من دام

سرسید احمد خاں صاحب نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

ترجمہ: (۱) میں جس حکیم سے استفادہ حاصل کرتا ہوں اس کے سامنے افلاطون کی حقیقت ایک بچہ کی سی ہے، کیوں کہ میں جو علاج کرتا ہوں اس پر مسیحا کو بھی رشک آتا ہے۔

(۲) میرے کفر اور ایمان کو کیا پوچھتے ہو، میرا ایمان پورا کا پورا جلوۂ عشق ہے یعنی خدا کا جلوہ ہے۔

(۳) میں خدا رکھتا ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق میں آگ میں جلتا ہوا دل رکھتا ہوں۔ کوئی کافر وغیر شخص وہ ساز وسامان نہیں رکھتا جو میرے پاس ہے۔

(۴) میں جبریل امیں سے قرآن کے علاوہ کوئی پیغام نہیں چاہتا۔ میرے پاس جو قرآن ہے وہ پورا میرے محبوب کا کلام ہے۔

(۵) آسمان کے پاس صرف ایک مطلعِ خورشید ہے جو پوری شان وشوکت رکھتا ہے، لیکن میں جو گریبان رکھتا ہوں اس میں ایسے ہزاروں منظر موجود ہیں۔

(٦) واعظ کی راہ میں یقین سے ایمان تک بے شمار رکاوٹیں حائل ہیں کسی واعظ کا یقین اتنا پختہ نہیں ہے جتنا میرا ہے۔ ۹

بت پرستی بے دم ہو کر رہ گئی یہی وجہ ہے کہ بوصیری کی ٹکٹکی اسی در اقدس پر لگی ہوئی ہے۔ کیوں کہ ایک تراش شخص کے لیے اس سے بہتر کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہیں آشا کے دیپ جلتے ہیں۔ پورے قرآن کریم میں اتباع اللہ کے بعد اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو چراغ ہدایت تھما کر دنیا میں بھیجا ہے۔ یہی چراغ دنیا میں راہ راست کو دکھاتا ہے۔ تباہی کے غار سے آگاہ کرتا ہے، یہی اللہ تک جانے کا راستہ بھی ہے۔ چراغ رسالت کے بغیر دنیا اور آخرت دونوں ہی کا ملنا دشوار ہے۔ اس سے وابستگی نہ ہونے پر قرآن کریم نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ قیامت کے روز ''اعمیٰ'' (اندھا) اٹھایا جائے گا۔ بوصیری کے نزدیک یہی رسالت مرکز امید ہے:

ماذا اخاف إذا وقفت ببابه وصحائفی سود ورأسی أشیب

(جب میں در اقدس پر حاضر ہوں تو مجھے کیسا خوف؟ حالاں کہ میرے نامۂ اعمال سیاہ ہیں اور میرا سر مکمل سپید ہے۔) :

والمصطفی الماحی الذی یمحو الذی یحصی الرقیب علی المسی ویکتب

(حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (گناہوں کو) مٹانے والے ہیں، جنھیں رقیب شمار کر کے لکھتا ہے۔)

بجمال صورته تمدح آدم وبیان منطقه تشرف بعرب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب روئی کے سبب پوری انسانیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کر رہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ تکلم سے عرب شرف یاب ہوئے۔) :

ومصباح کل فضیلة امامها وتفضله فضل الخلائق ینسب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چراغ فضیلت کے امام ہیں، مخلوقات کے تمام فضائل کا انتساب فضل سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔) :

ردوا قتبس من فضله فبحارهٔ ما تنتهی وشموسه ماتغرب

(فضیلت سرور کونین کی ترجیع کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل سے کہتے رہو، بحار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے کراں ہیں، اسی طرح شموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غروب ہونا ناممکن ہے۔)

ملأ العوالم علمه وثناء ه فیه الوجود منور ومطیّب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و معارف اور ثنا خوانی سے سارے جہاں مملو ہیں۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذات اقدس انوار ومحاسن سے لبریز ہے۔) :

وھب الا لہ لہ الکمال وإنہ فی غیرہ من جنس مالا یوھب

(اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال عطا کیا اور یہ ان کمالات میں سے نہیں ہے کہ جسے کسی کو عنایت کیا گیا ہو۔)

مذکورہ اشعار کے انداز اور معنی ومفہوم سے واضح ہے کہ اس کا انتساب بوصیری سے ہے، اشعار کو پڑھتے ہوئے خود اپنے اندر حب رسول موجزن ہو جاتا ہے۔ بوصیری کا یہی کمال ہے کہ قاری کو حب رسول کے تئیں جذباتی بنا دیتا ہے۔ شاعر جذبات کو برانگیختہ نہ کر سکے تو شاعر نہیں ہے۔ شاعر بواطن کو متاثر کرتا ہے۔ تشویق وتحریک کا نام شاعری ہے۔ بوصیری کی ترسیلی قوت بڑی مستحکم ہے۔ مذکورہ ایک شعر میں یہ تاثر دیا گیا کہ ''رقیب'' جن گناہوں کو رجسٹرڈ کرنا چاہتا ہے اللہ کے رسول انھیں مٹا دیتے ہیں۔ بوصیری کا یہ نقطۂ نظر قرآن کریم کے صریحاً خلاف ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: "**وما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید**" یعنی جو بات بھی منھ سے نکلتی ہے اسے سخت ترین پہریدار نوٹ کر لیتے ہیں گویا ایک لفظ نوٹ کرنے سے رہ جائے یہ ممکن نہیں، گویا یہی انسان کا نامۂ اعمال ہے جو میدان حشر میں کھولا جائے گا اگر اسے مٹایا جاتا رہا تو گویا قرآن کا یہ بیان درست نہیں ہے۔ اسی نامۂ اعمال کو سننے کے لیے انسان پر ہیبت طاری ہوگی جس کی تصویر کشی قرآن کریم نے یوں پیش کی ہے۔

وَتَرَى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَى إِلَى كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ، هٰذا كِتابنا ينطق عليكم بالحق انا كنا نستنسخ ماكنتم تعملون۔"

(الجاثیہ:۴۵/ ۲۷-۲۹)

اور آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری پڑی ہوئی ہوگی، ہر گز وہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا، آج تمہیں اپنے کیے کا بدلہ دیا جائے گا یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے۔ ہم تمہارے اعمال لکھواتے جاتے تھے۔

کشف الغطاء لہ وقد أسری بہ فعلومہ لاشیئ عنہ یعزب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے پردے اٹھا دیئے گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کرائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔) :

واسمع مناقب للجیب فانھا فی الحسن من عنقاء مُغرب أغرب

(حبیب خدا کے مناقب کی سماعت کرو کیوں کہ باعتبار حسن انتہائی عنقا ہیں۔)

یشفی الصدور کلامه فدواء ه طوراً یمر لها طوراً یعذب

(کلام نبوت دلوں کے لیے شفا ہے۔ چنانچہ باعتبار دواء یہ کلام بعض دلوں کے لیے ترش اور بعض کے لیے شیریں ہے۔) :

فاطرب لتسبیح الحصی فی کفه فمن السماع لذکره مایطرب

(تم خوش ہو جاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں موجود کنکریوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی کی رطب اللسانی سے ماحول خوش گوار ہو گیا۔):

والجِذع حن له وبات کمغرَم قلِق بفقد حبیبه یتکرّب

(کھجور کا سوکھا تنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں گرفتہ ہوا اور عاشقِ زار کی مانند رات گزاری، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے اس قدر قلق ہوا کہ کرب و درد میں مبتلا ہو گیا۔):

وسعت له الاحجار فهی لأمره تاتی إلیه کما یشاء وتذهب

(پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق آتے اور جاتے۔) :

والشاة اذ عطش الرعیل سقتهم وهم ثلاث مئین ما یحلب

(جب قافلہ پیاسا ہوا تو بکری نے انھیں سیراب کیا اور وہ دودھ پینے والے تین سو تھے۔) :

وشفی جمیع المؤلمات بریقه یاطِیب مایرقی به یطیّب

(تمام درد میں مبتلا لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعاب دہن سے شفا پائی، کیا ہی خوشی کا عالم ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن اور اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوئے۔):

والجذل من حطب غدا لعکاشةٍ سیفا ولیس السیف مما یحطب

(حضرت عکاشہ کے ہاتھ میں لکڑی تلوار بن گئی اور لکڑی سے تلوار نہیں بنتی ہے۔):

وأضاء عرجون وسوط فی الدجی عن أمره فکأنّ کلًا کوکب

(کھجور کی ٹیڑھی شاخ اور چابک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تاریکی میں روشن ستارہ بن گئے۔)

مذکورہ اشعار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بیان کیے گئے لیکن ان سے متعلقہ تمام روایات معتبر نہیں ہیں اور کچھ چیزیں تو عقل وفہم سے ماوراء بھی ہیں مثلاً پتھروں کی تعمیل کا ذکر اور ان کا آنا جانا بعید از قیاس ہے اور بہت سے معجزات قابل اعتبار ہیں۔ بوصیری کی نعتیہ شاعری ایک خاص منزلت کی حامل ہے۔ لیکن معجزات کی کثرت ان کے اوپر سوالیہ نشان کھڑی کرتی ہے۔ زمانہ قحط میں

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کے لیے دعا کی درخواست کی تو زمین جل تھل ہوگئی۔ جس کا ذکر بوصیری نے یوں کیا ہے:

فرفعتَ عشرا من انامل داعیاً فانھل اسبوعاً سحاب صبب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے دس انگلیوں کو بلند کیا تو پورے ہفتہ برسنے والے بال برستے رہے۔) :

فطغٰی علی بنیان مکۃ ماء ہ أو کاد ینبتُ فی البیوت الطحلب

(مکہ مکرمہ یعنی خانہ کعبہ کی دیواروں پر پانی چڑھ گیا یا گھروں پر کائی جم گئی۔) :

فإذا البلاد وکل دار روضۃ فیما یروق وکل وادٍ مُعْشِبُ

(پھر تو سارے شہراور ہر گھر پھولوں کی کیاری بن کر پُرکشش بن گئے اور ہر وادی سبزہ زار بن گئی۔)

مذکورہ اشعار سے یہی مترشح ہو رہا ہے کہ ذات اقدس ہر اعتبار سے سارے عالم کے لیے باعث رحمت ہے۔ اسی کو حاؔلی نے یوں بھی کہا ہے کہ ''وہ دنیا میں رحمت لقب پانے والا'' گویا قرآن کریم کے اس سرنامے ''رحمۃ للعالمین'' کی مختلف انداز سے سیرت نگاروں اور شعراء نے تشریح کی ہے جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اکرم روحانی اعتبار سے رفعت کی حامل تھی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بابرکت دنیوی یا مادی معاملات میں برکتوں کی حامل تھی۔ آپ کی وجہ سے کیا کیا انعامات انسانیت کو موصول ہوئے وہ جگ ظاہر ہیں۔ اس رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا جائے تو قطعاً اعتراض نہیں۔ دین و دنیا دونوں کے آپ درماں ہیں۔ محسن انسانیت کی یہی سربلندی بوصیری کی زبان سے یوں ادا ہوتی ہے:

قد جئت استسقی مکارمك التی یحیا بھا القلب الموات ویخصب

(میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مکارم سے فیض یاب ہونا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے مردہ دل زندہ اور شاداب ہوجاتے ہیں۔) :

یا من یرجّی فی القیامۃ حیث لا ام ترجی للنجاۃ ولا أب

(یہی وہ ذات اقدس ہے جس سے بروز قیامت آس لگی ہوئی ہے جب کہ اس دن ماں اور باپ دونوں سے نجات کی امید عبث ہے۔) :

یافارج الکرب العظام وواھب الـ منن الجسام الیك منك المھرب

(اے بڑی بڑی مصیبتیں دور کرنے والے! بڑے بڑے احسانات کرنے والے! تمہاری اصل

منزل یہی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔) :

هب لی من الغفران رب سعادة ماتستعادو نعمة ما تسلب

(اے صاحبِ سعادت! مجھے عفوودرگزر عنایت کردیجیے جو مجھ سے دور جاچکی ہے، اور وہ نعمت مجھے عطا کردیجیے جو مجھ سے چھن گئی ہے۔) :

أيضيق بی أمر وباب المصطفیٰ فی الارض أوسع للعفاة وأرحب

(کیا معاملہ میرے لیے دشوار ہوگا جب کہ سطح زمین پر باب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم طالبین عفو کے لیے انتہائی کشادہ اور انتہائی خوش گوار ہے۔) :

لاتقنطی بالنفس ان توسلی بالمصطفی المختار ليس يخيب

(اے نفس! تو ناامید مت ہو، میرا سلسلہ حضرت مصطفیٰ ومختار صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے جو کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔) :

أنی يخيب وقد تعطر مشرق بمدائحی خير الانام ومغرب

(کیوں کر میں ناکام ہوں گا، جب کہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے میرے مدحیہ قصائد سے مشرق ومغرب معطر ہیں۔)

بوصیری اپنے عجز وانکسار کو لے کر دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہے۔ اسے اعتقادِ کامل ہے کہ جس نے آشاؤں کو اس دربار عالی سے وابستہ کردیا اس کے تمام مصائب ومسائل محو ہوجائیں گے، یہ دنیا ان پر تنگ ہوجائے اس کا تصور یوں ناممکن ہے کہ دربار حبیب ربی کی وسعتیں اور رحمتیں ہمیں آواز دے رہی ہیں۔ اگر انسانی سلسلہ، سلسلہ رسالت سے مل جائے تو نامرادیوں کا سوال ہی نہیں۔ مجھے امید ہے کہ سلسلہ محمدی کے حوالے سے ہر جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلمسر فرازیوں اور خوش گواریوں کا نام ہے۔ آگے کے اشعار میں بوصیری نے اپنے نعتیہ جذبات کو یوں منظوم کرتا ہے:

اللّٰه حسبكم وحسبی إننی فی كل معضلة بكم أيحسبُ

(اللہ تمہیں کافی ہے اور مجھے یہ کافی ہے کہ میں ہر رکاوٹ میں تمہیں کافی سمجھتا ہوں۔) :

يا سادتی! حبی لكم ماتنقضی أعماره وحباله ما تقضب

(اے سردارو! میں تم لوگوں کو چاہنے والا ہوں جو چاہت لازوال ہے اور اس کے سلسلے غیر منتہی ہیں۔)

من معشر نزلوا الفلا فحصونهم بيد بأطراف الرماح تؤشّب

(گروہ صحابہ کرام میں کچھ لوگ جنگل میں نازل ہوئے پس ان کے قلعے بیابان میں ہیں جو نیزوں کے زیر سایہ ہیں۔) :

حزتم عظیماً من تراث نبوة ماکان دونکم لها من یحجب

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نبوت سے عظیم حصہ ملا، یہ تراث ان کے علاوہ کسی کو نہیں دیا گیا۔)

جُبِلوا علی سحر البیان فجاء هم حق البیان عن الرسالة یُعْرِبُ

(سحر بیانی ان کی فطرت کا حصہ ہے۔ چنانچہ رسول عربی کی جانب سے ان کے پاس پیغام حق خالص عربی میں ان کے پاس آیا۔) :

فاستسلموا للعجز عنه وذو النهی تابی نهاه قتال من لا یغلب

(وہ معجزہ قرآن کے حضور سر فگندہ ہو گئے۔ عقل مندوں کی عقل مندی انھیں اس شخص کے ساتھ بھڑنے سے روک دیتی ہے جس پر غالب نہ آسکیں۔)

اس قصیدے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توصیف وتعریف کی گئی ہے۔ ان کی عظمتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بوصیری کے نزدیک یہ پہلو بھی نعتیہ قصائد کا حصہ ہے۔ اس قصیدے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار واقدار پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن ستارے ہیں، ان کی اقتداء دراصل اقتداء رسالت سے متصل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نعتیہ قصائد کے یہ دو بڑے زاویے ہیں جن کو نظر انداز کرنا کار دشوار است۔ اس قصیدے میں اہل کتاب کی بد دیانتیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے:

مابال من غضب الاله علیهم حادوا عن الحق المبین ونکبوا

(ان کا کیا بنے گا جن پر قہر الٰہی نازل ہوا، انھوں نے حق مبین سے سرتابی کی اور تکبر کیا۔):

أفیومنون به وممن جاء هم بالبینات مقتل ومصلب

(کیا وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جو انبیاء کرام علیہم السلام والصلوٰۃ معجزات لے کر آئے ان پر ایمان لاتے ہیں، ان میں سے اہل کتاب نے کچھ کو قتل کیا تو کچھ کو سولی پر چڑھا دیا۔):

عبد داد موسی فیهم العجل الذی ذبحوا به ذبح العجول وعذبوا

(حضرت موسیٰ علیہ السلام ان میں موجود تھے کہ انھوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی اسی بچھڑے کی طرح وہ بھی ذبح کیے گئے اور عذاب میں مبتلا کیے گئے۔) :

وصبوا الی الأوثان بعد وفاته والرسل من أسف علیهم تندب

(آپ کی وفات کے بعد وہ بتوں کی پرستش کے عاشق ہوگئے اور رسول مارے غم کے ان پر گریہ کناں تھے۔) :

یقول خالقہ أبوہ وإنہ ربٌ انسان ألا فتعجبوا

(انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خالق کو ان کا باپ قرار دیا، جب کہ وہ رب ہے اور یہ انسان، یہ تصور کس قدر باعث استعجاب ہے۔):

أبھذہ العورات جاء ت کتبھم أم حرفوا منھا الصواب ووربوا

(یہ کس قدر بے شرمی ہے کہ کتابیں اس لیے نازل کی گئی تھیں کہ ان کی درست باتوں کو بدل ڈالیں اور ان میں خامیاں پیدا کریں۔)

بوصیری کے نعتیہ قصائد کی ایک اساسی علامت یہ بھی ہے کہ وہ اہل کتاب کی شناعتوں، رسالت محمدی کے تئیں عداوتوں، اپنے انبیاء کرام کے ساتھ ان کی فریب کاریاں، اصنام پرستی اور قرآن کریم کی عظمتوں کے خلاف ان کی یاوہ گوئیوں کو ان قصائد میں قابل اعتناء گردانا ہے۔ یہ ایک بدعہد قوم ہے، ان کی اسی بدعہدی کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے انھیں ذلیل ورسوا کیا۔ ذلت ان کا نوشتہ ہے۔ کفار ومشرکین کے ساتھ مل کر دین اسلام کو دبانا چاہتے تھے لیکن اللہ نے انھیں ہی دبا دیا اور قعر ملامت میں انھیں ڈال دیا۔ مولانا فراہی نے "**مفردات القرآن**" میں "**ضربت علیھم الذلة والمسکنة**" کی انتہائی علمی توضیح کی ہے۔[۲۰] یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ دیواروں پر لیپ لگانے والی مزدور عورتیں دیواروں پر اس طرح سنی ہوئی مٹی پھینکتی ہیں کہ وہ ان پر ایسا چپکتی ہے کہ گرنے کا نام نہیں لیتی، اسی طرح راج گیر پلاسٹر کے وقت مسالہ اس طرح دیوار پر پھینکتا کہ وہ اس پر چپک کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے اہل کتاب کے ذہن وفکر پر ذلت ورسوائی کو اس طرح دے مارا کہ وہ ان پر چپک کر رہ گئی۔ تا قیامت یہی ان کی شناخت ہے۔ قرآن کریم کی ابتداء ہی میں ان کی تذلیل کا اعلان کر دیا گیا کہ اہل کتاب مغضوب اور راندۂ درگاہ ہیں۔ ایک سوال یہاں اٹھتا ہے کہ ابتداء ہی میں ان کے غضب اور ان کی ضلالت کا کیوں اعلان کیا گیا؟ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ ان کی شناعت، قساوت اور عداوت سے باخبر رہے اور ان سے کبھی امید وفا نہ باندھے۔ ان کی بے وفائی کا قرآن کریم نے یوں ذکر کیا ہے:

یاایھا الذین آمنوا لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم	اے اہل ایمان! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان میں سے

ان اللّٰــہ لایھدی القــوم الظالمین۔ (المائدہ:۵/۵۱)

کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سورہ فاتحہ ہی میں ان کی بدنماصورت سے آشنائی کرادی گئی ان اہل کتاب کی بدنمائی اور کریہہ صورت کا ذکر قرآن کریم میں یوں کیا گیا ہے:

وَضُـرِبَـتْ عَـلَيْهِـمُ الـذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآؤُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ۔ (البقرہ:۲/۶۱)

ان پر ذلت اور رسوائی تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور بلا وجہ انبیاء کا قتل کرتے ہیں۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے۔

مختصر یہ ہے کہ فہم قرآن کے لیے اہل کتاب کی کتابوں اور تاریخ کو جاننا ضروری ہے۔ قرآن میں جابجا ان کی چالبازیوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اس تعلق سے تصانیف فراہی کا مطالعہ ضروری ہے۔ کیوں کہ ان میں اہل کتاب کی فکری ضلالت کا خاصا ذکر ہے۔ اس ضمن میں مولانا ضیاء الدین اصلاحی کی کتاب ای گرانقدر نوعیت کی حامل ہے۔ اسی تسلسل میں یہ وضاحت بھی مفید ہوگی کہ نعت گوئی کے تعلق سے بھی اہل کتاب کی تاریخ کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ بوصیری نے اپنے قصائد میں اس پر خاصا ارتکاز کیا ہے۔ اردو نعتیہ شاعری میں یہ پہلو تشنہ ہے۔ بلکہ بے اعتنائی کا شکار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو نعت گو شعراء کی اکثریت ایسی ہے جو اہل کتاب کی تاریخ، آسمانی صحیفوں کے مباحث، قرآنیات اور تاریخ اسلام سے ناآشنا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نعتیہ شاعری میں یہ نکات نہیں پائے جاتے۔ سیرت مقدسہ سے متعلق معجزات قدرے موضوع بحث ہیں لیکن بوصیری کی طرح تفاصیل نہیں ملتیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اردو شعراء کی عربی زبان سے ناواقفیت اور سیرت مقدسہ کے مصادر سے ان کی براہ راست واقفیت نہیں ہے۔ شاید احمد رضا خاں بریلوی تنہا ایسے نعت گو شاعر ہیں جو عربی زبان، نعتیہ شاعری کے تقاضوں، اہل کتاب کی تاریخ اور ان کی کتابوں کے مباحث سے واقف ہیں۔ اس رو سے پوری نعتیہ شاعری میں ان کا امتیازی مقام ہے۔ احمد رضا خاں کی فنی اور اسلامی جہات کو جاننے کے لیے ''کلام رضؔا کے فکری و فنی زاویے'' کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جسے ممتاز نعت گو شاعر صبیح رحمانی نے ترتیب دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس تناظر میں ہمارے دوست ڈاکٹر محمود حسین بریلوی کے تحقیقی مقالہ ''مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان وادب میں خدمت'' کا مطالعہ بھی باعث

انتفاع ہوگا۔ جو پاکستان سے شائع ہو چکا ہے، یہ اپنے موضوع پر پہلا کام ہے۔ جسے پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری کی نگرانی میں ترتیب دیا گیا ہے، اس اوّلین تحقیقی کاوش کا سہرا شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی کے سر جاتا ہے۔ مضامین رضا سے اختلاف ممکن ہے ان کی نعتیہ عظمت سے انحراف اور انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔ بوصیری کا ایک امتیاز یہ ہے کہ اپنے نعتیہ مضامین میں قرآن کریم کی دینی اور ادبی منزلت بھی لائق التفات ہے۔ کیوں کہ قرآن کریم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چہرہ ہے۔ سورہ طلاق کی آیت کریمہ: **قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْراً رَّسُولاً يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ۔** (الطلاق: ۶۵/۱۰-۱۱) میں چہرہ قرآن سے چہرہ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت دکھائی گئی ہے۔ جس پر خالد مسعود نے اپنی کتاب ''حیاتِ رسول امی'' میں دانشورانہ گفتگو کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''اس آیت میں رسول اللہ کو ذکر یعنی قرآن مجید کے بدل کے طور پر پیش کیا ہے، گویا قرآن اور رسول حقیقت میں ایک ہی ہیں ایک الفاظ کی شکل میں ہے تو دوسرا انسانی جسم کی شکل میں''۔[۱۲]

ولقد تحدی بالبیان لقومه والیهم یعزی البیان وینسب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے سامنے بیان قرآن کا چیلنج پیش کیا وہ زبان و بیان سے اس کا خاص انتساب تھا۔):

فتهیبوا ما اتوه بسورة من مثله وبیانهم یتهیب

(وہ درماندہ رہ گئے، اور اس جیسی ایک سورہ لانے سے رہے اور ان کی قوت بیانیہ پست ہو کر رہ گئی۔)

ومن لم یوهله الا له لحالة فأتته وهو لنیلها متأهب

(اللہ تعالیٰ جسے کسی حالت کے روبرو ہونے کی صلاحیت عطا نہ کرے تو وہ اس کے سامنے ششدر ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ اس کے حصول کے پیش نظر گھبرا اٹھتا ہے۔)

قرآن کریم کی لسانی عظمت اور ادبی سطوت سے بوصیری واقف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فضائل قرآن پر اس کی خصوصی نظر رہی اس لیے بھی کہ ذات اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سب سے بڑا معجزہ تھا جس کے اعجاز کے سامنے تمام ادبی سورما سربسجود ہو گئے۔ ان کی طلاقت لسانی فیل ہو گئی، بہت سے مشاہیر علم و ادب نے قرآن کریم کی لسانی شوکت کو چھونا چاہا لیکن انھیں اپنے قد کا اندازہ ہو گیا۔ بوصیری کو قرآن کریم کی انتہاؤں کا علم ہے۔ اسی عرفان و ادراک کا احساس ان کی نعتیہ شاعری میں موجود ہے:

جحدوا النبی وقد أتاهم بالهدی لولا القضاء سالتهم ماالموجب

(انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا حالاں کہ ان کے پاس ہدایت لے کر آئے تھے۔ اگر قضا (قدرت) نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھتے کہ آخر تمہاری ذمہ داری کیا ہے؟) :

لـلّـہ یـوم خـروجـہ مـن مکة　　　　کـخـروج مـوسیٰ خائفاً یترقب

(مکہ مکرمہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت محض اللہ کے لیے تھی، یہ بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھی جنھوں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اور ڈرے ہوئے ہجرت کی۔):

والـجـن تـنـشـد وحشة لـفـراقـه　　　　شعراً تفيض به الدموع وتسكب

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کے سبب جن وحشت کا اظہار کر رہے تھے، جن سے آنسو چلنے اور بہنے لگے۔) :

والـغـار قـد شـنـت علیـه غـارة　　　　اعـداء ه حـرصـا علیه وأجلبوا

(غارِحرا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے اترا رہا تھا، دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑنے کے لیے نگل جانے کے لیے پاگل ہو رہے تھے۔) :

إن یـکـفـروا بـکـتـابـه فکتـابـه　　　　فلك يدور على الوجود مكوكب

(اگر انھوں نے اس کی کتاب کا انکار کیا تو یہ بے معنی ہے کیوں کہ یہ کتاب الٰہی آسمانی ہے، آسمان اپنے ستاروں کے ساتھ اس کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔) :

قـامـت لـنـا وعليهم حجج بـه　　　　فبدأ الصباح وجنّ فيه الغيهب

(حجج القرآن ہمارے لیے اور خود ان کے لیے منظر عام پر آ گئے تو صبح روشن ہوگئی۔ اور شدید تاریکی اس میں کافور ہوگئی۔)

بوصیری نے یہاں یہ صراحت کی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر قرآن کریم نے ایسی مہر ثبت کی کہ جسے گردش دوراں ہلانے سے رہا، قرآن حکیم نے کفار و مشرکین کے تمام مزعومات کو غلط ثابت کر دیا، ان کا کروفر، ان کے دلائل اور لسانی تفاخر کو قرآن کریم نے چت کر دیا۔ حجج القرآن اس قدر طاقت ور ہیں کہ اس کے سامنے تمام حجتیں ناکام ہو جاتی ہیں۔ اس تعلق سے مولانا فراہی کی کتاب "**حجج القرآن**" غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر پاکستانی صاحب قلم جناب ڈاکٹر سید عدنان حیدر اسے اردو میں منتقل کر رہے ہیں۔ جس کی اقساط ماہنامہ اشراق، لاہور میں شائع ہو رہی ہے، [۱۳] مولانا فراہی کی یہ تحریر "**حجج القرآن الحکمة البازغة والحجة البالغة**" کے عنوان سے مذکورہ رسالہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

فتصادم الحق المبین وافکهم فاذا النفوس علی الردی تتشعب

(چنانچہ حق مبین اوران کی کذب بیانیاں متصادم ہوگئیں اوراجسام جنگ وجدل سے چیتھڑے ہوگئے)

فدعوا نزال فأوقدت نیرانها سمر القناد العادیات انشذت

(جب انھوں نے جنگ کا آغاز کیا تو گندمی رنگ کے نیزوں نے جنگ کی آگ کو بھڑکا دیا اور تیز رفتار گھوڑوں نے اپنی جاں کی بازیاں دکھائیں۔) :

فاذا بدین الکفر یندب فقده ذریة تسبی ومال ینهب

(چنانچہ دین کفر کے حاملین نے اپنے اہل خانہ کے قتل کیے جانے پر اظہار افسوس کیا اور ان کے اموال چھین لیے گئے۔) :

غالت بغاتهم بزاة کریهة أظفارها فی کل صید تنشب

(ان کے ناپاک جسم پر گدھ ٹوٹ پڑے۔ان کے مہلک ناخن ہر شکار میں چبھ رہے تھے۔)

اقسمت لاتنفك نار قریحتی أبداً علی أعدائه تتهلب

(میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میری قوتِ شاعری کی آگ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین پر دہکتی رہے گی۔)

ان اشعار میں بوصیری نے قرآنی اسالیب سے خاصی مدد لی ہے۔قرآن کریم کے مفاہیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اشعار کومنظوم کیا ہے۔اس کا شعری ملکہ قرآنیات سے مستفاد رہا ہے۔مذکورہ بالا دوسرے شعرکواس آیت کریمہ "**وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً**" (الاسراء:۸۱/۱۷) کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔اس کے بعد دوسرے شعر کے دوسرے مصرع کے لیے"**والعادیات ضبحاً**" کو مدنظر رکھا گیا ہے۔اس میں کلام نہیں کہ قرآنی مفردات پر بوصیری کی وسیع نظر تھی۔لفظ''العادیات''پرمولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر''تدبرقرآن''میں عالمانہ روشنی ڈالی ہے۔اس لفظ کے مفہوم کے تعلق میں انھوں نے کلام عرب سے استشہاد کیا ہے۔مناسب ہوگا کہ آپ کی اس تحقیق سے استفادہ کیا جائے۔ملاحظہ ہو!

> ''عادیات کے معنی دوڑنے کے ہیں لیکن یہاں یہ جنگی گھوڑوں کے طور پر آیا ہے۔دلیل اس کی یہ ہے کہ آگے چار صفتیں،جو ترتیب کے ساتھ آئی ہیں،وہ جنگی گھوڑوں کے سوا کسی اور چیز پر منطبق نہیں ہوتیں،بعض لوگوں نے اس سے مزدلفہ میں اونٹوں کو مراد لیا ہے۔لیکن اس کا کوئی قرینہ موجود نہیں

ہے۔ آگے کی صفتیں، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، اونٹوں کی نہیں ہو سکتیں۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس سے غازیوں کے گھوڑے مراد ہیں، لیکن اس تخصیص کے لیے بھی کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ خاص طور پر یہ مقسم علیہ سے تو یہ بات بالکل ہی بے جوڑ ہو جائے گی۔ **مقسم علیہ یہاں ان الانسان لربہ لکنود** (بے شک انسان اپنے رب کا نہایت ناشکرا ہے) ہے، اس مقسم علیہ کو غازیوں اور مجاہدین کے گھوڑوں کے ساتھ کیا ربط ہو سکتا ہے۔

یہ قول اور اوپر مزدلفہ کے اونٹوں سے متعلق جس قوم کا حوالہ گزرا ہے۔ یہ دونوں قول اس عام وہم پر مبنی ہیں کہ جس چیز کی قسم کھائی جائے ضروری ہے کہ وہ کوئی مقدس چیز ہو۔ ہم اس وہم کی تردید اس کتاب میں جگہ جگہ کر چکے ہیں کہ مقسم بہ کے لیے مقدس ہونا کوئی ضروری بات نہیں ہے بلکہ اصل اہمیت رکھنے والی چیز اس کا اس دعوے پر شہادت ہونا ہے جو اس کے بعد مذکور ہوتا ہے۔ آگے ہم تفصیل سے بتائیں گے کہ گھوڑوں کی قسم کن کن پہلوؤں سے انسان کی ناشکری و ناسپاسی کی دلیل ہے۔

"ضبح" وہ خاص آواز نکالنے کے لیے آتا ہے جو گھوڑے ہانپتے ہوئے اپنے نتھنوں سے نکالتے ہیں۔ ان کے ہانپنے کا یہ خاص انداز اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے ان کو انسان کی محکومی میں دیا ہے اس کو وہ نہایت وفاداری و جاں نثاری سے پورا کرنے والے اور انسان کی مقصد برآری میں اپنی طاقت کا آخری قطرہ بھی نچوڑ کر رکھ دینے والے ہیں''۔[۱۴]

مذکورہ بالا اشعار میں سے آخری شعر آیت کریمہ "**سیصلی ناراً ذات لھب**" سے مستفاد ہے۔ مولانا فراہی نے اس سورہ پر دانشورانہ بحث کی ہے۔ جس کی تفصیل تفسیر ''نظام القرآن'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔[۱۵]

اس قصیدے کا اختتامیہ بوصیری کے نعتیہ احساسات و جذبات کا غماز ہے۔ جس میں اس نے اپنے اشتیاق اپنے نعتیہ رجحان کو بڑے حسین انداز میں پرویا ہے۔ بوصیری کے لفظیات اور لسانیات

دونوں لائق ستائش ہیں۔انہی دونوں نے اسے امتیاز بخشا اور نعتیہ شاعری کا سنگ میل بنا دیا:

هـذا و نـطـقـى دائـمـاً بمديحـه أذكـى من الورد الجنى و أطيب

(میری طبع رواں اور میری قوت نطق مستقلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی میں محور ہیں گی، میرا یہ انداز تازہ تر گلاب سے بھی زیادہ تازہ تر اور زیادہ خوشبودار رہے۔) :

أهـدى لـه طيـب الثـنـاء وإنـه ليـحـب أن يهـدى اليـه الطيب

(میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معطر توصیف نامہ ہدیہ کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیۂ معطر روانہ کی جائے۔) :

أثـنـى عـلـيـه تشـوقـاً وتعبداً لاانـنـى لـصـفـاتـه أستوعـب

(میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی بطور اشتیاق وتدین کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا احاطہ نہیں کرسکتا ہوں۔) :

مستـصـحـبـاً حبى وإيـمانى له كـلاهـما من خير ما يستصحبُ

(میری محبت اور میرا ایمان دونوں صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خواہاں ہیں اور یہ دونوں چیزیں دیگر تمام صحبتوں سے افضل ہیں۔):

أشتـاق لـلحرم الشريف بلوعة فى القلب تحدو بى إليه وتجذب

(دلی سوزش کے ساتھ حرم شریف کا خواست گار ہوں، یہی اضطراب اور کشش مجھے وہاں اڑا کر لے جانا چاہتے ہیں۔) :

مالى سوى ذكرى له فى رحلتى زادٌ ولا غيـر إشتيـاقـى مـركبٌ

(میرے کجاوے میں بجز ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی زادراہ نہیں ہے۔میرے پاس لہک ولپک کے سوا کوئی سواری نہیں ہے۔)

مذکورہ اشعار سے دو چیزیں متبادر ہیں ایک تو یہ کہ زبان وبیان اور تعبیرات وتمثیلات کے اعتبار سے جو اختصاص بوصیری کو حاصل ہے اس سے اغماض برتنا ناقدین کے لیے ممکن نہیں ہے۔بوصیری نے اپنے آہنگ سے نعتیہ شاعری کو ایک نیا رخ دیا ہے۔اپنے طرزِ بیان سے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برافروختہ کرتے ہیں، محبین رسول کے اشتیاق واضطراب میں ایک ہلچل پیدا کردیتے ہیں۔علامہ اقبال خود اسی اضطراب اور اسی بے قراری کے تمنائی ہیں۔شاعر مضطرب خود اضطراب کا ماحول برپا کرنے کا خوگر ہوتا ہے۔اگر شاعر کے یہاں قوت اضطراب نہیں ہے تو اس کی ترسیل کمزور پڑ جائے

گی۔ بوصیری کی نعتیہ شاعری انہی خصوصیات کی حامل ہے۔ان کے یہاں ایسا فیضان اور بہاؤ ہے کہ قارئین اور محبین رسول کو خود بہالے جائے۔ بوصیری بحرِ نعت میں بہنا اور بہانا دونوں جانتے ہیں۔ مندرجہ شعر پوری نعتیہ شاعری میں ایک منفرد شناخت کا حامل ہے۔یہی تخصص وحیدان کو دوسروں سے مستثنیٰ اور ممتاز کر دیتا ہے:

مستصحباً حبی وإیمانی له وکلاهما من خیر ما یستصحب

(میری عقیدت اور میرا ایمان وایقان دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے خواہاں ہیں اور یہ دونوں چیزیں ان تمام چیزوں سے بہتر ترین ہیں۔)

بوصیری اپنا نامۂ محبت اور اپنی کتاب تدین وتعبد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ کرانے کے لیے بے قرار ہے۔ گویا وہ اس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی صف میں شامل ہونے کا تمنائی ہے، گویا یہ صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب کا ایک فکری نیز روحانی انداز ہے۔اسی علو فکر اور عظمتِ اشتیاق کا نام بوصیری ہے۔ جنھیں دنیائے نعت میں وہ اشتیاق وافتخار حاصل ہے کہ جہاں تک رسائی ناممکن تو نہیں دشوار ضرور ہے۔ بوصیری کی نعتیہ شاعری سے مترشح ہے کہ انھوں نے مباحث قرآن، تاریخ اسلام اور شعراء الرسول کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔ان کی شاعری درجۂ تفوق پر فائز ہے۔ یہ نام کبھی دھندلا ہو جائے اور ان کے نعتیہ محاسن ماند پڑ جائیں یہ تصور سے بالاتر ہے۔ مفاہیم قرآن اور مفردات قرآن کی باریکیاں بوصیری کی نظر میں تھیں۔ انہی چیزوں نے ان کے نعتیہ اشعار میں روح ڈال دی ہے۔ بوصیری نے خود کو حبِ رسول کی موجوں کے سپرد کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے لفظ لفظ سے حبِ رسول کی خوشبو آتی ہے۔ وہ حسان بن ثابت کی راہ پر چل کر دنیائے نعت کو ایک نیا ڈھنگ اور نیا رنگ دینے کے تمنائی ہیں۔ یہی جدت طرازیاں اور حسیات کاریاں ان کو نعتیہ شاعری کا امام بنا دیتی ہیں۔

بوصیری کی نعتیہ شاعری میں ایک زاویہ کمزور نظر آتا ہے وہ ہے معجزات کا کثرت سے ذکر۔اس میں ان کے یہاں خاصی تکرار ہے۔ معجزات کے تعلق سے بہت سی روایات کمزور ہیں۔ اس روایتی ضعف سے ان کے استناد کو ٹھیس لگتی ہے۔ یہی نقطہ نظر اردو نعتیہ شاعری پر بھی حاوی ہے۔ اس زاویے سے احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسوہ حسنہ کی پیکر تراشی میں ان روایات سے تائید حاصل کی جائے جن کی صحت پر شکوک کے بادل نہ منڈلائیں۔ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ودیانت کا خیال رکھا جائے۔ اس تقدس وتفوق پر کوئی حرف نہ آئے۔ بہت سی احادیث وروایات ہیں جن کی عدم صحت پر

ماہرینِ اسماء الرجال نے قابل قدر گفتگو کی ہے۔اس لیے سیرت نگاروں اور نعتیہ شعراء دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک محقق، مدلل اور صحت مند تقدس نبوی تیار کریں۔آج ضعیف روایات کو لے کر مستشرقین اور مخالفین رسول طرح طرح کے اعتراضات سیرت مقدسہ پر صادر کرتے ہیں۔تمام سیرتی مآخذ کی سربراہی جب تک قرآن کریم کے سپرد نہ کی جائے گی۔تب تک ایک معتبر سیرت منظر عام پر نہ آسکے گی۔بہرکیف بوصیری نے دنیائے نعت کی تاسیس وتزئین میں اہم کردار ادا کیا ہے۔رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ستائش کو اپنے لیے ردائے زیست بنالیا۔ردائے رسول جسے مل جائے تو اسے اخروی سرفرازی کا حصول یقینی ہے۔آج بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکری اور معنوی رداء موجود ہے جسے کبھی ضعف لاحق ہوجائے یہ ممکن نہیں۔ردائے رسول کی چمک دمک مدھم پڑ جائے یہ گمانِ باطل ہے۔امت مسلمہ اسی ردائے بےمثیل سے تاقیامت فکری غذا حاصل کرتی رہے گی، اگر اس سے بے اعتنائی اور بےتوجہی ہوئی تو تذلیلی زنجیریں ہمیں جکڑ لیں گی۔بوصیری کی نعتیہ شاعری ہمیں ردائے رسول کے رنگوں سے لطف اندوز کرتی ہے۔اس ادنیٰ کاوش کا اختتام بوصیری کے اس شعر پر کیا جارہا ہے جو حقیقتاً مسک الختام ہے:

ماحن مشتاق الی أوطانه مثلی وراح بوصفها یتشبب

(مقاماتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے میری طرح کوئی ان مقامات کا مشتاق نہیں ہوا اور کون ہے جو ان مقامات کی ستائش کرتے ہوئے میری طرح خوش ہوا ہوگا؟)

حواشی:

۱- وضاحت کے لیے دیکھیے: خاکسار کا مقالہ ابوالعتاہیہ ابونواس اور اسماعیل صبری کی حمدیہ شاعری، ابوسفیان اصلاحی، نعت رنگ، کراچی، پاکستان، شمارہ ۷، اگست ۱۹۹۹ء، ص:۱۴۳-۱۷۱

۲- وضاحت کے لیے دیکھیے: امام بوصیری کی نعتیہ شاعری (پروفیسر ابوسفیان اصلاحی دبستانِ نعت، شمارہ نمبر۵/جنوری-دسمبر ۲۰۲۰ء، ص:۲۶۹-۳۰۸

۳- وضاحت کے لیے دیکھیے: تفسیر نظام القرآن، علامہ حمیدالدین فراہی، (ترجمہ: امین احسن اصلاحی)، دائرۂ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۹ء، ص:۳۶۳-۴۱۰

۴- وضاحت کے لیے دیکھیے: کتاب تمسک، پروفیسر ابوسفیان اصلاحی (ترتیب: ڈاکٹر پرویز عالم)، سائنٹفک ریسرچ اکیڈمی، تیوڑہ، مظفرنگر، یوپی، براؤن بک پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۲۰ء، ص:۲۹۸-۳۰۴

۵- وضاحت کے لیے دیکھیے: ترجمان القرآن، ابوالکلام آزاد، پہلی بار، ساہتیہ اکادیمی، نئی دہلی، ۱۹۷۰ء، ۴/۳۰۷-۳۰۸

۶- وضاحت کے لیے دیکھیے: مصادر سیرت نبوی جلد دوم، تحلیل وتجزیہ، پروفیسر ابوسفیان اصلاحی، ۲۰۲۰ء/۱۴۴۱ھ، پبلی کیشنز ڈویژن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ص۱۲۴-۱۴۷

۷- وضاحت کے لیے دیکھیے: تفسیر نظام القرآن، ص:۵۳۱-۵۳۲

۸- وضاحت کے لیے دیکھیے: سرسید احمد خاں اوران کا عہد، ثریا حسین، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۳ء، چودھری آفسیٹ پرنٹرس، دہلی، ص:۵۹-۶۱

۹- فکروآ گہی، (مدیرہ: ڈاکٹر رضیہ حامد، اسٹڈیز پرنٹنگ پریس، نورمحل، بھوپال، جلد:۲۰-۳۲، ۲۰۲۰ء، ص:۱۶

۱۰- مفردات القرآن، الامام عبدالحمید الفراہی (تحقیق وشرح: الدکتور محمد اجمل ایوب الاصلاحی)، الطبعۃ الاولی، دارالغرب الاسلامی، ۲۰۰۲ء، ص:۳۷۹

۱۱- وضاحت کے لیے دیکھیے: ضیاء الدین اصلاحی،

۱۲- حیات رسول امی، خالد مسعود تلمیذ مولانا امین احسن اصلاحی، قرآن وسنت اکیڈمی، نئی دہلی، طبع اول، مارچ ۲۰۰۴ء، ص:۱۱

۱۳- وضاحت کے لیے دیکھیے: حجج القرآن الحکمۃ البازغۃ والحجۃ البالغۃ، الاستاذ حمید الدین الفراہی، (مترجم: ڈاکٹر سید عدنان حیدر، ماہنامہ اشراق، لاہور، جنوری ۲۰۲۰ء، ص:۴۱-۵۲، فروری ۲۰۲۰ء، ص:۴۳-۵۷

۱۴- تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، تاج کمپنی، دہلی، باراول، ۱۹۸۹ء، ۹/۵۰، ص:۵۰۰، مزید وضاحت کے لیے دیکھیے: مشکلات القرآن، مولانا داؤد اکبر اصلاحی، مکتبہ دانش، مزنگ لاہور، ص:۱۷۱-۱۹۰

۱۵- تفسیر نظام القرآن، امام حمید الدین فراہی، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، یوپی، ص:۵۰-۴۹۸

☆☆☆

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (کل گاؤں، مہاراشٹرا)

قصیدۂ بردہ کے اردو منظوم تراجم

قصیدہ عربی لفظ ہے، جس کے معنی ''گاڑھا مغز'' ہوتے ہیں۔علم الشعر میں یہ ایک صنف شاعری ہے جو اپنی صنفی شناخت کے لیے موضوع اور ہیئت کے تابع ہوتی ہے۔فارسی/اردو ادب میں غزل، قصیدے ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ لہٰذا ہیئت اور مزاج کے اعتبار سے ان دونوں میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ غزل میں شوخیانہ خیال آرائی کو ایک مقام حاصل ہے جبکہ قصیدے میں نادر اور پرشکوہ مضامین ہی کا التزام کیا جاتا ہے۔علم الصرف میں لفظ ''قصیدہ'' کو قصد سے مشتق بتایا گیا ہے جس کے معنی ارادے کے ہیں کہ شاعر ممدوح کی مدح وتوصیف بیانی اکثر بلا ارادہ نہیں کرتا لیکن میری اپنی دانست میں قصیدے کی یہ اشتقاقی توجیہہ غیر شاعرانہ ہے کیونکہ قصیدے کے مضامین پرشکوہ ہوتے ہیں۔اس کے الفاظ میں شوکت، معنی میں ندرت اور بندش میں چستی ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس کا ممدوح بزرگ ومحترم ہوتا ہے۔پس ایسی مہتم بالشان صنف کو ارادے اور قصد کے تابع کرنے سے اس میں ''آورد'' کا عیب پیدا ہو جاتا ہے جو خالص ہونے پر بھی ملمع سازی کے مصداق ٹھہرے گا۔

فنی نقطۂ نظر سے تشبیب، گریز، مدح اور اظہار مدعا (حسن طلب) قصیدے کے عناصر اربع کہلاتے ہیں۔ان کی اساس ہی پر قصیدے کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ان میں پیدا ہونے والا جھول اور سقم قصیدے کے حسن وجلال کو مجروح کر دیتا ہے۔اس لیے عربی قصیدے میں ان عناصر کو نہایت فنکارانہ انداز میں اپنایا گیا ہے جس سے قصیدے کے مضامین کے فطری پن میں اضافہ ہو گیا ہے۔فارسی اور اردو کے قصیدہ گو شعراء نے اس فن میں اپنے خلاق تخیل سے زیادہ عربی شعراء کی تقلید کو ترجیح دی ہے ہاں ! کہیں کہیں اردو قصائد میں مقامی اثرات کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے، جیسے محسن کاکوروی کا قصیدہ ''مدیح خیر المرسلین''، کہ اس میں ہندوستانی فضا، مقامی تہذیب اور یہاں کی اساطیری روایات کی پچی کاری نہایت عمدگی سے کی گئی ہے۔اس قصیدے کی تشبیب صنمیاتی ہے۔

''گریز'' یہ تشبیب اور مدح کو جوڑنے والی بیچ کی کڑی ہوتی ہے۔ دو علاحدہ مضامین گریز کی وجہ سے باہم مربوط ہو جاتے ہیں۔ گریز کا شعر بڑا تکنیکی اور شاعر کی فنی مہارت کا عمدہ نمونہ ہوتا ہے۔ علم الشعر میں اسے دو سرکش بیلوں کو ایک جوئے میں جوتنے کے معنی میں لیا گیا ہے۔ یہ اگرچہ ایک شعر ہوتا ہے لیکن قصیدے کے حسن کی جان ہوتا ہے۔

''مدح'' قصیدے کا تیسرا عنصر ہے۔ شاعر اپنے ممدوح کی ثنا گستری کے جوہر اس میں دکھاتا ہے اور ممدوح خوش ہو کر شاعر کو انعام و اکرام سے نوازدیتا ہے۔ بعض اوقات مدح میں نہایت مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے کہ ممدوح کی اصل شخصیت اور اس کے اوصاف فوق البشریت سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ یہ عمل ایک طرف فنی حیثیت سے صناعی کے زمرے میں آتا ہے تو دوسری طرف نفسیات کی رو سے غیر فطری بھی ہوتا ہے۔ چوتھے عنصر ''حسن طلب/اظہار مدعا میں شاعر اپنے ممدوح سے صلہ کا طالب گار رہتا ہے۔ وہ ممدوح سے اس کی شایان شان مالی منفعت اور عزت و اکرام کا سوال کرتا ہے اور دعا دیتا ہوا اپنے قصیدے کو ختم کرتا ہے۔

سلاطین و امراء کی مدح و ستائش کے حامل قصائد کی بہ نسبت نعتیہ قصائد میں عقیدت کی فراوانی ہوتی ہے اور تقدس کا رنگ غالب رہتا ہے۔ شاعر حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کی مدحت سرائی اور آپ کی شانِ ارفع کے بیان میں وارفتگیِ شوق کے ایسے نادر نمونے اپنے قصیدوں میں پیش کرتا ہے کہ زبان پر یک لخت ''سبحان اللہ'' کے الفاظ رقصاں ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ نعتیہ قصائد میں بھی بعض اوقات غلو کی وجہ سے حفظ مراتب کا خیال رکھا نہیں جاتا اور عبد و معبود کے فرق کو مٹانے کی دانستہ کوششیں ہوتی ہیں لیکن عربی قصائد اس عیب سے یکسر پاک نظر آتے ہیں۔ وہاں رسالت اور ربوبیت میں حد فاصل قائم رکھنے کے جتن کیے جاتے ہیں۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض قصائد میں اس حد کو قائم رکھنے کے لیے اصلاح فرمائی ہے۔

عربی کے نعتیہ قصائد میں قصیدہ بانت سعاد کے بعد بوصیری (م۔۶۹۶ھ/۱۲۹۷ء) کے قصیدہ **"الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریّۃ"** کا مقام بلند ہے۔ اس قصیدے کو ''قصیدہ بردہ'' کے نام سے شہرت ملی۔ جہاں اس کی ادبیت کو تسلیم کیا گیا ہے وہاں تعویذ گنڈے میں اس کے اشعار استعمال کر کے اس کی فضیلت کو بھی منوایا گیا ہے۔ اردو زبان میں اس قصیدے کے بہت سارے نثری اور منظوم ترجمے ہوئے ہیں۔

اپنی بساط بھر کوششوں سے مجھے جو منظوم و منثور اردو تراجم دستیاب ہوئے تھے، ان پر میرا تفصیلی

مضمون 'نعت رنگ' کراچی کے شمارہ نمبر آٹھ میں شائع ہوا تھا۔اس کے بعد پروفیسر محمد اقبال جاوید کی تحقیق سے مزید آٹھ منظوم تراجم سامنے آئے۔ پروفیسر صاحب نے ان کا تعارف اور تجزیہ کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ قصیدہ بردہ کے ہر باب کی ایک ایک مثال سامنے آجاتی ہے۔ان دونوں مضامین کو سامنے رکھ کر از سرِ نو نیا مضمون لکھتے وقت چند اور تراجم مجھے دستیاب ہوئے انھیں بھی اب اس مضمون میں شامل کرلیا گیا ہے۔اس طرح پیش نظر مضمون کو UpDate کیا گیا۔ مجھے دورانِ تحقیق محمد فیاض الدین نظامؔی کا ۱۹۹۹ء میں کتب خانہ قادریہ، سدھارتھ نگر (یو۔ پی) سے طبع شدہ قصیدۂ بردہ کا منظوم ترجمہ دستیاب ہوا۔ پروفیسر اقبال صاحب نے اپنے مضمون میں تاج کمپنی کراچی سے ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئے نظامؔی کے جس منظوم ترجمے کا ذکر کیا ہے، اس میں اور مذکورہ بالا ترجمے میں بعض اشعار میں فرق دکھائی دیتا ہے۔آئندہ صفحات میں مناسب موقع پر اس کی وضاحت کردی جائے گی۔

(۱) قصیدۂ بردہ منظوم: (۱۲۸۰ھ) سید عبدالفتاح اشرف علی

اشرؔف کا یہ منظوم ترجمہ اردو کا اوّلین شاہکار ہے۔ان کا نام سید عبدالفتاح اشرف علی تھا۔ان کا وطن مالوف ناسک ہے جسے مسلم دور میں گلشن آباد کہا جاتا تھا۔ان کے والد سید عبداللہ حسینی تھے۔معاصر علماء میں مولوی سید میاں سورتی، ملا مفتی عبدالقیوم کابلی، مولوی خلیل الرحمٰن رامپوری، فضل رسول بدایونی، مولوی محمد اکبر کشمیری اور مفتی عبدالقادر تھانوی سے اشرؔف کو شرف تلمذ حاصل تھا۔اشرف کے مذہبی کارہائے نمایاں بہت سارے ہیں، اس لیے انگریزوں نے انھیں خان بہادر اور 'جسٹس آف پیس' کے خطابات سے نوازا تھا۔خاندیش کے کسی ضلع میں وہ منصب افتاء پر فائز تھے۔ بعدہٗ ۱۲۸۴ھ میں انفسٹن ہائی اسکول کی ملازمت اختیار کی اور وفات تک اس فریضے کو ادا کرتے رہے۔اشرؔف کی علمی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔انھوں نے فتاویٰ، سیرت، تاریخ کے علاوہ علوم متداولہ میں بھی کتابیں تصنیف کیں۔ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد کے تذکرۂ اردو مخطوطات جلد پنجم میں میر اشرف علی گلشن آبادی کی علم تاریخ کی ایک کتاب کا تذکرہ ہے۔مولف لکھتے ہیں:

> ''سید عبدالفتاح عرف میر اشرف علی گلشن آبادی ایڈیٹر ''مجمع الاخبار'' نے سید فدا حسین جمعدار ترک سوار کے سفر نامۂ افغانستان اور شیخ ذوالفقار الدین جونپوری کی تاریخ افغانستان و سندھ کو مرتب کرکے اور آخر میں اپنی طرف سے اضافہ کرکے ۱۲۶۱ھ میں یہ ضخیم تاریخ قلمبند کی ہے جو سندھ اور افغانستان کی ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء تک کی مکمل اور مستند تاریخ بن گئی ہے۔

اس کے بعد امیر نصیر خاں کی وفات تک کے واقعات بطور ضمیمہ اشرف نے لکھے تھے۔ یہ خود ایک علاحدہ تاریخ ہے۔'' (ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور: ''تذکرۂ مخطوطات اردو جلد پنجم، ص: ۲۵۳۔۲۵۵)

اشرف کو شاعری میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ ''اشرف الاشعار'' ان کے نعتیہ قصیدوں کا دیوان ہے۔ اس میں عربی، فارسی اور اردو ہر تینوں زبانوں میں شاعری کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس دیوان میں ''قصیدۂ بردہ کا منظوم اردو ترجمہ بھی ہے جسے انھوں نے نہایت اہتمام سے نقل کر کے مولانا محمد صدیق ملتانی ثم احمد نگری کی خدمت میں بھیجا تھا۔

قصیدۂ بردہ کا یہ ترجمہ نہایت سہل اور رواں ہے۔ بھرتی کے اشعار سے یکسر پاک ہے۔ عربی متن کے مطابق ہی اردو اشعار ترتیب دیے گئے ہیں۔ ہاں! کسی عربی متن کے معنی و مفہوم ایک شعر میں نہ سما سکے ہوں تو ایسی صورت میں انھوں نے اردو کے دو اشعار میں اس کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ترجمے کا خاص وصف یہ ہے کہ وہ قصیدے ہی کی ہیئت مں لکھا گیا ہے اور ایک ہی ردیف کو آخر تک برتا گیا ہے۔ بوصیری کا قصیدہ عربی اصطلاح میں ''قصیدۂ میمیہ'' ہے تو قصیدۂ بردہ کا یہ اردو ترجمہ قصیدۂ نونیہ کہلائے گا۔ پابندیِ ردیف کی وجہ سے نقش اوّل کا مضمون نقش ثانی میں پیش کرنا اکثر دشوار ہو جاتا ہے لیکن اشرف نے بہ احسن طریقے سے اس کا نباہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنے ترجمے کو عربی کے نفسِ مضمون سے قریب تر کرنے کے لیے بعض جگہ ایسے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں جن کا وجود بوصیری کے یہاں نہیں ملتا۔ مثلاً:

يَا لَآئِمِيْ فِي الْهَوَى الْعُذْرِيِّ مَعْذِرَةً　　　مِـنّـِيْ اِلَيْكَ وَ لَـوْ اَنْـصَـفْـتَ لَمْ تَلُمِ

بوصیری کے اس شعر میں نہ لفظ 'مجنوں' آیا ہے، نہ 'عاشق' نہ 'ہجر' کی کیفیات کا ذکر۔ شعر کا ترجمہ ہوگا: اے میرے ناصح! (ملامت کرنے والے) ایک پاک محبت پر میری تجھ سے معذرت ہے۔ حالانکہ اگر تو انصاف کرتا تو کبھی ملامت نہ کرتا۔ اشرف نے شعر کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے:

ناصحا! کب تک ملامت، عذرِ مجنوں ہو قبول　　　ہجر میں عاشق کے دل کو کب رہے تاب و تواں

(شعر نمبر ۹، [قصیدۂ بردہ] اشرف الاشعار: مطبع گلزار حسنی ممبئ، طبع ثانی ۱۳۲۳ھ، ص ۶۵)

اس شعر کے متعلق ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی رقمطراز ہیں:

''پاک محبت جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ "**الحب العذری**" ہے۔ اس ترکیب کا ایک خاص پس منظر ہے۔ عذرہ نامی یمن میں ایک قبیلہ تھا جس

میں عربی کے متعدد شعراء پیدا ہوئے، جن کا مشترکہ وصف یہ تھا کہ ان کے اشعار میں سوز و گداز بہت ہوتا تھا۔ وہ محبوب کے جسمانی قرب و وصال کے متمنی نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ 'عذرہ' کے قبیلے میں جو عاشق ہوا وہ اپنے محبوب پر پروانہ وار فدا ہو گیا اور کبھی ہوس رانی کے قریب نہیں گیا۔'' (عبداللہ عباس ندوی، ''عربی میں نعتیہ کلام، لکھنؤ، ص: ۱۱۸)

اشرفؔ نے مذکورہ عربی شعر میں آئے لفظ ''لائم'' (ملامت کرنے والا) کا ترجمہ ناصح کیا ہے۔ وہ اس لیے کہ اردو شاعری میں محبت میں آڑ بننے والا کردار 'ناصح' یا 'واعظ' ہی ہوا کرتا ہے۔ یہاں شاعر (مترجم) نے عربی شاعری کی ادبی روایت کے بالمقابل اردو شاعری کے مزاج کو ترجیح دی ہے۔ اس پس منظر میں اشرفؔ کا ترجمہ عربی کے شعر کے اصل معنی سے قریب تر ہے۔ تصرف لفظی کی ایسی مثالیں ان کے یہاں محض عربی مفہوم کو اردو مزاج کے مطابق ڈھالنے کی دانستہ کوشش کا نتیجہ ہے۔ وگرنہ سپاٹ ترجمہ شعر کے اصل معنی کو واضح نہیں کر سکتا۔ ردیف و قوافی کو نبھانے کے لیے بھی انھیں قصداً بھرتی کے الفاظ یا مصارع استعمال کرنے پڑے۔ مثلاً:

ظَلَمْتُ سُنَّۃَ مَنْ اَحْیَی الظَّلَامَ اِلیٰ اَنِ اشْتَکَتْ قَدَ مَاہُ الضُّرَّ مِنْ وَرَمِ
وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَآءَ ہُ وَطَوٰی تَحْتَ الْحِجَارَۃِ کَشْحاً مُّتْرَفَ الْاَدَمِ

(بوصیری: قصیدہ بردہ شعر نمبر ۲۹۔۳۰)

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ 'میں نے اس ذات گرامی کی راہ ہدایت پر ظلم کیا جو راتوں کو بیدار رہا کرتے تھے۔ اس حد تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے مبارک پر ورم آجایا کرتا تھا۔ جس نے بھوک کی شدت کو دبانے کے لیے اپنے پیٹ کو باندھا اور اپنی کمر کے اوپری حصے پر جس کی جلد انتہائی نازک تھی، پتھر رکھا۔ اشرفؔ نے ان دونوں اشعار کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

میں نے سستی کی بڑی سنّت میں حضرت کی سدا جو کہ ہیں ختم الرسل، شمس الہدا، شاہِ شہاں
جو کہ ہیں ختم الرسل، شمس الہدا، شاہِ شہاں سنگ باندھے بر شکم اور شکر میں جاری زباں

(اشرفؔ: قصیدہ بردہ ص: ۶۵)

یہاں دوسرا مصرع غیر ضروری ہے اور چوتھے مصرع کے حشو اور ضرب میں آئے الفاظ تصرف لفظی میں شمار ہوتے ہیں۔

اشرفؔ نے اپنا دیوان 'اشرف الاشعار' ۱۲۷۹ھ میں تصنیف کیا تھا۔ جامع مسجد ممبئی کے کتب

خانے میں ان کے دیوان کا جو مخطوطہ ہے اس کے خاتمہ پر تاریخ تصنیف کا یہ شعر درج ہے:

مرتب ہوا دیوان مدحِ احمدی اشرفؔ　　کہا ہاتف نے یہ ہے 'اشرف الاشعار سید کا

اس مصرعۂ تاریخ میں ''اشرف الاشعار سید کا'' سے ۱۲۷۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ مخطوطہ جس میں دس قصائد فارسی اور دس اردو کے ہیں، اس میں پہلا قصیدۂ بردہ کا منظوم ترجمہ ہے۔ طبع اوّل سے آج تک 'اشرف الاشعار' بیسیوں بار مختلف مطابع سے شائع ہوتا رہا ہے۔ راقم کے سامنے اس وقت مطبع گلزار حسنی، ممبئی سے ۱۳۲۳ھ میں چھپا قدیم نسخہ ہے۔ اس میں قصیدۂ بردہ کے منظوم ترجمے کا مادہ تاریخ نقل کیا ہے:

جب قصیدہ بردہ کا توفیق سے اللہ کے　　ترجمہ اشرفؔ نے لکھا خوب در ہندی زباں

داخل غفراں مترجم بھی طفیلی بن گیا　　کاہ پر گلشن کے فیض ابر ہے رحمت رساں

باعثِ رحمت ہے اشرفؔ آج تک ذکر نبی　　سال بارہ سو پہ اسّی ہجریہ ہے ایں زماں

(اشرف الاشعار: گلزار حسنی، ممبئی، ص: ۱۷)

۱۲۸۰ھ میں مکمل ہوئے قصیدۂ بردہ کے منظوم ترجمے کی شمولیت ۱۲۷۹ھ کے دیوان 'اشرف الاشعار' میں قابل غور ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مطبوعہ نسخے میں 'بردہ' کے یہ اشعار بعد کا اضافہ ہوں جسے شاعر نے کسی اور نسخے کے لیے تخلیق کیے ہوں اور اسی نسخے کی طباعت بعد میں عمل میں آئی ہو۔ بہرحال! جامع مسجد، ممبئی کے مخطوطہ میں اشرفؔ کے منظوم ترجمہ کا موجود ہونا اس کے تخلیقی سال کو ۱۲۸۰ھ سے قبل کا ثابت کرتا ہے۔

(۲) قصیدۂ بردہ سعید ترجمہ مفیدؔ

تقدم زمانی کے لحاظ سے قصیدۂ بردہ کا دوسرا اردو منظوم ترجمہ ''قصیدۂ بردہ سعید ترجمہ مفید'' ہے۔ یہ ترجمہ بھی قصیدے ہی کے فارم میں لکھا گیا ہے۔ اس کی ردیف ''ر'' ہے اس لیے عربی محاورے کے لحاظ سے یہ قصیدہ ''رائیہ'' کہلائے گا۔ اس منظوم ترجمے کے شاعر ریاست مہاراشٹر میں ضلع پربھنی کے متوطن مولوی عبدالرحمٰن مفیدؔ ہیں۔ یہ ضلع بڑا مردم خیز ہے اور ادب کی نشو ونما میں یہاں کی زمین بڑی زرخیز واقع ہوئی ہے۔ مفیدؔ نے اپنے منظوم ترجمے کو پربھنی ہی میں مکمل کیا۔ افسوس کہ شاعر کے حالات زندگی معلوم نہ ہو سکے۔ ان کا یہ ترجمہ حیدرآباد کے نامور تاج پریس سے ۱۹۲۸ء میں طبع ہوا تھا۔

مفیدؔ کا ترجمہ سہل انگاری، سیدھا سپاٹ انداز بیان اور غیر عالمانہ زبان کا عمدہ نمونہ ہے۔ انھوں نے دوراز کار تشبیہات، ایہام وابلاغ جیسی صنعات سے معنی ومفہوم کو خبط ہونے سے بچایا ہے۔ گنجلک تراکیب لفظی سے بھی انھوں نے پرہیز کیا۔ علمیت کی چھاپ ڈالنے کے لیے انھوں نے عالمانہ زبان استعمال نہیں کی پھر بھی ان کے یہاں بندش الفاظ مترنم ہیں۔ اگرچہ ترجمہ اصل کے بالمقابل ثانوی

حیثیت ہی کا حامل ہوتا ہے لیکن مفیدؔ کے ترجمے کی روانی قاری کو اصل کا مزا دیتی ہے۔ ابوصیریؔ کے ان دو اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ — یارانِ ذی سلم کی کیا یاد نے فگار
مَزَجْتَ دَمْعاً جَرٰی مِنْ مُّقْلَۃٍ بِدَمٍ — آلودہ خونِ دل میں ہیں جو آنسوؤں کے تار
اَمْ ھَبَّتِ الرِّیْحُ مِنْ تِلْقَآءِ کَاظِمَۃٍ — یا کاظمہ سے آتے ہیں جھونکے نسیم کے
وَ اَوْمَضَ الْبَرْقُ فِیْ الظَّلْمَآءِ مِنْ اِضَمٍ — کوہِ اضم سے برق ہے ظلمت میں آشکار

(ابوصیریؔ: شعر نمبر ۱۔۲)(مفیدؔ)

مفیدؔ نے بعض جگہ مؤثر اور زوداثر صنائع کا بھی استعمال کیا ہے جس سے ترجمہ پن کی گرانباری کم ہو کر شعری حسن و معنوی وسعت میں اضافہ ہوا ہے۔ مترجم نے ابوصیریؔ کے شعری محاسن کو جوں کا توں اپنے اشعار میں ڈھالنے کا جتن بھی کیا ہے۔ ساتھ ہی اردو مزاج کا بھی پورا پورا خیال رکھا ہے۔ جیسے:

جَآءَتْ لِدَعْوَتِہِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَۃً — تَمْشِیْ اِلَیْہِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ

(ابوصیریؔ شعر نمبر ۷۱)

کا ترجمہ مفیدؔ نے اس طرح کیا ہے:

اشجار حکم پاتے ہی سجدہ کناں بڑھے — بے پاؤں ہوگئے وہ رواں سوئے شہر یار

(مفیدؔ)

بلا قدم کا ترجمہ مفیدؔ نے بے پاؤں کیا ہے۔ بے پاؤں چلنا تعمیل حکم میں مستعدی دکھانے کا محاورہ ہے۔ اس اردو محاورے کو عین اردو کے مطابق مترجم نے استعمال کیا ہے۔ پھر ایک اور لفظ 'بڑھے' کا استعمال انھوں نے ایہام کے پردے میں کیا ہے جس سے یہ لفظ ذو معنی ہوگیا۔ ایک معنی میں بڑھنے سے مراد آگے آنا ر چلنا ہے اور دوسرے معنی میں بڑھنا یعنی پروان چڑھنا ہے۔ ابوصیری کے یہاں ''اشجار'' (جمع کا صیغہ) کا جہاں استعمال ہوا ہے اس کے لیے اشرفؔ نے ''جھاڑ'' (واحد کا صیغہ) استعمال کیا تھا۔ ابوصیریؔ نے ''بلا قدم'' کو درخت کی صفت بتائی تھی لیکن اشرفؔ نے اسے ''بے زباں'' سے بدل دیا۔ اگر چہ بہ ایں صورت شعر کے معنی واضح ہوجاتے ہیں لیکن ترجمے کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اشرفؔ نے ابوصیریؔ کے مذکورہ شعر کا ترجمہ یوں کیا تھا:

آپ کے فرمان سے آیا جھاڑ چل کر دور سے — ہے بجا لایا وہ سجدہ سامنے آ بے زباں

(اشرفؔ: اشرف الاشعار، ص: ۶۷)

مفیدؔ نے بوصیریؔ کے شعر:

مِثْلَ الْغَمَامَةِ اَنّٰی سَارَ سَائِرَةً تَقِيْهِ حَرَّ وَ طِيْسٍ لِلْهَجِيْرِ حَمِیٔ

کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

مانند سایہ ابر فگن تھے حضور پر تا ہو نہ سخت دھوپ کی گرمی سے اضطرار
(مفیدؔ)

اور معنوی لحاظ سے اوپر والے شعر سے مربوط کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بادلوں کے سایہ فگن رہنے کی مستقل روایت شجر کے چلتے آنے کی روایت سے جڑ گئی ہے۔ بہ ایں صورت اب مفیدؔ کے ترجمے میں در آئے معنی یوں ہوں گے۔ ''شجر جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے چل کر آتے، مانند ابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سایہ فگن رہتے تھے۔'' یہاں دو مستقل علاحدہ علاحدہ روایتوں کو باہم مربوط کر دینے کی وجہ سے مفیدؔ کے یہاں شعر کے معنی خبط ہو گئے ہیں۔

قصیدۂ بردہ دس ابواب اور ایک سو پینسٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔ نویں فصل میں طلب مغفرت اور شفاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ ابوصیری اس باب میں اپنی پچھلی زندگی پر حسرت کناں ہیں۔ اس ضمن میں جو اشعار نقل ہوئے ہیں، ان میں رقت وزاری اور شیون وافسوس ہے۔ اس لیے ان میں دل سوزی اور دل گرفتگی کے جذبات کی عکاسی ہوئی ہے۔ ترجمے کے اشعار میں ان جذبات کو آئینہ دکھانا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ لیکن مفیدؔ نے اس باب کے تمام اشعار میں وہی رقت و زاری پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے معاصی اور گناہوں پر اظہار تاسف اور طلب مغفرت میں جتنا تضرع ان کے یہاں ہے شفاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امید اس سے کچھ زیادہ ہی دکھائی دیتی ہے۔ مفیدؔ کہتے ہیں:

تعریف میں امیروں کی گزاری تمام عمر نا اہلوں پر کیے درِ شعر و سخن نثار
ہوتی تھی صرف خدمتِ شاہی میں زندگی جن خدمتوں کا محض خوشامد پہ تھا مدار
لکھی ہے اس امید پہ اب نعت مصطفیٰ ہو سرفراز عفو معاصی سے خاکسار
(مفیدؔ)

مفیدؔ کے یہ اشعار بوصیریؔ کے اشعار کا چربہ محسوس ہوتے ہیں۔ اشعار میں ایسی مطابقت ان کے کامل فن ہونے کی گواہی دیتی ہے۔

(۳) انوارِ بردہ اردو: پیرزادہ محمد حسین عارفؔ، سابق سیشن جج

پروفیسر محمد اقبال جاوید نے نعت رنگ کے دسویں شمارے میں عارفؔ کے قصیدۂ بردہ کے منظوم اردو ترجمے کا تعارف کرایا تھا۔ یہ ترجمہ ان کے مجموعۂ کلام ''خزینہ معارف یعنی مجموعۂ نظم عارفؔ'' میں شامل ہے۔ پروفیسر صاحب کے مطابق عارفؔ کے اس مجموعۂ کلام کی کتابت محمد الدین کاتب نے ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) میں کی تھی اور ۱۹۲۹ء میں اسے محمد نذیر حسین حافظ محمد شریف حسین نے رحمانی پریس، دہلی سے شائع کیا تھا۔ پروفیسر صاحب نے عارفؔ کے چند دیگر منظوم تراجم کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان میں 'حکایاتِ لقمان، عجائب الاسفار اور خون کا پیاسا' کا شمار ہوتا ہے۔ فروغ احمد، صاحب نوائے بردہ نے اپنے ترجمے کے باب ضمیمہ (مکتوبات) میں عارفؔ کے ترجمے کا نام 'انوار بردہ' لکھا ہے۔

قصیدہ بردہ کے مترجم شاعر نے اس ترجمے کے متعلق لکھا ہے کہ:

> ''اس عارف بے معرفت کی مدت سے یہ آرزو تھی کہ مداحان رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شامل ہو کر ثواب دارین حاصل کروں لیکن حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ کیونکہ اس میدان میں بڑے بڑے شہسوار گر چکے ہیں اور قبول عام کا مرتبہ بہت ہی کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوا ہے۔ منجملہ متاخرین کے ایک صاحبِ قصیدۂ بردہ ہیں۔۔ میں نے تبرکاً جب (ان کے قصیدے کو) پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عربی علم و ادب کا ایک ادق نمونہ ہے اور بغیر شرح کی مدد کے کوئی اچھا مستعد عربی داں بھی اس کو حل نہیں کر سکتا۔ (اس لیے) میں نے مولانا جامیؔ کی تقلید سے مصنف کے مضامین اور خیالات کو اسی قافیہ میں لیکن ایک اور مشابہ مگر زیادہ تر عام پسند بحر میں ترتیب اور الفاظ میں ذرا تصرف کر کے زبان اردو میں لانے کا ارادہ کیا تا کہ اس ملک کے عوام اور خواص کے مذاق کے موافق ہو جائے اور ترجمے کی بے لطفی اس میں باقی نہ رہے۔ کام تو ایسا آسان نہ تھا مگر میرا شوق پورا اور نیت خالص تھی عنایتِ ایزدی سے چند روز میں فارغ ہو گیا۔'' (بحوالہ: نعت رنگ ۱۰ص: ۱۴۰۔۱۴۲)

عارفؔ نے یوں محسوس ہوتا ہے (جیسا کہ انھوں اعتراف بھی کیا ہے) کہ بوصیری کی اصل عبارت کے بالمقابل مولانا جامیؔ کے فارسی ترجمے پر زیادہ تکیہ کیا ہے۔ دونوں مترجمین کے چند اشعار بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں:

اشک خونیں آنکھ سے بہتے ہیں تیری دم بدم
آ رہے ہیں یاد کیا ہمسائیگانِ ذی سلم
یا صبا لائی ہے سمتِ کاظمہ سے کچھ پیام
کوند میں بجلی کی یا دیکھا کہیں کوہِ اضم
روکنے سے ورنہ کیوں رکتے نہیں یہ تیرے اشک
بے قرار ایسا ہے کیوں؟ تیرا دلِ پر درد و غم
کیوں چھپاتا ہے؟ کبھی چھپنے نہ دیں گے رازِ عشق
یہ دو غماز اشکِ خوں آمیز و قلب مضطرم
(محمد حسین عارفؔ)

اے زیادِ صحبتِ یار انت اندر ذی سلم
اشکِ چشم آمیختی با خوں رواں گشتہ بہم
یا مگر از کاظمہ بادے وزیداز کوئے دوست
یا مگر در نیم شب برقے جہیدہ از اضم
چیست چشمت راچہ گوئی خشک شوگریاں شود
چیست دل گوئی بہوش آشفتہ گرد د ز غم
اے تو پنداری کہ عشقِ عاشقاں پنہاں شود
با وجودِ آتشِ دل سوز و آب و چشمِ نم
(مولانا جامیؔ)

بوصیریؔ کے یہاں پہلا باب ''عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کے کل بارہ اشعار ہیں۔ آخر کے دو اشعار بڑے ناصحانہ ہیں۔ بوصیری نے ضعیفی کے عالم میں نفس کے گناہ کی طرف مائل ہونے پر اپنے آپ پر ملامت کی ہے۔ اس میں جو نفسیاتی کیفیات کو اجاگر کرنے کی کوشش انھوں نے کی ہے میری اپنے دانست میں ہمارے اردو/فارسی مترجم اس کا نباہ نہ کر سکے۔ بطور مثال اس باب کے آخری اشعار اوران کے ترجمے ملاحظہ ہوں:

مَحَضْتَنِی النُّصحَ لٰکِنْ لَّستُ اَ سمَعُہ
اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِیْ صَمَمِ
اِنّیْ اتَّھَمْتُ نَصِیْحَ الشَّیْبِ فِیْ عَذَلٍ
وَالشَّیْبُ اَبْعَدُ فِیْ نُصْحٍ عَنِ التُّھَمِ
(بوصیری)

ان اشعار کا نثری ترجمہ عبداللہ عباس ندوی نے اس طرح کیا ہے:

''(مسلسل) اے ملامت کرنے والے، بلا شبہ تو نے بہت اخلاص کے ساتھ محض ہمدردی میں میری خیر خواہی کی کہ مجھے ترکِ محبت کی نصیحت کی لیکن تجھے معلوم ہے کہ عاشق ناصحوں کی طرف سے بہرا ہو جاتا ہے۔ میں نے پیری (بڑھاپے) کی نصیحت کو بھی ملامت کے باب میں ملزم قرار دیا، حالانکہ پیری کی نصیحت کو کسی طرح دور کا بھی الزام نہیں دیا جا سکتا۔''

مذکورۂ بالا اشعار کے اب منظوم تراجم دیکھیے:

ہے نصیحت تیری بیشک خیر خواہانہ تمام
کان عاشق کا مگر سنتا نہیں پند وحکم

ناصح کافی تھا میرے واسطے موئے سفید لینے آیا تھا مجھے یہ قاصدِ ملکِ عدم
(عارفؔ)

شیب پندم دادو من بر دم گمانِ بد برو گرچہ شیب اندر نصیحت دُور باشد از تہم
نفس فرماں دہ بہ بد ہا میکند دینم خراب و ز جہالت پند نہ پذیرد ز پیری و ہرم
(مولانا جامیؔ)

ہے دوائے پند نزدِ عقل اکثر سودمند لیک ضعف و ناتوانی ہے قوی بندِ گراں
حالتِ پیری میں تہمت عشق کی ہوتی ہے کب عشق پیروں کو بھی کر دیتا ہے آخر نوجواں
(اشرفؔ)

عارفؔ کے یہاں 'بڑھاپے' کے لیے موئے سفید اور قاصد ملک عدم کے دوراز کار استعارے استعمال کیے ہیں۔ اشرفؔ کی یہاں اگرچہ عربی متن کا لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اردو مزاج کے نباہ نے معنوی فصل قائم کر دیا ہے۔

عارفؔ کے اس ترجمے میں بوصیریؔ کے قصیدے کے تمام ابواب کے عنوانات کو بھی شاعر نے اپنی منشاء کے مطابق اردو میں ڈھال دیا ہے۔ بعض جگہ اشعار کے ترجمے سہواً چھوٹ گیے ہیں۔ بہر حال عارفؔ کا یہ ترجمہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔

(۴) القصیدۃ البردہ: پروفیسر مولانا سید محمود علی، کپورتھلہ

عبد العزیز خالدؔ نے قصیدہ بردہ کے مترجم فروغ احمد کو لکھے خط مورخہ یکم دسمبر ۱۹۶۸ء میں انکشاف کیا ہے کہ:

> ''۔۔(قصیدہ بردہ کا) میرے پاس ایک اور نسخہ ''الشوارد الفردہ علیٰ قصیدۃ البردہ'' ہے۔ یہ سید محمود علی پروفیسر رندھیر کالج، کپورتھلہ کا فارسی اور اردو منظوم ترجمہ ہے۔ کتاب ۱۳۷۱ھ میں کتب خانہ انصاریہ، پشاور شہر نے شائع کی تھی۔ اس میں ایک مفصل مقدمہ بھی شامل ہے جس میں قصیدے کے مضامین پر بحث ہے اور امام بوصیری کے حالات اور سوانح بھی۔ آپ کسی لائبریری سے حاصل کر کے اسے دیکھ لیں تو میرے خیال میں مناسب ہوگا۔''
>
> (بحوالہ: فروغ احمد: ''نوائے بردہ''، لاہور ۱۹۷۵ء، ضمیمہ ص: ۱۴۸)

پروفیسر اقبال نے اپنے مضمون مشمولہ نعت رنگ نمبر ۱۰ میں اسی نسخے کے حوالے سے اپنی بات

رکھی ہے۔شاید کتابت کی غلطی کی وجہ سے مطبع کا نام بجائے 'انصاریہ' کے 'افکاریہ' درج ہوگیا ہے۔ مضمون نگار نے غوث میاں کے حوالے سے مجلّہ نعت ۱۹۸۶ء میں ملتان سے چھپنے والے سید محمود علی کے اس منظوم ترجمے کا بھی ذکر کیا ہے جو اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ سید محمود علی کے اس ترجمے کی کافی تشہیر ہوچکی تھی۔لیکن ان کے فارسی ترجمے کا مضمون میں کہیں ذکر نہیں۔

بوصیریؔ کے قصیدے کا منظوم ترجمہ کرنے کی ترغیب وتحریک سید محمود علی کو کیسے ملی اس کے متعلق وہ خود کہتے ہیں کہ ایک دن وہ پریشانی کے عالم میں دعا میں مشغول تھے کہ اچانک قصیدۂ بردہ کے چند اشعار ان کی زبان پر آ گئے۔اب شوق بڑھا تو انھوں نے قصیدۂ بردہ کے فارسی اور پنجابی تراجم دیکھے مگر تشفی نہ ہوئی تو ایک دن نظامیؔ گنجوی کی مشہور مثنوی ''سکندر نامہ'' کے دو شعر زبان پر آ گئے ان ہی اشعار سے تحریک پا کر سید محمود علی نے منظوم ترجمے کی ڈول ڈال دی اور جتنا شوق ساتھ دیتا رہا وہ فارسی اور اردو ترجمے کو آگے بڑھاتے رہے۔حتیٰ کہ دونوں تراجم مکمل ہو گئے تو پشاور کے انصاریہ پریس سے یہ کتاب شائع ہوئی۔مترجم کے سوانحی کوائف پر مضمون نگار نے روشنی نہیں ڈالی صرف اتنا لکھا ہے کہ ان کا نسبی تعلق دہلی کے ایک مسلم خاندان سے تھا جس کا زہد واتقا اور علم وبصیرت مسلم تھی۔ان کے منظوم ترجمے کے چند اشعار دیکھیے کیا تیور رکھتے ہیں؟

فَـاِنَّ اَمَّـا رَتِـیُ بِـالسُّـوْٓءِ مَاالتَّعَظَتْ — ہے بدی پر نفس کو اصرار کچھ سنتا نہیں
مِـنُ جَهْـلِهَا بِنَذِيۡرِالشَّيۡبِ وَالۡـحَرَمِ — اس کو سمجھاتی ہے پیری جس قدر سود وزیاں

جامیؔ نے اس شعر کو فارسی میں یوں بیان کیا ہے:

نفس فرماں دہ بہ بدہا میکند دیئم خراب — وز جہالت پند نہ پذیرد ز پیری و ہرم

سید محمود علی کے ترجمے کے چند اشعار کا موازنہ اردو کے دیگر ترجموں سے کیا جاتا ہے:

نیکیوں سے دعوت اس ناخواندہ مہماں کی نہ کی — موئے سر جس کے اترنے کے لیے ہے نزدباں
شانِ پیری کو چھپا رکھتا میں وسمہ سے ضرور — گر خبر ہوتی کروں گا اس کو رسوائے جہاں
روکتے ہیں تیز گھوڑے کو دہانہ سے مگر — کون روکے نفس سرکش کی مرے طغیانیاں
کثرتِ عصیاں بدی سے سیر کردے یہ غلط — اشتہا ہوگی بہت کھانے سے زائد بے گماں
نفس بچہ ہے جو روکو دودھ سے رک جائیگا — ورنہ ہوگا شیرخواری ہی کی حالت میں جواں
روک دل کو ورنہ طغیانِ ہوائے نفس کا — ہے نتیجہ یا ہلاکت یا کوئی بھاری زیاں

(سید محمود علی)

نیکیوں سے میں نے اس مہمان کی خاطر نہ کی
آن پہنچی جب ضعیفی سر پہ میرے ایک دم
کاش میں پہچانتا توقیر اس مہمان کی
پس چھپا لیتا سفیدی سر کی از رنگِ کتم
کون ہے جو نفس سرکش کو مرے یوں پھیر دے
روکتے ہیں جیسے گھوڑوں کو لگاموں سے بہم
نفس کی خواہش گناہوں سے نہیں ہوتی ہے دور
جس طرح جوع البقر میں پر نہیں ہوتا شکم
نفس کی ہیں عادتیں مانندِ طفل شیر خوار
دودھ پیتا جائیگا جب تک چھڑائیں گے نہ ہم
خواہشوں کو روک ہرگز نفس کا تابع نہ ہو
تا نہ کردے ختم یا پھر عیب والا کم سے کم

(محمد فیاض الدین نظامؔی)

نہ کی حسنِ عمل سے عہدِ پیری کی پذیرائی
اسی مہماں کی آمد سے ہوئی ہے عزت افزائی
نہ ہوگی قدر پیری کی، اگر اس کا خیال آتا
میں بالوں کی سفیدی کو سیاہی سے چھپا جاتا
مہارِ نفس بداطوار کو اب بڑھ کے تھامے کون
عنانِ اسپ کج رفتار کو اب بڑھ کے تھامے کون
گناہوں سے ہوائے نفس میں کیسے کمی آئے
کہ جتنا کھاتے جایں بھوک بڑھتی ہی چلی جائے
جو طفلِ نفس کی شفقت کسی سینے کے اندر ہو
تو اس کی شیرخواری کی بھی کچھ مدت مقرر ہو
بچے کیوں کر ہوس سے دل سراپا ہے تمنائی
نتیجہ اس کا دل کی موت ہے یا داغِ رسوائی

(فروغ احمد)

درج بالا تینوں تراجم کی لے وآہنگ میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ الفاظ کا انتخاب بھی یکساں ہے جس کی وجہ سے ترجمے میں معنوی بعد پیدا نہیں ہوا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سید محمود علی کے یہاں دوسرے شعر کے مصارع اوپر نیچے ہوگئے ہیں۔ ترجمے میں اسے معنوی سقم گردانا نہیں جاتا۔

(۵) قصیدۂ بردہ شریف: محمد فیاض الدین نظامی

دکن میں شاعر نظامؔی کو بہزادؔ دکن کہا جاتا رہا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ معروف شاعر رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی کاوش حضرت خواجہ نظامی دہلوی سے منسوب کی ہے اور اپنا تخلص بھی نظامؔی رکھا ہے پروفیسر اقبال کے پیش نظر نظامؔی کے ترجمے کا وہ نسخہ رہا ہے جس پر پیش لفظ خواجہ حسن نظامی کا ہے۔ ان تمام شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ محمد فیاض الدین خانقاہی نظام سے منسلک تھے اور حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ انسیت رکھتے تھے۔ پروفیسر اقبال نے اپنے مضمون میں محمد فیاض الدین کے متعلق لکھا ہے کہ و...... وہ مشہور آرٹسٹ، ٹاؤن پلانر اور آرکیٹیکٹ بھی تھے۔ اپنی ایسی جان لیوا مصروفیات میں بھی انھوں نے بفضل ربی ثنائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وقت نکالا اور

نعت مصطفیٰ میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ حضرت حسن نظامی نے ان کی والہانہ کیفیات کو دیکھ کر ان کی کتاب پر اپنا دیباچہ لکھا۔ حسن نظامی کہتے ہیں کہ میں نے مسجد نبوی کی چھت پر قصیدۂ بردہ کے نقوش دیکھے تھے۔ خود مترجم بھی کہتے ہیں، ۱۹۶۰ء میں جب وہ دوبارہ حج بیت اللہ کے لیے گئے تو مسجد نبوی میں انھوں اپنے اس ترجمے کو بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ پروفیسر صاحب کے نزدیک اس منظوم ترجمے کا تاج کمپنی کراچی سے شائع شدہ ۱۹۵۶ء کا نسخہ رہا ہے۔ میرے نزدیک البتہ کتب خانہ قادریہ، اٹوا بازار ضلع سدھارتھ نگر یو۔ پی کا نسخہ ہے۔ اس میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا پیش لفظ ہے جسے ۶ نومبر ۱۹۹۹ء میں قلم بند کیا گیا تھا۔ اس منظوم ترجمے کے ساتھ ہی مولانا جامی کا فارسی منظوم ترجمہ بھی منسلک ہے۔ نظامی کے ترجمے کے دونوں نسخوں میں مماثلت سے زیادہ اختلافِ متن پایا جاتا ہے۔ ذیل میں دونوں نسخوں سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، یہ مثالیں قصیدۂ بردہ کے تیسرے باب کی ہیں:

تاج کمپنی کراچی کا نسخہ

اس نبی کی پاک سنت پر کیا میں نے ستم
تھا قیامِ شب سے جن کے پائے نازک پر ورم

بن کے سونے کے پہاڑ آئے کہ مائل ہوں حضورﷺ
کچھ توجہ تک نہ کی، تھے آپ ﷺ وہ عالی ہمم

یا محمد ﷺ دو جہاں کے آپ ﷺ ہی سردار ہیں
شاہِ جن و انس بھی اور مہترِ عرب و عجم

وہ حبیب ایسے ہیں جن سے ہے شفاعت کی امید
وقتِ ہول وخوف میں پیش آئیں گے جب رنج وغم

انبیاء سب ملتمس ہیں تا کہ مل جائے انھیں
ایک چلو بحر سے یا قطرہ از ابرِ کرم

کوئی عالم میں نہیں ان کا محاسن میں شریک
حسن میں جو ہر ہے اس کا فرد کل لا منقسم

جو نصاریٰ نے کہا عیسیٰ کے حق میں تو نہ کہہ
اور جو ممکن ہو کر مدحِ نبی ﷺ محترم

ان کی عظمت کے مطابق معجزے ہوتے اگر
نام ان کا زندہ کرتے استخواں ہائے رمم

کتب خانہ قادریہ، سدھارتھ نگر کا نسخہ

سنتِ بیداریِ شب پر کیا میں نے ستم (۱)
طاعتِ شب کے سبب تھا جن کے قدموں پر ورم

زر کے بن کر جب پہاڑ آئے کہ مائل ہوں حضورﷺ (۲)
کچھ توجہ تک نہ کی، تھے آپ ﷺ وہ عالی ہمم

ہیں محمد ﷺ سیدِ کونین شاہِ جن و انس (۳)
اور شہنشاہِ دو عالم مالکِ عرب و عجم

وہ حبیب ایسے ہیں جن سے ہے شفاعت کی امید (۴)
ہوں گی نازل آفتیں، پیش آئیں گے جب رنج و غم

انبیاء سب ملتمس ہیں تاکہ مل جائے انھیں (۵)
ایک جرعہ بحر سے یا قطرہ از ابرِ کرم

کوئی عالم میں نہیں ان کا محاسن میں شریک (۶)
حسن میں جوہر ہے یکتا جو نہ ہوگا منقسم

جو نصاریٰ نے کہا عیسیٰ کے حق میں تو نہ کہہ (۷)
جس قدر ممکن ہو کر مدحِ نبی ﷺ محترم

ان کی عظمت کے برابر معجزے ہوتے اگر (۸)
ہوتے زندہ نام سے سب استخواں ہائے رمم

مندرجہ بالا مثالوں میں اگر دونوں نسخوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو تو پتہ چلتا ہے کہ کراچی والے نسخے میں قیام شب کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاؤں میں ورم آنے کی بات کہی گئی ہے وہ حدیث کے مطابق ہے اور طبّی بھی ہے۔ 'قیام' عربی لفظ ہے جس کے معنی کھڑا رہنا ہوتے ہیں۔ طبی نقطۂ نظر سے اگر طویل قیام ہو جائے تو پاؤں متورّم ہو جاتے ہیں لیکن شب بیداری کی وجہ سے پاؤں پر ورم نہیں آتا۔ سدھارتھ نگر والے نسخے میں قیامِ شب کو بیداریِ شب کے معنی میں استعمال کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت قیامِ شب کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک شعر میں کراچی والے نسخے میں سونے کے پہاڑ کا ذکر ہے۔ یہ اردو محاورے کے عین مطابق ہے مگر سدھارتھ نگر کے نسخے میں زر کے پہاڑ لکھا ہے جو اردو محاورے سے لگا نہیں ...کھاتا۔ تیسرے شعر میں حرف ندا 'یا' کا کوئی قرینہ نہیں لیکن کراچی کے نسخے میں مصرع ''یا محمد'' ندائیہ ترکیب سے شروع ہوتا ہے اور اس میں مخاطبت کا پہلو غالب ہے جبکہ بوصیری کے یہاں شعر میں طرز تخاطب بالکل بھی نہیں۔ اس اعتبار سے سدھارتھ نگر کے نسخے کا شعر ابوصیری کے شعر سے قریب تر معنی کا حامل ہے۔ فروغ احمد کے منظوم ترجمہ کا شعر مذکورہ عربی شعر سے کافی حد تک دور از معنی ہے۔ چوتھے شعر میں دونوں نسخوں کے مصارعہ ثانی میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ کراچی کے نسخے میں جہاں ''وقت ہول

وخوف'' کا فقرہ درج ہے وہاں سدھارتھ نگر کے نسخے میں ''ہوں گی نازل آفتیں'' رقم ہے۔ پانچویں شعر کے دوسرے مصرع میں کراچی کے نسخے میں ''ایک چلو بحر کا'' کہا گیا جبکہ یہاں والے نسخے میں نسخے میں ''ایک جرعہ بحر کا'' درج ہے۔اس طرح دونوں نسخوں کے متن میں بعض جگہ کافی فرق پایا جاتا ہے۔اس فرق کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ ہوسکتا ہے کہ بعد کے مرتبین نے اپنے صواب دید کے مطابق اس میں تبدیلیاں کردی ہوں۔

(٦)اردو قصیدۂ بردہ: عبداللہ ہلال صدیقی

پروفیسر اقبال صاحب نے جناب کریم بخش خالدؔ مدیر ماہ نو کی یہ رائے مذکورہ ترجمے کے متعلق نقل کی ہے کہ، ''محترم عبداللہ ہلال صدیقی کے منظوم اردو ترجمے کو بہت سے علماء اور دانشوروں نے سراہا ہے کیونکہ یہ ترجمہ مختصر، بامحاورہ اور بامعنی ہے۔ ہلال صاحب نے اس ترجمے میں اردو کی لطافت اوراس کے مزاج کا خیال رکھا ہے جس سے کہیں کہیں اظہار بیان میں معمولی سا فرق تو نظر آتا ہے لیکن اس سے قصیدے کی عبارت کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے۔'' (نعت رنگ: شمارہ ١٠،ص: ١٤٨) ہلالؔ کا یہ منظوم ترجمہ کراچی سے ١٩٧٠ء میں شائع ہوا تھا۔ان کے منظوم ترجمے کی خصوصیات کا اندازہ ہم بوصیری اور جامیؔ کے قصائد کو سامنے رکھ کر کرسکتے ہیں:

اَبَانَ مَوْلِدُہٗ عَنْ طَیِّبِ عَنْصُرِہٖ　　یَا طَیِّبَ مُبْتَدَاءٍ مِّنْہُ وَ مُخْتَتَمِ
یَوْمٌ تَفَرَّسَ فِیْہِ الْفُرْسُ اَنَّھُمْ　　قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

☆

وقتِ زادن پاکیِ ذات شریفش شد پدید　　پاک بودش مبتدا و پاک بودش مختتم
اہلِ فرس آں روز دانستند کا یشاں را نمود　　بعد ازیں درد و بلا و خواری و رنج و نقم

☆

اے خوشا لایا زمانہ کیا ہی پاکیزہ وہ ذات　　پاک ہیں دونوں زمانے کیا ولادت کیا وفات
اہل فارس کی سمجھ میں خوف اس دن آ گیا　　ملک قوم اور سلطنت پر اب عذاب آنے کو تھا

(٧) قصیدہ بردہ کا ایک انگریزی ترجمہ خانقاہ شیخ ذکریہؒ نسیہ جنوبی افریقہ نے ١٩٩٥ء میں نہایت اہتمام سے شائع کیا تھا۔اس میں مذکورہ بالا اشعار کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

His Birth Distintly Showed His Pure Origin.The Excellence Of His Beginning And His End.

2// On That Day The Persians Discovered That They [Were Going To Face Misfortunate] Were Warned With The Approch Of Misfortune And Punishment.[The Poem Of The Scarf Translation,M,Shamim]

محمد شمیم اختر نے ان اشعار کا نثری ترجمہ یوں کیا ہے:

(۱)حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اصل یعنی آباو اجداد کی پاکیزگی کو ظاہر کردیا۔اے ابتدا وانتہا کی پاکیزگی! کیا کہنا تیرا۔

(۲)یوم ولادت وہ مبارک دن ہے جب اہلِ فارس علامات ظاہری سے بجھ گئے تھے۔یقیناً وہ شدّتِ مصیبت اور عقوبت نازل ہونے سے ڈرائے گئے ہیں(سخت مصیبت آنے والی ہے)

(محمد شمیم اختر:قصیدۃ البردہ:گراف ڈیزائنر اینڈ پرنٹرا ین۔جی۔پی،ص۱۹)

عبداللہ ہلال صدیقی کے منظوم ترجمے میں بعض جگہ بھرتی کے الفاظ بھی دکھائی دیتے ہیں جن کی وجہ زبان وانداز بیان میں ثقالت پیدا ہوگئی ہے،جیسے:

قصر وہ نوشیرواں کا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا مجتمع وہ لشکر کسریٰ نہ جب سے پھر ہوا
آگ میں ایسی نمی، پانی وہ جیسے غم میں تھی خاصیت پانی میں تھی گویا لپکتے شعلوں کی

(نعت رنگ،شمارہ۱۰،ص:۱۴۸)

پہلے شعر میں ضمیر اشارہ ’’وہ‘‘اور دوسرے مصرع میں ’’جب‘‘(متعلق فعل رتمیز) کا استعمال زبان کی کمزوری کو ظاہر کرتے ہیں۔اس کی وجہ سے شعر کا حسن غارت ہوگیا ہے۔فیاض الدین نظامؔی نے اپنے ترجمے میں اس کے معنوی اور شعری حسن کو برقرار رکھا ہے۔وہ کہتے ہیں:

پانی پانی ہوگئی تھی آگ مارے رنج کے اور پانی ہوگیا تھا آتشین از سوزِ غم

(فیاض الدین نظامؔی،ص:۷۷)

بہرحال،اس ترجمے کی کوششوں میں بھی عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نمایاں ہے۔

(۸)نوائے بردہ:فروغ احمد:۱۹۷۵ء

تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں مذہبی شاعری کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے نعتیہ مجامع کثرت سے شائع ہوئے۔نعت گوئی اور نعت خوانی کی مجلسوں کا اہتمام کیا جانے لگا اور محافل میلاد کے قیام کو فوقیت دی گئی۔ایسے نورانی ماحول میں فروغ احمد نے قصیدۂ بردہ کا منظوم ترجمہ ’’نوائے

بردہ'' کے عنوان سے کیا جو ۱۹۷۵ء میں ادب اسلامی پبلی کیشنز، لاہور کے زیر اہتمام نہایت آب و تاب سے شائع ہوا۔ فروغ احمد نے اولاً اس کا نام ''تمغۂ ایمان'' رکھا تھا لیکن مواد کے گم ہو جانے کی وجہ سے از سرِ نو ترتیب دے کر اس کا نام ''نوائے بردہ'' رکھا۔ اس ترجمے کے لیے انھوں نے حفیظ جالندھری کے ''شاہ نامۂ اسلام'' کی بحر استعمال کی۔ قصیدۂ بردہ کا یہ منظوم ترجمہ قصیدے کی ہیئت میں نہیں ہے بلکہ فروغ احمد نے اسے مثنوی کے پیرائے میں قلم بند کیا ہے جس کی وجہ سے ردیف و قافیے میں آزادانہ استعمال کی گنجائش نکل آئی اور نفسِ مضمون کے تقاضے کے مطابق الفاظ کا استعمال کرنے میں سہولت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اشرفؔ اور مفیدؔ کے ترجمے کی بہ نسبت فروغ احمد کے یہاں تخیل و افکار کی وسعت کچھ زیادہ ہی دکھائی دیتی ہے۔

فروغؔ احمد نے عربی محاوروں کی ترجمانی کرنے میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ عربی محاورے کے مطابق گھاس چرنے کی بات کو بوصیری نے یوں باندھا ہے:

وَ رَاعِهَا وَهْيَ فِي الْاَعْمَالِ سَآئِمَةٌ وَ اِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعىٰ فَلَاتُسِمِ

اس خیال کو جامیؔ یوں پیش کرتے ہیں:

نفس را مقہور کن چوں در عمل جولاں کنی در بچیزے انس گیرد باز دارش از ستم

مولانا سید محمود علی پروفیسر رندھیر کالج، کپورتھلہ نے اسی خیال کو کچھ اس طرح باندھا ہے:

اس کو چرنے دے چراگاہِ تمنا میں مگر جس جگہ پانے لگے لذت بدل دے وہ مکاں

اور فروغ احمد اسی خیال کو یوں باندھتے ہیں:

چراگاہِ ہوس میں دل کی لازم ہے نگہ بانی کہ حد سے آگے بڑھ جائے نہ اس کی خوئے حیوانی

ایک جگہ بوصیری نے "**دعویٰ حق بلا عمل**" کو بانجھ عورت کے رحم بلا حمل سے تشبیہہ دی تھی عربی کا یہ محاورہ اردو مزاج سے لگا نہیں کھاتا ہے۔ اس محاورے کو اردوانے کے لیے فروغ احمد نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا تھا:

کرے کیوں دعویِ حق تو اگر یہ بے عمل ٹھہرے بتا رحمِ عقیمہ میں بھلا کیوں کر حمل ٹھہرے

لیکن شاعر کے احباب نے اس ترجمے کو پسند نہیں کیا تو انھوں نے بانجھ عورت کی بجائے بنجر کھیت کی ترکیب استعمال کی جو قرآن کی زبان کے مطابق تھی۔ اس کے بعد شعر کی اصلاح اس طرح کی گئی:

عمل ہی جب نہیں حق پر تو دعویِ حق کا باطل ہے اگر ہے کھیت ہی بنجر تو حسرت اس کا حاصل ہے

فیاض الدین نظامیؔ نے بوصیری کے مذکورہ شعر کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

مجھ کو قولِ بے عمل سے توبہ کرنی چاہئے گویا بانجھ عورت سے امید نسل رکھتے ہیں ہم

نظامی نے مصرع ثانی میں 'نسل کے 'سین' کو بجائے ساکن لکھنے کے مفتوح کر دیا ہے۔ یعنی سین پر زبر لگا دیا۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے مترجمین قصیدہ نے عربی محاوروں کو اردو زبان و قواعد کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔

''چراگاہِ ہوس'' والے شعر کا نثری ترجمہ اس طرح ہے: ''اور ذرا نفس کی دیکھ بھال اس حال میں بھی کرتے رہو جب وہ اعمال صالحہ کے انجام دینے میں منہمک ہو۔ اور اگر یہ دیکھ لو کہ میدان میں ''چرنا'' اس کو بھلا لگنے لگا ہے تو پھر اس کو اس میدان میں نہ چراؤ. یہاں اس نکتے کی وضاحت میں مجھے تامل نہیں کہ شمالی ہند کی اردو میں 'چرنا' محاورۃً استعمال نہیں ہوتا مگر دکنی اردو میں ''چرنا'' آج بھی محاورے کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور یہ عین عربی محاورے کے قریب تر ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دکنی میں ''چرنا'' طنزاً استعمال ہوتا ہے۔ جس شعر میں بوصیری نے ''قول بے عمل'' کے لیے ''رحم عقیمہ'' کی تشبیہہ کا سہارا لیا تھا جو عربی محاورے کے لحاظ سے بالکل درست ہے مگر اردو تہذیب میں یہ گوارا نہیں، اس لیے فروغ احمد نے اسے بنجر کھیت سے تشبیہہ دی ہے۔ ترجمہ نگاری میں ہر دو زبانوں پر عبور کے ساتھ ان کے تہذیبی عوامل سے واقفیت بھی ضروری ہوتی ہے۔ فروغ احمد کے ترجمے میں اس وصف کو.... بخوبی نبھایا گیا ہے۔ بوصیری کا یہ شعر:

كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِّلْمَرْءِ قَاتِلَةٍ مِّنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السَّمَّ فِى الدَّسَمِ

فروغ احمد نے اس شعر کی ترجمانی یوں کی ہے:

میسر ہے اگر آسودگی رحمت میں داخل ہے ہوس تن پروری کی ہے تو وہ زحمت میں داخل ہے

بوصیری کے درج بالا شعر کی نثر یوں ہو سکتی ہے:

''بسا اوقات کسی مہلک لذت کو نفس حسین بنا کر پیش کر دکھاتا ہے اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کی ہلاکت کا سامان کہاں پوشیدہ تھا۔ اور یہ کہ اکثر زہر لذیذ کھانوں ہی میں ملتا ہے۔''

How Often Has Pleasure Been Considered Good,Where As It Turned Out To be Deadly.

Because He Does Not Know That There Is Poison In The Fat.

ان دونوں نثری ترجموں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ فروغ احمد کا منظوم شعر بوصیری کے شعر

سے لگا نہیں کھاتا۔ درآنحالیکہ انھوں نے اصل مدعا کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے:

لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّیْ مَا اُوَقِّرُهٗ كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِیْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ
مَنْ لِّیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِنْ غَوَا يَتهَا كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ
فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ كَسْرَ شَهْوَتِهَا اِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّیْ شَهْوَةَ النَّهِمِ
وَ النَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰی حُبِّ الرَّضَاعِ وَ اِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ
(بوصیری)

کاش میں پہچانتا توقیر اس مہمان کی پس چھپا لیتا سفیدی سر کی از رنگِ کتم
کون ہے جو نفس سرکش کو مرے یوں پھیر دے روکتے ہیں جیسے گھوڑوں کو لگاموں سے ہم
نفس کی خواہش گناہوں سے نہیں ہوتی ہے دور جس طرح جوع البقر میں پر نہیں ہوتا شکم
نفس کی ہیں عادتیں مانندِ طفلِ شیر خوار دودھ پیتا جائیگا جب تک چھڑائیں گے نہ ہم
(فیاض الدین نظامؔی)

نہ ہوگی قدر پیری کی اگر اس کا خیال آتا میں بالوں کی سفیدی کو سیاہی سے چھپا لیتا
مہارِ نفس بداطوار کو اب بڑھ کے تھامے کون عنانِ اسپ کج رفتار کو اب بڑھ کے تھامے کون
گناہوں سے ہوائے نفس میں کیسے کمی آئے کہ جتنا کھاتے جائیں بھوک بڑھتی ہی چلی جائے
جو طفل نفس کی شفقت کسی سینے کے اندر ہو تو اس کی شیر خواری کی بھی کچھ مدت مقرر ہو
(فروغ احمد)

اس تقابل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فروغ احمد کے یہاں ترجمے سے زیادہ ترجمانی کو فوقیت دی گئی ہے تاکہ معنی و مفہوم واضح ہو جائے مگر اس وجہ سے ان کے یہاں مذکورہ اشعار میں شعریت کی کمی واقع ہوگئی ہے۔ لیکن ان کے ترجمے میں بعض اشعار ندرت و شوکت میں یقیناً اصل سے بھی زیادہ اچھے محسوس ہوتے ہیں۔ مثلاً:

وَ الْكَاتِبِيْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ اَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ

اس شعر میں بوصیری نے غازیوں کے نیزوں کو قلم سے اور نیزہ بازی کو فن کتابت سے تشبیہہ دی ہے۔ فروغ نے ان تفصیلات کو سمیٹ کر اجمالاً یوں بیان کر دیا ہے:

عجب کاتب تھے نیزے کا قلم جب تھام لیتے تھے تو اس سے خاتمہ بالخیر تک وہ کام لیتے تھے

اس شعر کا منظوم ترجمہ جامؔی کے یہاں اس رنگ میں ملتا ہے:

حرفِ جسمے بے نقط نہ نوشتہ بودے از قلم　　　می نوشتند ے بہ نیزہ خطِّ سرخی بر بدن

فروغ کے مذکورہ شعر میں "خاتمہ بالخیر" کا جامع فقرہ (جس میں معنی آفرینی حدِ کمال کو پہنچی ہوئی ہے) شاعر کے تبحر علمی اور زبان پر قدرت کی دلیل فراہم کرتا ہے۔ فروغؔ نے بعض جگہ مصرعوں کو الٹ کر شعر میں معنوی وسعت پیدا کی ہے۔ جیسے:

لَمْ تَشْتَرِ الدِّیْنَ بِالدُّنیَا وَ لَمْ تَسُمِ　　　فَیَا خَسَارَۃَ نَفْسٍ فِیْ تِجَارَتِھَا

فروغؔ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

خسارے کی تجارت میں خسارہ ہی خسارہ ہے　　　نہ عقبہ ہی ہماری ہے نہ یہ عالم ہمارا ہے

اگر بوصیری کے شعر کے مطابق ہی فروغ ترجمہ کرتے تو اردو میں اس شعر کا حسن غارت ہوجاتا۔ اصل مفہوم کو برقرار رکھنے کے لیے شاعر نے تصرف لفظی سے کام لے کر ''ترجمہ پن'' کی گراں باری کو ہلکا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً ساتویں فصل کے آٹھویں شعر میں ''رفعت'' کے لیے ''معراج''، اور نویں فصل کے پہلے شعر میں 'مدح' کے لیے 'غزل گوئی' وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ بعض جگہ تصرف لفظی کا استعمال انھوں نے غلط بھی کیا ہے۔ مثلاً بوصیری نے 'شجر' کی مناسبت سے 'بلا قدم' کی لفظی مناسبت کا سہارا لیا ہے جو مبنی بر حقیقت ہے لیکن فروغؔ نے اس جگہ 'برہنہ پا' کی ترکیب استعمال کی ہے جو شجر کے لیے غیر مناسب ہے۔ مفیدؔ نے 'بلا قدم' کا ترجمہ 'بے پاؤں' کیا ہے جو بالکل درست ہے مگر فروغؔ ترجمہ کرنے میں چوک گئے۔ انھوں نے عربی زبان کا لحاظ رکھتے ہوئے 'تجنیسِ اشتقاق' کا بڑی خوبی سے استعمال کیا ہے۔ جیسے:

حرم سے جیسے محرم دست نامحرم کو رد کردے　　　بلاغت معترض کے حرف بیش و کم کو رد کردے

یہاں 'محرم'، حرم، اور نامحرم' میں اشتقاقی ربط ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر میں 'فارس' اور 'فراست' کا شبہ اشتقاق اور بوصیریؔ کے شعر میں استعمال ہوئے 'تفرس' اور 'فرس' کے شبہ اشتقاق کی ہو بہو نقل ہے:

ڈرانے والا آخر آگیا روز قیامت سے　　　معاً ارباب فارس پر ہوا روشن فراست سے

ان تمام نکات کے علاوہ فروغ احمد نے ترجمے میں درپیش دیگر بہت ساری مشکلات کا اپنے دیباچہ میں برملا اظہار کردیا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت انھوں نے اپنی کاوشات برائے اظہار خیال بارہا متعدد ادباء و شعراء کو بھی بتائی تھیں اور ان کی تجاویز پر حتی الامکان عمل پیرا بھی ہوئے۔

(۹) شرح قصیدۂ بردہ: مولانا محمد نور بخش توکلی

منظوم ترجمہ: پروفیسر محمد سعید دہلوی

مولانا محمد نور بخش توکلی نے قصیدۂ بردہ کی اپنی شرح میں بوصیری کے قصیدے کے ہر شعر کے روحانی فائدے بتائے ہیں نیز علاج معالجے میں ان کی اہمیت وافادیت کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے اپنی کتاب ''عربی میں نعتیہ کلام'' میں بوصیری کے قصیدے کے متعلق لکھا ہے کہ:

> ''راقم الحروف کے پاس باجوری کی شرح ہے، جس میں ہر شعر کے فوائد مذکور ہیں۔ مثلاً اس قصیدے کے پہلے تین شعر کو کاغذ پر لکھ کر سرھانے رکھا جائے تو بخار دور ہو جائے گا اور فلاں شعر کے ورد سے روزی بڑھے گی اور فلاں شعر کو لکھ کر گھول کر پی لیا جائے تو اس سے بیماریاں دور ہونگی۔ گویا اس قصیدے کا ہر شعر تعویذ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔'' (عبداللہ عباس ندوی: ''عربی میں نعتیہ کلام''، لکھنؤ ۱۹۷۵ء، ص: ۱۰۹)

اس قصیدے کی اسی نوع کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا محمد نور بخش کی شرح میں بھی یہی عنصر غالب ہے۔ اس شرح کے ساتھ پروفیسر محمد سعید دہلوی کا منظوم اردو ترجمہ بھی منسلک ہے۔ پروفیسر اقبال نے اس ترجمے کی پانچویں فصل کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے ہیں:

جَآءَ تْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً	سجدہ کرتے آ گئے اس کے بلانے پر درخت
تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ	چلتے تھے اپنوں تنوں سے گو نہ تھے ان کے قدم
کَاَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِّمَا کَتَبَتْ	راہ میں دی کھینچ اس نے پہلے اک سیدھی لکیر
فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِیْعِ الْخَطِّ فِیْ اللَّقَمٖ	لکھ دیا شاخوں نے پھر خطِ غلامی خوش قلم
مِثْلَ الْغَمَامَةِ اَنّٰی سَارَ سَائِرَةً	مثل بادل کے جہاں جاتا تھا، جاتے تھے درخت
تَقِیْهِ حَرَّ وَطِیْسٍ لِّلْهَجِیْرِ حَمِیْ	تا کہ گرمی کی تپش اس کو نہ پہنچائے الم

ان اشعار کا منظوم ترجمہ فروغ احمد نے یوں کیا ہے:

بڑھے اشجار بھی سائے کی خاطر جب ملی دعوت	برہنہ پا چلے وہ سر جھکائے از رہِ خدمت
رہِ مولیٰ پہ ہر شاخِ شجر یوں سایہ گستر تھی	خطِ گلزار میں گویا رقم مدحِ پیمبر تھی
جہاں تشریف لے جاتے تھے سر پہ سایہ رہتا تھا	وہ تپتی دوپہر کی دھوپ میں بھی چھایا رہتا تھا

(فروغ احمد: نوائے بردہ ص: ۹۹)

(۱۰) قصیدۂ بردہ: ڈاکٹر مہر عبدالحق

پروفیسر اقبال کے مطابق عبدالحق کے اس اردو منظوم ترجمے کے ساتھ فارسی، سرائیکی اور انگریزی کا نثری ترجمہ بھی منسلک ہے۔ بیک جلد تین زبانوں میں یہ ترجمہ سرائیکی ادبی بورڈ ملتان سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا تھا۔ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ان تراجم کے متعلق کہتے ہیں:

> ''ملتان کی مشہور و معروف علمی و ادبی شخصیت جناب ڈاکٹر مہر عبدالحق پی ایچ۔ ڈی نے سلیس فارسی اور اردو زبان میں قصیدۂ بردہ شریف کا منظوم ترجمہ کیا اور ساتھ ہی انگریزی میں بھی اس کے مطالب بیان کیے ہیں۔ اس طرح آپ نے صرف علمی و ادبی خدمت ہی انجام نہیں دی بلکہ فاضل مولف نے تعلیم یافتہ طبقہ کو قصیدۂ بردہ شریف کی عظمت اور اس کے ظاہری و باطنی محاسن سے روشناس کرا کے بہت ہی نفیس انداز میں انھیں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درس بھی دیا ہے۔'' (نعت رنگ: شمارہ ۱۰، ص ۱۸۰)

اس ترجمے کے لیے ملی تحریک کے متعلق ڈاکٹر مہر لکھتے ہیں:

> ''۲۴؍ اگست ۱۹۷۷ء کو اچانک میرے نظام تنفس میں خرابی پیدا ہوگئی اور اتنی شدت اختیار کر گئی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ دل کے براہ راست متأثر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے چار پانچ ماہ تک ذہنی اور جسمانی محنت سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ چنانچہ روز مرہ کے معمولات پر پابندی لگ گئی۔ چلنا پھرنا موقوف ہوگیا۔ لکھنے پڑھنے کی عمر بھر کی عادت جو طبیعت ثانیہ بن چکی تھی جبراً چھڑا دی گئی۔ ذہنی کوفت سے نجات دلانے کے لیے مسکن ادویات کا سہارا لیا گیا جن کے زیر اثر مجھے طوعاً و کرہاً نیند کی آغوش میں چلا جانا پڑتا۔ شام کو جب آنکھ کھلتی، گھر والے افطار کر رہے ہوتے اور ٹیلی ویژن پر ایک بہت ہی باخبر عالم و فاضل بزرگ تقریر فرما رہے ہوتے۔ ایک دن انھوں نے علامہ بوصیری کے حالات زندگی بیان کئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس عظیم قصیدے کے ترجمے دنیا کی اکثر و بیشتر زبانوں میں ہو چکے ہیں لیکن انگریزی میں کوئی قابل قدر ترجمہ موجود نہیں، تو معاً میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرمائے تو یہ کام میں ہی کیوں نہ کرلوں۔'' (نعت رنگ، ایضاً ص: ۱۸۰)

فاضل مصنف نے ڈاکٹر مہر عبدالحق کے اس منظوم ترجمے کے لیے بوصیری کے قصیدے کی چھٹی فصل سے مثالیں پیش کی ہیں۔اس فصل کے تمام تراجم کا تقابل کیا جائے تو ان میں بین فرق دکھائی دیتا ہے۔مثلاً اس قصیدے کی چھٹی فصل کا پہلا شعر ہے:

دَعْنِیْ وَ وَصْفِیَ اٰیَاتٍ لَہٗ ظَھَرَتْ ظُھُوْرَ نَارِ الْقِریٰ لَیْلًا عَلےٰ عَلَمِ

اس شعر کا نثری ترجمہ اس طرح ہے:''جانے دو مجھے اور میری اس مدح کو جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کی ہے۔وہ معجزات ایسے روشن ہوئے جس طرح رات کو بلند پہاڑ پر (مہمانوں کے لیے) دعوت کی آگ (دور سے) روشن ہوتی ہے۔''

اسی شعر کا انگریزی ترجمہ یوں کیا گیا:

Allow Me To Describe The Miracles Of Him Exposed [Performed]. Like The Lighting Of Fires On The Hillside At Night For Guests.

ڈاکٹر مہر نے مذکورہ شعر کا منظوم ترجمہ اس طرح کیا ہے:

کرنے دو مجھ کو بیاں اوصاف آیاتِ مبیں جو سرِ کوہ نارِ دعوت کی طرح روشن ہوئیں

فروغ احمد نے کیا ہوا ترجمہ کچھ اس طرح کا ہے:

مبارک وصفِ آیاتِ نبی وردِ زباں کرنا عیاں جو کچھ ہے بہرِ لذتِ پیہم بیاں کرنا

نظامؔی نے اس خیال کو اپنے ترجمے میں یوں پیش کیا ہے:

چھوڑ دے مجھ کو بیاں کرنے نبی کے معجزات جو ہے شب میں مثلِ مہمانی کی آگ اوپر علم

اور اشرف کے اس شعر کا منظوم ترجمہ اس طرح ہوا ہے:

سیل آئی ہے عرم میں اور ہوئی آتش پدید بر سرِ کوہِ علم یہ معجزے کا ہے بیاں

ان تمام تراجم پر غور کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی بھی مترجم بوصیری کے خیال تک نہیں پہنچ سکا۔اوپر جو دو نثری ترجمے دیئے گیے ہیں ان کی روشنی میں ہمارے خیال کو تقویت ملتی ہے۔شاید ہم عرب کی مہمان نوازی اور اعلان دعوت کی قدیم ثقافتی روایت سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔

درج ذیل یہ دو اشعار کے ترجمے بھی ملاحظہ ہوں:

ہیں معانی موجِ دریا متصل باہم دگر حسن و قیمت میں ہیں دریا کے گہر سے بیش تر
ان عجائب کا جمع کرنا یا گننا ہے محال جتنی کثرت سے خریدوگے نہ آئے گا ملال

یادرہے کہ بوصیری کے قصیدے کی چھٹی فصل میں قرآن کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ درج بالا اشعار کی اصل عبارت میں بوصیری نے یہ بات کہی ہے:

''آیات قرآنیہ کے معانی میں ایسی کثرت ہے اور ربط گویا سمندر کی موجیں ہیں رواں دواں (آپس میں مدد و معاون) اور وہ معانی وحقائق حسن و قیمت میں سمندر کے موتیوں سے بالاتر ہیں۔''

پس آیات کے عجیب وغریب اوصاف کا احاطہ وشمار نہیں ہوسکتا اور باوجود کثرت قرأت کے ان سے قاری ملول نہیں ہوتا بلکہ (یوماً فیوماً شوق بڑھتا جاتا ہے)

محمد فیاض الدین نظامؔی کا منظوم ترجمہ البتہ بوصیرؔی کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ہے معانی آیتوں کے مثلِ دریا موجزن گوہرِ دریا سے بہتر ان کا ہے حسن قیم
جو عجائب ان میں پوشیدہ ہیں ان کا کیا شمار خواہ کثرت سے پڑھو ہوگا نہ اس کا شوق کم

(۱۱) قصیدۂ بردہ شریف (منظوم): عبدالوہاب عندلیب

عندلیبؔ کا یہ منظوم ترجمہ مطبع اعظم جاہی شاہ، حیدرآباد سے شائع ہوا تھا۔ باوجود کوشش بسیار کے میں مترجم کے حالات زندگی سے آگاہ نہیں ہوسکا۔ یہ منظوم ترجمہ اصل عربی متن کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ عربی عبارت اوپر اور اس کا ترجمہ نیچے درج ہے اس لیے اصل عبارت سے ترجمہ کا مقابلہ کرنے میں دشواری پیش نہیں آتی۔ اس منظوم ترجمے کی بحر، بحر رمل مسدس محذوف ہے۔ بعض جگہ بوصیری کے ایک شعر کو عندلیبؔ نے دو اشعار میں باندھا ہے تا کہ مضمون کا مفہوم واضح ہوجائے۔ مثلاً:

جَآءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَ شْجَارُ سَاجِدَةً تَمْشِيْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ

بوصیری کے اس شعر کا ترجمہ عندلیبؔ نے یوں کیا ہے:

جب بلایا آپ نے اشجار کو کیا یہ ممکن تھا کہ پھر انکار ہو
چل کے ساقِ بے قدم سے آگئے سامنے حضرت کے سجدے میں جھکے

مفیدؔ نے 'بلا قدم' کو 'بے پاؤں' اشرفؔ نے 'بے زباں' اور فروغؔ نے 'برہنہ پا' باندھا ہے لیکن نظامؔی کے یہاں اس شعر کے معنی خلط ہوگئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

ہو کے مسجود آپ کی دعوت پہ اشجار آگئے پیڑ سے چلتے ہوئے رکھتے نہ تھے گو وہ قدم

نظامؔی کے اس ترجمے میں زبان اور خیال دونوں میں سقم ہے۔ شعریت سے عاری یہ ترجمہ معنی و مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا۔ عندلیب نے اپنے شعر میں عربی ترکیب ''ساق بلا قدم'' کو ساقِ بے قدم میں

تبدیل کر کے بوصیری کے خیال سے قریب تر کر دیا ہے۔ یہی ترکیب جامیؔ نے اپنے فارسی ترجمے میں استعمال کی ہے۔

بوصیری کے قصیدے کا تیسرا باب ''ذکرِ حبیب'' پر مشتمل ہے۔ اس کے شعر نمبر اٹھائیس، انتیس اور تیس کا ترجمہ عندلیبؔ نے دیکھیے کتنی خوبصورتی سے کیا ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک میدانی دریا ہے جو خاموشی کے ساتھ بہہ رہا ہے:

نازکی میں گل شرف میں آفتاب　　　بخششوں میں بحر، ہمت میں سحاب
دبدبہ ایسا تھا حاصل آپ کو　　　ساتھ جیسے لشکرِ جرار ہو
بات کرتے یا کبھی ہنستے اگر　　　موتیوں کی سی جھلک آتی نظر

مولانا جامیؔ نے ان اشعار کو فارسی میں یوں پیش کیا ہے:

چوں بہار از تازگی بدہم چوں بدر اندر شرف　　　ہمچو دریا در کرم چوں روزگار اندر ہمم
گر کسے دیدیش تنہا خود ہمی پنداشتے　　　کز بزرگی اوست اندر لشکر و خیل و حشم
درِّ مکنوں در صدف دندانِ او بد گوئیا　　　واں دہن گویا کہ می افشاند مَروارید ہم

یہاں عندلیبؔ کے ترجمے میں روانی ہے لیکن آخری شعر کے ترجمے میں دندانِ مبارک کا ذکر نہیں جسے موتیوں سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ گویا طرفین تشبیہہ میں مشبہ کا ذکر نہیں، لیکن عندلیبؔ نے بوصیری کی ہو بہو نقالی اپنے ترجمے میں کی ہے۔ اسے ہم ان کی خوبی پر محمول کریں گے کیونکہ عندلیبؔ کے ترجمے میں بوصیری کا خیال اور حدیث نبوی دونوں آ گئے ہیں صاحب ترمذی نے شمائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کے تکلم اور تبسم کے بیان میں جو حدیث نقل کی ہے، اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔ اس شعر کا ترجمہ نظامیؔ کے یہاں اس طرح ملتا ہے:

ہیں وہ دندانِ مبارک مثلِ موتی سیپ میں　　　معدنِ نطق و تبسم، ہے وہ دہنِ محترم

اس تقابلی جائزے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بوصیریؔ کی طرح عندلیبؔ نے بھی طلب مغفرت اور شفاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حصول کی خاطر نیاز مندانہ انداز میں اس قصیدے کا ترجمہ کیا ہے۔

(۱۲) قصیدۂ بردہ شریف مع منظوم ترجمہ: حکیم حیدر امرتسری

پروفیسر اقبال جاوید نے اپنے مضمون مطبوعہ ''نعت رنگ'' کے دسویں شمارے میں اس منظوم ترجمے کا تعارف کرایا ہے۔ ان کے مطابق یہ ترجمہ ''سلسبیل'' لاہور کے دسمبر ۱۹۸۵ء کے شمارے میں

شائع ہوا تھا۔ مصنف خود مترجم شاعر کے حالات زندگی سے ناواقف ہیں اور نہ کہیں کسی کتاب یا رسالے میں ان کی ادبی خدمات کا تذکرہ ہوا ہے۔ افسوس صد افسوس تو اس بات پر ہے کہ پروفیسر سید رفیع الدین نور اللہ مرقدہ، ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد اور طلحہ رضوی برقؔ کے نہایت مبسوط مقالے کتابی شکل میں منظر عام پر آ چکے ہیں لیکن ان نعتیہ تحقیقی مقالوں میں بھی بوصیری کے قصیدے کے منظوم اردو تراجم کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ نعت رنگ کراچی کے چھٹے شمارے میں ''ایک طویل مقالہ بعنوان ''قصیدۂ بردہ کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ''، ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری نے رقم کیا تھا۔ اس میں بھی قصیدۂ بردہ کے منظوم اردو تراجم پر غور نہیں کیا گیا۔ بہر حال! حکیم حیدر امرتسری کے اس منظوم ترجمے کے متعلق پروفیر اقبال کہتے ہیں کہ ''یہ خوب صورت منظوم اردو ترجمہ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ کیونکہ محققین کے ہاں اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔'' مقالہ نگار نے اسی اہمیت کے پیش نظر اس منظوم ترجمے کی تین فصلوں کے اردو اشعار اپنے مقالے میں نقل کر دیئے ہیں۔ معراج کے متعلق بوصیری کے اشعار کو حکیم حیدر اردو میں یوں ڈھالتے ہیں:

اے کہ ہے خیر المنازل اس جہاں میں تیرا در — دوڑتے آتے ہیں ہر جانب سے اشراف و امم
اے کہ تو سب سے بڑی آیت ہے ذات پاک کی — اور ہے سب سے بڑی نعمت ترا نقش قدم
لے گئے تشریف کعبے سے اندھیری رات میں — تھے ہلال اور اس سفر سے بن گئے بدرِ حرم
ارتقائی منزلیں طے کر کے پہنچے ذات تک — عقل کی یہ دسترس میں راز آ سکتا ہے کم

(حکیم حیدر امرتسری: بحوالہ نعت رنگ ۱۰؛ ص:۱۸۲)

محمد فیاض الدین نظامیؔ کے یہاں ترجمے کا یہ رنگ پایا جاتا ہے:

اے شہِ والا ترے دربار میں آتے ہیں سب — پا پیادہ اور سوار ِ اشترانِ تازہ دم
ہیں وہ برتر اور ذی شاں معتبر کے واسطے — اور وہ ہیں نعمتِ عظمیٰ برائے مغتنم
بدر کامل جس طرح سے رات میں کرتا ہے سیر — مکہ سے اقصیٰ گئے معراج میں شاہ امم
طے کیے سارے مدارج اور ملا ایسا مقام — ہے پرے ادراک کے اور قاب قوسین سے نہ کم

(محمد فیاض الدین نظامیؔ: قصیدۂ بردہ شریف، سدھارتھ نگر، ص:۱۱۸ تا ۱۲۱)

بوصیری کے یہاں آٹھویں فصل میں جہاد کا ذکر ہے حکیم حیدر نے اس فصل کے اشعار کا یوں منظوم ترجمہ کیا ہے:

ڈر گئے دل کافروں کے آپ ﷺ کی بعثت کے وقت
جیسے بکری شیر سے ڈرتی ہے تنہا بے غنم

معرکوں میں سب سے آگے آپ ﷺ خود ہوتے تھے جب
دشمنوں کے پاؤں پھر میدان میں کب سکتے تھے جم
بھاگتے تھے لشکر کفار ان کے خوف سے
اور لاشوں سے درندے بھرتے تھے اکثر شکم

بوصیری کے ان اشعار کا آسان نثری ترجمہ یوں ہو سکتا ہے:

''حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر نے دشمنوں کو خائف کر دیا، جس طرح شیر کی دھاڑ غافل اور کند ذہن بکریوں کو ڈرا دیتی ہے۔'' ''حضور ﷺ ہر معرکے میں ان (دشمنوں) سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ (دشمن) نیزوں کے مارے ہوئے اس گوشت کے مشابہ ہو گئے جو قصاب کے گوشت کوٹنے کی لکڑی کے تختے پر ہوتا ہے۔'' ''انھوں نے (دشمنوں نے) بھاگنے کو زیادہ پسند کیا۔ پس قریب تھا کہ وہ (اس سراسیمگی میں) گوشت کے ان ٹکڑوں پر رشک کریں جن کو عقاب اور گدھ لے اڑے۔ کیونکہ وہ ٹکڑے اب مجاہدین کی زد سے باہر ہیں اور ان ہزیمت خوردہ کافروں کے لیے تو زمین سخت اور آسمان دور ہے۔''

(محمد شمیم اختر: گراف پرنٹرس، این۔ جی۔ پی، ص:۳۱)

نظامیؔ کے یہاں ان اشعار کا مفہوم اور زیادہ واضح ہے:

سن کے بعثت کی خبر تھرا گئے اعداء کے دل — شیر کی آواز سے جیسے ڈرے غافل غنم
جنگ کے میدان میں کفار کی حالت نہ پوچھ — جسم تھے نیزوں پہ ان کے جیسے کندوں پر لحم
جنگ کی دہشت سے ان کو بھاگنا منظور تھا — آرزو رکھتے تھے کھالیں چیل و گدھ ان کا لحم

پروفیسر اقبال جاوید نے حکیم احمد امرتسری کے ترجمے کی آخری چار فصلوں کے تمام اشعار نقل کر دیئے ہیں تا کہ یہ ترجمہ محفوظ ہو جائے۔

(۱۳) قصیدۂ بردہ شریف کا ایک نقش: سید ابوالخیر کشفی

نعت رنگ کے تیسرے شمارے میں صبیح رحمانی نے 'حریم حرف' کے عنوان سے دو شخصیتوں کے گوشے قائم کئے تھے۔ (۱) گوشۂ صباؔ اکبر آبادی اور (۲) گوشۂ ابوالخیر کشفی۔ کشفیؔ صاحب کے گوشے میں ان کی دیگر تخلیقات کے علاوہ 'قصیدۂ بردہ کا ایک نقش' یہ آزاد نظم بھی شامل ہے۔ کشفیؔ کی یہ نظم بوصیری کے

قصیدے کا ترجمہ نہیں ترجمانی ہے۔شاعر نے خیال اگرچہ کہ بوصیری سے مستعار لیا ہے لیکن ان میں فکر کی جولانی، جذبات کا گداز اور پیش کش کا انداز شاعر کا اپنا ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلقہ واقعات کی شاعر نے ایسی تصویر کشی کی ہے کہ منظر شعریت کے دبیز پردے میں بھی صاف دکھائی دیتا اور ان واقعات کا استحضار قارئین کے چشم وقلب پر یکساں تأثر قائم کرتا ہے۔مثلاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے تاریخی واقعہ کو کشفی یوں بیان کرتے ہیں:

ترے آتے ہی گرے کنگورے ایوان کسریٰ کے
ہر اک آتش کدہ افسوس سے بھرنے لگا آہیں
یہ کیسا انقلاب آیا کہ آتش بن گیا پانی
ترے انوار اک زندہ شہادت کی طرح روشن
نگاہِ کفر وظلمت ہوگئی اندھی
نگاہ کفر نے انوار کی بارش نہیں دیکھی
سماعت چھین لی کفار کی رعدِ ولادت نے
شہاب سرخ کی مانند شعلوں کی ہوئی بارش
کہ جن کے خوف سے بت گر پڑے بے اختیاری میں
شیاطین اس طرح بھاگے کہ جیسے ابرہہ کی فوج بھاگی تھی۔''

(نعت رنگ، کراچی، شمارہ ۳، ص:۳۷۹)

بوصیری کے قصیدے کی اس چوتھی فصل کو فروغ احمد نے ''صبح سعادت'' کا عنوان دیا ہے۔اس فصل کے تیرہ اشعار ہیں کشفی نے اپنی آزاد نظم میں ولادتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس واقعے کو شاعرانہ رنگ آمیزی کے ساتھ مصوّر کرنے کی سعی فرمائی ہے۔مثلاً انھوں نے صنعت تجسیم کے سہارے ''آتش کدوں کے ٹھنڈے'' ہوجانے کے عمل کو ''افسوس سے آہیں بھرنے سے تعبیر کیا ہے۔اس ترکیب میں آہیں بھرنا اور افسوس کرنا میں معنی مناسبت ہے۔آگ کے بجھنے کے فطری عمل کو شاعر نے آتش کا پانی بن جانا کہا ہے، جس میں صنعت تضاد کا عنصر غالب دکھائی دیتا ہے۔کشفی نے ایک جگہ ''شہاب سرخ'' کی ترکیب استعمال کی ہے جو بادی النظر میں غلط محسوس ہوتی ہے کیونکہ شہاب کے معنی ہی سرخ ہوتے ہیں، لیکن شاعر نے یہاں شہاب کو بطور اسم استعمال کیا ہے اور اس کی صفت سرخ بتائی ہے۔شہاب فلکیاتی اصطلاح ہے، جس کے معنی ٹوٹا روشن ستارہ ہوتے ہیں۔اس اعتبار سے اس

ترکیب کے معنی ہوں گے ٹوٹے ہوئے سرخ ستارے۔ بہر کیف! ولادت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق جتنے بھی تاریخی واقعات بوصیری نے سیرت کی کتابوں کو سامنے رکھ کر یا ان کی مدد سے مختلف عربی اصطلاحات وتراکیب کا استعمال کیا ہے، اردو مترجمین نے انھیں اردو محاوروں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مترجمین کے یہاں قصیدۂ بردہ کے ترجموں میں معنوی یکسانیت پائی جاتی ہے، جوعین فطری ہے۔ بوصیری کے قصیدے میں ساوہ (فارس کا ایک دیہات) کے بُحیرہ / دریا کے خشک ہو جانے کا ذکر چونسٹھویں شعر میں درج ہے۔سیرت کی بیشتر کتابوں میں اس واقعہ کا ذکر نہیں۔قصیدے کے بیشتر مترجمین کے یہاں بھی اس کی وضاحت نہیں ملتی۔اشرفؔ، نظامیؔ ،فروغ احمد کے یہاں فارس کے اس دیہات کا ذکر ہے مگر کشفی کے یہاں نہیں ہے۔البتہ جمالیاتی حس رکھنے والے قارئین ان اشعار کا استحسانی تجزیہ ضرور کریں گے۔

(۱۴) قصیدۂ بردہ شریف: سید عارف معین بلے

اشتراک ڈاٹ کام نے بوصیری کے قصیدہ بردہ کا اردو منظوم ترجمہ شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ سید عارف معین بلے نے کیا ہے۔اس کی زبان نہایت صاف ستھری اور رواں ہے۔ترجمے میں حد درجہ روانی ہے۔ بوصیری کے اس قصیدے پر مترجم شاعر نے اکیاسی اشعار کا ایک قصیدہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس قصیدے کے دیباچے میں بوصیری کے لکھے مشہور شعر: **"مولای صل و سلم دائماً ابداً"** پر مترجم نے عقیدت کے پھول نچھاور کر دیئے ہیں۔ یہ عربی شعر درود بوصیری کے نام سے مشہور ہے اور قصیدۂ بردہ کا نچوڑ ہے۔اس کا ورد کرنے سے دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔اس کے فضائل میں کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس درود کو صبح وشام سو سو مرتبہ پڑھے تو اس کا قلب عشق رسول سے منور ہو جائے گا۔اس کے علاوہ بھی اس درود کے بے انتہا فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔سید عارف نے قصیدے کی شاعرانہ عظمت اور اس کی معنی آفرینی کی روشنی میں اس قصیدے میں مستعمل تاریخی و جغرافیائی اصطلاحات کی منظوم حاشیہ آرائی کی ہے۔سید عارف کے ترجمے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اصل عربی متن اور عربی لسانی تہذیب کے پیش نظر اپنے اردو ترجمے میں اردو تہذیبی عنصر کو شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔مثلاً قصیدۂ بردہ کے پہلے ہی شعر کا ترجمہ وہ اس طرح کرتے ہیں:

جل اٹھی کیا شمعِ یادِ دوستانِ ذی سلم　　خونِ دل بہنے لگا آنکھوں سے میری ایک دم
جھونکا کوئے کاظمہ سے آیا ہے یا پھر حضور　　بجلی چمکی، ہو گیا روشن شبستانِ اِضم

اصل عربی شعر میں بوصیری (شاعر) اپنی ذات کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ، ''تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسو کیوں رواں ہیں۔ کیا ذی سلم کے پڑوسی یاد آ رہے ہیں۔ یا کاظمہ کی جانب سے کوئی ہوا چلی ہے، یا تاریکی میں اضم کی پہاڑی سے کوئی بجلی چمکتی دیکھ لی ہے۔ بوصیری کے ان ابتدائی اشعار میں شاعر نے اپنی ذات کو مخاطب کیا ہے۔ اس لحاظ سے شاعر اپنی ذات سے یہ کہہ رہا ہے کہ ''تیری'' آنکھوں سے یہ آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟ یہاں بوصیری نے ''ضمیر مخاطب رضمیر حاضر'' تیری' اضافی حالت کا استعمال کیا ہے جو از روئے قواعد درست ہے لیکن سید عارف معین نے اپنے ترجمے میں ''میری''، ضمیر متکلم (اضافی حالت) کا استعمال کیا ہے۔ اس کے فوراً بعد تیسرے شعر کا وہ یوں ترجمہ کرتے ہیں:

کیا ہوا ہے؟ دل پہ کیا ٹوٹا ترے کوہِ ستم   ہو کیا کیا! جو تری آنکھوں سے جاری ہے جھڑی

اس شعر میں اب شاعر ''ترے'' کہہ کر ضمیر متکلم کی بجائے ضمیر مخاطب رضمیر حاضر کا استعمال کر رہا ہے۔ اس ترجمے میں ''جھڑی جاری رہنا'' غلط محاورہ ہے، اس کی بجائے ''جھڑی لگنا'' کا قرینہ ہے۔ نظامی نے اس شعر کا ترجمہ یوں کیا ہے:

کیا ہوا دل کو ترے کیوں اس قدر رکھتا ہے غم   کیا ہوا آنکھوں کو تیری رو رہی ہے زار زار

اس شعر کا ٹھیٹھ اردو میں با محاورہ ترجمہ اس طرح ہوگا:

''تیری آنکھوں کو آخر کیا روگ لگ گیا ہے۔ ان (آنکھوں) سے کہو رک جائیں آنسو نہ بہائیں۔ تو الٹے ان کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ اور یہ تیرے دل کو کیا ہو گیا، اس سے کہو کہ سنبھل جا تو یہ اور بے خود ہو گیا۔''

آگے معین بلے کہتے ہیں:

ہے ترے سوزِ دروں کا آئینہ یہ چشمِ نم   چھپ نہیں سکتی محبت، ہے عبث تیرا خیال

نظامی نے اس خیال کو یوں باندھا ہے:

اس کو افشا کر رہے ہیں سوزِ دل اور چشمِ نم   ہے عبث تیرا گماں چھپتا نہیں ہے رازِ عشق

یہاں دونوں منظوم ترجموں میں معنوی یکسانیت دیکھتے ہی بنتی ہے۔ معین بلے کے اس منظوم ترجمے کے کل ایک سو چونسٹھ اشعار ہیں۔ شاعر نے ترجمے کے خاتمے پر قصیدے سے متعلق حاشیہ آرائی بھی کی ہے۔ اس میں قصیدے کے اشخاص، مقامات اماکن وغیرہ کی وضاحت کی گئی ہے، مثلاً قصیدے کے پہلے شعر کی وضاحت میں معین کہتے ہیں:

۱۔سلم۔پہلا شعر:

اس قصیدے میں کیا ہے آپ نے ذکرِ سلم — یہ سلم کیا ہے، سنو وہ ہے مقامِ محترم
بارہا چومے نبی پاک کے جس نے قدم — ایک موضع ہے یہ مکہ اور مدینہ کی قسم
بیٹھتے تھے جس کی چھاؤں میں نبی محتشم — پیڑ کیکر کا ہے، جس کو لوگ کہتے ہیں سلم
استعارہ بھی یہ بیشک روضۂ اقدس کا ہے — ہاں! جہاں آرام فرما ہیں رسولِ محترم
بعض کہتے ہیں کہ ہے دارالسلام اس سے مراد — نسبتوں کا فیض ہے، تاریخ کر دی ہے رقم
اس کی ٹھنڈی چھاؤں گھر بیٹھے بھی ہے اپنا نصیب — دھوپ ہو تو اس کے زیرِ سایہ ہی رہتے ہیں ہم''

مولف ''جزیرۃ العرب'' کے مطابق ''سلم'' مکہ سے بصرہ کی شاہراہ پر ایک وادی کا نام ہے۔قصیدے کی حاشیہ آرائی کا بھی یہ کمال ہے کہ اس کی بحر بھی وہی ہے جو منظوم ترجمے کے لیے اختیار کی گئی ہے۔

بوصیری کے قصیدے کا نواں شعر ہے جس میں قبیلۂ عذرہ کا ذکر ہے:

یَا لَآئِمِیْ فِی الْهَوَی الْعُذْرِیِّ مَعْذِرَةً — مِنِّیْ اِلَیْكَ وَ لَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُم

اس کی ترجمانی معین بلے نے اس طرح کی ہے:

اے مرے ناصح تو میری معذرت کر لے قبول — تو اگر منصف ہے تو مت توڑ اب مجھ پر ستم

اس شعر کی وضاحت ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے اس طرح کی ہے:

> ''پاک محبت جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ "**الحب العذری**" ہے۔ اس ترکیب کا ایک خاص پس منظر ہے۔''بنو عذرہ'' نامی یمن میں ایک قبیلہ تھا، جس میں عربی کے متعدد شعراء پیدا ہوئے، جن کا مشترک وصف یہ تھا کہ ان کے اشعار میں سوز و گداز بہت ہوتا تھا۔وہ محبوب کے جسمانی قرب اور وصال کے متمنی نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا تھا کہ ''بنو عذرہ'' کے قبیلے میں جو عاشق ہوا وہ اپنے محبوب پر پروانہ وار فدا ہو گیا اور کبھی ہوس نا کی کے قریب نہیں گیا۔انھیں شعراء کی نسبت سے ایسی محبت کو ''حب عذریٰ'' کہا جانے لگا''۔ (عربی میں نعتیہ کلام ص:۱۱۸)

اس تاریخی حقیقت کی معین بلے نے یوں حاشیہ آرائی کی ہے:

۴۔عذریٰ۔۹واں شعر:

اک قبیلہ ہے بنی عذرہ چلو ملتے ہیں ہم — عشق میں گھل گھل کے آخر توڑ دیتے ہیں یہ دم

پارسا ہیں، نرم خو ہیں، خوش ادا ہیں، خوش مزاج　　یوں ہے عذریٰ کا اشارہ اس قصیدے میں رقم

شاعر کی یہ حاشیہ آرائی نہ صرف یہ کہ اشعار کو سمجھنے میں مدد کرتی ہے بلکہ عربی تاریخ وجغرافیہ سے بھی روشناس کراتی ہے۔

افسوس کے باوجود کوشش بسیار دردؔ کاکوروی اور سید مبارک علی کے تراجم میری دست رس سے باہر ہی رہے۔ ان کے علاوہ بھی دنیا کی مختلف زبانوں میں بردہ کے منثور ومنظوم ترجمے ہوئے ہیں۔ زکی مبارک نے اپنی کتاب "**المدائح النبویه فی الادب العربی**" میں بوصیری کے فرنچ، جرمن اور انگریزی ترجموں کی نشان دہی کی ہے۔ وہاں پاکستان میں پروفیسر عبدالرؤف انجم کا بوصیری کے قصیدے کا انگریزی میں کیا ہوا منظوم ترجمہ اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔ وہاں کی علاقائی زبانوں (پنجابی، پشتو، سرائیکی، کشمیری، بلوچی وغیرہ) میں بھی اس قصیدے کے نثری اور منظوم تراجم مل جاتے ہیں۔ بھارت کی علاقائی زبانوں کے جاننے والے محبان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر اس طرف بھی توجہ دیں تو یہاں کی علاقائی زبانیں اس ذخیرے سے مالا مال ہو جائیں گی۔

☆☆☆

پروفیسر سراج اجملی (علی گڑھ)

قصیدۂ بردہ شریف اور دائرہ شاہ اجمل الہ آباد

برصغیر کا مشہور مرکز علم و ادب دائرہ حضرت شاہ محمد اجمل الہ آباد اپنے زمانۂ تاسیس ۱۰۸۰ ہجری ر مطابق ۱۶۶۹ عیسوی میلادی سے ہی علم و ادب اور علوم عقلی و نقلی کی خدمات کے سلسلے سے اہمیت کا حامل رہا ہے۔ بانی دائرہ حضرت شیخ افضل الہ آبادی نے علم حدیث اپنے مرشد حضرت میر سید محمد کالپوی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا اور آپ ہی کے حکم پر الہ آباد میں سکونت اختیار کی، یہیں خانقاہ قائم کی (جو آپ کے زمانے میں دائرہ شاہ افضل پھر دائرہ شاہ خوب اللہ اور پھر دائرہ شاہ اجمل کہلائی) یہیں اصلاح نفوس اور خدمت علم و تصوف کے سلسلے کا آغاز فرمایا جس کے شواہد بصورت مخطوطات آج بھی سجادہ نشین دائرہ سید حسین نجم الثاقب اجملی کی تحویل میں کتاب خانۂ دائرہ شاہ اجمل میں موجود ہیں۔ شیخ محمد افصل الہ آبادی کے سجادہ نشین آپ کے بھتیجے اور داماد شاہ محمد یحییٰ المعروف شاہ خوب اللہ المتخلص یحییٰ صاحب تصانیف کثیر ہیں آپ کے مخطوطات بھی دائرہ میں موجود ہیں۔ آپ کے تذکرہ وفیات الاعلام کی اشاعت کے سلسلے میں کام جاری ہے اس کے علاوہ آپ کے مکتوبات کئی جلدوں میں علم و حکمت کا خزانہ ہیں۔ شاہ خوب اللہ کے صاحبزادگان شیخ محمد طاہر، شیخ محمد فاخر محدث ہندی اور شیخ محمد ناصر شاعر ادیب اور کثیر التصانیف تھے۔ شاہ محمد ناصر والد کے بعد دائرے کے سجادہ نشین ہوئے آپ کے بیٹے شاہ محمد اجمل عہد شجاع الدولہ کی وہ معروف شخصیت تھے کہ جن کے نام سے ہمیشہ کے لئے یہ دائرہ منسوب ہوگیا۔ شاہ اجمل الہ آبادی کے بارے میں کئی تحقیقی مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سب سے معروف پروفیسر اختری مہدی کا مقالہ ''شاہ اجمل الہ آبادی و ادب فارسی'' ایران کلچرل ہاؤس سے کتابی صورت میں ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ اس مقالے پر موصوف کو الہ آباد یونیورسٹی نے ڈی فل کی ڈگری عطا کی۔ شاہ اجمل الہ آبادی کے بعد آپ کے بیٹے شاہ ابوالمعالی المتخلص عالی دائرے کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ ہی کے دور میں دائرہ شاہ اجمل میں باقاعدہ اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ (آپ سے قبل تمام سجادگان اور بزرگوں نے فارسی یا

عربی میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ کیا)۔شاہ ابوالمعالی عالی کے دور میں ہی معروف خیال بند شاعر شیخ امام بخش ناسخ دائرہ شاہ اجمل آئے اور کم وبیش ۱۲ر برس دائرے میں قیام کیا۔(تفصیل کے لئے آب حیات از محمد حسین آزاد اور شعراء اردو کے دوسرے تذکروں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔) ناسخ کو دائرے کے صاحب سجادہ اور شاہ ابوالمعالی عالی کے بیٹے شاہ غلام اعظم افضل کے استاذ شاعرؔ ہونے کا شرف حاصل ہے۔شاہ غلام اعظم افضل کا ایک دیوان قلمی مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بھی موجود ہے۔شاہ غلام اعظم افضل کے بعد حضرت سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی دائرہ شاہ اجمل کے سجادہ نشین ہوئے آپ کی نعتیں آج بھی الہ آباد اور سکندر پور کی محافل میلاد میں پڑھی جاتی ہیں۔شاہ محمد بشیر الہ آبادی کے بھانجے اور اوائل بیسویں صدی کے معروف عالم دین حضرت مولانا سید نذیر احمد سکندر پوری ثم الہ آبادی نے قصیدۂ بردہ شریف کی ایک شرح ''شرح السکندر فوری بر قصیدہ امام بوصیری '' کے نام سے تحریر فرمائی جوان شاءاللہ بہت جلد منظر عام پر آئے گی۔(اور اس کا سہرا عزیز گرامی قدر مولانا سراج احمد بستوی حفظ اللہ کے سر جائیگا کہ ان کی فرمائش اور حکم پر راقم نے یہ سطور تحریر کیں اور اپنی خانقاہ میں موجود ایک صدی پرانے اس مخطوطے کی اشاعت کی تحریک بھی پائی۔)

شارح قصیدۂ بردہ مولانا نذیر احمد سکندر پوری کے بیٹے اور میرے آقائے نعمت مرشدی حضرت مولانا شاہ سید احمد اجملی (المعروف سید میاں) سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل کی حیثیت سے ۱۹۱۸ء سے ۱۹۸۷ء تک شاہ اجمل کے سجادے پر متمکن رہے۔آپ کو دو چار مضامین کے علاوہ تصنیف وتالیف کا زیادہ موقع میسر نہ آیا لیکن اصلاح نفوس اور تربیت افراد کا غیر معمولی سلسلہ آپ کا کارنامہ ہے۔الہ آباد کے علاوہ غازی پور تا سرحد بنگالہ آپ نے یہ خدمت انجام دی اور تین نہایت لائق وفائق بیٹوں اور اتنی ہی بیٹیوں کی تربیت فرمائی۔آپ کے صاحبزادۂ اکبر ڈاکٹر اجمل اجملی معروف ادیب ناقد اور شاعر کی حیثیت سے اردو ادب کی تاریخ میں اہمیت رکھتے ہیں۔دوسری بیٹی سیدہ اجملیہ بانو بیگم المتخلص شگفتہ جمال اجملی درگاہ حضرت سید شاہ ولی قادری کے نامور فرزند سید جمال الدین اجملی مرحوم کی اہلیہ اور نعت ومنقبت کی شاعرہ ہیں۔تقریباً تین سو صفحات پر محیط آپ کا ''میلاد نامۂ اجملی'' عنقریب شائع ہونے والا ہے۔حضرت سید میاں کے تیسرے بیٹے مولانا قاری سید محمد افضل اجملی آپ کے بعد دائرے کے سجادہ نشین ہوئے،مولانا افضل اجملی نے جامعہ اشرفیہ اور جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس سے تعلیم حاصل کی۔حضرت مولانا قاضی شمس الدین جعفری صاحب قانون شریعت کے شاگرد رہے۔ ۱۹۸۷ء سے ۱۹۹۷ء اپنی شہادت تک دائرہ شاہ اجمل کے سجادہ نشین رہے۔آپ کے بعد آپ کے

برادر بزرگ (معروف شاعر اور صاحب تصانیف کثیرہ) حضرت سید محمد اکمل اجملی نے مسند سجادگی کو زینت بخشی۔ حضرت سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی کے عہد سے ہی دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کے ساتھ ساتھ یہاں کے سجادگان آستانۂ جنیدیہ غازی پور اور درگاہ حضرت سید شاہ ولی قادری سکندر پور ضلع بلیا کے بھی سجادہ نشین ہوئے ہیں۔ حضرت سید میاں افضل میاں اور حضرت اکمل میاں کے بعد اب برادر عزیز سید حسین نجم الثاقب اجملی سلمۂ (ابن مولانا افضل اجملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ان تینوں خانقاہوں کے سجادہ نشین ہیں۔

حضرت سید اکمل اجملی نے دوسرے علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معروف قصیدۂ بردہ شریف کا منظوم اردو ترجمہ فرمایا جو حضرت کے تفصیلی تعارف کے بعد آپ کے ملاحظے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس قصیدے کا سنِ تصنیف ۱۹۹۹ء ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ یہ قصیدہ اولاً ''دبستان نعت'' کے حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب شمارے میں اپنے زمانۂ تصنیف کے ۲۲ ربرس بعد شائع ہو سو مرضی مولا کے عین مطابق اب یہ منظوم ترجمہ قصیدۂ بردہ پہلی مرتبہ مرحلۂ اشاعت سے گذر رہا ہے۔ قصیدہ شریف کے اردو ترجمے سے پہلے مترجم رحمہ اللہ کا تفصیلی تعارف حاضر ہے۔

شمالی ہند کی مشہور خانقاہ اور برصغیر کے عظیم مرکز تصوف و علم دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کے سجادہ نشین سید محمد اکمل اجملی کی ولادت دائرہ شاہ اجمل میں گیارہ ربیع الثانی ۱۳۵۹ ہجری رمطابق ۱۸ رمئی ۱۹۴۰ عیسوی میلادی حضرت مولانا شاہ سید احمد اجملی سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل کے خانۂ مبارک موسوم بہ محل میں ہوئی۔ آپ کی والدہ امتہ الحبیب سہروردیہ بانو بیگم عرف نیّرہ بی بی دائرہ شاہ اجمل کے سابق سجادہ نشین حضرت سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی علیہ الرحمتہ کی پوتی (آپ کے شہید بیٹے سید محمد اجمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹی) تھیں۔ سید محمد اکمل اجملی کی پرورش و پرداخت اور تربیت دائرہ شاہ اجمل کے خالص علم پرور اور انسان دوست ماحول میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ میں ہی ہوئی اس کے بعد آپ نے یادگار حسینی اسکول (اب انٹر کالج) سے دسویں اور مجیدیہ اسلامیہ انٹر کالج سے انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کی۔ دوران تعلیم مجیدیہ اسلامہ کالج کے طلبا کی نمائندگی مختلف تقریری اور تحریری مقابلوں میں فرمائی اس حوالے سے بطور خاص گورکھپور کے میاں صاحب جارج اسلامیہ کالج میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق تقریری مقابلے میں کامیابی اور سیرۃ النبی شیلڈ کی حصولیابی کا ذکر خود حضرت بہت لطف کے ساتھ فرماتے۔

مجیدیہ اسلامیہ کالج سے انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی میں داخلہ لیا بی۔ اے اور

ایم۔اے (فارسی) امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ایم۔اے میں ساری یونیورسٹی میں اوّل آنے پر چنتا منی گھوش طلائی تمغہ حاصل کیا اور پی ایچ۔ڈی میں داخلہ لیا جس میں یو جی سی اسکالرشپ بھی حاصل کیا (جو ان دنوں بہت مشکل سے صرف ٹاپرس کو ہی ملتا تھا) پی ایچ۔ڈی میں سید محمد اکمل اجملی کا موضوع ''الہ آباد کے علماء کی فارسی ادب میں خدمات'' تھا اور نگراں معروف اسکالر پروفیسر محمد رفیق۔

بہت سارے ناگزیر اور کسی حد تک نا قابل ذکر اسباب کی بنا پر تحقیقی مقالہ مکمل نہیں ہو پایا لیکن آپ کا رتبۂ علم وہ کہ الہ آباد کی ادبی تہذیبی اور تصوف سے متعلق تاریخ کے بارے میں حوالے کی حیثیت رکھتے۔متعدد اسکالرس نے آپ کے تعاون سے صوفیائے الہ آباد اور علما و ادبائے الہ آباد کے بارے میں تحقیقی مقالات اور مضامین لکھ کر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری اور دوسرے اعزازات حاصل کئے۔ اس طرح کے اسکالرس میں پروفیسر اختر مہدی (تحقیقی مقالہ۔شاہ اجمل الہ آبادی و ادب فارسی مطبوعہ ایران) ڈاکٹر اسلم الہ آبادی (تحقیقی مقالہ۔الہ آباد کے صوفیا کی ادبی خدمات مطبوعہ الہ آباد) اور ڈاکٹر اشوک کمار چٹرجی (پی جی کالج غازی پور میں تاریخ کے پروفیسر (کا دائرہ شاہ اجمل الہ آباد سے متعلق تحقیقی مقالہ ''دائرہ شاہ اجمل'' کے عنوان سے بزبان ہندی) سر دست یاد آ گئے۔

آپ کی تحریریں برصغیر کے اکثر علمی و ادبی رسائل و جرائد میں بیسویں صدی کی ساتویں دہائی سے آپ کے انتقال (۲۰۰۵) تک مسلسل شائع ہوتی رہیں جن میں نظم و نثر اور تحقیق و تنقید سبھی شامل ہیں۔آپ کے قابل ذکر نثری کارناموں میں تذکرۂ سراج منیر (غیر مطبوعہ تذکرہ سجادہ نشینان دائرہ شاہ اجمل) نقش دوام (سیرۃ و سوانح حضرت مولانا شاہ سید احمد اجملی سجادہ نشین دائرہ) (۱۹۸۷) اور قطب الاولیا (حضرت میر سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات) مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ منظومات اور سیرت پاک سے متعلق ترتیب و تالیف کے نمونوں میں باغ عشرت ۱۹۷۳، زادسفر، والنجم اور النبی (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) (۱۹۸۰ کے آس پاس کی اشاعتیں) موجود ہیں۔

سید محمد اکمل اجملی دائرہ شاہ اجمل کے علمی وارث کی حیثیت سے تشنگان علم و ادب کی سیری و سیرابی کے لئے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ظاہری سے ہی مستعد تھے، آپکے انتقال کے بعد اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا سید محمد افضل اجملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۹۹۷۔۱۹۴۸) کو مسند سجادگی پر بیٹھایا اور خود خدمت علم و ادب و تصوف میں حسب سابق مصروف رہے۔حضرت مولانا سید افضل اجملی (موجودہ سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل سید حسین نجم الثاقب اجملی سلمہٗ کے والد) کی عین جوانی میں ۴۸/سال کی عمر میں رحلت (۱۹۹۷) کے بعد آپ کو مسند سجادگی بھی سنبھالنی پڑی۔

۱۹۹۷ سے ۲۰۰۵ء تک ۸؍سال آپ دائرے کے سجادہ نشین رہے اس دوران مریدین کے علاقے میں متعدد رفاہی خدمات انجام دیں بطور خاص غازی پور ضلع کے موضع مہیند میں دارالعلوم جنید یہ اجملیہ قائم کیا جہاں بچوں کو دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے اور مقیم طلبا کے لئے دارالاقامہ اور مطبخ کا معقول نظم ہے۔

بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں جدید شاعری کے حوالے سے اکمل اجملی الہ آباد کے جدید شعراء میں ممتاز مقام کے حامل رہے ہفت طبق، کے نام سے غزلوں کا مجموعہ اور نقش ہائے رنگ رنگ، کے عنوان سے نظموں کا مجموعہ منتظر اشاعت ہے۔

۱۹۸۰ء کے بعد تقدیسی شاعری پر خصوصی توجہ فرمائی اور نعتیہ و منقبتی قصائد کا ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا۔ سید محمد اکمل اجملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس حوالے سے سب سے فقید المثال کارنامہ سیرت پاک سے متعلق ۱۷۵۰؍ بندوں پر مشتمل مسدس بعنوان محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے جو منتظر اشاعت ہے۔ اس طویل نظم میں ۱۷۵۰ءسنِ ولادت پیغمبر اعظم وآخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مناسبت سے مسدس کے ۱۷۵۰؍ بند حضرت سید محمد اکمل اجملی کی قادرالکلامی اور زودگوئی کی بین مثال ہے۔

۱۴۲۶ ہجری کی ۱۹؍ رویں شعبان مطابق ۲۴؍ستمبر ۲۰۰۵ عیسوی کو دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کا یہ نیر تاباں خاک پاک دائرہ شاہ اجمل میں غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قصیدۂ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ سید محمد اکمل اجملی سجادہ نشین
دائرہ حضرت شاہ محمد اجمل الہ آباد

بولو کیا یاد آگئے ہم سائیگانِ ذی سلم
خون کے آنسو رواں آنکھوں سے ہیں جو دمبدم

باز سوئے کاظمہ بادِ صبا لائی پیام
یا ہوا شب میں مجلّٰی برق سے کوہ اضم

ہو رہے ہیں کیوں رواں آنکھوں سے یہ اشکوں کے تار
دل کو کیا تکلیف، ہیں جو اس قدر رنج و الم

لاکھ کوشش کیجئے چھپتا نہیں ہے رازِ عشق
فاش کر دیتے ہیں اس کو سوزشِ دل چشم نم

در بدر مارا نہ پھرتا یوں نہ ہوتی گر تڑپ
یوں پریشاں کر نہ پاتے قصۂ بان و علم

تو چھپا سکتا نہیں ہے عشق کی بے تابیاں
تیرے چہرے سے عیاں، شاہد ہے تیری چشم نم

عشق نے اور لاغریٔ جسم نے ظاہر کیا
زرد رخساروں سے واضح سرخی شاخ عنم

رات بھر میں سونہیں پایا خیال یار میں
لذت دنیا کو بخشا عشق نے رنج و الم

حضرت ناصح مرا یہ عذر تو سن لیجئے
منصفی کا خون فرما کر نہ کیجئے یہ ستم

آپ تو کیا سب پہ ظاہر ہو چکا دردِ فراق
لاکھ کوشش بھی کریں ہوگا کسی صورت نہ کم

گو کہ میرے حق میں بہتر ہے نصیحت آپ کی
پھر بھی ہوگی رائیگاں یہ جانتا ہوں ایکدم

لاکھ سمجھایا ضعیفی نے مگر مانا نہ دل
یہ ضعیفی صلب کرلیتی ہے انساں کی فہم

نفس امارہ نے مجھ کو کر لیا اپنا اسیر
تھی نصیحت نفسِ لوامہ کی بیحد محترم

اپنے اس مہماں سے کر پایا نہ میں اچھا سلوک
اور آپہونچی ضعیفی سر پہ میرے ایک دم

کاش اس مہمان کی میں اہمیت کو جانتا
تو چھپا لیتا سفیدی بال کی مثل کتم

کون ہے جو نفسِ خود سر کو مرے کرلے اسیر
روکتے ہیں جس طرح بگڑے ہوئے ابلق کو ہم

جان لو جوع البقر کا دائمی ہے یہ مریض
نفس امّارہ کا پُر ہوتا نہیں ہرگز شکم

نفس کو بس یوں سمجھئے جیسے طفل شیر خوار
دونوں پستانوں کو ماں کے ہاتھ میں رکھے بہم

خواہشاتِ نفس کا تو متبع ہرگز نہ ہو
جب تلک فضل خدا سے ختم ہو یا پھر ہو کم

ہو اگر حسنِ عمل ہرگز اسے شہرت نہ دے
نیک بن راہِ ہوس سے تو بچا اپنے قدم

جو مرغّن کھا رہا ہے جان اسے سامان موت
اور یقیں تو کرلے ناداں اس میں پوشیدہ ہے سم

مکر سے خالی نہیں ہیں حالتیں دونوں سمجھ
خوف کر سیری سے وحشت کھا بھرا ہو گر شکم

تیری جن آنکھوں کو یاری ہے گنہ سے پاک کر
اور پشیمانی کے آنسو سے تو کر دامن کو نم

نفسِ شیطاں سے تعلق توڑ لے مت کان دھر
ان کی میٹھی میٹھی باتوں پر تجھے تیری قسم

ان کی باتوں پر نہ جا تو مت اطاعت کر قبول
اپنا قضیہ خود ہی نپٹا مت بنا ان کو حکم

تُف ہے تُف اس قول پر جس پر عمل ہوتا نہیں
بانجھ سے اولاد کی امید کیوں رکھتے ہیں ہم

بے عمل ہم خود ہیں اور کرتے ہیں تلقینِ عمل
پھر نصیحت کا اثر کیا ہوگا بولیں محترم

زادِ راہِ آخرت کا تھا نہیں کوئی خیال
اس لئے صوم وصلوٰۃ و ذکر سے خالی ہیں ہم

عادتِ بیداریٔ شب ہم نے ڈالی ہی نہیں
ان کی سنّت ترک کی تھے جنکے قدموں پر وَرَم

بھوک اور فاقوں کی ان کے سامنے کیا حیثیت
بوسہ گاہِ سنگ تھا وہ ناز پروردہ شکم

کوہِ زر کی کیا حقیقت ڈگمگا دیوے قدم
دولت کونین جو رکھتے ہوں وہ عالی ھمم

ایسا تقویٰ آپ کا، تقویٰ کو جس پر ناز ہو
ایسی عصمت جسکے آگے سرنگوں کوہِ عصم

جب امام الاولیا ہی دیدے دنیا کو طلاق — پھر امام الانبیا کے سامنے یہ کالعدم
میرے آقا سیدِ کونین شاہ جن و انس — جو شہنشاہ دو عالم رونقِ عرب و عجم
آپ کے امر و نواہی کی نہیں کوئی مثال — صاف گوئی اللہ اللہ لا کہیں یا وہ نعم
ذات ہے وہ ذات جس پر ہے شفاعت کا یقیں — حشر کے دن عاشقوں کو ان کے کیا رنج والم
وہ کبھی نقصان سے دو چار ہو سکتا نہیں — آپ کے ہر حکم پر جس نے کیا ہے سر کو خم
ذات اقدس آپ کی افضل ہوئی بعد خدا — انبیاء کی صف میں اکمل آپ کا علم و کرم
منتظر ہیں آپ کی دعوت کے سارے انبیا — جوش میں آتا ہے کس دن آپ کا بحر کرم
اپنے اپنے مرتبہ پر سب ہی فائز ہو چکے — لفظ میں نقطے ہوں یا اعراب لفظوں میں بہم
صورت و سیرت تھی لاثانی کیا اپنا حبیب — حق تعالیٰ نے انہیں بخشی وہ شانِ محترم
میرا مولا بے مثال و میرا آقا لا جواب — حسن اس کا ہو نہیں سکتا کبھی بھی منقسم
حضرت عیسیٰ کو فرزند خدا ہر گز نہ کہہ — مثل عیسائی نہ کر مدح نبیٔ محترم
حضرت اقدس کو تو مثل خدا ہر گز نہ مان — بعد اس کے مدح میں ان کی جو چاہے کر رقم
کیا معیّن ہو بھلا فضل و کمالِ مصطفیٰ — میں گناؤں کیسے اوصاف شہ خیرالامم
ہوتے ظاہر معجزے گر ان کی عظمت کے طفیل — طاقت گویائی پاتے استخواں ہائے رمم
عقل عاجز جس سے ہو اس امتحاں سے رکھنا دور — جو جھتے شک اور گماں سے یہ تو ہے اُن کا کرم
سرِّ باطن کی حقیقت کو کروں گر آشکار — فہم سے ہو جائے بالاتر کروں جو کچھ رقم
دور سے چھوٹا نظر آتا ہے سورج کیوں کہوں — تم سے ٹھنڈک اسکی قربت آنکھیں خیرہ ایک دم
جس کا ہو مداح خالق سمجھے کیا مخلوق اسے — اس پہ طرہ یہ کہ ڈوبے خواب غفلت میں ہیں ہم
ہے تبحُّر علم کا کہتا انہیں خیرالبشر — ان کو حق نے کی عطا ہر ایک پر شانِ اتم
معجزے جملہ رسوالانِ جلیل القدر کو — نور کے صدقے ملے ہیں آپ کا ہے یہ کرم
انبیاء ہیں سب ستارے آفتاب فضل آپ — سینۂ ظلمت ہوا شق برسے انوارِ کرم
نور پاک مصطفیٰ نے کر دیا روشن جہاں — آپ کے تشریف لانے سے ہوئیں زندہ امم
آپ کو بخشا خدائے پاک نے خلق عظیم — حسنِ یوسف مُشتمل ہے خندہ روئی ہے بہم
تازگی کو دیکھ کر غنچہ کرے دامن کو چاک — بدرِ کامل کو شرف بخشے وہ دریائے کرم
کیا جلال و رعب ہے اسکی نہیں کوئی نظیر — جس کے آگے سرنگوں ہو آکے خود فوج و حشم

جیسے موتی ہوں صدف میں یوں جڑے دندان پاک
کیا تبسم ریز ہیں دیکھو تو دہنِ محترم

اس کی قسمت عرش پر ہے جو مشامِ جاں بنائے
بوسہ کو مل جائے خاکِ تربتِ شاہِ امم

جیسا ہونا چاہئے ویسا بنایا آپ کو
ابتدا بھی پاک ان کی اور اطہر مختتم

اہلِ فارس کو ہوئی جب اطلاع مولود کی
چھا گئی ہر سمت دہشت بڑھ گیا رنج و الم

قصرِ کسریٰ دیکھتے ہی پارہ پارہ ہو گیا
منتشر ہوتے گئے کسریٰ کے ساتھی دمبدم

آتشِ فارس بھی ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی
خشک نہریں ہوگئیں آخر بصد اندوہ و غم

اہل ساوہ پیاس سے کچھ اور ہوتے بدحواس
لوٹتے تھے گھاٹ سے جب اپنے گھر کو پر الم

رنج وغم سے پانی پانی ہوگئی تھی واں کی آگ
اور پانی بن گیا تھا آتشیں از سوز و غم

چیخ اٹھے جنّات بھی ہو اس طرف نوری نگاہ
نورِ حق ظاہر ہو الفاظ و معانی سے بہم

اندھے بہرے دیکھتے اور سنتے آخر کس طرح
روشنی کا خوف بھی اُن کو نہ تھا از رنج و غم

کاہنوں نے ہو کے یکجا دی خبر ہر قوم کو
دین سب باطل ہوئے آثار سارے کالعدم

چرخ نے دیکھا کہ اک اک کر کے تارے گر پڑے
حالت سجدہ میں آئے بتکدوں کے سب صنم

بھاگے شیطاں ایک دم وحیِ خدا کے خوف سے
اک کے پیچھے ایک اپنے سر پہ رکھ رکھ کر قدم

مثلِ فوجِ ابرہا وہ کیوں نہ ہوتے منتشر
سنگریزے ان پہ جب پھینکیں یدِ شاہِ امم

مارمیت کہہ کے پھینکا آپ نے کنکر کو جب
یوں لگا یونس کو اگلے جیسے ماہی کا شکم

آپ کی دعوت پہ کہہ لبیک دوڑے سب شجر
مثلِ انساں اپنے پیروں، گو نہ رکھتے تھے قدم

ان درختوں کے نشانِ سجدہ سارے پیچ وخم
ڈالیوں نے گویا ہاتھوں میں دئے اپنے قلم

ابر کی صورت تنِ اطہر پہ تھے سایہ فگن
تا کہ موسم کی حرارت سے بچائیں وہ بہم

چاند کو ہے خاص نسبت ان کے قلبِ پاک سے
میں اسی باعث مہِ دونیم کی کھاؤں قسم

کور چشموں کو بھلا کیا غار میں آتا نظر
یارِ غار مصطفیٰ تھے اور شہِ عالی ھمم

غار میں تھے جلوہ فرما پیکرِ صدق و صفا
اس میں تو کوئی نہیں کفّار کہتے تھے بہم

اک طرف بیضے کبوتر کے ادھر مکڑی کا جال
پھر بھلا کیسے سمجھتے اس میں ہیں شاہِ امم

جب خدائے پاک نے اپنی حفاظت میں لیا
مادّی طاقت سے مستغنی ہوئے یہ محترم

ظلم جب ڈھایا زمانے نے تو لی ان کی پناہ
ملتفت جب وہ ہوئے تو مٹ گئے سب رنج وغم

دولت دارین فوراً ہوگئی حاصل مجھے
سایہ افگن سر پہ اپنے ہوگئے دستِ کرم

آپ کا ہر خواب سچا اپنا یہ ایمان ہے　جاگتا تھا قلب سوتی آنکھیں تھیں حق کی قسم
ان دنوں معراج پر تھا دینِ محبوب خدا　ان پہ پڑھ لاحول جو سمجھے ہوں خوابِ مختلم
بوسۂ دستِ مبارک سے ہوئی کامل شفا　سر سے اترا بس جنوں جس پر ہوا ان کا کرم
خشک سالی نے کہا میری طرف بھی اک نظر　ہاتھ اٹھے اس طرف برسا ادھر ابر کرم
اس قدر بارش ہوئی کہ ندیاں بہنے لگیں　دریا موجیں مارتا یوں جیسے سیلاب عرم
معجزات سید عالم بیاں کرتے ہیں اب　نصب کر دینا ہے ہم کو آگ کے اوپر علم
موتیوں کے ہار کی مانا کہ قیمت ہے بہت　ہوں جدا گر وہ لڑی سے قدر کیا ہوتی ہے کم
آپ کے مداح کیا لکھ پائیں مدح پاک میں　زخشِ فکر و فہم سے بالا ہیں اخلاق و شیم
ہیں زمانوں سے مبّرہ یہ سناتی ہیں ہمیں　حالِ عقبٰی، ذکر قومِ عاد و حالاتِ ارم
معجزہ قرآن کا ہر معجزے سے ہے بلند　انبیاء کی صف میں جیسے حضرت خیر الامم
کون کر سکتا ہے شک ہاں اسکے استحکام میں　ساری ہی آیات کو تاباں کرے نور حکم
جنگ کی قرآں سے جس نے ڈال دی فوراً سپر　کر دیا منکر نے بھی اپنا سرِ مغرور خم
وہ بلاغت جس نے ہر دعوے کو باطل کر دیا　جیسے ہوں محفوظ غیرت مند کے اہلِ حرم
معنی ہر آیت کے ہیں لاریب موجوں کی طرح　گوہر دریا سے بہتر آپ کا حسنِ اتم
ان عجائب کا جو پوشیدہ ہیں کیسے ہو شمار　گر تلاوت ہو زیادہ شوق پھر بھی ہو نہ کم
آنکھ کو ٹھنڈک ملی تو میں نے قاری سے کہا　تو پکڑ اللہ کی رسی تو پھر ہو معتصم
خوف سے گر آتشِ دوزخ کے اسکو تو پڑھے　شعلۂ نار جہنم سرد ہوگا ایک دم
آیتیں ہیں حوض کوثر کرتی ہیں بالکل سفید　عاصیوں کی صورتوں کو جو کہ ہیں مثلِ حمم
عدل کی راہیں ہیں اور سچائی کے ہیں راستے　پس سفر ان کے قیام انصاف کا ہے کالعدم
حاسدوں کو ہے اگر انکار تو حیراں نہ ہو　یہ تو ہے اس کا تجاہل ورنہ ہے وہ ذی فہم ۲
روشنی سورج کی کیسے دیکھتی آشوب چشم　آب شیریں کا مزہ کیا جب طبعیت ہو سقم ۳
پا پیادہ اور سوار اشترانِ تازہ دم　آپ کے دربار میں آتے ہیں سب اے محتشم
برتر و ذیشان ان کو جانتا ہے معتبر　نعمت عظمٰی یقیناً ہے برائے مغتنم
چودھویں کا چاند جیسے شب میں کرتا ہے سفر　مکّہ سے اقصٰی گئے معراج میں وہ ذی حشم
عبد اور معبود کے مابین کیا تھا فاصلہ　منزل قوسین کو واضح کرے کیسے قلم

مسجد اقصیٰ میں جاکر کی امامت آپ نے
انبیاء تھے مقتدی اور مقتدا یہ محترم

مسجد اقصیٰ کے آگے کا سفر یوں طے ہوا
جس طرح بارات میں نوشاہ جائے باحشم

دوسروں کے واسطے چھوڑا نہیں کوئی مقام
ہر بلند و پست پر مولا کا تھا فیض قدم

بڑھ گئے سب سے مقامات ومدارج میں حضور
جب بلندی پر ہوئے فائز نبیِ محترم

وصل کا مقصد یہی تھا تاکہ ہو راز و نیاز
حق نے ان کی ذات پر فرمائے وہ فضل وکرم

آپ کی عظمت کے آگے ہے نشانِ لاشریک
گویا طے فرمائے سب رتبوں کو غیر از مزدحم

عظمتوں اور رفعتوں پر کردیا فائز انھیں
کیا بتاؤں میں بھلا کیا کیا ہوئے حاصل نعم

اے مسلمانو سنو ہاں مجھ سے اک مژدہ سنو
حق تعالیٰ کی ہے ہم سب پر عطا، فضل وکرم

بھیجا رب نے خود بناکر ان کو جب خیرالرسل
طاعت حق ہم نے کی ہم بن گئے خیرالامم

قلب اعداء تھرتھرائے سن کے بعثت کی خبر
شیر کی آواز سنکر جوں ڈرے غافل غنم

کیا بتاؤں جنگ میں کفار کی حالت کو میں
جسم تھے نیزوں پہ یا کندوں پہ لٹکے تھے لحم

جنگ کی دہشت تھی ایسی اپنے مقتولوں کے جسم
چھوڑ کر بھاگے کہ کھائیں چیل اور کوّے بہم

خوف ودہشت میں گذر جاتی تھیں راتیں بے شمار
کچھ سکوں ملتا تھا اس شب جنکے دن تھے محترم

لشکر محبوب حق مہماں تھا ان کے صحن میں
جسم اعدا کے ہوں حاصل چاہتا تھا کھائیں ہم

تیز رو گھوڑوں پہ ایسے تیرتے تھے کلمہ گو
جس طرح سیلاب میں اٹھتی ہیں موجیں دمبدم

اجر کی امید لیکر دعوت حق کے امیں
کفر کی بنیاد کو نکلے تھے کرنے کالعدم

کاوشوں سے ان کی کامل ہوگیا دین متیں
مل گئے بچھڑے ہوئے کب کے ہوئی غربت بھی کم

جیسے حاصل ہو کسی کو نیک خاوند اور پدر
بیوگی کا اور یتیمی کا مٹے رنج و الم

کوہ کی مانند تھے پوچھو بتائینگے غنم
جس نے بھی دیکھا ہے ان کو شامل جنگ وصدم

پوچھ لو بدر وحنین واحد کی سب سرگذشت
جتنی موتیں بھی ہوئیں ہرگز وبا سے تھیں نہ کم

وہ سپیدی سے تھے کرتے سرخروئی کا حصول
جسم پر تھے زخم کھاتے اور کراتے سر قلم

جسم کو ان کافروں کے ٹکڑے کرنے کے لئے
ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر دم ان کے نیزوں کے قلم

جنگ کے دوران پڑھتے تھے صلوٰۃ خوف کو
تھے صحابہ مثل گل کفار تھے مثل سلم

جب صبا نصرت کی خوشبو لائے تو جانے گا تو
گویا غنچوں کے غلافوں میں تھے وہ عالی ھمم

بیٹھتے گھوڑوں پہ وہ جیسے پہاڑوں پر درخت
رین کی پرواہ تک کرتے نہ تھے وہ ذی فہم ؂

تھے عدو گھبرائے اتنے سختیوں سے جنگ کی
یہ سمجھ سکتے نہ تھے اپنے ہیں یہ یا ہے غنم

جس کو نصرت سید لولاک کی مل جائے تو
شیر بھی سر کو جھکالے سامنے مارے نہ دم

دوست اور ان کا ہو محروم مدد ممکن نہیں
اور ذلیل و خوار ہوگا دشمن شاہ امم

اپنی امت کی حفاظت کا کیا یہ انتظام
شیر نر جنگل میں رکھے اپنے بچوں کو بہم

منکرین دین کو نیچا کیا قرآن نے
وہ دلیلیں دیں کہ سر خود ہوگیا دشمن کا خم

ایسے اُمّی علم کی جولانیاں حیران ہیں
تہ ہو زانوئے تلمذ وہ ادیب ذی حکم

نعت لکھی خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے
ورنہ ساری عمر دنیا کی خوشامد کی نہ کم

سوچتا ہوں دین و دنیا کس طرح رکھوں میں ساتھ
گویا قربانی کا بکرا ہوں میں ازقسم نعم

کس پہ میں کرلوں بھروسہ کس سے رکھوں واسطہ
کچھ نہ حاصل ہو سکا اب تک بجز جرم و ندم

نفس نے سود و زیاں میں فرق سمجھا ہی نہیں
کر لیا دنیا کا سودا کر کے عقبٰی کالعدم

جس نے کردی آخرت دنیا پہ خود اپنی نثار
ہے بہت نقصان دہ اسکے لئے بیع وسلم

ہوں بہت عاصی مگر وعدہ ہے میرا آپ سے
دین کی رسی نہ چھوڑو نگا کبھی شاہ امم

یہ سہارا ہے بہت اے شافع روز جزا
آپ جیسا مل گیا ہے مجھکو مشفق محترم

حشر میں گر آپ کا دامن نہ آیا ہاتھ میں
پھر تو بدبختی سے اپنی اور پھسلیں گے قدم

آپ کی شانِ کرم پر ہی بھروسہ ہے مجھے
آپ کی شفقت سے ہوں محروم کیوں اے محترم

وقف خود کو کر لیا مدح شہ ابرار میں
مل گئے اس کے تصدق وہ مددگارِ نعم

آپ کے جود و سخا سے ہوں گے منگتا فیض یاب
آب رحمت ان پہ بھی برسائیگا ابر کرم

آرزو دولت کی میں رکھتا نہیں مثل زہیر
دولت دنیا کی خاطر جس نے کی مدح جرم

ہاں سوائے آپ کے ہے کون میرا آسرا
آپ کے ہوتے ہوئے مجھ پر پڑیں رنج والم

فرق رتبہ میں نہ آئیگا شفاعت سے مری
آپ کا ہے نام نامی منتقم اور ذی کرم

آپ کے صدقے میں ہے دنیا و عقبٰی کا حصول
اور فیض باطنی سے آپ کے لوح و قلم

جرم ہیں یوں تو بہت اَے نفس مت مایوس ہو
مارتا موجیں نظر آتا ہے وہ بحرِ کرم

میرے رب درخواست کو میری نہ رد فرمایئے
آسرا رحمت کا ہے اس کو نہ کیجئے کالعدم

وہ جہاں میں کیجئے لطف و کرم بندہ نواز
دل سے مٹ جائے ہمارے سوزشِ رنج والم

حکم دیدیں ابرِ رحمت کو کہ برسے ٹوٹ کر
تا ابد ان کے تصدق سب پہ ہو فضل و کرم

آلِ پاک مصطفیٰ پر اور پھر اصحاب پر — تابعین و صاحب تقویٰ پہ ہیں جوذی کرم
اے خدا راضی ہو بوبکر و عمر عثمان سے — اور علی مرتضی آں صاحبِ لطف و کرم
جب تلک بادِ صبا یاں پر رہے مستِ خرام — جب تلک گاتے رہیں یہ سار بانِ پر نغم
صاحب تصنیف اور قاری کی کردے مغفرت — ترجمہ جس نے کیا اس پر بھی ہو لطف و کرم

ترجمہ منظوم جس نے ہے کیا اسے شاہ دیں
ہاں بوصیریؔ کے تصدق اس پہ بھی لطف وکرم
آج کل بیماریٔ دل اس کے پیچھے ہے پڑی
کیجئے اس کی مسیحائی مسیح محترم
اکملؔ عاصی کو بھی اس ترجمہ کا فیض ہو
جس نے شکل نظم دی اردو میں اے شاہ امم

☆

شروعات ترجمہ کی ایک ہفتہ پیشتر ہوئی۔ ۱۹ر ستمبر ۱۹۹۹ء
۱۲ر جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۴ر ستمبر ۱۹۹۹ء
بروز پنجشنبہ بوقت ۹ بج کر ۵۰ منٹ شب پورا ہوا۔

نوٹ :

۱ ضرورت شعری کے تحت مصنف مرحوم نے فہم کو فَہم باندھا ہے۔
۲ ضرورت شعری کی بنا پر
۳ ضرورت شعری کی بنا پر
۴ ضرورت شعری فَہم
۵ کہیں کہیں حضرت مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے اعراب کا استعمال عمداً خلاف لغت کیا ہے۔ ان جگہوں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ دوسری بات ''کیجئے'' ٹائپ کرنا کمپیوٹر کے لیے آسان ہے لیکن ''کی جے'' لکھنا مشکل بلکہ ناممکن اس لیے جہاں کیجئے کے بجائے کی جے کا محل ہے وہاں بھی کمپیوٹر کیجئے ہی لکھتا ہے۔ اس مجبوری کو ملحوظ رکھا جائے۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاؔد فتح پوری (فتح پور، یو پی)

علامہ بوصیری کا مشہور قصیدۂ نعت اور اس میں تلمیحات کا وفور

اصل موضوع پر خامہ فرسائی سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تلمیح کی بابت علمائے فصاحت و بلاغت کی وقیع آرا قلم بند کردی جائیں۔

علامہ سعدالدین تفتازانی، تلمیح کا تعارف کراتے ہوئے اپنی معرکہ آرا تخلیق مختصر المعانی میں یوں رقمطراز ہیں:

تلمیح کا صحیح تلفظ لام کو میم پر مقدم کرتے ہوئے تلمیح بروزن تفعیل ہے۔ لمحہ اس مفہوم میں بولتے ہیں کہ اس نے اس کی طرف دیکھا۔ اکثر اس لفظ کا استعمال اس طور پر کیا جاتا ہے کہ فلاں نے اس بیت میں تلمیح کرتے ہوئے کہا ہے یعنی اس بیت میں فلاں کے قول کی جانب اشارہ ہے۔

علامہ موصوف نے نکاتِ تلمیح سے مزید متعارف کراتے ہوئے کہا ہے کہ تلمیح کی تعریف یہ ہے کہ کلام میں عوام کے مابین کسی قصہ، شعر، مثل یا کتب مستعملہ میں منقول کسی مسئلہ کی طرف ان کے تذکرہ کے بغیر اشارہ کیا جائے۔ تلمیح نثر و نظم دونوں میں ہوتی ہے اور ہر دو اقسام ادب میں مشار الیہ شعر یا قصہ ہو گا یا مثل اس طرح تلمیح کی چھ قسمیں ہوئیں۔ (مختصر المعانی از علامہ سعد الدین الفتازانی، صفحہ: 532)

تلمیح کی علّت غائیہ ایجاز و اختصار ہے۔ اس میں کم سے کم لفظوں کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ مفاہیم و مطالب کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ اس طور پر کلام کو فصیح و بلیغ بنانے میں تلمیحات کا خاصا ہاتھ ہے۔ تلمیح تضیع اوقات سے بچاتی ہے۔ وہ صرف چند لفظوں کے ذریعہ طول وطویل قصہ کے برقی اثرات ذہن میں مرتسم کرنے کی زبردست صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ کلام میں تنوع پیدا کرتی ہے اور قاری و سامع کو یکسانیت کی اکتاہٹ سے بچاتی ہے۔

نعت و تلمیحات میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ قرآن کریم میں نبی مکرم، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ

وسلم کے اوصاف معظّمہ کی تبیین تلمیحات کے ذریعہ بھی کی گئی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نعت میں تلمیحات کا جس قدر اور جس جس طرح استعمال ہوا ہے، اُتنا ادب کی کسی دیگر صنف سخن میں نہیں ہوا۔ نعت میں ہر قسم کی تلمیحات کا ازدحام ہے۔

شیخ الامام ابوعبداللہ شرف الدین محمد ابن سعید ابن حماد ابوصیری نے اپنی مشہور زمن نعت، قصیدۂ بردہ کا سببِ تخلیق یعنی اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ فالج کے موذی مرض میں مبتلا تھے اور ان کا نصف زیریں بدن بیکار ہو گیا تھا اور کوئی دوا کارگر نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے مدح پیغمبر آخرالزماں میں قصیدۂ نعت لکھ کر بارگاہ الوہیت میں شفایابی کی درخواست کا قصد کیا، چنانچہ انہوں نے یہ قصیدۂ نعت نظم کیا اور سو گئے۔ انہیں خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کو سماعت فرما کر اپنے مبارک ومقدس ہاتھوں سے ان کے بدن کو مس فرمایا، جس کے نتیجہ میں وہ اس موذی مرض سے نجات پا کر بالکل چست درست ہو گئے۔ موصوف بوقت صبح اپنے گھر سے نکلے ہی تھے کہ ان کی ملاقات ایک درویش سے ہوئی، جس نے موصوف سے کہا کہ اے سردار! میری یہ خواہش ہے کہ آپ مجھ کو وہ مبارک قصیدہ مرحمت فرما دیں جو آپ نے نبی مکرم کی مدح میں لکھا ہے۔ علامہ بوصیری نے فرمایا کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کئی قصائد لکھے ہیں، آپ ان میں سے کس قصیدہ کو لینا چاہتے ہیں، درویش نے عرض کیا کہ وہ، وہ قصیدہ چاہتے ہیں جس کے مطلع کا پہلا مصرع: "**امن تذکر جیزان بذی سلم**" ہے۔

علامہ بوصیری کو حیرانی ہوئی کیونکہ انہوں نے ہنوز یہ قصیدہ کسی کو نہ سنایا تھا۔ درویش نے عرض کیا کہ بخدا میں نے آپ کو یہ قصیدہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ موصوف نے درویش کو وہ قصیدہ دے دیا۔ اس قصیدہ کی شہرت جب وزیر مملکت بہاء الدین تک پہنچی، تو انہوں نے اس قصیدہ کو کھڑے ہو کر ننگے سر، ننگے پیر سننے کو ضروری قرار دیا۔ وزیر محترم خود اور ان کا خانوادہ دین و دنیا کی بہتری کی خاطر اس قصیدۂ نعت کو تبرکاً سماعت فرماتے تھے۔ اس قصیدہ کی بابت یہ بھی روایت ہے کہ ایک نابینا کی بصارت اس قصیدۂ نعت کو تبرکاً آنکھ میں لگانے سے عود کر آئی تھی۔

اس قصیدہ کو قصیدۂ بردہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ لُغت میں بردہ دھاری دار چادر کو کہا جاتا ہے اور جو چادر ان کو بیدار ہونے پر ملی تھی وہ دھاری دار تھی۔ یہ قصیدہ احزان وغموم سے نجات دلاتا ہے اور قاری وسامع کو راحت مرحمت کرتا ہے یعنی یہ قصیدہ راحت، برأت، برودت و برومندی عطا کرتا ہے۔ اسے قصیدۂ بردہ اس لئے بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں مختلف انوع، عجیب وغریب اور برتر و فائق

مضامین نظم کئے گئے ہیں۔ اس کو قصیدۂ بردہ سے منسوب کئے جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبی مکرم ومعظم نے اس قصیدہ کو سماعت فرما کر اپنی بردۂ مبارک شاعر کے کاندھے پر اس کے خواب کے دوران ڈال دی تھی، جو اسے بیداری میں ملی بھی تھی۔

جہاں تک اس قصیدۂ نعت کے عروضی نظام کا تعلق ہے، اس کی بحر، بحرِ بسیط ہے جس کے ہر مصرع کا وزن مستفعلن، فاعلن، مستفعلن، فاعلن ہے، اس کا رکن چہارم بالالتزام مخبون ہے اور رکن سوم ہر جگہ سالم ہے، بقیہ دونوں مصرعوں اوّل ودوم میں چار صورتیں ہیں۔ ا- یا تو دونوں مخبون ہیں جیسا کہ قصیدہ ہٰذا کے مصرع اوّل "**امن تذکر جیران بذی سلم**" میں۔ ۲- یا دونوں سالم ہیں جیسا کہ "**ام ھبت الریح من تلقاء کاظمة**" میں ہے۔ ۳- یا اوّل مخبون دوم سالم ہے جیسا کہ "**وراودتہ الجبال اشم من ذھب**" میں ہے۔ ۴- یا اوّل سالم اور دوم مخبون ہے مانند "**من نفسہ فاراھا ایما شمم**" میں سبب خفیف کے حرف ساکن کے اسقاط کو جو رکن اوّل میں واقع ہو، خبن کہتے ہیں جو رکن اوّل ودوم میں واقع ہو اور یوں فاعلن کا مخبون فعلن اور مستفعلن کا مخبون متفعلن بروزن مفاعلن ہو جائے گا اور حرف ردی میں اکثر جگہ اشباع ہے اور بعض جگہ نہیں ہے مانند رُمی وظُمی وغیرہ میں اور اشباع کے معنی حرف علت کو دراز کرنا ہے یعنی پیش کو اس قدر کھینچ کر پڑھنا کہ وہ واؤ ہو جائے، اسی طرح زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھنا کہ وہ یا ہو جائے اور زبر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا جائے کہ وہ الف محسوس ہو اور ان نو پیدا حروف کا تقطیع میں شمار ہوتا ہے، مثلاً سلم واضم بصورت اشباع فعلن کے وزن پر محسوب ہوں گے اور اشباع حرف ردی میں ہوتا ہے اور کبھی وسط میں بھی واقع ہوتا ہے۔

بقول ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی:

> اس قصیدہ کو زبردست مقبولیت حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے بقول یہ قصیدہ جس درجہ مقبول ہوا، اس درجہ قصیدہ بانت سُعاد کو بھی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی شرح لکھتا رہتا ہے۔ سیکڑوں (بلا مبالغہ) قصیدے اس زمین پر کہے جا چکے ہیں۔ پچاسوں تضمینیں اور مشطّر، مخمّس، مسدّس، مسبّع اور معشّر کہے گئے۔ (عربی میں نعتیہ کلام، ص:۱۴۱)

ڈاکٹر زکی مبارک نے بعض فرنچ اور جرمن ترجموں کے حوالہ جات بھی اپنی کتاب ''المدائح النبویہ'' میں درج کئے ہیں۔ اردو نعت کے طبقہ اعلیٰ واولیٰ کے محقق وناقد ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنی

معرکہ آرا تخلیق ''اردو میں نعت گوئی'' میں ضمیمہ۳ کے تحت اس قصیدہ، قصیدہ برأت، کی ایک سو چورانوے (۱۹۴) شرحوں کا ذکر کیا ہے۔

یہ قصیدہ مشہور صوفی شاعر ابن الفارض کے قصیدہ الٰہیات کی زمین میں ہے۔ ابن الفارض کا نام ابوحفص عمر بن علی ہے، لیکن وہ علمی دنیا میں ابن الفارض کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ ۵۷۶ھ میں قاہرہ میں ولادت پذیر ہوئے تھے اور ۶۳۲ھ میں فوت ہوگئے۔ ان کا مدفن سفح المقطم ہے۔ (تاریخ الادب العربی از احمد حسن زیّات، ص: ۳۵۰)

مندرجہ ذیل سطور میں قصیدہ مافی البحث میں وقوع پذیر تلمیحات کا ذکر مختصراً کیا جا رہا ہے:

۱۔ شعر نمبر ۲۹۔

وشد من شغب احشاء ہ و طویٰ　　　تحت الحجارة كشحاً مترف الادم

اور میں نے اس ذات اقدس کی سنت پر ظلم کیا جنہوں نے بباعث گرسنگی اپنے شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم و لطیف پہلوئے مبارک کو پتھر کے نیچے لپیٹا تاکہ اس کے ثقل اور سہارے سے یک گونہ تقویت حاصل ہو۔

اس میں در آئی تلمیح سے متعلق واقعہ ملاحظہ ہو:

حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ ہم نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے اپنے شکم کھول کر دکھلائے کہ ہر ایک کے شکم پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھلایا۔ جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ واضح ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا، اضطراری نہ تھا۔

۲۔ شعر نمبر ۳۲۔

وكيف تدعوا الى الدنيا ضرورة من　　　لولاه لم تخرج لادنيا من العدم

اور کیسے بلا سکتی ہے دنیا کی طرف اس شخص مقدس کی ضرورت کہ اگر وہ نہ ہوتے تو خود دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔

اس شعر میں حدیث قدسی **لولاك لما خلقت الافلاك**۔ یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو افلاک نہ ہوتے یعنی دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے، تو ربوبیت کا ظہور نہ ہوتا۔ اسی مضمون کو حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس طرح نظم کیا ہے:

يا صاحب الجمال و يا سيدالبشر　　　من وجهك المنير لقد نورالقمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ　　**بعد از خدا بزرگ توئی قصہٗ مختصر**

اے جمال والے اور انسانوں کے سردار۔ آپ کے روشن چہرے سے چاند نور حاصل کرتا ہے آپ کی کماحقہٗ تعریف کرنا ممکن نہیں۔ آپ خدا کے بعد سب سے افضل ہیں۔

اسی مفہوم کو اسی قصیدے کے شعر نمبر ۵۰ رمیں بایں طور نظم کیا گیا ہے۔

۳۔شعر نمبر ۵۰

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر　　**وانہ خیر خلق اللّٰہ کلھم**

درحقیقت، حقیقت ختم المرسلین کی دریافت ناممکن ہے، خلائق خداوندی کی دریافت کی انتہا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقاتِ خداوندی سے افضل اور بہتر ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی باعثِ ایجادِ خلق ہیں۔(۱)**اوّل ماخلق الله نوری**۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔(۲)اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا **لولاہ ماخلقتك**۔ اگر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش نہ کرنی ہوتی تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔

۴۔شعر نمبر ۶۹

کانھم ھر باابطال ابراھۃ　　**او عسکر بالحصیٰ من راحتیہ رُمی**

گویا وہ شیاطین شعلہ ہائے شہاب سے بھاگتے ہوئے دلیرانِ ابرہہ حبشی ہوں یا وہ لشکر کفار کے مشابہ ہوں، جن پر دونوں مبارک ہتھیلیوں سے سنگریزے پھینکے گئے تھے۔

اس میں دو تلمیحات ہیں۔(۱) قرآن پاک کی آیت کریمہ **الم ترکیف فعل ربك باصحاب الفیل الیٰ آخر**۔(القرآن پاک، پارہ ۳۰، سورہ الم ترکیف)

(۱)ابرہہ اپنے ہاتھی محمود کے ساتھ انہدام کعبہ کے لئے روانہ ہوا۔نفیل بن حبیب خثعمی نے محمود ہاتھی کے کان پکڑ کر کہا کہ محمود تو جلد یمن کو واپس جا، اللہ پاک نے پرندوں کو جھنڈ کی شکل میں بھیجا۔ ہر پرندہ کی چونچ میں ایک سنگریزہ اور ان کے دونوں پنجوں میں ایک ایک سنگریزے بمقدار دانۂ نخود (چنا) یا دانہ مسور تھے۔ یہ دانہ جس کو بھی لگتا تھا، وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔

ابرہہ کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ اس کے تمام اعضاء ایک ایک کر کے گر گئے اور وہ صنعاء بحال تباہ ایسا آیا جیسے بیضہ سے نکلا ہوا چوزہ اور وہ اسی حال میں ہلاک ہو گیا۔

دوسری تلمیح ان معجزوں کی جانب ہے جو جنگ بدر اور جنگ حنین میں ظہور پذیر ہوئے تھے کہ ہر دو جنگوں میں لشکر کفار باجمعیت بسیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا، تو نبی مکرم محمد امی وعربی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے "**شاھت الوجوہ**" فرما کر یکمشت سنگریزے ان کی جانب پھینکے جن کا اثر یہ ہوا کہ یکمشت سنگریزوں نے ہزاروں آنکھوں کو متاثر کیا اور سارا مجمع شکست کھا کر بھاگ گیا۔ خدائے بزرگ و برتر نے نبی مکرم کے اس عمل کو اپنی جانب منسوب کرتے ہوئے فرمایا۔ "**وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ**" بایں طور خالق اکبر نے رمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رمی اللہ'' قرار دیا۔

۵-شعر نمبر ۱۷

جائت لدعوته الاشجار ساجدة　　　تمشی الیہ علیٰ ساق بلا قدم

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درختوں کو بلایا تو وہ اپنی شاخیں جھکائے ہوئے، سجدہ کرنے والے کی طرح حاضر ہوئے کہ وہ اپنے تنوں پر بلا قدم چل رہے تھے۔

اس شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس واقعہ کی جانب تلمیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے ایک میدان میں تھے، جہاں پردے کا کوئی انتظام نہ تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ درختوں کو بلا لائیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان درختوں سے کہا کہ تم کو جناب افضل الخلائق بلا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل میں وہ زمین چیرتے ہوئے خدمت اقدس میں فی الفور حاضر ہوئے اور آپس میں اس طرح مل گئے کہ پردہ کی غرض حاصل ہوگئی۔ (مسلم شریف بحوالہ المشکوٰۃ: ۵۳۳) اور بعد میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنے اپنے مقام پر واپس ہوگئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ میں کئی معجزے شامل ہیں۔ اوّل نباتات کا فہم و ادراک۔ دوم مثل حیوان ان کی رفتار سوم ادائے شہادتِ رسالت۔

۶-شعر نمبر ۷۰

نبذاً بہ بعد تسبیح ببطنھا　　　نبذ المسبح من احتشاء ملتقم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی طرف سنگریزے اس حال میں پھینکے کہ وہ دونوں دستہائے مبارکہ میں سبحانک اللہ کہتے تھے جیسے خداوند کریم نے تسبیح خواں حضرت یونس علیہ السلام کو شکم ماہی میں **لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین** (آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ بے شک میں ظالم تھا) صاحب جلالین نے ظلم کی تعریف بایں طور کی ہے کہ **وضع الشئی فی غیر محلہ ظلم** یعنی کسی شئی کو اس کی جگہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر رکھنا ظلم ہے۔

اس شعر میں حضرت یونس علیہ السلام کی جانب تلمیح ہے کہ اللہ پاک نے شکم ماہی میں حضرت

یونس علیہ السلام کو تسبیح ''**لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين** '' یعنی اے اللہ آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ بے شک میں ظالم ہوں'' کی تلقین کی چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام کو نگل جانے والی مچھلی نے آپ علیہ السلام کو اگل دیا۔شعر

كانما سطرت سطراً لما كتبت فروعها من بديع الخطّ فى اللقم

درختہائے مذکورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر سیدھے اپنی شاخوں سمیت زمین سے ملے ہوئے آ گئے گویا ایک سیدھی سطر اپنی راہ میں لکھتے ہوئے آتے ہیں۔اس طرح شعر نمبر ۲۷ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس واقعہ کی جانب تلمیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے ایک میدان میں تھے اور وہاں پردے کا انتظام نہ تھا،تو درختوں نے پردے کا انتظام کیا۔ پوری تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اُن کو نبوت کی کوئی نشانی دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معجزہ شق القمر دکھلایا کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا، ایک ٹکڑا کوہِ حرا کے اس طرف تھا اور دوسرا دوسری طرف اور بایں طور کوہ حرا چاند کے دونوں ٹکڑوں کے بیچ تھا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی تصدیق قرب و جوار سے آئے ہوئے لوگوں نے بھی کی۔ ہندوستان کے ایک راجہ نے بھی شق القمر کا معجزہ دیکھا تھا۔

۷۔شعر نمبر ۷

ظنوا الحمام و ظنوا العنكبوت علىٰ خير البرية لم تنسج ولم تحم

انہوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات کے گرد نہیں پھرے اور انہوں نے انڈے نہیں دیئے اور مکڑی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جالا نہیں تنا۔

اس میں مکڑی کے جالا نیز کبوتری اور اس کے انڈے کی جانب تلمیح ہے کہ ان دونوں کے وجود سے کفار مکہ نے یہ سمجھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر گئے ہوتے تو مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور کبوتری اس میں انڈے نہ دیتی۔ اللہ کی شان اتنی عظیم ہے کہ اس نے ضعیف ترین مخلوق سے قوی تر کا کام لیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تارِ عنکبوت، جو کمزوری میں ضرب المثل ہے، ایک مستحکم قلعہ بن گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غارِ ثور میں داخل ہونے کے بعد بامر خداوندی ببول کا ایک درخت اُسی وقت جم گیا اور کبوتر کے ایک جوڑے نے آشیانہ بنا کر انڈے دے دیئے اور مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا، کفار مکہ جب وہاں پہنچے تو کیفیتِ حال دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم اس غار میں گئے ہوتے، تو کبوتری کے انڈے ٹوٹ گئے ہوتے اور مکڑی کا جالا خراب ہو گیا ہوتا۔ مشرکین غار کے اتنے نزدیک تھے کہ ان کے قدم غارِ ثور کے اندر آپ کے سروں کے اوپر نظر آتے تھے۔ (بخاری و مسلم بحوالہ المشکوٰۃ، ص ۵۳۰)

۸-شعر نمبر ۸۱

لا تنكر الوحى من رؤياه ان له قلباً اذ نامت العينان لم ينم

اے مخاطب تو وحی کے آنے کا خواب میں انکار مت کر۔ کیونکہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک ایسا ہے کہ جب آپ کی چشم ہائے مبارک خواب میں ہوتی ہیں، تو وہ قلب نہیں سوتا۔

اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کی جانب تلمیح ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں، لیکن میرا قلب بیدار رہتا ہے اسی لئے نوم (نیند) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ناقضِ وضو نہ تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔

۹-شعر نمبر ۸۶

بعارض جاد او خلت البطاح بها سيباً من اليم او سيلاً من العرم

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) دعا سے زمین قحط ناک کا تروتازہ ہو جانا بذریعہ ایک ابر کے تھا جو بکثرت یہاں تک برسا کہ ایسا لگتا تھا کہ دریا ٹوٹ کر آ گیا ہے۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی جانب تلمیح ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ، خادمِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک دن بروز جمعہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ جمعہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شتر ہلاک ہو گئے اور کنبہ بھوکا مرنے لگا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک سے بارش کی دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، جب کہ آسمان میں کوئی پارۂ ابر نہ تھا۔ راوی نے بقسم روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ دفعتاً ابر پہاڑ کی مانند چڑھ آئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی یہاں تک کہ دوسرا جمعہ آ گیا تو اسی اعرابی نے یا کسی دوسرے شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے گھر گر گئے اور اموال ہلاک ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم! بارش تھمنے کی دعا فرمائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہ العالمین اب ہمارے اوپر ابر نہ برسے بلکہ پہاڑوں اور ٹیلوں پر برسے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارکہ یوں تھے۔ "**اللھم حوالینا، لا علینا**" راوی کہتا ہے کہ اسی وقت ابر مدینہ منورہ سے ہٹ گئے اور ہم دھوپ میں چلنے

لگے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس وقت میرے چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ جناب ابو طالب کے اس شعر کی جانب ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتمیٰ عصمة للارامل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک!

۱۰-شعر نمبر ۹۴

ماحوربت قط الا عادمن حرب اعدی الاعادی الیها ملقی السلم

(یہ آیات) کبھی لڑائی میں مقابلہ نہیں کی گئیں،مگر ضرور، یہ امر انجام میں پیش آیا کہ دشمنوں نے اس جنگ میں ان آیات کے روبرو صلح وانقیاد کیا اور اپنے عجز کے قائل ہو گئے۔

اس شعر میں عبداللہ ابن مقنّع کے اس واقعہ کی جانب تلمیح ہے کہ اس نے چند فقرات بطرز آیات لکھے تھے جب اس نے کسی قاری کو یہ پڑھتے سنا کہ "**یاارض ابلعی مائك و یا سماء اقلعی و غیض الماء وقضی الامر**" تو وہ فوراً اپنے معارضہ پر بہت نادم ہوا اور بولا بخدا کوئی شخص فصاحت قرآن کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

۱۱-شعر نمبر ۱۰۶

سریت من جرم لیلا الی حرم کما سری البدر فی داج من الظلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند تاریکی کے پردہ میں بہت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے۔اس شعر میں واقعۂ معراج کی جانب تلمیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ امہانی یا بروایت دیگر حطیم سے بوساطت براق جس کی رفتار کی یہ حالت تھی کہ جہاں تک نگاہِ افضل الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتی تھی،وہاں پر براق کا دوسرا قدم پڑتا تھا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور وہاں اذان و تکبیر کے بعد آپ نے نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدین جملہ انبیاء والرسل تھے۔(بخاری و مسلم بحوالہ المشکوٰۃ ص ۵۲۰ و ۵۲۱)

۱۲-شعر نمبر ۱۰۷

وبت ترقیٰ الی ان نکت منزلة من قاب قوسین لم تدرك و لم ترم

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ ترقی رات گزاری اور یہاں تک ترقی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا مرتبہ کمالِ قربِ الٰہی حاصل ہوا۔جس پر کوئی نہ پہنچ سکا اور نہ کسی نے اس کا قصد کیا۔

اس میں آیت کریمہ "**دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ**" کی جانب تلمیح ہے۔ واضح ہو کہ قرآن پاک کی ان آیات کریمہ میں جو اِسریٰ سے متعلق ہیں، اور جن میں دو کمانوں یا اس سے کم کے فاصلہ کی بات کی گئی ہے۔ واضح ہو کہ یہ فاصلہ ذات باری عز اسمہ اور ذات نبوی علیہ التحیہ و التسلیم کے مابین تھا۔ یہ فاصلہ ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام کے مابین قطعاً نہیں تھا، جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے بتلایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''پھر وہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا، جو بایں وجہ غلط ہے کہ رُسل ملائکہ (جبرئیل، اسرافیل وغیرہ) رُسلِ بشر سے فروتر ہیں اور رسول آخر الزماں تو الہ العالمین کے بعد بزرگ تر ہیں۔

دوسرے: محمد الامی العربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی اتنی اعلیٰ وارفع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: "**من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ**" تیسرے یہ کہ جبرئیل نے غارحرا میں تین بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھینچا تھا تو وہی جبرئیل اتنے ارفع واعلیٰ کیسے ہو سکتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے فاصلہ ایک کمان یا اس سے کچھ کم ہو۔ یہاں پر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جبریل علیہ السلام تو آپ کا ساتھ سدرۃ المنتہیٰ میں چھوڑ چکے تھے اور آپ سے عرض کر چکے تھے:

اگر یک سرِ موئے برتر پرم ‏ ‏ ‏ ‏ فروغ تجلیٰ بسوزد پرم

تو وہی جبریل لامکاں میں داخل ہو کر اس مقام اعلیٰ پر کیسے پہنچ گئے جہاں سے ان کا اور ''بعد از خدا بزرگ توئی'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فاصلہ دو کمان یا اس سے کم کا رہ گیا۔ نعوذ باللہ!

واضح ہو کہ ان آیات کریمہ میں فاوحیٰ کا فاعل اللہ ہے۔

اس سلسلے میں راقم کی سب سے مسکت اور سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ خیر الانبیاء والمرسلین نے خود ہی "**قاب قوسین أو ادنیٰ**" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "**فلما اسریٰ بی الی السماء قربنی ربی حتیٰ کان بینی و بینه فقاب قوسین أو ادنیٰ**" جلالین شریف صفحہ ۴۳۷ حاشیہ نمبر ۱۶) یعنی جب مجھے بوقت شب آسمان لے جایا گیا، تو مجھے میرے رب نے اپنے اتنا قریب کرلیا کہ میرے میرے رب کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم کہ ایسا فاصلہ رہ گیا تھا۔

۱۳۔ شعر نمبر ۱۲۷

وسل حنینا و سل بدراً و سل احداً ‏ ‏ ‏ ‏ فصول حتف لهم ادهی من الوخم

اور کافروں کی موت کی قسموں کے بارے میں جو اُن کے لئے نقصان پہنچانے میں وبا سے بھی زیادہ سخت تھیں، حنین سے پوچھو، بدر اور احد سے پوچھو۔

اس میں واقعات بدر واحد اور حنین کی جانب تلمیح ہے۔

۱۴۔شعر نمبر ۱۵۳

فـان مـن جـودك الـدنيا و ضرتها و مـن عـلـومك عـلـم اللوح والقلم

ترجمہ: بے شک دنیا اور اس کی سوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم اور معلومات میں لوح وقلم کے علم ہیں۔ (لہٰذا مجھ جیسے محتاج کی شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آسان ہے)۔

اس قصیدۂ نعت کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے، جو معترض علیہ ہو یا جو افراط وتفریط کی زد میں ہو۔

۱۵۔علامہ بوصیری نے اس قصیدۂ نعت کے اختتامیہ شعر نمبر ۱۶۰ میں کہا ہے:

مـا رنّحت عذباتِ البانِ ريح صبا واطرب العيس حادى العيس بالنغم

شاعر موصوف نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب اور تابعین پر رحمت دائمہ کے دعا کرتے ہوئے اپنے بزرگوں اور اپنے پر ابر ہائے رحمت کے برسنے کی دعا مانگ رہا ہے کہ وہ اس وقت تک برستے رہیں، جب تک کہ بان کی شاخوں کو بادِ شرقی ہلاتی رہے اور جب تک کہ حدی خواں شتران مفید مائل بہ سرحی کو اپنے مضمون کے ذریعہ خوش کریں یعنی سدا ابر ہائے رحمت برستے رہیں اس طرح یہ قصیدۂ نعت، قصائد نعت کے مابین اپنے رنگ میں لاثانی ہے۔

اس قصیدۂ بردہ منامیہ کا نام "**الـكـواكب الدريه فى مدح خيرالبريه**" ہے۔اس قصیدۂ نعت میں ایک سو بیاسی اشعار ہیں۔لیکن راقم کے پاس اس قصیدہ کا جو نسخہ ہے، اس میں ایک سو ساٹھ اشعار ہیں۔ اس نسخہ کے مرتب مولانا ذوالفقار علی صاحب ہیں۔راقم کے پاس اس کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے، جس میں اشعار کی تعداد ایک سو باسٹھ ہے۔اس نسخہ میں موضوعات کے اعتبار سے اشعار کی تعداد حسب ذیل ہے:

(۱۲) اشعار مطلع سے متعلق، (۱۶) اشعار ذکر نفس میں، (۳۰) اشعار مدحِ خاتم النّبیین میں، (۱۹) اشعار آپ کی ولادت مبارکہ کے بارے میں، (۱۰) اشعار دعا کی برکت کے بارے میں، (۱۷) اشعار مدحِ قرآن کے بارے میں، (۲۲) اشعار ذکرِ جہاد میں، (۱۳) اشعار ذکر معراج کے بارے میں، (۱۴) اشعار استغفار کے بارے میں اور (۹) اشعار مناجات میں۔اشعار کی مجموعی تعداد ۱۶۲۔

☆☆☆

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی (علی گڑھ)

’’قصیدۂ بُردۂ منامیہ-معنویت واہمیت‘‘

’’اردو نعتیہ کلام میں اس کے مفاہیم کی بازگشت‘‘

اسلامی ادب عالیہ خصوصاً نعتیہ کلام میں ’’دو قصائد بردہ‘‘ اپنی غایت شہرت ومقبولیت کی بنا پر محتاج تعارف نہیں ہیں۔ایک قصیدہ کو آپ نے حیات ظاہری میں بنفس نفیس سماعت فرمایا اور دوسرے کو تقریباً چھ سو سال بعد ایک غیر عرب عاشق صادق سے بحالت خواب (قصیدہ گو کی حالت خواب میں) ملاحظہ فرمایا اور دونوں سے آپ کو ایسی مسرت وخوشنودی حاصل ہوئی کہ دونوں شاعروں کو نہ صرف اکرام و انعام سے نوازا گیا بلکہ اپنی ردائے مبارک عطا فرمائی۔اوّل الذکر کو عفو ودرگزر کے ساتھ ردائے مبارک اور دوسرے کو جان لیوا بیماری اور غم وآلام سے نجات کے ساتھ ردائے مبارک عطا ہوئی۔

پہلا قصیدہ جو عربی ادب میں ’’بانت سعادُ‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔دربار رسالت کے مشہور شاعر حضرت کعب بن زہیر کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔کعب بن زہیر نے حالت کفر میں ایسی بُری اور دل خراش ہجو لکھی تھی کہ اس کی پاداش میں واجب القتل قرار پائے تھے لیکن جب آپ اپنے بھائی کی ترغیب پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو قصیدۂ بانت سعاد کا تحفہ وعطیہ لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ جسے آپ نے نہ صرف پوری توجہ وانہماک سے سماعت فرمایا بلکہ صلے میں عفو تقصیر کے ساتھ بردۂ یمانی سے بھی مشرف فرمایا۔بردۂ یمانی یمن کی بنی ہوئی بیش قیمت دھاری دار چادر کو کہتے تھے جو اس دور میں قیمتی اور بہترین عطیہ سمجھی جاتی تھی۔یہ ردائے مبارک ایک عرصہ تک ان کے خاندان میں بطور تبرک اور نایاب شے کی حیثیت سے رہی، یہاں تک کہ اپنے دور میں امیر معاویہ نے اسے ایک گرانقدر معاوضہ ادا کر کے حاصل کرلیا۔اموی خلافت کے دور میں یہ ردائے مبارک نئے خلیفہ کی تاجپوشی یا پہلی بیعت کے وقت تبرکاً ان کے کندھوں پر رکھی جاتی تھی۔

مذکورہ قصیدہ عربی کے شعری ادب میں آج بھی شاہ کار اور خاصہ کی چیز سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا 'قصیدۂ بردہ' مصر کے مشہور عالم، محدث، خطاط، فقیہ اور سلسلہ شاذلیہ کے صاحب نسبت و اجازت بزرگ محمد ابوعبداللہ سعید بن حماد المعروف بہ امام شرف الدین بوصیری کے عشق رسول اور آپ کے دافع بلاء و شافع ابتلاء سمجھنے کے نتیجے میں وجود میں آیا۔

علامہ بوصیری نہ عربی النسل تھے نہ مصر کے قبطی بلکہ افریقہ کی ایک مشہور بہادر و جنگجو قوم۔ بَربَر کے فرد تھے۔ بربر قبائل کو حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں بڑی مشکل سے زیر اور دائرۂ اسلام میں داخل کیا گیا تھا۔ان کا خاندان مصر میں آباد ہو گیا تھا۔اس کے ایک علاقے بوصیر میں سکونت کی وجہ سے وہ بوصیری مشہور ہوئے۔ یکم شوال 608ھ۔6 مارچ 1212ء کو ان کی ولادت ہوئی تھی۔ حفظ قرآن اور دیگر اسلامی علوم وفنون میں انہوں نے اوائل عمر میں ہی امتیاز حاصل کر لیا تھا۔مشہور شاذلی بزرگ ابوالعباس مرسی (متوفی 686ھ) کے دست اقدس پر آپ شاذلی سلسلے میں داخل ہوئے اور طریقت و تصوف کے مراحل طے کئے۔فقہی امور میں آپ امام شافعی کے پیرو تھے۔

علامہ بوصیری درس وتدریس سے وابستہ ہوئے۔امراء و حکام سے بھی تعلق رہا اور ان کے لئے قصیدے بھی لکھے۔نثر و نظم دونوں میں ہی آپ نے اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔قصیدۂ بردہ کے علاوہ بھی آپ کے متعدد قصائد ہیں،نعتیہ کلام ہے جسے ''دیوان بوصیری'' میں دیکھا جا سکتا ہے۔اس دیوان کے ترجمے انگریزی اور جرمن زبانوں میں بھی ہوئے۔694ھ میں علم وعمل اور معارف وحقائق کی یہ عظیم شخصیت اپنے خالق سے واصل ہوگئی لیکن آٹھ صدیوں کے طویل عرصہ کی گردش ماہ وسال نے بھی اس عظیم شخصیت کے نام وکام تو کیا مرقد کو بھی گرد آلود نہیں کیا۔ان کا مزار مبارک مصر کے مشہور شہر اسکندریہ میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔ان کے عقیدت مند وہاں حاضری دیتے اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔صدیوں پر محیط ان کی شہرت ومقبولیت ان کے مقبول بارگاہ رسول انام (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کا بین ثبوت ہے اور جو اس بارگاہ عالیہ میں مقبول ہے،اس کے بارگاہ الٰہی (جل وعلیٰ) میں مقبول ومحبوب ہونے میں کیا کوئی شک کر سکتا ہے؟

علامہ بوصیری کا دور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کا دور تھا۔سلطان موصوف سے قبل بھی مصر وشام کیا پورے عالم اسلام کے حالات ابتر اور طوائف الملو کی کا شکار تھے لیکن سلطان موصوف کے ناخن تدبیر اور شمشیر بے نیام نے نہ صرف مصر وشام میں مستحکم حکومت قائم کی بلکہ صلیبوں کے ظلم وستم اور تاخت وتاراج کا خاتمہ کر کے نوّے سال کے بعد قبلہ اوّل کو بازیاب کر کے عالم اسلام کی پیشانی پر لگے اس بدنما داغ کو مٹا دیا جس نے عالم اسلام کی حساس ہستیوں کو مضطرب و بے چین کر رکھا تھا۔

بدقسمتی سے سلطان کے بعد پھر وہی حالات عود کر آئے اور یہی دور علامہ بوصیری کا دور حیات تھا۔ ہر حساس شخص خصوصاً شاعر و ادیب اپنے دور کے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور اس کا اظہار اس کے کلام میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہو جاتا ہے۔ علامہ بوصیری اس سے مستثنیٰ کیسے ہو سکتے تھے؟ ان کے کلام میں بھی جگہ جگہ اس کا اظہار ہوا ہے۔ صرف ایک مطلع پیش خدمت ہے:

نقدت طوائف المستخر مینا فلم ارفیھم حُرّاً امینا

مفہوم (امراء و حکام اور سرکاری درباری لوگوں کو میں نے جانچا پرکھا تو مجھے ان میں کوئی شریف اور امین نظر نہ آیا۔)

صرف اس ایک شعر سے ہی اس دور کے اجتماعی (سیاسی، معاشرتی و معاشی) حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ پورا قصیدہ اپنے دور پر ایک بھرپور طنز اور آئینہ دکھانے والا ہے۔ حالات عصر کا بہترین عکاس ہے۔

یوں تو علامہ بوصیری کے اور بھی نعتیہ قصائد و نعتیہ کلام ہے لیکن اس قصیدہ کو انہوں نے ای خاص جوش و ولولہ، اخلاص و للّٰہیت اور محبت و عقیدت کے ساتھ بحالت بیماری و مایوسی مسیح کونین، شفائے دارین، دافع رنج و بلاء کے حضور برائے استمداد بطور استغاثہ پیش کیا ہے۔ اسی حسن نیت کی بدولت یہ نہ صرف مقبول بارگاہ ہوا بلکہ مقبول انام بھی ہوا۔ تقریباً آٹھ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی اس کی تر و تازگی، نکہت بیّن ثبوت ہے۔ یہ مقالہ بھی صاحب قصیدہ کے لئے ایک ادنیٰ سا خراج عقیدت ہے۔ ہر دور کے جید علماء و ادباء اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہے ہیں۔ ان کی گرانقدر آراء کے مقابلے میں اس معمولی مقالے کی وہی حیثیت ہے جو ایک نوخیز طالب علم کے ٹوٹے پھوٹے جملوں کی ہو سکتی ہے یا خریداران یوسف میں اس ضعیفہ کی ہو سکتی ہے جو اپنے مال و دولت کی نہیں، اپنے جذبہ کی بدولت خریداران یوسف میں شمار کی گئی۔

یہ استغاثہ قصیدہ کی شکل میں بحضور سرور کائنات، فخر موجودات، شفیع المذنّبین، انیس الغریبین، افضل الرسل، خیر البشر محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنے کے لئے منظوم کیا گیا تھا۔ انہوں نے اس کا نام "الکواکب الدریة فی مدح خیرالبریه" تجویز کیا تھا لیکن اسے ''قصیدۂ بردہ'' کے عوامی نام سے شہرت عام و بقائے دوام حاصل ہوئی۔ کچھ اہل علم نے حضرت کعب بن زہیر کے قصیدۂ بردہ اور آپ کے قصیدۂ بردہ میں امتیاز قائم کرنے کے لئے آپ کے قصیدہ کو ''قصیدۂ بردہ منامیہ'' کہا ہے کیونکہ حضرت کعب کا قصیدہ آفتاب عالمتاب کی روشنی میں، دن کے اجالے میں اور

صد ہا سامعین کی موجودگی میں پیش کیا گیا تھا اور صلے میں عفو تقصیر کے پروانے کے ساتھ حقیقت میں 'بردۂ یمانی' لایا تھا جب کہ علامہ بوصیری کا قصیدہ شب ماہتاب میں، عالم خواب میں چند مخصوص اہل نظر کی موجودگی میں پیش کیا گیا تھا۔ خواب میں ہی مسرت وشادمانی کے ماحول میں دست شفاء کا لمس محسوس ہوااور بردۂ یمانی زیب بدن کی گئی۔ صبح کو ہی اہل نظر نے محسوس کرلیا کہ آپ کو کیسا گرانقدر عطیہ حاصل ہوا ہے۔ پہلے دن سے اسے شہرت ومقبولیت کے بال جبرئیل حاصل ہوگئے۔ اس کی نقلیں حاصل کی جانے لگیں۔ مجالس میلاد اور ذکر وفکر کی محفلوں میں والہانہ عشق ومحبت کے ساتھ اسے پڑھا اور سنا جانے لگا۔ مصر اور بعض دیگر عرب علاقوں میں یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اس کے بعض اشعار زبان زد خاص و عام ہوگئے ہیں اور جوش محبت سے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے اشعار کو بطور وظیفہ پڑھا جانے لگا۔ بعض اشعار کو بعض مخصوص مقاصد کے لئے بہت مجرب پایا گیا۔ حل المشکلات، حصول حاجات کے ساتھ بیماریوں میں اسے ''داروئے شفا'' سمجھا گیا۔ اس کی طباعت واشاعت نے اپنا ایک ریکارڈ بنایا۔ صرف عربی میں اس کی بیس سے زیادہ شرحیں لکھی گئیں۔ فارسی، اردو، ترکی میں اس کے متعدد تراجم وتفاسیر پائی جاتی ہیں۔ اس کے تتبع میں اور اسی انداز میں بہت سے قصیدے لکھے گئے۔ ''مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔ یہ مقبولیت ومرجیت تو خداداد ہے یہ کسبی نہیں وہبی ہوتی ہے حالانکہ علمی وفنی اعتبار سے اس سے بہتر فن پارے موجود ہوسکتے ہیں مگر وہ دوچار بار چھپنے پڑھے جانے اور داد پانے تک محدود رہے اور آج کرم خوردہ کتابوں کی زینت ہیں۔

دراصل جو اخلاص ومحبت، والہانہ انداز اور استغاثہ پیش کرکے دست گیری کا جو یقین وطمانیت بوصیری کے یہاں تھی وہ بہت کمیاب ہوتی ہے اور یہی وجہ تھی کہ جو شہرت ومقبولیت بوصیری اور ان کے قصیدے کے حصے میں آئی، دوسرا کوئی فن پارہ اس کا ہمسر تو کیا ہوتا، اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔

علماء ومشائخ اور صوفیاء کرام نے اسے ہر دور میں حرز جان بنایا۔ عشاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بارہا پڑھا، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی انداز میں بھی۔ اس کے لئے محافل اور مجالس منعقد کی جاتی تھیں جہاں لوگ جوق در جوق آتے اور ذوق وشوق کے ساتھ اس کی سماعت کرتے اور اس روحانی غذا سے روح کو لذت وتوانائی سے ہمکنار کرکے رخصت ہوتے تھے۔

موجودہ دور میں ہم اہلسنّت کے نقطۂ نظر سے اس کی اہمیت وافادیت اور معنویت دوچند ہے۔ اس قصیدے میں آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتناع النظیر، توسل، شفاعت، علم غیب، حاضر و ناظر ہونے، دافع بلاء، قاسم نعماء، تصرفات واختیارات وغیرہ عقائد کا جابجا اظہار واثبات ہوا ہے جب

کہ آج ''توحید خالص'' کے نام نہاد علم برداران کی نفی ہی نہیں کرتے بلکہ انہیں کفر وشرک قرار دیتے ہیں بلکہ عوام کو یہ باور کرانے میں کوشاں رہتے ہیں کہ یہ سب عقائد رضا خانیوں اور بریلویوں کی ایجاد ہیں، قرآن واحادیث میں ان کا ذکر نہیں۔

اس قصیدے کے اشعار کے ذریعہ یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ یہ عقائد نو ایجاد نہیں بلکہ تقریباً آٹھ سو سال قبل بھی عوام کیا خواص وعلماء بھی رائج تھے۔ان کی بنیاد واساس قرآن واحادیث میں موجود ہیں۔

اب کچھ گفتگو قصیدے کے تعلق سے، امام بوصیری نے نعتیہ قصیدے کی ابتدا قدیم عربی قصائد کے روایتی انداز سے کی ہے۔قصیدے کے چار عناصر یا حصے ہوتے تھے، پہلے کو تشبیب یا نسیب کہتے تھے اس میں ابتدائی وتمہیدی گفتگو ہوتی تھی۔اس میں شاعر کسی اصلی یا خیالی محبوب کے حسن وجمال، خط وخال، چشم وابرو، لب ورخسار اور گیسو وکاکل کا تذکرہ لذت آمیز انداز میں کرتا تھا خود بھی ملذذ ہوتا تھا اور سامعین کی ضیافت طبع کا سامان فراہم کرتا تھا۔قصائد کا یہ حصہ اپنی لذت وشیرینی کی وجہ سے وسیع تر ہوتا گیا۔فارسی اور اردو میں اس حصہ کو الگ کر کے غزل کے نام سے ایک نئی صنف سخن ایجاد ہوئی جن میں ان موضوعات کی بہتات ہوتی گئی۔

امام بوصیری نے جس بارگاہ عالی میں پیش کرنے کے لئے یہ قصیدہ منظوم کیا تھا۔اس کی عظمت وجلال اور نزاکت مقام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان موضوعات سے پرہیز کیا ہے اور اپنی تشبیب میں ذوسلم، کاظمہ اور اضم کے تذکرہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔مدینہ منورہ کے مضافات کی یہ وادیاں مہجور عشاق کے پسندیدہ مقامات سمجھے جاتے تھے۔انہوں نے تشبیب کو مختصر رکھا ہے اور صرف بارہ اشعار میں ختم کر دیا ہے۔تشبیب کے بعد دوسرا مرحلہ گریز کا ہوتا تھا جس میں شاعر تشبیب کے موضوعات سے بچتے ہوئے اپنے اصل مقصد مدح کی طرف بڑھتا تھا۔امام موصوف نے گریز کے سولہ اشعار کہے ہیں، جن میں نفس اور اس کی ہلاکت خیزیوں، گمراہیوں، بے اعتدالیوں اور بے راہ روی کا ذکر ہے اور ان کا علاج واحتیاطی تدابیر بتائی ہیں۔

گریز کے بعد شاعر اپنے اصل مقصد مدح پر آتا ہے۔قصیدہ مذکور میں شعر 29 سے شعر 155 تک مدح ہے، جن میں ولادت طیبہ سے متعلق واقعات، آپ کی خصوصیات اوّلیات، سیرت وصورت کی سبھی خوبیوں پر خوبصورت ودلآویز اشعار کہے گئے ہیں۔آخری چند شعروں میں شاعر ممدوح کے حق میں دعا کرتا ہے اور اپنے لئے صلے کی امید ظاہر کرتا ہے۔اس حصے کو خاتمہ کہا جاتا ہے اور اسی پر قصیدہ ختم ہوتا ہے۔

یہ قصیدہ مشبب قصیدہ ہے جس میں چاروں اجزاء واضح طور پر پائے جاتے ہیں اس کے کل

اشعار کی تعداد امام موصوف نے خود ایک شعر میں 160 بتائی ہے۔

ابیاتها قد أتت ستّین مع مائة　　　فرّج بها کربنا یا واسع الکرم

مستند و معتبر نسخوں میں اشعار کی تعداد 160 ہی بتائی گئی ہے لیکن بعض نسخوں میں چند اور اشعار بھی ملتے ہیں ممکن ہے بعد میں مصنف علام نے ہی ان کا اضافہ کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی اور صاحب کی جدت طبع نے یہ کارنامہ انجام دیا ہو۔ جو بھی ہو، یہ اشعار بھی اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے اس کا تکملہ ہیں۔

اس طویل قصیدے کے وہ چند اشعار پیش خدمت ہیں جن کے معانی و مفہوم کو اردو کے معتبر نعت نگاروں نے بھی ادا کیا ہے:

و کیف تدعوا الی الدنیا ضرورة من　　　لولاه لم تخرخ الدنیا من العدم

(شعر:337)

اگر وہ نہ ہوتے تو یہ دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔ جن کی وجہ سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے وہ انہیں اپنا طالب کیا بنا سکے گی؟ وہ تو اس حقیر دنیا اور اس کے لوازمات کو پرکاہ سے بھی زیادہ اہمیت نہیں دیتے، کیونکہ اس کی چند روزہ زندگی اور اس کے عیش و آرام عارضی و فانی ہیں۔ ان کا مطلوب و مقصود تو بس ذات واحد اور آخرت یعنی اس کے بعد کی وہ زندگی ہے جس کے عیش و آرام دوامی ہوں گے۔

یہ صرف محبت و عقیدت پر مبنی خیال نہیں ہے بلکہ اس کے پس پشت حدیث پاک ''لولاک لما خلقت الافلاک'' ہے۔ اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کی تخلیق بھی نہ ہوتی۔ اس مفہوم کو رؤف امروہوی نے کئی اشعار میں ادا کیا ہے:

محمد مصطفیٰ کی ذات حق کی وہ عنایت ہے
کہ جو کچھ بھی نظر آتا ہے، سب ان کی بدولت ہے

(کوثر رحمت، ص:106)

نہ کرتا خالق اکبر محمد کو اگر پیدا　　　نہ ہم ہوتے نہ تم ہوتے نہ ہوتے بحر و بر پیدا
انہیں کی ذات اقدس باعث ایجاد عالم ہے　　　انہیں سے شام کی ہستی انہیں سے ہے سحر پیدا

(کوثر رحمت، ص:101)

باعث ارض و سما تم، ابتدا تم انتہا تم　　　ذات حق کا آئینہ ہو، مظہر نور خدا تم

(مدحت کے پھول، ص:47)

تخلیق دوعالم ہے صدقہ مرے آقا کا بس ایک حقیقت ہے افسانے ہزاروں ہیں

(حامد مرزا،مقیم شکا گوامریکہ(مدحت کے پھول،ص:166)

ھو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعته لکل ھول من الاھوال مقتحم

(شعر،ص:36)

(وہی ایسے محبوب ہیں جن کی ''شفاعت وحمایت کا یقین ہر پیش آمدہ مصیبت وآلام اور بلاء و ابتلاء میں کیا جاسکتا ہے۔)

اسی خیال کو مولانا محمد علی جوہؔر نے اس طرح پیش کیا ہے:

اے شافع محشر جو کرے تو نہ شافعت پھر کون وہاں تیرے سوا میرے لئے ہے

حامؔد مرزا اسی یقین کی بدولت یہ التجا کرتے ہیں:

بے حد گنہ گار ہوں، بے حد گنہ گار مجھ پر مرے حضور کرم بے حساب ہو

(وسیلۂ بخشش،ص:77)

ساری مخلوق الٰہی میں اک وہی تو شافع محشر ہے میدان قیامت میں ہر اک ان کا رستہ تکتا ہوگا

(ساجؔد امروہوی۔گہوارۂ بخشش،ص:63)

3-آپ کی صورت وسیرت کی بے انتہا خوبیوں کو امام بوصیری نے درج ذیل اشعار میں ظاہر کیا ہے:

فاق النّبیین فی خلق و فی خُلُق و لم یرانوہ فی علم و لا کرم

(شعر،ص:38)

(آپ حسن صورت وسیرت دونوں میں تمام انبیاء پر فائق و برتر ہیں۔کوئی بھی آپ کے علم و دانش اور جودوکرم میں آپ کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔)

فھو الذی تم معناہ و صورتهٗ ثم اصطفاہ حبیباً بارئ انسم

(شعر-41)

(آپ وہ ہیں کہ جب آپ کی صورت وسیرت کامل واکمل ہوگئی تو اللہ نے آپ کو اپنا حبیب بنالیا)

منزۃً عن شریك فی محاسنه فجوھر الحسن فیه عنیرُ منقسم

(شعر-42)

(آپ اپنی خوبیوں اور کمالات میں یکتا بے مثل و بے نظیر ہی نہیں لاشریک بھی ہیں۔ان میں کوئی آپ کا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا۔)

فان فضل رسول اللہ لیس لہ حدٌّ فیعرب عنہ ناطقٌ بفم

(شعر-45)

(چونکہ آپ کے فضل وکمالات کی کوئی حد وانتہا نہیں ہے اس لئے مخلوق کی زبانیں ان کے بیان اوراظہار سے عاجز ہیں۔ یہ کام تو صرف خالق اکبر کا ہے، وہی ان کی کماحقہٗ ثنا کرسکتا ہے۔)

یہ وہ سدابہار موضوع ہے جس پر فارسی اور اردو میں ایک سے بڑھ کر ایک ہزار ہا اشعار مل جائیں گے۔فارسی میں کسی جامعیت کے ساتھ کہا گیا ہے:

حسن یوسف، دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

☆

مصطفیٰ کی ذات کا واصف خدائے مصطفیٰ کر سکے انسان کیا مدح و ثنائے مصطفیٰ

(میر افق کاظمی)

صفت اس صاحب لولاک کی ممکن نہیں ہم سے
خدا خود مدح خواں ہے جس کی صورت جس کی سیرت کا

(رؤف امروہوی)

ان سا نہ ہوا کوئی ان سا نہ کوئی ہوگا اللہ رے یکتائے محبوب کی یکتائی

(حامد مرزا،مقیم شکاگو،امریکہ)

خلق ہے عظیم ان کا، فیض ہے عمیم ان کا نام ہے کریم ان کا، رحم ان کی عادت ہے

(ساجد امروہوی)

کون گنوائے گا صفات ان کی فہم سے ماوریٰ ہے ذات ان کی

(ساجد امروہوی)

اعیی الوریٰ فھم معناہ فلیس یُریٰ للقرب والبعل فیہ غیر منفحم

(آپ کی حقیقت کے ادراک نے ساری مخلوق کو عاجز کردیا ہے۔ ہم آپ کے متعلق جو کچھ جانتے ہیں وہ بہت سطحی اور ابتدائی نوعیت کا ہے اور مخلوق کی عقل وفہم کے مطابق ہے کیونکہ آپ کی اصلیت وحقیقت کو آپ کے رب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔خود آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔''یاابا بکر! لم یعرفنی حقیقۃً غیر ربی''

(اے ابوبکر! مجھے حقیقتاً میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔)

اس مفہوم کی ادائیگی صدہا اشعار میں ہوئی ہے۔ چند ملاحظہ فرمائیے:

''غالم ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم   کہ آں ذات پاک مرتبہ دان محمد است
(غالبؔ)

بیاں ثنائے محمد ہو کیا ثنا کی طرح   کہ جانتا نہیں کوئی انہیں خدا کی طرح
(میر اقیؔق کاظمی)

میری نہ یہ مجال ہے میرا نہ یہ مقام ہے   نعت حبیب کبریا صرف خدا کا کام ہے
(رؔوف امروہوی)

فہم و ادراک کی انساں کے رسائی معلوم   آج تک کوئی نہ سمجھا جو مقام ان کا ہے
(حامد مرزا، مقیم شکاگو)

یہ تو ہے صرف کار حق ساجدؔ   مدح ہوگی مری زباں سے کہاں
(ساجدؔ امروہوی)

کام بس اللہ کا ہے مدحت ذات رسول   اور کوئی جانتا کب ہے مقامات رسولؐ
(افسرؔ امروہوی)

و کیف یدرک فی الدنیا حقیقة   قوم نیام تسلوا عنه بالحلم
(شعر:50)

(وہ خوابیدہ افراد آپ کی حقیقت کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں جنہوں نے آپ کے متعلق بس ایک تصور، ایک خیال قائم کرلیا ہے اور وہ خیال کیا ہے؟

فمبلغ العلم فیه انه بشر   وانّهٔ خیر خلق الله کلهم

(لوگوں کا آپ کے بارے میں تصور اور عقیدہ بس یہی ہے کہ آپ بشر ہیں اور خلق خدا میں سب سے بہتر ہیں۔)

کچھ لوگوں نے ایک حدود اربعہ قائم کیا ہے جس میں آپ کی ذات وصفات کو محدود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یعنی آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح بشر ہیں، عبدہٗ و رسولہٗ ہیں، خاتم النّبیین ہیں، خیر البشر ہیں، سید البشر ہیں اور زیادہ کہنا چاہیں تو کہئے، بعد از خدا بزرگ تر ہیں۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ بالکل صحیح ہیں، ان کا کوئی انکار نہیں کرتا، نہ ان میں کوئی کمی بیشی چاہتا ہے لیکن مذکورہ بالا حدیث شریف کے مطابق یہ حدود اربعہ ہماری فہم وادراک کے مطابق ہے، حقیقت کے

مطابق نہیں۔حقیقت یہی ہے کہ ہم ان کے درجات وکمالات کا کماحقہٗ ادراک کر ہی نہیں سکتے۔عنداللہ آپ کے درجات کیا ہیں وہ صرف علم الٰہی میں ہیں یا صاحب درجات جانتے ہوں گے۔ بہر حال ہمیں اپنے فہم وادراک کے متعلق درجات کوصدق دل سے ماننا تو چاہئے لیکن بس انہیں پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔باقی کے معاملات علیم وخبیر جل وعلیٰ پر چھوڑ دینے چاہئیں۔

آخر میں ایک اہم سوال ہے اور وہ یہ کہ جب ہم ان کے کمالات وصفات کا کماحقہٗ ادراک نہیں کر سکتے اور ان کے مطابق ان کی مدح وثنا نہیں کر سکتے تو پھر ان کی مدح وثنا کے لئے نعت گوئی اور سیرت وسوانح جیسے مالا یطاق کام میں کیوں اپنا وقت اور توانائی صرف کرتے ہیں اور غالبؔ کی طرح ''ثنائے خواجہ'' کو یزداں کے لئے ہی کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ اس کا جواب امام بوصیری نے اس طرح دیا ہے اور اس کی وجہ بتائی ہے:

خدمتہ بمدیح استقیل بہ　　　فتوب عمر مضیٰ فی الشعر و الخرم
(شعر:141)

ومنذ الزمت افکاری مدائحۃ　　　وجدتۂ لخلاصی خیر ملتزم
(شعر:150)

(اس نعت گوئی کے ذریعہ بحضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم خراج عقیدت پیش کرکے اپنے ان گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جو میں نے اس حیات مستعار میں لغو وفضول کاموں میں پڑ کر کئے ہیں۔دوسرا فائدہ اور حاصل عمر فائدہ یہ حاصل ہوا کہ نعت گوئی کے طفیل میں نے اپنا سب سے بڑا اور قابل اعتماد وکیل وکفیل پالیا ہے۔

تتبع نہیں، توارد کی شکل میں ہمیں اردو میں بھی ایسے بہت سے شعر ملتے ہیں جو نعت گوئی کی اہمیت وافادیت کے مظہر ہیں۔افسرؔ امروہوی کہتے ہیں:

وہ تو یہ ہے حشر میں اک آسرا ہوجائے گا　　　مجھ سے کیا ان کی ثنا کا حق ادا ہوجائے گا؟
دور کر دیتی ہے ساری تیرگی نعت نبی　　　ذہن کی، دل کی، لحد کی روشنی نعت نبی

☆

نوٹ:اس مقالے کی تیاری میں، علامہ نفیس احمد مصباحی کی تصنیف لطیف ''کشف بردہ، جو اردو میں قصیدۂ بردہ شریف کا ترجمہ، تشریح، علمی، فکری، فنی، عروضی اور بلاغی تجزیہ پیش کرتی ہے۔علامہ موصوف کا یہ تجزیہ ان کے اسم گرامی کی مناسبت سے نفیس ہی ہونا چاہئے تھا اور وہ حقیقت میں ایسا ہی

ہے، میرا سب سے بڑا ماخذ ہے۔

عزیز مکرم، مصنف علام نے میرے پہلے سفر مبارکپور کے موقع پر از رہ عنایت 31 دسمبر 2009ء کو اپنے دستخط کے ساتھ یہ گرانقدر تحفہ عطا فرمایا تھا۔ میں موصوف کی عمر و عمل میں خیر و برکت اور فضائل و کمالات میں ترقی درجات کے لئے دعا گو ہوں۔ آمین

☆☆☆

محمد عابد چشتی (پھپھوند شریف، یوپی)

قصیدۂ بردہ کا موضوعاتی مطالعہ اردو نعتیہ شاعری کے تناظر میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اعلان نبوت کے بعد ہی سے باضابطہ نعت نگاری اور نعت گوئی کی روایت سیرت پاک سے جڑی تاریخ کا تابندہ باب بن گئی، جہاں عہد نبوی کی مقدس ہستیوں نے رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت، قلبی ارتباط، فکری تعلق، ایمانی وابستگی اور اپنی عبدی نسبت کے اظہار کے لیے لفظیات کا سہارا لیا، نعتیں لکھیں اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر سنائی بھی، جہاں سے انہیں تائیدِ غیبی اور خوشنودی و رضا کے پروانے تفویض کیے گئے۔ حرم نبوی کی مقدس سر زمین پر نعت کے گل بوٹے کھلائے گئے رفتہ رفتہ جس کی خوشبو زمان و مکان کی حدیں توڑ کر چہار دانگ عالم میں پھیل گئی اور پھر ہر عہد، ہر خطہ اور ہر زبان میں نعت کے وسیلے سے اپنی قلبی واردات، وجدانی کیفیات، پاکیزہ شعور اور محسن انسانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اپنی نسبت والفت کا شعری اظہار کیا جانے لگا اور یوں نعت کا ایک خوبصورت جہان آباد ہو گیا جہاں حسانؔ، زہیرؔ، فرزدقؔ، جامیؔ و سعدیؔ، عرفیؔ و خاقانیؔ، عطارؔ و رومیؔ، اقبالؔ و غالبؔ، مینائی و حفیظؔ، بیدمؔ و رضاؔ سب نے اپنی وارفتگی و اشتیاق، ہجر و فراق، سوز و گداز اور تصور و خیال میں نعت کے مسحور کن پیکر تراش کر نعتیہ شاعری کو عاشقوں کی دھڑکن بنا دیا اور بحیثیت ادب اس کی رفعتوں کو ثریا کی ہم دوشیت عطا کر دی۔

ان سارے اعترافات کے ساتھ یہ بات بھی اپنی جگہ اب ایک مسلمہ حقیقت کی شکل اختیار کر چکی ہے کہ عربی نعتیہ شاعری میں حضرت حسانؔ بن ثابت اور دیگر نعت گو صحابہ کرام کے بعد ساتویں صدی ہجری میں امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کے مبارک قلم کی پاکیزہ روشنائی سے نکلنے والے نعتیہ قصیدے ''قصیدہ بردہ'' کے حصے میں جو نیک نامی، شہرت، دوام، مقبولیت اور سعادت آئی ہے وہ کسی

اور عربی نعت گو شاعر کا مقدر نہ بن سکی۔ مادیت کے اس پریشاں کن اور اضطراب انگیز دور میں جس کا وِرد اور جاذبیت روحانی تسکین کا ذریعہ بنی ہوئی ہے،''قصیدہ بردہ'' کا نام زبان پر آتے ہی عشاق و محبین اور حبیب مکرم کی دہلیز کرم سے ایمان وعقیدت کا رشتہ رکھنے والوں کے ذہن وفکر میں نور ونکہت اور عشق ومستی کے انگنت چراغ جل اٹھتے ہیں جس کی پاکیزہ روشنی میں ان کا پورا وجود نہا اٹھتا ہے اور روح وجد آور نغمگی کا احساس کر کے جھومنے لگتے ہے۔

امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ یوں تو اپنے وقت کے بلند پایہ فقیہ، قدآور محدث اور مایہ ناز متکلم ومناظر تھے مگر قصیدہ بردہ شریف کی تخلیق کے بعد ان کی حیات کے دیگر پہلو اوجھل سے ہو گئے اور عشق رسالت ہی ان کی شناخت کا حوالہ بن گیا۔ قصیدہ بردہ، جس کا پورا نام "**الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریة** " ہے، اپنی سلاست، لطیف تشبیہات، حسین استعارات، فکر افزا تلمیحات، دل آویز کنایات اور دیگر فنی خوبیوں کے اعتبار سے ادب کا شاہکار ہے، محققین ادب نے جس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ سردست قصیدہ بردہ کا موضوعاتی جہت سے مطالعہ اور تجزیہ قارئین کی بارگاہ ادب میں پیش کیا جا رہا ہے۔

نعت کے متعلق یہ بات کہی جاتی ہے اور سچ کہی جاتی ہے کہ نعت اپنے دامن میں موضوعاتی تنوع اور مضامینی وسعت رکھتی ہے جس پر میں اتنا اضافہ اور کرنا چاہتا ہوں کہ نعت کا موضوعاتی تنوع اور وسعت اصل میں عشق و وارفتگی میں انفرادی خصوصیات، عشق کی دریافت او عاشق صادق کی قوت حس پر منحصر ہے، عاشق کی نظر اور فکر دوسروں سے مختلف ہوتی ہے وہ مظاہر قدرت اور زمانے کی تبدیلیوں کو الگ رنگ میں دیکھتا ہے اور اس کی جستجو انہیں تبدیلیوں میں اپنے محبوب کی نسبت تلاش کر کے اسے مدحت کا موضوع اور عنوان بنا دیتی ہے، عشق کی دریافت مسلسل سرگرم عمل رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ نعت کے موضوعاتی کینوس میں جمود کے بجائے تحریک ہے جس میں عہد بہ عہد نئے نئے موضوعات شامل ہوتے رہتے ہیں جسے نعت گو شعراء اپنے فکر وخیال کا محور بنا لیتے ہیں۔ یہ عشق کی دریافت اور جستجو کا فیضان ہی ہے کہ نہ صرف شہر رسول اور معجزات رسول بلکہ''خار مدینہ''،''سگ مدینہ''،''غبار مدینہ''،'' بازار مدینہ''،''صحرائے مدینہ'' جیسے موضوعات بعد کی نعتیہ شاعری میں شامل ہوئے:

مبارک رہے عندلیبو تمھیں گل ہمیں گل سے بہتر ہیں خار مدینہ
خلد کیسا کیا چمن کس کا وطن ہم کو صحرائے مدینہ مل گیا
(حسن رضا بریلوی)

سگ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدمؔ یہ رکھیں میری پہچان مدینے والے
(بیدمؔ وارثی)

رضاؔ کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے
(فاضل بریلوی)

۱۲۶۹ء سے پہلے روضہ انور پر کوئی گنبد نہیں تھا، ۱۲۶۹ء میں پہلا گنبد تعمیر ہوا جس میں ۱۸۱۸ء تک تبدیلیاں اور حالات کے اعتبار سے اصلاحات کا عمل جاری رہا اور ۱۸۱۸ء کے بعد سے اب تک یہ گنبد شریف ہرے رنگ میں عاشقوں کی آنکھوں کا سرمہ بنا ہوا ہے، یہاں کچھ لوگوں کی نگاہیں گنبد کی شرعی حیثیت اور جواز و عدم جواز کے پیچ وخم میں الجھ کر رہ گئیں جب کہ نعت گو عشاق کے ہاتھ تسکین قلب اور اظہار محبت کا نیا موضوع ہاتھ آ گیا اور یوں گنبد خضرا نعت کا محبوب ترین موضوع بن گیا:

دلوں کو رکھتا ہے روشن جمال گنبد خضرا رہے شاداب ہر لمحہ خیال گنبد خضرا
(مشاہد حسین رضوی)

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا کاش گنبد خضرا دیکھنے کو مل جاتا
(اختر رضا بریلوی)

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے
(اطہرؔ ہاپوڑی)

امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ اپنے عہد کی دریافتوں کے اعتبار سے نعت کے جملہ موضوعات کا ہمہ جہتی احاطہ کیے ہوئے ہے جس میں شاعر ممدوح نے حسن و جمال، معجزات و ارہاصات، شجاعت و بہادری، عزم وقوت، شفقت ورحمت، عبادات ومعاملات، اخلاق وسیرت، معراج، وسعت علمی، بلندی مرتبت، فقر وغنا، افضلیت و بے مثلیت، میلاد وہجرت غرض کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک حیات سے وابستہ جملہ پہلوؤں کو نعت کا موضوع بنایا ہے۔قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیدائش اور دنیائے رنگ و بو میں ان کا نورانی ظہور نہ صرف خطہ عرب بلکہ ساری کائنات کے لیے ایک عظیم واقعہ تھا، اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و ولادت اصل میں ایک عظیم انقلاب کی نوید تھی، ایک ایسا ہمہ گیر انقلاب جس نے تاریخ انسانی کو نیا موڑ

دیا، تہذیب وثقافت کی عالم گیر قدروں سے آشنا کیا، انسانیت کو اس کے عروج ومرتبت سے آگہی بخشی، کفر وشرک کی تیرہ شبی میں بھٹکتی روحوں کو توحید و رسالت کی روشنی عطا کی، ہدایت کے راستے جگمگا اٹھے، حجابات اٹھ گئے اور خدائے وحدہ لاشریک کا حقیقی عرفان نصیب ہوا، جس نے ایک پیکر خاکی کو عروج کی قابل رشک منزلوں تک پہنچا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہی سے پوری انسانیت کے لیے سعادتوں کے دروازے کھلے اور خیر وشر کے درمیان امتیاز کا شعور وادراک ملا جسے ہر صاحب ایمان خدا کا سب سے بڑا احسان تصور کرتا ہے، جس کا تذکرہ اس کے ایمان میں تازگی اور دل میں شکر کے جذبات پیدا کرتا ہے، عاشقان در نبوت ہر خطہ میں محفل میلاد کا اہتمام کر کے اپنے آقا کی ولادت اور اس سے وابستہ واقعات کو بہت عقیدت واحترام کے ساتھ سنتے ہیں جس سے ان کی وابستگی میں نکھار اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کا ذکر نثر ونظم دونوں ادب کا محبوب ترین موضوع رہا ہے، خاص طور سے نعتیہ ادب میں ذکر ولادت کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود نعتیہ ادب کی۔ عہد رسالت سے لے کر عصر حاضر تک شاید ہی کوئی ایسا نعت گو شاعر ہو جس نے ذکر ولادت کو نعتیہ اشعار کا موضوع نہ بنایا ہو، عہد رسالت میں شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل اشعار میں میلاد مصطفیٰ کا ذکر پوری وضاحت کے ساتھ ملتا ہے:

واحسن منك لم تریٰ قط عینی　　　و اجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرء من كل عيب　　　كانك قد خلقت كما تشاء

ترجمہ: میری آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور حقیقت یہ ہے کہ کسی عورت نے آپ سے زیادہ خوبصورت جنا ہی نہیں ہے، آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں، گویا کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیے گئے۔

اردو نعتیہ شاعری میں ولادت کے موضوع پر خاص اہتمام دیکھنے کو ملتا ہے، شعراء نے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے جلو میں رونما ہونے والے ان تمام واقعات کا احاطہ کیا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے بڑے انقلاب کی علامت کے طور پر زمین پر مشاہدہ کیے گئے، علامہ حسن رضا بریلوی کے یہ اشعار ملاحظہ کریں:

پر نور ہے زمانہ صبح شب ولادت　　　پردہ اٹھا ہے کس کا صبح شب ولادت
پھولوں سے باغ مہکے شاخوں پہ مرغ چہکے　　　عہد بہار آیا صبح شب ولادت
مکہ میں شام کے گھر روشن ہیں ہر نگہ پر　　　چمکا ہے وہ اجالا صبح شب ولادت

شوکت کا دبدبہ ہے ہیبت کا زلزلہ ہے شق ہے مکان کسریٰ صبح شب ولادت
سوکھا پڑا ہے ساوا دریا ہوا سماوا ہے خشک و تر پہ قبضہ صبح شب ولادت

مندرجہ بالا اشعار کا موضوع میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جس میں ولادت پاک پر خوشی ومسرت کے عقیدمندانہ اظہار کے ساتھ ساتھ ولادت نبوی کے وقت دنیا کے مختلف خطوں میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات مثلاً: ملک شام کے محلات کا نظر آنا، کسریٰ کے محل کے کنگروں کا ٹوٹ کا گر جانا، دریائے ساوہ کا خشک ہوجانا وغیرہ کو نظم میں پروکر میلاد مصطفیٰ کی تاریخی حیثیت کو حسین انداز میں پیش کیا ہے۔

امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نعت کا یہ موضوع اپنی تمام تر تاریخی اور روایتی تفصیلات کے ساتھ جلوہ فگن نظر آتا ہے، قصیدہ بردہ شریف کی چوتھی فصل بیان ولادت پر ہی مشتمل ہے جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ولادت اور اس کے پس منظر میں عظیم حادثات کو تمثیلات واستعارات کے حسین ودل کش طشت میں سجا کر عقیدت کیشوں کی بزم میں پیش کیا گیا ہے، ایک عاشق صادق کی زبانی اپنے آقا کی ولادت کا ذکر جمیل سنیے اور نہاں خانۂ دل میں محبت کے چراغ روشن کیجیے:

ابـان مـولـده عـن طيب عنصره يـا طيـب مبتـدء منـه و مختتم

حضور کی ولادت نے آپ کے خاندانی شرف اور نسبی طہارت کو ظاہر کردیا، اللہ اللہ آپ کی ابتدا وانتہا کی پاکیزگی:

وبات ايوان كسرىٰ و هو منصدع كشمل اصحاب كسرىٰ غير ملتئم

شاہ کسریٰ کا محل اس کے اعوان وانصار کے شیرازہ کی طرح ٹوٹ گیا جسے پھر جوڑا نہ جاسکتا:

والـنـار خامده الانفاس من اسف عليه النهر ساهی العين من سدم

آتش کدے کے شعلے ایوان کسریٰ کے غم میں سرد پڑ گئے اور رنج وندامت کے باعث دریائے فرات اپنا سرچشمہ بھول گیا:

و سـاء ساو ة ان غاضت بحيرتها و رد واردهـا بـالـغيظ حين ظمی

اور اہل ساوہ کو یہ غم پہنچا کہ ان کی جھیل خشک ہوگئی اور اس پر آنے والے پیاسے کو غصہ کے ساتھ واپس ہونا پڑا:

و الـجـن يهتف و الانوار ساطعة الـحـق يـظهر من معنىٰ و من كلم

ولادت کے دن اجنہ آواز دے رہے تھے، انوار چمک رہے تھے اور حق لفظ و معنیٰ سے آشکارا ہو رہا تھا:

من بعد ما اخبر الاقوام کاھنھم　　بان دینھم المعوج لم یقم

اس کے بعد کے ان کے کاہنوں نے انہیں بتادیا تھا کہ ان کا دین ناحق قائم نہیں رہے گا:

و بعد ما عاینوا فی الافق م شھب　　منضۃ وقف ما فی الارض من صنم

اور انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ افق سے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ایسے گرے جیسے کہ زمین کے بت اوندھے ہو کر گرے۔

معجزات:

معجزات جہاں نبی کی نبوت اور خدا کی وحدانیت پر دلیل قوی ہوا کرتے ہیں وہیں وہ صاحب معجزات کی عظمت و رفعت، روحانی قوت، عنداللہ قدر و منزلت اور اس کے مقام و مرتبہ کی بلندی کے بھی عکاس ہوتے ہیں۔ نعت گو شعراء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شرف کے اظہار اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت اور خداداد عظمتوں کو مستحکم کرنے کے لیے معجزات کو کثرت کے ساتھ اپنے شعری مزاج کا حصہ بنایا ہے اور اور دست مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز سے منصۂ شہود میں آنے والے وہ واقعات، عقل انسانی جن کی مادی توضیح سے عاجز و درماندہ نظر آتی ہے، انہیں موتیوں کی طرح نعت کی لڑی میں پرو کر نعتیہ ادب کو مالا مال کر دیا ہے۔ اردو نعتیہ شاعری کی بات کی جائے تو شاید ہی کوئی نعت گو شاعر ایسا ہو جس نے معجزات رسول کو شعری قالب میں ڈھال کر حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں کا اظہار نہ کیا ہو۔ چند اشعار مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:

ماہ شق گشتہ کی صورت دیکھو　　کانپ کر مہر کی کی رجعت دیکھو
مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو　　کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں
اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم　　جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم　　پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

(امام احمد رضا بریلوی)

ان کے پائے ناز، ان کے دست و بازہ معجزہ　　مصطفیٰ کی ذات کا ہر ایک پہلو معجزہ
رخ کریں تبدیل تو قبلہ بدل دیتا ہے رب　　خواہش دل معجزہ او ر رغبت رو معجزہ
تاابد نسلوں میں ہے جس کی مہک جس کی چمک　　وہ پسینہ معجزہ اور اس کی خوشبو معجزہ

میرے آقا کا تبسم، روشنی ہی روشنی ان کے دندان مبارک ،رشک لولو معجزہ
(فریدی)

امام بوصیری علیہ الرحمہ نعت کے موضوعات میں ''معجزہ'' کی اہمیت اوراس کے ذریعہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مافوق الفطرت قوت وعظمت کے اظہار و بیان کو بخوبی جانتے ہیں اور برتتے بھی ہیں، آپ نے کئی معجزات کو اپنے شعریات کا حصہ بنا کر اپنی اسی فکر کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کے ضمن میں تشبیہات کا بھی ایک خوبصورت جہاں آباد نظر آتا ہے جو قاری کے ذہن کو خاص قسم کی کیفیات کا اسیر بنادیتا ہے گوہر آبدار کی طرح چمکتے ان اشعار کو ملاحظہ کریں:

جاء ت لدعوته الاشجار ساجدة تمشی الیہ علیٰ ساق بلا قدم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت بغیر پاؤں کے بھی اپنے تنوں کے بل چلتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے:

مثل الغمامة انیٰ سار سائرة تقیہ حر وطیس للھجیر حمی

جس طرح کہ آپ جہاں تشریف لے جاتے ہیں ابر کا ٹکڑا آپ کے ساتھ چلتا ہےاور دوپہر کی سخت تپش سے آپ کو بچاتا ہے:

کم ابرات وصبا باللمس راحته و اطلقت اربا من ربقة اللمم

نبی رحمت کے دست اعجاز نے کتنے بیماروں کو شفا دے دی اور کتنے ہی دیوانوں کو دیوانگی کی قید سے آزاد کردیا:

و احیت السنة الشہباء دعوته حتیٰ حکت غرة فی الاعصر الدھم

بارہا آپ کی دعا نے قحط رسیدہ سفید سال کو ایسی زندگی بخشی کہ وہ سیاہ ہو جانے والے زمانوں میں پیشانی کے نمایاں نشان کی طرح ہو گیا:

فالصدق فی الغار و الصدیق لم یرما و ھم یقولون ما بالغار من ارم

پیکر صداقت نبی رحمت اور صدیق اکبر دونوں ہی غار میں تھے، جب کہ کفار کہتے رہے کہ غار میں تو کوئی شخص نہیں ہے:

لو ناسبت قدرہ آیاته عظما احیی اسمه حین یدعیٰ دارس الرمم

اگر آپ کے معجزات عظمت میں آپ کی شان کے مطابق ہوتے تو آپ کا نام پاک جوں ہی لیا جاتا بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دیتا۔

اصلاحی صاحب کا نظریہ:

ضمناً ایک بات اور عرض کردوں کہ امام بوصیری علیہ الرحمۃ کے ذریعہ معجزات کو نعت کا موضوع بنانا کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ یہ نعت گوئی کی عام فکر اور روایت کی پیروی ہی ہے جسے امام صاحب نے اپنے قصیدہ میں برتا۔ مگر نعت گوئی کے حوالے سے مخصوص نظریات اور محدود موضوعات کی حمایت کرنے والے پروفیسر ابوسفیان اصلاحی صاحب کا قصیدہ بردہ شریف پر یہ حیرت انگیز ریمارک بھی ملاحظہ کیجیے، لکھتے ہیں:

> ''معجزات پر خاص توجہ دی جس کی وجہ سے آپ کی نعتیہ شاعری متاثر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے کیوں کہ معجزات سے متعلق بہت سی روایات نا قابل اعتبار ہیں، بہت سے معجزات استناد پر نہیں اترے، اردو شاعری میں معجزات کا ذکر نہیں کے برابر ہے۔''

(دبستان نعت ص:۲۷۱)

اصلاحی صاحب نے بیک جنبش قلم جس طرح سے امام بوصیری علیہ الرحمہ پر چوٹ کی ہے اور صرف اپنے مفروضوں اور اوہام کی بنیاد پر ان کی مبارک شاعری کا قد گھٹانے کی کوشش کی وہ نہایت افسوس ناک ہے، ناقدین ادب کو اس پر خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اگر اصلاحی صاحب امام بوصیری کے ذریعہ نظم کردہ معجزات کو اصول و روایت کی کسوٹی پر پرکھتے اور پہلے ثابت کرتے کہ ان میں بعض معجزات من گھڑت اور مبالغہ آرائی کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں تو البتہ ان کی بات کو سنجیدگی سے لیا جا سکتا تھا مگر انہوں نے اصول تحقیق کو بالائے طاق رکھ کر جس طرح کے دعوے کیے ہیں وہ خود ان کے تحقیقی مزاج اور محققانہ شبیہ سے لگا نہیں کھاتا ہے۔

اصلاحی صاحب کا معجزات کے حوالے سے یہ علمی انکشاف بھی حیرت و تعجب کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ پڑھا کہ: ''اردو نعتیہ شاعری میں معجزات کا ذکر نہیں کے برابر ہے'' یہاں ہم اپنی طرف سے کچھ لب کشائی کرنے کی بجائے سید شاکر القادری صاحب کے مضمون کا ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں جنہیں سامنے رکھ کر قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حقائق کہاں تک اصلاحی صاحب کا ساتھ دے سکتے ہیں، لکھتے ہیں:

> ''معجزات نبوی کو ہر زمانے کے نعت گو شعرا نے اپنے اپنے انداز سے پیرائے شعر میں ڈھالا ہے، بعض شعرا نے تو باقاعدہ معجزہ نامہ کے عنوان سے

مختلف معجزوں کو یکجا کیا ایک ایک معجزہ کو علاحدہ علاحدہ منظوم کیا ہے۔اس سلسلہ میں اگر صرف معجزہ معراج النبی کو ہی لیا جائے تو معراج ناموں کی ایک طویل فہرست مرتب کی جاسکتی ہے،غرض اردو نعتیہ سرمایہ میں معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس قدر کثرت سے کیا گیا ہے کہ ''اردو نعت گوئی میں معجزات نبوی''ایک مستقل تحقیقی کام کا موضوع بن سکتا ہے''۔

(نعت کائنات)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج ان نمایاں معجزات سے ہے جس کے ذریعہ آپ کی عالم گیر عظمت ومرتبہ کا اظہار ہوا،حطیم کعبہ سے اس پراسرار سفر کا آغاز ہوا اور پہلا وقوف بیت المقدس میں ہوا جہاں تمام انبیاء ومرسلین صف بستہ آپ کی آمد کے منتظر تھے،یہاں پہنچ کر آپ نے انبیا کی امامت فرمائی اور پھر آسمانوں کی طرف روانہ ہوئے،عرش وسدرۃ المنتہیٰ سے آگے لامکاں کی حدوں میں قدم رنجاں فرمایا جہاں بے حجاب اور ماتھے کی آنکھوں سے اپنے رب کے ازلی اور ابدی جلووں کا دیدار کیا،شرف ہم کلامی ملا ،راز ونیاز کی باتیں ہوئیں اور رب کی طرف سے امت کے لیے نماز کی سوغات لے کر واپس ہوئے۔

''معجزہ معراج'' عربی،فارسی اور اردو شاعری کا یکساں پسندیدہ موضوع رہا ہے جس پر اجمال سے زیادہ تفصیل سے اشعار کہے گئے ہیں جنہیں معراج ناموں کی شکل میں عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔اردو نعتیہ شاعری میں فاضل بریلوی کا تحریر کردہ'' قصیدہ معراجیہ'' حسن بیان،نئے تجربات،فنی اصطلاحات اور نادر تعبیرات کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے جس میں سفر معراج کی منظر کشی اس قدر وسیع فکری تناظر میں کی گئی ہے کہ پڑھنے کے بعد دل ودماغ معطر ہو اٹھتے ہیں:

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں پر رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنیٔ اوّل و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد، قریب آ سرور مجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

علامہ سید کفایت علی کافیؔ مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، جنہیں فاضل بریلوی نے ''شہنشاہ نعت گویاں'' کہہ کر ان کی عظمت کا اعتراف کیا ہے، اردو نعتیہ شاعری کی صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں۔ معراج کے موضوع پر ان کی مختصر نظم بھی کیف وسرور کی عجب لذت سے ہمکنار کرتی ہے:

واہ کیا جلوۂ اعجاز تھا آنا جانا — شب اسرا میں عجب ناز تھا جانا آنا
دیکھ اس جلوۂ رفتار کو حیران تھے ملک — حیرت دیدۂ پرواز تھا جانا آنا
ایسی معراج بھلا کس کو ملی ہے کافیؔ — دل ربایانہ اک انداز تھا آنا جانا

قصیدہ بردہ شریف میں معجزہ معراج کو مستقل موضوع کی حیثیت حاصل ہے جس میں نہ صرف سادگی کے ساتھ واقعات معراج کو بیان کیا گیا ہے بلکہ ان واقعات کے بین السطور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وبلندی پر نتائج بھی اخذ کیے گئے ہیں، جب کہ استعارات کی آمیزش نے مضمون آفرینی کو نقطہ کمال پر پہنچا دیا ہے:

سریت من حرم لیلا الیٰ حرم — کما سریٰ البدر فی داج من الظلم

آپ نے رات کے مختصر سے حصے میں ایک حرم سے دوسرے حرم تک سفر کیا، جیسے کہ چاند تاریک رات میں سفر کرتا ہے:

و بت ترقیٰ الیٰ ان نلت منزلة — من قاب قوسین لم تدرك و لم ترم

آپ بلندیوں کی طرف بڑھتے گئے یہاں تک قاب قوسین کی اس منزل پر پہنچ گئے جہاں نہ کسی کی رسائی ہے اور نہ ہمت:

و قدمتك جميع الانبياء بها — و الرسل تقديم مخدوم علیٰ خدم

شب اسرا تمام انبیا ومرسلین نے آپ کو امام بنایا جیسے خدام اپنے مخدوم کو پیشوا بناتے ہیں:

و انت تخترق السبع الطباق بهم — فی موكب كنت فيه صاحب العلم

آپ پیغمبروں کے پاس سے ہوتے ہوئے ملائکہ کے جلوس میں ساتوں آسمان کا سفر کر رہے تھے جس کے علم بردار آپ ہی تھے:

فحزت کل فخار غیر مشترک　　وجزت کل مقام غیر مزدحم

آپ نے ہر قابل فخر کمال اپنی ذات میں اس طرح سمیٹ لیا کہ اس میں کوئی آپ کا شریک نہیں اور ہر منزل سے بغیر کسی مزاحم کے گذر گئے۔

اخلاق ورحمت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا اخلاقی پہلو اس قدر تابناک اور پر اثر ہے کہ نہ صرف آپ کے عہد میں بلکہ چودہ سو سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے بعد بھی جس کی خوشبو انسانیت کی راہیں مہکا رہی ہے۔ خالق کائنات نے آپ کو جن اخلاقی خوبیوں سے نوازا تھا اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نظر نہیں آتی ہے۔ قرآن کریم میں آپ کے اخلاق کی یوں تعریف کی گئی ہے: " **انک لعلیٰ خلق عظیم** " یعنی اے محبوب! آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔ غریبوں کی امداد، دردمندوں کی چارہ جوئی، پڑوسیوں کی دل بستگی اور دشمنوں کے ساتھ بھی رحمت وشفقت یہ سب اخلاق ہی کے مختلف مناظر ہیں۔ نعتیہ شاعری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے آپ کے اخلاق کریمہ کو شعرا نے خاص طور سے مدحت کا موضوع بنایا ہے اور آپ کے اخلاقانہ زندگی سے جڑے احوال وکوائف کو شاعری کے توسط سے امت مسلمہ کے ذہنوں سے قریب کرنے کے مبارک کوشش کی ہے:

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا　　تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا　　ترے خالق حسن و ادا کی قسم
(فاضل بریلوی)

دشمن جان کو بھی بخش دیا　　دہر نے دیکھی ہے شفقت ان کی
(تابش کمال)

اخلاق نبوی کے شعری اظہار کا یہ انداز بھی دیکھیں:

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی
(ماہرالقادری)

امام بوصیری علیہ الرحمۃ نے سیرت رسول کے اخلاقی پہلوؤں کو بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے اور منفرد انداز میں آپ کے اخلاقی تفوق کا گنگان کیا ہے۔ طاق دل میں محبت کی قندیل روشن کر کے یہ اشعار ملاحظہ کریں:

فاق النّبیین فی خلق و فی خلق   و لم یدانوہ فی علم و لا کرم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخلاق اور صورت دونوں اعتبار سے تمام انبیا پر فائق ہیں اور علم وعطا میں کوئی نبی آپ کے قریب نہ پہنچ سکا:

فما تطاول آمال المدیح الیٰ   ما فیہ من کرم الاخلاق و الشیم

آپ کے بلند اخلاق و عادات تک مدح کی آرزوؤں کی رسائی نہیں:

حاشاہ ان یحرم الراجی مکارمہ   او یرجع الجار منہ غیر محترم

آپ کی شان اس سے بلند ہے کہ آپ بخشش وعطا کی امید رکھنے والے کو محروم فرمادیں اور یہ کہ آپ کی جوار رحمت میں پناہ کا طلبگار بے توقیر واپس ہو:

اکرم بخلق نبی زانہ خلق   بالحسن مشتمل بالبشر متسم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت کیا ہی خوب ہے جس میں آپ کے حسن سیرت نے چار چاند لگا دیے ہیں، آپ حسن کے پیکر اور خندہ روئی سے متصف ہیں۔

توسل واستغاثہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ خدا کی نعمتوں کے لیے وسیلہ ہے، انہیں کے پیزار سے کائنات کی نیرنگیاں ہیں، انہیں کی بارگاہ سے دارین کی سوغات بٹتی ہے اور انہیں کے نام سے ہستی کی نبض چل رہی ہے۔ آسمان کا نیل گوشامیانہ، ستاروں کی انجمن، بہاروں کا بانکپن، پھوٹتے ہوئے آبشار، گنگناتی ہوئی ندیاں، ہواؤں کی نرم خرامی، فضاؤں کا پراسرار سکوت، دھڑکتے ہوئے دل، سانسوں کا تسلسل اور مسکراتی زندگی ان سب کا وجود صاحب لولاک کی عنایتوں کا مرہون منت ہے:

و کیف تدعو الیٰ الدنیا ضرورۃ من   لو لاہ لم تخرج الدنیا من العدم

ضرورت انہیں دنیا کا طالب کیسے بناتی جبکہ اگر وہ نہ ہوتے تو خود دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔

یہی وجہ ہے کہ جب ان کا امتی حوادثات زمانہ سے دوچار ہوتا ہے اور گردش دوراں اسے ناقابل برداشت مصائب کا اسیر بنا دیتی ہے، مایوسیوں کا اندھیرا بڑھنے لگتا ہے اور امیدوں کے چراغ گل ہونے لگتے ہیں تو اس وقت حبیب کبریا کی بارگاہ ہی اس کی آخری امیدگاہ بچتی ہے جہاں وہ بصد نیاز،

ذہن وفکر اور خیالات کو وضو کرا کے سراپا استغاثہ بن جاتا ہے، آنکھوں کی منڈیروں پر احساس ندامت کے موتی چمکتے ہیں اور زبان سراپا ادب اپنے دکھڑے پیش کرتی ہے اور جب استغاثہ وتوسل کے اس عمل کو شاعری کی زبان ملتی ہے تو پھر قلب کی حساسیت نقطۂ کمال کو چھونے لگتی ہے اور دل سے ایک ہوک سے اٹھتی ہے جو سنہری جالیوں تک عاشق کی فریاد کو پہنچا ہی دیتی ہے۔

نعتیہ شاعری میں استغاثہ کی روایت خیر القرون یعنی عہد رسالت ہی سے ملتی ہے جہاں صحابہ کرام حضور کی بارگاہ میں شفاعت وتوسل کے طلبگار نظر آتے ہیں جس کا اظہار جابجا ان کی نعتیہ شاعری میں ملتا ہے اور آج بھی خوش عقیدہ نعت گوئی میں یہ روایت پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی ارتقائی منازل طے کر رہی ہے۔ اردو نعتیہ شاعری میں استغاثہ کی زندہ و جاوید کلام نظم کیے گئے ہیں جنہیں امت مسلمہ کی زبوں حالی، ان پر کی جارہی ستم رانیوں اور غیروں کی طرف سے مسلسل ریشہ دوانیوں سے پیدا ہونے والے حالات کے تناظر میں پڑھا جائے تو دل وفور جذبات سے قابو سے باہر آنے لگتا ہے۔ الطاف حسین حالؔی کے مندرجہ ذیل اشعار استغاثہ کی بہترین مثال ہیں:

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہماری نہیں کوئی ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

لفظ لفظ درد وکرب اور استغاثہ کی زبان بن جائے اس کی نظیر دیکھنا ہو تو یہ اشعار ملاحظہ کریں:

اے آقا اے سب کے آقا ارض وسما ہیں زخمی زخمی ان زخموں پہ مرہم مرہم صلی اللہ علیہ وسلم
(شورشؔ کاشمیری)

ہر گھڑی پیش ہے غم تازہ زندگی کیا ہے غم کا لاوا ہے
اک تری چشم التفات آقا سب کے دکھ درد کا مداوا ہے
(حافظؔ لدھیانوی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات اور شفقتوں کا دائرہ اس جہان رنگ و بو تک محدود نہیں ہے بلکہ حشر کے میدان تک ان کی رحمتوں اور غمگساری کا تسلسل ہے اور اصل میں یہی وہ وقت ہوگا جب پوری امت بیک زبان عرصہ قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے کے لیے اپنے رسول کی بارگاہ میں استغاثہ کرے گی۔ نعتیہ شاعری میں حشر کی انہیں فتنہ سامانیوں کا تصور کر کے شعراء نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ کیا ہے:

لیجو خدا کے واسطے اس دن مری خبر عصیاں کا جب کھلے اخبار یا رسول

(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

وہ سختیاں عذاب کی وہ صورتیں مہیب اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر
مجرم کو بارگاہ عدالت میں لائے ہیں تکتا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر
اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر

(امام احمد رضا بریلوی)

قصیدہ بردہ شریف میں استغاثہ کی یہ روایت تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہے جس میں امام بوصیری علیہ الرحمہ نے جذبات کی فراوانی اور عجز و نیاز کے ملے جلے تاثرات اور قیامت کی ہولناکیوں کو سامنے رکھ کر اپنے رسول کی بارگاہ میں پر درد استغاثہ کیا ہے جس کے بین السطور سے ان کی خوش عقیدگی کا نور بھی صاف چمک رہا ہے:

یا اکرم الخلق مالی من الوذ به سواک عند احلول الحادث العمم

اے ساری مخلوق سے افضل نبی! آپ کے سوا میرا کون ہے کہ چوطرفہ مصیبتوں کے وقت جس کی میں پناہ لوں:

وما سامنی الدهر ضیما و استجرت به الا و نلت جوارا منه لم یضم

جب بھی زمانہ نے مجھ پر ستم ڈھایا اور میں نے ان کی پناہ مانگی تو مجھے ان سے غیر معمولی پناہ حاصل ہوئی:

ولا التمست غنی الداین من یده الا استلمت الندیٰ من خیر مستلم

جب بھی آپ سے دنیا وآخرت کی کوئی بھلائی چاہی ایک بہتر داتا کے ہاتھوں بخشش کی بھیک پائی:

و لن یضیق رسول اللّٰه جاهك بی اذا الکریم تجلیٰ باسم منتقم

یارسول اللہ آپ کی قدر ومنزلت اس دن میرے لیے تنگ نہ ہوگی جب کہ رب کریم صفت منتقم کے ساتھ جلوہ فرما ہوگا:

ان لم یکن فی معادی اٰخذا بیدی فضلا و الا فقل یا زلة القدم

اگر رسول اللہ اپنے فضل وکرم سے آخرت میں میری دست گیری نہ فرمائیں تو مجھے کہنا چاہیے ہائے لغزش قدم۔

افضلیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات ہر جہت سے بے مثال ہے، آپ کے اوصاف و کمالات، معجزات و کرامات، علم وحسن، اخلاق و سیرت، صبر و تواضع، غرضے کہ کسی وصف میں کوئی شریک وسہیم نہیں ہے، آپ کے اصل مقام و مرتبے کا عرفان بشری امکان سے خارج ہے۔ آپ تمام انبیاو مرسلین کے امام و پیشوا ہیں، انبیاو مرسلین کی جماعت آپ ہی کے خوان فضل ورحمت کے خوشہ چیں ہیں، انبیائے کرام کو جو کمالات و مراتب عطا ہوئے وہ سب حضور صاحب لولاک کے طفیل اور ان کی نسبت کی جلوہ گری کا نتیجہ ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی لغزش کی معافی کے لیے رب کی بارگاہ میں حضور پاک ہی کا وسیلہ پیش کرنا پڑا جس پر خطاب الٰہی آیا: ''فقد غفرت لک ولولا محمد ما غفرت و ما خلقت''۔ ہم نے آپ کو بخش دیا اور اگر محمد نہ ہوتے تو تمہیں نہ بخشا بلکہ تمھیں پیدا ہی نہ کرتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی تمام مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں اور آپ کی افضیلت و نبوت، انبیاء و مرسلین کو بھی عام ہے۔ یہ اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے جس میں شک وارتیاب کی ذرہ برابر گنجائش نہیں نکالی جاسکتی ہے۔ نعت گو شعراء نے اس عقیدے کو اپنے اپنے ڈھنگ، فکری وسعت و بساط اور تمثیلات کا سہارا لے کر بہت خوبصورتی کے ساتھ پیرایہ شعر میں ڈھالا ہے:

قبلہ و کعبہ ایمان رسول عربی — دو جہاں آپ پہ قربان رسول عربی
چاند ہو تم تو رسولان سلف تارے ہیں — سب نبی دل ہیں تو تم جان رسول عربی
کوئی بہتر ہے تو بہتر سے بھی بہتر تم ہو — سب سے اعلیٰ ہے تیری شان رسول عربی
(بیدم وارثی)

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ — لولاک والی صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام — ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
تو ہے خورشید رسالت پیارے — چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیا اور ہیں سب مہ پارے — تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں
اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل — حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لیے
(فاضل بریلوی)

ہر اک پیمبر نہاں ہے اس میں — ہجوم پیغمبراں ہے اس میں

وہ جس طرف ہے خدا ادھر ہے مرا پیمبر عظیم تر ہے

(مظفؔر وارثی)

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے آپ کی افضلیت اور تمام انبیا کے کمالات و معجزات اور ان کے مراتب کا منبع و مصدر ہونا جس خوبصورتی سے بیان کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے:

محمد سید الکونین و الثقلین و الفریقین من عرب و من عجم

وہ محمد ہیں جو دنیا و آخرت، جن و انس، عرب و عجم کے سردار ہیں:

فاق النّبیین فی خلق و فی خلق و لم یدانوہ فی علم و لا کرم

آپ سیرت و صورت دونوں میں سارے انبیائے کرام پر فائق ہیں اور وہ علم و عطا میں آپ کے قریب بھی نہیں پہنچے ہیں:

کلھم من رسول اللّٰہ ملتمس غرفا من البحر او رشفا من الدیم

تمام انبیا آپ کے دریائے علم و فضل سے ایک چلو یا آپ کے باران کرم سے ایک گھونٹ پانے والے ہیں:

و کل آی اتی الرسل الکرام بھا فانما اتصلت من نورہ بھم

انبیائے کرام جو معجزات لے کر آئے وہ سب آپ ہی کے نور کا صدقہ ہے:

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا یظھرنا انوارھا للناس فی الظلم

کیوں کہ حضور آفتاب فضل و کمال ہیں اور انبیائے کرام ستارے ہیں جو اسی آفتاب کی روشنی تاریکیوں میں انسانوں کو دکھاتے ہیں۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ کے مندرجہ بالا بصیرت افروز اور عقیدت افزا اشعار کو سامنے رکھ کر جب اردو نعت گو شعراء کے کلام اور اس میں پیش کیے گئے نظریات کی ساخت و ہیئت کا مطالعہ کرتے ہیں تو دونوں میں حد درجہ یکسانیت نظر آتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا اردو نعت گو شعراء نے قصیدہ بردہ کی عربیت کو اردو کا نوری دوشالہ اوڑھا دیا ہو۔

عجز بیانی:

چودہ سو سال کے طویل دورانیہ میں کائنات نعت کے افق پر ایک سے بڑھ کر ایک نعت گو شعراء آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، جنھوں نے اپنے ذہن و فکر کی تمام توانائیوں کو مدحت رسول کے لیے وقف کر دیا اور زندگی کی آخری سانس تک ان کے قلم کی روشنائی نعت کا فیضان بکھیرتی رہی، نعت رسول

کے ہزاروں دیوان معرض وجود میں آئے جس نے ادب برائے زندگی کو اور ایک قدم آگے لے جا کر ادب برائے بندگی کے زمرے میں داخل کر کے اسے تقدس سے ہم آمیز کر دیا۔ مگر جہان عشق کے تمام نعت گو شعراء عشق و جذبات، محبت و وارفتگی اور حسن و کردار کی تمام تر جمالیاتی اور شعری عکس بندیوں کے باوجود رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عجز و درماندگی اور کما حقہ توصیف بیانی سے بے چارگی کے برملا اعتراف کے ساتھ آخر میں یہی کہتے ہوئے نظر آئے:

غالبؔ ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است
لایمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس کا واحد سبب یہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ لباس بشر میں تشریف لائے مگر ان کی حقیقت کے ادراک تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکی اور نہ اس دنیا میں ہو سکتی ہے، یہ ایک راز ہے جسے ہزار ہا نوری تہوں میں پوشیدہ کر کے رکھا گیا ہے، چناں چہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب سے قریبی صحابی، یار غار، محرم اسرار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی"

اے ابوبکر! میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کسی کو نہیں معلوم" (مطالع المسرات)

نعتیہ شاعری میں عجز بیانی کی کڑیاں عہد رسالت ہی سے جڑی ہوئی ہیں جس نے بعد میں نعت کے مستقل موضوع کی شکل اختیار کر لی اور اب عجز بیانی کا یہ تلازمہ نعتیہ شاعری میں فکر و خیالات کے نئے دریچے وا کر رہا ہے۔ اردو نعتیہ شاعری میں عجز بیانی کے مظاہر جا بجا بکھرے ہوئے ہیں، اظہار عجز کا یہ منفرد انداز ملاحظہ کریں:

ثنائے خواجہ میں اے ذہن! کوئی مضمون سوچ جناب! وادی حیرت میں گم ہوں، کیا سوچوں؟
زبان! مرحلۂ مدح پیش ہے، کچھ بول مجال حرف زدن ہی نہیں ہے کیا بولوں
شعور! ان کے مقام پیمبری کو سمجھ میں قید حد میں ہوں وہ بے کراں میں کیا سمجھوں
حضور! عجز بیاں کو بیاں سمجھ لیجے تہی ہے دامن فن، آستاں پہ کیا لاؤں

(عاصی کرنالی)

عاشق رسول خواجہ سید مصباح الحسن چشتی پھپھوندوی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل مصرعوں نے اظہار عجز کا جو نقش قائم کیا ہے وہ اپنا الگ ہی رنگ و آہنگ لیے ہوئے ہے:

وہ ہر اک شئی کا مبدا ہے یہ منصوص شریعت ہے وہی ہے منتہیٰ سب کا یہ مضمون طریقت ہے

مگر مصباؔح کہتا ہے بشر ہیں اس جگہ حیراں محمد کو خدا جانے یہ عرفان حقیقت ہے

حسان الہند امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ عجز کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

امام بوصیری علیہ الرحمہ کے یہاں بھی متقدمین ومتاخرین نعت گوشعراء کی طرح تمام تر لسانی اور ادبی صلاحیتوں اور تعبیر کی قدرت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتوں کے ادراک وشعور اور مدح سرائی سے عاجزی کا اظہار جمالیاتی پیرایہ میں صاف طور پر ملتا ہے چناں چہ فرماتے ہیں:

اعی الوریٰ فهم معناه فليس يرىٰ للقرب و البعد فيه غير منفحم

آپ کی حقیقت کے ادراک نے ساری مخلوق کو عاجز کر دیا تو دور ونزدیک کہیں ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو عاجز و درماندہ نہ ہو:

كالشمس تظهر للعينين من بعد صغيرة و تكل الطرف من امم

جیسے سورج دور سے آنکھوں کو چھوٹا نظر آتا ہے اور قریب سے آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے:

و كيف يدرك فى الدنيا حقيقته قوم نيام تلسو عنه بالحلم

وہ خوابیدہ افراد آپ کی حقیقت کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں جنھوں نے ایک تصور وخیال سے ہی تسلی کر لی ہے:

فمبلغ العلم فيه انه بشر و انه خير خلق اللّه كلهم

تو حضور کے بارے میں ہمارا مبلغ علم یہی ہے کہ آپ انسان ہیں اور خلق خدا میں سب سے بہتر ہیں:

فان فضل رسول اللّه ليس له حد فيعرب عنه ناطق بفم

کیونکہ رسول اللہ کے فضل وکمال کی کوئی حد نہیں کہ کوئی بولنے والا اسے اپنی زبان سے بیان کر سکے۔

درود وسلام:

نعت کے جواہر پاروں میں درود وسلام کی خوشبو روز اوّل سے مہک رہی ہے، ہر نعت گو شاعر نے شاعری کے لہجے میں اپنے نبی کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کیا ہے جسے اظہار عقیدت کے ساتھ ساتھ سوز دروں، انفرادی مصائب اور امت کو درپیش مسائل کے متعلق عرضیاں لگانے کا بھی مقدس ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ درود کا مقدس عمل ایمانی رشتے کی پختگی میں اضافہ کے ساتھ بندۂ مومن کو بارگاہ نبوت کی قربت کا احساس دلاتا ہے اور یہی احساس ایک خوش عقیدہ شاعر کی تخیلاتی قوتوں کو مہمیز کرتا

ہے کہ وہ گلدستۂ شعر میں رنگ برنگے اور تازہ پھول سجو کر اپنے نبی کی بارگاہ میں نذرانۂ غلامی پیش کرے۔ اردو نعت گو شعراء کے تمام تر دواوین اور مجموعے صلاۃ وسلام کے نور سے چمک رہے ہیں جس میں ایک طرف کائنات کی پیشانی پر جھومر کی طرح چمکتی حضور پاک کی بیکراں عظمتوں کے تذکرے ہیں تو دوسری طرف اسی بارگاہ بیکس پناہ سے نگاہ لطف وکرم کی طلب کے منفرد لہجے بھی اشعار کی فصیل پر چراغوں کی طرح جگمگا رہے ہیں:

خاص محبوب خدا ختم رسالت پر سلام　　عین رحمت شافع روز قیامت پر سلام
مصحف رخسار حضرت مظہر انوار غیب　　روے اقدس مطلع صبح صداقت پر سلام
اس لب جاں بخش کی حسن تبسم پر درود　　اس لب دندان کی لمعان و براقت پر سلام
حبذا حسن سراپاے جناب مصطفیٰ　　اس ملاحت اس صباحت اس وجاہت پر سلام
عرض کیجے کافیؔ مشتاق ہر لیل و نہار　　صاحب لولاک سلطان شفاعت پر سلام

(کافیؔ مرادآبادی)

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوب سبحانی　　سلام اے فخر موجودات، فخر نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی سلام اے نور یزدانی　　ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے　　سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا　　بہت کچھ ہو چکی اجزاے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے　　ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی

(حفیظؔ جالندھری)

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے مبارک قصیدے کا اختتام بارگاہ نبوی میں درود وسلام کے ہدیے پیش کر کے کیا ہے جہاں اختصار تو ہے مگر اشعار کے چلمن سے عشق ومحبت کی کیف آگیں اور عنبریں خوشبو چھن چھن کر مشام جاں کو معطر کرتی ہے:

و ائذن لسحب صلاۃ منک دائمۃ　　علی النبی بمنھل و منسجم

اے اللہ! تو اپنی رحمت کے بادلوں کو حکم دے کہ وہ سدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موسلا دھار رحمت کے بھرن برساتے رہیں:

ما رنحت عذبات البان ریح صبا　　و اطرب العیس حادی العیس بالنغم

جب تک باد صبا سے درخت بان کی شاخیں جھومتی رہیں اور حدی خواں اپنے نغموں سے اونٹوں

کو مست و تیز گام کرتے رہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں قصیدہ بردہ شریف میں برتے گئے نعت کے عمومی موضوعات کا جائزہ لیا گیا ہے جب کہ اس کے علاوہ اور بھی موضوعات ہیں جنھیں امام بوصیری علیہ الرحمہ نے نعت کے پیراے میں ڈھال کر عقیدت کے سورج اگائے ہیں ہے جن کی ٹھنڈی روشنی قاری کے سراپا کو طمانیت بخشتی ہے۔ طوالت کے پیش نظر ہم ان موضوعات کو بلا تبصرہ درج کر رہے ہیں جس کے تناظر میں امام بوصیری کے یہاں نعت کے وسیع کینوس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

باعث تخلیق دو عالم:

وکیف تدعوا الیٰ الدنیا ضرورۃ من　　لو لاہ لم تخرج الدنیا من العدم

ضرورت انہیں دنیا کا طالب کیا بنا سکے گی جب کہ اگر ان کی ذات نہ ہوتی تو دنیا خود عدم سے وجود میں نہ آتی۔

علم مصطفیٰ کی ہمہ گیریت:

فان من جودك الدنيا و ضرتها　　و من علومك علم اللوح و القلم

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت آپ کی بخشش کا اور لوح و قلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

شفاعت:

هو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعته　　هو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعته

وہ ایسے محبوب خدا ہیں جن کی شفاعت کا آسرا پیش آنے والی ہر ہولناک مصیبت میں کیا جاتا ہے۔

عظمت نام محمد:

لو ناسبت قدره آیاته عظما　　احیی اسمه حین یدعیٰ دارس الرمم

اگر آپ کے معجزات عظمت و رفعت میں آپ کی شان رفیع کے مطابق ہوتے تو آپ کا نام ہی بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دیتا۔

بے مثلیت:

منزه عن شریك فی محاسنه　　فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

آپ اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں، تو آپ کا جوہر حسن و جمال قابل تقسیم نہیں۔

شجاعت و بہادری:

مــازال یـلـقــاهـم فی کل معترک　　　حتیٰ حکوا بالقنا لحما علیٰ وضم

آپ ہر میدان کارزار میں دشمنوں سے برسرپیکار رہے، حتیٰ کہ نیزوں کے وار سے دشمن قصاب کے تختے پر پڑے گوشت کی طرح ہو گئے:

و مـن تك بـرسـول اللّـه نصرتـه　　　ان تـلـقـه الاسد فی آجامها تجم

جسے رسول اللہ کی نصرت وحمایت حاصل ہو تو اگر شیر بھی اپنے کچھاروں میں اس کے سامنے آجائیں، مارے خوف کے دم بخود ہو جائیں۔

عبادت وشب بیداری:

ظـلمت سنة من احیی الظلام الیٰ　　　ان اشتـکـت قدماه الضر من ورم

میں نے ان کی سنت کا حق نہ ادا کیا جو اتنی زیادہ عبادت وشب بیداری کرتے کہ قدموں میں ورم آجاتا۔

فقر وغنا:

و شـد مـن سغب احشائه و طویٰ　　　تحت الحجارة کشحا مترف الادم

آپ بھوک کی شدت سے شکم مبارک باندھ لیتے اور پتھروں کے نیچے نازک ومبارک کمر کو تہہ کر لیتے:

و راودتـه الـجبال الشم من ذهب　　　عـن نـفسـه فـاراهـا ایـمـا شمم

سونے کے بلند پہاڑوں نے آپ کو فریفتہ کرنا چاہا تو ان کے سامنے آپ بے نیازی سے پیش آئے۔

دعائے مصطفیٰ:

اس موضوع پر فاضل بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا ہے جو نکتہ آفرینی اور مضمون بندی کی عمدہ مثال ہیں:

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا　　　بڑھی ناز سے جب دعائے محمد
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا　　　دلہن بن کے نکلی دعائے محمد

امام بوصیری فرماتے ہیں:

و احیـت السـنة الشهبـاء دعوتـه　　　حتیٰ حکت غرة فی الاعصر الدهم

بارہا آپ کی دعا نے قحط رسیدہ سال کو ایسی شادابی بخشی کہ وہ سرسبز زمانوں میں بے حد نمایاں ہو گیا۔

امید و مناجات:

یا نفس لاتقنطی من زلة عظمت ان الکبائر فی الغفران کاللمم

اے میرے نفس! تو کسی گناہ کبیرہ کی بخشش سے مایوس نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کے آگے گناہ کی حیثیت معمولی لغزشوں کی ہے:

یا رب و اجعل رجائی غیرمنعکس لدیك و اجعل حسابی غیر منخرم

اے میرے پالنہار! تجھ سے وابستہ میری امید پلٹنے نہ پائے اور تجھ سے متعلق میرے حسن ظن میں کوئی رخنہ نہ آئے۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد آصف (امراوتی، مہاراشٹرا)

قصیدۂ بانت سعاد اور قصیدۂ بردہ: تقابلی مطالعہ

(سماجی، سیاسی، تہذیبی اور مذہبی تناظر میں)

قصیدہ شاعری کی قدیم صنف سخن ہے جو قبل از اسلام عرب میں وجود میں آئی۔ کلاسیکل عربی قصائد ۸/ سے ۸۰۰/ مصرعوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ ہر مصرعے میں ایک ہی بحر کا استعمال کیا جاتا تھا۔ کتاب الشعر والشعراء کے مصنف نے لکھا ہے کہ عربی قصائد تین حصوں پر مشتمل ہوتے تھے: الکلال، رحیل اور الغرض من القصید ہ۔ بعد ازاں عربی شاعری دو حصوں میں تقسیم ہوگئی غزل اور مدح۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح آپ کی حیات مبارکہ ہی میں کی جانے لگی تھی۔ بعد میں یہ ہر خطہ کی شاعری میں (خصوصاً وہ زبانیں جس میں مسلمان شاعری کرتے) مدح نبوی کا رواج عام ہوتا چلا گیا۔ اسلامی دنیا میں مدحت رسول کو باعث عز وشرف سمجھا جانے لگا۔ ابتدائی دنوں میں یہ شعری کاوش مذہب کی حمایت اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بیان پر مشتمل ہوتی تھی۔ اسی طرح دشمنان رسول کی ہجو بھی کی جاتی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت خصوصاً مدح نبوی کی جانب راغب ہوئی۔ ان میں حسان بن ثابت شاعر رسول کہلائے، دیگر اہم شعراء میں کعب بن مالک، کعب بن زہیر، نابغہ جعدی اور عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین شامل ہیں۔ عہد نبوی میں کچھ غیر مسلم شعراء نے بھی نعتیہ شاعری کی جن میں الاعشیٰ ایک مثال ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسم کی شان اقدس میں لکھے جانے والے عربی قصائد میں تین بڑے مقبول ومشہور ہوئے۔ ان میں کعب بن زہیر کا قصیدہ بردہ معروف بہ ''بانت سعاد''، امام بوصیری کا قصیدہ ''بردہ شریف'' اور احمد شوقی کا ''نہج البردہ'' شامل ہیں۔

ان قصائد کو سمجھنے کے لیے عربی کے دور جاہلی کے شعراء کے چند قصیدہ نگاروں کو سمجھنا ضروری ہے۔ ان میں علقمۃ الفحل، نابغہ ذبیانی اور زہیر بن ابی سلمیٰ کا مطالعہ مفید ومددگار ثابت ہوگا۔

علقمۃ الفحل

علقمۃ الفحل جاہلی شعراء میں اصحاب المنقیات کے زمرے میں شمار ہوتا ہے جن کا درجہ اصحاب الجمہرات کے بعد آتا ہے۔علقمۃ الفحل قبیلہ تمیم سے تعلق رکھتا تھا۔اس کا نام علقہ بن عبدہ تھا۔کہا جاتا ہے کہ علقمہ جاہلی شعرا میں وہ شاعر ہے جس نے امراؤ القیس جیسے پر گو شاعر کو میدان شعر وسخن میں شکست فاش دی تھی۔اسی جیت کے نتیجے میں اس کا لقب 'الفحل' یعنی 'نر' پڑ گیا۔(۱)

علقمۃ الفحل بسیار گو شاعر نہیں ہے، مگر جو کچھ اس نے کہا ہے اس میں بڑی جان ہے۔جاہلی شاعری کے احساسات وخیالات اور جاہلی زندگی کی بولتی تصویر ہے۔(۲) علقمہ کا بہترین قصیدہ وہ ہے جس میں اس نے شام کے بادشاہ الحارث بن جبلہ بن ابی شمر الغانی کی مدح میں اپنے بھائی شاس بن عبدہ کی رہائی کی درخواست کے لیے لکھا تھا۔حارث نے علقمہ کے بھائی شاس کو ایک معرکے میں قبیلہ بنوتمیم کے ۷۰/ آدمیوں کے ساتھ گرفتار کرلیا تھا۔علقمہ نے حارث کی شان میں مدحیہ قصیدہ لکھا اور دربار میں حاضر ہو کر اسے سنایا۔حارث مدح سن کر اس قدر خوش ہوا کہ نہ صرف شاس کو بلکہ دیگر قیدیوں کو بھی رہا کر دیا۔علقمہ نے اس قصیدے کو روایتی انداز نسیب سے شروع کیا ہے جس میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے اوصاف بیان کیے ہیں، کہتا ہے میری محبوبہ ناز ونعم کی پلی بڑھی باوفا، طرحدار اور دلدار ہے۔پھر کہتا ہے کہ اس کا ذکر چھوڑ و وہ کافی دور نکل چکی ہے۔اب اس سے ملنا ممکن نہیں۔کیونکہ وہ ربیعہ (بن مالک) کی لڑکی ہے جہاں اس کے پینے کے لیے ایک کنواں خاص طور پر کھودا گیا ہے۔یعنی وہ بڑے گھرانے کی ہے۔جس کا قبیلہ تمہاری پہنچ سے بہت دور ہے، اس کے بعد عورتوں سے متعلق اپنے تجربات بیان کرتا ہے۔رحیل کے حصے میں وہ کہتا ہے کہ ایک تنومند اور تیز رفتار اونٹنی پر بیٹھ کر لمبے سفر پر چل نکلو اور اپنے ہجر وفراق کے اس رنج وغم اور کرب والم سے چھٹکارہ حاصل کرو۔پھر اونٹنی کے اوصاف بیان کرتا ہے۔اور کہتا ہے کہ اس قسم کی اونٹنی پر بیٹھ کر میں نے اپنے ممدوح الحارث بن جبلہ کا رخ کیا ہے:

الی الحارث الوهاب اعملت ناقتی   بکلها والقصر بین و جیب

پھر مدح میں الحارث کی تعریف وتوصیف بیان کرتا ہے۔اس کی بہادری اور شجاعت کی داد دیتا ہے۔معرکۂ کارزار میں اس کی تلوار کے جوہر دکھانے کا نقشہ کھینچتا ہے، اور آخر میں شاس کی رہائی کی درخواست پیش کرتا ہے جسے نہایت ہی بلیغ انداز میں لکھا ہے:

وانت الذی آشاره فی عوده   من البئوس النعمی لهن ندوب

و فی کل حئی قد خبطت بنعمة فحق لشاس من نداك ذنوب (۳)

یہ قصیدہ اس کے کلام، اسلوب بیان اور انداز فکر ونظر کا بہترین نمونہ ہے۔ ادبی ہیئت کا اگر معائنہ کیا جائے تو یہ قصیدہ سہ فریقی ساخت کا حامل ہے۔ اس میں ا۔نسیب، ۲۔ رحیل اور ۳۔ مدح شامل ہے۔ قصیدہ کی یہ ساخت علامتی حیثیت رکھتی ہے۔ نسیب میں جدائی کا بیان پریشانی غم ومصیبت کی علامت ہے۔ ایسی سماجی حالت جس میں مشکل پیدا ہو جائے۔ رحیل سماجی جاہ ومنصب یا مرتبہ کا چلا جانا اور لاکھ کوشش کے بعد اس حالت میں آنا دشوار ہوتا ہے۔ مدح کے ذریعے ممدوح سے انعام واکرام پانا یعنی پناہ نصیب ہو جانا ہے۔

نابغہ ذبیانی

نابغہ ذبیانی کا نام زیاد بن معاویہ ہے۔ اسے نابغہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ نابغہ لقب پڑنے کی توضیح علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے مکمل اور تجربہ کے بعد اچانک شاعری کا آغاز کیا، بعدازاں اس کی شاعری لامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا۔ اسی بنا پر اسے پانی کے بہتے چشمے سے تشبیہ دی گئی۔ نابغہ کو نعمان بن منذر نے اپنے خواص ومقربین میں شامل کر لیا تھا اور اس پر انعام واکرام کی بارش کر دی، جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس سے حسد کرنے لگے۔ حاسدوں نے نعمان بن منذر کے پاس نابغہ کی چغلیاں کھائیں اور ثبوت کے طور پر اس کا وہ قصیدہ پیش کیا جس میں اس نے نعمان کی بیوی کا اوصاف بیان کیے تھے۔ اس کا نعمان کے دل پر گہرا اثر ہوا اور ان کے بیچ دراڑ پیدا ہو گئی۔ نعمان نے نابغہ کو دھمکی دی، نابغہ جان بچا کر عمرو بن حارث اصغر غسانی کی پناہ میں چلا گیا۔ یہاں نابغہ عزت ووقار اور سکون واطمینان کی زندگی گذارنے لگا۔ لیکن نعمان کی خفگی میں شدت پیدا ہو گئی، کیونکہ عمرو بن حارث اس کا دشمن تھا۔

نابغہ طویل عرصے تک عمرو بن حارث کی خدمت میں رہا اور غسانیوں کی مدح میں عمدہ قصائد تحریر کرنے لگا۔ بدلے میں غسانی اسے سونے چاندی سے نوازتے رہے۔ اسی اثنا میں اسے نعمان کے علیل ہونے کی خبر ملتی ہے اور وہ سفارش کے ذریعے نعمان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اس نے نعمان کی خدمت میں اپنے مدحیہ ومعذرت خواہانہ قصائد پیش کیے جو بے نظیر و بے مثال ہیں۔ ان اشعار نے نعمان کی دلی ناراضگی کو دور کر دیا اور نابغہ کو نعمان کے دربار میں دوبارہ وہی مقام ومرتبہ حاصل ہو گیا جو پہلے تھا۔

نعمان ان تین بلند پایہ شعراء میں سے ایک ہے کہ کوئی اور ان کی گرد کو نہیں پہنچ سکا۔ وہ تین امرؤالقیس، نابغہ ذبیانی اور زہیر بن سلمیٰ ہیں۔ اپنے ساتھیوں سے کنایہ کی ندرت، اشارہ کی دقت و

نزاکت، مضمون کی صفائی، نظافت اور تکلف کی قلت میں ممتاز ہے مزید یہ کہ اس کی شاعری دل کے میلانات اور رجحانات سے ہم آہنگ ہے۔ اس نے جس عمدگی سے رات کو خوفزدہ کی حالت، مجرم کی معذرت خواہی اور انعام کرنے والے کی مدح کا انداز اختیار کیا ہے یہ بے مثل و بے نظیر ہے۔(۴) اپنے طبقے کے شعراء میں نابغہ کو معذرت خواہی میں اوّل مقام حاصل ہے۔ کہتے ہیں کہ ''اشعر الشعرا امراؤالقیس اذا رکب والنابغہ اذا رھب''یعنی شاعروں میں سب سے بڑا شاعر امراؤالقیس ہے جب وہ سوار ہو اور نابغہ ہے جب وہ ڈر جائے۔'' یعنی ڈر کر معذرت کرے۔ یہ عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔(۵)

نابغہ ذبیانی تمامی جاہلی شعراء میں معذرت خواہی کے فن میں امتیازی شان کا مالک ہے۔ معذرت خواہی اس کا خاص فن ہے۔ اس میں اس نے نت نئے معنی پیدا کیے ہیں۔ اپنی بات بہت ہی حسین اور خوبصورت انداز میں کہتا ہے۔ جب نعمان بن منذر سے اس کی چغلی کھا کر اسے بدظن کر دیا گیا تو اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

ابانی ابیت اللعن انك لمتنی — وتلك التی تستك منها المسامع

فبت كانی ساورتنی فئیله — من الرقش فی انیابها الم ناقع

یسهد من لیل التمام سلمها — لحلی النساء فی یدیه قعاقع

تناذرها الراقون من سوء سمها — نظلقه طوراًوطوراً تراجع

فانك كالیل الذی هو مدركی — وان خلت ان المنای عنك واسع (۶)

ترجمہ:

ا۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے۔۔۔۔خدا آپ کو لعنت سے بچائے رکھے کہ آپ نے مجھے ملامت کی ہے اور یہ بات ایسی ہے جس سے میرے کان پھٹے جاتے ہیں۔

۲۔(یہ بات سن کر) میں نے اپنی رات اتنی بے چینی میں کاٹی کہ جیسے مجھے ایسی چت کبری پتلی ناگن نے ڈنس لیا ہے جس کے دانتوں میں زہر قاتل بھرا ہوا ہو۔

۳۔اس ناگن کے ڈسے ہوئے آدمی کو پوری رات جگایا جاتا ہے اور عورتوں کے زیورات کی آواز اس کے دونوں ہاتھوں میں سے آتی ہے۔

۴۔جھاڑ پھونک کرنے والے اس زہر کی تیزی سے ایک دوسرے کو ڈراتے رہتے ہیں اور کبھی اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور کبھی واپس آجاتے ہیں۔

۵۔پس بے شک آپ اس رات کی طرح ہیں جو مجھے ضرور پالے گی، چاہے میں یہ سمجھتا رہوں کہ آپ سے بچ کر نکل جانے کی راہیں بہت وسیع ہیں۔(۷)

نابغہ ذبیانی نے اپنے قصائد کو عمومی مرکزی ہیئت (جو عربی شعراء اختیار کرتے آئے ہیں) میں ڈھالا ہے۔ان قصائد کی ساخت عناصر ثلاثہ پر مشتمل ہوتی ہے۔پہلا عنصر نسیب ہوتا ہے، دوسرا رحیل اور تیسرا مدح۔نابغہ نے نسیب کے تحت محبوبہ کے خیمے سے قریب پہنچنے میں معذوری کا اظہار کیا ہے۔ رحیل میں اونٹنی کی تعریف بیان کی ہے۔مدحیہ اشعار میں ممدوح کا تقابل سلیمان سے کیا ہے۔

زہیر بن سلمٰی

زہیر بن سلمٰی کے والد کا نام ربیعہ بن رباح تھا جو مضر کے قبیلے مزنیہ سے تعلق رکھتا تھا۔اس کی کنیت ابوسلمٰی تھی۔زہیر کی والدہ کا تعلق بنوغطفان کی شاخ بنو ذبیان سے تھا اور وہ مشہور جاہلی شاعر نشامہ بن العذیر کی بہن تھی۔زہیر کی والدہ اسے لے کر سرزمین حاجز میں اپنے بھائیوں کے پاس چلی گئی۔اس طرح زہیر نے اپنے ماموں بشامہ کے دامن عطوفت میں پرورش پائی اور اس شعر وحکمت اور اصابت رائے کے فنون سیکھے۔(عربی زبان وادب) اس کے علاوہ زہیر کے والد کے انتقال کے بعد اس کی والدہ نے جاہلی شاعر اوس بن حجر سے شادی کر لی۔اوس بن حجر نے زہیر کی تربیت کی اور اپنے اشعار کا راوی منتخب کر لیا۔زہیر کا گھرانا شاعری میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔اس کا باپ، ماموں، دو بہنیں سلمٰی اور خنسا، دو بیٹے کعب اور بجیر کا شمار شعرائے عرب میں ہوتا ہے۔زہیر کی شاعری صداقت لہجہ کی بنا پر ممتاز اور غریب الفاظ اور پیچیدہ معنی سے خالی ہے۔بے ہودہ خیالات اور فحش گوئی سے پاک ہے۔ اس کا کلام قلیل الفاظ مگر کثیر معنی پر مشتمل ہوتا ہے۔یہ واحد شاعر ہے جسے مدح ضرب الامثال اور حکیمانہ مقولے نظم کرنے میں کمال حاصل تھا۔

جب مرہ قبیلے کے دو دانشمند حارث بن عوف اور ہرم بن سنان نے بنوعبس وذبیان کے درمیان امن وصلح قائم کرنے کی غرض سے دونوں قبیلوں کے مقتولوں کی دیت (تین ہزار اونٹ) اپنے ذمہ لے لی اور جنگ کی آگ کو بجھا دیا تو دونوں سرداروں کے اس عمل خیر کا زہیر کی طبیعت پر گہرا اثر پڑا، تو اس نے اپنے مشہور معلقہ میں ان کی مدح کی۔(۸) زہیر نے اپنے قصائد میں حارث بن عوف اور ہرم بن سنان کی خوب مدح کی۔ان کی تعریف وتوصیف میں ان کے نیک کام بیان کیے۔جنگ و جدل کے مضر اثرات سے ڈرایا، ساتھ ہی صلح وصفائی سے رہنے کی ترغیب دی۔اس کا یہ مدحیہ قصیدہ وہ معلقہ ہے جس کا مشہور مطلع:

امن ام اوفی دمنة لم تکلم　　　سبحو مانه الدراج فاالمتشلم

کیاام اوفی (زہیر کی بیوی کا نام) کے رہنے کی جگہ کے یہ نشانات جو مانہ الدراج اور متشلم میں ہیں، بولتے نہیں، یعنی میرے سوالوں کے جوابات نہیں دیتے۔

اس معلقہ میں ۱۵۹/اشعار ہیں۔ اس میں ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کے کارناموں کو سراہا گیا ہے۔ نسیب (پہلے پندرہ اشعار) کے تحت جاہلی روایت کے مطابق عشق کا اظہار کیا گیا ہے۔ زہیر نے اوفی کو کسی بنا پر طلاق دے دیا تھا۔ بعد میں جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس ے اوفی کو واپس بلانے کی کوشش کی لیکن ناکام و نامراد رہا۔ اس واقعہ کا اس پر گہرا اثر ہوا، قصیدے میں اس نے اوفی کی نگری کو یاد کر کر آنسو بہائے ہیں:

ودارلها بالرقمتین کانها　　　مراجع و شم فی نواشر معصم

یعنی ام اوفی کے مکانوں میں سے ایک مکان وہ بھی ہے جو دو سنگلاخ زمینوں کے درمیان واقع ہے اور جس کے نشانات ہوا اور پانی سے دھل کر اس طرح نکھر گئے ہیں کسی عورت کے کلائی کی رگوں پر گدنوں کو دوبارہ گود کر دوبارہ نکھار دیا گیا ہو۔

شاعر اس جگہ پر ۲۰/سال بعد حاضر ہوا ہے اس لیے اسے اس جگہ کو پہنچاننے میں دشواری ہو رہی ہے:

وقفت بها من بعد عشرین حجه　　　فلایاً عرفت الدار بعد توهم

اس کے بعد رحیل کے تحت محبوبہ کے قافلے کے کوچ کرنے کا بڑا ہی دل آویز نقشہ کھینچتا ہے۔ اس کے بعد سولہویں شعر سے پچیسویں شعر تک ہرم اور حارث کی تعریف بیان کرتا ہے۔ امن وامان ور صلح وصفائی قائم کرنے کی دونوں کی کاوشوں کو سراہتا ہے:

یمینا لنعم السیدان وجدتما　　　علیٰ کل حال من سحیل و مبرم

قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم دونوں روئے زمین پر سختی ونرمی دونوں حالتوں میں بہترین سردار ثابت ہوئے ہو (یعنی مصیبت اور فارغ البالی میں)

پھر دونوں کے کارناموں کا ذکر کرتا ہے:

تدارکتما عبسا و ذبیان بعد ما　　　تفانوا ودقوا بینهم عطر منشم

تم دونوں نے عبس اور ذبیان ان کے مرمٹنے اور منشم کے عطر پر قسم کھانے کے بعد بچالیا۔ (منشم کا عطر: یہ ایک عربی کہاوت ہے جو منحوسیت پر بولی جاتی ہے) (۹)

پھر صلح وصفائی اور خوں بہا کے اونٹوں کی وجہ سے دونوں قبیلوں میں ہونے والی خیر و برکت اور

مال و دولت کی فراوانی کا ذکر کرتا ہے۔ انتیسویں شعر سے تینتیسویں شعر تک جنگ اور اس کے ہولناکیوں کا نقشہ کھینچتا ہے، جن میں وہ عربوں سے مخاطب ہے۔ اس کے بعد حصین بن ضمضم اور اس کی نازیبا حرکتوں کا ذکر کرتا ہے۔ سینتالیسویں شعر سے معلقہ کے آخر تک حکمت و فلسفہ کو شعر کے قالب میں ڈھالتا ہے۔ اپنی لمبی عمر کے تجربات کو لفظی جامہ پہناتا ہے۔ آخری شعر میں اپنے ممدوح ہرم بن سنان کی تعریف بیان کرتا ہے۔ اس طرح معلقہ ختم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زہیر کا ایک اور قصیدہ ہے جو ارکان ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ نسیب ۱ سے ۱۶، رحیل (صحرائی سفر) ۱۷/ سے ۳۲، اور مدح ۳۳/ سے ۴۹۔

علقمہ اور نابغہ کے قصائد میں معذرت ہے جبکہ زہیر کے قصائد میں معذرت کا عنصر نہیں ملتا۔ اس کی وجہ بھی واضح ہے دونوں نے معذرت ہی کے لیے قصائد تحریر کیے تھے۔ زہیر کے یہاں معذرت کا کوئی موقع و محل نہ تھا۔ لیکن تینوں کے یہاں سہ فریقی ساخت میں قصائد لکھے گئے۔ علقمہ اور نابغہ کے یہاں ملامت اور خود سپردگی کے عناصر بھی پائے جاتے ہیں۔ علقمہ اور نابغہ کے قصائد بادشاہ کی مدح میں ہیں، زہیر کے قصائد امن و اتحاد کو تقویت بخشنے کے لیے ہیں۔ علقمہ اور نابغہ کے قصائد میں زندگی اور موت کی کشمکش پائی جاتی ہے۔

تینوں کے قصائد کا مطالعہ کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہیئت و ساخت کے اعتبار سے یہ ارکان ثلاثہ (یعنی نسیب، رحیل اور، مدح) پر مبنی ہے۔ یہ ساخت علامتی اظہار بھی ہے۔ جسے سمجھنے کے لیے ہم Arnold Van Gennep کی تشریح و تصریح سے رجوع کرتے ہیں۔ جو اس ساخت کی روایتی، سماجی، سیاسی اور نفسیاتی توضیح بیان کرتے ہیں۔

Van Gennep followed by his more recent acolytes such as Victor Turner and Mary Dougla's derived from the analysis of tribal rituals a pattern of transition or passage in three identifiable phases: Separation consist of symbolic behaviour expressing detachment of an individual or group from previous fixed point in the social structure or social state ; Liminality or Marginality describes an ambiguous and therefore dangerous state outside of society betwixt and between the normal

statuses assigned by society ; and Reaggregation or Reincorporation signals the completion of the passage or transition ,which finds the ritual passenger in a new stable state i.e. a new and defined social status with the rights and obligations that society assigns thereto. (10)

جاہلی شاعری کا یہی اصول واسلوب کعب بن زہیر کے قصیدہ بانت سعاد میں بھی کارفرما نظر آتا ہے۔اس کے پیش نظر ہم قصیدہ بانت سعاد کا مطالعہ کریں گے۔

کعب بن زہیر

کعب بن زہیر کا تعلق قبیلہ مزنی سے تھا۔کعب سبع معلقہ میں شمار ہونے والے مشہور ومعروف صلح پسند شاعر زہیر بن سلمٰی کے بیٹے تھے۔کعب کی ماں کا نام 'کبشہ' تھا جو قبیلہ غطفان سے تعلق رکھتی تھی۔ کعب ماں اور باپ دونوں کی جانب سے ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔کعب کا خاندان شعر وسخن کے لیے مشہور تھا۔ان کے خاندان میں یکے بعد دیگرے گیارہ شعراء پیدا ہوئے۔ان کے آبا واجداد میں بشامہ بن الغدیر جیسے صاحب فراست ، دانا وعقلمند جیسی شخصیت تھی ،جس کی وجہ سے ان کے خاندان کو سیاسی اعتبار سے بھی خاصی ناموری حاصل ہوگئی تھی۔شاعرانہ ماحول اور نابغہ روزگار شخصیات کے درمیان کعب کی پرورش وتربیت عمل میں آئی۔کعب بن زہیر میدان شعر وشاعری میں اپنے فنکاری کے عمدہ نمونے پیش کرنے لگے۔اور پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں معذرتی قصیدہ پیش کیا جس نے آپ کی شہرت ومقبولیت میں چار چاند لگا دیے۔

جب اسلام چار دانگ عالم میں پھیلنے لگا اور لوگ جوق در جوق دامن اسلام میں داخل ہونے لگے،ایسے ماحول میں بجیر اور کعب نامی دو بھائی ابرق نامی جگہ پر پہنچتے ہیں۔بجیر اپنے بھائی کعب سے کہتے ہیں'' تم یہاں بکریاں دیکھو اور میں اس شخص یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جو کر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔'' بجیر ۷ ہجری بمطابق ۶۲۸ ءکو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار گہر بار میں حاضر ہوتے ہیں اور حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے ہیں۔کعب کو بجیر کے مسلمان ہوجانے سے متعلق علم ہوتا ہے تو وہ آگ بگولہ ہوجاتے ہیں۔کعب اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بجیر کی ہجو لکھتے ہیں۔اس ہجو سے متعلق جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملتی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعب کا خون ہدر کردیتے ہیں۔لوگ کعب کی جان لینے کے درپہ ہوجاتے ہیں اور ان پر عرصہ

حیات تنگ ہو جاتا ہے۔ بجیر کو اپنے بھائی کعب کے برے انجام کا اندازہ ہو جاتا ہے، وہ چند اشعار تحریر فرما کر کعب کو بھیجتے ہیں جن میں اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ اب تمھارے نجات کی صرف ایک ہی صورت رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور مانگ طلب کرلو، ورنہ جو تمھارا حشر ہونے والا ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ اس کے باوجود کعب دربار نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر نہیں ہوئے۔ البتہ کعب کو اس بات کا احساس ہو چلا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا خون مباح کرنے کی وجہ سے عام طور سے قبائل عرب اور خاص اشخاص بھی مجھے پناہ دینے سے انکار کر رہے ہیں اور ممکن ہے کہ کوئی مجھے قتل کر ڈالے اور میرا قبیلہ خون کا دعویٰ بھی نہ کر سکے۔ اس دوران حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا اور طائف سے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ اسکے بعد تمام مکی اور عرب قبائل مغلوب ہو گئے اور اپنی گردنیں جھکا دیں۔

بجیر کے دل میں خیال آیا کہ اب بھائی کعب کے بچنے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔ انھوں نے کعب کو پھر خط لکھا اور کہا کہ تم نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور اپنی غلطی کی معافی مانگ لو وہ بڑے رحم دل اور عفو و درگزر سے کام لینے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام معافی مانگنے والوں کو معاف کر دیا ہے۔ تم کو بھی معافی مل جائے گی۔ کعب خود بھی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ کہیں بھی پناہ ملنے کی امید نظر نہیں آرہی تھی۔ پناہ کے لیے گاؤں گاؤں مارے مارے پھرنے لگے۔ فرد اور قبائل سے ملنے لگے مگر کسی نے پناہ نہ دی۔ جب جان بچنے کی امید باقی نہ رہی تو ۹ ہجری کو ایک رات چپکے سے مدینہ پہنچے۔ بعض راویوں کے مطابق جہینہ قبیلہ کے ایک آدمی کے یہاں قیام کیا جسے وہ پہلے سے جانتے تھے۔ وہ شخص فجر کی نماز کے وقت انہیں مسجد نبوی لے گیا۔ نماز کے بعد کعب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کے ذریعے بتا دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ کعب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب گئے اور کہا ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعب بن زہیر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس توبہ کرتے ہوئے اسلام لا کر امان مانگنے آئے تو اگر میں انہیں آپ کے پاس لے کر آؤں تو آپ ان کو معاف کر دیں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو کعب بولے میں ہی کعب بن زہیر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

بعض روایات میں آتا ہے کہ کعب مدینہ پہنچ کر حضرت ابوبکر سے ملے۔ حضرت ابوبکر انہیں فجر کی نماز کے وقت ساتھ لے کر مسجد نبوی پہنچے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو کعب

کو لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے۔کعب نے اس وقت اپنا چہرہ صافے سے ڈھانپ رکھا تھا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت لینے کے لیے آیا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔اب کعب نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا کہ سرکار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ ہی کی پناہ میں آرہا ہوں......میں کعب بن زہیر ہوں، یہ سننا تھا کہ انصاریوں کے چہروں پر شکنیں پڑ گئیں اور ان کو سخت سست کہنے لگے۔مگر مہاجرین کی خواہش تھی کہ وہ اسلام لے آئیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں امان دے دیں، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو امان دے دی۔(۱۱)

اس موقع پر کعب بن زہیر نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک قصیدہ پیش کیا جو قصیدہ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے۔اس قصیدہ کی اہمیت آج تک مسلم ہے۔اسے بہت متبرک اور اس کا پڑھنا باعث ثواب اور خیر و برکت سمجھا جاتا ہے۔آج تک بعض عرب ممالک میں سیرت کے جلسوں میں بوصیری کے قصیدہ بردہ کے علاوہ اس کو بھی عام طور سے پڑھا جاتا ہے۔کلاسیکل عربی شاعری میں فصاحت و بلاغت کی عمدہ مثال ہے۔بلکہ اسلام کے ابتدائی زمانے کا تاریخی دستاویز بھی ہے۔اسے عربی ادب میں نہ صرف مواد اور ہیئت کے اعتبار سے اہم سمجھا جاتا ہے، بلکہ اسلامی تاریخ میں تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔اسلامی دانشوروں اور علماء نے خاص طور پر علمائے حدیث نے تاریخ اور ادبی کارناموں میں اس کے حوالے پیش کیے ہیں۔اسناد اور متن تاریخی زنجیر میں بھی اس نے اہم کردار ادا کیا ہے۔زمانہ رسالت ہی سے عربی علمائے لسانیات اور دانشوروں نے اس پر تنقیدیں لکھیں۔کچھ نے اس کا لسانیات اور قواعد کے اعتبار سے تجزیہ کیا، کچھ ادیبوں لیرک اور علامتوں کا مطالعہ پیش کیا۔عربی کے علاوہ کئی غیر عربی زبانوں میں اس پر تنقیدیں لکھی گئیں، جیسے فارسی ،ترکی،انگریزی،فرانسیسی اور جرمن وغیرہ۔

قصیدہ بانت سعاد میں ۵۸/شعر بحر بسیط میں ہیں۔اس قصیدے کے تین حصے ہیں۔قصیدے کی ساخت و ہیئت جاہلی طرز پر رکھی گئی ہے۔نسیب میں کل ۱۲/اشعار ہیں۔جس میں کعب بن زہیر نے محبوبہ کا سراپا بیان کیا ہے۔دوسرا حصہ رحیل کا ہے اس میں ۲۱/اشعار ہیں جس میں شاعر نے اونٹنی کا ذکر کیا ہے جو شاعر کو محبوبہ کے کوچے میں پہنچانے کے قابل ہوتی ہے۔تیسرا حصہ مدح پر مشتمل ہے جو قصیدے کی روح ہے اس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معذرت اور مہاجرین کی تعریف بیان کی گئی ہے۔نسیب میں کعب بن زہیر نے سعاد کا ذکر کیا ہے۔سعاد 'سعد' سے مشتق ہے جس کا

مطلب ہوتا ہے مبارک، خوش بخت، خوش حال۔ جاہلی طرز شاعری کے مطابق انھوں نے اپنی محبوبہ سعاد کے فراق کے اظہار سے ابتدا کی ہے۔ اپنے باپ زہیر بن سلمٰی کی طرح اپنی محبوبہ کا خوبصورت سراپا کھینچا ہے۔ اسے ایک حسین وجمیل ہرنی سے تشبیہ دی ہے۔ اس کے دہانے کا ذکر کر کے سعاد کے لعاب و دہن کو شراب دوآتشہ قرار دیا ہے۔ ایسا دوآتشہ جس میں صاف ستھرا، ٹھنڈا اور میٹھا پانی ملا دیا گیا ہے۔ جس سے وہ خوش ذائقہ، نشاط افروز اور حیات افزا بن گیا ہے۔ سعاد کی سرمگیں آنکھیں کاری کجراری ہے:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول متیم اثرھا لم یفد مکبول
وما سعاد غداۃ البین اذ رحلو ان ا غنّ غضیض الطرف مکحول
تجلو عوارض ذی ظلم اذا ابتسمت کا نہ منھل بالراح معلول
شجت بذی شبم من ماء محنیۃ صافِ باابطح اضحی وھوا مشمول
تجلو الریاحاح القذی عنہ وافرطہ من صوب ساریہ بیض لعالیل

۱۔ سعاد جدا ہوگئی میرا دل آج مریض محبت ہے اور اس میں ایسا گرفتار ہے کہ جس کے پیروں میں بیڑی ڈال دی گئی اور اس کو رہا کرانے کی خاطر فدیہ بھی نہیں دیا گیا۔

۲۔ جدائی کی صبح کو جب کہ سعاد نے کوچ کیا۔ تو اس کی آواز سریلی، نگاہ نیچی اور آنکھیں سرمگیں تھیں۔

۳۔ جب وہ مسکراتی ہے تو اس کے آبدار دنداں ایسے ظاہر ہوتے ہیں گویا کہ وہ اولاً شراب سے پھر بار دیگر پانی سے سیراب کیے گئے ہیں۔ یعنی باوجود سفیدی کے سرخی مائل ہیں۔

۴۔ وہ شراب سرد پانی میں ملی ہوئی ہے۔ جو ایک پیچدار نالے کا صاف وشفاف ہے۔ اور وہ نالہ ایک سنگریزہ والے وسیع میں واقع ہے۔ جس پر بوقت چاشت بادشمالی بھی چلی ہے۔ یا یہ کہ وہ پانی چاشت کے وقت لیا گیا ہے۔

۵۔ ہوا اس پانی سے خس وخاشاک کو دور کرتی ہے اور اس نالے کو رات میں برسنے والے سفید اور گھرے بادلوں نے پر کردیا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے ہجر وفراق اور محبوبہ کی وعدہ خلافی کی عادت اور مکر جانے کی ادا کا ذکر کیا ہے:

لکنھا خلۃ قد سیط من دمھا فجع و ولع و اخلاف و تبدیل

لیکن سعاد ایسی رفیقہ ہے کہ دلوں کو دردمند کرنا، جھوٹ کہنا اور وعدہ خلافی کرنا۔ وصل کے وعدوں کو بدل دینا (یہ سب صفات) اس کے خون میں شامل ہے اور فطرت میں داخل ہوگئے ہیں:

فما تدوم علیٰ حال تکون بھا   کما تلون فی اثوابھا الغول

سعاد ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتی ۔ بلکہ حالت بدلتی رہتی ہے ۔ جیسا کہ چڑیل رنگ بدلتی ہے،یعنی ایک رنگ سے دوسرے رنگ میں ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں متبدل ہوتی رہتی ہے۔ یعنی کبھی مہربان تو وصل کے وعدے اور کبھی غضب ناک تو آتش فراق کے صدمے:

کانت مو عید عرقوب لھا مثلا   وما مواعیدھا الا الا باطیل

عرقوب کے وعدے سعاد کے وعدوں کے مماثل ہیں اور اس کے سارے وعدے بالکل باطل ہیں:

فلایغرنك مامنت و ما وعدت   ان لا مانی اوالاحلام تضلیل

سعاد کے امید دلانے اور وعدہ کرنے پر تو (اے نفس) دھوکہ نہ کھانا اس لیے کہ وہ آرزوئیں اور ایسی خواتین گمراہ کرنے والی ہیں۔

ناامیدی و پشیمانی ، دھوکہ، وہم اور بدگمانی پر نسیب کا اختتام ہوتا ہے ۔تشبیب کے اختتامیہ دو اشعار میں کعب نے دو قرآنی الفاظ استعمال کیے ہیں، ایک ’اباطیل‘ جو قرآن میں باطل (جھوٹ) کفر کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور حق کا تضاد ہے۔ دوسرا ’تضلیل‘ (گمراہ) بھی کفر سے وابستہ لفظ ہے اور ہدایت کا ضد ہے۔ قرآن میں بیان کردہ ان الفاظ کا استعمال شاعر کے خلوص نیت کا اظہار بھی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے کہ کعب بن زہیر اسلام کے آغوش میں پناہ لینے والے ہیں۔

Suzanne Stetkevych کے مطابق قصیدہ بانت سعاد کا پہلا حصہ گذرے ہوئے دور جاہلیہ کی ایلیجی ہے۔ اس میں کعب بن زہیر کے سیاسی مرتبے کی عکاسی ہوتی ہے۔ سعاد تک پہنچنے میں شاعر کی ناکامی استعارہ ہے اس کے قبیلے کا جس نے فدیہ دینے اور کعب کو بچانے سے انکار کر دیا تھا۔ عبدالحلیم حنفی کہتے ہیں کہ قصیدہ بانت سعاد کے پہلے حصے میں دو تصورات یکجا ہوئے ہیں۔ سعاد کی خوبصورتی اور سعاد کی اخلاقی تبدیلی ، یہ دونوں کعب کے حالات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ سعاد کی خوبصورتی کعب کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معافی طلب کرنے کی علامت ہے جبکہ سعاد کی اخلاقی تبدیلی کعب کے قبیلے کے عمل کو ظاہر کرتی ہے جس نے کعب کی مدد نہیں کی تھی۔

نسیب سے رحیل کی جانب شاعر بہت ہی لطیف پیرایے میں گریز کرتا ہے۔ ایک ایسی محبوبہ جس کا وصال ممکن نہیں ہے، تو وہ کسی اور جگہ اپنی قسمت آزمانا چاہتا ہے۔ شاعرانہ اور سیاسی طرز فکر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر ہم نئی سعاد (جو خوشحالی، خوش بختی اور نیک نامی سے مشتق ہے) پر غور کریں تو اس سے مراد اسلام ہے۔ رحیل میں کعب نے اس اونٹنی کا ذکر کیا ہے جس پر سوار ہو کر وہ اپنی

محبوبہ سے ملنے جاتے ہیں۔اس حصے میں انھوں نے اونٹنی کے اوصاف بیان کیے ہیں۔اس سفر کو علامتی یا تمثیلی حیثیت حاصل ہے۔کعب جاہلیت سے اسلام کی طرف آنا، ابتدأً اخلاقی اور سیاسی سفر ہے۔اس سفر کو طے کرنے کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے ان کا ذکر کعب نے اپنی اونٹنی میں کیا ہے۔ طاقت،صبر،قوت برداشت، تیز رفتاری اور بلند ہمتی ایسے اوصاف ہیں جو اسلام میں داخلہ کے لیے ضروری ہیں۔اس کے بیان میں انھوں زہیر بن سلمیٰ کی پیروی کی ہے:

غلباءُ و جناد علکوم مذکرة　　فی دفها سعة قد امها میل

حرف اخوها الوها من مهجنة　　وعمها خالها قوداء شملیل

وہ اونٹنی موٹی گردن، بڑے رخساروں اور مضبوط قویٰ والی ہے، جیسا کہ نر اونٹ ہوتا ہے۔اس کے دونوں پہلوؤں میں کشادگی ہے (یعنی ایک دوسرے سے جدا رہنا ہے) اور اس کی گردن مثل منارہ کے اٹھی ہوئی ہے۔

وہ اونٹنی قوی الجثہ پتلی کمر والی ہے۔اس کا باپ اس کا بھائی ہے۔وہ عربی النسل ہے۔اس کا چچا کا اس کا ماموں ہے۔وہ دراز پشت لمبی گردن والی اور تیز رفتار ہے۔یعنی اس کی نسل غیر کی آمیزش سے پاک ہے۔

ان اوصاف کا بیان کرنے کے وہ اختتام کے موقع پر موت کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں:

شد النهار ذراعا عیطل نصف　　قامت فجا وبها نکد مثاکیل

نوا حة رخوة الضبغین لیس لها　　لما نعی بکرها الناعون معقول

تفری اللبان بکفیها و مد رعها　　مشقق عن تراقیها رعابیل

۱۔ وہ ناقہ دن چڑھے (تیز گرمی سے) تیزی سے پاؤں چلاتی ہے۔جس طرح ایک دراز قد ادھیڑ عورت اپنے بچے کے مرنے پر سینہ کوبی کرتی ہے۔اور جب اس کو دوسری عورتیں جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں روکر جواب دیتی ہیں۔تو وہ تیز ہاتھ سے سینہ پر مارنے لگتی ہے۔

۲۔اس ناقہ کے پاؤں کی تیز حرکت اس نوحہ کرنے والی عورت کے ہاتھوں کے مانند ہے کہ جس کے ہاتھ (کثرت غم واندوہ سے) ڈھیلے پڑ گئے ہوں۔خصوصاً اس وقت کہ موت کی خبر دینے والوں نے اس کے اکلوتے بچے کے مرنے کی خبر دی ہو۔جس کو سن کر اس کی عقل زائل ہوگئی ہے۔

۳۔وہ عورت (بسبب شدت غم) اپنے ہاتھوں سے سینہ کو پیٹتی ہے اور اس کی قمیض سینہ پر سے پھٹ کر پرزے پرزے ہوگئی ہے۔

کعب نے ادھیڑ عمر کی عورت کا ذکر کیا ہے۔جس کا بچہ فوت ہوجاتا ہے۔ادھیڑ عمر کو پہنچنے کی وجہ سے اب وہ دوبارہ بچہ پیدا نہیں کرسکتی۔اس لیے اس کا غم شدید ہوجاتا ہے۔واقعہ کے حوالے سے اور شعری متن کے سیاق میں موت اور زندگی (نشاۃ الثانیہ) کی کشمکش کا اظہار نہایت دلکش پیرایے میں کیا گیا ہے۔شاعر کے ذہن میں خود کی موت کا نقشہ ابھرتا ہے اور اس کی ماں اور قبائیلی عورتیں اس کی موت پر ماتم کرتی ہیں۔ یہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاعر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جانے سے ہچکچا رہا ہے، کیونکہ اسے موت کا خدشہ لاحق ہے۔اس وقت وہ علامتی طور پر موت کو پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی بخشش کی امید کا اظہار بھی کرتا ہے۔

شعر نمبر ۳۲ رسے شاعر موضوع سخن کا رخ موڑ دیتے ہیں اور مدح کی جانب کوچ کرتے ہیں۔ شعرا نمبر ۳۲ر سے ۳۶ رتک شاعر نے موت اور نشاۃ الثانیہ کے تصور کو پیش کیا ہے۔جدائی یا سماجی موت (جس کا سامنا کعب بن زہیر کو کرنا پڑا) کی عکاسی یہاں عمدگی کے ساتھ کی گئی ہے۔گویا کہ خوف کا اظہار کیا گیا ہے۔خون ہدر ہوجانے کے بعد ان کی راتوں کی نیند حرام ہوگئی تھی اور دن کا چین غارت ہوگیا تھا۔سماج اور قبیلے نے ان سے منہ پھیر لیا تھا۔وسیع وعریض خطہ زمین ان کے لیے تنگ وتاریک ہوگیا تھا۔موت کا اندیشہ بھی تھا اور اس بات کا یقین بھی کہ ایک دن مرنا ہے،اس سے ہمت وحوصلے کا اظہار ہوتا ہے۔لیکن پھر رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات کا ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے معاف کرنے والے ہیں،عفو و درگزر سے کام لینے والے ہیں اور عذر قبول فرماتے ہیں:

انبئت انّ رسول اللّٰہ اوعدنی والعفو عند رسول اللّٰہ ماٴمول

مجھ کو یہ اطلاع ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے (قتل سے) ڈرایا ہے۔ حالانکہ آپ اللہ کے رسول اور رحمت اللعالمین ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے عفو وکرم ہی کی امید ہے:

فقد اتیت رسول اللّٰہ معتذرا والعذر عند رسول اللّٰہ مقبول

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ان الزامات کی عذر خواہی کے لیے آیا ہوں، جو مجھ پر عائد کیے گئے ہیں۔اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اقتضائے کرم وکمال رحمت سے عذر خواہ کے) عذر کو قبول فرماتے ہیں:

مهلا هداك الذى اعطاك نافلة ال قرآن فيها مواعيظ و تفصيل

آپ مجھ کو مہلت عنایت فرمایے (تاکہ میں اپنے احوال عرض خدمت کروں) اللہ تعالیٰ آپ کو (میرے قصور کے معافی کی ہدایت عنایت کرے) جس نے آپ کو (علاوہ نبوت کے) ایک عظیم عطیہ زاید قرآن شریف بھی مرحمت فرمایا ہے۔ جس میں ہر قسم کی نصیحتیں اور حق و باطل یا حلال و حرام کی تفصیل وتمیز ہے:

لظل یرعد الا ان یکون لہ　　من الرسول باذن اللّٰہ تنویل

اگر ہاتھی اس مجلس میں کھڑا ہوتا (تو عظمت و شوکت سے) کانپنے لگتا۔ مگر جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بحکم خداوندی امان عنایت فرمائیں:

حتی وضعت یمینی لا انازعہ　　فی کف ذی نقمات قیلہ القیل

میں اس مجلس میں اجلال پر کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ اپنا سیدھا ہاتھ بغیر کسی پس و پیش کے (بیعت کرنے کے لیے) آپ کے اس دست مبارک پر رکھ دیا جو (کفار سے) انتقام لینے والا ہے اور آپ کا قول ہی قول صادق ہے:

لذاک اھیب عندی اذ اکلمہ　　وقیل انک مسبور و مسوول

جس وقت میں آپ سے کلام کر رہا تھا آپ میرے نزدیک زیادہ ہیبت ناک اس لیے تھے کہ مجھ سے کہا گیا تھا کہ آپ مجھ کو گناہوں کی طرف منسوب فرمائیں گے اور (جرائم کے متعلق) مجھ سے سوال فرمائیں گے:

من ضیغم من ضراء الاسد مخدرہ　　ببطن عثر غیل دونہ غیل

حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شیر سے زیادہ ہیبت ناک تھے جس کا مسکن وسط عثر میں جو شیروں کا بن ہے اور اس بن کے چاروں طرف جنگل ہی جنگل ہے:

یغدو فیلحم ضرعا مین عیشھما　　لحم من القوم معفور خراذیل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شیر سے زیادہ رعب والے ہیں جو صبح اپنے بچوں کو گوشت کھلانے کے لیے نکلے جن کی خوراک انسان کا گوشت ہو۔ جو زمین پر ٹکڑے ٹکڑے بنا کر ڈال دیا گیا ہو:

ان الرسول لنور یستضاء بہ　　و صارم من سیوف الھند مسلول

یہ شعر سن کر نبی اکرم نورِ مجسم شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعب بن زہیر کو اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی لکھتے ہیں:

''اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شبہ ایک

نور ہیں، جن سے اجالا اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے جس نیام سے جب تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہو جاتی ہے۔
اس شعر کا ترجمہ عام طور پر انہی الفاظ میں کیا جاتا ہے لیکن شعر کا حقیقی مفہوم اس سے ظاہر نہیں ہوتا، یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہندی بے نیام تلوار ہیں ، یا ایک تیز تلوار ہیں، کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ اس میں مدح کا پہلو واضح ہوتا ہے، شاعر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی نورانیت اور تابنا کی کو بیان کرنا چاہتا ہے، تلوار جب میان سے کھینچی جاتی ہے تو اس کی چمک آنکھوں کو ایسی لگتی ہے جیسے تاریکی میں بجلی کی چمک ہو۔ شاعر اور اس زمانے کے شاعر کے سامنے تشبیہ دینے کے لیے آفتاب اور برق تھا۔ یہاں تلوار کی چمک سے چہرۂ انور کو تشبیہ دی گئی ہے، جس میں چاندی کی جیسی ایک اور روشنی ہوتی ہے۔ اس تشریح کے بعد اس شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نور ہیں جن سے اجالا حاصل کیا جاتا ہے اور وہ نور ایک مضبوط فولاد کی بے نیام تلوار کی مانند ہے۔‘‘ (۱۲)

مزید لکھتے ہیں:

’’یہ ایک شعر جو نعت کا ہے، اس کے طالع کی ارجمندی اور بخت کی یاوری پر ہزاروں دیوان اور بیاضیں قربان کہ اس شعر کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمالیا اور اپنا پیراہن مبارک عطا فرما کر شاعر اور شعر دونوں کو عمر جاوید عطا فرمائی:‘‘

(عربی میں نعتیہ کلام ص ۵۸)

کعب بن زہیر کے قصیدہ پر ان کے باپ زہیر بن سلمیٰ کا رنگ جھلکتا ہے۔ زہیر بن سلمیٰ نے بھی ہرم بن سنان کی تعریف میں اس طرح کی باتیں بیان کی ہیں۔ اس کے بعد کعب بن زہیر نے مہاجرین کی خوب تعریف کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہجرت کا حکم ملتے ہی اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا کی راہ میں نکل پڑے اور ایک نئی دنیا آباد کر لی۔ یہی نہیں بلکہ جنگ کے مواقع پر بھی شجاعت ، بہادری کے جوہر دکھلائے جو تاریخ عالم میں آج تک ثبت ہے۔ کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ ہی نہتے آدمیوں کی طرح میدان کارزار سے کبھی بھاگے۔ حسب ونسب کے اعتبار سے اونچی ناک والے ہیں۔ جب جنگ کا موقع ہوتا ہے تو بہت ہی مضبوط قسم کی کی زرہیں پہن کر جنھیں گویا کی حضرت داؤد نے بنائی ہیں۔

میدان کارزار میں کود پڑتے ہیں۔

قبل از اسلام کے قصائد میں معذرتی قصیدہ کا پہلا مقصد رشتے کو مستحکم بنا ہوتا تھا، یہ خود سپردگی اور مدح کہ ذریعے عمل میں آتا تھا۔اس موقع پر معافی کے ساتھ ممدوح کی جانب سے انعام واکرام بھی عطا کیا جاتا تھا۔بخشش اور تحفظ دونوں فراہم کی جاتی تھی۔علقمہ اور نابغہ ذبیانی کے قصائد بخشش وتحفظ کا ذریعہ بنے اسی طرح کعب کو بھی تحفظ فراہم ہوااورانہیں مسلم سماج کا حصہ بنالیا گیا۔سماجی سطح پر مقتول تصور کیے جانے والے کعب حیات جاوداں سے سرفراز کیے گئے۔یہ ایک سماج سے دوسرے میں منتقلی کا اظہار ہے۔معذرتی قصیدہ سہ فریقی ہوتا ہے جو تین ارکان (نسیب ،رحیل اور مدح) پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو جاہلی شاعری ہی سے برتے جارہے تھے جس کا بہترین اظہار علقمہ اور نابغہ کے یہاں ہوا ہے۔علقمہ اور نابغہ کے قصائد میں موت کا خوف جھلکتا ہے جبکہ زہیر بن سلمٰی کے یہاں موت کا ڈر نہیں ہے بلکہ امن وامان کی پشت پناہی ملتی ہے۔یہ تینوں رنگ کعب بن زہیر کے قصیدے میں یکجا نظر آتے ہیں۔جاہلی روایت اور عناصر کے ساتھ اسلامی عناصر بھی کعب کی شاعری میں داخل ہو گئے ہیں۔

عہد جاہلی میں ممدوح اپنے مدح نگار کو تحائف اور امن وامان فراہم کرتا تھا۔یہی اصول نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کعب بن زہیر کے درمیان بھی کارفرما نظر آتا ہے۔سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چادر عنایت فرمانا تحفظ اور بخشش کی علامت ہے۔قصیدہ بانت سعاد کی ہیئت کعب بن زہیر کی زندگی اور سیاسی ،سماجی اور نفسیاتی حالت کا علامتی اظہار ہے۔ان میں کس طرح سیاسی ،اخلاقی اور روحانی تبدیلیاں واقع ہوئیں،اس کو سمجھنے میں قصیدہ ہماری مدد کرتا ہے۔۔قصیدہ بانت سعاد اس بات پر شاہد ہے کہ کس طرح کرب بن کر زہیر کی ناامیدی امید میں اور شک یقین میں بدل گیا۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصیدہ بانت سعاد قبول فرمانا اسلامی تہذیب میں شعر وادب کی اہمیت واضح کرتا ہے۔اس نے بعد کی نسل کے شعراء کو تحریک وترغیب فراہم کی ۔اسے اہل عشق واہل ذوق کی مجلسوں میں خلوص وادب کے ساتھ پڑھا جانے لگا۔اوراد ووظائف کی محافل میں اسے پڑھنے کا معمول بن گیا۔ڈاکٹر زکی مبارک لکھتے ہیں ''کعب بن ہیر کا قصیدہ صوفیہ اور مشائخ کے حلقوں میں کافی مقبول ہے، میں نے سنا ہے کہ اسکندریہ کے ایک صوفی بزرگ جن کا حلقہ بہت وسیع ہے ، اپنی مجالس کا افتتاح ہمیشہ اس قصیدے سے کرتے ہیں ،ان سے جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کعب کے قصیدے کی کیا حقیقت ہے تو ارشاد ہوا کہ میں اس کو اور اس کے پسند کرنے والوں کو عزیز رکھتا

ہوں، چنانچہ اس روز سے میرا معمول ہے کہ ایک بار دن رات میں اس کو پڑھ لیتا ہوں۔‘‘ (۱۳)

قصیدہ بانت سعاد اسلامی دنیا میں ایک مثال بن گیا جس کی تقلید میں بے شمار شعراء طبع آزمائی کرنے لگے۔ لیکن اس کے بعد جس قصیدہ کو عظمت و شہرت نصیب ہوئی، وہ امام بوصیری کا قصیدہ بردہ ہے جو ساتویں صدی ہجری میں تحریر کیا گیا اور جدید عربی شاعری میں اس کی عمدہ مثال احمد شوقی کا قصیدہ نہج البردہ ہے۔

امام بوصیری

امام بوصیری کا نام محمد بن سعید تھا اور آپ کا تعلق مصر سے ہے۔ آپ کی ولادت یکم شوال ۶۰۸ھ/مارچ ۱۲۱۲ء میں ہوئی اور اسکندریہ میں ۶۹۴ھ میں وفات پائی۔ امام بوصیری طریقہ شاذلیہ کے صاحب نسبت و اجازت صوفی بزرگ تھے۔ مصر کے علاقے بنی سویف میں آپ کا دادیہال اور دلاص میں نانیہال تھا۔ امام بوصیری اسی گاؤں کی نسبت سے بوصیری کہلاتے ہیں، بوصیر دراصل ابوصیر کا مخفف ہے۔ امام بوصیری عربی شعراء میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی شاعری کا موضوع مدح نبوی تھا۔ قصیدہ بردہ کے علاوہ بھی متعدد قصیدے اور نعتیں تحریر کی ہیں۔ آپ کا قصیدہ ہمزیہ بھی بہت مشہور ہوا۔ امام بوصیری کی نعتوں کا مکمل دیوان موجود ہے۔ آپ نے ہر قصیدے کی ابتدا میں تشبیب لکھی ہے۔ تمام حروف تہجی میں امام صاحب کا نعتیہ قصیدہ موجود ہے۔

امام محمد بن سعید بوصیری کی اصل شہرت و مقبولیت ’’قصیدہ بردہ‘‘ کی بدولت ہے۔ اس قصیدے سے متعلق ایک روایت نقل کی جاتی ہے کہ امام صاحب کے جسم کا نصف حصہ فالج زدہ ہو گیا تھا، اسی حال میں آپ نے یہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ اس دوران خواب میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک بوصیری پر ڈال دی اور اپنا دست مبارک ان کے رخسار پر پھیرا۔ جب بیدار ہوئے تو اپنے جسم کے فالج زدہ حصے میں نشاط محسوس کرنے لگے۔ اور فالج کا اثر بھی زائل ہو گیا تھا۔ صبح میں کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فقیر ملا اس نے کہا کہ بوصیری وہ قصیدہ لاؤ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت میں کہا ہے۔ بوصیری نے اس قصیدے سے متعلق کسی کو نہیں بتایا تھا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر یقین تھا، اس لیے انھوں نے فقیر سے یہ بات سن کر تعجب کا اظہار نہیں کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا، خود اس فقیر نے بتایا کہ میں نے رات دیکھا کہ تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کی مجلس میں اپنا قصیدہ سنا رہے ہو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وجد کی کیفیت طاری ہے۔ چنانچہ اس قصیدے کی شہرت اس

فقیر کے ذریعے ہوئی۔ علامہ بوصیری نے اس قصیدے کا عنوان "الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ" رکھا تھا۔ لیکن اس نے قصیدہ بردہ کے نام شہرت پائی۔ کعب بن زہیر کے قصیدہ بردہ اور بوصیری کے قصیدہ بردہ میں تمیز کے لیے بوصیری کے قصیدے کو 'بردہ منامیہ' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ امام بوصیری کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر عالم رویا میں عطا فرمائی تھی۔ عوام میں مشہور ہے کہ بوصیری جب بیدار ہوئے تو چادر کو موجود پایا، لیکن یہ کسی بھی معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ قصیدہ جس درجہ مقبول ہوا اس درجہ قصیدہ "بانت سعاد" کو بھی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی شرح منظر عام پر آتی ہے۔ سیکڑوں قصیدے اس زمین میں کہے جا چکے ہیں۔ متعدد تضمینیں، مشطر، مخمس، مسدس، مسبع اور معشر کہے گئے ہیں۔ (۱۴)

کعب بن زہیر کا قصیدہ بانت سعاد معذرتی قصیدہ ہے جو کعب کے جاہلیہ سے اسلام کی طرف آمد کا علامتی اظہار ہے۔ کعب کو بردہ عنایت فرمانا احسان، تحفظ اور بخشش کی علامت ہے۔ قصیدہ خیر البریہ میں بوصیری نے کعب کی تقلید کی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امام بوصیری کے خواب میں تشریف لانا اور انھیں چادر عطا فرمانا جسم سے ہاتھ پھیرنا جس سے وہ تندرست و توانا ہو جاتے ہیں، کعب بن زہیر کے بانت سعاد سے وابستگی پیدا کرتا ہے۔ بردہ کی وجہ سے دونوں شاعر اور قصائد میں ہم آہنگی اور ربط پیدا ہو جاتا ہے، جو روحانی اور مائیتھولوجیکل ہے۔ دونوں کے معاملے میں چادر کا حصول علامتی یا استعاراتی ہے۔ کعب کو حاصل ہونے والی بردہ (چادر) تبرک کا درجہ رکھتی ہے جو امیہ خلفا تک باقی تھی، جبکہ بوصیری کے یہاں ہم اسے کرامت کے زمرے میں رکھ سکتے ہیں۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے قصیدہ بردہ ساتویں صدی ہجری میں تحریر فرمایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمانوں کی شاندار تاریخ کے ایک دور کا اختتام ہو رہا تھا۔ پروفیسر نکلسن نے بوصیری کے عہد کو شاندار پرشکوہ تاریخ کا المناک اختتامیہ قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کا ہراول دستہ کھو سا گیا تھا۔ عرب کے وہ جیالے جو شعلہ بداماں زباں، برق پاش فصاحت و بلاغت اور آتش زیر تلواریں لے کر باطل کے ایوانوں کو لرزہ براندام کر چکے تھے، جانے کہاں کھو گئے تھے؟ وہ اصحاب ہمم جنھوں نے صحرائے عرب سے نکل کر اپنے وقت کے متمدن خطوں میں اسلام کا پرچم بلند کیا، وہ زمانے کے منظر سے غائب ہو گئے تھے۔

بوصیری کے زمانے میں عہد رفتہ کی یہ عظمتیں عرب کے صحراؤں، غرناطہ کے سبزازاروں اور نیل کی وادیوں میں بکھری دیکھائی دیتی تھیں۔ انہی مدھم روشنیوں میں علم و ادب کا کارواں، شکست خوردہ

قوم اور احساس شکست سے دبا ہوا قافلہ سرگرم سفر تھا۔ معاشرہ بے راہ روی کا شکار تھا۔ اس عہد کے ادب پر بھی جمود طاری ہو چکا تھا۔ ایک مایوس اور یاسیت زدہ قوم کا ادب تھا۔ ایک لٹی ہوئی تہذیب کا جسد بے جان تھا۔ سیاسی انحطاط، معاشی بدحالی اور ثقافتی بے راہ روی اس کے وقت کے ادب کا خاصہ بن چکی تھی۔ ایسے حالات میں امام محمد بن سعید بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہترین ادب پارہ پیش کیا۔ (طیب الوردہ، علامہ ابوالحسنات۔ محمد احمد قادری، ص ۹،۱۰) اس قصیدے نے آنے والی نسل کے لیے مشعل راہ روشن کی اور اس وقت کے حالات میں امید کی شمع جلائی۔ اس کی پیروی میں قصائد لکھے گئے۔ احمد شوقی کا نہج البردہ اس کی عمدہ مثال ہے۔ امام بوصیری کے قصائد کا استعمال مذہبی سطح پر بڑے پیمانے پر ہوتا ہے۔ عقیدت و محبت رسول کے ظہار کے ذاتی طور پر یا مجموعی طور پر صوفیا کی محفلوں میں خصوصاً سلسلہ شاذلیہ کی محافل میں اسے ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ محفل میلاد میں، جنازوں میں اور جمعہ کے روز بھی پڑھا جاتا ہے۔ زمانہ بہ زمانہ، علاقہ بہ علاقہ اس کے استعمال اور پڑھنے کے طور طریقے بدلتے رہتے ہیں۔ عملیاتی، نفسیاتی، روحانی اور طبی خصوصیات بھی اس قصیدے سے منسوب کی جاتی ہیں۔

مدح نبوی عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے نظم کی جانے لگی تھی۔ رفتہ رفتہ اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ذکی مبارک اور محمود علی مکی جیسے دانشوروں کے مطابق ابتدائی چار صدیوں میں مدح نبوی شیعہ مکتب فکر کے سیاق وسباق میں پروان چڑھی۔ عہد وسطیٰ میں یہ صنف ترقی کے مدارج طے کرتی رہی اور عقیدت وعشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اظہار کا ذریعہ بنی، شفاعت کے مضامین خصوصیت کے ساتھ قلمبند کیے جانے لگے۔ حج کے مواقع پر حجاج زیارت رسول کو جاتے مدح نبوی پڑھتے۔ اس دوران اس پر صوفیانہ عناصر کے اثرات وسیع پیمانے پر مرتب ہوئے۔ ساتھ ہی اس میں لیریسیزم کا انداز بھی در آیا، یہ مدحت کی یہ شکل اندلس میں مشہور تھی۔ اندلس میں سیاسی ہلچل Reconquista کے زوال سے پیدا ہو چکی تھی نتیجے میں شعراء استغاثے تحریر کرنے لگے۔ ساتویں صدی ہجری / تیرہویں صدی عیسویں میں مشرقی عرب میں مدح نبوی ذاتی اظہار کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ امام بوصیری نے تجدید کا کارنامہ انجام دیا اور کلاسیکل مدحیہ قصائد کے طرز پر اپنے قصیدے کی بنیاد رکھی وہ بھی قصیدہ بانت سعاد کو بطور نمونہ سامنے رکھا۔ اسی کے ساتھ چھٹی صدی ہجری کے صوفی شاعر ابن الفرید کی پیروی بھی اختیار کی۔ Suzanne Pinckney Stetkevych لکھتے ہیں۔

In Literart historical terms , al Busiri's Burdah , in its hightened rhetorical expression , motifs , themes and structure became the genre defining paradigm for madih nabawi (15)

قصیدہ بردہ دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ یہ تقسیم اصل قصیدے میں نہیں ملتی۔ مرکزی خیال اور قصیدے کی ساخت و ہیئت کو سمجھنے کے لیے اسے تقسیم کیا گیا ہے۔ فصلوں کے عنوانات مختلف نسخوں میں مختلف ہو سکتے ہیں لیکن تقسیم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ طیب الوردہ میں ان فصلوں کے درج ذیل عنوانات دیے گئے ہیں۔

۱- فصل اول (شعر ۱ / تا ۱۲) یاد محبوب اور مذاکرۂ صبا
۲- فصل دوم (شعر ۱۳ / تا ۲۸) اعتراف تقصیرات اور نفس کا بیان
۳- فصل سوم (شعر ۲۹ / تا ۵۸) مدح رسول کریم ﷺ
۴- فصل چہارم (شعر ۵۹ / تا ۷۱) مولود
۵- فصل پنجم (شعر ۷۲ / تا ۸۷) بیان المعجزات
۶- فصل ششم (شعر ۸۸ / تا ۱۰۴) بیان القرآن الکریم
۷- فصل ہفتم (شعر ۱۰۵ / تا ۱۱۷) بیان المعراج
۸- فصل ہشتم (شعر ۱۱۸ / تا ۱۳۹) جہاد الرسول وغزوات
۹- فصل نہم (شعر ۱۴۰ / تا ۱۵۱) شفاعت (توسل)
۱۰- فصل دہم (شعر ۱۵۲ / تا ۱۶۰) سفارش اور استغاثہ (المناجات والتضرع)

بدرالدین محمد الغازی (المتوفی ۹۸۴ھ / ۱۵۷۷ء) نے اپنی شرح ''الزبدۃ فی شرح البردہ'' میں انہی عنوانات کا التزام کیا ہے۔ صاحب طیب الوردہ نے انہی کی تقلید میں عنوانات قائم کیے ہیں۔

قصیدہ بردہ کے فصل نمبر ایک (۱) تا تین (۳) اور فصل نہم و دہم ترتیب، مقصد، مرکزی خیال، رنگ و آہنگ، ربط و تسلسل کے اعتبار سے معذرتی کلاسیکی قصیدہ کی ساخت پر مشتمل ہے۔ قصیدہ بردہ میں نسیب اور مدح ہیں، درمیانی حصہ ''رحیل'' جو کلاسیکی معذرتی قصائد میں پایا جاتا ہے اور بانت سعاد میں بھی موجود ہے، امام بوصیری کے قصیدے میں نہیں ہے۔ امام بوصیری نے درمیانی حصے میں سیرت و معجزات کو منظوم کیا ہے۔

امام بوصیری نے قصیدہ بردہ میں جو تشبیب تحریر فرمائی ہے وہ عشق حقیقی کے بیان پر مبنی ہے۔ بوصیری کے زمانے میں تصوف کا دور دورہ تھا۔ سماج میں صوفیانہ عناصر جڑ پکڑ چکے تھے۔ اس کا اثر امام بوصیری کی شاعری پر بھی دکھائی دیتا ہے۔ قصیدہ بردہ کے ابتدائی نو(۹) اشعار عشق کے بیان پر مشتمل ہے۔ کعب بن زہیر کے یہاں تشبیب میں عشق کا بیان ہے جو ان کے حالات کا علامتی اظہار ہے، وہیں بوصیری کی تشبیب میں عشق کے اظہار میں صوفیانہ انداز اختیار کیا گیا ہے:

امن تذکر جیران بذی سلم مزجت دمعا جرىٰ من مقلة بدم

کیا مقام ذی سلم کے پڑوسیوں کی یاد نے تجھے تڑپایا ہے کہ تم آنسوؤں کو بھڑکا رہے ہو جو خون آلود ہو کر تمہاری آنکھوں سے بہہ رہے ہیں؟

ام هبت الريح من تلقاء كاظمة او او مض البرق فى الظلماء من اضم

کیا کاظمہ یعنی بستی عرب کی طرف سے خوشبودار ہوا آئی ہے؟ اور کیا اضم یعنی سرزمین حجاز کی جانب سے تاریکی میں کوئی نور چمکا ہے؟ (جس کی وجہ سے تیرا دل ادھر کھنچنے لگا ہے۔)(۱۶)

ان دونوں اشعار میں شاعر نے خود کلامی کا انداز اختیار کیا ہے۔ بدرالدین الغازی کے مطابق ذوسلم، کاظمہ اور اضم ایسے مقامات ہیں جو مکہ سے قریب واقع ہیں۔ مقام حج اور مدینہ جو مدینۃ النبوی ہے، ایسے مقامات کا استعمال جو سفر حج کے دوران راستے میں ملتے ہیں اس بات کی نشاندہی ہے کہ یہ نظم مدح نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ امام بوصیری نے قصیدے کی ابتدا ان دو اشعار کے ذریعے روایتی انداز سے کی ہے، چونکہ ان کا مقصد نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رقم کرنا تھا اس لیے اسے زیادہ طول نہیں دیا انہی دو اشعار پر رک گئے۔ اس میں ایسے مقامات کا ذکر کیا جن کا تعلق سرزمین سے ہے۔ یہاں پر انھوں نے عہد جاہلی کے شعراء کی طرح کسی خیالی محبوب کی جدائی کے اظہار سے گریز کیا ہے۔ اور ان دو شعروں کے ذریعے تشبیب کے مقصد کو پورا کر لیا ہے۔

اگلے اشعار میں عشق کا والہانہ بیان ملتا ہے:

فما لعينيك ان قلت اكففا همتا وما لقلبك ان قلت استفق يهم

اے بوصیری تیری آنکھوں کو کیا ہے کہ اگر تو انہیں کہتا ہے کہ رک جاؤ تو وہ تیز برسنے لگتی ہیں اور تمہارے دل کو کیا ہے کہ اگر تم اسے کہو کہ افاقہ پاؤ تو اس کا ہیجان اور الم مزید بڑھتا جاتا ہے۔(۱۷)

عشق چھپائے نہیں چھپتا۔ عاشق دن رات مچلتا رہتا ہے۔ دل کی بیقراری کسی طور کم نہیں ہوتی۔ عشق میں بدحالی دیکھ کر لوگ اسے ملامت کرتے ہیں لیکن وہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا:

ایحسب الصب ان الحب منکتم مابین منسجم منہ و مضطرم

کیا عاشق کا یہ خیال ہے کہ اس کی برستی آنکھ اور دھڑکتے دل سے آشکارہ ہونے والی محبت پوشیدہ رہ سکتی ہے؟

لولاالھوی لم ترق دمعا علی طلل ولاارقت لذکر لبان والعلم

اگر محبت نہ ہوتی تو تم کسی ٹیلے کو دیکھ کر آنسو نہ بہاتے ،اور یہ سرو کے درخت اور کسی منزل کے نشان کا ذکر تمہاری نیند نہ اچاٹ کرتے ۔(۱۸)

فکیف تنکر حبا بعد ماشھدت علیك عدول الدمع والسقم

تو کس طرح اس محبت کا انکار کرے گا ،جبکہ تیرے شک وشبہ کے خلاف دو گواہ عادل موجود ہیں، آنسو اور اندر اندر پگھلنے کا روگ:

واثبت الوجد خطی عبرۃ وضنی مثل البھار علی خدیك والعنم

محبت نے تمہارے رخسار پر دو لکیریں ثبت کر دی ہیں ،ایک تو آنسو کی لکیر سے جو عنم کے پھول کی طرح سرخی مائل ہے،دوسری لکیر اندرونی روگ ہے جو بہار کے پھول کی طرح زرد ہے:

نعم سری حب من اھوی فارقنی والحب یعترض اللذات بالالم

سچ ہے محبوب ہمیں خواب میں نظر آیا اور اس خواب نے میری نیند اچاٹ کر دی، کیوں نہ ہو محبت لذتوں میں رخنہ ڈالا ہی کرتی ہے۔

عشقیہ کیفیات کا حقیقی بیان امام بوصیری کے یہاں ملتے ہیں ۔اور یہ حالات وکوائف جب زمانے پر ظاہر ہوتے ہیں تو زمانہ ملامت کرتا ہے۔لیکن بوصیری ملامت کرنے والے سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

یا لائمی فی الھوی العذری معذرۃ منی الیك ولو انصفت لم تلم

اے میرے ملامت کرنے والے ایک پاک محبت پر! میری تجھ سے معذرت ہے، حالانکہ اگر تو انصاف کرتا تو کبھی ملامت نہ کرتا۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے الحب العذریٰ کا ترجمہ'پاک محبت' کیا ہے۔اور اس کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔امام بوصیری کا یہ بیان اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ عشق حقیقی وعشق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار کر رہے ہیں۔ جب عشق مختلف طور سے لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے تو وہ ملامت کرنے لگتے ہیں۔امام صاحب نے بہترین انداز میں معاملات کو روحانیت کی طرف موڑ دیا ہے۔الحب العذریٰ

اس کی دلیل ہے۔ ملامت کرنیوالوں کو جواب دیتے ہوئے بڑی ہی خوش اسلوبی کے ساتھ گریز کرتے ہیں۔ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی لکھتے ہیں کہ حضرت بوصیری کا کمال یہ ہے کہ ان کے قصیدے میں تشبیب کے اندر ایک ''پاکیزہ'' گریز موجود ہے وہ ''گریز'' جہاں سے وہ نعت شروع کریں گے، وہ تو بعد میں آئے گا، سردست یہ ''گریز'' ایک مستقل وعظ ہے، جو مدح نبوی کے لیے قاری کے احساس اور اس کے افکار کو تیار کررہا ہے، نعت نبوی ہے ہی چیز ایسی کہ اس کے لیے فکر کو پہلے سے طاہر کرلیا جائے، نفس کو جھنجوڑ کر بیدار کیا جائے ''آنکھوں کو آبِ جگر سے غسل دیا جائے (یہ جملہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا ہے جو 'اپنے گھر سے بیت اللہ تک' کے ایک مضمون میں شامل ہے)''۔(۱۹)

نعت تحریر کرنے سے قبل امام بوصیری نے اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے نفس کی فریب کاریوں کو بیان کیا ہے اور حکمت وموعظت کے موتی رولے ہیں۔نعت پڑھنے اور لکھنے کے لیے تطہیر قلب ونظر کے لیے یہ اسلوب بہت ہی عمدہ وشائستہ ہے۔

اس حصے میں امام بوصیری نے صوفیانہ انداز اختیار کرتے ہوئے نفس کی شرارتوں کو اجاگر کیا ہے۔ابتدا میں خود کلامی کے اسلوب میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ میں بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکا ہوں لیکن پیرانہ سالی کی عبرتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔اب کون ہے جو میرے سرکش نفس کو روکے اور نیکی کی طرف لے جائے۔گناہوں میں زیادتی گناہوں کی حرص کو بڑھا دیتی ہے، جس طرح زیادہ کھانے سے کھانے کی حرص میں اضافہ ہوتا ہے، اس لیے نفس کی سرکشیوں کو کم سنی ہی سے قابو میں رکھنا چاہیے:

والنفس کالطفل ان تهمله شب علی حـب الـرضـاع وان تفطمه ینفطم

نفس امارہ مثل اس شیر خوار بچہ کی طرح ہے کہ اگر نہ روکے تو اسے جوانی تک دودھ پینے سے، تو خواہش شیر خواری میں قوی ہوگا اور اگر مدت رضاعت میں دودھ چھڑا دے تو آسانی چھوڑ دے گا۔(۲۰)

فـاصـرف هواها و حاذران تولیه ان الهـویٰ مـاتـولـی یصم او یصم

اور روک تو خواہش نفس کو اور ڈر اس سے کہ وہ غالب آجائے یا خود مختار ہوجائے بے شک جب خواہش غالب ہوجاتی ہے تو ہلاک کردیتی ہے یا عیب دار بنا دیتی ہے:

وراعهـا و هـی فی الاعمال سائمة و ان هی استحلت المرعیٰ فلا تسم

اور نگاہ رکھ اس نفس کو چراگاہ عمل میں۔اور اگر وہ حد سے گذر کر چراگاہ کو لذیذ سمجھے تو چرنے سے روک:

کـم حسـنـت لـذة لـلـمـرء قـاتلة من حیث لم یدر ان السم فی لدسم

نفس نے بار ہا ایسی لذت دنیا کو پسند کیا۔ جو انسان کے حق میں قاتل تھی۔ اور انسان اس قدر بے خبر رہا کہ اسے معلوم ہی نہ ہوا۔ کہ اس مرغن اور لذیذ کھانے میں زہر ملا ہوا ہے۔ (طیب الوردہ)

واخش الدسائس من جوع و من شبع فرب مخمصة شر من التخم

بھوک کے ہونے، شکم سیر ہونے دونوں صورتوں میں نفس کی سازشوں سے ڈرتے رہو، کیونکہ کبھی فاقے کی کیفیت بدہضمی سے بھی زیادہ بری ثابت ہوتی ہے۔ (۲۰)

ان اشعار میں امام بوصیری نے نفش کی سرکشیوں کا بیان کرتے ہوئے اس پر لگام لگانے کی تلقین کی ہے۔ لیکن وہ اعتدال کے راستے پر چلنے پر زور دیتے ہیں۔ کھانے اور پینے کے معاملے میں قرآنی تعلیم پیش کرتے ہیں۔ قرآن میں حکم ہوتا ہے کہ کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔ انسان کے لیے کھانا اور پینا دونوں ناگزیر ہیں۔ لیکن اس میں افراط وتفریط سے بچنا چاہیے ورنہ دونوں حالتوں میں بے شمار نقصانات برداشت کرنا پڑ سکتے ہیں۔ اس طرح امام بوصیری نے نفس سے چوکنا رہنے کی تلقین کی ہے۔ بھوک اور شکم سیری یعنی بدحالی اور خوش حالی دونوں میں بچنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ حرام چیزوں کے مشاہدے سے آنکھ کو روکنے اور شیطان و نفس امارہ کی مرضی کے خلاف کام کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ برائی سے بچنے اور دوسروں کو بچانے، نیکی پر عمل کرنے اور دوسروں کو نیکی کی طرف بلانے کی دعوت دیتے ہیں۔ قول بے عمل سے خدا کی بارگاہ میں معافی طلب کرتے ہیں۔ قول بے عمل کا اثر سامع پر نہیں ہوتا۔ وہ فرائض پر عمل کرتے ہوئے نوافل کی پابندی بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

امام بوصیری نے نفس کی سرکشی اور شیطان کے مکر وفریب کو اجاگر کرنے کے بعد اپنا رخ مدح نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ نفس کی فریب کاریوں اور سرکشی سے حفاظت کے لیے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل لازمی کرنا چاہیے، لیکن ہم نے آپ کے طریقہ مبارک کو ترک کرنا شروع کر دیا ہے جس پر آپ ملامت کرتے ہیں:

ظلمت سنة من احی الظلام الیٰ ان اشتکت قد ماہ الضر من ورم

ترک کیا میں نے ان کے طریقے کو جنھوں نے اندھیری راتوں میں شب بیداری فرمائی۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوگئی قدمین مبارک پر تکلیف ورم کی:

وشد من سغب احشاء ہ و طوی تحت الحجارة کشحاً مترف الادم

اور باندھا بھوک کیوجہ سے اس نفس قدسی نے اپنے شکم مبارک کو اور اپنے ناز پروردہ پہلوؤں کو پتھر سے کسا:

وراودتہ الجبال الشم من ذھب عن نفسہ فازاھا ایما شمم

بلند پہاڑوں نے سونے کا بن کر حضور کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانا چاہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بلند حوصلہ اور استغنا سے انہیں ذلیل دیکھا:

واکدت زھد ہ فیھا ضرورتہ ان الضرورۃ لاتعدو ا علی اعصم

حضور کے زہد کو ضرورتوں نے اور مضبوط کر دیا اس لیے کہ ضرورتیں پرہیز گاری عصمت مآبی پر غالب نہیں آسکتیں:

وکیف تدعوا الیٰ الدنیا ضرورۃ من لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

اور کیوں کر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے زکی نفس کو بلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے۔ تو دنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

ان اشعار میں تزکیہ نفس کا نبوی طریقہ بیان کیا گیا ہے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات بیان کرتے ہیں:

محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب و من عجم

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سردار اور ملجاء ہیں کائنات دنیا وآخرت کے اور جن وانس کے دو جماعتوں کے عرب سے اور عجم سے:

نبینا الاٰمر الناھی فلا احد ابر فی قول لامنہ و لانعم

ہمارے نبی حکم دینے والے نبی فرمانے والے ایسے ہیں کہ آپ کا مثل کوئی نہیں صدقِ وعدہ میں ہاں اور نا میں:

ھوالحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ لکل ھول من الاھوال مقتحم

وہی حبیب لبیب ہیں کہ امید کی گئی ہے ان کی شفاعت کی ہر شدت ومصیبت میں، شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی کے ساتھ ان کے غلاموں پر نازل ہو چکی ہیں:

دعا الی اللّٰہ فالمستمسکون بہ مستمسکون بحبل غیر منفصم

اس حبیب لبیب نے جو سید الکونین سید الثقلین ہیں، ہمیں اللہ کے دین کی طرف بلایا ہے تو ان کی اطاعت کی رسی تھامنے والے ایسے تھامنے والے ہیں کہ کبھی منقطع نہ ہوں گے:

فاق النبیین فی خلق و فی خلق ولم یدانوہ فی علم و لاکرم

ہمارے حضور تمام انبیاء پر فوقیت حاصل فرما چکے ہیں۔ شکل وصورت ظاہری، خلق حسن باطنی میں

اور کوئی نبی حضور کے مراتب کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا، مرتبہ علم و کرم میں:

وکلهم من رسول اللّه ملتمس غرفا من البحر او رشفا من الديم

تمام انبیاء سرکار والا تبار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیل ونہار کے دریاءِ اخلاق کا ایک چلو یا ان کے ابر کرم کا ایک جرعہ لینے کے طالب ہیں:

وواقفون لديه عند حدهم من نقطة العلم او من شكلة الحكم

تمام انبیاء دربار رسالت میں اپنے منصب کو جانتے ہیں اور اپنے حدود منصب پر حاضر ہیں نقطہ علم کی صورت یا اعراب حکمت کے مطابق:

فهوالذی تم معناه و صورته ثم اصطفاه حبيبا باری النسم

پس آپ ہی کی ذات مقدس ہے۔ جو اپنے ظاہری کمالات اور باطنی ترقیوں میں مکمل ہے۔ اور جن کو محبوبیت کے لیے چنا خالق ارواح نے:

منزه عن شريك فی محاسنه فجوهر الحسن فيه غير منقسم

وہ ہستی مقدس بالاتر ہے اپنے محاسن میں کسی کی شرکت سے اور آپ کا جوہر حسن آپ کے سوا کسی دوسرے میں منقسم نہیں:

دع ما ادعته النصاریٰ فی نبيهم واحكم بما شئت مدحا فيه واحتكم

وہ نعت چھوڑ جو عیسائیوں نے اپنے نبی کی شان میں کہی کہ ابن اللہ بنا ڈالا اور اس کے سوا جو کچھ نعت میں کہنا چاہے حکم لگا کر اور فیصلہ کر کے کہہ:

فانسب الیٰ ذاته ماشئت من شرف وانسب الیٰ قدره ما شت من عظم

پس نسبت کر اس ذات والا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جتنا تو چاہے تعظیم و شرف سے اور نسبت کر ان کے مرتبے کی طرف جتنا تو چاہے عظمتوں سے:

فان فضل رسول اللّه ليس له حد فيعرب عنه ناطق بفم

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کی کوئی حد نہیں جو بالفاظ فصیح بولنے والا اپنے منہ سے بول سکے:

لونا سبت قدره اٰياته عظماً احی اسمه حين يدعیٰ دارس الرمم

اگر تو ہمارے حضور کی قدر و منزلت کو برابر ان کے معجزات عظیمہ کے دیکھتا تو زندہ کر دیتا ان کا نام پاک جب کی پکارا جاتا بے نشان اور بوسیدہ ہڈیوں کو:

لم یمتحنا بما تعی العقول به حرصاً علینا فلم نرتب ولم نهم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے ہمارا امتحان نہ فرمایا جس کے سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز آجاتیں۔ اور تھک جاتیں وہ حریص ترقی وہدایت امت ہیں۔ اس وجہ سے نہ ہم کو کسی شک وشبہ کا موقع آنے دیا نہ اندھادھند شریعت پر ہم چلے:

اعی الوریٰ فهم معناه فلیس یریٰ لقرب والعبد منه غیر منفحم

مخلوقات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہوگئی اور حضور کے نزدیک وبعید کوئی ایسا نہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے عاجزانہ اور لاجواب نہ ہوگیا ہو:

کالشمس تظهر للعینین من بعد صغیرة و تکل الطرف من امم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثال سورج کی سی ہے کہ بظاہر دور اور چھوٹا نظر آتا ہے اور جب آنکھ کھول کر دیکھو تو قرب وبعد دونوں کو خیرہ کردیتے ہیں:

وکیف یدرك فی الدنیا حقیقته قوم نیام تسلوا عنه با لحلم

کیونکر جان سکتا ہے کوئی دنیا میں حقیقت محمدیہ کو قوم دنیا کے ایک خواب غفلت میں سو رہی ہے:

فمبلغ العلم فیه انه بشر وانه خیر خلق اللّٰه کلهم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملے میں ہمارا انتہائے علم یہی ہے کہ وہ بشر ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ تمام خلق اللہ سے افضل اور اعلیٰ ہیں:

وکل آی اتی الرسل الکرام بها فانما اتصلت من نوره بهم

تمام معجزات جو انبیاء کرام اقوام ماضیہ پر لائے وہ ان کو ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور پاک کی لمعانیت وتابانیت سے حاصل ہوئے:

فانه شمس فضل هم کواکبها یظهرن انوار ها للناس فی الظلم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آفتاب فضل الٰہی ہیں۔ اور تمام انبیائے کرام اس آفتاب نبوت سے مستنیر ہونے والے سیارے جو لوگوں پر اپنی نصیحتوں، ہدایتوں کی روشنی زمانہ تاریک میں دکھاتے ہیں:

اکرم بخلق نبی زانه خلق بالحسن مشتمل بالبشر متسم

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جسمانی ساخت اللہ نے کس قدر دل آویز بنائی اور اس کو خوش اخلاقی نے کیسی زینت دی کہ چہرۂ زیبا سے آثار مسرت وبشاشت ظاہر ہیں:

کالزهر فی ترف والبدر فی شرف والبحر فی کرم والدهر فی همم

ہمارے حضور کی ذات گرامی تازگی ولطافت میں مثل شگوفہ ہے بلندی وعظمت میں مثل ماہ کامل ہے سخاوت میں مثل ناپیدا کنار عالی ہمتی میں دوام اورزمانہ کی مانند:

کانہ وھوفرد و فی جلالتہ فی عسکر حین قلقاہ و فی حشم

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنہا ہوں تو دیکھنے والے کو یوں نظر آئیں کہ لشکر کے انبوہ میں ہیں:

کانما اللولو المکنون فی صدف من معدنی منطق منہ و مبتسم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گویائی اور تبسم کے معدن یعنی لب و دندان مبارک کی تشبیہ اس درشہوار سے ہوسکتی ہے جوصدف میں پوشیدہ ہے:

لا طیب یعدل توباً ضم اعظمہ طوبیٰ لمنتشق منہ و ملتثم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مٹی سے بہتر خوشبو دنیا میں نہیں جس مٹی سے استخوان ہائے مبارک مس کیے ہوئے ہیں۔مبارک ہیں وہ جنھوں نے اس خاک اقدس کوسونگھا اور چوما۔(۲۱)

اس کے بعد امام بوصیری علیہ الرحمہ نے سیرت پر مبنی واقعات کو پیش کیا ہے جن میں مولود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات، قرآن کریم کا بیان، واقعہ سفر معراج اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات و جہاد کا ذکر کیا ہے۔آخری دو فصلوں میں وسیلہ اور شفاعت و مناجات کا بیان کرتے ہوئے درود پاک کی ڈالیاں نچھاور کی ہیں۔ یہاں خود سپردگی اور ملامت کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

خدمتہ بمدیح استقیل بہ ذنوب عمر مضی فی الشعر والخدم

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ قصیدہ پیش کیا تا کہ اس کے ذریعے میں اللہ سے اپنی تمام عمر کے گناھوں کو درگزر کرواسکوں، وہ عمر جو(اہل دنیا کے لیے) شعرگوئی اور خدمت گزاری میں بسر ہوگئی۔(۲۲)

ان اٰت ذنباً فما عھدی بمنتقض من النبی ولاحبلی بمنفصم

اگر چہ میں نے گناہ کیا مگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میرا عہد ایمان نہیں کٹا اور نہ ہی میرا ان سے محبت کا رشتہ ٹوٹنے والا ہے:

فان لی ذمۃ منہ بتسمیتی محمداً وھوا اوفی الخلق بالذمم

بے شک مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے امان حاصل ہے کہ میرا نام بھی محمد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب مخلوق سے بڑھ کر اپنے عہد کے نبھانے والے ہیں:

ان لم یکن فی معادی اٰ خذاً بیدی فـضـلاوالافـقـل یـازلة الـقـدم

اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخرت میں اپنے فضل سے میرا ہاتھ نہ پکڑیں تو پھر تم کہنا کہ اے قدم کی لغزش (تو کیا ہی تباہ کن ہے):

حـاشاهُ ان یحرم الراجی مکارمه او یـرجـع الجار منه غیر محترم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ کے پاس امید لے کر آنے والا آپ کے فضل وکرم سے محروم رہے یا آپ کی پناہ لینے والا غیر معزز لوٹ جائے (اسے بھی عزت ملتی ہے اور فضل وکرم بھی):

ومـنـذ الـزمـت افـکـاری مدائحـه وجـدتـه لـخـلاصی خیر ملتزم

اور جب سے میں نے اپنے افکار کو تعریف رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ کرلیا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو میں نے اپنے غم والم سے دفاع کے لیے سب سے بہتر جائے پناہ پالیا ہے:

ولـن یـفـوتی الغنیٰ منه یداً تربت ان الـحـیـا ینبت الا زهار فی االکم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل ہونے والی تونگری کسی مانگنے والے کے ہاتھ کو حاجت مند نہیں چھوڑتی، کیونکہ بارش ٹیلوں پر بھی کلیاں اگا دیتی ہے:

ولم ارد زهرة الدنیا التی اقتطفت یـدا زهـیـر بـنـا اثـنـی عـلی هرم

میں اس دنیاوی شان وشوکت کا طالب نہیں ہوں جو زہیر بن ابی سلمیٰ شاعر کے ہاتھوں نے شاہ ہرم کی تعریف کر کے حاصل کی تھی۔

ملامت، گناہوں سے توبہ، اپنی بے بسی کا اظہار، اور شفاعت کی امید قوی کا بیان بڑے ہی عمدہ پیرائے میں کیا ہے۔اس کے بعد خدا اور سول کی پناہ میں عافیت کے ساتھ داخل ہونے کی تمنا کرتے ہیں:

یـا اکـرم الـخـلق مالی من الو ذبه سـواك عـنـد حـلولالحادث العمم

اے وہ رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو سب مخلوق سے بڑھ کر جود وکرم فرمانے والے ہیں۔ جب حادثات کی کثرت اترے تو پھر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کس کی پناہ لوں؟ (پھر آپ ہی میری جائے پناہ ہیں):

ولـن یضیق رسول اللّٰه جاهك بی اذا الـکـریـم تـحـلـی باسم منتقم

اے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا جاہ ومرتبہ مجھ سے سیاہ کار کے لیے تنگ

نہیں ہوگا (بلکہ مجھے بھی برداشت کرے گا اور شفاعت سے محروم نہیں رکھے گا) کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کریم خدائے منتقم کے نام سے تجلی پاتا ہے:

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور اس کی سوتن (آخرت) آپ کے جود وکرم کا حصہ ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے بحر علوم کا ایک جز ہے (ایک قطرہ):

یا نفس لاتقنطی من زلة عظمت ان لکبائر فی الغفران کاللمم

اے میرے نفس تو بڑی لغزش کی وجہ سے مایوس نہ ہو کیونکہ مغفرت میں بڑے گناہ چھوٹے گناہ جیسے ہوجاتے ہیں:

لعل رحمة ربی حین یقسمها تاتی علی حسب العصیان فی القسم

شاید جب میرا رب اپنی رحمت کو تقسیم کرے تو ہر کسی کو اس کے گناہوں کے حساب سے رحمت فرمائے:

یارب وجعل راجائی غیر منعکس لدیك واجعل حسابی عیر منخرم

خدایا میری امیدوں کو تو الٹا نہ کردینا میرا کردے حساب آسان مجھ کو کر بے غم

والطف بعبدك فی الدارین ان له صبراً متی تدعه الاهوال ینهزم

اے اللہ تو اپنے بندے پر دونوں جہانوں میں لطف وکرم فرما کیونکہ اس کا صبر اتنا کم ہے کہ خوف افزا باتوں کے بلانے پر شکست کھا جاتا ہے:

وائذن لسحب صلاة منك دائمة علی النبی بمنهل ومنسجم

اے اللہ تو اپنی طرف سے دائمی درود وسلام کے بادل کو حکم فرما کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یوں ہمیشہ برسا کرے جیسے سیراب کرنے اور موسلا دھار برسنے والا بادل برستا ہے:

ما رنحت عذبات البان ریح صبا واطرب العیس حادی العیس بالنغم

(درود کی برسات تب تک جاری رہے) جب تک بادِ صبا بان کی ٹہنیوں کو جھکاتی رہے اور جب تک اونٹوں پر حدی خوان اپنے نغموں سے اونٹوں کو مست کرتے رہیں۔

اس طرح فصل ۹؍اور ۱۰؍میں دعا اور شفاعت کا عنصر غالب ہے۔ یہاں پر بھی امام بوصیری نے کعب بن زہیر کی طرح زبان وبیان کو تبدیل کیا ہے۔ شاعر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کو دہرا رہا ہے۔ اپنے آپ پر ملامت کر رہا ہے۔ اور پھر امید بھی بندھا رہا ہے کہ ان کی ذات والا تبار تیری مغفرت کے لیے کافی ہے۔ شفاعت ہی نعت کے صلہ میں چاہتا ہے۔ قصیدہ کے آخر میں

فطرت اور تہذیب کا حسین سنگم ہے جو قاری کو ایک خوشگوار احساس میں مبتلا کر دیتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مدحت کا تحفہ پیش کرنے کے بعد شاعر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روحانی اور جسمانی تبدیلیوں کا خواستگار ہے۔اس قصیدے کا ہر قاری بھی اسی نیت سے اس کی قراءت کرتا ہے۔صوفیاء کی مجالس میں اسی غرض سے اس قصیدے کا ورد کیا جاتا ہے۔کعب بن زہیر کے قصیدے کی طرح اس کا معاملہ بھی انتقال کیفیت سے ہے۔اس میں بھی حالات کی تبدیلی مقصود ہوتی ہے۔کعب بن زہیر کا قصیدہ علامتی اظہار جاہلی سے اسلام کی طرف آمد کا، بوصیری کا قصیدہ علامتی اظہار ہے روحانی اور جسمانی تبدیلی کا۔اس کا قاری بھی روحانی اور باطنی تبدیلی کی چاہ میں اس کی قرات کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد چاہتا ہے۔دنیا میں تعلق بالرسول پختہ و پائندہ تر کرنا چاہتا ہے اور آخرت میں شفاعت کا طالب ہوتا ہے۔بوصیری کے قصیدے کو نفسانی اور روحانی فوائد کے لیے بھی پڑھا جاتا ہے۔اس سے طبی فائدے بھی حاصل کیے جاتے ہیں۔بہت سے حضرات خواب میں زیارت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غرض سے بھی اس کا ورد کرتے ہیں۔

میں نے بوصیری کے قصیدے کا روایتی اور ادبی و مذہبی اعتبار سے ساخت و ہیئت اور موضوعات کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ عہد جاہلیہ کے قصیدہ نگار ممدوح سے صلے میں انعام و اکرام حاصل کرتے تھے۔حضرت کعب بن زہیر کو بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی تھی، لہٰذا کعب بن زہیر کا بارگاہ رسالت میں قصیدہ پیش کرنا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے قبول فرما کر تحفہ عنایت فرمانا، اسلام میں شاعری کی اہمیت کا ضامن ہے، ساتھ ہی حضور کا یہ عمل بعد کے شعراء کے لیے محرک ثابت ہوا اور وہ خوش اسلوبی و خوش دلی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مدحت کے نذرانے پیش کرنے لگے ۔ صلے میں رفاقت اور شفاعت کی تمنا ہوتی یہی حال بوصیری کے قصیدہ بردہ کا بھی ہے۔ جسے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود شاعر موصوف کی زبانی سنا اور بوصیری کو خواب میں چادر عنایت فرمائی، جسم پر سے ہاتھ پھیرا جس کی بدولت ان کی جسمانی بیماری جاتی رہی۔گویا روحانی اور جسمانی دونوں اعتبار سے تندرستی و امان عطا کی گئی۔یہ قصیدہ اسلامی دنیا میں خوب مشہور ہوگیا۔دنیا کے ہر خطے میں اسے پڑھا اور سنا جانے لگا۔نعتیہ شاعری کرنے والے شعراء اس کی تقلید کرنے لگے۔بے شمار فن پارے بوصیری کے طرز و فکر پر مبنی وجود میں آئے، لیکن عربی نعتیہ شاعری میں جسے بوصیری کے بعد مقبولیت حاصل ہوئی وہ احمد شوقی کا ''نہج البردہ'' ہے۔

حواشی:

قصیدہ بانت سعاد کے عربی اشعار کا ترجمہ جناب سید کلیم اللہ صاحب دکنی کے قصیدہ بانت سعاد، ناشران شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب علوم مشرقیہ کشمیری بازار، لاہور سے لیا گیا ہے۔

۱- عبدالحلیم ندوی، تاریخ ادب عربی، قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، نئی دہلی، ص ۳۲۱
۲- ایضاً، ص ۳۳۲۔ ۳- ایضاً، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹
۴- احمد حسن زیات، تاریخ ادب عربی، مترجم عبدالرحمٰن سورتی، ص ۷۹، ۸۰
۵- عبدالحلیم ندوی، تاریخ ادب عربی، قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، نئی دہلی، ص ۱۸۳
۶- ایضاً، ص ۹۵۔ ۷- ایضاً، ص ۱۹۶
۸- احمد حسن زیات، تاریخ ادب عربی، مترجم عبدالرحمٰن سورتی، ص ۸۲
۹- عربی ادب کی تاریخ ص ۲۰۶، ۲۰۷
۱۰- Suzanne Pinckney Stetkevych , The Mantle Odes ,Indiana Uni.Press P 6/7
۱۱- عبدالحلیم ندوی، تاریخ ادب عربی، قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، نئی دہلی، ص ۱۵۹ تا ۱۶۴
۱۲- ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، عربی میں نعتیہ کلام، مکتبہ اسلام لکھنو، ص ۵۶ اور ۵۷
۱۳- ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، عربی میں نعتیہ کلام، مکتبہ اسلام لکھنو، ص ۶۵، المدائح النبویہ فی الادب العربی، ص ۸۵
۱۴- ایضاً، ص ۱۳۳۔ ۱۳۴
۱۵- Suzanne Pinckney Stetkevych, The Mantle Odes ,Indiana Uni.Press Page 73
۱۶- جمال الوردہ ۱۷- جمال الوردہ
۱۸- ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، عربی میں نعتیہ کلام، مکتبہ اسلام لکھنو، ص ۱۴۶
۱۹- ایضاً، ص ۱۵۲ ۲۰- طیب الوردہ، ص ۶۳
۲۱- طیب الوردہ، ص ۸۰ تا ۱۴۳ ۲۲- جمال الوردہ

☆☆☆

سید محمد فاروق چشتی (دیواہ شریف، بارہ بنکی)

قصیدۃ البردہ

مـولای صل وسـلـم دائـمـاً ابـداً علیٰ حبیبك خیـر الـخـلـق كلهم

تقریباً ساڑھے سات سو برس پہلے ایک عاشق رسول نے اپنے سینے میں تڑپتے ہوئے جذبات کو لفظوں کا جامہ پہنا کر محبوب کی بارگاہ میں پیش کیا تھا اور حبیب الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے شرف قبولیت سے نوازا تھا۔ تبھی سے عاشقانِ مصطفیٰ اس قصیدے کو حرزِ جاں اور وردِ زباں بنائے ہوئے ہیں اور اس کا نام ہے ''قصیدۃ البردہ''۔

یوں تو عربی زبان میں بہت سے قصائد لکھے گئے جو ندرتِ خیال، شاعرانہ کمال اور فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہیں۔ لیکن قبولیت عامہ جو قصیدۃ البردہ کے حصے میں آئی، وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔ دیگر قصائد اہل علم کے حلقوں میں بے حد مقبول ہوئے، خواص نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا، لیکن قصیدہ بردہ شریف کو صرف خواص ہی نہیں عوام کی بھی پذیرائی حاصل ہوئی۔ ہم میں ہر تیسرے شخص کو وہ درود یاد ہوگا جو امام بوصیری نے دورانِ قصیدہ حضور کی بارگاہ میں پیش کیا تھا:

مـولای صل وسـلـم دائـمـاً ابـداً علیٰ حبیبك خیـر الـخـلـق كلهم

صاحب قصیدہ امام بوصیری علیہ الرحمہ

ولادت

امام بوصیری علیہ الرحمہ یکم شوال المکرّم ۶۰۸ھ بمطابق ۱۲۱۲ء کو مصر کے ایک قصبہ دلاص کے اندر قبیلہ صنہاجہ میں پیدا ہوئے، اسی لئے آپ کو دلاصی یا صنہاجی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا نام ''محمد بن سعید'' لقب ''شرف الدین'' اور کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے۔

بیعت اور علمی مقام

آپ کی تعلیم و تربیت مصر کے مشہور شہر قاہرہ میں ہوئی۔ شافعی مسلک کے پیروکار تھے۔ حضرت

ابوالعباس مرسی علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، آپ ہی کے زیر سایہ سلوک کے منازل طے کئے۔ دس سال بیت المقدس میں عبادت وریاضت میں گذارے پھر حجاز مقدس میں آکر ۱۳؍سال تک مکہ میں علومِ دینیہ کی تعلیم دیتے رہے اس کے بعد مصر واپس آکر وزیر کے کاتب کی حیثیت سے ملازمت کرلی۔

بچپن ہی سے بے حد ذہین تھے،۱۳؍برس کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا۔علومِ اسلامیہ کے ماہر، بلند پایہ شاعر اور ادیب تھے۔ اپنی ذہانت وفطانت اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر معاصرین میں اہم مقام حاصل کرلیا تھا۔ دربارِ شاہی تک رسائی تھی، امراء کی شان میں قصیدے لکھا کرتے تھے،لیکن پھر شاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آراء پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ پھر کسی کی طرف پلٹ کر نہ دیکھا:

سب سے بے گانہ رہے یار شناسا تیرا

زیارت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ایک دن کہیں جارہے تھے کہ راستے میں قطبِ زمانہ حضرت شیخ ابوالرجاء علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے پوچھا، کیا تم نے خواب میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آراء کو دیکھا ہے؟ امام بوصیری نے کہا: نہیں، میں ابھی حضور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔اس کے بعد شیخ ابوالرجاء تو چلے گئے لیکن امام بوصیری کی حالت غیر ہوئی،شوقِ زیارت میں تڑپنے لگے،اور جذبۂ شوق کی صداقت دیکھئے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی رات اپنے عاشقِ زار کو شرفِ زیارت سے نوازا۔شرابِ دید سے سرشار ہونے کے بعد آپ کا دل ایک پل کو بھی مدینہ والے آقا کی محبت سے خالی نہ ہوا۔جذبۂ عشق نے نعتوں کی صورت اختیار کی اور کتنے ہی نعتیہ شہ پارے وجود میں آئے، قصیدۂ ہمزیہ اسی دور کا شاہکار ہے۔

وجہِ تالیف

ایک دن اچانک آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور آدھا جسم بے کار ہوگیا۔اس مصیبت کے عالم میں آپ نے ایک قصیدہ لکھ کر جانِ مسیحا، حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا۔ رات کو جب سوئے تو مقدر جاگ اٹھا اور نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔عالمِ رؤیا میں وہی قصیدہ سرکار کی بارگاہ میں پیش کیا جس کا لفظ لفظ عشق رسول میں ڈوبا ہوا تھا۔

آقائے کریم علیہ السلام نے عشق ومحبت کا یہ نذرانہ قبول فرمالیا اوراپنے دیوانے کے اعضائے مفلوجہ پر دستِ مسیحا پھیر کر شفایاب کیا، یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنی چادرانور امام بوصیری کو اڑھا دی تھی جس کی برکت سے وہ شفا پا گئے۔

جب بیدار ہوئے تو فالج کا نشان تک نہ تھا، تمام اعضاء صحیح سالم تھے۔ عالمِ مسرت میں باہر نکلے، خوشی خوشی جارہے تھے کہ راستہ میں شیخ ابوالرجاء مل گئے۔ فرمانے لگے کہ بوصیری! وہ قصیدہ تو سناؤ جوتم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے۔ امام بوصیری نے کہا کہ میں نے تو پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بہت سے قصائد لکھے ہیں، آپ کو کون سا سناؤں؟ شیخ ابوالرجاء علیہ الرحمہ نے فرمایا: وہ قصیدہ سناؤ جس کا مطلع یہ ہے:

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ م بِذِیْ سَلَم مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُّقْلَةٍ م بِدَم

شیخ ابوالرجاء کی زبانی یہ شعر سن کر امام بوصیری حیران رہ گئے، کیونکہ اس وقت تک آپ نے یہ قصیدہ کسی کو بھی نہیں سنایا تھا۔ تعجب سے کہنے لگے: **يَا اَبَا الرَّجَاءِ! مِنْ اَيْنَ حَفِظْتَهَا؟** ابوالرجا! یہ آپ نے کہاں سے یاد کیا؟ ابوالرجاء کہتے ہیں: کل رات جب تم بارگاہِ رسالت میں یہ قصیدہ پیش کررہے تھے تو میں بھی وہاں حاضر تھا، یہ مجھے تبھی یاد ہوگیا تھا۔ یہ سنتے ہی امام بوصیری نے وہ قصیدہ انہیں پڑھ کر سنایا۔ پھر یہ خبر ہر طرف پھیل گئی، ہر کسی نے اس قصیدہ کو سنا اور حرزِ جاں بنایا۔ آج یہ قصیدہ عاشقانِ رسول کے دلوں کی دھڑکن بن چکا ہے۔ ساڑھے سات سو سال گذر گئے لیکن اس کی مقبولیت میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

قصیدے کی وجہِ تسمیہ

اس قصیدۂ مبارکہ کا اصل نام "**الکوکب الدریہ فی مدح خیر البریہ**" ہے، لیکن یہ ''قصیدۃ البردہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ بردہ دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔ اس قصیدہ کا نام قصیدۃ البردہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں، ہر ایک کی وضاحت یہاں ممکن نہیں۔ ہاں! سب سے مشہور وجہ یہ ہے کہ جب امام بوصیری علیہ الرحمہ نے نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ قصیدہ پیش کیا تو آپ نے اپنی بردِ یمانی انہیں عطا فرمائی تھی۔

اور یہ بعید از قیاس بھی نہیں، کیونکہ جب حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہٗ نے حضور کی بارگاہ میں "**قصیدہ بانت سعاد**" پڑھ کر سنایا تو آپ نے انہیں اپنی چادر شریف عطا فرمائی تھی۔ کیا بعید ہے کہ امام بوصیری کو بھی یہ عطیہ ملا ہو۔

قصیدۃ البردہ کی مقبولیت

قصیدہ گوئی ایک خاص صنفِ سخن ہے اور صنف قصیدہ میں نعت کہنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔اوّل تو نعت گوئی کوئی آسان کام نہیں ہے۔اس مقام پر عرفؔی جیسے نامور شاعر کو بھی کہنا پڑتا ہے:

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت ست نہ صحرا

نعت گوئی دراصل جذبۂ محبت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔چودہ صدیوں سے عاشقانِ رسول اس میدان میں طبع آزمائی کرتے آ رہے ہیں، لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کسی شاعر کا کلام مقبولِ عام ہوا ہے تو وہ امام بوصیری کا قصیدۂ بردہ ہے۔ویسے تو آپ نے بہت سی نعتیں لکھیں جن میں قصیدۂ ہمزیہ، قصیدۂ لامیہ اور قصیدۂ مضریہ بہت مشہور ہوئے لیکن قصیدۃ البردہ کو ایک الگ مقام حاصل ہے۔آج تک اس کی سیکڑوں شرحیں لکھی جا چکی ہیں، کتنوں نے اس پر تضمینیں، تشطیریں، تخمیسیں اور تسبیعیں لکھیں۔اہلِ سخن اس کے فنّی محاسن پر تبصرہ کرتے ہے، اربابِ تصوف اس سے روحانی غذا حاصل کرتے رہے اور عاشقانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سکونِ قلب اور ظاہری و باطنی امراض سے نجات کا ذریعہ بنالیا۔صوفیائے کرام کے حلقوں میں، بزرگانِ دین کی مجالس اور میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محافل میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اور پڑھنے والوں کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔اور یہ سلسلہ اسی وقت سے جاری ہے جب امام بوصیری کے دربارِ رسالت میں قصیدہ پیش کر کے اس باب الشفاء سے اپنے لئے شفا حاصل کرنے کی خبر عام ہوئی تھی۔علامہ ابوالحسنات علیہ الرحمہ اپنی کتاب "طیب الوردہ علیٰ قصیدۃ البردہ" میں الشوارد الفردہ اور عطرالوردہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "شدہ شدہ یہ خبر ملک الظاہر کے وزیر بہاء الدین تک پہنچی انہوں نے قصیدہ شریف کی نقل لی اور عہد کیا کہ اس قصیدۂ مبارکہ کو روزانہ برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑے ہو کر سنوں گا۔چنانچہ اس کی برکت سے ان کے دین و دنیا کے بہت سارے کام پورے ہوئے اور مصیبتیں فرو ہوئیں۔پھر سعدالدین فاروقی قزیر موصوف کے فرمان نویس کو آشوبِ چشم ہوا یہاں تک کہ بصارت جاتے رہنے کا اندیشہ ہو گیا۔خواب میں کسی نے کہا کہ بہاء الدین سے بردہ لے کر آنکھوں سے لگا۔وہ گئے اور خواب بیان کیا۔بہاء الدین نے کہا کہ بردہ تو نہیں معلوم، ہاں! حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نعت میرے

پاس ہے جو شفائے امراض میں خاص اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ سعد الدین نے وہ
قصیدہ لیا، آنکھوں سے لگایا اور پڑھا علی الفور صحت یاب ہوئے۔''

قصیدہ بردہ شریف سے روحانی علاج

قصیدہ بردہ کو بارہ فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے اور ان میں نفس کی مذمت، آقائے کریم کی محبت، حضور کے محاسن اور معراج و معجزات وغیرہ مضامین بڑی نفاست اور محبت سے بیان کئے گئے ہیں۔ کل اشعار کی تعداد ۱۶۲ ر ہے، ہر شعر کی ایک الگ تاثیر ہے، حصولِ مراد اور شفائے امراض کے لئے اس قصیدہ شریف کو پڑھا جاتا ہے۔ ہم یہاں چند مشہور اشعار اور ان کے مخصوص فوائد درج کر رہے ہیں:

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ م بِذِیْ سَلَمِ مَذَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُّقْلَةٍ م بِدَمِ
اَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ وَاَوْمَضَ الْبَرْقُ فِی الظُّلَمَاءِ مِنْ اِضَمِ
فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

ان تینوں اشعار کی خاصیت یہ ہے کہ اگر ان اشعار کو شیشہ کے برتن میں لکھ کر اور بارش کے پانی سے دھو کر نافرمان جانور کو پلایا جائے تو وہ تو وہ تابع و فرماں بردار ہو جائے گا۔

اور اگر یہی اشعار ہرن کی جھلی پر لکھ کے لکنت والے کے بازو پر باندے تو زبان کی لکنت دور ہو اور فصیح ہو جائے (عصیدۃ الشہدہ، ص:۵۰)

لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ وَلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

یہ شعر خفقان و دمہ کا علاج ہے۔ اگر کسی کا دل گھبراتا ہو اور غم و آلام کی وجہ سے پریشان ہو تو اس شع کو حروفِ مقطعات میں ایک سیب پر لکھے اور سیب کھالے، صحت ہوگی اور سکون پائے گا۔ اگر چینی کے برتن میں لکھے اور پانی سے دھو کر پئے تب بھی یہ فائدہ حاصل ہوگا مگر سیب پر لکھ کر کھانا زیادہ مفید ہے۔ علامہ محمد بن عبداللہ قیصری فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اسے سچ پایا۔ (عصیدۃ الشہدہ، ص:۵۵)

نَعَمْ سَرٰى طَيْفُ مَنْ اَهْوٰى فَاَرَّقَنِىْ وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتَ بِالْاَلَمِ

اگر کوئی عشاء کی نماز کے بعد اس کا ورد کرے اور اسی عمل کے دوران اسے نیند آجائے تو امید ہے کہ وہ زیارت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوگا۔ (شرحِ قصیدہ بردہ۔ از مفتی فیض احمد اویسی)

محضتنی النُّصحَ لٰكِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْ عُذَّالِ فِیْ صَمَمِ

دشمن کا خوف ہو تو اس شعر کو گول کاغذ پر کنارے کنارے لکھ کر عمامے کے نیچے پیشانی کی طرف رکھے، دشمن کے مکر و شر سے محفوظ رہے گا۔ (عصیدۃ الشہدہ ص ۷۰)

فَکَیْفَ تُنْکِرُ حُبًّا م بَعْدَ مَا شَهِدَتْ بِــهٖ عَـلَيْكَ عَـدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّـقَمِ

برائے قضائے حاجات وحصولِ مراد ۳ بار یہ شعر پڑھ کر کام شروع کرے، ان شاء اللہ حاجت ومقصد پورا ہو۔(طیب الوردہ، ص ۳۴، ۳۳)

وَاسْتَـفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَاَتْ مِـنَ الْـمَـحَـارِمِ وَالْـزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

اگر دورانِ مطالعہ کوئی دشوار مقام آجائے اور اس کو حل نہ کر سکے تو یہ شعر ۱۱۹ / بار پڑھے، ان شاء اللہ وہ دشوار مقام حل ہو جائے گا۔(عصیدۃ الشہدہ، ص:۹۶)

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا وَاِنْ هُـمَـا مَـحَـضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

وَلَا تُـطِـعْ مِـنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا فَاَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

اگر کوئی شخص گناہوں کا عادی ہو اور توبہ کی طرف مائل نہ ہو تو یہ دونوں اشعار نمازِ جمعہ کے بعد ایک کاغذ پر لکھے اور عرقِ گلاب سے دھو کر پی لے اور قبلہ رخ بیٹھا رہے، عصر، مغرب، عشاء اسی جگہ پڑھے اور خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرے اور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درودِ پاک پڑھتا رہے، ان شاء اللہ نفس تابع ومغلوب ہو جائے گا۔(عصیدۃ الشہدہ، ص:۱۰۱)

☆☆☆

ڈاکٹر رضوان امجدی (سدھولی۔ سیتاپور)

قصیدۂ بردہ اور اردو نعت گو شعراء کا تتبع

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کماحقہٗ بیان کرنا انسانی شعور وفکر سے بہت بالاتر ہے۔ آپ کے خلقِ عظیم، اسوۂ حسنہ وغیرہ اوصاف ومعجزات کا ذکرِ جمیل کرنے کے لئے مطالعۂ قرآن ہی واحد ذریعہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ثنا بیان کرنا دل ودماغ کا بھی عمل ہے۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جلیل القدر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسولِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم اور سیرت اقدس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے بڑی بلیغ بات فرمائی کہ:

''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟''

گویا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ قرآنِ مجید ہی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم اور اسوۂ حسنہ کی مکمل تفسیر ہے۔ حقیقت میں آپ پیکرِ قرآن ہیں۔

عربی وفارسی کے بڑے بڑے خوش عقیدہ ودانشورانِ ادب رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ کہتے ہوئے خاموش ہوگئے کہ :

یا صاحب الجمال و یا سید البشر　　من وجهك المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقهٗ　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ)

بلغ العلیٰ بکماله　　کشف الدجیٰ بجماله
حسنت جمیع خصاله　　صلوا علیه و آله

(حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کے ظاہری زمانہ کی نعت گوئی کی تاریخ پر جب سرسری نظر ڈالی جاتی ہے تو ابتدا میں ہی بیشمار مداحین رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فہرست ہمیں نظر آتی ہے جن میں سرفہرست حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت کعب بن زہیر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابہ کرام کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو کے بے شمار شعرائے نعت گو میں بعض خوش نصیب وہ شعراء کرام بھی ہیں جن کا کلام مقبولِ بارگاہِ رسول دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سند سے مشرف ہو چکا ہے۔ ان ہی مقبول ترین کلام اور شخصیت کے حامل عارف باللہ تعالیٰ و رسول امام شرف الدین محمد بن حسن بوصیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والا تبار بھی ہے۔

حضرت امام محمد شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کا ایک مختصر تعارف:

آپ کا اسم گرامی محمد شرف الدین ہے۔ آپ کو امام بوصیری کے لقب سے پوری دنیائے اسلام میں شہرت حاصل ہے۔ آپ کی ولادت شہر ''دلاص'' میں یکم شوال 608ھ مطابق 6 مارچ 1212ء میں ہوئی۔ یہ مقام ملک مصر کے ''بَہْنَسَا'' نامی خطہ میں واقع ہے۔

امام بوصیری کو روحانی دنیا میں بڑا اہم مقام حاصل ہے۔ آپ ساتویں صدی ہجری کے بہت نامور عربی زبان کے شاعر، ماہر خوش نویس، حدیث وفقہ داں اور سلسلۂ شاذلیہ کے بزرگ عالم، عارف باللہ ہوئے ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے والد سعید، اور دادا کا نام ''حماد'' لکھا ہے۔

فارسی زبان کا بڑا پیارا مقولہ ہے کہ:

بجز علم خدارا نباید شناخت

کے تحت امام بوصیری نے تحصیل علوم وفنون کے لئے مصر کا رخ کیا مصر عہد قدیم سے دیگر تمام اوصاف ومحاسن حسنہ کی بنا بر منفرد شناخت کا حامل رہا ہے۔ وہاں کی یونیورسٹی جامعہ ازہر جملہ علوم ظاہری وباطنی کا عظیم مرکز ہے۔ یہ ملک اسلامی دارالسلطنت رہنے کا بھی شرف رکھتا ہے۔ مصر میں ہی حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبران عظام کی ولادت بھی ہوئی، یہیں پر دریائے نیل بھی ہے جو حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور اقتدار میں حضرت خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوب گرامی کے فیض سے آج بھی پورے جوش وخروش سے رواں دواں ہے۔ اسی معروف شہر سے منسوب حضرت ذوالنون مصری جیسے بے شمار عارف باللہ ورسول بھی ہوئے ہیں۔ جن کے فیوضِ روحانی سے پوری دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ یہ چند جملے، جملۂ معترضہ کے طور پر درمیانِ تحریر آ گئے ہیں۔ آمدم برسرِ مطلب۔

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے 13 سال کی عمر میں ہی قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ عربی زبان و ادب میں کامل دستگاہ حاصل کر لی۔ نیز اس عہد کے علماء وفضلاء اور اہل اللہ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اس زمانہ کے بہت ہی مشہور متقی، پرہیزگار عارف باللہ و رسول ابوالعباس مرسی (متوفی

686ھ) کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت سے روحانی سکون حاصل کیا۔ آپ کی نگاہِ دوررس نے امام بوصیری کی پیشانی کو پڑھ کر شیخ سعدی کے لفظوں میں:

می تافت ستارۂ بلندی

پڑھ کر خلافت و اجازت عطا فرمادی۔ آپ نے اپنے پیرومرشد کی معیت میں ایک عرصہ تک رہ کر تصوف و طریقت کے رسم وراہ سے بھی آگاہی حاصل کی۔ آپ کا وصال 697ھ میں شہر اسکندریہ میں ہوا۔

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ والرضوان کو ساری اسلامی دنیا میں شہرت صرف ایک قصیدہ بردہ شریف کی وجہ سے ملی اور یہ شہرت ایسی حاصل ہوئی کہ رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گی۔ گو کہ آپ نے سلاطینِ وقت کے نام متعدد قصائد نظم کئے مگر ان قصائد کا ذکر صرف عربی ادب میں ملتا ہے۔ حضرت امام محمد بن سعید المعروف بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے مقبول قصیدہ بردہ شریف کا نام "**الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ**" رکھا تھا۔ اب تک اس قصیدے کے بے شمار ایڈیشن شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ بعض میں اشعار کی تعداد کچھ کم اور بعض میں زیادہ بھی ہے۔

مشہور و معروف ترین روایت یہ ہے کہ حضرت امام محمد شرف الدین بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فالج کا اثر ہوا۔ چنانچہ اس کی وجہ سے ان کے جسم کا داہنی طرف کا آدھا حصہ کام کرنے سے معذور ہو گیا۔ جس کے باعث ان کی آمدورفت بھی بند ہو چکی تھی۔

ان حالات سے دوچار ہونے کے بعد انہوں نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایک بہت پردرد و رقت آمیز دعائیہ قصیدہ نظم کیا۔ جس کو اپنی بیماری کی حالت میں ایک شبِ جمعہ پڑھ کر سو گئے۔ حضرت امام بوصیری رات میں حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالمِ خواب میں زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضور سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمد شرف الدین سے وہ قصیدہ سماعت فرماتے ہیں آپ بہت خوش و مسرور ہو کر اپنا دستِ شفا حضرت امام بوصیری کے فالج زدہ حصہ پر پھیر دیتے ہیں جس سے ان کی وہ بیماری فی الفور دائمی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ سرکارِ مدینہ طیبہ نے امام بوصیری کے جسم پر ایک چادر شریف بھی ڈالی۔ جس کی وجہ سے اس قصیدے کا نام بھی قصیدہ بردہ شریف ہو گیا۔

اس قصیدہ شریف کے راز فاش ہونے کی وجہ یہ رہی کہ جب صبح کسی ضرورت سے شہر کے بازار کی طرف آپ گئے تو آپ کی ملاقات ایک درویش کامل سے ہوئی۔ انہوں نے رات حضور

سیدالمرسلین کے دربار گہر بار میں پڑھے ہوئے قصیدہ کو دوبارہ سننے کی درخواست کی جس پر حضرت بوصیری علیہ الرحمہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ تو مردِ کامل نے اپنی حاضری اور دربار رسالت نیز مجلس کا پورا ماجرا سنایا۔ اسی دن سے اس قصیدہ کو شہرت حاصل ہوئی۔ اس قصیدہ کو اس عہد کے سلاطین اور وزراء وقت ضرورت شفا کے لئے استعمال بھی کئے اور کامیاب بھی رہے۔

قصیدہ بردہ شریف جو حضرت بوصیری علیہ الرحمہ والرضوان کی بہت ہی عظیم شاہکار تخلیق ہے۔ اس میں کل 10 فصلیں ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

فصلِ اوّل	فی ذکر عشقِ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	12 اشعار
فصلِ دوم	فی منع ھوی النفس	16 اشعار
فصلِ سوم	فی مدحِ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	31 اشعار
فصلِ چہارم	فی مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	13 اشعار
فصلِ پنجم	فی ذکر یمن دعوتہ	16 اشعار
فصلِ ششم	فی ذکر شرف القرآن	17 اشعار
فصلِ ہفتم	فی ذکر معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	13 اشعار
فصلِ ہشتم	فی ذکر جہاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	22 اشعار
فصلِ نہم	فی طلبِ مغفرت من اللہ شفاعہ من رسول اللہ	12 اشعار
فصلِ دہم	فی ذکر المناجات وعرض الحاجات	18 اشعار
		170 اشعار

قصیدہ بردہ شریف میں حضرت بوصیری علیہ الرحمہ نے جن موضوعات پر کلام نظم کیا ہے۔ فارسی اور اردو کے نعت گو شعراء نے بیشتر ان ہی موضوعات پر اشعار کہے ہیں۔ اسلام، ایران سے ہوکر ہندوستان آیا۔ جس کا مکمل اثر ہماری تہذیبی وادبی زندگی پر بھی پڑا۔ تمام اوزان وبحور فارسی کے راستے سے اردو میں آئے۔ اردو کے شعراء نے موضوع کے ساتھ دیگر تمام ضروری لوازمات کو بھی قبول کیا ہے۔

فارسی میں نعت گوئی کا ماخذ عربی کے نعت گو شعراء کرام ہیں۔ ان کی فہرست بھی طویل ہے مگر ان میں جن کے کلام کو قبولیت عام وخاص کا شرف حاصل ہے۔ ان میں حضرت عبدالرحمٰن جاؔمی، حضرت شیخ سعدؔی، حضرت امیر خسرؔو، قدسؔی، خاقاؔنی، نظیرؔی نیشاپوری، عرؔفی شیرازی، نظاؔمی، حضرت فریدالدین عطاؔر، حضرت عبداللہ سناؔئی وغیرہ کے اسماءِ گرامی سرفہرست ہیں۔ ان میں بیشتر شعراء صوفی

بھی تھے۔ان کو عربی و فارسی زبان پر یکساں قدرت حاصل تھی۔اسی لئے ان کا کلام عربی و فارسی کا امتزاج لئے ہوئے ہے۔شعر ملاحظہ ہو:

مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی دل و جاں باد فادیت چہ عجب خوش لقبی
(قدسیؔ)

زہجوری برآمد جانِ عالم ترحم یانبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی ز محر و ماں چرا فارغ نشینی
(مولانا جامیؔ)

فارسی کے ان عظیم المرتبت شعراء نے اردو کے نعت گو شعراء کو ذہن دیا۔اسی کے ساتھ عربی کے معروف قصیدہ گو حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے قصیدہ کو عناوین میں تقسیم کر کے اردو نعت گو شعراء کے لئے نعت گوئی کی راہ بھی آسان کر دی۔

اردو میں نعت گو شعراء کی تعداد بے شمار ہے۔اگر ان شعراء کی صرف فہرست سازی کی جائے تو بھی بہت طویل ہوگی۔کیونکہ آج دنیا کے ہر گوشے، ہر خطے میں جہاں بھی عاشقِ رسول زندہ دل ہیں وہ ضرور غلامِ رسول ہونے کا اظہار کر رہا ہیں۔اس لئے چند ایک نمائندہ نعت گو شعراء کرام کے کلام کو موضوعِ مقالہ بنانے کی سعی کی جا رہی ہے۔

حضرت بوصیری علیہ الرحمہ ورضوان کے قصیدہ بردہ شریف میں پہلی فصل ہی عشقِ رسول دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مبنی ہے اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ عشق رسولِ انام کی سرشاری وفرطِ عقیدت کی بنیاد پر ہی اعلیٰ معیار کا کلام کہا جا سکتا ہے۔اس ضمن میں چند معروف نعت گو شعرائے کرام کے کلام پیش کئے جا رہے ہیں۔

حضرت سیدنا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی پیکر تھے۔ان کا کلام عشقِ رسول کا گنجینہ معانی ہے۔ان کے عشقِ رسول اور کلام کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مصداق ہے:

عشقِ مولیٰ میں ہو خوں بار کنارِ دامن یا خدا جلد کہیں آئے بہارِ دامن
(حضرت رضاؔ بریلوی)

یا الٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے اٹھائے دولتِ بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو
(حضرت رضاؔ بریلوی)

چاہے خدا تو پائیں گے عشق نبی میں خلد نکلی ہے نامۂ دل پر خوں میں فالِ گل

......

اے عشق ترے صدقے، جلنے سے چھٹے سستے جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

......

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

......

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

(حضرت رضاؔ بریلوی)

عشق احمد میں آنسو بہا کر بھر لیا میں نے پھولوں سے دامن

(رازؔ الہ آبادی)

امت کو عشق سرورِ عالی صفات کا طوفانِ حشر میں ہے سفینہ نجات کا

(امیرؔ مینائی)

غمِ عشق احمد کے قربان جاؤں میسر کسے یہ ملال اللہ اللہ

(بہزادؔ لکھنوی)

آئینہ دار حسن و عشق، صورت آئینہ ہیں آپ صبحِ ازل سے تا ابد، نورِ خدا نما ہیں آپ

(مولانا ضیاؔءالقادری)

متذکرہ شعراء نعت گو میں ڈاکٹر اقبالؔ لاہوری کا شمار بھی بیسویں صدی کے نمائندہ شعراء میں ہوتا ہے۔ موصوف کی کوئی بھی تصنیف صنف نعت پر نہیں مگر ان کے اردو، فارسی مجموعہائے کلام میں نعتِ رسول پر مبنی بکثرت اشعار ملتے ہیں۔ انہیں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ عشق تھا۔ جس کا شاہد خود اُن کا کلام ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ کے قصیدۂ بردہ شریف کے فصلِ اوّل کی مناسبت سے کلام اقبالؔ پیش ہے۔ ملاحظہ ہوں:

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب

......

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل، جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(ڈاکٹر اقبالؔ لاہوری)

ڈاکٹر اقبالؔ کے کلام سے چند اشعار مزید درج کئے جا رہے ہیں امید ہے اس سے موضوع مقالہ واضح ہو جائے گا۔ دیکھئے:

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ ۔۔۔ عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو ۔۔۔ عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تمام
عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا ۔۔۔ اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام
عشق دمِ جبرئیل عشق دلِ مصطفیٰ ۔۔۔ عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام
عشق فقیہِ حرم عشق امیر جنود ۔۔۔ عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

چند اشعار گزشتہ شعراء نعت گو سے درج کئے گئے ہیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ شعرائے نعت نبی کے کلام درج کر کے حضرت امام بوصیری کے معروف و مقبول قصیدہ کے دوسرے موضوعات پر بھی اظہار خیال کر کے مقالہ کو تکمیل کی جانب رواں کیا جائے:

نبی کے عشق میں وہ لطف پایا ۔۔۔ جو ملتا ہے خدا کی بندگی میں
ستارے گور میں بن جائیں گے سب ۔۔۔ بہیں گے اشک جو ہجر نبی میں
(ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی)

جو عشقِ مصطفیٰ میں مٹاتے ہیں زندگی ۔۔۔ ہوتا ہے ان کا ایک نئی زندگی سے ربط
(ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی)

نہیں ہے یاد رب تو زندگی ژاژ ۔۔۔ نہیں عشقِ نبی تو آدمی ژاژ
(ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی)

ہمارے عشق کا ہم سے یہی تقاضا ہے ۔۔۔ کہ رکھ قدم کی جگہ اپنا سر مدینے میں
(سید قیصرؔ وارثی)

ان کا عشق، ان کی اطاعت، ان کی یاد ۔۔۔ میری بخشش کا یہی سامان ہے
(فیاضؔ ٹانڈوی)

نبی کے عشق سے معمور کر لو اپنے سینوں کو ۔۔۔ وہ دل میں معرفت کا بے بہا دریا بہا دیں گے
(فیاضؔ ٹانڈوی)

شہرِ رسول پاک میں جانے کے واسطے ۔۔۔ عشقِ رسول شرط ہے، دام و درم نہیں
ڈاکٹر شفیعؔ سیتاپوری)

پیشانیِ مومن پر جو نور جھلکتا ہے یہ عشقِ محمدﷺ کے اعجاز کا جلوہ ہے
(مسعودؔ محمود آبادی)

عشق کی منزلیں، نور کی رفعتیں سب ترے ہی کرم کی سزاوار ہیں
ہے وہ عارف جسے تیرا عرفان ہوا ہے وہ کامل جسے علم سینہ ملے
(جنبشؔ خیر آبادی)

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے قصیدۂ بردہ شریف میں جن موضوعات پر اظہار عقیدت فرمایا ہے، ان میں مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہے۔ رب العالمین نے قرآن پاک میں اس شہر مقدس کی عظمت کی قسم کھائی۔ اردو کے تمام تر شعرائے نعت گو نے مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و برتری کا اعتراف بایں معنیٰ کیا ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں آرام فرما ہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی عقیدت کے گل مکۂ معظّمہ کی شان اقدس پر بھی نثار کئے ہیں۔ شعر کی رفعت، تخیل کی پرواز اور بلندی فکر ملاحظہ ہو:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا، ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
(حضرت رضؔا بریلوی)

مسلط ہوگئیں خاموشیاں دنیائے ہستی پر ستاروں کی نگاہیں جم گئیں مکہ کی بستی پر
(حفیظؔ جالندھری)

تعاقب میں نہ رکھی اہل مکہ نے کسر کوئی نہیں پہنچا خدا کے پاک بندوں تک مگر کوئی
(حفیظؔ جالندھری)

شہرِ نبی یہ زیب ہے لا اقسم کی شان ذرّے جہاں کے مثلِ گہر جگمگائے ہیں
(ساجدؔ خیر آبادی)

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے قصیدۂ بردہ شریف میں ایک فصل ''شرف قرآن مجید'' کے عنوان سے رکھا ہے۔ اس موضوع کو ہمارے اردو شعرائے نعت گو نے مختلف اسلوب میں اپنی اپنی فکر کو شعر کا جامہ عطا کیا ہے۔

قرآن مجید ہمارے نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک زندہ جاوید معجزہ ہے۔ اس نے بے شمار اہل ایمان کے قلوب میں انقلابِ عظیم پیدا کیا ہے۔ اس ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر اقبالؔ لاہوری کے قرآن مجید کی سحر

انگیزی کے واقعات نہایت اہم ہیں۔

اردو نعت گو شعراء کے فکر انگیز کلام نے قارئین اور سامعین کو بے حد متاثر کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان نے قرآن مجید کو کلامِ الٰہی سے یاد فرماتے ہوئے یوں نظم کیا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

(حضرت رضاؔ بریلوی)

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

اعلیٰ حضرت کے مشہور و معروف ''لاکھوں سلام'' میں یہ شعر بھی خاص توجہ کا طالب ہے:

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم — اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام
(حضرت رضاؔ بریلوی)

غضب ٹوٹا عمر دہلیز پر جس وقت چڑھتے تھے — وہ دونوں حضرت جناب سے قرآن پڑھتے تھے
(حفیظؔ جالندھری)

کہا اچھا دکھاؤ مجھ کو وہ آیاتِ قرآنی — سمجھ رکھا ہے جن کو تم نے ارشادات ربانی
(حفیظؔ جالندھری)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر — اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر
(ڈاکٹر اقبالؔ)

عثمان سا خوش بخت شہید اور ہے کوئی؟ — قرآن کے صفحات پہ خوں جس کا گرا ہو
(فیاضؔ ٹانڈوی)

قرآں کے حرف حرف سے آتی ہے یہ صدا — اُمّی نبی پہ علم بکثرت نثار ہے
(فیاضؔ ٹانڈوی)

جس کو اُمّی کا لقب بخشا گیا — اس کا اک اعجاز یہ قرآن ہے
(فیاضؔ ٹانڈوی)

قرآن سن کے قلب و نظر جگمگا اٹھے — تاثیر دیکھیے تو خدا کے کلام کی
(گہرؔ خیرآبادی)

جب کہے ان کو قرآن ہادی، رؤف — پھر کہے کیوں نہ ساری خدائی رؤف
(ڈاکٹر صابر سنبھلی)

بہت ہیں ان کی خوبیاں قرآں میں مرقوم — پھر بھی ان کا مرتبہ نہیں ہمیں معلوم
(ڈاکٹر صابر سنبھلی)

ظلم و ستم کے مٹنے کے آثار آ گئے — قرآن پاک لے کے جو سرکار آ گئے

......

قرآن کو طاقوں میں سجا لیتے ہیں لیکن — قرآن کے پاروں کی تلاوت نہیں کرتے

......

کیا بتائیں ہم تمہیں رفعت رسول اللہ کی — صورت قرآن ہے سیرت رسول اللہ کی
(حافظ مسعود محمود آبادی)

قرآن میں ہے سیرتِ سرکار جلوہ گر — قرآن پاک خالقِ اکبر کی بات ہے

......

ڈھونڈ قرآں کی روشنی میں جواب — ذہن میں جب کوئی سوال آئے

......

قرآن کے اوراق پہ نظروں کو جمائے — توحید کے زیور کی طرف دیکھ رہے ہیں

......

کچھ اور صحیفے بھی رسل لائے ہیں لیکن — سرکار جو لائے ہیں وہ قرآن الگ ہے
(فیاض ٹانڈوی)

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے مقبول بارگاہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قصیدۂ بردہ شریف میں جن موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ان میں سے چند ایک پر شعراء کرام کے کلام سے اظہار خیال کیا جا چکا ہے۔ یہ وہ عناوین ہیں جن پر ہمارے اردو نعت گو شعراء نے اپنی شاعری کی بنا قائم کی ہے۔ ہر شاعر نے اخلاقیات، معراج النبی، مولد النبی، شمائل النبی، مدح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مناجات کو موضوع بنا کر منفرد فکر میں کلام کہنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ان موضوعات پر شعر کہنا ہر خوش عقیدہ شاعر نے اپنے لئے باعثِ صد افتخار اور وجہ بخشش نیز نجاتِ عذابِ الٰہی یقین کیا ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ذات کو ان کے پیرومرشد اپنی بخشش کی وجہ قرار دے چکے ہیں۔ جب کہ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنی مغفرت کے لئے نعت نبی مکرم کی شان میں کہے ہوئے کلام کو قرار دیتے ہوئے ''حدائق بخشش'' نام رکھا ہے۔ دراصل اس مجموعۂ کلام میں سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے علاوہ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ دیگر اکابرین کی شان میں کہے ہوئے کلام ہی ہیں جن میں صرف منفرد فکر پر مبنی اشعار ہیں۔ ان اشعار کے ایک ایک لفظ اور شعر میں عشقِ رسول کا عنصر موجزن ہے۔ عشقِ رسول سے سرشار ان کے مندرجہ ذیل اشعار سے لطف اندوز ہوں:

محمد سے صفت پوچھو خدا کی خدا سے پوچھئے شانِ محمد

سیدنا امام احمد رضؔا بریلوی کے مجموعۂ کلام ''حدائق بخشش'' کی منفرد خوبی یہ ہے کہ آپ نے ایک بھی شعر حمد پر شامل نہیں فرمایا، یا کہا ہی نہیں۔ صرف نعت ومنقبت ہی کہی ہیں۔ یہی خوبی واوصاف ہم کو قصیدۂ بردہ شریف میں بھی نظر آتے ہیں۔ حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے فصلِ نہم میں صرف 12 اشعار اپنی مغفرت طلب کرتے ہوئے کہے ہیں۔ ان ہی میں 7 اشعار شفاعت من رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مبنی ہیں۔ حضرت امام بوصیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے قصیدۂ بردہ شریف میں پیش کیے گئے عنوانات کے تتبع میں اردو کے بیشتر نعت گو شعراء نے اشعار کہے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ہر خوش عقیدہ شاعر رطب اللسان ہے۔ اس موضوع سے قطع نظر معراج النبی اور شفاعت رسول اللہ کے موضوع پر مختلف شعرائے کرام کے کلام درج کئے جارہے ہیں جس سے موضوعِ مقالہ واضح ہوجائے گا۔

نعت گوئی کا اصل مقصد نبی سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری اوصاف جمیلہ کا خوب صورت ترین الفاظ ومعانی کے لباس میں پیش کرنا۔ یہی نعت کی تعریف ہے۔ نعت میں جو بات شعر کے جامہ میں پیش کی جائے۔ اس کا تعلق براہِ راست قرآن مجید اور احادیث مقدسہ سے ثابت ہو۔ اس میں کوئی ایک بات بھی خودساختہ اور غیر معتبر نہ ہو، ورنہ صفت نعت سے وہ کلام نکل کر ہجو کے زمرہ میں شامل ہوجائے گا اور شاعر ثواب کے بجائے عذاب کا مستحق قرار پائے گا۔

نعت گوئی کے صنف کو ہمارے عربی شعراء نے ہی بعد میں وسعت دی اور اس میں رسول دوعالم کے اسوۂ حسنہ اور اخلاقِ کریمانہ کے ساتھ دیگر موضوعات کو شامل کرکے اسے مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ مگر ان کا بھی تعلق قرآن سے رہا۔ قصیدۂ بردہ شریف اس کا بین ثبوت ہے۔ باقی ماندہ موضوعات پر اشعار ملاحظہ ہوں۔

شفاعتِ رسولِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے شفاعت کا ذکر اپنے قصیدۂ بردہ شریف میں بڑے والہانہ انداز فکر میں کیا ہے۔ ان کا کلام خیر الکلام قلّ مادلّ کا واضح ثبوت ہے۔ انہوں نے گرچہ شفاعت من

الرسول کے موضوع پر کم ہی اشعار نظم کیے ہیں مگر ان میں فکر بلندی، عقیدت کی فراوانی اور خلوص و محبت کا گراں مایہ عنصر پایا جاتا ہے۔ اردو نعت گو شعراء نے عربی شعرائے دربار رسالت سے صرف موضوع ہی نہیں لیا بلکہ قرآن و حدیث سے مواد بھی لے کر اپنے کلام میں پیش کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شاعر جس قدر حضور سرورِ دو عالم سے عقیدتِ وافر رکھتا ہے اسی قدر اس کا کلام رقت آمیز ہوتا ہے۔ اردو کے چند نعت گو شعراء کا کلام جو موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں۔ درج ذیل ہیں:

اِدھر امت کی حسرت پر، اُدھر خالق کی رحمت پر نرالا طور ہوگا گردشِ چشمِ شفاعت کا
(حضرت رضا بریلوی)

جس کے ماتھے شفاعت کا سہر رہا اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

......

سنکی وہ دیکھ بادِ شفاعت کہ دے ہوا یہ آبرو رضا تیرے دامانِ تر کی ہے
(حضرت رضا بریلوی)

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

......

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے
(حضرت رضا بریلوی)

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے
(مولانا حسن رضا خاں بریلوی)

اپنے نبی ہیں ساقی کوثر اور شفیع محشر بھی ان کی شفاعت سے عاصی بھی خلد کی نعمت پائیں گے
(فیاض ٹانڈوی)

لگتا ہے شفیع آ گیا اب وقت قیامت سب شافع محشر کی طرف دیکھ رہے ہیں

......

شفاعت شہِ ابرار وہ ہی پائیں گے جو امتحانِ وفا پاس کر دکھائیں گے

......

اسے بہشت بریں بالیقیں ملے گی شفیع حضور جس کی شفاعت کریں گے محشر میں
(ڈاکٹر شفیع سیتاپوری)

فردعصیاں نے کہیں کا بھی نہ رکھا تھا مجھے وہ یہ کہیئے کہ مجھ کو شافع محشر ملے

......

شفیع المذنبیں صل علیٰ جب آئے محشر میں خوشی سے چیخ اٹھے اہل عصیاں یارسول اللہ

(جنبش خیرآبادی)

میرے آقا کی ہوگی شفاعت حاصل جو یتیموں کا غریبوں کا مددگار ہوا

......

مسعودؔ وہ کیا پائیں گے محشر میں شفاعت جو سرورِ کونین سے الفت نہیں کرتے

......

آقا ہمیں تمہاری شفاعت پہ ناز ہے ہم عاصیوں کو اس لیے رنج و الم نہیں

(حافظ مسعودؔ محمودآبادی)

آپ سے ہے شافع محشر، شفاعت کی امید ٹوٹنے پائے نہ آقا، آپ کی امت کی آس

(ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی)

خدا مختارِ کل ہے، مالکِ روزِ قیامت ہے محمد کی جبیں پر حشر کا تاجِ شفاعت ہے

(ڈاکٹر رحمتؔ قریشی)

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود

نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ کے قصیدۂ بردہ شریف میں معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موضوع پر کل 13 اشعار ملتے ہیں۔ جن میں موصوف نے سرورِ دوعالم کی معراج پر بہت ہی اعلیٰ فکر کے کلام کہے ہیں۔ قصیدۂ بردہ شریف میں حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے جن بلند وارفع خیالات کو نظم کا جامہ پہنایا ہے انہیں خیالات کو ہمارے اردو شعرائے نعت گو نے بھی اپنی فکرِ بلیغ کا موجوع بنایا ہے۔ چند مشہور ومعروف نعت گو شعراء کے کلام جو معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موضوع پر ہیں درج کیئے جارہے ہیں:

تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ وتسلیم کی نچھاور دورُویہ قدسی پرے جمائے کھڑے سلامی کے واسطے تھے

......

تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی　　کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

(حضرت رضاؔ بریلوی)

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو!　　کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک گھر کی ہے

......

عرش و کرسی کی تھیں آئینہ بندیاں　　سوئے حق جب سدھارا ہمارا نبی ﷺ

......

اسریٰ میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے　　ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیئے ہیں

(حضرت رضاؔ بریلوی)

آج کی رات ہے معراج محمد کی نقیب　　بشریت ہے سر عرش علیٰ آج کی رات

......

شب اسریٰ کا عالم قرب او ادنیٰ کا نظارہ　　احد میں وصل ذات میم احمد بے گماں دیکھنا

......

ہماری نظر قاب قوسین تک ہے　　خدا جانتا ہے مقام محمد ﷺ

(جنبشؔ خیرآبادی)

معراج سے ظاہر ہم پہ ہوا سرکار دوعالم کا رتبہ　　بندے کے قدم اور عرشِ علیٰ سبحان اللہ سبحان اللہ

......

ہے خموش سدرہ بھی جبرئیل بھی چپ ہیں　　جانے کن منازل تک آپ کی رسائی ہے

......

منزل سدرہ پہ رُک کر حضرت روح الامیں　　شان رفتار شہ خیر البشر دیکھا کئے

......

ہم کو سبحان الذی اسریٰ سے ملتا ہے جواب　　کس طرح سے عبد جا کر مل گیا سبحان سے

(قیصرؔ وارثی لکھنوی)

سواری نور، دولہا نور، باراتی بھی نورانی دلوں کو نور سے بھرلو شبِ معراج آئی ہے
(بشیرؔ فاروقی)

کیا پوچھیے معراج کی شب شانِ نبوت جبرئیل بھی آقا کے قدم دیکھ رہے ہیں

......

عرش اعظم پہ وہ شبِ معراج محو راز و نیاز کیا کہنا
(مصورؔ لکھنوی)

شبِ معراج آنکھیں آپ کے تلووں سے مل مل کر لیا روح الامیں نے بھی مرے سرکار کا صدقہ

......

شان محبوبی تو دیکھو نوشۂ معراج کی کررہا ہے خود خدا قوسین او ادنیٰ کی بات

......

جسم ہے نوری، روئے منور شمس وضحیٰ کا آئینہ زینت سر ہے تاج حسین قوسین ودنیٰ فتدلیٰ کا
دیکھ کے اتنا ارفع رتبہ عرش بریں کے دولہا کا سارے ملائک فخر سے بولے آپ کی عظمت زندہ باد

......

جبرئیل سے ملک کی رسائی نہ ہو جہاں مہمانِ کبریا کے وہاں نقشِ پا ملے
(فیاضؔ ٹانڈوی)

......

جب کفِ پائے محمد ﷺ سے ملی تھی آنکھیں حضرت روح الامیں کو بھی ہوئی معراج
(ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی)

عرشِ اعظم پہ گئے وہ، یہ تھی ان کی معراج سبز گنبد کی زیارت ہے، ہماری معراج
(ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی)

جبرئیل ہیں شاہد کہ سوا ختم رسل کے سدرہ نے کوئی فاتح سدرہ نہیں دیکھا
(ڈاکٹر شفیعؔ سیتاپوری)

گھٹائیں رحمت رب العلیٰ عالم پہ چھائی ہے شبِ معراج آئی ہے شبِ معراج آئی ہے

......

شب معراج رب العالمیں کے میہماں بن کر رسولِ ہاشمی نے عرش کی زینت بڑھائی ہے

......

عرش بریں کی سیر مکمل اور ابھی تک گرم ہے بستر

......

مسجد اقصیٰ کے صحن پاک سے ہوتا ہوا عرشِ اعظم تک گیا ہے راستہ معراج کا

(ڈاکٹر شفیق سیتاپوری)

مرے حضور سے اسریٰ کی شب خدا نے کہا قریب آؤ کہ تم سے کوئی حجاب نہیں

(مسعود محمود آبادی)

وہاں سے میرے آقا کا گزر ہے جہاں جبرئیل کو جلنے کا ڈر ہے

......

جس رات میں حضور گئے ہیں خدا کے پاس قرآن کہہ رہا ہے وہ اسریٰ کی رات ہے

......

جبرئیل نے آقا سے سدرہ پہ کہا رک کر آگے مرے بڑھنے سے پَر جلنے کا خدشہ ہے

مسعود محمود آبادی

کبھی جس جا نہ جبرئیل کا وہم و گماں پہنچے وہ عالم کیا عجب ہوگا مرے آقا جہاں پہنچے

(گوہر خیر آبادی)

ہے سبحان الذی اسریٰ کی آیت خود دلیل اس کی کہ اک اُمی بشر عرش بریں پر آج مہماں ہے

(ڈاکٹر رحمت قریشی)

ہے تاجِ دنیٰ کا سرشارِ امم پر یہ کون و مکاں آپ ہی کے زیرِ نگیں ہے

(ڈاکٹر رحمت قریشی)

مناجات

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

(حضرت رضا بریلوی)

آنے دو یا ڈبودو اب تو تمہاری جانب کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھادیے ہیں

(حضرت رضا بریلوی)

خیبر وقت میں پھر کفر نے کروٹ لی ہے پھر مری قوم میں یارب کوئی حیدر آئے

(ڈاکٹر شفیق سیتاپوری)

جہاد

چھڑ گئی ہے بزم میں جب بدر کے غزوہ کی بات
آؤ مل جل کر کریں ہم تین سو تیرہ کی بات

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے قصیدۂ بردہ شریف میں جن موضوعات پر کلام نظم کیے ہیں اُن میں اردو نعت گو شعراء نے روز بروز اضافہ بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ صنف خواجہ الطاف حسین حالؔی پانی پت اور ڈاکٹر اقبالؔ لاہوری تک آتے آتے کافی تبدیلیوں سے ہمکنار ہو چکی ہے۔ مولانا حالؔی نے اپنے مسدس مدوجزر اسلام میں کئی نئے موضوعات پر اشعار کہے ہیں۔ جن میں موجودہ دور کے مسلمانوں کی زبوں حالی کو خاص طور سے موضوع بنایا ہے۔ مسدس حالؔی یعنی مدوجزر اسلام کو اس عہد میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر اقبالؔ نے اردو نعت گوئی میں نئے تجربے کا آغاز کیا اور جدید عناوین کے تحت کلام کہنا شروع کیا۔ جس میں سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح کے ساتھ مناجات کے پہلو کو نمایاں کرنے کی خوب خوب سعی کی گئی۔ ڈاکٹر اقبالؔ نے شکوہ، جواب شکوہ، مسجد قرطبہ، ساقی نامہ اور طلوعِ اسلام جیسی شاہکار نظموں کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کو پیش کیا۔ جس سے اردو نعت گو شعراء کو اپنے موضوع کو وسعت دینے کا موقع بھی ملا اور فکر میں رفعت بھی پیدا ہوئی۔

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں کل 31/اشعار کہے ہیں۔ ان اشعار میں خلوص ومحبت کا بحرِ بیکراں موجزن ہے۔ ان میں سرکار دوعالم سے بے پناہ عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ عہد حاضر کے اردو نعت گو شعراء نے ان 31/اشعار پر مشتمل نعتیں کم کہی ہیں۔ ماسوا حضرت سیدنا امام احمد رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریوی علیہ الرحمہ نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں ''لاکھوں سلام'' اور ''کروروں درود'' جیسی طویل ترین نظموں کے علاوہ متعدد نعتیں ایسی کہی ہیں جن میں بڑی رقت پائی جاتی ہے۔ چند ایک حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبتیں بھی کہی ہیں۔ آپ کی شاعری یا نعت گوئی کا محور صرف یہی دو اعلیٰ ترین ذات اقدس ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں کہے گئے چند شعرائے کرام کے کلام درج کئے جا رہے ہیں:

نبی سرورِ ہر رسول و ولی ہے نبی رازِ دارِ مع اللہ لی ہے

......

وہ نامی کہ نامِ خدا نام تیرا رؤف و رحیم و علیم و علی ہے
(حضرت رضا بریلوی)

اٹھا دو پردۂ، دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے
(حضرت رضا بریلوی)

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے
(حضرت رضا بریلوی)

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
(حضرت رضا بریلوی)

ورفعنا لك ذكر کا ہے سایہ تجھ پر بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
(حضرت رضا بریلوی)

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا
(حضرت رضا بریلوی)

پوری کتاب ''حدائقِ بخشش'' اپنے موضوع کے لحاظ سے نبیِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں مشتمل ہے۔ سارا کلام خود ایک انتخاب ہے:

مظہرِ حق جلوۂ یزداں محمد مصطفیٰ ﷺ کعبۂ دل، کعبۂ ایماں محمد مصطفیٰ ﷺ
آپ کے قدموں سے ہی ملتی ہے راہِ معرفت آپ ہی سے جادۂ عرفاں محمد مصطفیٰ ﷺ
(جنبش خیر آبادی)

نظر فردوس تک جاتی ہے لیکن لوٹ آتی ہے تخیل میں بسا ہے جب سے کاشانہ محمد کا

......

تمہیں شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ کی شان زیبا ہے تمہاری زندگی کو جلوہ زار دو جہاں دیکھا

......

خدا کے راستہ پر جب ہدایت لے چلی مجھ کو ملے سرکار کے نقشِ قدم ہر ایک منزل میں

......

میں عظمتِ محبوبِ خدا دیکھ رہا ہوں آئینہ لولاک لما دیکھ رہا ہوں
(جنبش خیر آبادی)

وہی محبوب رب العالمیں ہیں انہیں کے واسطے ہر شے بنی ہے
(ڈاکٹر شفیع سیتاپوری)

کفر والحاد و جہالت کی اندھیری شب میں شمع توحید لئے دین کے رہبر آئے

......

وہاں چراغِ محبت جلائے آقا نے جہاں بھی کفر و جہالت کی تیرگی دیکھی

......

آپ کی کیا مثال دی جائے آپ دنیا میں بے مثال آئے

......

میرے نبی کے چہرۂ انور کی تابانی کا کیا کہنا سامنے اس کے چاند خجل ہے سورج پانی پانی ہے
(گوہر خیر آبادی)

بشر کون و مکاں میں کوئی ایسا ہو نہیں سکتا مجسم نور آقا کے علاوہ ہو نہیں سکتا
گہر سمجھا ہے اتنا فرق نوری اور خاکی میں سراپا نور ہے جو اُس کا سایہ ہو نہیں سکتا
(گوہر خیر آبادی)

بھیجا گیا جہاں میں وہ سب انبیاء کے بعد عالم میں جو بزرگ ہے سب سے خدا کے بعد
کہہ دو یہ زاہدوں سے کہ تقویٰ کے واسطے عشق نبی بھی چاہئے خوفِ خدا کے بعد
(ڈاکٹر ولی انصاری)

جمالِ پاک کا ثانی نہ جسم پاک کا سایہ یقیناً آپ ہیں شہ کارِ قدرت یا رسول اللہ
(قیصر وارثی)

مختار کل تھے پھر بھی رہے اس جہان میں اللہ کے رسول بڑی سادگی کے ساتھ

......

بشارت ابنِ مریم نے سنائی تھی کبھی جس کی لباس آدمیت میں وہ نبیوں کا امام آیا

......

نبی کا نام، نبی کا خیال، یادِ نبی — تمام عمر نہ ہو دور میرے سینے سے
(بشیر فاروقی)

محمد مصطفیٰ کی دھوم ہے سارے زمانے میں — کہ دنیا رب کی شیدا اور رب ان کا فدائی ہے

......

مری عقل وفہم سے ماورا ہے حقیقت شہ انبیاء — خدا ہی جانے ان کا مرتبہ جو مرتبہ مرے نبی کا ہے
(بشیر فاروقی)

جس کو اللہ نے نور اپنا کہا — تم وہ نور خدا ہو خدا کی قسم
(مصور لکھنوی)

ان کی زباں سے رب کا فرمان بولتا ہے — آوازِ مصطفیٰ میں قرآن بولتا ہے
قرآں اٹھا کے دیکھ ہر حرف ہر سطر میں — امی لقب کا علم و عرفان بولتا ہے
(فیاض ٹانڈوی)

کیا سمجھ سکتا ہے کوئی رفعت و شانِ رسول — غیر ممکن ہے کہ ہو بندے کو عرفانِ رسول
ان کو خالق نے کیا تخلیق اپنے نور سے — کوئی مانے یا نہ مانے ہے یہ فرمانِ رسول
(ڈاکٹر صابر سنبھلی)

ہے شکم پر ان کے پتھر کیا انوکھی شان ہے — جو ہے محبوبِ خدا کونین کا سلطان ہے
(ڈاکٹر رحمت قریشی)

پتھر شکم پہ، تن پہ ہے بوسیدہ پیرہن — کیا شان ہے حبیبِ خدائے وہاب کی
(ڈاکٹر رحمت قریشی)

مکمل ہو گیا دیں آپ نے پڑھوا دیا کلمہ — شجر سے، جن سے، انساں سے کنکر سے پتھر سے
(ڈاکٹر رحمت قریشی)

سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں نعت گو شعراء نے اپنے اپنے مجموعہائے کلام میں بے شمار اشعار کہے ہیں۔ جن کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب کئی حصوں میں مرتب ہو جائے گی۔ اختصار کو مدنظر رکھ کر حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ کے قصیدہ کو موضوع کے تحت اظہار خیال کیا گیا۔ قصیدہ طویل اور زیادہ اشعار کا طالب ہوتا ہے۔ جب کہ نعت پاک بالکل اس کے برعکس ہوتی ہے۔ البتہ اس میں اشعار کی تعداد متعین نہیں۔

اس مقالہ میں حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ کے قصیدۂ بردہ شریف میں متذکرہ موضوعات پر اردو نعت گو شعراء کے کلام سے مثالیں پیش کردی گئی ہیں۔ اختصار کو مدنظر رکھا گیا ہے اس لئے بعض موضوعات پر چند ایک اشعار ہی درج کئے گئے ہیں، اگرچہ اس موضوع پر ہمارے بعض شاعروں نے مکمل کتاب تحریر کردی ہے۔

جیسا کہ ماقبل تحریر کیا جاچکا ہے کہ اردو نعت گو شعراء نے اس صنف میں مزید توجہ دے کر اضافۂ موضوعات بھی کئے ہیں۔ ان متذکرہ شعراء کے علاوہ عہد حاضر کے نعت گو شعراء نے کربلا، تلمیحات، تاریخ اسلام کے زریں واقعات، اخلاقیات، روزہ، نماز اور حج وغیرہ عناوین پر کلام کہہ کر نعت میں شامل کررکھا ہے۔ نعت ہی میں منقبت کے اشعار بھی کہے جارہے ہیں۔ حاصل مقالہ یہ ہے کہ حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنے معروف ومقبول قصیدۂ بردہ شریف میں جن موضوعات پر اظہار خیال فرمایا ہے۔ پہلے کے اردو نعت گو حضرات نے ان موضوعات پر اشعار کہے مگر عہد حاضر کے نعت گو نے ان موضوعات پر کم اشعار کہہ کر دیگر موضوع کو شامل کرچکے ہیں۔ البتہ ان کے اشعار میں رقت، فکر کی بلندی، اور سوزِ دروں کا فقدان ملتا ہے۔ مگر پھر بھی غنیمت ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمارے نعت گو شعراء کے جذبۂ خلوص کو قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

☆☆☆

تابشِ فکر ونظر/ افکارِ روشن

جس در سے دل کو ذوق عبادت عطا ہوا
اس آستان شوق پہ سجدہ روا نہ تھا
آدا جعفری بدایونی

پروفیسر عبدالحق (دہلی)

فکرِ اقبالؔ کے عصری حوالے
سیرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تناظر میں

انیسویں صدی کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ عبقری انسانوں اور دانش وروں کی ایسی کہکشاں کسی اور صدی میں موجود نہیں ہے۔ وہ یورپ ہو یا ایشیا۔ مردانِ ہنرمند کا ایسا اجتماع تاریخ عالم میں نظر نہیں آتا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں فکر و عمل کا انقلاب آفریں چشمہ رواں ہے۔

اس عہد کو آفریں باد کہتا ہوں کہ اس نے عہدِ گل کے ایک فرزانے کو جنم دیا۔ اقبالؔ راہِ کہکشاں میں کرمکِ شب تاب تھے۔ اس دور کے دوسرے شہہ سواروں کے برعکس انہوں نے اپنے لیے فکر و فلسفہ جیسے اہم موضوعات کو پسند کیا۔ یہی ان کی پیشانی جمال کا نوشتۂ تقدیر ہے۔ تاریخ کے مسلمات آئے دن کی تحقیق سے مفروضات میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور سائنس بھی شان وجود کے ہر لمحہ کے انکشاف سے علم بے رطب ثابت ہوتی رہتی ہے۔ مگر فکر انسانی کی یافت کا سلسلۂ روز و شب برقرار رہتا ہے۔

یہ صدی فکر و فلسفہ کے ساتھ سخنوری اور سخن شناسی کا بھی عہد نشاط ہے جو فکری سطح پر تضادات اور آویزشوں سے خالی نہیں ہے۔ چشمِ زدن میں بساطِ زندگی کا بدل جانا، نا آشنا اور نا قبول قیادت کا مسلط ہو جانا بڑا سوہانِ روح تھا۔ ہزاروں سال کے رچے بسے اقتدار سے دست بردار ہونا بھی ممکن نہ تھا۔ تاریخ عالم میں ایسی تہذیبی کشاکش کی مثال شاید ہی موجود ہو۔ تقریباً ایک صدی بعد آج ہم جس آزمائش سے دوچار ہیں، اگر نگاہ شریک بینائی ہو تو اس دور کے اضطراب کو محسوس کر سکتے ہیں۔ طرزِ کہن پر اڑنے اور آئینِ نو سے ڈرنے کو منزلِ مراد تک پہنچنے کے لیے سنگِ راہ قرار دیا ہے۔ نفسیاتی آشوب اور فکری سراسیمگی کے دور میں فکری و ذہنی رویوں کا بدل جانا فطری تقاضوں کے تابع ہوا کرتا ہے۔ پورے دور کو دیکھیے تضادات کے عجائب گھر پناہ گاہوں سے آباد ہیں۔ ملک مغربی استعمار و اقتدار کے زیرِ نگیں تھا۔ ابن خلدون نے مقدمہ میں ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ محکوم خواہ کتنی بڑی اکثریت کی مالک

کیوں نہ ہو وہ اقل ترین اقتدار کی تہذیب وتمدن کو اختیار کرنے کے لیے مجبور ہوتی ہے۔ مغلوب معاشرے کے لیے دینِ تثلیث کی تبلیغ بھی مشرقی مذاہب اور عقیدے کے لیے کسی زلزلے سے کم نہ تھی۔ اقبال نے قلب ونظر کی کرب ناک کیفیت کا اظہار کیا ہے:

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں　　　کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل

تاریخ وتہذیب کے ساتھ مغربی طرزِ زندگی کو بہرصورت ترجیح دی جارہی تھی۔ اس سیلِ بے اماں کو روکنے کے لیے مذہب اور ماضی کا سہارا ہی مداوا سمجھا گیا اس عہد کی بیشتر علمی کاوشیں اسی سبب سے وجود میں آئیں۔ زیادہ تر مصنفین علم دینی سے کماحقہٗ بہرمند نہ ہونے کے باوجود مذاہب کی طرف مائل ہیں۔ دوسری طرف علم تاریخ میں اختصاص نہ رکھنے کے باوجود تاریخی تالیف انجام دے رہے ہیں۔ سرسید نے بھی تاریخ کے ساتھ تفسیر وسیرت رسالتِ مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا شوق وشغف باقی رکھا۔ سرسید کا یہ نعتیہ شعر بے سبب نہیں:

فلاطوں طفلکے باشد بہ یونانے کہ من دارم　　　مسیحا رشک می دارد بہ درمانے کہ من دارم

یا حالی کا مشہور نعتیہ شعر درونِ دہر کی زبان کا برملا اظہار ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　　مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

انگریزی زبان میں ''صحرانشینوں کی تاریخ'' بھی اس ذہنی کشمکش کی تصویر ہے۔ تقریباً ہر ذی فکر انسان مذہبی حوالوں سے اپنے خیال کی وضاحت کررہا ہے۔ گاندھی جی کو رام راج میں اماں ملی پنڈت نہرو کو تلاشِ ہند کے وسیلے سے ماضی میں دل کشی دکھائی دی۔ ڈاکٹر رادھا کرشن فلسفۂ ہند کے امتیازات قلم بند کرنے میں مشغول ہوئے۔ دوسری طرف علامہ مشرقی مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام آزاد قرآن پاک کے تفسیر وترجمہ پر متوجہ ہوئے۔ شبلی نے تفسیر وحدیث کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ سیرۃ النبی کے ساتھ شعروادب کے آفتاب عالم تاب قرار دیے گئے۔ مولانا محمد حسین آزاد، حالی اور نذیر احمد بھی (ترجمۂ قرآن سے قطعِ نظر) ادب وانشا اور انتقاد میں مہر وماہ تسلیم کیے گئے۔ انتہا یہ ہے کہ یہ نامورانِ ادب تخلیق کی دارائی یا ملک الشعرائی سے ملقب نہ ہو سکے۔ اس کے برعکس شمس العلما کے خطاب سے سرفراز کیے گئے۔ خود اقبال کا معاملہ بھی عجوبہ سے کم نہیں ہے۔ وہ کسی دینی درس گاہ سے فارغ نہ تھے مگر مسائل دینی میں عبقری نظر کے مالک تھے۔ تفکیرِ دینی کی ترویج ہی ان کی آرزوئے حیات تھی۔

یہ حضرات اردو ادب کے نغمۂ نو بہار کی بشارت بھری آواز کے موجب بنے۔ ان بزرگوں کی

ثروتِ علمی میں ادب ایک جوئے رواں کی طرح جاری ہے۔ اقبال کے فلسفۂ وشعر کے مذہبی اظہار کے محرک وماخذ یہی معاصر فکری رویے ہیں۔ جو اقبال جیسے عبقری ذہن کے لیے بڑی کشش رکھتے تھے یہ عام انسانی نفسیات کا کلیہ ہے کہ مصائب ومشکلات میں غیبی قوتوں اور ایمان ویقین میں نجات کی رہ گزر دکھائی دیتی ہے۔ بہ نظرِ غائر دیکھیں تو انیسویں اور بیسویں صدی کی عام فضا مذہبی افکار کے تلاطم سے دوچار ہے۔ اس میں مفاہمت اور منافرت دونوں کے آثار کارفرما ہیں۔ اگرچہ بوجوہ مثبت رویے اور رواداری کا پہلو غالب ہے۔ فکرِ اقبال نے اثبات واشتراک کا انتخاب کیا:

محبت کی رسمیں ترکی نہ تازی　　شہیدِ محبت کافر نہ غازی

ان کا یہ اقرار ہر سو اور ہر سمت نظر آئے گا۔ رموزِ بے خودی میں مقصدِ رسالت کا جلی عنوان ہے۔

''مقصود رسالت محمد یہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشکیل وتاسیسِ حریت ومساوات واخوت بنی نوع آدم است۔''

ان اشعار کی حکیمانہ بلاغت ملاحظہ ہو:

برطریقِ مصطفیٰ محکم پئے　　نغمۂ عشق ومحبت را نے

عاشقی محکم شود از تقلیدِ یار　　تا کمندِ تو شود یزداں شکار

محبت کا یہ جذب وشوق فکر وفلسفہ کو متحرک کرتا ہے۔ خودی محبت سے ہی محکم ومنور ہوتی ہے:

از محبت چوں خودی محکم شود

گویا خودی محبت سے جلوہ نما ہوتی ہے۔ اس محبت کا سرچشمہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے:

ہستیٔ مسلم تجلی گاہِ او　　طور ہا بالدز گردِ راہ او

اقبال ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ گویا بیش وکم کے ساتھ ۱۹ویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں وہ جواں ہوئے۔ اس دوران شعور میں بالیدگی پیدا ہوئی اور اس صدی کے حادثات سے بھی آگہی حاصل ہوئی۔ بیسویں صدی کے اڑتیس سال کے نشیب وفراز سے وہ دوچار ہوئے۔ اس مدت کو ملاحظہ فرمائیں تو اندازہ ہوگا کہ دنیا میں کئی انقلاب رونما ہوئے۔ جسے شاید ہماری تاریخ قلم بند کرنے سے قاصر رہی۔ سرحدی اور خانہ جنگی سے لے کر عالمی جنگ میں بنی نوع بشر وجود کی بقا کے لیے نبرد آزما تھا۔ ہندوستان انگریزوں کی غلامی کو لوحِ تقدیر کی تحریر سمجھ چکا تھا۔ ان حالات میں علم واقدار کے ساتھ تخلیق وتعبیر کے پیمانے بھی استحکام سے محروم نظر آتے ہیں۔ یورپ سے نفرت کا جذبہ سینوں میں تلاطم خیز تھا۔ مگر دوسری طرف اس کی تہذیب وادب کی برکتوں سے نگاہیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ طرزِ کہن پر

اڑنے اور آئین نو سے ڈرنے کی کشمکش سے ہر ہندوستانی ہراساں تھا۔ بھلا ہو سرسید کے رفیقوں کا جنہوں نے آشوب زدہ معاشرے کی رہنمائی کی۔ اصلاحی تصورات نے ہمت بندھائی اور جینے کے آداب سکھائے۔ مغربی اقتدار کے ساتھ ان کی پامال قدروں سے پرہیز کرنا سکھایا تو صحت مند افکار کو اپنانے پر زور دیا۔ ایسی کشاکش میں ادب کا نظام اصلاح وتربیت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پرانے ادبی معیار سے انحراف کا رویہ اس دور میں ایک عام رجحان بن چکا تھا۔ تقریباً سبھی لوگوں نے نئے مثبت اور تعمیری تخلیق کو فروغ دینے کے امکانات روشن کیے۔ نظم ونثر کے موضوعات اور اسالیبِ بیان کے تقاضے ایک چیلنج بن کر ابھرے۔ سرسید کی نثر کو لیجئے۔ نذیر احمد کی اصلاحی تحریروں کو پیش نظر رکھیے۔ حالی وشبلی کے نگارشات پر نظر ڈالیے تو محسوس ہوگا کہ موضوع اور طرزِ اظہار میں ایک انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔ موضوعاتی نظموں یا شاعری کا چلن ہوا تو تاریخ وسوانح، تنقید وسیرت نگاری کے ساتھ ناول وافسانہ، فکر وفلسفہ نے بساطِ ادب کو بدل دیا۔ یہ تمام تبدیلیاں انحراف واقرار سے ہم آغوش بھی تھیں۔ ایسی فضا میں اقبالؔ کی پرورشِ لوح وقلم ہوئی۔ فکر ونظر کا سفینہ بھی رواں دواں ہوا۔ اس ادبی رجحان یا پیش نامے کو سامنے رکھیں تو اقبالؔ کے تصورات کی تفہیم آسان ہوجائے گی۔ ساتھ ہی ان کے فن کا تجزیہ اور تحسین بھی مصنفانہ ہو سکے گا۔

اقبالؔ بے حد ذہین تھے اور بے انتہا حساس بھی۔ اس شدت احساس کا اظہار ان کی تخلیقات میں بہت نمایاں ہے۔ یہی ان کو تخلیق کے لیے مہمیز کرتا ہے اور اچھی سے اچھی تخلیق کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور اسی احساس نے ان کی شاعری کو عصری تاریخ کا ایک تخلیقی مرقع بنا دیا۔ اس اعتبار سے بھی دنیا میں کوئی دوسرا شاعر ان کا حریف نہیں۔ وہ اپنے دور کے ہر واقعے یا حادثے سے متاثر ہوتے رہے اور یہی تاثر ان کی تخلیق کا باعث بنتا رہا۔ گویا ان کی شاعری اس دور کے اندرونی اور بیرونی واقعات کی مرہون ہے۔ اچھے فنکار کی شناخت بھی یہی ہے کہ اس کے یہاں احساس کی فراوانی ہو۔ تصویر درد، شکوہ، خضر راہ، طلوع اسلام، مسجد قرطبہ، ذوق وشوق۔ یہ ساری طویل نظمیں اپنے پس منظر میں تاثر آفرینی کا بے پایاں احساس رکھتی ہیں۔ اسی شدتِ احساس نے انہیں زود حس بنا دیا تھا۔ قومی معاملات ہوں یا بیرونی، سیاسی ہوں یا مذہبی۔ حد ہے کہ وہ فکری معاملات میں بھی بہت جلد اس کی زد میں آجاتے تھے۔ ان کے فکری تضادات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ متضاد قسم کے افکار کو پسند کرتے ہیں۔ مارکس اور مسولینی کے افکار یکجا نہیں ہو سکتے مگر اقبالؔ ایک طرف معاشی نظام سے متاثر ہیں اور لبیک کہتے ہیں تو دوسری طرف ندرتِ فکر وعمل اور آنکھوں کی چمک پر فریفتہ نظر آتے ہیں۔ انہیں کوئی نکتہ، کوئی پہلو اور ادنیٰ سی

بات بھی متاثر کرسکتی ہے۔ وہ اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس زود حسی کے ساتھ وہ زود رنج بھی ہیں۔ ان کی اس زود حسی نے غلط فہمی بھی پیدا کی۔ وہ نرم دل اور نرم خو تھے۔ بیرونی حوادث یا واقعہ سے حساس طبیعت کا متاثر ہونا ایک فطری عمل ہے۔ سنگ دل ہی بے نیاز ہوتے ہیں۔ اور پھر قلبِ شاعر تو مجموعہ احساس ہوتا ہے۔

اقبالؔ بے حد حساس ذہن کے مالک تھے۔ معمولی واقعات بھی ان کے قلب ونظر میں ہلچل پیدا کرنے کے لیے کافی تھے۔ ان کے تخلیقی ذخیرے کو دیکھئے جو واقعات یا حادثات کے حوالوں سے بھرپور ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان کی تمام تحریریں اپنے عہد واحساس کی تاریخ ہیں۔ اقبال کے کلام کی ایک بڑی خوبی بھی یہی ہے کہ انہوں نے عصری محسوسات یا رونما ہونے والے واقعات کو شعری اظہار بنا دیا ہے۔ تاریخ یا عصری احساسات کا ایسا نمونہ اردو کیا دوسری ادبیات میں مشکل سے ہی ملے گا۔ ملک ہی نہیں دنیا کی نصف صدی کی تاریخ کا اشاریہ اقبالؔ کے اشعار میں بہ سہولت مل جائے گا۔ ان کا کلام اپنے عہد کا ترجمان ہی نہیں ایک طرح کا جامِ جہاں نما بھی ہے۔ جس میں مکروہ وزشت تصویریں محفوظ ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ اقبالؔ پہلا شاعر ہے جس نے ہندوستانی ادبیات میں کرۂ ارض کے اضطراب وکشاکش کی ترجمانی کی ہے۔ انقلابِ روس، جنگِ طرابلیس، چین کی گراں خوابی سے بیداری، جوانانِ تتاری کا جوش وخروش، طوفان مغرب سے مسلم قوم کی حرارت، مغربی دنیا کے دگرگوں ہونے کی کہانی، جمعیتِ اقوام کی جنگِ زرگری، جاپان کی صنعت گری کے ساتھ دجلہ ودینوب ونیل کی موجوں کے اضطراب کلامِ اقبال میں بے پردہ دیکھے جاسکتے ہیں۔

اقبالؔ کے شہرِ عزیز کی سرحدوں کے قریب اسلامی اشتراک واتحاد کی الہامی آواز فضائے دشت میں بانگِ رحیل بن کر گونج رہی تھی۔ یہ انقلاب آفریں اعلانیہ تھا جو بین المسلمین تحریک کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اقبالؔ اس سے مانوس ہی نہیں متاثر بھی تھے۔ جس کا اعتراف جاوید نامہ میں طاسین محمد کے بعد فلک عطارد پر سید السادات جمال الدین افغانی کے تذکرے سے عنوان کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ خراج عقیدت ملاحظہ ہو مولانا رومؔی کہتے ہیں کہ ان دونوں سے بہتر جواں مرد مشرق کی زمین نے پیدا نہیں کئے:

گفت ''مشرق ایں دو کس بہتر نژاد		ناخنِ شاں عقدہ ہائے ما کشاد
سید السادات مولانا جمال		زندہ از گفتار او سنگ وسفال
ترکِ سالار آں حکیم درد مند		فکرِ او مثلِ مقام او بلند

یہ صرف ملکوں کے اتحاد پر مشتمل نہ تھا بلکہ اتحادِ فکر وعمل کا ایک آفاقی مربوط نظام تھا۔ جو اقبالؔ

کے فکری سرچشموں کی آب یاری میں معاون ثابت ہوا۔ اندازہ لگایئے کہ سید جمال کی تحریک بین اسلامی کا ذکر تشکیل جدید کے چھٹے خطبے میں بھی موجود ہے۔ چوتھے خطبہ میں افغانی کے افکار کی تحسین کی ہے۔ یہ صرف ہمسایہ یا اسلام کے افکار تک محدود نہیں ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ مغربی مفکرین اور دانش دروں کے بیسوں نام اور ان کی فکر کے حوالے اقبالؔ کی تحریروں میں موجود ہیں۔ اقبالؔ کی تخلیق درحقیقت عصری محسوسات اور مشاہدات کا ایک حیرت کدہ ہے۔ شعری حوالوں میں تقریباً بائیس نام ہیں۔ جن کا ذکر اشارتاً کیا گیا ہے۔ اقبال کی عصری آ گہی دیکھیے کہ Wumdi wilhelm (۱۸۳۲۔۱۹۲۰ء) جیسے معاصر دانشور کا بھی حوالہ موجود ہے۔ خطبات تو عصری مشاہدات کا ایک روشن مرقع ہے جس میں بیسوں مفکرین کے نام اور ان کے نظریات پر گفتگو موجود ہے۔ قیام مغرب کے دوران جن مفکروں سے ملاقات رہی ان کے علاوہ بہت سے نام ہیں جن کا تذکرہ خطبات میں موجود ہے۔ ساتویں خطبہ میں Heisenberg w. کا ذکر ہے۔

ان سب کے ساتھ ملک کی تحریکِ آزادی کے ماہ وسال کی جھلک بھی اقبالؔ کے اشعار میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ترانۂ ہندی سے تصویر درد، خلافت تحریک، جلیان والا باغ، قوموں کے انتشار، بے حسی اور بے عملی کے سبب روحِ ہند کی تڑپ اور سور ماؤں کے سوز وساز کی روداد اقبال نے شعری پیکر میں ڈھال دیا ہے:

تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں　　اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگادو
سفالِ ہند سے مینا وجام پیدا کر　　ازخوابِ گراں خواب گراں خواب گراں خیز

لہو کی گردش تیز کرنے والے اشعار پیغام بن کر مسیحائی کرتے ہیں۔ اقبالؔ کے شعری نگارخانے میں کیا کچھ نہیں ہے۔ اقبالؔ اپنے دور کے ہی نہیں آنے والی سبھی صدیوں کی ترجمانی کر گئے یہ ان کے فکر ونظر کی رفعت تھی جو آج تک ہمیں متحیر کرتی ہے۔ آنے والے دور کی تصویر کا مشاہدہ اقبالؔ کے کلام میں ہی موجود ہے۔ کہیں کہیں کلام کی یہ الہامی بشارت قاری کو حیرت زدہ کرتی ہے:

عکس اس کا مرے آئینۂ ادراک میں ہے　　حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
بال جبریل

یا پھر اسرار کے یہ اشعار:

خاکِ من روشن تر از جامِ جم است　　محرم از ناز ادہائے عالم است
یعنی وہ جہانِ نو جو ابھی پردۂ وجود سے نمودار ہونے کو ہے میں ان سے بھی واقف ہوں۔ میں

موجود کا نہیں مستقبل کا شاعر ہوں:

نغمہ ام از زخمہ بے پروا ستم   من نوائے شاعرِ فردا ستم

سرسید نے اس خیال کو شعلہ فشانی بخشی۔ نذیر احمد، محسن الملک، محمد حسین آزاد، حالی، شبلی سب نے اسی فکر کو اپنی تحریر کا وظیفۂ حیات قرار دیا۔ ان بزرگوں کی تخلیقات میں کسی نہ کسی عنوان یہی اصلاح رجحان کارفرما ہے۔ اقبالؔ اپنے زمانے کے پروردہ اور نئے زمانے کے نغمۂ نو بہار کی بشارت کے پیامبر بھی تھے۔ ان کے کلام میں ان کے دور کا بھرپور عکس واحساس موجود ہے تو دوسری طرف اقرار کرتے ہیں کہ وہ نئی دنیا اور نئے زمانے کی تلاش ان کی ایک آرزو ہے اس جہانِ نو کا قیام اسی وقت ممکن ہے جب اس موجود دنیائے دوں کو مسمار کر دیا جائے۔ بلکہ انہیں نذرِ آتش کر دیا جائے اور راکھ کے ڈھیر سے نئی دنیا آباد کی جائے، ملک میں ایک آواز تھی جو انگریزی اقتدار کے انتقام میں ملک میں بڑی تبدیلی کے لیے بے چین تھی۔ خاکسار اور سبھاش چندر بوس کی انقلابی آوازوں میں یہ تپش محسوس کی جاسکتی ہے۔ مختلف قریہ وقصبات میں سلگتی لکڑیاں بھی آتش وآہن کی منتظر تھیں۔ ان کے دوش بدوش سماجی بہتری کی خاطر اصلاح وفلاح کی حکیمانہ تدبیریں بھی روبہ عمل تھیں یہ قبیلوں اور قوموں کے لیے نسخۂ شفا نظر آرہا تھا۔ رفاح وفلاح نے فاصلوں میں اضافہ اور عداوتوں کو ہوا بھی دی۔ ملتوں کے درمیان اشتراکِ عمل کی سب سے مؤثر آواز اقبال کی تھی۔ ۱۹۰۴ء کا یہ پیغام:

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے

وہ آنے والے زمانوں کے محرمِ راز بھی ہیں انہیں اس فرسودہ دنیا سے کوئی غرض نہیں:

جہاں وہ چاہیے کہ ہوا بھی نوخیز

یہ مصرع بھی ملاحظہ فرمائیں:

پھونک ڈالے یہ زمین وآسمانِ مستعار   اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

یہ سب انگریزی حکومت کے کہنہ نظام کے خلاف باغیانہ خیالات کی پرورش تھی۔ ہندوستان کو اس کی ضرورت تھی۔ آزاد وحالی اور شبلی کی تخلیق کا جوہر خاص ان کا اصلاحی رویہ ہے۔ جو صرف شعر وادب تک محدود نہ تھا بلکہ پوری بساطِ زندگی میں انقلابی اصلاح کا مطالبہ کر رہا ہے۔ مدوجزر اسلام، شہر آشوب اسلام حب وطن، مناجاتِ بیوہ کے نقوش روشن پر اقبالؔ نے بھی دین وسیاست، ہلالِ عید، نالۂ یتیم، اسلامیہ کالج کا خطاب، تصویر درد، شمع وشاعر، شکوہ وجوابِ شکوہ، طلوع اسلام وغیرہ میں حالی وشبلی وآزاد اور سرسید ونذیر احمد کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

تنقید وتخلیق میں بھی اصلاح وانحراف کے منشور مرتب کیے گئے۔ادب کو زندگی کی سرگرمیوں نیز معاشرے کے بست وکشاد کا ترجمان بنایا گیا اقبال کی ادبی فکر یا فنی تصورات کی اساس انہیں خیالات پر قائم کی گئی۔شاعری کو جزوِ پیغمبری کہہ کر اقبالؔ نے فلسفیانہ نقطۂ نظر کی پختگی بخشی۔معجزۂ فن کو خونِ جگر کی نمود کہہ کر مہر ثبت کردی۔مگر یاد رہے کہ یہ خونِ جگر نرم ونازک یا لطف وانبساط کا صرف سامان نہیں۔ اسے حرب وضرب سے دوام اور آبِ بقا حاصل ہوتا ہے۔بنیادی نکتہ بھی پیش نظر رہے:

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد　　روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد
احرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک　　کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر

اقبال کا اعلان عام بھی پیش نگاہ رہنا چاہئے:

از　جمالِ　بے　جلالِ　الاماں

اقبالؔ نے اپنے شعر وفن کے بارے میں اکثر اظہار خیال کیا ہے۔اصرار ہے کہ انہیں شاعر نہ کہا جائے کیوں کہ وہ نوائے پریشاں کے اظہار کے لیے مجبور ہیں۔اور وہ محرم رازِ درونِ حیات وکائنات کے لیے مامور کیے گئے ہین۔''اسرارِ خودی'' کے تمہیدی اشعار میں انکار کا برملا اقرار ہے کہ وصرف شاعر نہیں ہیں بلکہ اپنے مخصوص فلسفہ وفکر کے اظہار کے لیے شعری وسیلے کو بروئے کار لا سکے ہیں۔انہیں اشعار میں یہ بھی اعتراف ہے کہ وہ ذرہ کی طرح ہیں مگر ان کے گریبان میں ہزاروں مہر وماہ روشن ہیں۔وہ اپنے دور کے ہی نہیں بلکہ آنے والے زمانوں کے بھی ترجمان ہیں۔اور وجود میں آنے والی کائنات کے اسرار سے واقف ہیں یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے سنجیدگی سے شاعری یا فن پر توجہ نہیں دی اور پیغام کو ترجیح دیتے رہے۔گویا فکر وفلسفہ اساسی حیثیت رکھتا ہے۔شعر وفن ثانوی ہے۔وہ معترف ہیں کہ انہیں زبان سے واقفیت نہیں ہے۔اور نہ ہی اظہار کے کسی مخصوص لب ولہجے کے ترجمان ہیں انہیں ایک دل کشا صدا چاہئے خواہ وہ عجمی ہو یا کہ تازی۔شعری ذریعۂ اظہار کے وسیلے سے فکر ونظر کو دلوں میں اتارنے کی حکیمانہ حکمتِ عملی اقبالؔ کے پیش نظر تھی۔اقبال ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۲ء یعنی پانچ برس تک غور وفکر میں منہمک رہے۔فرد کی بے حسی وبے مائیگی اور معاشرہ کا انتشار تمام تر خرابیوں کا سبب سمجھ میں آیا۔اقبالؔ کی توجہ فرد کی عظمت اور معاشرہ کی اجتماعی قوت پر مرکوز ہوگئی۔محکومی وغلامی سے نجات کے لیے اجتماعی قوت ہی نسخۂ شفا نظر آیا۔ملک کی مختلف اور متضاد تہذیبوں کے فکر وعمل کا رشتۂ اشتراک ٹوٹ رہا تھا۔ایسی فضا میں ملک کے مقدر اور مستقبل کی فکر اہل نظر کو مضطرب کررہی تھی۔مل کر تدبیریں تلاش کرنے کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔اگرچہ نفرتوں کی زہرناکی بھی مفاد

پرستوں کے زیرِ سایہ برگ و بار لا رہی تھی۔ اکثریت کا بے جا غرور ہر چھوٹی تہذیبی اکائی کو ہراساں کر رہا تھا۔ عدم تحفظ کا احساس بڑھ چلا تھا۔ مذہبی جنون کی حامل جماعتیں ملک کی پوری فضا کو مسموم کر دینے پر تلی تھیں۔ انہیں سرکار کی تائید بھی حاصل تھی۔ اس بادِ مخالف کا ایک مرکز لاہور تھا۔ گو پورا ملک زد میں تھا مگر قوموں کی آویزش کا ایک مرکز یہ شہر تھا جو فسطائیت کے فروغ کے لیے بھی معروف ہے۔

یورپ کے تین سال کے قیام نے مشرق و مغرب کی طرزِ زندگی اور تہذیب کے مشاہدے نے اقبال کو ایک نئی نظر بخشی تھی۔ زوالِ مغرب ان کے روبرو تھا اور مشرق کے منتشر معاشرہ سے وہ پوری طرح واقف تھے۔ قدروں کی پامالی سے وہ مضطرب تھے۔ مشرق یعنی ہندوستان سے ان کی محبت جنونِ عشق تک پہنچ چکی تھی۔ اس جذبۂ شوق سے سرشار ہو کر اقبالؔ ملک کے باشندوں کی خوابیدہ روح کو بیدار کرنا چاہتے ہیں کہ مال و زر سے شوکت و عظمت نہیں حاصل ہوتی تیرے وجود میں ایک آتش کدہ روشن ہے اسے شرر بار بنا دے۔ بے کراں جدوجہد کے لیے بیتاب ہو جا تا کہ زمین و آسماں تیرے لیے سرنگوں ہو جائیں۔ فرار و گریز کا دور ختم ہو چکا ہے اپنے خونِ گرم سے نئی دنیا آباد کر اس کامرانی کے لیے اپنی ذات کو قوم کے اجتماعی وجود میں ضم کر دے کیوں کہ جب فرد معاشرے سے پیوستہ ہوتا ہے تو لازوال قوت اور کامرانی قدم چومتی ہے۔

نفرت و محبت انسانی نفسیات کا ناگزیر حصہ ہے۔ دونوں کے مابین راہِ اعتدال میں ہی عافیت ہے۔ عہدِ قدیم کی معرکہ آرائیوں سے انسانی تاریخ شرمسار ہے۔ تہذیبی ارتقاء کی عظمتوں کو حاصل کرنے والا دورِ جدید بھی نفرتوں کے نرغے میں جاں بلب ہے۔ بنی نوع انسان کو عالم گیر اخوت کا پیغام دینے والے ادارے اور نظریئے پامال ہو رہے ہیں۔ چند برسوں پہلے ''تہذیبی تصادم'' کے نام سے شائع ہونے والی کتاب نے مشرق و مغرب کے مناقشات کو آگ اور ہوا کی خوراک فراہم کی ہے۔ کسے خبر تھی کہ ایشیا میں خاک و خون کا تماشا دیکھنے والے خود اپنی کمین گاہوں کو شعلہ و شرر کی زد میں دیکھیں گے۔ جسے بحرالکاہل کا پانی بھی نہ بجھا سکے گا۔ اب یورپ بھی عداوتوں کے ہیجان میں مبتلا ہے۔ مشرقی ممالک سے تعاون کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ یہ منظر بہت عجیب ہے۔ تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی:

عالم ہمہ ویرانہ زچنگیزیٔ افرنگ   پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

غیروں کی شہ اور کچھ ہماری بدبختی نے امن و آشتی کی سرزمین کے خس و خاشاک میں چنگاری رکھ دی ہے کہ ملک کے سکون و سلامتی کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ چند افراد یا گروہ کے منصوبہ بند

ارادوں کو روبہ کار لایا جارہا ہے تاکہ سماج کا پیراہن تارتار ہوجائے اور معاشرہ تنکے کی طرح بکھر جائے۔اس کے برخلاف ہمارے سماجی اور فکری رشتوں کو استحکام بخشنے والے عناصر بھی نظم وضبط کی بحالی کے لیے برسرپیکار ہیں۔دین ودانش سے مضبوط اور مثبت اقدار کے فروغ میں بہت سے خرد وبزرگ جان وتن کے ساتھ مصروف ہیں۔عارضی انتشار سے مقابلہ آرائی بھی سخت اور جاں طلب ہے۔پھر بھی جیالوں کو آفریں ہو کہ سماجی رشتوں کا سنبھال کر رکھنے میں میں ہمہ تن کوشاں ہیں۔ہر طرف سے اختلاف کا آتش کدہ روشن کیا جارہا ہے۔عقائدوافکار کے ساتھ زبان وقلم اور بودوباش سبھی نفرتوں کی زد میں ہیں۔پوری دنیا میں سرزمین ہند کی سب سے بڑی خوبی اختلاف واختلاط ہے جو ہر شعبۂ زندگی میں بہت نمایاں ہے۔اختلاف کی ایسی مکروہ صورتیں اکثر ہماری رسوائی کا سامان بھی فراہم کرتی ہیں۔اگر قوموں کی کدورتیں دل کے درمیان نہ ہوں تو یہ ہمارا امتیاز اور افتخار بھی ہے گل ہائے رنگ رنگ کے اختلاط کو ہم نے زینتِ چمن کا سبب تسلیم کیا ہے۔اس میں پوری معاشرت کا فوز وفلاح ہے۔اقبال نے کہا ہے کہ اخوت ومحبت کے جام چھلکاؤ:

خیز و قانونِ اخوت ساز دہ جامِ صہبائے محبت باز دہ

پورے سماج اور ملک کے ہر گوشے کے لیے یہی نسخۂ شفا ہے۔ایک ہی رسی میں ان تمام بکھرے دانوں کو پرونے سے ہی ہماری سلمیت برقرار رہ سکتی ہے۔اختلاف کی بنیاد پر جنم لینے والی عداوتیں انسانیت کے اعلیٰ تصور کے منافی ہوتی ہیں۔اور انسانی ہیئتِ اجتماعیہ کو پارہ پارہ کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ہمیں باور کرایا گیا ہے کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔پھر اختلاف ہنگاموں کا محل کیوں ہوسکتا ہے۔اختلاطِ حسن عالم گیر کا مظہر ہے۔انسانی شرف کا یہ مقدس تصور بنی نوع انسان کی فکر اور کردار کا حاصل ہے۔اور خام فکر ان کو تاراج کرنے پر تلی ہوئی ہے۔معاشرہ اور افراد کو انتخاب کرنا ہے کہ وہ اپنے لیے کیا پسند کرتا ہے۔اقبالؔ نے اپنی بہت ہی خوبصورت اور مثالی نظم 'نیا شوالہ' میں انسانی فلاح کے لیے خیر کثیر کے ایک نایاب نسخے پر اصرار کیا ہے۔جسے ہر ہندوستانی کے رگِ خون میں رواں ہونے کی آرزو کی گئی ہے۔ملک کے جنوں پرست جماعتوں کو اپنے مفاد اور وجود کے لیے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ جوئے کم آب کی طرح گھٹ کر جینا چاہتی ہیں یا کشادگی کا دامن پھیلا کر جینے سے لطف اندوز ہونا چاہیں گی۔وقت کی سازگاری آنکھ کی جھپک سے بھی کم ہوتی ہے۔دستِ قضا کے ہاتھوں بے شمار قومیں ایک آن میں تہِ خاک ہوئی ہیں۔اس ملک اور یہاں کے باشندوں کو سلیقے سے جینے کے لیے فکر ونظر کی کشادگی کا عہد لینا ہوگا۔چھوٹی سی چھوٹی اکائی

بھی اپنے وجود اور نمود کے لیے مضطرب ہوتی ہے۔ ہر اکائی کو اس اضطراب کا سمجھنا ضروری ہے تا کہ اکائی کے اتحاد سے وحدت کا مرکز مستحکم ہو سکے۔ باہمی حسنِ سلوک اور ایثار و محبت سے ہر قطعۂ زمین کو رشکِ جناں بنانے کے لیے یہی کارگر عمل ہے۔ اور روزِ الست کا پیمان وفا بھی۔ دیگر اقوام و قبائل سے قطع نظر ملتِ براہیمی کو کارِ گہی کے میدان میں سب سے پہلے اترنا ہوگا۔ کیوں کہ قوم کی اس خاص ترکیب کی تفکیری قوت کا سرچشمہ توحید کے ساتھ رسولِ ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمتِ بالغہ ہے جو وحدتِ مسلم کے ساتھ وحدتِ آدم کے آئینِ مسلم سے مستحکم ہے۔ انسانوں کے اجتماعی تصور کا مربوط نظام خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئین و اعلان میں ہی دستیاب ہے۔ اقبال کے فکری نظام کا یہی نقطۂ معراج ہے۔ جس سے ان کے افکار کی دنیا روشن ہے۔ اقبالؔ کا یہ اعتراف پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ ان کے افکار کی دنیا کا نور و سرور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے فیضان سے معمور ہے:

ایں ہمہ از لطفِ بے پایانِ تست فکرِ ما پرودۂ احسانِ تست

پس چہ باید کرد

گویا رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اغوشِ مبارک میں اقبالؔ کے فکر و فلسفۂ کی پرورش ہوتی ہے۔ ان کے فکر و نظر کا مصدر و مآخذ وہی ذاتِ گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ اقبالؔ کا مصرع ہے کہ عالم آب و خاک میں اسی کے ظہور سے فروغ نظر کو جلا ملتی ہے ذرۂ ریگ کو طلوعِ آفتاب کی تابانی اسی ذاتِ مبارک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ہے۔ دین و دانش کا مقصود و منتہا بھی وہی ہے:

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

نوعِ بشر کی اجتماعیت کا اعلانیہ اور عمل آئین دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلی عنوان ہے۔ اقبالؔ نے اسی سبب رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی فکری دنیا کا مرکزِ نور بنایا ہے:

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا نظر میں خبر میں اذانِ سحر میں

اقبالؔ کو حد درجہ قلق اور تشویش ہے کہ ملتِ اسلامی کے انتشار کی اندوہ ناکی کب ختم ہوگی۔ سیاسی رہنماؤں کے اختلاف سے قطع نظر داعیانِ دین کی کم نگہی سے وہ بہت ملولِ خاطر تھے۔ صوفی و ملا کی بے بصیری اور نارسائی نے حرم کو رسوا کر دیا ہے۔ اس دور کی تاریخ میں حفاظتِ دین کے علم برداروں کے مفادات اور ان کی فکر و نظر کی محرومی نے سادہ لوح بندوں کو دامِ فریب میں اسیر کیا ہے۔ اقبالؔ کی نظر ایک نئے اجتہاد پر تھی مگر کم نظر عالمانِ دین سے باخبر رہنے کی تاکید بھی ان کی فکر کا ایک اہم پہلو ہے:

ز اجتہاد عالمانِ کم نظر اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

اقبالؔ کی آرزو ہے کہ سبھی رسولِ ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترکیب خاص میں مدغم ہو جائیں اور دل ونظر کے سفینے کو اختلاف کے آشوب سے بچالیں۔ مذہبی طبقے سے بعض خام فکر کے خودساختہ افراد کی سیاسی فکر سے امتِ مسلمہ کو تشویش لاحق تھی۔ اقبالؔ نے ان سے آگاہ کیا ہے اور ملامت بھی کی ہے:

الاماں از روحِ جعفر الاماں الاماں از جعفران ایں زماں

کے اشارہ میں بڑا رمز ہے۔

حضور رسالتِ مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی نوع انسان کی تاریخ میں سب سے عظیم اور ہمہ گیر دائمی انقلاب کے داعی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا تمام تر مقصد ہر شعبۂ زندگی کے لیے انقلاب آفریں پیغام کو روبہ عمل لانے کی حکیمانہ تدبیر تھی۔ نبوت سے قبل آپ کے کردار و عمل کی شناخت بھی ایک انقلابی امتیاز پر موقوف تھی۔ شب و روز کے ہر لمحے کا احتساب اور غاروں کی خلوت نشینی میں تزکیہ اور تہذیب نفس پر محویت ایک بڑے نظام اور دستور کی تعمیر کا اشارہ دیتی ہے۔ اس تشکیل میں کئی برس گزرے بلکہ حیات کا ایک بڑا حصہ رازِ درونِ حیات کے عرفان میں گزرا۔ جسے بعثت سے قبل کی آگہی کا باب العرفان کہا جا سکتا ہے۔ اس سعی و سعادت نے وادیٔ فاراں کے اعلانیہ کو ہر فرد کے لیے قابلِ احترام بنا دیا۔ یہی اعلانیہ حیاتِ انسانی کا منشور بن گیا۔ ذکر و فکر کے ساتھ عمل و احتساب فکر دینی کا ناگزیر حصہ قرار پایا۔ باطن کے انقلاب نے خارجی وجود کو زیروزبر کر دینے کا پیغام دیا:

ذکر و فکر علم و عرفانم توئی قطرہ و دریا و طوفانم توئی

اسرارِ خودی میں اقبالؔ نے ''اے امینِ حکمتِ ام الکتاب'' کہہ کر اس نکتے کی وضاحت کی ہے۔ تین سال بعد خودی سے گزر کر بیخودی کی باری آتی ہے۔ آتشِ عشق بصیرت کی بیش بہا تجلی سے شعلۂ انگیز ہو جاتی ہے۔ رکن توحید کے بعد دوسرا رکن رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ حبِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرشاری تفکیر و فلسفہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ آپ کی ذات وصفات میں دانش و بینائی کا عنصر غالب اظہار بن کر سامنے آتا ہے:

از رسالت در جہاں تکوینِ ما از رسالت دینِ ما آئینِ ما

یہ عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیفتگی کے ساتھ فلسفیانہ نکتہ آفرینوں کا منشور مرتب کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ انتہائی فکر انگیز اور منطقی مباحث کے یہ اشارے ملاحظہ ہوں:

پس خدا برما شریعت ختم کرد بررسولِ ﷺ ما رسالت ختم کرد

رونق از ما محفل ایام را او رسل را ختم وما اقوام را

بنی نوع بشر کے لیے تکوینی اور تشریعی نظام کا یہ آخری پیغام ہے:

نوعِ انساں را پیام آخریں حاملِ او رحمت اللعالمین

ذکر رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تذکرے کا سبب اقبالؔ کے فکری رویہ کے سب سے اہم نکتہ کی وضاحت ہے۔ مشرقی شعری ادبیات میں یہ ذکر اور نبوت سے فکری نسبت ناپید ہے۔ یہ اقبالؔ کا امتیاز ہے اور بنائے فکر وتحقیق بھی۔ عہدِ اقبال کا یہ فکری رجحان پوری صدی پر محیط ہے۔ یہ ماہ وسال سیرت نگاروں کی کہکشاں سے معمور ہے بیسویں صدی کے نصف اول میں سیرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر علمی ذخیرے کا جو بیش بہا سرمایہ تخلیق ہوا وہ قابل فخر اور ناز آفرین ہے۔ ان اربابِ نظر کے لاشعوری جذبۂ شوق پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ عہد اقبال میں سیرت نگاری پر اکابرین علم کی خاص توجہ ہمیں غور کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اس ذات گرامی کے ذکر وفکر کو جہانِ نو کی تعمیر کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔ ایشیائی بیداری میں یہ ایک تاب کار توائی کا موجب بنا۔ آج کے اضطراب کو بھی اس سیاق میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ نوع انساں کی مثالی مدنیت کا انحصار قومِ رسولِ ہاشمی کی ترکیبِ خاص میں ہی ہے۔ جسے اقبال نے نوع، انساں کے لیے پیام آخریں بتایا اور یہ پیغام ہر ذرہ اور زمین کی روئیدگی میں موجود ہے:

ہر کجا بینی جہانِ رنگ وبو آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا زنورِ مصطفیٰ ﷺ او را بہاست یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ﷺ است

☆☆☆

قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی

نعتیہ شاعری پر ایک طائرانہ نظر

اردو میں حمد و نعت گوئی کی قدامت کے ماسوا شعری دواوین کی ابتدا کے لیے بلا تخصیص عقائد حمد و نعت کا اہتمام بھی لازمی رہا ہے، حد یہ کہ مرزا غالبؔ جو اپنی روایت شکنی کے لیے مشہور رہے ہیں انہوں نے بھی ہر چند کہ غیر تقلیدی انداز میں لیکن اس رسم کی پاسداری کی ہے۔ تاہم اردو شاعری کی صدیوں پر محیط روایت میں اس کے قطع نظر کہ عام بشریت سے وابستہ تصورات اور سیکولر افکار کے متوازی لبرل مذہبی اور متصوفانہ خیالات کی توانا لہریں ہمیشہ رواں دواں رہی ہیں جو تخلیقی کدوکاوش، بصیرت اور آگہی سے مملو ہونے کے باعث تشنگی روح کی سیرابی کا وسیلہ اور مجموعی طور پر شاعرانہ افکار میں گہرائی، گیرائی اور وقار و اعتبار کی ضامن رہی ہیں۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ اس طویل مدت میں حمد و نعت گوئی بجز اس کے کہ یہ ہمارے سر برآوردہ شعراء کی تخلیقات میں گاہے بہ گاہے جستہ جستہ اشعار کی صورت میں نظر آتی ہے۔ اس روایت کی توسیع و ترقی کی الگ سے کوئی خاطر خواہ سنجیدہ سعی نظر نہیں آتی۔ اس کے برعکس مراثی لکھنے لکھانے کا سلسلہ ہر دور میں ملتا ہے، ہر چند کہ اس میدان میں بھی کسی فنی کارنامہ کو عالمی رزمیہ ہونے کا امتیاز حاصل نہ ہو سکا۔ جبکہ میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ نے معرکۂ کربلا کو خیر و شر کی عظیم اور لازوال کشمکش ثابت کرنے کے لئے بھرپور شاعرانہ تخّیل، غلو اور التباسِ نظر کی ٹکنیک سے اپنی فنکاری اور تخلیقی صلاحیت کا خوب خوب مظاہرہ کیا۔

حمد و نعت وغیرہ سے ہمارے نظم اور غزل کے شعراء کی عام بے اعتنائی اور دلچسپی کے ماحول میں ایک اہم استثنائی مثال محسنؔ کاکوروی (1905-1822ء) کی ضرور ہے جنہوں نے مروجہ قصیدہ اور مثنوی کی ہیئتوں میں نعتیں لکھ کر ہمیں ایک قطعاً نئے ذائقہ اور خوشبو سے آشنا کیا۔ ان کا لامیہ قصیدہ، مدحِ خیر المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنی جودتِ طبع، صناعی اور اعلیٰ خلاّقی کے جن اوصاف و عناصر سے مملو، ہے وہ محض پہلی بار اتنے بڑے پیمانہ اور اہتمام کے ساتھ ہندو دیومالا سے ماخوذ تمثالوں سے استفادہ کے باعث نہیں ہے۔ اس صنمیاتی فضا بندی کے پسِ پشت اس میں بعض ایسے تخلیقی عناصر

اور بیش بہا فنّی وفکری لوازم کی بھی کارفرمائی رہی ہے جو محمد حسن عسکری جیسے نابغۂ روزگار کی توجہ کا مرکز بنجاتے ہیں، جن کے برق پاش تجزیاتی ذہن کے توسط سے اس نعتیہ قصیدہ کا محاکمہ کمالِ دانشوری کی مثال کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ اس مطالعہ کی بدولت ہی انیسویں صدی کے اختتام پر وجود میں آنے والے اس لازوال دینی ورثہ کی ادبی جمالیاتی قدر و قیمت کا صحیح تعین ممکن ہوسکا۔

محسنؔ کاکوروی کی ان وقیع خدمات کے باوجود حمد ونعت گوئی اور شاعری کے عمومی وظائف کے مابین جو بُعد ابتدا سے چلا آ رہا تھا اس میں خاطر خواہ کوئی تبدیلی نہ واقع ہوسکی، حتیٰ کہ بیسویں صدی میں جب یہ روایت اقبالؔ تک پہنچتی ہے تو ان کی الہامی اور آفاقی بصیرت کا حصہ بن کر ایک کُلیتاً نئے قالب، نئے بیانیے اور نئی لفظیات میں منصۂ شہود پر آتی ہے جو مواد اور ہیئت کی ایک ایسی جامع کُلیت ہے کہ اس سیّال حقیقت سے اس کے کسی بھی جز کو الگ کیے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یوں تو اقبالؔ کے پورے اردو، فارسی کلام کو ہی تفسیرِ قرآن کہا گیا ہے۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ معنوی تحدید میں گھری ہوئی حمد ونعت کے دائروں کو انہوں نے اپنے پُر زور تخیّل سے جس طرح مسمار کیا ہے اس کے سبب یہ دائرہ حدّ خیال تک بے کراں ہوگیا ہے۔

زمانۂ قدیم سے چلی آ رہی متصوفانہ، مذہبی و روحانی روایتوں کو برقرار رکھتے ہوئے انہوں نے اپنی خداداد فطانت، ہنرمندی اور قادرالکلامی سے اپنی شاعری کو اس آفاقی دانش کا حصہ بنادیا جس کا سلسلہ دنیا کے عظیم شعراء کالی داس، فردوسی، رومی، ہومر ورجل، دانتے، ملٹن، ولیم بلیک اور ٹی ایس ایلیٹ وغیرہ سے جاملتا ہے، جن کی فکر کے محور پر سرسری نظر ڈال کر یہ واضح طوور پر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حمد ونعت گوئی کے وسیع تر معنی و مفہوم میں شاعر کا تخیّل اور اس کا شہر بار نفس کن رفعتوں پر پرواز کرسکتا ہے اور معنی آفرینی کے کیا کیا امکانات روشن ہوسکتے ہیں۔

کلامِ اقبالؔ کے گہرے مطالعہ سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ یہ وہ محور ہے جہاں عجز بیان سدّ راہ نہیں ہوتا لیکن تخیّل اپنی نارسائی کا معترف اور نطق گویائی اظہار سے قاصر ضرور نظر آتی ہے۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا ہوسکتا کہ تخلیقی تاب وتپش، گداز قلب و احساس اور صلابت فکر کے زینوں پر چڑھے بغیر سرافرازی اور عظمت کی منتہا کا نظّارہ امرِ محال ہے۔ ذات کبریائی اور مقام رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میں اقبالؔ کی نظم ''ذوق وشوق'' وہ عظیم تخلیقی کارنامہ ہے جس کا ہر شعر قلزم معنی کے مصداق شوریدہ سر موجوں کی آمجگاہ ہے۔ دنیائے انسانیت کی سربلندی اور نجات کے لیے نور نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لازوال تابندگی رب السّمٰوات والارض کا کتنا عظیم فیضان ہے اس کا

جس قدر ہمہ گیر اور گہرا عرفان وادراک اس نظم میں جا گزیں ہے اس سے آنکھیں چار ہوسکیں تو یقیناً ہمارے داخلی وجود کی گزرگاہیں منوّر رہوسکتی ہیں اور زندگی کے کڑے کوس آسان ہوسکتے ہیں۔ اقبالؔ کی بیشتر اردو، فارسی شاعری غزلیں اور نظمیں ان کے واضح دینی شعور، عرفان ذات وکائنات اور اسلامی تاریخ وتہذیب کی گذشتہ سطوت وشوکت کا ایسا لازوال اور فقید المثال مرقع ہیں جن پر ارتکاز کے بغیر شاعر کی فراست، دیدہ وری اور صدیوں پر پھیلی شعری روایت میں اس کی انفرادیت اور امتیاز کی تفہیم ناقابلِ تصور ہے۔

اقبالؔ نہ صرف یہ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اول العزم شخصیت کے خودگرویدہ تھے اور دنیائے انسانیت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم احسانات کے تمام زندگی ثنا خواں رہے بلکہ ان کے توسط سے بعض ایسی شخصیتوں کا سراغ لگا جیسے معروف المانوی شاعر گیٹے جس نے انیسویں صدی میں حافظؔ، سعدیؔ، عطارؔ اور رومیؔ کے عارفانہ کلام وافکار میں شناوری کی اور بقول انا مری شیمل ۲۳ رسال کی عمر میں جرمن زبان میں قرآن حکیم کا مطالعہ کرلیا اور اسلام کی حقّانیت کا قائل ہوگیا۔ اس کے دیوان مغرب میں نعت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعنوان۔ نغمۂ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا ایک دلنواز نذرانۂ محبت وعقیدت ہے۔ جس کا آزاد ترجمہ بعنوان ''جوئے آب'' پیام مشرق میں شامل کرکے اقبالؔ نے ایک جرمن عاشقِ رسول سے اپنی والہانہ شیفتگی اور عقیدت کا بھرپور اظہار کیا ہے۔

تاہم یہ حقیقت ورطۂ حیرت میں ڈالنے والی ضرور ہے کہ گذشتہ کئی صدیوں کی روایت میں اقبالؔ نے اپنی خلّاقانہ شخصیت سے جو انقلابی شعری منظر نامہ تشکیل دیا اور جس طرح حمد ونعت اور منقبت وغیرہ کو اپنے مجموعی تخلیقی وجدان کا ناگزیر حصہ بنا کر ایک معرکۃ الآرا اور دلآویز شعری روایت کی بنیاد ڈالی جس کے فیوض وبرکات اور دائمی قدر وقیمت کو کوئی چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس روش پر چل کر شعری بوطیقا کی خدمت پر معمور ہونے والا کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ غزل اور نظم کے متوازی نعت گوئی کی جو زبوں حالی اقبالؔ سے قبل تھی، اس میں آج بھی ادنیٰ سی تبدیلی واقع نہیں ہوسکی ہے۔ زمانہ کے فیشن کے ساتھ نہ صرف ہمارے شعراء کے دواوین کی ابتدا حمد ونعت کے اشعار سے نہیں ہوتی بلکہ اب شعراء ماضی کی پیروی میں بجز اکّا دُکّا شعر کے پوری حمد ونعت لکھنے کی طرف بھی کم ہی مائل ہوتے ہیں۔ البتہ حیرت انگیز بات یہ ضرور ہے کہ اب مذہبی وجدان وروحانی واردات اور تصوف ومعرفت کے مضامین بھی جو پہلے کبھی لازمہ سخنوری ہوا کرتے تھے، تقریباً معدوم ہوچکے ہیں۔ اردو، فارسی زبان اور ثقافت کے پیہم زوال کے باعث سچ یہ ہے کہ مجموعی طور پر شاعری کا معیار بھی روز بروز پست سے

پست تر ہوتا جا رہا ہے۔ عوامی مذاق اور مذہبی جوش و جذبہ سے مغلوب شعراء پہلے جس طرح کثرت اور تواتر سے حمد، نوت اور منقبت لکھا کرتے تھے، وہ سلسلہ اب تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اقبالؔ کے عہد سے آج تک بعض شعراء جن کے سروں پر حمد و نعت گوئی کے باعث عوامی مقبولیت کا تاج رکھا گیا تھا، ان میں سے کچھ نام اس طرح ہیں:

اقبالؔ سہیل، حفیظؔ جالندھری، ماہر القادری اور احمد رضا خاں بریلوی وغیرہ۔ یہ وہ شعراء ہیں جن کے بے پایاں خلوص اور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قلبی محبت اور فدویت پر شک نہیں کیا جا سکتا، تاہم تخلیقیت کے فقدان اور روایت گزیدگی کے باعث ان کے اشعار کی اپیل اس قدر محدود اور دائرۂ اثر اتنا تنگ ہے کہ معقول اذہان میں ان کا کوئی نقش دیر تک قائم نہیں ہو پاتا۔ معنوی حصار اور جذبوں کے ماسوا فطری تخلیقی فیضان سے محروم یہ تمام تر کوششیں اس مشکل اور صبر آزما مرحلہ میں بس ایک رسم کی ادائیگی اور ذریعہ حصول ثواب بن کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اس کی اسلامی تاریخ اور غزوات منظوم کرنے میں حفیظؔ جالندھری کے جذبۂ ایمانی اور شوق کا کون منکر ہوسکتا ہے جن کا مقصد نسبتاً بڑے کینویس پر نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلیل القدر خدمات کو خراج پیش کرنا اور سخت مشکل حالات میں اسلامی فتوحات کی اہمیت کو اُجاگر کرنا تھا، گہری تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی عرب کی بلند پہاڑیوں کے عقب سے اُبھرتے ہوئے آفتاب کی کرنیں اور اس روشنی میں انسانی مقدّرات کا یک نیا باب لکھے جانے کی جدّ وجُہد کی کہانی کوئی معمولی تاریخی واقعہ نہ تھا، تاہم متعدد جلدوں پر مشتمل ''شاہ نامہ اسلام'' جذبات سے مغلوب واقعہ نگاری کی مہتم بالشان کوشش ہونے کے باوجود تخلیقیت اور اعلیٰ فنکاری کے اوصاف وعناصر سے تہی ہونے کے باعث اب عوامی حافظہ سے بھی محو ہو چکا ہے۔ تاہم ان معروضات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جانا صحیح نہ ہوگا کہ میں حمد و نعت اور منقبت وغیرہ جو گرچہ اصناف کا درجہ نہیں رکھتیں ان کو نظم و غزل کی صدیوں پر مشتمل روایت سے الگ کر کے دیکھنے کے بجائے اسی بحر ذخّار کی سر پٹکتی امواج کا حصہ بنتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں جو اپنے زمزمہ اور پُر شور آہنگ سے مدام زندگی کے تاروں کو چھیڑتی رہتی ہیں۔

افسوس صرف یہ ہے کہ حمد و نعت گوئی کا ایک طویل زمانی مدّت اور مقداری، کثرت کے باوجود کوئی قابلِ حوالہ معیار یا نقش ابھر کر سامنے نہ آ سکا اور نہ آج ایسی کسی سعی کا سراغ ملتا ہے جسے لافانی شاہکار کہا جا سکے اور جو ہمارے اجتماعی حافظہ کا حصہ بن چکا ہو، اس کا بنیادی سبب یہ ہوسکتا ہے کہ حمد و نعت گوئی اپنے جس محدود تصوّراتی چوکھٹے، اندیشوں اور خدشات کی اسیر رہی ہے علاوہ ازیں غزلیہ

شعری کرداروں کی زیبائی کے تذکرہ میں مستعمل لفظیات وانسلاکات، داستانوی مثالیت اور ہیرو پرستی کی جس طرح ہمارے مراثی میں فراوانی رہی ہے، نعتیہ سیرت نگاری کے باب میں بھی کچھ اسی اندازِ عقیدت کے ماسوا اس کوچہ میں جادہ پیما ہونے والے شعراء کے لیے عبد و معبود کے مابین لازمی حفظ مراتب کا پاس و لحاظ ایک ایسی کڑی آزمائش رہی ہے جس کے تصور سے ہی تخیل کے پر جلتے ہیں۔ چنانچہ حزم واحتیاط کی سعی کے دوران تخلیقیت دبے پاؤں واپس چلی جاتی ہے اور بالآخر ایک منظوم بیانیہ ہی ہاتھ آتا ہے جس پر شاعری کا لیبل چسپاں کیا جانا مشکل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اردو میں صرف حمد و نعت ہی نہیں قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ بھی جنھیں طویل نظم بھی کہہ سکتے ہیں جن کے مضامین میں فرق کے سوا کوئی ایسی پابندی نہیں ہوتی جو شاعرانہ تخیّل کی آزادی میں سدّ راہ کہی جا سکے، اس کے باوجود ان اصناف میں کوئی ایسا غیر معمولی امتیازی کارنامہ یا مہا بیانیہ کہا جا سکے وجود میں نہیں آتا تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اس مجموعی شعری وادبی میراث کی تہذیبی و تاریخی اہمیت ومعنویت اپنی جگہ مسلم ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو ان سب میں قدرِ مشترک ہے۔

بہرحال ایک ایسے حصار میں جہاں تنوّع اور معنی آفرینی کے امکانات تقریباً مفقود ہوں، ہمارے کچھ غیر نعت گو شعراء مثلاً جگرؔ مرادآبادی، مائلؔ خیرآبادی، خلیل الرحمٰن اعظمی، بیکلؔ اتساہی، عمیقؔ حنفی، عرفانؔ صدیقی اور صلاح الدین پرویزؔ وغیرہ سے منسوب تازگیٔ فکر اور تہذیب جذبات کی حامل بعض کوششیں یقیناً قابلِ ستائش کہی جا سکتی ہیں۔

میں اپنی گفتگو کا اختتام مرزا غالبؔ جیسے رندِ خرابات کے شعر پر کرنا چاہتا ہوں جو صحیح معنوں میں حمد و نعت پر مشتمل کئی دفاتر پر بھاری کہا جا سکتا ہے:

گدائے طاقتِ تقریر ہے زباں تجھ سے
کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں تجھ سے

موبائل: 9990893596

☆☆☆

قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی

محسؔن کاکوروی: مدّاحِ خیرالبشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دنیائے قصیدہ گوئی میں محسؔن کاکوروی (1826-1905) کی انفرادیت اور عظمت کے کیا اسباب ہیں اور ان کا نام آتے ہی ہمارا سر عقیدت کے ساتھ کیوں خم ہو جاتا ہے، اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قصیدہ گوئی کی تاریخ پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں تاکہ اس پس منظر میں محسن کے مقام و مرتبہ کا تعین کیا جا سکے۔ قصیدہ کا فن اپنے ساتھ ایک روایت کہن رکھتا ہے جس کا سلسلہ عربوں کے جاہلی دور کی شاعری سے مل جاتا ہے۔ جاہلی دور کی عربی شاعری میں قصیدہ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی جس میں ہر جذبہ کا اظہار ہوتا تھا، خواہ وہ تعریفِ ذات یا توصیفِ صفات سے تعلق رکھتا ہو یا وارداتِ عشق و ہوس اور جنگی کارناموں اور مہمات سے۔ سب اس زنبیل میں سما جاتے ہیں۔ ان قصائد کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ عرب کے تمام شعراء طائف کے قریب عکاظ کے بازار میں ہر سال جمع ہوتے اور وہاں اپنے اپنے قصائد سناتے تھے۔ جو قصیدہ سب سے بہتر خیال کیا جاتا تھا اسے آبِ زر سے لکھ کر خانۂ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کر دیا جاتا تھا۔ سبعۂ معلقات کے شعراء اس اعزاز سے نوازے گئے تھے جس کے سبب ان کا نام آج بھی احترام سے لیا جاتا ہے۔ ان قصیدہ گویوں کی سب سے بڑی خوبی ان کی حقیقت نگاری تصور کی جاتی ہے یعنی وہ اپنے قصائد میں کسی کی بے جا تعریف اور غلو کو جگہ دینے کے قائل نہ تھے۔ طلوعِ اسلام کے ساتھ عربی قصیدہ کا زوال شروع ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اسلام کے نزدیک اس طرح کی مدح سرائی مستحسن نہ تھی، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ صحابۂ کرام کی عملی زندگی اور دعوتی مشاغل میں شاعرانہ خیال آرائی کا موقع بہت کم تھا، پھر قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کے سامنے بڑے سے بڑے قصائد بھی کوئی وقعت نہ رکھتے تھے، چنانچہ اکثر صاحبِ معلقات شعراء نے شاعری ترک کر دی۔ تاہم اموی دور میں قصیدہ کو دوبارہ عروج نصیب ہوا۔ یہاں تک کہ عباسی دور کے آغاز اور عربی عجمی تہذیبوں کے اختلاط کے ساتھ ہی قصیدہ ایک بار پھر موجِ تہہ نشیں کی صورت میں ابھرتا اور پورے ایران پر چھا

جاتا ہے۔ قصیدہ کی کونپلیں جو دنیائے عرب میں جمہوریتِ اسلام اور خلافت کی سادگی و بوریہ نشینی کے ماحول میں کُمھلا گئی تھیں، ایران میں ملوکیت اور کشور کشائی کی فیاضی کے زیرِ سایہ انورؔی، ظہورؔی، صائبؔ، کلیمؔ، نظیرؔی اور قاآنؔی کے زرخیز تخیل کی وساطت سے ایک بار پھر کھِل اٹھیں۔ قصیدہ کی یہی ایرانی روایت ہو بہو ہمارے ہندوستانی شعر و ادب میں بھی منتقل ہوگئی جس نے اگر دکن کے جاگیرداری ادوار میں غواصؔی، نصرتؔی اور شاہیؔ جیسے نامور قصیدہ گو شعراء کو پیدا کیے تو دوسری طرف جانب شمال بھی اس کے فیضان سے محروم نہ رہا اور اس سرزمین نے بھی سوداؔ، میرؔ، ذوقؔ، مومنؔ، اور غالبؔ جیسے باکمال قصیدہ گو پیدا کیے۔ عہدِ غالبؔ تک قصیدہ درباداری کے طفیل اردو شاعری پر چھایا ہوا تھا۔ چنانچہ اس شخص کو شاعر ہی نہ تصور کیا جاتا تھا جو اس فن میں طاق نہ ہو۔ قصیدہ محض تفننِ طبع کا ذریعہ نہیں بلکہ اس کی ادبی و فنی اہمیت اور تکنیکی مطالعات تھے جن کو پورا کیے بغیر کسی شاعر کے لیے قصیدہ کی فن کارانہ مثال پیش کرنا ممکن نہ تھا۔ تاہم بہرحال جس طرح بتدریج شہنشاہیت اور اس کے آداب و رسوم پر زوال کے دبیز سائے پڑنے شروع ہوئے، دبستانِ قصیدہ گوئی اور کاسہ لیسی کا بھی آفتاب غروب ہونے لگا۔

محسؔن کاکوروی اودھ کی جاگیردارانہ تہذیب اور لکھنوی شعری اقدار و رسوم کے دلدادہ تھے، ان کا اپنے ممدوح سے طرزِ عشق اور اندازِ قصیدہ گوئی اوروں سے قطعاً جدا تھا۔ انھوں نے ایک نئی ڈگر کا انتخاب کیا جو ہر چند کہ مشکلات سے خالی نہ تھی لیکن حیرت ہے کہ محسؔن نے اپنے عہد کے مزاج اور ترجیحات سے سمجھوتہ کیے بغیر خیر المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح کے لیے جس طرزِ نو کی بنیاد ڈالی وہ فقید المثال بن گئی۔ قصیدہ اور غزل کی لفظیات میں ادنیٰ ترمیم کیے بغیر نعت پاک میں مناسباتِ کفر کی آمیزش کو ایک محیر العقول کارنامہ ہی کہا جاسکتا ہے جو محسؔن سے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ محسؔن نے صرف دو قصیدے لکھے۔ ایک ان کی نوعمری کی یادگار اور دوسرا مدح خیر المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر مقبول ہوا کہ وہ قصیدہ گوئی اور نعت خوانی کے فلک پر ماہِ کامل بن کر چھا گئے۔ یوں تو جس کی توصیف خود خامۂ نقاشِ ازل نے کی ہو:

جس کی توصیف میں خود خامۂ نقاشِ ازل لکھ چکا مطلعِ ایجاد بہ وجہِ احسن

اس پر اضافہ کرنے کا کون اہل ہوسکتا ہے، تاہم محسؔن نے اپنے قصیدہ میں بھرپور قوتِ تخیل سے ان مقامات کو گرفت میں لینے کی کوشش کی جہاں حضورِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک اور تقدیس کا روشن تصور سامنے آنے لگتا ہے اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ سید البشر کی ذاتِ گرامی کن عناصر سے مرکب ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ موجِ تخیل سے بے قابو ہو کر کہیں ان کے لہجہ میں سمندروں جیسا شور اور کہیں جوئے کہستاں جیسی نغمگی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہوں یہ اشعار:

وہ دھنواں دھار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع گرچہ پروانہ بھی ڈھونڈے اسے لے کر مشعل
آتشِ گل کا دھنواں بام فلک تک پہنچا جم گیا منزل خورشید کی چھت میں کاجل
ابر بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیرا گھُپ ہے برق سے رعد یہ کہتا ہے کہ لانا مشعل
آئینہ آب تموج سے بہا جاتا ہے کہے تصویر سے ٹرنا نہ کہیں دیکھ سنبھل

یہ وہ مقام ہے جہاں شاعر کے قلم کی معجز نمائی اور تخیل کی زرافشانی متجانس ہو کر جس رقصِ ناتمام کا منظر پیش کرتی ہے اس لطف کا بیان لفظوں کا بار بھی اٹھانے سے قاصر ہے۔

جیسا کہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے یہاں فکر و جذبہ کے مابین کسی بداعتدالی سے ہمارا سابقہ نہیں پڑتا بلکہ جذبہ میں طہارت اور خلوص کے سبب ایک سیل بے پناہ کی سی روانی اور تخیل کی اس تیز گامی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جو ہر لحہ مائل بہ پرواز ہے اور رک کر سانس لینا اس کی فطرت کے منافی ہے، محسؔن نے قصیدہ میں جس طرحِ نو کی بنیاد ڈالی اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر جذبات میں ترفع اور عقیدت میں خلوص ہو تو اس کے لامتناہی امکانات سے کس طرح اعلیٰ مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ محسؔن نے قصیدہ کی تشبیب میں دو متضاد اساطیری و مذہبی علامتوں کے درمیان ایک ربط قائم کر کے قصیدہ کی تشکیل میں ندرت اور جدت پیدا کی ہے، علاوہ ازیں حضور پرُنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضان سے اُس پورے دور کو ایک تمثیلی انداز میں پیش کر کے پورے منظر کو ایک مقامی رنگ میں ڈھال دیا ہے جس کے باعث ہم ایک اجنبی ماحول میں سانس لینے کے بجائے مانوس فضا سے لطف اندوز ہوتے ہیں، علاوہ ازیں پہلی بار ایک ایسی جمالیاتی لذت وحلاوت کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں جو اِس نعتیہ کارنامہ سے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے، ملاحظہ ہوں چند اشعار:

گل خوش رنگ رسولِ مدنی عربی زیبِ دامان ابد طرۂ دستار ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ، نہ ہی ہمسر نہ نظیر نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
اوجِ رفعت کا قمر نخلِ دوعالم کا ثمر بحرِ وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول
مہر توحید کی ضو اوجِ شرف کا مہِ نو شمعِ ایجاد کی لَو بزم رسالت کا کنول

کچھ مزید اشعار ملاحظہ کریں:

کیا جھکا کعبہ کی جانب کو ہے قبلہ بادل سجدے کرتا ہے سوئے طیبہ و بطحہ بادل
چھوڑ کر بُت کدۂ ہند وصنم خانۂ برج آج کعبہ میں بچھائے ہے مصلّا بادل
ابلقِ چرخ کو اندھیاری لگا کر لایا شہسوار عربی کے لیے کالا بادل

دور پہنچی لب جاں بخش نبیﷺ کی شہرت
سن ذرا کہتے ہیں کیا حضرتِ عیسیٰ بادل
آستانے کا ترے دہر میں وہ رتبہ ہے
کہ جو نکلا تو جھکائے ہوئے کالا بادل
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیری خالی
نہ مرا شعر، نہ قطع، نہ قصیدہ، نہ غزل
رخِ انور کا ترے دھیان رہے بعد فنا
مرے ہمراہ چلے راہ عدم میں مشعل
صف محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مدّاح
ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ، یہ غزل
کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

قصیدہ کی تشبیب بہاریہ ہے اور بادل کا سفر مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔ اسلام گمرہی اور جہالت کے دور میں ابرِ رحمت بن کر آیا جس نے انسانوں کے اعمال کو ان کی سزا اور جزا کا معیار قرار دیا۔ کاشی سے متھرا کی جانب بادلوں کی روانگی بدن کی طہارت کے عمل کی اہمیت کی نمائندہ ہے۔ رام چندر جی نے ہندوستان کو ایک روحانی نظام اور کرشن چندر جی نے عمل کو انسان کی زندگی کا ماحصل قرار دیا لیکن یہ تعلیمات گمرہی کی تاریکیوں میں گم ہو کر صرف اوہام بن کر رہ گئیں، چنانچہ اِس تناظر میں بہار کے موسم میں گہری تاریکی اہل نظر کے لیے نہایت معنی خیز رمزیت کی حامل ہو جاتی ہے۔ دوسرا اہم نکتہ وہ دینی و روحانی تسلسل ہے جو ماضیٔ بعید سے ختم نبوت تک جاری رہتا ہے۔ محسنؔ صنمیات کو نظر انداز کر کے کعب بن زہیر کی مانند قصیدہ، سید المرسلین کے لیے کوئی عشقیہ تشبیب منتخب کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا کرنے کی بجائے ہندوستان کے مذہبی و اساطیری سرمائے سے ان تعلیمات کو اخذ کرنے کی کوشش کی جو روحانی تقدس کی حامل تھیں، چنانچہ حرم و میکدہ اور کعبہ و بت خانہ کے استعارے اس تشبیب میں اس طرح دست و گریباں ہیں جو بقول محمد حسن عسکری:

> ''قصیدہ سمتِ کاشی میں وہ تمام اجتماع ضدین کی قسمیں موجود ہیں جو محسنؔ کی شاعری کی بنیاد ہیں بلکہ یہاں محسنؔ کا فن اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔''

حسن عسکری مزید لکھتے ہیں کہ:

> ''یہاں فطرت اور انسان ایک دوسرے میں اس طرح پیوست ہو گئے ہیں کہ انسانی عوامل کا بیان فطرت کی اصطلاح میں ہوا ہے اور فطرت کا بیان انسانی زندگی کی اصطلاح میں۔''

میرے خیال میں محسنؔ کاکوروی کا لاشعوری کارنامہ بھی یہی ہے کہ وہ اگر رام چندر جی اور کرشن چندر جی کے صرف توحیدی تصورات نمایاں کرنے کی کوشش کرتے اور ان توہمات کو نظر انداز کر دیتے جو انسانی سرشت کا حصہ بن چکے تھے تو شاید گرفت کے سزاوار ہوتے کہ جب ہندوستان میں زمانۂ بعید

سے ایک کامل توحیدی نظام اور اس کی نمائندہ ہستیاں اپنی روحانی شناخت کے ساتھ موجود تھیں تو پھر اس سرزمین پر اسلام کی کیا ضرورت تھی، لیکن چونکہ ماضی کے ان روحانی دبستانوں پر توہمات اور شکوک وشبہات کے اتنے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے کہ ان کا پہچاننا مشکل تک ہو رہا تھا، محسنؔ نے تشبیب کے مرحلہ سے گزر کر مدح تک پہنچتے پہنچتے ان حقائق کی رمز کشائی بڑے دلنشیں انداز میں کر دی ہے۔

سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح کے لیے محسنؔ نے ہندوستان کے جغرافیائی ماحول کو نقطۂ حوالہ بنا کر انیسؔ کی روایت کو زندہ کر دیا، شاید اس لیے بھی کہ رسولِ خدا سے عقیدت ومحبت کا اظہار اپنے فطری ماحول اور فضا سے منسوب علامتوں کے ذریعہ کیا جانا کچھ اور ہی لطف رکھتا ہے، چنانچہ قصائد ومنقبت کے دفتر میں محسنؔ کے اس تنہا قصیدہ کا امتیاز اور بقا کا ضامن یہی امر ہے کہ وہ ہمیں خیر المرسلین کی منقبت کے لیے کسی دور افتادہ عجم میں لے جانے کی بجائے اپنی ہی مانوس سرزمین سے ماخوذ فنی وشعری انسلاکات کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ وہ سرزمین ہے جس سے خود مدح گو کا بھی تعلق ہے۔ چونکہ خیر الامم کی خاکِ پا سے ہر عجم اتنا ہی دور ہے جتنا کہ خود ہندوستان تو پھر کیوں نہ اس سرزمین کو ترجیح دی جاتی جس سے خود شاعر کا اپنا خمیر تیار ہوا تھا۔

محسنؔ کاکوروی کے شعری اسلوب کی ندرت وصلابت پر ایک عمومی تبصرہ خود ان کے صاحبزادہ اور نور اللغات کے مولف مولانا نور الحسن کے توسط سے درج کیا جانا خالی از افادہ نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں:

> ''محسنؔ کی سدا بہار طبیعت حسرت ویاس کے مضامین سے الگ رہتی ہے۔
> شگفتگیٔ طبع اور زندہ دلی کی برقی روشنی ہر بیان میں اپنی چمک دکھاتی ہے۔ مضامین کی بلند پروازی، الفاظ کا شان وشکوہ، بندش کی چستی ان کا خاصۂ طبیعت ہے۔''

یہ وہ ناگزیر اوصاف ہیں جن کی نشاندہی ان کے موجودہ جائزہ میں شامل قصیدۂ لامیہ میں بھی کی جاسکتی ہے۔ محسنؔ کے اس نعتیہ قصیدہ کا عجب فیضان ہے کہ اس کی قرأت ہمارے تخیل کی سرزمین پر نور خیر الامم کی مسلسل بارش بطحہ اور کاشی ومتھرا، دہلی اور سمرقند وبخارا، کوفہ ونجف اور حجاز وشام کے تمام زمانی ومکانی حدود وحصار مسمار کر دیتی ہے اور روح کے ابدی سناٹے میں صرف اور صرف ایک ہی پاکیزہ نام رہ جاتا ہے جس کی تابندگی زندگی کے در وبام پر روشنی اور محسنؔ کے قصیدہ میں لازوال کرن بن کر رقص کرتی رہتی ہے۔

موبائل: 9990893596

☆☆☆

مولانا ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی (اورنگ آباد، مہاراشٹرا)

حسّان الہند علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عربی نعتیہ اشعار کی ترجمانی

قافية الهمزه

لمحت إلى بعينها الكحلاء   فمرضت طول العمر بالسوداء

خوشا! کہ اس راحت جاں نے اپنی سرگیں آنکھوں سے مجھ بیمار محبت کی طرف نظر عنایت کی زحمت کی، ان چشمان سیاہ کی فسوں طرازی دیکھیے کہ میں تمام عمر کے لیے گرفتارِ دامِ عشق ہو گیا۔

ولقد ثملت بلحظة سمحت بها   من نرجس ريان بالصهباء

اور پھر میں اذنِ بادہ پیمائی کے بعد شرابِ عشق سے لبالب نرگسی آنکھوں سے جام کے جام لنڈھانے لگا۔

وعلمت آراء العليل صحيحة   لما رأت من العليل شفائى

اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ بیمارِ محبت کے تجربات مبنی بر حقیقت ہیں جب میں نے دیکھا کہ بیماری ہی میں میری شفا کا رازِ پنہاں ہے۔

أسرت قلوب العاشقين فطوعت   أجيادها بعيونها النجلاء

اس نے اپنی بڑی بڑی حسین آنکھوں سے پہلے تو عاشقوں کے دلوں کو گرفتار کیا پھر گریز پائی کے خوف سے ان کی (دلوں کی) گردنوں میں طوق وسلاسل ڈال دیئے۔

ما للعواذل هل أطبق قطيعة   عن بانة أعرقت بحشائى

ملامت گروں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ملامت سے باز نہیں آتے، کیا میں سرو قامت عشوہ گر سے قطع تعلق اور جدائی کی طاقت رکھتا ہوں جو میری رگِ جاں میں پیوست ہو چکی ہے۔

روحی لها ولع بذات ملاحة روحی وریحانی بحسن رواء

اس خوب روحسینہ پہ میری جان قربان، میں اس پر فریفتہ ودل دادہ ہوں، میری مسرت وشادمانی اس حسین وپُر رونق چہرہ کی مرہونِ منّت ہے۔

ضاء ت غدائرها بنور جبینها فیهن حسن اللیلة القمراء

اس کی کاکل اس کی پیشانی کی دمک سے چندے آفتاب، چندے ماہتاب ہے اور اس کی کاکلِ پیچاں میں چاندنی رات کا دل فریب حسن اُتر آیا ہے۔

والثغر فی فمها ومیض کامن یبدو اِذا ابتسمت علی الحضراء

دندان سپید اس کے منہ میں ایسے ہیں جیسے برقِ نہاں، جب وہ تبسم ریز ہوتی ہے تو حاضرین مجلس اس کے دیدار سے شادکام ہوتے ہیں۔

أو أقحوان یرتوی من ریقها أو جوهر فی الحقة الحمراء

یا وہ دندانِ تبسم بابونہ کے نرم ونازک پھول ہیں جو اس کے تھوک سے آبِ حیات حاصل کرتے ہیں یا وہ سفید آب دار گوہر ہیں جو سرخ ظرف میں بہ طور خاص رکھے گئے ہیں۔

میساء خلفت ظباء وکیف لا اِن التسابق سنة الأکفاءِ

جب اس کے قدم اُٹھتے ہیں تو اس عشوہ وناز سے اُٹھتے ہیں کہ ہرنوں کو بھی مات دیتے ہیں اور اس طرح کے مقابلے باعث حیرت نہیں ہیں کیوں کہ مقابلہ آرائی ہمجولیوں کی فطرت کا ایک حصہ ہے۔

ولقد أتتنی لیلة فحسبتها ماء الحیلة یسیل فی الظلماء

وہ رات بیتے میری فرودگاہ پر فروکش ہوئی، میں نے اس کی اس غیر متوقع آمد کو آبِ حیات تصور کیا جو شب تاریک میں پوری قوت کے ساتھ محوِ خرام ہے۔

قالت تبسم اِذا أردت تعانقا أنت اللهیب فتنطفی بالماء

وہ سراپا تبسم یوں گویا ہوئی کہ اگر ارادے نیک ہوں تو رسم بغلگیری کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ تم شعلہ ہو اس لیے پانی سے بجھ جاؤ گے۔

بات الفؤاد بصدغها متجرعا من سم تلك الحیة السوداء

یہ سن کر دل تشنہ کام اپنی رگِ جاں میں اس کالی ناگن کے زہر کو شقیقہ گوش (کنپٹی) سے گھونٹ گھونٹ اتارنے لگا۔

فأتیت بالقلب السلیم منادیا غوث الوریٰ فی شدة ورخاء

اس وقت قلب سلیم میں یادیں انگڑائی لینے لگیں اس ذات کی جن کی تعلیمات تنگ دستی اور خوش حالی میں مخلوقِ خدا کے لیے وجہِ تسلی ہیں۔

برھان رب العالمین حبیبه فی الأمة الأمية العرباء

آپ کی ذات گرامی ربّ کائنات کی خالص ناخواندہ عربی امت میں دلیلِ خداوندی ہے اور آپ خدا کے محبوب ہیں۔

هو نير أسنى الكواكب ساطع ملأ الأهلة كلها بسناء

آپ کی ذات درخشندہ وتابندہ ہے اور ستاروں میں سب سے روشن ستارہ ہے جس نے تمام روئے زمین کی ظلمت کو بقعہ نور میں تبدیل کر دیا۔

من معشر الإنسان إلا أنه إنسان عين المجد والعلياء

آپ کا تعلق بنی نوع انسانی سے ہے لیکن آپ درحقیقت مجد وشرف اور چشمِ عالی نسبی کی پتلی ہیں۔

شمس تجلت غير أن مسيرها فوق الطرائق ليلة الأسراء

آپ کی حیثیت افق خاور پر جلوہ ریز نیّر تاباں کی ہے، لیکن اُس نیر تاباں کی گردش کا مدار شب معراج کی وہ شاہ راہیں ہیں جو ملأ اعلیٰ پر ہیں۔

يوم القتال من السيوف ظلاله ويقوم في العرصات تحت لواء

شمشیر زنی اور نبرد آزمائی کے جاں گسل ایام میں تلواریں آپ کا سائبان ہوتی ہیں اور میدان جنگ میں آپ کی فرودگاہ پرچم ہوتی ہے۔

هو سابق وظهوره متأخر كنتيجة الأشكال للعلماء

آپ کا کالبد پہلے وجود پذیر ہوا لیکن مصلحتِ خداوندی کے بموجب آپ کی تشریف آوری تمام انبیائے کرام کے بعد ہوئی جس طرح بقول دانشوران اشکال مقدم ہوتے ہیں اور نتائج بعد میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

هو خَيرُ مَن وَطِيءَ التراب وَخَير مَن صَعِدَ السماءَ وخيرة الشرَفاءِ

وہ روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل واشرف ہیں اور آسمان کے خلانورد فرشتوں سے اعلیٰ وبرتر ہیں اور پیغمبروں کے سردار ہیں۔

غيث أغاث الناس وابل كفه وبروقه لمعت على الأعداء

آپ للّہ ابر باراں ہیں جو بنی نوع انسانی پر برسا اور خوب برسا اور آپ کی شمشیر آبدار دشمنوں پر

برق تپاں بن کر چمکی۔

طـود تـظـلـل بـالـغـمـام وكهفـه　　أوى اِلـيــه غــزالة الـصـحــراء

ایسی پہاڑی جس پر بادل سایہ فگن ہے اور ایسی پناہ گاہ جس میں آہووان صحرا پناہ گزیں ہوتے ہیں۔

نـطـق الـمسيـح بـمهـده وبـكـفــه　　ضـم الـحـصـى سـجـن كـالأحيـاء

آغوش مادر میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے گفتگو فرمائی اور آپ کے کف (ہتھیلی) اقدس میں بے جان کنکریوں نے زندوں کی طرح تسبیح وتہلیل کی زمزمہ سنجی کی۔

غـرس النخيل فأثمرت من عامها　　بـعتــاق مـمـلـوك مـن الـصلـحـاء

آپ کے معجزہ کا کرشمہ ہے کہ آپ نے کھجوروں کے درخت لگائے جو اسی سال ثمر آور ہوئے اور اس طرح ایک فرشتہ صفت صحابی کو ذلتِ غلامی سے گلوخلاصی نصیب ہوئی۔

رجـعـت ذكـاء اِلـى الـقـفـاء بأمره　　وانشــق صـدر الـبـدر بـالاِيـمـاء

آپ کے حکم سے سورج پیچھے کی طرف لوٹ آیا اور آپ کی انگلیوں کے اشارہ سے ماہِ شبِ چہاردہم (چودھویں کا چاند/ بدر) دوٹکڑے ہوگیا۔

بـوجود دعوته العميمة فى الورىٰ　　أذن الهـدى لـلـصـخــرـة الصمـاء

مخلوق میں آپ کی عمومی دعوت کی بنا پر سخت دلوں کو بھی ہدایت کی طرف توجہ کرنے اور کان لگانے کی توفیق نصیب ہوئی۔

قـد كـنــت مشتـاقـا اِلـى عتبـاتـه　　متـضـرعـا بـلـواعـج الـصـعـداء

سوزِ دلِ بے تاب کی جاں گسل خلش کے ہاتھوں مجبور ہوکر میں ایک مدت سے آپ کے درِ اقدس پر شرفِ حاضری سے شادکام ہونے کا آرزومند تھا۔

هــاج البـكــاء اِلــى منـازل رحمة　　مسـقيــه بــالــديـمةِ الهـطـلاء

جوں جوں میں ان رحمت بہ کنار مقامات کی طرف جن کو موسلا دھار بارش نے سیراب کیا تھا، بڑھتا گیا، گریہ وبکا کے سیلاب بلاخیز کی طغیانی بڑھتی گئی۔

مــالاح مـن نـحـو الأبـارق بـارق　　الا وأذكـى الـنـار فـى أحشـائـى

سرزمین بطحا (بے آب وگیاہ سرزمین) کی جانب سے جب بھی برقِ تپاں کی کوند نمودار ہوتی، میری رگ وپے میں وہ کوند آتش سوزاں کو اور بھڑکا دیتی۔

وجـلـسـت فى كمد على بعد المدى　　شتــــان بيــن الهــنــد والــزوراء

طول مسافت کی بنا پر میں غم واندوہ کا پتلا مجلس حسرت وندامت کا ندیم بنا رہا، کون نہیں جانتا کہ ہندوستان اور دیار حبیب (دور دراز بیاباں) کے درمیان کتنا فرق ہے۔

لوكنت أخبر تيرتي وعشيرتي لتزاحموا بينى وبين رجائى

اگر میں اپنے پڑوسیوں اور اہل خانہ کو اس عاشقانہ سفر کی اطلاع دیتا وہ تو میرے اور میری آرزوؤں کے درمیان حائل ہوجاتے۔

فخرجت منهم خائفا مترقبا شوقى أمامى والأناس ورائى

تو میں سراسیمگی اور شش وپنج کی ملی جلی کیفیت میں ان تمام رشتوں ناطوں کو زنبیل بے التفاتی کی نذر کرتے ہوئے ایسی حالت میں نکل پڑا، کہ میرا شوق میری رہنمائی کر رہا تھا اور سوز عشق سے تہی دامن لوگ مجھ سے پس خوردگی کے شکار تھے۔

لولا إعانة جذبة نبوية أصبحت فى يدهم من الأسراء

وصل محبوب کا جذبہ بے پروا اگر میرے ہم رکاب نہ ہوتا تو میں ہم نفسانِ بے حرص و آز کے ہاتھوں گرفتار ہو کر پسِ دیوارِ زنداں ہوجاتا۔

شمرت ذيلى والمطية أرجلى أرج النسيم معى من الرفقاء

میں راہ کی مشکلات سے بے پروا سوار بن کر پیادہ پا پوری ہمت وعزیمت سے چل پڑا اور بادِ نسیم کی بھینی بھینی خوشبو دورانِ سفر زحمت کشِ رفاقت رہی۔

ومشيت من غير المطية برهة مع أن جسمى ضامر الأعضاء

میں تھوڑی ہی دیر میں پیادہ پا ہی بغیر کسی سواری کے چل پڑا، حالانکہ سوز عشق کی وجہ سے میرا جسم زار و نزار تھا۔

حتى لقيت من المهيمن نعمة موفورة فى البر والدماء

یہاں تک کہ مجھ پر برّ و بحر میں اللہ کی طرف سے بے حد وحساب نعمت ارزانی ہوئی۔

وبلغت خير الأرض أرض تهامة فرحا برؤية لعلع وحراء

اور میں روئے زمین کی سب سے بہتر ومتبرک مقام تہامہ (مکہ مکرمہ، حجاز) پہنچ گیا اور میری نظر جوں ہی غار حراء اور سرزمین حجاز کے درخت پر پڑی، میں خوشی سے جھوم اُٹھا۔

بالبيت طفت وجئت زمزم والصفا وأتيت كل مواطن الآلاء

میں نے فوراً طواف بیت اللہ کیا، زم زم سے تشنہ کامی دور کی اور صفا پہاڑی پر پہنچا اور نعمت و

رحمت خداوندی سے سایہ فگن تمام مقامات مقدسہ کی زیارت سے شاد کام ہوا۔

ولقد رحلت اِلی المدینة عاجلا والشوق یهجم عند قرب لقاء

اور میں نے بعجلت ممکنہ مدینہ منورہ کے لیے رختِ سفر باندھا اور وصل کی ساعتیں جوں جوں قریب آرہی تھیں، بے قراری کی یلغار تیز تر ہوتی جارہی تھی۔

لونی تغیر فی مواظبة السری حتی رأیت معالم الصفراء

مسلسل جادہ پیمائی کی وجہ سے میرے چہرے کی رنگت مائل بہ سیاہی ہوگئی، اسی دوران آبادی کے آثار میری بصارتِ چشم سے ٹکرانے لگے۔

لما استزاد من العقیق تعطشی حاولت بحرا تم فی الِارواء

وادی عقیق تک پہنچتے پہنچتے میری تشنہ لبی حدوں کو پار کرنے لگی تو میں نے حلق میں سمندر کے سمندر انڈیلنے کی سعی ناتمام کی تا کہ تشنگی کو صدائے العطش العطش سے گلوخلاصی نصیب ہو۔

فلثمت أعتاب النبوة خاضعا وشممت عرف ریاضها الخضراء

پھر میں نے بارگاہ نبوی تک رسائی کی سعادت کے حصول کے بعد اس ادب گاہ عزت مآب کو چشم عقیدت سے بوسہ دیا اور مشام جاں کو گنبد خضراء کی خوشبوئے جاں فزاء سے شاد کام کیا۔

روحی الفداء لروضة قدسیته مملوؤة بلطافة وصفاء

میری روح اس روضۂ مقدس پر فدا ہو جو لطافت و پاکیزگی کا بے نظیر مرقع ہے۔

بلغ المشارق والمغارب ضوء ها ترنو اِلیها الشمس کالحرباء

جس کی تاب عالم تاب مشرق ومغرب کی حدوں کو پار کرگئی، اوراس نورِ ضیا پاش کو مہر گردوں بھی دیر تک بہ نظر تعجب تا کتا رہتا ہے جیسے وہ گرگٹ کا کردار ادا کر رہا ہو۔

ما أحسن القبر الذی فی حجره خیر البریة سید البطحاء

اس قبر کے جمال جہاں آراء کا کیا پوچھنا، جس کی آغوش میں وہ ذات گرامی ہے جسے سید الخلائق اور افضل العرب ہونے کا شرف حاصل ہے۔

طوبی لطیبة حیث ضم ضریحها جسما تسنم فوق سبع سماء

سرزمین مدینہ منورہ کس قدر بختاور ہے جہاں جسد اقدس قبر اطہر میں آسودہ و پیوند ہے، جسے ساتوں آسمان کے اوپر رفعت وسربلندی عطا ہوئی تھی۔

ولها شبابیك بأحسن صنعة صادت قلوبا من أهیل ولاء

اور گنبد خضراء میں اعلیٰ صنعت کاری کے دیدہ زیب روشن دان جڑے ہوئے ہیں جو قتیل عشق و محبت کے دلوں کا دور ہی سے شکار کرتے ہیں۔

هی فی جوانبها منافذ رحمة　　　أو أحدقت بنواظر العرفاء

اس کے ہر چہار جانب رحمت کی کھڑکیاں ہیں، نہیں بلکہ وہ کھڑکیاں چشم ہائے عشاق ہیں جن کی پچی کاری کے ذریعہ روضہ اقدس کو بقعہ نور بنایا گیا ہے۔

یا مسجد أرحب المکان صلاته　　　ألف الصلاة لمعشر الحنفاء

اس مسجد کی شان وشوکت وعظمت کا کیا کہنا جو بے حد کشادہ ہے اور جس میں جماعت اہل توحید کو ایک نماز کے بدلے میں ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

خیر المساجد والمقیم بجنبه　　　خیر الخلائق أسوة الکملاء

وہ روئے زمین کی بہترین مسجدوں میں سے ایک ہے اور اس کے پہلو میں اشرف الخلائق اور خاصۂ خاصانِ رسل (افضل الرسل) آسودہ ہیں۔

أعظم بمنبره الذی هو فوق تر عة　　　جنة حقا بغیر مرائب

اس منبر نبوی کی شان کس قدر اعلیٰ وارفع ہے جو یقیناً بلا شک وشبہہ حوض جنت کے بالائی حصہ پر واقع ہے۔

ما شأن کرسی أعدت تحته　　　الجنة الفردوس للسعداء

اور اس کرسی کی عظمت کا کیا کہنا جو منبر کے حصہ زیریں میں ایستادہ کی گئی ہے اور وہ حصہ نیک طالع افراد کے لیے جنت الفردوس ہے۔

بدت القنادیل اللطاف وسقفه　　　مثل السماء وشهبها الغراء

مسجد نبوی کی چھت لاجورد گردوں کے مثل ہے اور اس میں آویزاں فانوس آسمان کے روشن ستاروں کی مانند محسوس ہوتے ہیں۔

لا بل قلوب مضرم فیها اللظی　　　علقت هنا بسلاسل الأهواء

وہ قندیلیں نہیں ہیں بلکہ عاشقانِ رسول کے دل ہیں جن میں آتش عشق فروزاں ہے اور وہ یہاں آرزوؤں کی زنجیروں کے توسط سے آویزاں کر دیئے گئے ہیں۔

فوقفت بین یدیه وقفة خائف　　　نقد الندامة فی یدی الصفراء

میں آپ کے روضہ اطہر پر اس طرح ایستادہ رہا جس طرح ایک دہشت زدہ شخص بے حس وحرکت

کھڑا رہتا ہے اور اس وقت سیم وزر سے تہی میرے لرزیدہ ہاتھوں میں ندامت کے چند سکّے تھے۔

نظر الحبیب اِلی الغریب عنایة نظر العنایة شیمة الکبراء

میں آپ کے اس توقع پر دست بستہ کھڑا رہا کہ محبوب کی اس غریب الدیار پر ضرور نظر عنایت ہوگی کیوں کہ خورد نوازی بزرگوں کا وطیرہ رہا ہے۔

أصبحت بین جماله وکماله متلاشیا کالظل فی الأضواء

میں جمال وکمال کے درمیان ایسا گم گشتہ حال رہا جیسے تیز تپش میں کوئی شخص چھاؤں کی تلاش میں سرگرداں ہو۔

یا سیدی یا عروتی ووسیلتی یا عُدّتی یا مقصدی مولائی

میں نے اپنے دل میں کہا: اے میرے بزرگ، اے میرے پیشوا، اے میرے وسیلۂ نجات، اے میرے زادِ آخرت، اے میری توجہات کے مرکز، اے میرے میر کارواں۔

قد جئت بابك خاشعا متضرعا مالی وراءك کاشف الضراء

میں بہ صد ادب و احترام درود و سلام کی پیش کشی کے لیے آپ کے روضہ پر حاضر ہوا ہوں، میرے نزدیک کفر و شرک کی ظلمتوں کا آپ کے سوا کوئی پردہ چاک کرنے والا نہیں ہے۔

ولك الوسیلة والفضیلة فی غد ولأنت أقدم معشر الشفعاء

کل قیامت کے دن اعلیٰ جنت (وسیلہ آپ ہی کو ملے گی) اور مقام محمود (فضیلت) آپ ہی کو حاصل ہوگا اور اخروی شفاعت کی فضیلت سے سرفراز خاصانِ خدا میں شفاعت کا شرف اوّلین آپ ہی کا نصیبہ ہوگا۔

أرجو وآمل من جنابك سیدی شیئا تناول جملة النعماء

مجھے امید ہے، اور جس کا میں آرزومند بھی ہوں کہ قیامت کے دن آپ اپنی بارگاہ شفاعت کی نوازشوں سے مجھ حقیر کو بھی شادکام فرمائیں گے۔

کن أنت فی یوم یلوذ بك الوریٰ یا رحمة لّلعالمین جزائی

جب قیامت کے دن مخلوق خداوندی شفاعت کبریٰ کے لیے آپ کی جناب اقدس کے زیر سایہ پناہ حاصل کرے گی، اس دن اے رحمۃ للعالمین، میرے لیے بھی شفاعت فرمایئے۔

أحسن اِلی ضیف ببابك واقف شأن الکرام ضیافة الغرباء

ایک بن بلایا مہمان آپ کے درِ اقدس پر کھڑا ہے، منعموں کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ طفیلیوں کی

میز بانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

باع اليَراعةِ عن ثنائك قاصر وجبينها متتابع الرحَضاء

نوک قلم آپ کی مدح سرائی سے قاصر ہے اور جبین قلم اپنی نارسائی کی ندامت کے سبب مسلسل عرق آلود ہے۔

ماذا يقرب فی ثنائك واصف أثنی عليك اللّه حق ثناء

کوئی مدح سرا نعت نویس کس حد تک آپ کی قصیدہ خوانی کرے گا جبکہ خالق کائنات نے خود آپ کی کما حقہ ثناخوانی کی ہے۔

أمليت فی هذا المرام مورخا أنا زرت أحمد أقوم الكرماء

میں اپنے اس سفرِ حجازِ مقدس کی تاریخ ''انا زرت أحمد اقوم الکرماء'' سے (1511ہجری) نکالی ہے، میں نے حضور اکرم کے روضۂ اقدس کی زیارت کی جو شرافت ونجابت میں سب سے بڑھ کر ہیں:

صلى عليه وآله رب الوریٰ وعلی معاشر صحبه الرحماء

دعا کرتا ہوں کہ خالقِ مخلوقات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، آپ کے اہل بیت اطہار پر اور آپ کے سراپا رحمت ورأفت صحابہء کرام پر اپنی رحمتیں نازل کرتا رہے۔

ما اهتزت الأغصان من نفس الصبا وتغنت الورقاء فی الغلباء

اس وقت تک جب تک صبا کی نرم خرام مشک بار سانس سے ٹہنیاں محوِ جنبش رہیں اور گھنے باغ میں فاختائیں زمزمہ سنج رہیں (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلسل اللہ کی رحمت نازل ہوتی رہے)۔

قافية الهمزه(2)

عطف القنيص على جوى الورقاء سوى لها قفصا من الطرفاء

سوزِ عشق میں مبتلا فاختاؤں کی طرف شکاریوں نے نظرِ التفات کیئے اور نادرونایاب پنجرے ان کے شکار کے لیے نصب کئے۔

طفرت مقيدة على أغصانها للّه جذبة معشر الأسراء

وہ فاختائیں مقیّد ہونے کے باوجود شاخوں پر پھدک رہی ہیں، بخدا اُن مقید فاختاؤں کا جذبہ عشق قابل داد ہے۔

طوبى لها هی فی ظلال قفيصها وقفيصها هو فی يد الحسناء

ان فاختاؤں کو سزائے حبسِ دوام مبارک ہو کہ وہ زندانِ قفص کی چھاؤں میں محوِ ترنم ہیں اور وہ پنجرے گلفام حسیناؤں کے ہاتھوں میں ہیں۔

هی ظبية سلبت عقول أولی النهی　　مشهـورـة بـعـقيـلة الـدهـنـاء

یہ ہرنیاں ہیں جو عقل مندوں کی عقلوں کو ٹھکانے لگانے میں ماہر ہیں اور فریبِ عشق کے گروں کو مہارت سے برتنے میں بھی بے نظیر ہیں۔

عـنـی مهـلـة الأبـرقيـن عـنـاية　　جـذبـت فـؤادی ظبية الـوعساء

نیل گائے کی خیرہ کرنے والی آنکھوں کی چمک نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور ٹیلوں پر محوخرام ہرنیوں نے میرے دل کو اپنی طرف زور سے کھینچا۔

أو تـلبسيـن الحلی حيث تبرجت　　نـفـص الشـعـور تـكـحـل العوراء

کیا تم دوسروں کو زیورات سے آراستہ کرنے کی خدمت بھی انجام دیتی ہو جس کے اثر سے ٹیلوں میں خوابیدہ نرم و نازک پودے اور بے آب و گیاہ بیابان میں نادیدہ سبزے اگتے جارہے ہیں اور دعوتِ دید دے رہے ہیں۔

لاتـلـحـظ الـنـاس الصغار حقارة　　هـم عـصبة فـی رتبة الـكـبـراء

تم کم قامت لوگوں کو بہ نظر حقارت نہ دیکھو، ان کا تعلق ایسے گروہ سے ہے جن کے رتبے بڑے بلند ہیں۔

وانـظـر بمنظرة البصيرة نحوهم　　تـظهـر عـليك كبـارـة الـصـغـراء

بلکہ جب تم ان کو دیکھو تو بہ چشم بصیرت دیکھو، تو اس وقت تم پر ان کوتاہ قامتوں کی عظمت ظاہر ہوجائے گی۔

لـلّـه عهـد ذاهـب عـن مـقـلـتـی　　مـاكـان اِلا نشـوـة الـصهـبـاء

بخدا کیا ہی مبارک تھے وہ آنسو جو ابتدائے عشق میں موسم کی پہلی بارش کی طرح میری آنکھوں سے جاری ہوئے تھے اب یہ عقدہ کھلا کہ وہ شرابِ عشق کی مستی کے اثرات تھے۔

يـا صـاح طـولـت الـمسـافة بيننا　　أنـا فـی الشـام وأنت فی البطحاء

اے میرے ہم نفس تو نے ہمارے درمیان مسافت بہت بڑھادی، میں تو کالوں کی سرزمین ہندوستان میں ہوں اور تو روشن سرزمین بطحاء (مکہ مکرمہ) میں ہے۔

لك قـدرـة بـاسـرع اِلـی كـرامة　　بـجـنـاب أحـمـد صاحب الاِسراء

اے میرے دوست تو آزمودہ کار ہے، اس لیے مجھے یقین کامل ہے کہ تو طولِ مسافت کومختصر کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے اس لیے برائے مہربانی جلدی کر اور صاحب اسراء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بہ شتابی پہنچا۔

نـور تهـامـی تـوجـه لیـلة مـن دار مـولـده اِلـی الأوراء

آپ تہامی (مکہ مکرمہ) نور ہیں آپ نے ایک شب میں اپنی جائے پیدائش (مکہ مکرمہ) سے آسمانوں کی طرف سفر کیا۔

قـمـر أصیـل الـنـور من أم القری مـلأ الـجهـات ألسـت بـالأضواء

آپ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کے وہ ماہ شب تاب ہیں جس نے شش جہات کو اپنی روشنی سے بقعۂ نور بنادیا۔

نـاطـور بستان الهدی فی سوحة غـنـی سـجـوع السدرة الخضراء

آپ سیراب کرنے کے عمل میں گلستانِ ہدایت کے باغبان ہیں، آپ نے سرسبز سدرہ (سدرۃ المنتہیٰ) کے کبوتروں کو زمزمہ سنج کردیا۔

شـجـر نـضیـر لا وجـود لـظلـه وهـو الـمـظـل لـزمـرة الضعفـاء

آپ تروتازہ شجر سایہ دار ہیں اور دبے کچلے کمزور بے کسوں کی جماعت آپ کی چھاؤں میں پناہ گزیں ہوتی ہے۔

أروت عـطـاش الـظـامـئین یمینه مـا کـان هـذا فـی الید البیضـاء

آپ کے دست مبارک نے پیاس سے نڈھال تشنہ کاموں کی تشنہ لبی کو ہمیشہ کے لیے کافور کردیا اور یہ معجزہ آپ کے روشن تر دست مبارک پر پیش آیا۔

الـفـقـر فـی عینیـه أکبـر رتبة والتبـر طـوداً أصغـر الأشیـاء

آپ کی نظر میں فقر الی اللہ رتبہ میں معراج عبدیت ہے اور آپ کے نزدیک سونے کے ڈھیر ناقابل اعتناء اور بے حیثیت ہیں۔

قـد أبرم الحبل المتین من الهدی واصـطـاد صـائد ظبیة الصحراء

آپ نے ہدایت کی مضبوط رسّی کو مضبوط تر فرمایا اور جنگل کی ہرنیوں کے شکاریوں کو زیر دام کرلیا۔

حـصـلـت بـالمدح الکریم سعادة هــذا أخـص عبـادة الشعـراء

میں نے مبارک نعت گوئی کے ذریعہ سعادت ابدی حاصل کی ہے اور یہ حقیقت ہے، شاعروں کے نزدیک نعت گوئی، صنف شاعری میں سب سے اعلیٰ صنف سخن ہے بلکہ شاعری کی معراج ہے۔

توصیف غیرك بعد مدحك مشبه بیتا تضمن وصمة الأقواء

آپ کی مدح سرائی کے بعد کسی اور کی قصیدہ خوانی کرنا اس شعر کے مشابہ ہے جس میں شاعر نے شعر کے قافیہ میں اعراب کی تبدیلی کے ذریعہ عیب اور نقص پیدا کر دیا ہو (اس عیب کو اصطلاحِ شعر میں ''اقواء'' کہتے ہیں)۔

یا ناشر اللوامع الحسنی أنر صدری کما نورت غار حراء

اے نظر نواز روشنیوں کے پھیلانے والے خدا، میرے سینے کو روشن فرما، جس طرح تو نے غارِ حراء کو منور فرمایا۔

أحسن اِلی آزاد یا أسخی الوریٰ هو فی الأرامل أفقر الفقراء

اے مخلوق پر رحم و کرم کی بارش کرنے والے ''آزاد'' پر بھی للّٰہ ابر برسا، وہ بے سہارا ہے اور اس کی تہی دستی و بے کسی حدِ بیان سے باہر ہے۔

صلی الاِله علی جناب رسولنا ما یلطف الممدوح بالفصحاء

اے خدا ہمارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتیں نازل فرما، جب تک تیری طرف سے فصاحت و بلاغت کے رمز آشنا شاعروں کو ممدوح کی تعریف و توصیف کی توفیق ارزانی ہوتی رہے (یعنی مسلسل اور ہمیشہ)۔

وعلی أسود من ذویه تسلسلت عنهم جمیع سلاسل العرفاء

اور آپ کے مبارک خانوادہ کے عالی مرتبت و والا تبار افراد پر اور آپ کے خانوادہ کے سلسلے کے تمام صلحاء پر جو اس شجر طوبیٰ کی شاخیں ہیں۔

وعلی صحابته الذین ذواتهم شهب الهدیٰ فی لیلة اللیلاء

اور آپ کے تمام صحابۂ کرام پر جو تیرہ و تاریک شب میں ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔

قافیة الهمزه (3)

عطر النسیم سره من الوعساء وأفادنی بشری من الحسناء

آج مشک بار بادِ نسیم محبوب کی فرودگاہ ''ٹیلہ'' سے مشام جاں کو معطر کر رہی ہے اور وہ بادِ نسیم مجھ تک مہ وشوں کی طرف سے خوش کن کلمات بھی لے کر آئی ہے۔

وأزال عن دنف سقاما معضلا   دفع المهيمن عنه كل بلاء

بادِ نسیم کے معطر جھونکھوں نے جسدِ بیارِ محبت کی تمام ناسور بیماریوں کے آثار و علامات یک لخت ختم کر دیئے، دعا ہے کہ اللہ اس سے تمام مصیبتوں کو دور فرمائے۔

أعجب بمعتل صحيح الرأى فى   تصحيح مراض من الأدواء

مجھے تعجب ہے کہ ایک شخص جو خود بیمار ہے، ایک بیمار کو بیماریوں سے شفایابی کے نسخے تجویز کرنے میں کس قدر صائب الرائے ہے۔

ينجى مريض الحب من شرك الردى   من مثله فى زمرة الحكماء

وہ جاں بہ لب بیارِ عشق کو ہلاکت ومردنی کے جال سے گلوخلاصی عطا کرتا ہے، میرا خیال ہے کہ ایسے لوگوں کا شمار گروہ حکماء واطباء میں ہونا چاہئے۔

يده مباركة وتلك عطية   فى حقه من واهب الآلاء

اس کے ہاتھ مبارک ومسعود ہیں اور ایسی نسخہ نویسی اس کے حق میں نعمتوں کو عطا کرنے والی ذات الٰہی کی طرف سے عطیہ ء بے بہا ہے۔

لما أتى هذا المبشر قال لى   ستجىء من هى زينة الجرعاء

جب خوش خبری سے شادکام کرنے والا صباوش ندیم میرے پاس آیا تو اُس نے کہا کہ جولق ودق بیابان کی زینت ہے جلد ہی اس کا ورودِ مسعود ہونے والا ہے۔

ما ان أتم كلامه حتى بدت   مياسة من جانب الصحراء

ابھی اس نے بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ جنگل کی طرف سے اس کے کوچ کرنے کے آثار ہویدا ہونے لگے۔

بأبى وأمى ظبية اِضميه   نشرت أريح المسك فى الأرجاء

میرے ماں باپ فدا ہوں، یہ تو اضم کی ہرنی ہے جس نے چاروں طرف کے دور دراز خطوں کو مشک کی خوشبو سے رشک ارم بنا رکھا ہے۔

مختالة لما بدت فى المنحنى   ما اخضر غصن البانة الخضراء

وہ سراپا عشوہ جب وادی کی پر پیچ پگڈنڈیوں میں ظہور پذیر ہوا جہاں پر بان کی رشک صد بہار تر و تازہ ٹہنیاں سبز قبا میں ملبوس ہیں۔

قالوا يزيد الكحل أسكار الطلا   مصداقه فى عينها الكحلاء

لوگ کہنے لگے کہ سرمہ ہر آہوان صحرا کے نوزائیدہ بچوں کی چشم نیم کشا کی روشنی کو دوبالا کر دیتا ہے اور اس کی سرمگیں آنکھیں اس کی شاہد عدل ہیں۔

النرجس الريان يزهو عندها الفضل الأعمى على العيناء

مرقع حسن و جمال نرگس اس کے روبرو اظہارِ عظمتِ زیبائی سے نہیں چوکتی، لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا چشم بینا پر چشم کور کو ترجیح دی جا سکتی ہے۔

اِن دق أسهم طرفها فلها يد كقناتها فى الطعنة النجلاء

گو اس کے تیر نظر جان لیوا ہیں لیکن اس کے نازک ہاتھ کشادہ زخم کرنے والے تیر کی طرح کاری ہیں۔

ضيعت جوهر مهجتى فى صدغها وفقدته فى الليلة الليلاء

میں نے اپنے چہرے کی آبرو اس کے شقیقۂ گوش (کنپٹی) میں لٹا دی اور گھٹا ٹوپ تاریک رات میں اس کی تلاش میں نکل پڑا۔

يا ربة الخيلاء أنت كريمة أنجى المتيم عن يد البرحاء

اے سراپا غمزہ وعشوہ وادا، آپ کی شرافت ونجابت کے تو ہر جگہ چرچے ہیں بہرِ خدا، اک جنوں بہ کف عاشق کو دست جفا کیش کی چیرہ دستیوں سے نجات دلا یئے۔

لم يرتكب هذا الغلام خطيئة لم أنت عازمة على الإيذاء

بندہ پرور! اس حقیر سراپا تقصیر ''غلام'' سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی ہے پھر آپ کیوں ایذا رسانی کے در پے ہیں۔

أنت الفطينة فى الحسان فبينى شيئا يفيدك فى أذى الغرباء

مہ وشوں اور گل رخوں میں آپ خدا داد ذہانت کی مالک ہیں اس لیے کسی ایسی چیز کی نشاندہی کیجیے جو فدیہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کی جا سکے اور عاشق نامراد کو کلفتِ بے جا اور خلشِ ناروا سے نجات ملے۔

أنا فى لقائك من مزاجك خائف لا خوف لى أصلا من الرقباء

آپ کی نازک مزاجی کی وجہ سے حاضر خدمت ہونے میں، میں پس و پیش کا شکار تھا ورنہ آپ کے دل میں ہرگز یہ خیال نہ گذرے کہ میں رقیبوں سے خائف ہوں۔

لا تنطقى وبمقلتيك تكلمى اِن كنت خائفة من الخضراء

اگر آپ کو حاضرین مجلس پر راز کے افشاء کا اندیشہ ہے تو لب کشائی کے بجائے اپنی دونوں مخمور آنکھوں سے گفتگو کیجیے۔

واِذا تـخـلـلـت الأجـانـب مجلسا يـتـكـلـم الـعـقـلاء بـالإيـمـاء

اور جب کبھی بزمِ ناز میں ناجنس افراد آدھمکتے ہوں تو خردمندوں کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ اشاروں اور کنایوں کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔

ولـعـينك الـفـصـحى بيان معجز تبتـت نبـوة عينك الـعـجبـاء

اور فصاحت و بلاغت کی آغوش میں پروان چڑھی تمہاری آنکھ کا اعجاز بیان زبان زدِ خلائق ہے اور تمہاری چشمِ رعنا کی برتری وافسوں طرازی ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔

وجـه الـعـقـائـق فيـه مـاء لامع وعـقـيـق فيك يـضـيء بـالصهباء

دہنِ عقیق کے جمالِ جہاں آراء کا راز اس کے آب درخشندہ میں پنہاں ہے اور تمہارے روئے زیبا کا عقیق (قیمتی پتھر) مئے بے خودی سے تابندگی حاصل کرتا ہے۔

اِنـی لـمـلـت اِلـى ضـفـائـرك التى أمسـت تشـابـه ليلة الِاسـراء

میں تمہاری سیاہ کاکلِ پیچاں کے دام میں گرفتار ہوں کیوں کہ وہ گیسوئے خمدار سیاہی میں شب اسراء کے مشابہ ہے۔

وعشـقـت حـاجبك الرفيع لشبهه بهـلال روضة سيـد الـزوراء

اور میں تمہاری ہمدوش بام بلند و بالا ابروئے خمدار پر جان چھڑکتا ہوں، کیوں کہ وہ سردار مدینہ کے روضہ کے ہلال سے مشابہت رکھتی ہیں۔

نـور الاِلـه الـمستـعـان مـحـمـد أغـنـى عـن الأقـمـار فـى الـظلماء

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس معبود برحق کے فرستادہ نور ہدایت ہیں جس معبود برحق سے ہر حال میں مدد طلب کی جاتی ہے، اللہ نے اس نور ہدایت کے ذریعہ ہمیں کفر و شرک کی ظلمت میں مصنوعی اور خود ساختہ چاند سے بے نیاز کر دیا ہے۔

هـو ركـن بيـت الـلّـه جل جلالـه وعـمـاد هـذى الـخـيمة الـزرقـاء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے گھر کے ایک اہم ستون اور اس نیلگوں خیمہ کی آہنی میخ ہیں۔

شـجـر ألـث عـلـى الأنـام ظلالـه مـا فيـه عيب تـنـقـل الأفيـاء

آپ کا لایا ہوا دین اس درخت کی مانند ہے جس نے تمام انسانوں کو اپنے سائے سے خنکی و

آسائش کا سامان مہیا کر رکھا ہے اور اس کا دامن چھاؤں کو دوسری طرف منتقل کرنے کے نقص وعیب سے بے داغ ہے۔

لو کحل الأعمی بترب وصیده　　　لارتد نور المقلة العمیاء

اگر کوئی نابینا آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کی دہلیز کی مٹی کو سرمہ چشم بنائے تو اس کی دید سے عاجز آنکھوں کی بینائی ضوء فشاں ہوجائے گی۔

قد عطل الملل السوابق دینه　　　حکم التیمم باطل بالماء

آپ کے لائے ہوئے دین نے تمام سابقہ مذاہب پر خط نسخ پھیر دیا، چوں کہ یہ اصول ہے کہ پانی کی موجودگی میں تیمّم کا حکم باطل ہوجاتا ہے۔

ان آخر الخلاق ملته فلا　　　نقصان عند معشر العقلاء

اگر چہ کہ خالق کائنات نے اس دین کے ساتھ آپ کی بعثت کو مؤخر کیا، لیکن یہ تاخیر جماعت عقلاء کی نظر میں کوئی عیب و نقص نہیں ہے۔

صغری القیاس یجیء أول وهلة　　　کبراه تأتی بعد فی الِانشاء

کیوں کہ یہ بھی اصول کا ایک مسلّمہ ضابطہ ہے کہ قیاس صغریٰ مقدم ہونے کے باوجود ترتیب میں بعد میں ہی آتا ہے۔

أحی النبی المصطفی آبائه　　　فجنابه العالی أبو الآباء

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباء حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق وحضرت ابراہیم علیہم السلام کے دین کو دوبارہ حیاتِ نو بخشی، اس اعتبار سے آپ کی ذات والا تبار کی نسبت انبیائے سابقین سے بھی ہے۔

متحمل بیض السلاح وسمره　　　آبٍ عن البیضاء والصفراء

آپ سفید و گندم گوں ہتھیار کے حامل ہیں جن ہتھیاروں نے آپ کو سیم وزر سے بے نیاز کردیا ہے۔

خرت علی أذ قانهم أعدائه　　　والبیض تلمع فی الید البیضاء

وہ تلواریں دشمنانِ اسلام کی تھوڑیوں پر پوری قوت سے گریں اور وہ تلواریں سرخ وسفید دست مبارک میں چمک رہی تھیں۔

سلب الحراك من الأعاده رعبه　　　ما امتاز موتاهم عن الأحیاء

آپ کی سطوت کی دہشت نے دشمنوں سے حرکت وانتقال (سازش وفوج کشی) کی صلاحیت سلب کرلی اوراس رعب کی وجہ سے مُردوں اور زندوں میں کوئی فرق وامتیاز باقی نہ رہا۔

تکفیہ عن أیقاد نیران الوغی نار الضغینة فی حشا الأعداء

دشمنوں کی رگ و پے میں سرایت آتش حقد وحسد نے آپ کو میدانِ جنگ میں آتش جنگ بھڑکانے سے ایک حد تک محفوظ رکھا۔

یا أیها البدر الأصیل کماله ضائت بنورك مقلة العَلیاء

اے ماہ تمام جو پورے آب وتاب کے ساتھ ضوء فشاں ہے، چشم عالم بالا بھی آپ کی روشنی سے منور ہوگئی۔

أشرق علی کرامة وعنایة وأزل ظلام المهجة السوداء

ازراہِ کرم وعنایت مجھ پر بھی ضیاء پاشی فرمایئے اورروئے سیاہ کی تاریکیوں کو دور فرمایئے۔

آزاد عبد معتق لکنه فی قید حبك أول الأمراء

غلام علی آزادؔ بلگرامی کی حیثیت ایک آزاد شدہ غلام کی سی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ آپ کی محبت کا اوّلین اسیر ہے۔

مالی ورائك فی القیامة ملجأ أنت المخلص لی من الضراء

قیامت کے دن میدانِ حشر کی ہولناک ساعتوں میں آپ کے علاوہ میرا کون سفارشی ہے، اس دن آپ شفاعت کے ذریعہ مجھے اس دن کی دہشت ناکی سے نجات دلائیں گے۔

ان ارتقب منك الحنو فسائغ حق علی الآباء للأبناء

اگر میں آپ سے الفت وشفقت کا متوقع ہوں تو میں اس میں حق بہ جانب ہوں کیوں کہ خوردوں کے کچھ حقوق بزرگوں سے متعلق ہوتے ہیں۔

أهدی الإله إلیك مسك تحیة ما جالت الغزلان فی البیداء

اللہ میری طرف سے عطر بیز سوغاتِ درود آپ کی خدمت میں پہنچادے جب تک آہوان صحرا بیابانوں میں محوِ قندر ہیں۔

قافیة الهمزة (4)

کشفت نقاب الوجه فی القمراء وأنارت المصباح فی الظلماء

اس نے چاندنی رات میں چہرے سے نقاب اٹھادی اور شبِ دیجور میں روشنی کی خاطر چراغ

فروزاں کردیا۔

ضاءت حنادسها بنور جمالها صفر منازلها من الدهماء

اس کے جمال جہاں آراءنور سے تاریکیاں چھٹ گئیں اور ظلمت زدہ مقامات تاریکیوں سے پیچھا چھڑا کر بقعۂ نور ہوگئے۔

فرش عيون الغانيات أمامها كحل غبار نعالها الزهراء

جمال وزیبائی اور سامان آرائش سے بے نیاز مہہ وشیں اس کے استقبال کے لیے اپنی نرگسی آنکھیں فرش راہ کرتی ہیں اور اس کی دیدہ زیب جوتیوں کی دھول کو سرمہ چشم بناتی ہیں۔

تمشى سعاد مع الصواحب جهرة وعفافهن حراسة الرقباء

سعاد اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھلے بندوں (بے حجابانہ) نکلتی ہے اور محافظ دستوں کی طلایہ گردی کی وجہ سے ان کی عصمتیں محفوظ ہیں۔

ذهبت بصعف القلب شامة خدها هذا دواء المسك للضعفاء

اس کے رخسار کے تل خفقانِ قلب (دل کی گھبراہٹ) میں مبتلا مریضوں کے لیے تریاق ثابت ہوئے واقعی کمزوردلوں کے لیے یہ تل ''دواءالمسک'' ہے۔

فينانة تزهو بطول فروعها وبحسن قامتها على الهد باء

وہ خوب صورت اور لمبی کاکل بے چاں پر شاداں نازنیں اپنی چوٹیوں کی درازی پر پھولے نہیں سماتی اور اپنی بھری اور گھنی پلکوں اور حسن قامت پر ہمیشہ نازاں رہتی ہے۔

لا تشرأب اِلى من أدنى المدى مع فوزها ببصارة الزرقاء

اے تیز، روشن اور نیلگوں چشم فسوں ساز کی دولت بے بہا کی مالک حسینۂ عالم میری طرف دور سے بہ نظر حقارت گردن اٹھا کر نہ دیکھو۔

نامت بلا أثر المنام عيونها وتعللت لاطارة الحضراء

وہ تاخیر سے اپنی آمد پر حاضرین مجلس کے سامنے اپنی گراں خوابی کا عذر پیش کرتی ہے، حالاں کہ اس کی چشمہائے فسوں ساز پر دور دور تک اس کی علامتیں ناپید ہیں۔

لم يتفق شكل التوافق بيننا أجبلتها فى الساعة السوءاء

ہجر کی ان سخت صبر آزما ساعتوں میں ہزار کوششوں کے باوجود ہم دونوں کے درمیان صلح وصفائی اور قرب ووصال کی کوئی صورت نہ پیدا ہوسکی۔

أنـا قـد وقـفـت دمی علی ید غادة فـمـتـی تـفـوز بـدولة الـحـنـاء
میں بے حس وحرکت کھڑا ہوں اور میرا گرم اور تازہ خونِ جگر، نازنین حسینہ کی ہتھیلی میں اس انتظار میں ہے کہ وہ ناگن ''مہندی مالی'' کے خوش گوار فریضہ کی رسم کب انجام دینے والی ہے۔

تـؤذی الـذی هـو ثـابـت فی حبها مستبـعـد هـذا مـن الـعـقـلاء
وہ راحت جاں اس عاشق کے درپئے آزار ہے جو اس کی محبت میں سب کچھ داؤ پر لگا بیٹھا ہے، اصحابِ زیرک سے یہ بات غیر معقول معلوم ہوتی ہے۔

یـالیتهـا تـرعـی مـراسم عـزتـی أنـا نـجـل أحـمـد سـیـد البطحاء
کاش کہ وہ میرے مقام ومرتبہ کا پاس ولحاظ رکھتی، کیوں کہ میں مکہ کے سردار احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادہء والا تبار سے نسبت رکھتا ہوں۔

خیـر الـوری طـلا ع أنـجـدة العلا مـا حـی الـدجـیٰ بـالـملة البیضاء
وہ مخلوق خدا میں سب سے بہتر ہیں اور وہ بڑے بڑے مہم اولوالعزمی کے ساتھ انجام دیتے ہیں اور ملت بیضاء (اسلام) کے ذریعہ کفر وشرک اور ضلالت وبدعات کی تاریکی مٹانے والے ہیں۔

متشـرف قـلبـی بـطیف خیـالـه فـفـؤادی الـمـعـمـور غـار حـراء
میرا دل ان کے خیال کی لطیف یادوں (طیف) سے رشک جناں ہے گویا اس طرح میرا دل غار حراء کی طرح روشنی سے منوّر ہے۔

رسـل الـمـهـیـمـن لـلهـدایة عـلة وتـمــام تلك بـآخـر الأجـزاء
اللہ کے فرستادہ انبیائے کرام لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہیں اور بعثت ورسالت کا اختتام آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ہوا ہے۔

ان رد عیسـی عـازرا فـرسـولـنـا سیـردہ کـرمـا عـلـی الـغـبـراء
اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چند مُردوں کو زندہ کردیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روئے زمین کے باشندوں کو ان پر ترس کھاتے ہوئے نئی زندگی (کفر وگمراہی سے نکال کر دولتِ اسلام سے مشرف کریں گے) عطا کرنے والے ہیں۔

مـرقـی الـنـجـوم اِلـی رقیع ثامن مـرقـاہ فـوق الأنـجـم الـغـراء
آپ جہانِ انجم کو عبور کرتے ہوئے شبِ معراج میں آٹھویں آسمان پر تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد پرواز درخشاں ستاروں سے بھی پرے تھی۔

لا شیء اِلا فی اِطاعة حکمه　　من کائنات الأرض والعلیاء

اب کائنات کی پست و بالا مخلوق پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی بنا پر آپ کے فرمودات کی تعمیل واطاعت واجب ہے۔

والشاهدان الفائقان عدالة　　رجع الغزال ورجعة الصعقاء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیلوں میں سے دو دلیلیں یہ بھی ہیں کہ آپ کی دعا سے معجزہ کے طور پر سورج پلٹ آیا اور بادل خوب جم کر برسے۔

یزهو التراب وفخره مسحقق　　من یوم مولده علی الجرباء

جس دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے آب و گیاہ سرزمین میں رونق افروز ہوئے، اس دن سے سرزمین مکہ اپنی قسمت پر ناز کرتی ہے اور یہ فخر ومباہات بالکل بجا ہے۔

ربی من الدین القویم وریقه　　وأقام غصن الملة العوجاء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین حنیف کے خزاں رسیدہ پتوں کو خون جگر سے سینچا اور ملت کی خمیدہ ڈالیوں کی کجی بحسن وخوبی دور فرمائی۔

روی الصداه براسم من کفه　　والمجد بین بوابل الوطفاء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت پیاسوں کو اپنی ہتھیلی سے بہتے ہوئے پانی سے سیراب کیا اور آپ نے اپنی سخاوت وشرافت کا ثبوت موسلا دھار بارش کی کثرت کے ذریعہ فراہم کیا۔

ما کلم الفصحاء یوم أکُلهم　　بالوحی قدر تکلم الحصباء

جس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے زبان آوروں کو وحی کے ذریعہ عاجز و بے بس کر دیا، اس وقت ان زباں آوروں نے کنکری کی گفتگو کے بہ قدر بھی گفتگو نہیں کی۔

شجر یظللنا ولا ظل له　　والغیم ظلّه من البیضاء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی شجر سایہ دار کی طرح ہے جو ہم پر سایہ فگن ہے اور طرفہ تماشہ یہ کہ آپ کی ذات گرامی سایہ سے بے نیاز ہے اور لکّۂ ابر سورج کی تمازت سے حفاظت کی خاطر آپ پر سایہ فگن ہوتا ہے۔

أدرکت روضة الأریضة سابقا　　وجلیت فیها وردة السراء

میں اس سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خوش منظر روضہ پر حاضری کی سعادت حاصل کر چکا ہوں اور اس پر مسرت وانبساط کے گلہائے عقیدت بہ طور ہدیہ نچھاور کر چکا ہوں۔

ان كـان فـردوس كـقـر عيوننـا فـوق الـتـراب فـجـنة الـزوراء

اگر روئے زمین پر کہیں فردوس ہے جس سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو تو وہ مدینہ منورہ کا روضۃ من ریاض الجنۃ ہے۔

وادى العقيق حصاه عندى جوهر أمـا الـعـقيق فـجـوهـر الأمـراء

وادی عقیق کے سنگ ریزے میری نظر میں لعل و جواہر ہیں اور جہاں تک عقیق (قیمتی پتھر) کا تعلق ہے تو وہ تو صرف امیروں اور نوابوں کے جواہر پارے ہیں۔

يـا أيهـا الـمـصبـاح نور مقلتى أنـا هـائـم فى الـلـيلة الـليـلاء

اے نورِ ہدایت میری آنکھوں کو ضیائے اسلام سے فروزاں کردے کیوں کہ میں تیرہ و تاریک شب میں ٹامک ٹوئیے مار رہا ہوں۔

واجـعـل فراشك فى ضيائك فانيا ابـقـائـه فى صـورة الافـنـاء

اور اپنے پروانے کو اپنی ضیا پاش کرنوں سے خاکستر کرکے فنا کے گھاٹ اتار دے اور اس فانی کو اس فنا کے بعد بقائے دوام عطا کر۔

آزاد عبـد جـنـابك الـعـالـى وإن وأثبتـه فـى زمـرة الـعـتـقـاء

غلام علی آزاد کا شمار اگرچہ فہرست آزادگان میں ہے لیکن وہ درحقیقت آپ کی بارگاہ تقدس مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام ہے۔

أهــدى إليك الـلّــه در تـحـية مـا صـور الـمـرجـان فى الدامـاء

دست بہ دعا ہوں کہ اللہ کے دربار ذربار سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فضل و کرم کی بارش ہو جب تک سمندر میں مرجان کی صورت گری ہوتی رہے (یعنی ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحمت نازل ہوتی رہے)۔

قافية الهمزة (5)

رمـت أسـمـاء قـلبى فـى الصلاء تشـمـم مـنـه رائـحة الشـواء

سخت دل حسینہ، اسماء نے میرے دل کو آتشِ سوزاں میں جھونک دیا، وہاں سے مسلسل جلنے بھننے کی بو آرہی ہے۔

أعشـقـت ومـت فيـه فهنؤونـى صبـاح الـعـيـد ميـقـات الهـنـاء

میں نے یقیناً عشق کیا اور اُسی عشق میں جامِ شہادت نوش کیا، اس عظیم سعادت پر لوگوں نے عید

کی صبح مسرت وانبساط کے لمحات میں مجھے مبارکباد دی۔

تعظم نفسها بين الغوانی ونحسبهن فی سلك الاِماء

سہیلیوں کے درمیان اس کی قدر ومنزلت دوبالا ہوگئی، اور ہمارا خیال ہے کہ وہ سب سہیلیاں، کنیزیں ہیں۔

طلبت عناية منها فسلت علی أمنيتی سيف الاِباء

میں نے اس سے درخواست کی کہ میں بھی آپ کی ایک نظرِ عنایت کا منتظر ہوں، اس آرزو کے جواب میں سونتی ہوئی شمشیر براں میرے نصیبہ میں آئی جس پر لفظ انکار، جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا۔

سألت الانتقطاع عن الأعادی قد انقطعت ولكن عن ولائی

میں نے کہا کہ بزم ناز غیر سے چاہیے تہی، سن کر ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں۔

جفت قلبی فقرر خاطری أن أفومنه اِلی بعض الظباء

جب اس نے میرے قلب نازک پر جور وستم کے پہاڑ ڈھادیئے، تو میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ میں اُسے دوسری مہہ رخوں کے سپرد کردوں۔

فقالت كعبة اللّه هذا فلا تجعله ملعبة النساء

میرا یہ خیال سن کر ایک پری جمال دوشیزہ نے مجھے یہ صلاح دی کہ خبردار! ایسا نہ کرو، کیوں کہ ایسی صورت میں تمہارا دل زنانِ مصر (شہر) کی بازی گاہ بن جائے گا۔

تقنصت الفؤاد فلا تخلی ولا تدع التعود بالجفاء

جب تو نے بہ لطائف حیل میرے دلِ نازک کا شکار کرہی لیا تو اب اسے قفص سے آزاد نہ کرو اور جس جور وجفا کی آپ عادی ہو چکی ہیں اس سے رستگاری کی سعی ناتمام نہ کیجیے۔

أغانية الأبيرق أنت روحی فزيدی قدر عمری بالوفاء

اے بے آب وگیاہ زمینِ سنگلاخ کی دوشیزہ تو تو جانِ جاناں ہے اس لیئے بہر خدا کچھ تو وفا کا پاس ولحاظ کرو اور میری عمر کے ماہ وسال میں مہہ وسال کا اضافہ کرو۔

لقد أبطلت فی محيای حقی فهل تجدينني بعد القضاء

تم نے میرے جیتے جی مجھ کو میرے حق سے محروم کردیا تو کیا میرے مرنے کے بعد میرا حق ادا کروگی۔

يغض الماجدون عن الخطايا فما لك تغضبين بلا خطاء

بڑے لوگ غلطیوں پر گرفت نہیں کرتے بلکہ چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بغیر کسی غلطی کے مجھ سے کیوں ناراض رہتی ہو۔

لان صفيت قلبك من غبار فياحظ المحبة بالصفاء

اگر میری طرف سے تمہارے دل میں کچھ غبار ہے تو اگر تم اپنے دل کو اس غبار سے صاف کر لو تو زہے نصیب، محبت میں تو دل کی صفائی ہی مطلوب ہوتی ہے۔

وأنت من الشواء فاذكريني إذا ألقى المنية بالرثاء

تمہارا محبوب مشغلہ آتشِ سوزاں میں ڈالنا اور بھوننا ہے، تو اگر تمہارے عشق میں میں اب جان دھو بیٹھوں تو مرثیہ کے ذریعہ مجھے یاد کر لیا کرنا۔

بعثت إلى ضفيرتها فؤادي وارسلت السراج إلى المساء

میں نے اس کی چوٹی کی بارگاہ میں اپنے دل کا نذرانہ پیش کیا ہے، اس طرح گویا میں نے ظلمتِ شب میں ایک روشن چراغ روانہ کیا ہے۔

تنور فرعها الشهاب قلبي كسوط جليس خير الأنبياء

میرے دل کی روشنی سے اس کی زلف پیچاں منور ہوگی جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا کوڑا (عصاء، لاٹھی) روشن ہو گیا تھا۔

محمده الأمين أبو المعالي أمام المرتقين إلى السناء

حضور اکرم صلی اللہ امین ہیں، عالی رتبہ ہیں اور انتہائی بلندیوں تک پہنچنے والے انبیائے کرام کے سردار ہیں۔

أسال من الندى مجر اللآلي وأجرى في الوغى سيل الدماء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بخشش وکرم کے ذریعہ موتیوں کے سمندر بہا دیئے اور میدانِ جنگ میں خون کی ندیاں بہا دیں۔

أرانا خارق العادات لما سرى عجلا بلا خرق السماء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خارق عادات چیزوں سے ہمیں روشناس کرایا، جب آپ لمحوں میں بغیر آسمان میں شگاف کیے ہوئے آسمان کی جانب روانہ ہوئے۔

ضياء البدر لم يسرع إلينا نسرعه إلى رب السماء

ماہ تمام کی روشنی نے ہم تک پہنچنے میں جلدی نہیں کی، ہم آسمان کے رب کی طرف سے اسے

جلدی حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔

حبـاه الـلّـه اقبـالا عـظيـمـا　　　إذا اختـار الـخـصاص على الثراء

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلند ترین مقام ومرتبہ سے نوازا، جب روئے زمین پر آپ کو مخصوص خصوصیات کے ساتھ منتخب فرمایا۔

قـواعـده الـلـوامـع فـى الـديـاجى　　　كـواكـب شـأنـهـا عـدم الـفـنـاء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روشن معجزات تاریکیوں میں ستاروں کی مانند ہیں، جو کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

عـفـت آيـات أخـوتـه جـمـيـعـا　　　ومـصـحـفـه قـريـن بـالـبـقـاء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام بھائیوں (انبیائے کرام) کے معجزات ختم ہو گئے، لیکن آپ کے سب سے بڑے معجزہ قرآن کریم کے لیے بقائے دوام مقدر ہے۔

أيـا قـمـرا عـلـى الـعـلات بـدرا　　　مـلأت الـعـالـمـيـن مـن الـضـيـاء

اے چاند جو بنوالعلات (انبیائے کرام کے مقابلہ میں بدر ہے) ہے تو نے پوری کائنات کو روشنی سے بقعہ نور بنادیا ہے۔

رأيتك فـى الـمـنـام وارتجـى أن　　　أراك مـكـررا يـوم الـجـزاء

میں خواب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ سے شادکام ہوا اور ان شاء اللہ دوبارہ قیامت کے دن آپ کی زیارت سے شرف یاب ہوں گا۔

وصـلـت إلـيـك فـى بـعـض الـلـيـالـى　　　كـمـا يـصـل الـمـريـض إلى الشفاء

شب کے بعض لمحات میں، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا جس طرح ایک مریض شفا تک پہنچتا ہے۔

إنـى آزاد بـابك مستميحـا　　　ويـرقـب مـنـك تـحـقـيـق الـرجـاء

غلام علی آزاد بلگرامی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہے، کرم گستری کا آرزومند ہے اور آپ سے تکمیل امید کا خواستگار ہے۔

أزل أثـر الـكـدورة مـن فـؤادى　　　وزن هـذا الـسـجـنـجـل بـالـجـلاء

اے اللہ میرے دل سے آثارِ کدورت کو زائل فرما اور اس آئینہ کو شفافیت سے مزین فرما۔

مـنـحـت جـبـيـن دوسـى ضـيـاء　　　أنـر قـلـبـى كـذلـك بـالـدعـاء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ نے قبیلہ دوس کے انصاری صحابی کی پیشانی کو منور کر دیا تھا، دعا ہے کہ اسی طرح میرا دل بھی روشن ومنور ہو جائے۔

ألوذ غدا بظلك مستكينا وأنت تقوم فی ظل اللواء

میں بے آسرا قیامت کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سایہ کی پناہ حاصل کروں گا اور آپ لواءالحمد (پرچم حمد) کی چھاؤں میں قیام پذیر ہوں گے۔

أذقني كوثرا عذبا والا أصيره أجاجا بالبكاء

دعا ہے کہ قیامت کے دن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کے ذریعہ آبِ کوثرِ شیریں سے تشنہ لبی دور کروں، ورنہ میں کثرت گریہ سے آنسو کی ملاحت سے اسے نمکین بنا دوں گا۔

عليك تحية لماعة ما تلألأت الجواهر بالبهاء

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ کی وسیع رحمتیں نازل ہوں اس وقت تک جب تک جواہر پارے اپنی چمک دمک سے لوگوں کو دعوتِ نظارہ دیتے رہیں (یعنی ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت نازل ہو)۔

قافية الباء(1)

اِنی لمورد أخطار بلاسبب كأننی زيدن المسطور فی الكتب

میں بلاوجہ ابتلاء وآزمائش کی آماجگاہ بنا ہوا ہوں، گویا کہ میں اس زید کی طرح ہو گیا ہوں جس کا ذکر کتابوں میں مذکور ہے۔

لقد أراقت دمی بالأمس قائلة البشر أنت شهيد صاحب الرتب

کل اس راحت جاں مہ وش نے یہ کہہ کر مجھے لہولہان کر دیا کہ مبارک! مبارک! تم داوراورنگ شہی (اعلیٰ منصب) کے قتیل ہو۔

ألست من نسل زيد نجل سيدنا السجاد هذا لعمری أشرف النسب

کیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زریں سلسلۂ نسب کے شجرہ طوبیٰ سے منسلک حضرت زید کی نسل سے نہیں ہوں، بخدا یہ اعلیٰ نسبی میرے لیے باعثِ افتخار ہے۔

ورثت من جدك المرحوم رتبة فاشكر لقاتلة خصتك بالحسب

یہ والا تباری اپنے مرحوم ومغفور آباء واجداد کے ذریعہ میرے حصہ میں آئی ہے، اس لیے تم اس ''راحت جاں'' کا شکریہ ادا کرو جس نے تجھے اس مخصوص اعلیٰ حسب ونسب سے متصف کر کے تجھے

مخاطب کیا ہے اور خوش خبری دی ہے۔

اِن کنت زیدا فهذا الاسم محترم ووواقع فی کتاب اللّه فاطلب

اگر میں زید ہوں تو یہ ایک قابل احترام نام ہے اور اللہ کی پاک کتاب میں موجود ہے اگر شک ہے تو اسے ڈھونڈو۔

للّه ساقیة تسقی صواحبها خمرا عقیقیه فی أکؤس الذهب

وہ جام بردار مہ وش بالائے وصف ہے جو اپنی سہیلیوں کو جام ہائے طلائی سے مئے وادیٔ عقیق کی سربراہی میں ہمہ تن مصروف ہے۔

تدیرها وغیوم الجو باکیة والکأس باسمة عن لؤلؤ الحبب

وہ گل فام جام کو گردش دے رہی ہے اور فضا میں بدلیاں رم جھم برس رہی ہیں اور ساغرِ مئے، حباب آسا موتیوں کے تصرف سے مصروفِ تبسم ریزی ہے۔

مدامة یهتدی الساری بشعلتها ویقبس المنتشی نورا من الأدب

وہ بادہ ضیا پاش ہے، مسافر، فروغ مئے سے اس کے شعلہ فام روئے منور کے ذریعہ راستہ تلاش کرتے ہیں، اور ایک ادیب اس سے نورِ ادب کی چنگاریاں اخذ کرتا ہے۔

أعارت الشمس شیئا من لوامعها سقیا لعاصرها من کوکب العنب

سورج نے اس کے حسن ضیاء پاش سے تھوڑی سی دمک عاریت لینے کی جرأت کی ہے اور اس کی ذات انگور کے گچھے سے شراب نچوڑنے والے کے لیے سامانِ سیرابی ہے۔

والحق أن ثنایا کل غانیة منها تحصل ما فیها من الشنب

صحیح بات تو یہ ہے کہ تمام دوشیزاؤں کے دندان ہائے تبسم اس کے خوبصورت اور سفید دانتوں سے درآمد کیے گئے ہیں۔

جاء ت عشاء اِلی الراجی وفی یدها زجاجة حالها الرائی من الشهب

وہ اپنے آرزومند کے پاس رات کے وقت آئی جب کہ اس کے دست نازک میں کانچ تھی اور اس کے شعلہ رخ پر تل، دیکھنے والوں کو دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔

فناولتنی أدام اللّه دولتها شبیه مهجتی الملآی من الهب

اللہ اس کی سلطنت خداداد کو سلامت رکھے، اس نے شعلہ سے پر ایک عکس میرے حوالے کر دیا جو میرے چہرہ کے عکس کی طرح تھا۔

تبسمت فحسبنا وجهها قمرا مشققا معجزا من سيد العرب

وہ تبسم ریز ہوئی، اس وقت اس کے روئے زیبا پر اس ماہِ ضیا پاش کا گمان ہو رہا تھا جو سید العرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے دو نیم ہو گیا تھا۔

محمد حجة البارى ومفخرنا لقد أتانا بشيرا كاشف الكرب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر اللہ کی حجتِ قاطعہ اور دلیلِ ناطقہ ہیں اور ہمارے لیے باعثِ اعزاز وافتخار ہیں، وہ ہمارے پاس خوش خبری دینے والے کی حیثیت سے تشریف لائے اور آپ کفر وشرک کے نتیجہ میں پیش آنے والی پریشانیوں اور مصیبتوں کو ہدایت ربّانی کے ذریعہ دور کرنے والے ہیں۔

أهلا وسهلا به لولاسناه لما بدت شيون خفيات من الحجب

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد و بعثت مبارک ہو، مرحبا، صد آفریں! اگر آپ کے ساتھ نورِ ہدایتِ ربّانی نہ ہوتی تو حجابات کے رازہائے سربستہ کے معاملات کبھی ظہور پذیر نہ ہوتے۔

غبار نعليه كحل فى بصائرنا جنابه مستطاب منتهى الطلب

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کی دھول ہمارے لیے سرمۂ چشم کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی مبارک ہے اور طلب وچاہت کی انتہا ہے۔

يوم الندىٰ ساكب يشفى أخا ظمأ يوم المباراة مياس على السكب

بخشش کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آبِ رواں کی طرح ہوتے ہیں جو تشنہ کاموں کو سیرابی کی دولتِ بے بہا سے نوازتا ہے اور جنگ کے دن خوں ریزی کے ذریعہ آپ کشتے کے پشتے لگا دیتے ہیں۔

نال العدى فيضه اِن رمت بينة فاِصبع ذات عتق من أبى لهب

دشمن بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سراپا فیض سے شادکام ہوا اور اگر تم دلیل کے خواہاں ہو تو دلیل یہ ہے کہ انگلی کے اشارہ سے ابولہب نے اپنی باندی ثوبیہ کو آزادی عطا کی تھی تو اس عمل کی وجہ سے ابولہب کو عذابِ جہنم سے کچھ راحت ملتی ہے۔

ساء ت عواقب من عاد النبى نعم أى اللظى صليت حمالة الحطب

جن لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی وعداوت رکھی، ان کی عاقبت خراب ہوگئی، لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ابولہب کی بیوی شعلہ زن جہنم کی ایندھن بنے گی۔

مدينة المصطفى دامت مكرمة كم من كرام بها من مدد كى الصحب

مہجر مصطفوی مدینہ منورہ کو اللہ ہمیشہ قائم و دائم رکھے، وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے فیض یافتہ کئی مکرم و معظم ہستیاں آسودۂ جنت البقیع الغرقد ہیں۔

بقیعها بقعة عظمی مبارکة طوبی لمن زار ما فیها من القبب

مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع بہت با عظمت اور مبارک قبرستان ہے، وہ شخص بختاور ہے جو وہاں زیارتِ قبور سے شادکام ہو۔

تعظیم حمزة أمر واجب فلذا یزار مشهده المعطار فی الشهب

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے لیے قابل احترام اور سزاوارِ تعظیم ہیں، جبل احد کے دامن میں ان کے معطر مدفن ومشہد کی زیارت کی جاتی ہے۔

وحسبها أن خیر الناس شرفها تدوم ممطورة من أهمل السحب

ان کی عظمت کے لیے یہ کافی ہے کہ افضل البشر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبر کی زیارت فرمائی اور ابرِ باراں (ابر رحمت) کے ذریعہ مسلسل ان کے مشہد پر نزول بارانِ رحمت کا سلسلہ جاری ہے۔

دعا اِلی روضة آزاد مرحمة بی ناظر خلق أحلی من الرطب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شیریں میرے نزدیک لذیذ وتازہ کھجور سے زیادہ شیریں ہیں، اللہ سے دعا گو ہوں کہ قیامت کے دن مجھے رحمتِ شفاعت نصیب ہو۔

تبدو من القلم الهندی مدحته کمثل سکرة تبدو من القصب

ایک ہندوستانی کے قلم سے آپ کی مدح وتوصیف کا اظہار ایسا ہے جیسے گنّے کے پودے سے شکر کی آمد کا سلسلہ جاری ہو۔

علیه من صلوات الله أنضرها ما أضحك الغیث نور الورد والسکب

اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر دم بے شمار رحمتیں نازل ہوں جب تک ابر باراں گلاب کی کلیوں اور نہروں کو تر و تازہ پانی فراہم کرتا رہے۔

وآله الغر والأصحاب سادتنا تا اللّه اِن هو أهم أفضل القرب

اسی طرح اللہ کی رحمتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روشن جبیں اور قابل احترام اولادِ اطہار اور صحابۂ کرام پر ہوں، بخدا ان سے محبت اور ان کے لیے دعا افضل القربات (نیک اعمال) میں سے ہے۔

قافية الباء(2)

مـن أى نـاحية مـجيئك يـا صبـا اِن جئت من وادى العقيق فمرحبا

اے بادِ صبا تو کہاں سے دبے پاؤں میرے غریب خانہ پر آ دھمکی، اگر تو کوئے جاناں، وادیٔ عقیق سے آئی ہے تو خوش آمدید، صد بار مرحبا۔

أنـا يـا نسيم عـلـى نـوالك شاكر شـرفتـنـى متـفـضـلا متـحببـا

اے بادِ صبا! میں تمہاری اس کرم فرمائی پر سراپا سپاس ہوں، تو نے ذرہ نوازی اور دل ربائی کی جلو میں مجھے نواز کر میرے نصیبہ کو جگا دیا ہے۔

طى الـطـريـق عـلـى العليل مشقة فخجلت حيث أتيت نحوى متعبا

بیمارِ عشق کے لیے کوئے جاناں تک کی بادیہ پیمائی، جاں گسل اور صبر آزما ہے، میں شرمندہ ہوں کہ تو میرے پاس افتاں وخیزاں خود چل کر آئی۔

مـا كـنـت تـعـرفنى وزرت بداية لـم لا وسـواك الإلـــه مهـذبــا

یہ پہلی ملاقات ہے، اس سے پہلے آپ کی مجھ سے شناسائی نہ تھی، خیر، اِن باتوں کو جانے دیجیے، اللہ نے آپ کو شائستہ اطوار اور اخلاقِ مجسم بنایا ہے۔

أحييتـنـى كـرمـا بـنفحة وردة بسمت فاخجلت الوميض الأمثنبا

تو نے مسکراتے ہوئے ازراہِ کرم گلاب کی بھینی بھینی خوشبو کے خنک جھونکوں کے ذریعہ میرا استقبال کیا ہے جس وقت تو تبسم ریز تھی، سفید ودرخشندہ بجلی تیرے دندان درخشاں وسپید کے سامنے خمیدہ ومحجوب تھی۔

كيف الـوصـول اِلـى خريدة عالج حـفـت كـمـقـلتهـا الكريمة بالظبا

ریگستانی ٹیلے پر محوِ خرام نرم و نازک اور شرمیلی مہہ گلفام تک رسائی کیوں کر ممکن ہے جس نے ہرنیوں سے اپنی چشمِ غزالی صفت کو حجاب میں چھپا رکھا ہے۔

غـصـن رطيـب بـالأسنة محدق أكـرم بـه وهـو الـعذيق مـرجبـا

تروتازہ ٹہنی ہے جو دندان ہائے درخشاں سے گھری ہوئی ہے، واللہ یہ بہت ہی مبارک شاخِ نہال ہے۔

حــب الـمشـوق مـروج لجمـالهـا تـدرى ولـكـن تستـحـب تجنبـا

یہ ایک معروف بات ہے کہ محبوب کی محبت کا تعلق بہت حد تک اس کے جمال دل رُبا اور حسنِ

جہاں آراء سے ہوتا ہے، لیکن اس سے اجتناب بہتر ہے۔

اِن أغمض الصابی یمل فؤادها هذا دواء قد رأوه مجربا

اگر عاشق معشوق سے بے رخی برتے تو معشوق کا دل غم سے بے تاب ہو جاتا ہے، یہ ایک مجرب دوا ہے جس کا تذکرہ تجربہ کار لوگوں نے کیا ہے۔

لکننی أبغی مراد حبیبی لایترک الصب الأصیل تأدبا

لیکن میں تو اپنے معشوق حقیقی تک رسائی کا خواستگار ہوں اور حقیقی عاشق کبھی بھی شائستگی اور حد ادب سے دیدہ و دانستہ کنارہ کشی اختیار نہیں کرتا۔

یا ظبیة نحلت بدر خطابها هل تفرحین بنطقك المترقبا

اے ہرنی کیا تو اس کے دُربار کلام بلاغت نظام سے شادکام ہوئی ہے، کیا تو اس گفتگو سے مسرت محسوس کرے گی جس کا ایک مدّت سے انتظار تھا۔

أو ما رأیت غزالة وحشیة عجماء کلمت النبی المجتبیٰ

کیا تو نے اس بے زبان آہوئے صحرائی کو نہیں دیکھا جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تھی۔

هو أفضل الرسل الکرام جمیعهم وأجلهم قدرا وأرفع منصبا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام میں سب سے افضل ہیں اور قدر و منزلت کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہیں اور منصب کے اعتبار سے سب سے بلند ہیں۔

هو صاحب التبلیغ أوتی حکمة أتی أولی الألباب دنیا أصوبا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوری دنیا کے لیے رسول و پیغام بر ہیں اور آپ کو حکمت عطا کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دانش ورانِ عالم کو صحیح دین کی حقیقت سے روشناس کرایا۔

وولاد هذا النور فن أم القریٰ والی القیامة فی حضانة یثربا

اس نور کا ظہور ام القریٰ (مکۃ المکرّمۃ) سے ہوا اور قیامت تک کے لیے سرزمینِ یثرب (مدینہ منورہ) آپ کا مرقد و مدفن بنی۔

بدر تلألأ فی نهایة دورة وأنار بالضوء المقدس غیهبا

یہ ماہِ تمام بالکل آخری مرحلہ میں مہہِ تاباں بن کر ظہور پذیر ہوا اور اپنی مبارک ضوفشانی کے ذریعہ گھٹاٹوپ تاریکی کو مینارہ نور بنادیا۔

للّٰـــه غيــم فيــضـــه متــواتــر ما شـام طـرف مـنــه بـرقا خلبا

اللہ ہی کے لیے ہے وہ ابرِ گہر بار جس کا فیضِ مسلسل لوگوں کو سیراب کر رہا ہے، اس کی نگہِ پیش بیں نے برق تپاں کے انتظار کی گھڑیاں نہیں گذاری۔

صـفـى عـن الأكدار أفئدة الورى وأزال عـن وجـه الـمناهل طحلبا

اس ذات والا تبار نے مخلوق خداوندی کے دلوں کو کفر و شرک و بدعات کی آلودگیوں سے پاک و صاف کیا اور چشمہائے آب سے کائی اور خود روغلاظتوں کو دور کیا۔

أروى بــعــذب سـائـغ أحبـابــه شهـر الحسام على العداوة مزربا

اس ذاتِ عالی نسب نے اپنے احباب کو خوش گوار آب شیریں سے سیراب کیا اور اپنے دشمنوں کو ان کی اقامت گاہوں میں تہہ تیغ کیا۔

فـى رمـحـــه الـمسموم آية حكمة كـم مـن عـظيم النفع أودع عقربا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زہر آلود تیر میں حکمت کی نشانیاں ہیں، جیسا کہ بچھو کے اندر قدرت نے زہر ہلاہل کو محفوظ کیا ہے۔

صـدق الـمـنـجـم أن سيسلم أنـه يـولـى السعـادة والافادة كوكبا

پیشین گوئی کرنے والے نے صحیح پیشین گوئی کی تھی کہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم اطاعت خم کر دیں گے اور آپ ستاروں کی بلندیوں تک کام رانی و بختاوری کے مالک ہوں گے۔

لا غــرو أن ذابـت جهـنـم غيـظة هـو بــالـشـفــاعة لايغـادر مذنبـا

یہ ایک حقیقت ہے کہ جہنم غیظ و غضب سے پگھلتی ہوئی محسوس ہوگی، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شفاعت کے ذریعہ کسی کلمہ گو گنہگار کو نہ چھوڑیں گے کہ وہ جہنم کا ایندھن بنے۔

آزاد فـى لهـب الـحوى متضرم فـافـض عـلـيــه مـن العناية صيبا

غلام علی آزاد آتشِ سوزِ عشق میں شعلہ بداماں ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست ہے کہ اس کو رحمت و شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پانی کی بوچھار سے شاد کام کر دیں۔

أهـدى الـمهيـمـن من خزانة لطفه لـجــنـــاب سيـدنــا سلامـا طيبـا

دعا ہے کہ اللہ اپنی عنایت بے پایاں کے خزانے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت و کرم کے دہانے کھول دے۔

قافية الباء(3)

لـمــاك أشهــى مـن الـصـلـيـب فــنـــاولــى حـصة الـعــريــب

تمہارے لب شہد سے زیادہ شیریں ہیں، تو اس غریب الدیار کو بھی اس کا حصۂ رسدی عنایت کیجیے۔

تــمــوج فــى عيــنك الــحــميــا فــأيــن مــن كــاسهــا نـصيبى

تمہاری نرگسی آنکھوں میں شراب موج زن ہے، تو اے سراپا عشوہ واداذرا یہ تو بتا کہ اس ساغر مئے میں میرا حصہ کہاں ہے۔

تــديــر راحــا عــلــى يــديهــا وفيهــمـــا راحة الــكــئيــب

وہ اپنے دونوں ہاتھوں پر مئے ناب کو جھولے جھلا رہی ہے (گردش دے رہی ہے) اور صحیح بات تو یہ ہے کہ ان دونوں میں اس جاں بلب پراگندہ حال کی راحت پنہاں ہے۔

رأيـــت بـــالــمـنـحـنــى عـذولا يــفــوه بـــالـمنطق الـعـجيب

میں نے موڑ پر ایک ملامت گر کو دیکھا جو عجیب وغریب فلسفیانہ باتیں کر رہا تھا۔

يــقــول لــلــصــب أنــت ســال وعـــنــده شـــاهــد الــوجيــب

وہ عاشقِ زار سے یوں کہہ رہا تھا کہ تو حصول طلب میں سرگرداں ہے اور اس کے پاس دل بریاں کی شہادت موجود ہے۔

وقـــال لـــى عـــاذل مســـن خــضــابــه كــاشف المعيب

اور مجھ سے قدم بہ گور عمر دراز ملامت گر نے کہا اور خضاب اس ملامت گر کے عیب پیری کو کھول کھول کر بیان کر رہا تھا۔

أأنـــت تــصبــو ألــى الـغــوانــى وأنـــت فـــى حـــالة الــمثيـــب

عجیب بات ہے کہ تم دوشیزاؤں سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو جبکہ تم ڈھلتی عمر میں ہو۔

فــقـــلـــت كف الـــمــلام عــنــى وقــعــت فــى كـفهــا الـخـضيب

ملامت سن کر میں نے ملامت گر سے کہا کہ بہت ہو گیا اب بس کرو، تازہ صورتِ حال یہ ہے کہ میں اس کی حنائی ہتھیلی کے دام ہم رنگ زمین کا نخچیر ہو چکا ہوں۔

حـــدا غــدالــة الــرحيــل حـــاد غـــنـــاء ه صــوت عـــنـدلـيــب

جس دن سفر درپیش تھا، اس دن دم صبح ایک حدی خواں محو حُدی خوانی تھا اس کی نغمگی آواز میں

بلبل صد چاک گریباں کی غم ناک آواز محسوس ہورہی تھی۔

جــرت دمــوعــی فـقـلــت مهلا　　　تسيــر والــغيــث فی السكـوب

اس منظر نے میرے آنسوؤں کے دہانے کھول دیئے،صبر وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں نے کہا کہ میری حالتِ زار پر رحم کرتے ہوئے ذرا تھوڑی دیر کے لیے رک جاؤ تم محوِ سفر ہو اور آنکھ سے موسلا دھار بارش کا سلسلہ جاری ہے۔

ذكـــا ضـــرام عـــلـــی فـــؤادی　　　فبـــت أنهـــم عـــن قـــريـــب

میرے دلِ بریاں پر شعلہ محبت دو آتشہ ہوگیا، پھر ایسا محسوس ہوا کہ میں نے ان کے قرب و جوار کے پہلو میں رات گزاری۔

أحــن شــوقـــا اِلـــی الــنـدامـی　　　حــنـيــن جــذع اِلـــی الـحـبـيـب

میں پشیمان وشرمندہ افراد سے شوق ملاقات کا مشتاق ہوں جس طرح کھجور کا تنا اپنے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے بے تاب ہوکر زار وقطار رورہا تھا۔

مــحــمــد فــاتــح الــبــرايـــا　　　وإن أتـــانـــا عـــلـــی الـعـقـيـب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کے دل کی گتھیاں اور ان پر پڑے تالے کھولنے والے ہیں، اگرچہ کہ وہ بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر میں تشریف لائے۔

جــمـــالـــه فـــايـض بــنـــور　　　وخـــلـــقـــه فـــاتـح بـطـيـب

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور کا جمال نورِ نبوت سے تاباں و پرنور ہے اور آپ کے اخلاق خوشبو سے عطر بیز ہیں۔

دعـــاؤه جـــاء بـــالـــغـــوادی　　　وكـــفـــه جـــاد بـــالـــصـيـب

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور آپ کی ہتھیلی سے آبِ رواں جاری ہوگیا۔

نـــوالـــه واســـع فـــأهـــلا　　　بـــمـعـتـفـی زرعـه الـخـصـيـب

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت وشفقت عام اور وسیع ہے، آپ کے دستِ رحمت سے لگائے ہوئے کھجور کے درخت اسی سال پھل لائے اور غلام کی آزادی کی راہ ہموار ہوئی۔

لــقـيـمـة الـــلـــحـــم خـــاطـبـتـــه　　　ودرت الــشـــلـــة بـــالـــحـلـيـب

لقمۂ گوشت نے آپ سے گفتگو کی اور بکری کے خشک تھن دودھ سے لب ریز ہوگئے۔

أتــاه شــر الـعـدى بـقـلـب فـكـبـه الـلّـه فـى الـقـلـيـب

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس دشمنانِ اسلام بری نیت سے آئے تو اللہ نے ان کو قلیب (کنواں بہ مقام بدر) میں اوندھے منہ ڈال دیا۔

مـن ابـتـغـى هـهـنـا جـنـانـا سـرى اِلـى روضة الـرطـيـب

یہاں جو شخص جنت کا خواستگار ہو، اسے چاہئے کہ وہ روضۃ من ریاض الجنۃ (مسجد نبوی) کے لیے رختِ سفر باندھے۔

نـظـمـت فـى مـدحـه جـمـانـا وهـــذه شـيـمـة الأديـــب

میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں موتی پروئے ہیں اور ایک ادیب کی یہی خوبی ہوتی ہے۔

أقـــام آزاد فـــى ســقـــام وانـمـا الـمـصـطـفـىٰ طـبـيـبـى

آزاد ایک لمبی مدت سے مبتلائے آزار و اسقام ہے اور یقین جانیئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے درد کے درماں ہیں۔

ولـيـس لـلـعـبـد مـسـتـجـار سـواك يـا أحـسـن الـرقـيـب

اے اللہ! کسی بندے کے لیے تیری ذات کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے کیوں کہ تو سب سے بہتر حفاظت و نگرانی کرنے والا ہے۔

عـلـيك صـلـى اِلـهـنـا مـا تـرنـم الـصـب بـالـنـسـيـب

جب تک عاشق نیم جاں غزل خواں و نغمہ سرا رہے اللہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلسل فضل و رحمت نازل فرماتا رہے۔

قافية التاء

رعـى الـمهيـمـن ورقـاء الأثيلات روت أحـاديـث مـن أشباه بانات

اللہ جھاڑیوں میں پناہ گزیں فاختاؤں کو محفوظ رکھے، جنھوں نے ایسی کہانیاں سنائیں جو بان وعنم (عرب کے ریگستانی علاقوں کے خوشبودار پودے) کے واقعات سے یک گونہ مشابہت رکھتی ہیں۔

وألبس اللّٰه طـوق التبر عاتقها مـنهـن جـاء ت اِلينا بـالبشـارات

اللہ نے ان کی گردنوں کو طوق زریں سے جمالِ مہہ رخاں عطا کیا ہے، ان ہی کی زبانی ہم تک خوش خبریاں پہنچی ہیں۔

أظـنهـا مـلـكـا والـنجد مهبطها تتـلـو عـلى مغرم فى النجد آيات

میں اس کو ملکہ زناں تصور کرتا ہوں جس کی فرودگاہ نجد ہے، جو سرزمین نجد میں عشاقانِ بسمل کے سامنے آیتوں کی تلاوت میں مگن رہتی ہیں۔

مـررت بـالهـد هـد المفشى مناقبه يـزهـو بـمـنصب تبليغ الرسـالات

میرا گذر ہدہد کے قریب سے ہوا جو اس کے مناقب کے سلسلہ میں مسلسل رطب اللسان تھا اور جو منصبِ پیام بری ملنے پر پھولے نہیں سما رہا تھا۔

هــذا فــخـور بتـاج زان هـامتـه وتـلك زيـنتهـا طـوق الـعقوبـات

یہ اس تاج نما کلغی پر فخر کر رہا تھا جو اس کے سر کو چار چاند لگا رہا تھا اور دوسری طرف اس کی گردن میں زینت نما طوق بھی تھا جس پر سزا کی عمل آوری کا گمان ہو رہا تھا۔

هيهـات لاحـظ من شغل الغرام له وتـلك عـمـدة أربـاب الصبـابـات

چشمِ بددور، بسمل عاشق کا مشغلہ یہ ہے کہ وہ اسے مسلسل دیکھ رہا ہے اور سیر چشمی سے شادکام ہو رہا ہے اور یقین کیجیے کہ یہی عملِ خیر عاشقوں کے لیے سامانِ حیاتِ سرمدی ہے۔

رأيتهـا بـأراك الـمـنـحنى سحرا تبـكـى وتــدر زنـجـات وآنـات

میں نے پیلو کے درخت کے پاس گذرگاہ کے موڑ پر صبح کے وقت اسے ایسی حالت میں دیکھا کہ وہ محو نالہ وشیون تھی اور کراہنے اور سسکنے کی کثرت کی وجہ سے اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

فـاذكـرتـنـى زمانا بالغوير مضى وأضـرمـت فـى نـيـران الهـمومات

اس نے اس پر کیف زمانے کی یاد تازہ کر دی جو تالاب کے کنارے گذرے تھے اور آتش آگیں خیالات وافکار کو اور شعلہ زن کر دیا۔

يـا أهـل طيبة بـى أنتـم أحن إلى بــدر تـلأ لأ مـن نـحـو الـثـنـيـات

اے مدینہ کے باشندو! تم مجھے بھی ہم وطن سمجھو، میں تو اس ماہ تمام کے دید کا مشتاق ہوں جو وداع کی گھاٹیوں سے درخشاں نمودار ہوا۔

سـرى إلـى الـفـلك الأعلى فشرفه لـقــد أتــم بــه نـور الـكـمــالات

وہ شب معراج میں گنبد نیلگوں کی بلندیوں تک پہنچا اور اس کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا، یقیناً اس مبارک سفر کے ذریعہ اللہ نے آپ پر کمالات کے نور کی تکمیل کر دی۔

زان الـنّبيين طـرا حيـث صبغهم والبـدر مـن شـأنه تصبيغ هالات

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام انبیائے کرام کو اپنی تشریف آوری سے عزت بخشی جب کہ آپ نے ان کو اپنے رنگ میں رنگ دیا (امامت فرمائی) اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ ماہ کامل کی خصوصیت ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ اردگرد کو اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے:

مـا هـذه حـمـرة أو مـا يـنـاسـبـهـا　　بل صبغة الله من عظمى الشيونات

یہ کوئی عام سرخی نہیں ہے اور نہ یہ وہ سرخی ہے جس کا تعلق مہہ وشوں سے ہے بلکہ یہ اللہ کا رنگ ہے جو عظیم شان اور باعظمت ہے:

لا فيـض إلا رسـول الـلّـه منشائه　　أصـل أصيـل لـه شـم الفروعات

کائنات کے چپّہ چپّہ پر جہاں بھی خیر کا فیضان ہے وہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے، آپ ہی اس کی بنیاد ہیں اور اسی اصل کی عطر بیز شاخوں سے ہر طرف فضا عنبر آگیں ہے علامہ اقبال نے بجا فرمایا ہے کہ :

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو　　آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا زنور مصطفیٰ او را بہا ست　　یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ست

شـاد الـمهيـمـن بيت العنكبوت له　　صـونا عن القوم أربات الخصومات

اللہ نے مکڑی کے جالے کے ذریعہ دشمنی پر آمادہ افراد سے آپ کی مکمل حفاظت فرمائی:

دعـا فصير طرف الخصم مرتطما　　وأطـلـق الخيل فى ميدان غارات

اللہ کے رسول نے دعا فرمائی تو دشمن کی آنکھیں کورچشمی کا شکار ہو گئیں اور آپ نے میدان جنگ میں دشمنوں پر گھوڑے دوڑا دیئے۔

سـقـى الذى وده سلسلال كوثره　　ومـن تـخـاصـم مـاء المشرفيـات

جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت ومودت کا اظہار کیا آپ نے اسے اپنی شفقت کے شیریں آب کوثر سے شادکام کیا اور جس نے آپ سے دشمنی کی اس کو آپ نے زہر نیستی (موت) کا مزا چکھایا۔

يـا شـارقـا فى سماء الجاه ملتمعا　　إليك شـاخـصـة أبـصـار ذرات

اے عظمت وسطوت کی بلندیوں پر درخشاں وتاباں ذات گرامی! مجھ ذرّۂ بے حیثیت کی پر حسرت آنکھیں مسلسل ٹکٹکی باندھ آپ کی سمت نگراں (دیکھنے والی) ہیں۔

مالى سوى سوحك الغراء ملتحدا　　أنـر ظـلامـى بـأنـوار العنـايـات

میرے لیے آپ کی بخشش بے پایاں اور سخاوت ناپیدا کنار کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے، اس لیے گذارش ہے کہ اپنی عنایات کے انوار سے میری تاریکیوں کو دور کر دیجیے۔

آزاد عبد رماه الدهر فی قلق وأنت سلوته عند المصيبات

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے ایک فرد آزادؔ کو زمانے نے مصائب و آلام کی آماجگاہ بنا رکھا ہے اور آپ کی ذات گرامی کی تعلیمات ہی مصیبت کے ان لمحات میں وجۂ تسلی ہیں۔

أهدی المهيمن أنوار الصلوة له ما طرز البرق أذيال الغمامات

دعا ہے کہ اللہ رحمتوں کے انوار کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بارش کرتا رہے جب تک بجلی، لکّہ ہائے ابر کے دامن گہربار میں بیل بوٹے لگانے میں مصروف رہے۔

قافية الدال (1)

زاد الإله سنا بقيع الغرقد حصياته يلمعن مثل الغرقد

اللہ مدینہ منورہ کے شہر خموشاں (قبرستان) بقیع الغرقد کی برق پاشی میں اور اضافہ فرمائے، اس کی کنکریاں فرقد ستارے کی طرح درخشاں ہیں۔

ورعی المهيمن بقعة رضوا منها تحکی جواهر فی نحور الخرد

اور اللہ اس کی چھوٹی کنکریوں کے مقامات کی حفاظت فرمائے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ شرمیلی مہ وش دوشیزاؤں کی گردنوں میں بہر زینت آویختہ جواہرات ہیں۔

لاقرو أن أربی العقيق علی الثری فاق الجلامد وهو بعض الجلمد

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اگر عقیق اپنی قدر و منزلت میں مٹی اور سنگ ریزوں پر سبقت لے جائے اگر چہ کہ وہ خود ایک پارہ سنگ خارا ہے۔

ماء العقيق کرامة صمدية ألفی به المرضی شفاء الأکبد

وادی عقیق کے شفاف پانی عطیۂ خداوندی ہیں، اس سے دل کے آلام واسقام میں مبتلا اشخاص کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ نصیب ہوتی ہے۔

وعلی تذکر مائه و هوائه هجمت مدامع مقلتی وتنهدی

جوں ہی میں نے وادی عقیق کے آب و ہوا کا ذکر چھیڑا، میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور ٹھنڈی سانس میرا مقدر بن گئی۔

أنا خائف من أن يصير زلاله متغيرا من أدمع المتنهد

مجھے اندیشہ ہے کہ ایک دم بہ خود شخص کے آنسوؤں کی آلائش سے اس کے صاف وشفاف آب شیریں کے رنگ، بو اور مزہ میں تبدیلی نہ آجائے۔

سوح المدينة ما أجل ترابها　　　يجد البصائر فيه فعل الإثمد

سرزمین مدینہ منورہ کے اطراف کی مٹی کس قدر قابل احترام وتعظیم ہے، چشم بصیرت رکھنے والوں کے نزدیک اس میں اثمد کی تاثیر پنہاں ہے۔

وغبارها المحسوس فوق هوائها　　　كحل اليقين لمقلة المتردد

اور اس کی فضا میں محوگردش گرد وغبار شک وشبہہ کے شکار افراد کی آنکھوں کے لیے کحل الیقین (یقین پیدا کرنے والا اور شک کو دور کرنے والا سرمہ) ہے۔

نصب لمن ضل الطريق بسوحها　　　علم الهدى من اصبع المتشهد

اس کے قرب وجوار میں گم شدہ راہ افراد کے لیے نصب شدہ سنگ میل ہے اور توحید کی شہادت دینے والی انگلی کے واسطے سے ہدایت کا مینارہ نور ہے۔

أشجارها قامت على ساق الهدى　　　وظلالها مأوى الرجال السجد

وہاں کے درخت ہدایت کی مضبوط بنیادوں پر کھڑے ہیں اور ان کے سائے سجدہ ریز جبینوں کے مالک افراد کی پناہ گاہیں ہیں۔

أملاك أطباق السماء طيورها　　　وصفيرها ذكر الإله السرمد

وادی عقیق کے پرندے گویا آسمان کے مختلف طبقات کے فرشتے ہیں اور ان پرندوں کی چہچہاہٹ زندہ جاوید خدا کے ذکر کی تسبیح ہے۔

جبريل ثم مهلل ومسبح　　　للّه صوت حمامها المتغرد

عالم لاہوت میں جبریل علیہ السلام تسبیح وتہلیل (سبحان اللہ اور الحمد للہ) میں مصروف ہیں اور عالم ناسوت میں وادی عقیق کے کبوتر اپنی مترنم آواز میں تسبیح وتہلیل میں زمزمہ سنج ہے۔

قلبي حمام بالمدينة طائر　　　لكن جسمي موثق في مصيد

میرا دل کبوتر کے کالبد میں مجسم ہوکر مدینہ کی گلیوں میں محوِ پرواز ہے لیکن میرا کالبد جسمانی زنداں میں مقیّد ہے۔

قالت لطرفاء الفلاة حمامة　　　لم تمرحين وتفخرين فارشدی

ایک کبوتری بے آب وگیاہ سرزمین میں اقامت پذیر ماہ رخ شریف زادیوں سے یوں عرض

گذارہوئی کہ تم سب فخر وناز اور عشوہ ادا کو چھوڑو اور میری رہ نمائی کرو۔

قالت لها أوما ترين مكانتی قد كان منا منبرا لمحمد

ان والا تبار ریگستانی مہ رخوں نے فخریہ انداز میں کہا کہ کیا تم ہماری اس اقامت گاہ کو نہیں دیکھ رہی ہو جہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے لیے درکار لکڑی حاصل کی گئی تھی۔

غوث الورى غيث الندى غرض المنى كهف الأرامل ملجأ المسترفد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات مخلوق خداوندی کی آخرت کی کامیابی کے لیے ممد و معاون ہیں اور آپ ابرِ جود وسخا ہیں اور آپ آرزوؤں اور امیدوں کے مرکز ہیں، بیواؤں کے سہارا اور ضرورت مندوں کے ملجا وماً وٰی ہیں۔

كحل العيون غبار نعل المصطفى وشراكها متمسك المستنجد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کی دھول سزاوار سرمہ چشم ہے اور اس کے تسمے مدد واعانت کے طلبگاروں کے لیے مضبوط وسیلہ ہیں۔

اِن الذين عيونهم مجلوة متمسكون بحبله المستحصد

جن لوگوں کی چشم بصیرت وا ہے وہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی مضبوط رسی کو پوری قوت واستقامت کے ساتھ تھام لیتے ہیں۔

أوى إليه الفقر فقرا ساذجا ورمى النعال على جبال العسجد

بے نیازی اور فقر الی اللہ کی صفت نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش نبوت میں پناہ لی، ایسا فقر جس میں سادگی تھی اس میں بناوٹ وتکلف کو کوئی دخل نہ تھا اور آپ نے سونے کے پہاڑوں کو پائے استغناء وحقارت سے ٹھکرا دیا۔

سواه رب العرش غيثا هاطلا غاث الخلائق فى المكان الأجرد

مالک عرش ومستوی عرش (عرش پر جلوہ افروز) خدا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابر باراں بنایا، اس کا اثر ہے کہ آپ نے بے آب وگیاہ سرزمین میں تعلیمات آسمانی کے ذریعہ مخلوق کے دلوں کو ایمان ویقین کے آب حیات سے سیراب کیا۔

عطف النبى على العفاة كرامة نجنى الجنا من عصنة المتخود

بخشش کے طلب گار افراد کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عفو ودرگذر اور شرافت نفس سے مالا مال کر دیا اور ہم لوگ آپ کی نرم ونازک خمیدہ شاخ کے برگ وبار سے خوب لطف اندوز و

مستفید ہو رہے ہیں۔

أسنى رسول اللّٰه مرتبة الهدى زانت جلالته مقام السؤدد

ہدایت کے مقام و مرتبہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عظمت و سربلندی کے بامِ عروج تک پہنچا دیا اور آپ کی سطوت نے سرداری و کج کلاہی کے مقامِ بلند کو زینت بخشی۔

شهب السماء بأسرها مصنوعة من نور هذا الكوكب المتوقد

آسمان کے تمام روشن ستارے اس ضوفشاں ستارے کے نورِ تاباں سے کسب فیض کر کے منور ہیں۔

يا أيها المولى الرفيع محله أنت القدير على نفاذ المقصد

اے نبیوں کے سردار اور بلند مقام و مرتبہ پر فائز ذاتِ والا تبار، جب آپ حیات تھے تو اللہ سے دعا فرماتے تھے کہ امت کے جائز مقاصد پورے ہوں۔

آزاد يرجو من جنابك نظرة أنجح مرام السائل المترصد

آزادؔ آپ کی ذاتِ گرامی سے نظرِ کرم کا آرزومند ہے تاکہ ایک ضرورت منداپنے مقصد تک رسائی حاصل کر کے کامیاب و کامران ہو۔

أوصافك الغراء هن كواكب اِحصاؤها أعى لسان المنشد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاک و بے داغ دامنِ اوصاف ستاروں کی طرح ہیں اور ایک نعت گو کی زبان ان اوصاف کو شمار کرنے سے عاجز ہے۔

يا رب اهد له سلاما ناضرا نانضر اِلا مطار نبت الأنجد

اے اللہ تجھ سے ملتجی ہوں کہ تو ان پر ہر آن بے پایاں فضل و رحمت نازل فرما جب تک بارش کے قطرے بے آب و گیاہ بلند زمین کے پودوں کو سرسبز و شاداب رکھیں۔

قافية الدال (2)

أترى بروق جوانب الأنجاد لما بسمي ورت بهن زنادي

کیا تم ٹیلوں کے اطراف و جوانب میں برق تاباں کی ضیاپاش چمک کا مشاہدہ کر رہے ہو، وہ تبسم ریز ہوئی تو میری چقماق سے آتش سوزاں اور بھڑک اُٹھی۔

وجناتها تجلو البصائر فى الدجىٰ رحضاؤها تشفى أو أم الصادى

اس کے رخسار کی تابانی ظلمت کدہ میں چشمِ عشاق کو دعوتِ نظارہ دیتی ہیں اور اس کے پسینے تشنہ کاموں کی تشنگی کو دور کرنے کا مقدس فریضہ انجام دیتے ہیں۔

هطل الغمام على أرائك عالج نشأت بها وتأصلت بفؤادى

بے آب وگیاہ ریگستاں میں پیلو کی شاخِ نہال پر للّہ ابر خوب برسا، اس بارش کی وجہ سے میرے دل میں آتشِ وصل مزید بھڑکی اور دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوگئی۔

يا قوم فى أرض الغوير جآذر أصداغهن سلاسل الآساد

اے میری قوم کے لوگو، سرزمین غویر (ایک ریگستانی پودا) میں نیل گائیں ہیں جن کے شقیقہ گوش شیروں کی زنجیریں ہیں۔

واها على رجواى أطمع أن أرى سلمات جرعى وهو خرط قتاد

میری آرزوؤں کا برا ہو، میری دیرینہ تمنا تھی کہ ریگستان میں خیمہ زن سلمٰی کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کروں لیکن یہ آرزو ''ہنوز دلّی دور است'' کا مصداق اور ''بسا آرزو کہ خاک شدہ'' کا پرتو ہو کر رہ گئی۔

من يصرفن لياليا غررا بها طلعت على أهلة الأعياد

وہاں کی پُر مسرت اور بہار بہ داماں راتیں کس کے حصہ میں آئیں اور کس کو افق پر عید کا چاند بن کر نکلنے کی دولت عظمٰی ملی۔

والى متى تغمضن يا غيد الحمى عن حالة المرمى فى الأصفاد

اے وادی کہستاں کے گل عذارو! آخر عشق کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے بے کس و بے بس عاشق سے بے التفاتی کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟

عنى ذكاء لقد عشقت كواعبا أضرمن نيرانا علىٓ الأكباد

میں نے مہر تاباں سے کنارہ کشی اختیار کی اور مہہ رخوں کو درد کا درماں بنایا، لیکن انھوں نے دل نازک پر آتشِ سوزاں کی یورش کردی۔

وسألتنى يا بدر هل لك حاجة أما اِليك فلا وراس الهادى

اور انہوں نے مجھ سے استفسار کیا کہ کیا تمھیں کسی چیز کی ضرورت ہے چھوڑو ان باتوں کو، تمہارے لیے ہادیوں (پیغمبروں) کے سردار (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ اقدس کافی ہے۔

هو من أنار الخافقين بوجهه وأتى بشقك فى عيون النادى

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے روئے انور سے کائنات کو روشن کیا اور آپ کی ذات نے کائنات کی آنکھوں کو ضیاء بخشی۔

هذا رسول اللّٰه أكرم خلقه داعى الأنام اِلى سبيل رشادى

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور مخلوق خداوندی میں سب سے افضل واشرف ہیں اور آپ لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلانے والے ہیں۔

حن الجذيع من الفراق كأنه عود يحن بلا يد العواد

کھجور کا تنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی میں سراپا گریہ بن گیا، یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ ایک لکڑی دستِ سازندہ کے بغیر مائل صداکاری اور زخم زن کے بغیر محو نالہ وشیون ہے۔

وغزالة الفلك الأثير بأمره رجعت كمثل غزالة الصياد

اور آسمان کا سورج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے پھر واپس آ گیا، ایسا محسوس ہوا کہ وہ سورج آہو برہ (ہرن کا بچہ) ہے جو اشکاری کا نخچیر ہو کر اس کے پاس لوٹ کر آ گیا ہے۔

حاولت زورته الكريمة سابقا وظفرت بعد مشقة بمرادى

میں نے گذشتہ ایام میں مسجد نبوی اور آپ کے قبر اطہر کی زیارت کی اور طویل جدوجہد کے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

ما كنت أوثر أن أفارق سوحه وأبيت مضطرما بكى بعاد

میں نے کبھی یہ گوارا نہیں کیا کہ آپ کے دیار (دیار مقدس نبوی) کو چھوڑوں، اور میں وہاں ہجر کے آہنِ داغ اندازی کی آتشِ سوزاں سے سراپا آتش بنا رہا۔

فاعلل الرجوى بشىء رائق وهو المؤنس فى النوى المتمادى

میں اپنی آرزوؤں کو خوش نما الفاظ کے ذریعہ بہلاتا ہوں یہی خوش نما الفاظ میرے لیے مسلسل ہجر وفراق کے لمحات میں مونس وہمدرد ثابت ہوئے ہیں۔

للناس فى ما يعشقون مذاهب تهدى أولاء إلى خيام سعاد

عشق کے معاملات میں عاشقوں کے ہزاروں ڈھب ہیں اور وہی طور طریقے سعاد کے خیمے تک نشان دہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

قد أودع الخلاق آدم نوره متلألأ كالكوكب الوقاد

اللہ نے حضرت آدم کو نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شاد کام کیا، اس نور کی وجہ سے آپ کا جسم نیّر تاباں کی طرح تابندہ تھا۔

والهند مهبط جدنا ومقامه قول صحيح جيد الأسناد

اور صحیح سندوں سے یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ ہندوستان کی سرزمین ہمارے جدامجد

حضرت آدم علیہ السلام کی فرودگاہ اور قیام گاہ ہے۔

فسواد أرض الهند ضاء بداية　　من نور أحمد خيرة الأمجاد

اس طرح سرزمین ہندوستان کا بڑا حصہ، ستودہ صفات انبیائے کرام کے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ابتدا ہی میں ضوفشاں ہو چکا تھا۔

أرجت ديار الهند من نفحاته　　وبطيبها عطرت جميع بلاد

خوشبو کے اس جھونکے سے سرزمین ہند عنبر آگیں ہوگئی اور اس کی دل آویز عطر بیزی سے پورا ملک معطر ہو گیا۔

هذا الذی یسلی أهيل غرامة　　طوبى لهم ما فاض صوب الغادی

عشق کے متوالوں کے لیے یہی چیز وجہ تسلی ہے، مسرت وشادمانی ان کی قدم بوسی کرے جب تک للہ ابر سپیدی صبح نمودار ہونے سے پہلے پہلے بارانِ رحمت سے شادکام کرتا رہے۔

عطفا على آزاد یا مولی الوری　　لعريض جاهك مطمع الرواد

اے تمام مخلوقات خداوندی کے سردار! آزادؔ پر کرم فرمائیے، کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقامِ بلند پر فائز ہیں اور آپ کی عظیم شخصیت تشنہ لبوں کے آرزوؤں کا مرکز ہے۔

صلى اِله العالمين عليك ما　　يحكى مريض العشق غصن الحادی

ساری کائنات کا معبود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرماتا رہے جب تک مریض عشق حدی خوانی کرنے والے کی مشقت وتکان کی رودادِ دردانگیز بیان کرتا رہے۔

قافية الدال (3)

أصارم أو وميض لاح من أحد　　لقد قتلت به قتلا بلاقود

کوہ احد کی سمت سے شمشیر آبدار کی چمک ظاہر ہوئی ہے یا برقِ تاباں کی ضیا نمودار ہوئی ہے، تو نے وہاں قتلِ عام کیا ہے اور اس پر طرفہ تماشا یہ کہ ابھی تک اس کا قصاص بھی ادا نہیں کیا گیا ہے۔

فيا حمام رعاك اللّٰه فاتحة　　اِلى قتيل عن الأوطان مبتعد

اے احد کے کبوتر، اللہ تمہیں خوش وخرم رکھے، ان شہداء پر جو وطن سے دور شہرِ خموشاں میں آسودۂ خاک ہیں، فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کرو۔

اِلى القيامة أشكو يوم فرقتهم　　صوت الحدى أو حنين الطائر الغرد

میں قیامت تک ان کی جدائی کی حکایت کرتا رہوں گا چاہے یہ حدی کی آواز یا چہچہانے والے

پرندہ کی چہچہاہٹ ہو۔

أو نـغمة صورت عن حلی مائسة　　أو قـول فـائـلة فـاصبر إلی أمد

یا کسی مہ وش کے زیورات کی جھنکار یا کسی صدا کار کی تلقین ہو کہ قیامت تک صبر کرو، مجھے کوئی جدائی کی حکایت سے نہیں روک سکتا۔

ما فاح عرف الصبا من نحو كاظمة　　الا وزاد جـروح الهـم فـی كبـدی

جب جب کاظمہ کی سمت سے آنے والی صبا کی خوشبو مشامِ جاں کو معطر کرتی ہے، میرے کلیجے میں غم کے زخم اور ہرے اور گہرے ہو جاتے ہیں۔

نـعـم أصيـد الـمهـاة العـامرية لو　　كـانت حبائل غزلان المنی بيدی

جی ہاں! مجھے قبیلہ عامر کی مہ لقاؤں کے اور گہرے شکار سے بھی دریغ نہ ہوگا بہ شرطیکہ آرزوؤں کی ہرنیوں کی رسیاں میرے ہاتھ میں ہوں۔

عـطفا علی حالة المهجور يا أملی　　أأنت ترضين كون العبد فی الكمد

اے میری آرزوؤں کے مرکز، ہجر کی بے تابی کے شکار بے بس کی حالتِ زار پر رحم کر، کیا تمھیں اس سے مسرت ہوگی کہ زلفِ پیچاں میں گرفتار ایک غلام مسلسل مبتلائے غم واندوہ رہے۔

عهدت يوم النوی بالوصل مرحمة　　يـدور عهـدك بيـن العين والخلد

جدائی کے دن تم نے از راہ لطف وکرم وصل کا پیانِ وفا باندھا تھا آج بھی تمہارا وہ عہد و پیان میری چشم گریاں اور دل بریاں کے بیچ محوِ گردش ہے۔

يـا ظبية المنحنی عودی بلا مهل　　الام تسـعـر عيـن الـراصـد الكمد

اے وادی کے موڑ پر اقامت گزیں ہرنی، آجا، شتابی کر، پس وپیش کا شکار نہ ہو، آخر کب تک غم و اندوہ میں مبتلا، گھات میں بیٹھے چشم عاشق کو شرر بار کرو گی۔

بـحـق مـرتـقـب عـادت غـزالتـه　　وظـنهـا قـانـص الـغـزلان لم تعد

سراپا انتظار کی بے صبری کا خیال کرتے ہوئے اس کی محبوبہ لوٹ آئی اور مہ وشوں کا شکاری اس خام خیالی میں مبتلا رہا کہ وہ واپس نہیں لوٹے گی۔

مـحـمـد مـرتـجـی من لا ملاذ لـه　　ومشتكی من رماه الدهر فی الصفد

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی آرزوؤں کے مرکز ہیں جس کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو اور اس کی جائے پناہ ہیں جس کو آلام ومصائبِ زمانہ نے اپنا تختۂ مشق بنالیا ہو۔

سحابة عمت الأقطار وانهملت حتى ارتوى نابت الأغوار والنجد

آپ وہ ابرِ باراں ہیں جو خوب برسا اور اس سے نہ کوئی آبی محروم رہا اور نہ کوئی خاکی اور نشیب وفراز میں موجود تمام پودے سیراب وشکم سیر ہوگئے۔

قد شرفت ركبة الكرار هامته كأنما طلعت بيضاء فى الأسد

حملہ آور کی حیثیت سے آپ کے سوار ہونے کے اندازِ خاص نے آپ کے سر کو زینت دی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیروں کے درمیان شمشیر برّاں اپنی چمک ودمک کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی ہے۔

وصاغه اللّٰه من نور الهدى قمرا فغادر الكفر كالكتان فى نكد

اور اللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور ہدایت کے جوہر سے ماہِ تاباں کی صورت میں ڈھالا، اور آپ نے کافروں کو اس طرح اس بے حسی کی حالت میں پہنچایا جس طرح پانی میں چارونا چار کائی جم جاتی ہے۔

ولى كملة الأعادى من صوارمه نعم أسود الشرى تنأى عن الوقد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمشیرِ بے نیام کی جھنکار سے دشمنوں کے بڑے بڑے سورماؤں نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جنگلوں کے شیر آگ دیکھتے ہی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

عملت بالرعب فى النائى على عجل ما يعمل الشارق الوقاد فى الجمد

دور دراز علاقوں تک بھی تیزی کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سطوت کی دہشت پھیل جاتی تھی، جس طرح مہرِ تاباں کی تمازت جمی ہوئی برف پر اثر انداز ہوتی ہے۔

طابت شقائق صارت نرجسا نضرا لما شفيت مريض الطرف من رمد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے مرض شب کوری میں مبتلا آنکھ شفایاب ہوکر گل لالہ اور نرگس بینا میں تبدیل ہوگئی۔

قلت للشمس عودى وهوى غائبة فطاوعت أمرك العالى على رشد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ کا ظہور اس طرح بھی ہوا کہ سورج غروب ہونے کے بعد پھر واپس آ گیا اور اس نے بہ ہوش وحواس آپ کے باوقار فرمان کی تعمیل کی۔

كأنما دحرجت فى طستة كرة فقهقرت ثم عادت عود مقتصد

گویا مہرِ تاباں لڑھک کر ایک مدوّر طشت میں سمٹ گیا پھر پیچھے کی طرف لوٹا پھر معمول کے

مطابق اپنے معتادمحور کی طرف رواں دواں ہوگیا۔

أرسلت غوث الورى فى كل نائبة　　مولاى فامنن على آزاد بالمدد

اللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوتمام مخلوقات کی طرف نبی بنا کر بھیجا تا کہ آپ ان کوشرک و کفر کی ضلالت وگمراہی سے نکالیں، اے میرے سردار آزاد پر رحمت وشفقت کا معاملہ فرما کر زیر بار منّت واحسان کیجیے۔

لأنت أطفأت نار الفرس موقدة　　وأنت أوريت نار الوجد فى كبدى

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے آتش کدہ فارس کی برسوں سے آتشِ فروزاں کوخاکستر کیااور آپ ہی نے دلوں میں عشق ومستی کے شعلہ کودوآتشہ بنایا۔

اِن جئت ساحتك الفيحاء ملتجيا　　فثابت رأفة الآباء بالولد

اگر میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیع وعریض دربارکرم سے کچھ امیدیں وابستہ کی ہیں تو میں اس میں حق بہ جانب ہوں کیوں کہ آباء واجداد کی اپنی اولا دواحفاد پرنظرکرم وشفقت کی روایت بہت دیرینہ ہے۔

صلت عليك نفوس الكون قاطبة　　ماسبحت ألسن الأشياء للصمد

کائنات کی تمام مخلوق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتی رہے جب تک کائنات کی زبانیں اللہ کی صمدیت وبے نیازی کی تسبیح میں زمزمہ سنج رہیں۔

قافية الدال (4)

برق الحمى عم تورى النار فى كبدى　　يا صاحب الفيض خلصنى من الوقد

چراگاہ میں فروکش برق روحسینہ میرے سینے میں ہجر کی آتشِ سوزاں کواور بھڑکارہی ہے، اے سراپافیضان، ماہ رو! مجھے بچاؤ، آگ سے بچاؤ۔

أنت الكريم تفيض الغيث مبتسماً　　وغلتى حسبها شىء من الثمد

آپ کی شرافت کےتوہرطرف چرچے ہیں اورآپ جب تبسم ریز ہوتی ہیں توبارش کی جھڑی لگ جاتی ہےاور میری تشنہ لبی کا بھرم رکھنے کے لیےتو چندقطرے ہی کافی ہیں۔

يا ظبية البان فى سيماك مكرمة　　هل تعطفين على أحوال مبتعد

اے بان (عرب کریگستانی علاقہ کا ایک درخت) کے پہلو میں خیم زن آہوصفت مہ جبیں، تمہاری پیشانی پرشرافت وعالی ظرفی کا نوربکھراہواہےتو کیا میں تم سے یہ امید رکھوں کہ تم ایک غریب

الدیار پر ترس کھاؤ گی۔

أن تجبری قلبی المکسور مرحمة یبق اسمك الأشرف الأعلی اِلی الأبد

اگر تم از راہ مہر و کرم میرے ٹوٹے ہوئے دل کی لاج رکھ لو تو تمہارا یہ عظیم اور قابل ذکر کارنامہ جبینِ دہر پر ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

ولاتکونی عن الماسور غافلة أجرت أن تطلقی المرمی فی الصفد

اور جو شخص بے بسی کی حالت میں پسِ دیوار زندانِ عشق ہو، اس کے سلسلہ میں آپ سے التجا ہے کہ اس کی رہائی کی فکر کریں اور زنجیر میں مقید پڑے شخص کو اگر آپ رہائی دلا دیں تو اللہ اجر عظیم فرمائے گا۔

فرضت أن تخافی الناس قاطبة أما تخافین یا سلمیٰ من الصمد

اگر میں فرض کرلوں کہ آپ کے دل میں کائنات کے کسی متنفس کا ذرہ برابر بھی خوف نہیں ہے تو اے راحت جاں سلمٰی! کیا تمھیں اللہ کا بھی خوف نہیں ہے۔

بی أنت سلی علی السیف معلنة أوصیت قومی أن لا یأخذوا قودی

تو نے تو مجھ پر بہ بانگ دہل شمشیرِ برّاں سونت رکھا ہے، لیکن اے جان تمنا، میں نے اپنی قوم کے افراد سے یہ عہد و پیمان لے رکھا ہے کہ وہ میرے خون کا بدلہ (قصاص) نہ لیں۔

یا هند أیامنا حسناك ظاهرة لقد شفیت کباد الصب فی أحد

اے ہمارے زمانہ کی ہند، تمہارے کارناموں کی روداد عامۃ الناس سے ڈھکی چھپی نہیں ہے، تم احد میں عاشقوں کے جگر سے اپنے دل کی پیاس بجھا چکی ہو۔

سرت اِلی الصبا من نحو کاظمة حتی ظفرت علی فوج من الکبد

کاظمہ (ایک ریگستانی علاقہ) کے اطراف و اکناف سے بادِ صبا ابھی ابھی پیامِ مسرت لے کر آئی اور ذرا سی دیر میں گراں قدر اشیاء کی بھاری مقدار کے حصول میں، میں کامیاب ہو گیا۔

أن الصبا لذوی الحاجات ناصرة وبالصبا نصر المختار من اِدد

بادِ صبا ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے سلسلہ میں بڑی فراخ دل واقع ہوئی ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ حزن و ملال اور ورطۂ آفت و مشقت میں گرداں افراد کی دست گیری بھی اس کی رحم دلی کا ایک نمایاں پہلو ہے۔

محمد قاتل الکفار محتسبا أتاه جند من الأملاك للمدد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کارِثواب سمجھ کو کافروں سے نبردآزما ہونے والے ہیں آسمان سے فرشتے آپ کی مدد کے لیے جوق در جوق میدانِ جنگ میں اترے ہیں۔

حسامه يوم تقتيل العدى يدى ولـلبرائن حكم البتر في الأسد

آپ کے دستِ مبارک کی شمشیر براں جس دم دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی اس وقت گویا شیر اپنی کچھاروں میں اپنی موت کے دن گن رہے تھے۔

للّه شمس على رأس الورىٰ طلعت وقد أذابت فؤاد الكفر كالبرد

بہ خدا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہرِ تاباں تھے جو مخلوقِ خداوندی پر طلوع ہوا تھا اور اس نیّر تاباں نے برف کی طرح کفر کے دلوں کو پگھلا دیا۔

عمى الإله أناساً ليل هجرته وكف عنه عيونا من بنى أسد

ہجرت کی شب، اللہ نے دشمنوں کی چشم بینا کی بینائی سلب کر لی اور بنی اسد کے جاسوسوں کی آنکھوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا۔

حبل المتين لأهل الحق ملته وغيرهم أخذوا حبلا من المسد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اہل حق کے لیے ایک مضبوط رسّی کی مانند ہے اور دوسرے لوگوں نے کھجور کی بٹی ہوئی کمزور رسی کو پکڑ رکھا ہے۔

قالوا له ساحر سحقاً لفطرتهم وكـا فيهم شعار النفث فى العقد

دشمنانِ اسلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جادوگر کہا، یہ ان کی فطرت کی ناہنجاری تھی اور ان میں گرہوں میں جھاڑ پھونک کا طریقہ بہت قدیم زمانہ سے رائج تھا۔

لقد دعانى إلى أعتابه كرماً فقلت لبيك يا مولائى يا سندى

اللہ نے مجھے روضہ اطہر تک حاضری کی سعادت بخشی تو میں نے کہا کہ اے میرے اللہ اور میرے کارساز میں اس سعادت پر لبیک کہتا ہوں۔

حصلت فى الزمن الماضى زيارته واخترت أسوته الحسنى على رشد

پچھلے دنوں میں مجھے زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور میں نے اس زیارت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو پورے ہوش وحواس کے ساتھ اپنانے کی کوشش کی۔

كيف السعير يمس المستجير غداً وحب صفوة خلق اللّه فى خلدى

يا ملجأ الخلق أوصلنى إلى أملى كريمة يدك العليا فخذ بيدى

اپنی شریعت کے ذریعہ مخلوق کو منزل مقصود تک پہنچانے والے، میری آرزو کو بھی شرمندۂ تکمیل فرما، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ملت کی تعلیمات کے ذریعہ لوگوں کی دست گیری فرمانے والے ہیں، تو آپ سے درخواست ہے کہ میری بھی اعانت فرمائیے۔

آزاد عبدك يرجو منك مرحمة　　　　وليس غيرك يا مولاى ملتحدى

حضور کی امت کا ایک فرد آزاد، اے اللہ تجھ سے فضل و کرم کا خواستگار ہے، اور اے اللہ تیرے علاوہ کوئی بھی میرا مددگار و حامی نہیں ہے۔

نهدى اِليك من التسليم جوهرة　　　　ما شنف السمع صوت الطائر الغرد

ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں صلاۃ وسلام کے لعل و گہر کا نذرانہ پیش کررہے ہیں جب تک طائران خوش الحان کی نغمگی کانوں کو اپنی سحر طرازی سے مسحور کرتی رہے۔

قافية الدال (5)

أحن اِلى شجيرات البوادى　　　　وأغصنها خواطر فى فؤادى

میں جنگلوں کے کوتاہ قامت درختوں کا ہمیشہ دلدادہ رہا ہوں اور ان درختوں کی ٹہنیاں میرے دل میں نئے نئے احساسات و خیالات کی تخم ریزی کرتی ہیں۔

تصورهن يسلينى واِلا　　　　فسلوى نافر بعد التمادى

ان کا تصور ہی میرے قلب حزیں کے لیے وجہ تسلی ہے، ورنہ صورت حال یہ تھی کہ ہجر کی طویل مدت گذر جانے کے بعد میرا دل اچاٹ ہو گیا تھا اور تسلی عنقا ہو چکی تھی۔

ويمكن أن ترى أسماء عينى　　　　اِذا سلمت عن الدمع المعادى

اور ہاں! اے مہ لقا اسماء کیا یہ ممکن ہے کہ تم میری چشم گریاں کا مشاہدہ کرو، وہ بھی اس وقت تک جب وہ مسلسل رونے سے سلامت رہے۔

لقد عزمت على تنقيص حقى　　　　أما تخشى محاسبة المعادى

میں خوب سمجھتا ہوں کہ تو میری حیثیت عرفی کو ختم کرنے کے درپے ہے، کیا تجھے رقیبوں کے طنز و ملامت کا کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔

ولا أدرى وراء تحرقى ما　　　　يمر من الرياح على رمادى

اور مجھے نہیں معلوم کہ آتش عشق میں میرے جل جانے کے بعد، بادِ صبا کا میری خاکستر سے کب گذر ہوگا۔

أیـا جـمـل اشـتـری یـا قوت قلبی اِلی متی یبیت فی سوق الکسادی

اے حسینہ عالم، ایسا کرو کہ تم میرے یاقوت قلب کو چند سکّوں کے عوض خرید لو، کیوں کہ کساد بازاری کے زمانے میں کب تک یہ یاقوت خریدار کے تلاش میں دکانِ عشق میں پڑا رہے گا۔

وأن تهـدی اِلـی غـزال طیف فـردی أولا شـرك الـرقـاد

اور یہ درخواست ہے کہ آ ہوئے خیالات وجذبات کا گراں قدر عطیہ مجھے از راہ عنایت عطا کرو اور سر دست قفس نیند لوٹانے میں پہل کرو۔

أؤمـل بـالاجیـرع ثـمـرةً مـن غـصـون دونهـا خـرط الـقتـاد

میں ہموار ریتیلے میدان سے جس میں روئیدگی کی بالکل صلاحیت نہ ہو، وہاں کے درخت کی شاخوں سے پھل کی امید لگائے بیٹھا ہوں اور یہ ایسی امید ہے جو کبھی شرمندہ ٔتعبیر نہ ہوگی۔

هـل الانـصـاف یـا أهل النقـان یـکـون ودادکم سبب الـعـنـاد

اے ریت کے محدّب ٹیلوں کے ساکنو! کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ تم سے آشنائی، دشمنی کی بنیاد بن جائے۔

ألا یـا بـارق البـطـحـاء أقبل وأطـفـیء بـالسـجوم أوام صادی

اے بطحاء کے بادلو! آگے بڑھو اور اپنی موسلا دھار بارش کے ذریعہ تشنہ لبوں کی تشنہ لبی بجھاؤ۔

بـحـرمة مـن أری جـمـا غـفـیراً خـمـود الـنـار فـی آن الـولاد

اس ذات گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں جس کی پیدائش کے وقت آتش کدہ فارس میں ہزاروں سال سے سوزاں آتش سرد پڑ گئی۔

رسـول الـلّٰه من ینجی الوریٰ من لـظـیً فیهـا وقـود مـن عبـاد

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شریعت کے ذریعہ لوگوں کو اس جہنم کی آگ سے بچاتے ہیں جن کے ایندھن شرک و بدعات میں ملوث اللہ کے بندے ہوں گے۔

عـلـی الـغـبـراء نـجـم مستـضـاء سـری مـنهـا اِلـی السبع الشداد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی زمین پر ایسے منور تارے کی طرح ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، شب معراج میں آپ وہاں مضبوط وقوی ہیکل ساتویں کی طرف روانہ ہوئے۔

لـقـد أعـلـی اسـمـه رب البـرایـا فـذکـر جـنـابـه عـطـر النوادی

مخلوقات کے پالنے والے نے آپ کے اسم گرامی کو وقار و سربلندی سے نوازا، اسی لیے آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا ذکر محفلوں کے لیے مشک وعنبر کی حیثیت رکھتا ہے۔

لــہ امتثـلـت معـظـمة الـدرادی   أمـا رجـعـت اِلـی نهج الـرشـاد

ستاروں کی عظمت میں اضافہ کرنے والے سورج نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور صحیح راستہ کی طرف پھر لوٹ آیا۔

وأسـس بیـنهـم فی الرکن صلحا   وقـد کـان البـنـاء عـلـی الفسـاد

اور خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں حجر اسود نصب کرنے کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے درمیان (نبوت سے پہلے) صلح کی بنیاد رکھی، حالانکہ اس سلسلہ میں فساد وخوں ریزی کا شدید اندیشہ تھا۔

لـقـد أقبـلـت مـولانـا طـریـقـا   وأنـــت مـتـمـم الـکـــرم الـتـلاد

اے میرے سردار، سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ نے صراط مستقیم کی نشاندہی یک طرف پہل کی اور آپ کی ذاتِ گرامی ہی ہلالِ مکارم اخلاق کو ماہِ تمام بنانے والی ہے۔

بـراك الـلّــہ فـی خـلـق عـظـیـم   صـرفـت الهـم فـی نـصـح الأعـادی

اللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہترین اخلاق پر پیدا فرمایا اور آپ نے اپنی پوری توجہ دشمنوں کی خیر خواہی پر صرف کی۔

مـنـنـت عـلـی الأوانی والأقـاصی   وأنـت ببـطـن مـکة بـالأیـادی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبھوں پر احسان کئے، چاہے وہ قریب کے ہوں یا دور کے، اور آپ نے اہل مکہ کو اپنے احسان وکرم سے گراں بار کر دیا۔

لك الشـکـر الـذی یـرضیك مـنـی   ورت بـجـمـالك الأسـنـی زنـادی

میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں، ایسا شکریہ جو آپ کو مجھ سے خوش کر دے اور آپ کے جمالِ جہاں آراء سے میری چقماق بھڑک اٹھے۔

فـؤادی تـحـت نـعـلك مستـریـح   وإن أصبـحــت فــی قـلـق البـعـاد

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین کے نیچے میرے دل کو بے پایاں تسکین ملتی ہے، اگرچہ کہ میں بعد مسافت وہجر کے سبب سخت ملال واندوہ کی آماجگاہ بنا ہوا ہوں۔

أؤمـل أن أسیـر اِلـی الـعـوالـی   وأسـکـنـهـا اِلـی یـوم الـتـنـاد

میری آرزو ہے کہ میں مدینہ منورہ کا سفر کروں اور قیامت تک وہیں سکونت اختیار کرلوں۔

أتـی آزاد سـوحك مستمیحـاً أفـض فـی كیسـه نـقـد الـمواد

آزاد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلمرو میں رحم وکرم کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہے، استدعا ہے کہ آپ اس کی زنبیل میں وہ سب کچھ ڈال دیں جس کی وہ تمنا لے کر آیا ہے تاکہ اس کی مراد برآئے۔

علیك صلوة خلاق الوری ما تـلألأت الكواكب فی الدآدی

مخلوقات کے پیدا کرنے والے اللہ کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے شمار رحمتیں ہوں جب تک گھپ اندھیرے میں ستارے چمکتے رہیں۔

قافیۃ الراء(1)

یـا قلب ذب همت الأظعان بالسفر وقـل سـلام عـلـی سیـارة السفر

اے دل اب تجھے ڈوبنے سے کون بچا سکتا ہے، کہتے ہیں کہ قافلہ سفر کے لیے پابہ رکاب ہے، اب یہ کرو کہ قافلہ اور اہلِ قافلہ کے لیے سلامتی کی دعا کرو۔

صـان الالـه عـن الآفـات فـاتنة یوم النوی فوضت عینی اِلی السهر

اس سراپا عشوہ وناز کو اللہ آفات ومصائب سے محفوظ رکھے، اس کا بھلا ہو، جدائی کے دن تو اس نے کمال ہی کر دیا، میری آنکھوں کو بے خوابی کے سپرد کر کے خاموشی سے روانہ ہوگئی۔

سـألتهـا عـن فـؤادك كیف حالته قـالـت قـد صنته فی عقدة الطرر

میں نے اس سے پوچھا کہ ذرا یہ تو بتاؤ کہ میرے دل کا کیا حال ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اسے کاکلِ عنبریں کی گرہ میں محفوظ کر دیا ہے۔

وعـاد یـومـی لیلا ساعة ارتحلت مـختـالة كظباء النجد فی الحور

جس دن وہ پابہ رکاب تھی چند لمحوں کے لیے رات ڈھلے میری مزاج پرسی کے لیے آئی، مگر وہی مستانہ چال اور جسم پر وہی دیدہ زیب سرخ لباس، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ ٹیلوں اور ریگستانی علاقوں میں فروکش ہرنی ہو۔

یـا أیهـا الـنـجد حیاك الغمام لقد شبهتهـا بـظبـاء فیك فـافتـخـر

اے ریتیلی بلند زمین، بدلیاں تجھے مبارک ہوں، میں نے اسے ہرنیوں سے تشبیہ دی ہے تو اس تشبیہ پر ناز کرو۔

یـا صـاح هـل لك عـلـم أین نازلة جـمـانة فتـنـتـنـی مـن بـنـی مطر

اے میرے ہم نفسو! کیا تجھے کچھ پتہ ہے کہ وہ لالہ فام موتی کہاں قیام پذیر ہے، اگر معلوم ہو تو کوشش کرو کہ بارش کی بوچھار سے محفوظ رہے۔

اتـدعی غــانیــات الحی رونقهـا شتـان شتـان بین الصبح والغرر

قبیلہ کی دوشیزائیں کیا حسن و جمال میں اس کی ہم سری کر سکتی ہیں، نہیں، نہیں، بہت فرق ہے سپیدی صبح میں اور شبِ دیجور میں۔

وفـاقـت البـانة الـخـضراء مائسة تـخـتـال مـائـلـة مـن نشـوة البطر

اور وہ خوب روناز وانداز سے چلنے والی حسینہ بان کے سرسبز وشاداب درختوں سے بھی حسن وجمال میں بڑھ گئی، اسی لیے وہ نخوت وعشوہ وناز کے زعم میں بڑے شاہانہ انداز میں محوخرام ہے۔

رشیـقة أشبهت فی میسها شجرا دعاه من هو هادی النجم والشجر

وہ سراپا مرقّعِ حسن اپنے خرامِ ناز میں اس درخت کے مشابہ ہے جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، دعوتِ خرام دی اور وہ درخت چل کر اللہ کے رسول کے پاس آیا۔

مــحــمــد نـور الأکـوان قــاطبة فیــا لـنـور بـدا فی هیکل البشر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے نور ہیں، اس نور کی عظمت کا کیا کہنا جو ہیکل انسانی کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔

ألـفـاه أسـنـی من الأقمار واصفه فــان جـوهـره صــاف عن الکدر

ان کے اوصاف وکمالات کی تصویر کشی کرنے والے نے آپ کو مہر وماہ سے بھی زیادہ روشن وبے داغ پایا، یہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جوہر کالبدی ہر قسم کی تیرہ گونی (ٹمیالا پن) سے پاک وصاف ہے۔

مـا اِن رأیـت شـریـکا فی ملاحته ولا سـمـعـت بـه والسمع والبصر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاحتِ حسن میں مَیں نے کسی کو آپ کا شریک وسہیم نہیں پایا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔

لـقـد أشــار فشـق البـدر اِصبعـه کـجـنـة قـطـعـت بـالـصادم الذکر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہوگیا، جیسے کوئی ڈھال شمشیر آبدار کی زد میں آکر دوٹکڑے ہو جائے۔

سـری الـغمام اِلی أوج السعادة اِذ أظـل غـصـنـاً رطیبـاً یـانع الثمر

لکۂ ابر کو اس وقت سربلندی و سرخ روئی نصیب ہوئی جب وہ شاخ نہال پر سایہ فگن ہوا جو پکے پھلوں سے لدی پھندی تھی۔

لقد أتانا بشمس غير آفلة يوم أفاض علينا رابع الزبر

معجزہ کے طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے سورج غروب ہونے سے پہلے پلٹ آیا، یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہمیں آپ نے چوتھی کتاب (تورات، انجیل، زبور، قرآن) کے انوار و برکات کے فیضان سے شاد کام کیا۔

كيف الوصول اِلى أرض مباركة شفاء أسقامنا فی تربها العطر

اس مقام مقدس تک رسائی کیسے ہو جس کی عطر بیز مٹی میں ہمارے درد کا درماں پنہاں ہے؟

مدينة الوحى لازالت مشرقة فيها طبيب يزيل السقم بالنظر

مدینۃ الوحی مدینہ منورہ کی عظمت و سطوت کو اللہ ہمیشہ باقی رکھے، اس کی سرزمین میں وہ طبیبِ روحانی آسودۂ خاک ہیں جو اپنے فیضانِ نظر سے کفر و شرک کے امراض و اسقام سے لوگوں کو شفایابی کا نسخۂ کیمیا فراہم کرتے تھے۔

ألا ترى لاقتباس النور مانعة حيلولة الأرض بين الشمس والقمر

اے لوگو! تم پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ بعض دفعہ سورج اور چاند کے درمیان زمین کے حائل ہونے کی وجہ سے روشنی سے استفادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

وههنا شارق فی الأرض مستتر وليس اِشراقه فينا بمستتر

لیکن یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، یہاں نیّر تاباں زمین کے اندر نہاں ہے لیکن اس کی تابانی اور ضوء فشانی ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اِنى لأطمع أن أسعى اِلى حرم اِليه يلجأ من فی البدو والحضر

میری دیرینہ آرزو ہے کہ میں حرم پاک کی زیارت سے عظیم سعادت حاصل کروں جہاں شہر اور گاؤں سے جوق در جوق لوگ آ کر اپنی تشنہ کامی دور کرتے ہیں۔

واستعير من الورقاء أجنحة حتى أطير اِلى بستان النضر

اور اس کے لیے میرے ذہن میں یہ ترکیب ہے کہ میں کبوتر سے چند دنوں کے لیے پر پرواز مستعار لوں اور اُڑ کر آپ کے گلستانِ تر و تازہ و سرسبز و شاداب تک پہنچ جاؤں۔

مولاى آزاد عبد فيك مطمعه حقق أمانيه فی أحسن الصور

اے میرے سردار، آزاد کی بہت ساری امیدیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ ہیں، دعا ہے کہ اللہ میری تمام آرزوؤں کو بہتر سے بہتر طور پر شرمندہ تعبیر کرے۔

قد اکتسی منك کعب برد مرحمة وفاز نابغة الجعدی بالدرر

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے دربارِ دربار سے شفقت و مروت کے طفیل چادر نصیب ہوئی اور نابغہ جعدی کے حصے میں درہم و دینار آئے۔

علیك منا صلوة طاب عنصرها ما أورق الفنن المیاس بالمطر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہماری طرف سے بہتر سے بہتر ہزاروں درود وسلام، جب تک ہوا کے دوش پر حرکت کرنے والی شاخیں، بارش کے طفیل برگ و بار لاتی رہیں۔

وآلك الغر والأصحاب هم سحب فاضت علی غلل منا بمنهمر

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والا تبار اصحاب اور اولاد اطہار، سب کے سب بادل کی مانند ہیں، جو ہم جیسے لوگوں کی پیاس بجھانے کے لیے خوب برستے ہیں اور خوب شادکام کرتے ہیں۔

قافیة الراء(2)

أترجو من العشاق کتم السرائر وتنطق سیماهم بما فی الضمائر

کیا تم رہ روانِ جادۂ عشق سے اپنی خام خیالی کی بنا پر یہ بے جا توقع رکھتے ہو کہ وہ اپنے رازہائے سربستہ کو طشت از بام نہیں ہونے دیں گے، حالاں کہ صورت حال یہ ہے کہ ان کی بیرونی ہیئتِ کذائی ان دلوں کے اندر نہاں ہیجانی کیفیات کی نقاب کشائی اور پردہ دری میں مسلسل مصروف ہے۔

تذیب أناشید الحمام قلوبهم وتوحشهم سرب الظباء النوافر

فاختاؤں کے پرسوز نغمے ان کے دلوں کو مہجوری و محرومی کا پیغام دے کر ملول خاطر کا سبب بنتے ہیں اور بدکے اور سہمے ہوئے ہرنوں کا گلہ ان کے لیے وحشت و اذیت کا پیام دیتا ہے۔

متی یترأی البرق یصفر لونهم ویغمی علیهم بالریاح العواطر

اور جوں ہی بجلی کی کوندان کی بصارت سے ٹکراتی ہے ان کے چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے اور عطر بیز صبا کے جھونکے جب ان کے مشام جاں سے ہم آغوش ہوتے ہیں تو ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

أیا أسوأ العذّال دع عنك فتیة تمائمهم نیطت بفرع الجآذر

اے ملامت گرو! تم اپنی حدوں کو پار کر چکے ہو، اب اپنی ان کڑوی کسیلی باتوں کو چھوڑو، اس مہہ

نازخوبرو دوشیزہ کے سلسلہ میں جس کے تعویذ گنڈے نیل گایوں کی جنس سے وابستہ ہیں۔

أنا المغرم الصابی اِلی ظبیة الحمی سقی اللّٰہ مرعاھا سجوم المواطر

جہاں تک میری بات ہے تو میں چراگاہ میں فروکش ہرنی پر اپنی جان نچھاور کرتا ہوں اور اسی کا دلدادہ ہوں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی چراگاہ کو موسلادھار بارش کے ذریعہ سیراب کرتا رہے۔

رعی اللّٰـہ مرآة أرتھا جمالھا وألفت اِلی ألحاظھا عذر ناظری

اللہ اس آئینہ کو محفوظ رکھے جس نے اس جمالِ جہاں آراء کو اس پر منکشف کردیا اور اس کی نرگسی آنکھوں پر ناظرین کے عذر کی حقیقت واضح کردی۔

تراقب عینی طرفھا وھو ناعس ولابد للنوام من حفظ ساھر

میری آنکھیں اس کی نیند میں بھیگی سحر طراز آنکھوں کی حفاظت وصیانت کا فریضہ انجام دیتی رہی ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے کہ جو لوگ محوِ خواب ہوں، کوئی بیدار ان کی نگہبانی کی ذمہ داری نبھائے۔

أصاحبة الحسن الجمیل اِلی متی تزیدین سقمی بالجفون الفواتر

اے سراپا جمالِ جہاں آراء، آخر تو کب تک اپنی فتنہ انگیز پلکوں سے میرے آتشیں امراض واسقام کو ہوا دیتی رہے گی۔

سعاد اتقی المولی ولا تسفکی دمی ومن ساء أبقی سوؤہ فی العشائر

اے سعاد کچھ تو میرا پاس ولحاظ کرو اور خدا سے ڈرو اور ناحق میرا خون نہ بہاؤ، کیا تجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ جو برے اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے، ہمیشہ کے لیے قبیلوں اور خاندانوں میں اس کی بدنامی زبان زدِ خواص وعوام ہوجاتی ہے۔

لقد بعت نفسی واشتریت فمن رأی مماثل ھذا البیع فی سوق حاجر

میں نے اپنے آپ کو فروخت کردیا ہے اور سوزشِ عشق خرید لی ہے، کیا کسی نے بازارِ ریگ زار میں خرید وفروخت کے ایسے انوکھے معاملہ کا کبھی مشاہدہ بھی کیا ہے۔

وأذکرنی ورد التھائم خدھا فأجری نجیعاً خالصاً من محاجری

سرزمین حجاز کے گلوں نے تمہارے گلابی گالوں کی یاد تازہ کردی اور میری چشم خوں بستہ سے پھر لہو ٹپکنے لگے۔

أیا عارض البطحاء أضحکت دائماً لأنت رؤوف بالغصون النواضر

اے سرزمین بطحاء (حجاز) کے بادلو! اللہ تمھیں سلامت رکھے اس لیے کہ تم اس سرزمین کی سرسبز

ڈالیوں پر بہت مہربان ہو۔

أفـضت على العطشى مياها معينه وأظللت رأس المصطفى فى الهواجر

اوراس لیے بھی سلامت رہو کہ تم پیاسوں کے لیے صاف وشفاف آبِ شیریں مہیا کرتے ہو اور اس لیے بھی کہ تم نے سخت تپتی دھوپ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سائبان بن کر چھاؤں دینے کی سعادت حاصل کی۔

أبى القاسم النور المضىء محمد مشنف أسماع الورىٰ بالبشائر

ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نور ہیں جس سے کائنات بقعۂ نور بنی ہوئی ہے اور آپ کی بشارت کی پیشین گوئیوں نے مخلوق کے کانوں کو منبعِ سرور وبہجت بنادیا ہے۔

ثمال الورىٰ قطميرها ونقيرها أجار الذى ينمو بأرض المشاعر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی ہر کہہ ومہہ مخلوق کے غم خوار وفریادرس ہیں اور سرزمین مکہ میں جس نے بھی بود وباش اختیار کی آپ نے اس کو پناہ کی دولتِ بے بہا سے سرفراز کیا۔

حبا ربنا ختم النّبيين خاتماً نعم يجعل الخيتام حلى الخناصر

اللہ نے خاتم النّبیین کو علامتِ نبوت کے طور پر پشت مبارک پر خاتمِ نبوت عطا فرمایا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خاتم انگشت (چھنگلیا) کو انگوٹھی (خاتم) کے ذریعہ زینت بخشی جاتی ہے۔

ولئن رد عيسى عاذراً فرسولنا يرد الذى إعجازه رد عاذر

اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معجزہ کے طور پر مُردے کو اس کی زندگی لوٹادی تو ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی معجزہ کے طور پر سورج کو واپس لوٹالیا۔

أما كان رد الشمس بعد غروبها لإكرام كرار سنى المآثر

کیا غروبِ آفتاب کے بعد سورج کا پھر لوٹ آنا، صاحبِ والا تبار اور صاحبِ اعزاز ومناصب اور ہمیشہ پیش قدمی کرنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کے لیے نہیں تھا۔

تولى جنود الفيل والطير فوقهم وطائرهم مع هؤلاء المعاشر

ہاتھیوں کی فوج پیٹھ پھیر کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئی اور پرندے ان پر پتھروں کی یورش کررہے تھے اور حال یہ تھا کہ ان کی بدفالی وبدشگونی ان کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔

أشار إلى أولاده وكتابه فساواهما فى هدى أهل الشعائر

آپ نے اس کی اولاد اور اس کی کتاب کی طرف اشارہ کیا تو آپ نے اہل شعائر کے طور

طریقے میں ان دونوں کو یکساں مقام عطا فرمایا۔

هـو الـقـمـر الـوقاد فی فلك الهدی وأصـحـابه عقد النجوم الزواهر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمانِ ہدایت پر روشن و پرنور ماہِ تاباں کی طرح ہیں اور آپ کے صحابہ کرام پر رونق و چمک دار ستاروں کے ہار کی طرح ہیں۔

أغـث يـا رسـول اللّٰه آزاد زاده ومیض بسـلـع لاح نـار البوادر

اے اللہ کے رسول آزاؔد (غلام علی آزاد) کی رہبری فرمایئے جس کے زادِ راہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے سر میں سفیدی ظاہر ہوچکی ہے گویا کہ تیز گامی کی آتش رحلت اب ظہور پذیر ہوا چاہتی ہے۔

فهل ارتـوی یـومـا بـعین معرف وانشـق بـالـزوراء عرف الأذاخر

تو کیا میری تقدیر میں یہ بات لکھی ہے کہ میں ایک دن دیارِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے سیر چشم ہوسکوں گا اور حبیب کے قرب وجوار کے بیاباں میں اذخر (خوشبودار گھاس) کی خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر کرسکوں گا۔

وأتـی عـقیـقـا زاده اللّٰه رونقا بـمـرآه یـا بشـری جـلاء البصائر

اور میں وادی عقیق میں حاضری کی سعادت حاصل کرسکوں گا، اللہ اس وادی عقیق کی رونق و بہجت میں اضافہ فرمائے، اور کیا میں اپنی آنکھوں سے اس وادی کو دیکھ سکوں گا جس سے یقیناً آنکھوں کو جلا اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔

اِلی سوحه یهدی جمان الصلاة ما جلا بصر الإنسان حسن الجواهر

اور یہ بندہ عاجز آزاؔد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام کے موتیوں کی سوغات پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے، اس وقت تک جب تک لعل وجواہر کی زیبائی انسانی آنکھوں کو مسرت وشادمانی کا ارمغان بے بہا پیش کرتی رہے۔

وأولاده الأطـواد فی منهج الهدی وأصـحـابه العالمین زین المنابر

اور درود وسلام ہو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد اطہار پر جو جادۂ مستقیم پر گام زن ہیں اور درود وسلام ہو آپ کے اصحاب پر جو منبروں کی زینت ہیں۔

قافية الراء (3)

شـنف السـمـع حـمـام بهـدیـر هـو مـن جیـرتـنـا خیر بشیر

کبوتری اپنی مترنم صدائے کوکو سے کانوں کو لطفِ بے کراں سے نوازنے کا ایک اہم فریضہ انجام

دے رہی ہے اور ہمارے ہم سایوں میں وہی ایک پیکر صدق وصفا پڑوسن ہے جو ہمیشہ مسرتوں اور شادمانیوں کی خوش خبری سے دلوں کے لے سامانِ زیست مہیا کرتی ہے۔

وسـرت بـارقة بـارحة بسنـاهـا بصرت عين ضـريـر

گذشتہ شب بجلی کوندی، اس بجلی کی چمک ایسی تھی کہ اس کی تابانی سے نابینا کی آنکھ بھی بینا اور روشن ہوجائے۔

أيـن ثـاوون نـدامـى أضـم والـمـروون أوامـى بـعـصـيـر

اضم (پہاڑ کا نام) کی فرودگاہوں میں اقامت گزیں ہم نفسانِ رفتہ کہاں ہیں اور وہ لوگ کہاں ہیں جو شربتِ وصل سے میری تشنہ کامی دور کرنے کی سعی ناتمام کریں۔

أيهـا الـمـعشـر أبـغى قـدحـا ولـمـن جـاء بـه حـمل بـعير

اے ہم نفسو! میں جام کی تلاش میں سرگرداں ہوں اور جو شخص بھی اسے میری خدمت میں پیش کرے گا اسے اونٹ کے بوجھ کے برابر انعام سے نوازا جائے گا۔

حـمـزـة لـو جـليـت فـى ظـلـم لـكـنـهـن جـلاليـب هـجـيـر

مختلف اوصاف کے ساتھ ساتھ وہ تاریکی میں نیّر تاباں کی طرح ہیں لیکن بایں ہمہ اوصاف وہ سب ہمزہء وصل نہیں بلکہ لباسِ ہجر ہیں۔

أنـا ظـمـآن رحـيـق عـطـر مـن أبـاريـق بشيـر ونـذيـر

میں اپنی تشنہ لبی دور کرنے کے لیے اس معطر شراب ناب کا منتظر ہوں جو بشیر ونذیر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے جام تشنہ شکن سے مجھے دی جائے۔

سـيـد مـنـفـرد فـى كـرم بـابـه كـهف غـنـى وفـقـيـر

سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخشش وکرم کے معاملہ میں انفرادی شان رکھتے ہیں اور آپ کا درِ رسالت مالدار ومفلس دونوں کے لیے یکساں جائے پناہ ہے۔

ولـقـد أرسـلـه الـلّٰـه هـدى أنـقـذ الأمة مـن مـس سـعـيـر

اور اللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ نے امت دعوت واجابت دونوں کو جہنم کی لپٹ سے بچایا۔

اقتـفـى آدم إيـاه نـعـم سبـق الأول إيـجـاد خبيـر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً بلاشک وشبہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ظہور پذیر ہوئے

لیکن اللہ کی علیم وخبیر ذات نے سب سے پہلے آپ ہی کے نور کو وجود بخشا۔

یتمنی قمر فی عشر   من سنا طلعته عشر عشیر

نصف ماہ کی آخری تاریخوں میں چاند کے دل میں یہ آرزو مچلتی ہے کہ وہ آپ کے روئے روشن کا عشرِ عشیر ہی حاصل کرلے تو اس کی تابانی میں چار چاند لگ جائے۔

ولہ دولتہ فقر عجب   یمنح العافی اقبال أمیر

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنتِ فقر واستغناء کا یہ عالم ہے کہ وہ مفلس کو افسر شاہی سے نوازتی ہے۔

موجد فی غسق اللیل سنا   عادم عنصرہ شکل نظیر

رات کی تاریکی میں آپ نیّر تاباں کی طرح ضیاپاشی کرنے والے ہیں اور اس عالم خاک وباد میں آپ کی نظیر مشکل ہے۔

نضر اللّٰہ صبا طیبتہ   تطھر الیابس فی حسن بصیر

اللہ مدینہ منورہ کی معنبر بادصبا کو ہمیشہ تروتازہ رکھے، جو خشک پودوں کو خوش سلیقگی سے لباس تروتازگی پہنا کر سمومِ خزاں کے اثرات سے پاک کرتی اور محفوظ رکھتی ہے۔

مدحہ أورث نظمی عظما   اِنما القیمة فی عرف عبیر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی نے میرے نعتیہ اشعار میں عظمت پیدا کردی ہے کیوں کہ عنبر کی خوشبو ہی میں اس کی عظمت کا راز پوشیدہ ہوتا ہے۔

سلم اللّٰہ علی السید ما   رقی الواحد فی أوج کثیر

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلسل سلامتی ورحمت بھیجتا رہے، اس وقت تک جب تک ایک فرد واحد بلندیوں کے بام تک محوگردش رہے۔

قافیة الراء (4)

أھلا وسھلا بالنسیم الساری   معہ أریج قمیصھا المعطار

خوش آمدید اے محوخرام بادنسیم، مرحبا، آج تو تو میری گلی میں اپنے ساتھ راحتِ جاں کے مشک بار پیراہن کی عنبر آگیں خوشبو کا ارمغانِ بے بہا لیکر آئی ہے۔

ما أحسن المراض طول عمری   ھو من أھل الحنف خیر جاری

وہ شخص کس قدر بختاور ہے جو پوری عمر مرضِ عشق کا قتیل رہا اس کا تعلق اس خانوادے سے ہے

جو کہستانی سلسلہ کی سیدھی شاہ راہ پر خیمہ زن ہے اور وہ بہترین پڑوسی ہے۔

والعاشقون بقاء هم متعذر لولا عطور نسائم الأسحار

اگر بادِ نسیم کے مشک بار جھونکے صبح کے وقت سبک گامی سے ہمارے مشام جاں کو معطر نہ کریں تو ہم جیسے عاشقوں کا جینا دوبھر ہو جائے۔

أرأيت حالى يا نسيم المنحنى أنا بالخول كمثلك المتوارى

اے وادی کے موڑ سے آنے والی بادِ نسیم کیا تجھے میری حالت زار کا کچھ علم بھی ہے، سن! میں تمھیں آپ بیتی سناتا ہوں، غم دل اور سوزِ عشق سے میرا حال یہ ہو گیا ہے کہ میں گھل گھل کر تیری طرح پنہاں اور نادیدہ ہو گیا ہوں۔

لا غرو اِن خرب الفؤاد بأدمعى بيت المهيمن طاح بالأمطار

میرا دل کثرت گریہ سے کسی لائق نہیں رہا، خیر یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن مقامِ افسوس یہ ہے کہ کثرتِ باراں سے کاشانہ خداوندی (میرا دل) زمین دوز ہو گیا ہے۔

يا قوم لا تبكوا على فاِننى راض بطوق وداد ذات أسوار

اے میری قوم کے لوگو! میری حالت زار پر گریہ وفغاں اور آہ وبکا نہ کرو کیوں کہ میں کنگن بہ دست مہہ جبیں حسینہ کی محبت کا طوق پہننے پر فرحاں وشاداں ہوں۔

أحمامة البطحاء أنت بمأمن وأنا المقيم بموقع الأقطار

اے سرزمین بطحاء کی فاختہ کیا تیری اقامت گاہ محفوظ ہے کیوں کہ میں بھی تجھ سے کچھ ہی فاصلہ پر ڈیرا ڈالے ہوا ہوں۔

فتفقدى من ناء عن جيرانه هذا لعمرى مسلك الأخيار

تجھ سے التجا ہے کہ تو اس کے ہمسایوں کی چیرہ دستیوں سے مجھے بچالے میری عمر کی قسم، نیکوکاروں کا ہمیشہ یہی طریقہ کار رہا ہے۔

أوما سمعت وأنت من أم القرى بحمامة خدمت نزيل الغار

کیا تجھے۔ جبکہ تم ام القری مکہ المکرّمہ کے باسی ہو۔ اس کبوتر کے واقعہ کا علم نہیں ہے جس نے غار میں پناہ گزیں دو مہمانوں کی خدمت کا نازک اور اہم فریضہ انجام دیا تھا۔

نور تهامىّ على طود العلا هادى الأنام اِلى سبيل البارى

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑی کی بلندیوں پر ظاہر ہونے والے حجازی نور ہیں اور مخلوق خداوندی

کواللہ کے راستے کی طرف ہدایت دینے والے ہیں۔

شمس علی فلك الفخار حلولها	بالنور فيه دقائق الأسرار

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ نیّر تاباں ہیں جن کا ظہور پر افتخار وسطوت کی بلندیوں پر نور کی شکل میں ہوا، جن میں ہزاروں رازہائے سربستہ پنہاں ہیں۔

هو خاتم الرسل الكرام محمد	شمس النبوة أوّل الأنوار

آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپ شمس نبوت ہیں اور ظہور پذیر ہونے والے نور نخستیں ہیں۔

يعسوب مكة يجتنى بيده	عسلا صفا عن كدرة الآبار

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے سردار ہیں اور صاف وشفاف شہد لوگوں کو مہیا کرتے ہیں جو ہر طرح کی ملاوٹ وخرابی سے پاک وصاف ہے۔

جاز السماء وعاد فى لمح فيا	لكرامة من كوكب سيار

زہے نصیب کہ آپ آسمان کی بلندیوں کو عبور کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور ایک مختصر مدت میں آسمان سے زمین پر واپس بھی آ گئے۔

بجوار منبره المقدس جنة	طوبى لطائفة من الزوار

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قابل احترام وسزاوارِ عظمت منبر کے پاس روضۃ من ریاض الجنۃ (جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری) ہے جو زائرین حرم نبوی کے ستودہ صفات جماعت کے لیے ایک بڑی خوش خبری ہے۔

أيام كنت بروض مكة راتعاً	متمتعاً بأيانع الأثمار

ان ایام سعید کی یادیں ابھی تازہ ہیں جب میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھا اور وہاں کی برکتوں سے دامن مراد کو بھر رہا تھا۔

هاج الغرام إلى زيارة نورها	فخرجت فى راد الضحىٰ عن دارى

پھر جب مدینہ منورہ کے نور ضیا پاش کی زیارت کی آرزو میں میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تو میں علی الصبح اپنی قیام گاہ سے مدینہ منورہ کے لیے نکل پڑا۔

لمعت ذكاء واسلت أذيالها	وتقمصت كرة الثرىٰ بالنار

پھر تھوڑی دیر کے بعد افق خاور سے سورج نمودار ہوا پھر اس نے اپنی شعاعوں کے دامن کو

پھیلایا اور پھر کرہ ارضی کو اپنی شعلہ بار کرنوں سے منوّر کر دیا۔

جـعـل السـمـوم زجاجة فـلـكية كـزجـاجة مـمـلوءة بـعـقـار

اس نیّر تاباں نے آسمانی فضاؤں کو لُو سے فرق تا بہ قدم بھر دیا جیسے وہ ساغر مئے ہو جسے شراب سے لبریز کر دیا گیا ہو۔

أصبحت فی بدء العزيمة صادياً وغـدوت مـضـطـرما كزند واری

سفر عزیمت کے آغاز میں تشنہ لبی وتشنہ کامی میری ہمدم وہم ساز رہی اور میں چقماق فروزاں کی طرح جلتا اور سلگتا رہا۔

الـلّـه يـعـلـم كيف جبت مسافة قـصـوری مـن الأنجـاد والأغوار

اللہ ہی جانتا ہے کہ اثنائے سفر میں نشیب وفراز کی گھاٹیوں کو میں نے کس طرح عبور کیا۔

حتی وصـلـت اِلی جبيل كرامة بـأبـی جبيـل مسعف الأوطـار

یہاں تک کہ میں عظمت کی پہاڑی تک پہنچ گیا یعنی ابوجُبیل تک جو ہماری آرزوؤں کو شرمندۂ تعبیر کرنے والا ہے۔

فـطـلـعـتـه وقـطـعت نصف طريقة وهـنــاك أمسكـنـی عنـاء طـاری

پھر میں اس پر چڑھا اور تقریباً نصف راستہ طے کر لیا، اسی دوران میں اچانک ایک ناگہانی پریشانی وآفت نے مجھے آگے قدم بڑھانے سے روک دیا۔

فـزمـنـت مـصـفـر الجبين كأننی حـجـر شـمـيسـی مـن الأحجـار

اس کے بعد میری یہ کیفیت ہوئی کہ میں بے حس وحرکت پڑا رہا اور میری پیشانی زرد پڑ گئی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں دھوپ کی تمازت کے زیر اثر پتھروں میں سے ایک پتھر ہوں۔

خـلـق الـخـيـال مسلهـا نـعلينـا فـوق الهـواء مـجـاری الأنهـار

خواب وخیال نے میری تشنہ لبی دور کرنے کے لیے فضاء میں نہروں کی روانی کا سامان پیدا کر دیا۔

اِذ مـر فـوقـی ذاهـب فـی كـفـه اِبـريـق مـاء وهـو مـن فـخـار

اس وقت میرے اوپر سے وہاں کی گذرگاہ سے جانے والا ایک شخص گذرا اور اس کے ہاتھ میں پانی کا ایک لوٹا تھا جو مٹی کا بنا ہوا تھا۔

لـقـی الـحـجـارة واغتدی اِبريقه نـصـفـيـن لا لـضـيـعة الأقـدار

سوئے قسمت کہ وہ لوٹا پتھر پر گرا اور چونکہ مٹی کا تھا اس لیے گرتے ہی دو ٹکڑے ہو گیا۔

فأخذت كأسا فی الهواء تنزلت من عند ربی مرسل المدرار

پھر فضا میں معلق ایک پیالہ میں نے تھاما جو موسلا دھار بارش برسانے والے میرے رب کی طرف سے میری فریاد رسی کے لیے اتارا گیا تھا۔

حصلت رخصة من همی سلساله فشفيت بالماء المعين أواری

اندوہ وملال کی وجہ سے میرے جسم سے مسلسل پسینہ جاری تھا، لیکن اللہ نے میری مدد کی اور صاف وشفاف آبِ شیریں سے میں نے اپنی پیاس بجھائی۔

لم أنس ذاك الزلال وطعمه وبمثله ما فزت فی أعماری

آج تک میں اس آبِ شیریں کو بھول سکا اور نہ اس کے مزہ کو فراموش کر پایا اور پوری عمر میں اس قسم کے انعام واکرام سے مجھے کبھی سرخ روئی حاصل نہ ہو سکی۔

هذا تفضل غوثنا ونبينا هو من أغاث الناس بالمعطار

یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر ثابت قدمی کا انعام ہے اور اُسی دین اسلام نے لوگوں کو بارانِ رحمت وشفقت ومغفرت سے مالا مال کیا۔

فقصدت غارا عامرا ودخلته ورأيت ثم شرايف الآثار

پھر اس کے بعد میں رحمتِ الٰہی سے معمور غار میں داخل ہوا اور پھر وہاں کے آثارِ انوار سے شاد کام ہوا۔

صلی الاِله علی جناب المصطفی ما التذت الأسماع بالأسمار

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اس وقت تک جب تک کان احوال وواقعاتِ مصطفیٰ کی سماعت سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔

قافية الراء(5)

هذا العقيق مبارك الآثار من ذا الذی يطفی سواه أواری

اس وادئ عقیق کے تمام آثار ومقامات قابلِ تعظیم ہیں اور میری تشنہ لبی کو اس کے علاوہ اور کون سی چیز دور کر سکتی ہے۔

كحل الجواهر لامحالة تربه يهدی الجلاء لأعين الزوار

اس کی مٹی کحل الجواہر کا درجہ رکھتی ہے اور زائرین کی آنکھوں کو جلا بخشنے میں اپنی نظیر آپ ہے۔

یـا وادیـا مـلأ الدمـاغ من الشذا فـکـأنـمـا هـو سـکة الـعـطـار

اس وادی کی خوبیوں کا کیا تذکرہ کروں جس نے دل ودماغ کو خوشبو سے مالا مال کردیا ہو، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری وادی عطر فروش کی دوکان ہے۔

فـی جـنة الـفـردوس عـرف فـائق لا مثـل عـرف فـضـائة الـمعطـار

اس وادی کی خوشبو سے بہتر خوشبو صرف جنت الفردوس میں ہی میسر ہے ورنہ اس کی عطر پاش فضا کی خوشبو کے مثل کوئی خوشبو نہیں ہے۔

ولهـذه الـدنيـا جـنـان أربـع نسـخـت بـه يـا صـنعة الأقدار

اور اس دنیا میں چار ہی جنتیں ہیں جس کو تقدیر کے لکھنے والے خدا نے مقدر فرما دیا ہے۔

شـجـراتـه الـخضـراء طول عمرها فيهـا مـلائك مـوضـع الأطيـار

وہاں کے سرسبز وشاداب درختوں - اللہ ان کی عمر دراز کرے - پر پرندوں کی جگہ ملأ اعلیٰ کے فرشتے اقامت کناں ہوتے ہیں۔

أرض مـلاذ الـمـعـتـفـيـن جنـابهـا زنـد الأرامـل مـن غضـاهـا واری

طالبانِ پناہ کے لیے آپ کا دربارِ دربار بہترین پناہ گاہ ہے اور وہاں کے جھاؤ کے درختوں سے بےکسوں اور بیواؤں کی چقماق جب شعلہ زن ہوتی ہے تو دیر تک فروزاں رہتی ہے۔

فيهـا لأربـاب الـبصـائـر دولة حـصبـاؤهـا تـغـنـی الـقـنطـار

بصیرت کے دامنِ مراد سے مالا مال بختاروں کے لیے وہاں کی سرزمین، روحانی سطوت وحکومت کا مقام رکھتی ہے اور وہاں کی کنکریاں زر وجواہرات سے بے نیاز کردیتی ہیں۔

مـن شـمـر الأعـداء فـی إیـذائـه یـأوی إلیهـا خیـفة الأشـرار

دشمن جن لوگوں کے درپئے آزار ہوں وہ لوگ دشمنوں اور بداندیشوں کے خوف سے اس کی آغوش میں پناہ لیتے ہیں۔

هاجرت من وادی السباع إلی الحمی وسـلـکـت مسلك أحـمد المختار

میں نے وادی سباع سے ہجرت کی اور محبوب کے حمی (چراگاہ، قیام گاہ) میں رسائی کے لیے کمربستہ ہوگیا اور میں نے دورانِ سفر حضور اکرم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ کار اختیار کیا۔

زیـن الـزمـان ضیـاء أندیة الوریٰ حـب الـخلائق بل حبیب الباری

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخر روزگار ہیں اور مجالس مخلوقِ خداوندی کے لیے نور اور ضیاء ہیں،

اس طرح آپ خلائق عالم کے محبوب اور منظورِ نظر ہیں بلکہ اللہ کے محبوب ہیں۔

اِن سـار خير الناس من أم القرى   وأتـى الـمـديـنة مـأمـن الأبـرار

اگر چہ کہ محمد عربی خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مولد ومسکن کے اعتبار سے مکی ہیں لیکن ستودہ صفات لوگوں کی پناہ گاہ مدینہ منورہ آپ کا مہجر اور آخری آرام گاہ ہے۔

فـقـد انثـنـى وسـطـا عـليها ثانياً   وكـذلك سيــر الـكـواكـب السيـار

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قدرے توقف فرمایا پھر اس پر دوبارہ یورش کر کے اس کو مغلوب کیا، تیز رفتار سیارہ کی سبک ساری کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

دوح عــظيــم فـى تهــامة نــابـت   وظـلالـه انبسـطت على الأمصار

سرزمین حجاز میں ایک عظیم شجر سایہ دار ظہور پذیر ہوا اور پھر کچھ ہی عرصہ میں اس کے سائے تمام دیار وامصار پر چھا گئے۔

شـجـر أصيـل فـى السماء فروعه   يــأتـى عـلــى العلّات بـالأثـمـار

اس درخت کی بنیادیں بہت مضبوط اور گہری ہیں اور آسمان کی بلندیوں تک اس کی شاخیں پہنچ چکی ہیں اور ہر موسم اور تمام حالات میں پھل دیتا رہتا ہے۔

هـذا الضياء المحض صبح صادق   وبسيــطة مــلآى مـن الأنـوار

یہ نور تاباں کائنات انسانی کے لیے صبح صادق کا درجہ رکھتا ہے اور پوری روئے زمین اس نور درخشاں سے بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔

طـلـعـت ذكـاء وأسرعت أنوارها   فـوصـلـن فـى آن اِلـى الأقطـار

نیّر تاباں طلوع ہوا اور بہ سرعت ممکنہ اس کی روشنی پھیلتی گئی یہاں تک کہ مختصر عرصہ میں اطراف واکنافِ عالم تک اس کی روشنی پہنچ گئی۔

أفضى اِلى الرسل الكرام فيوضه   والشـمــس تـمـلأ أكـوس الأقمـار

ستودہ صفات انبیائے کرام بھی آپ کے فیض سے شادکام ہوئے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نیّر تاباں چاند کے ساغر سیمیں کو لب ریز کر دیتا ہے۔

شمس تساوى فى الخلائق ضوئها   طـلـعـت عـلـى الـغياب والحضار

مخلوق میں مساوی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہر تاباں کی ضیا پاشی کا سلسلہ جاری ہے، آپ کا نیّر ضیا پاش غائب وموجود سب پر یکساں طور پر طلوع ہوا۔

ارتـاض فـی الغارین بورك فیهما　　　　واجتـاز فـوق الأخـضـر الـدوار

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں غاروں میں قرب خداوندی کی منزلیں طے کیں، اللہ ان دونوں غاروں میں بے انتہا برکتیں عطا فرمائے اور آپ اس روحانیت کی بدولت گردش مدام میں گرفتار گنبد نیل گوں کے اوراوپر سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے۔

لا یـنتهی فیـض النبی إلی المدی　　　　مـاء الـفرات إلی القیـامة جـاری

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض روحانی ماہ وسال کی قید سے ماوراء اور لامتناہی ہے اور آپ کی شریعت کا آب شیریں قیامت تک جاری رہے گا۔

متـجـدد فـی کـل آن فیضـه　　　　مـنتـزه عـن وصمة التـکـرار

یـولـی الـعـفـلـة بـلا تـأن رفده　　　　والتـی مستـغـن عـن الأزهـار

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر کسی تاخیر کے ضرورت مندوں کو اس کا حصہ رسدی عطا فرماتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انجیر نمائشی پھول سے بے نیاز ہو کر ہمیشہ پھل دیتا رہتا ہے۔

مـنی قـلـوب السـامعین حدیثه　　　　إن الـنسیـم لـفـاتـح الأنـوار

جس طرح آپ کی حدیث (گفتگو) نے سننے والوں کے دلوں کو روشن کر دیا ٹھیک اسی طرح باد نسیم کلیوں کو شگفتہ کرنے کا نازک فریضہ انجام دیتی ہے۔

صـفـی الـمهیـمـن صدره وفؤاده　　　　ثـاوی الـمـکـان عـلیه کنس الدار

اللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینے اور دل کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک وصاف کر دیا جس طرح کسی دولت کدہ کا مکین جاروب کشی کے ذریعہ مکان کے ہر گوشے کو غلاظت وگندگی سے پاک وصاف کر دیتا ہے۔

وجـلا الإلا کـدورـة عـن قـلبـه　　　　یبـغـی الـمـعـائـن أصقل المنظار

اور اللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب کو ہر قسم کی آلودگیوں سے صاف کر دیا کیوں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ چشمہ کا ضرورت مند شخص سب سے زیادہ صاف وشفاف چشمہ (کانچ) کا انتخاب کرتا ہے۔

یـا أیهـا الـفیـاض أنت مؤملی　　　　أنـقـذ فـؤادی عـن یـد الأوطـار

اے داد ودہش میں بے مثال ذات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ ہی میری آرزوؤں کا مرکز ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ میرے دل کو خواہشات کے پنجہ آہنی سے بچائے۔

عـون الـغـلام عـلـى جنـابك هين أمـنيتــى قـطــر من الـمـدرار

اے اللہ، غلام علی آزاد بلگرامی کی دست گیری تیری ذات کے لیے بہت آسان ہے، میری آرزو کی حیثیت موسلا دھار بارش کے ایک قطرہ کی سی ہے۔

أزاد عبــد لـلـــنبــى وآلـــه مـن ثـم مـفـتـخـر عـلـى الأحـرار

غلام علی آزاد اپنے نبی کا ایک امّتی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد و احفاد کے خانوادہ والا تبار سے ادنیٰ نسبت رکھتا ہے اور اس نسبتِ خاندانی کی بنا پر وہ لوگوں کے سامنے اپنی اس نسبت پر فخر کرتا ہے۔

أهـدى اِلـيـــه الـلـــه ورد تـحـية مـا فـاحـت الـريّا من الـنـوّار

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہمیشہ سلامتی و رحمت بھیجتا رہے جب تک کلیوں سے عنبر آگیں خوشبو افشانی کا سلسلہ جاری رہے۔

قافية الراء : (6)

ألا يـا ليل طـلـت عـلى الحيارى وظـنـى أن قـضـى ولد الحبـارى

اب شبِ دیجور تو ایک گم کردہ راہ سراپا سرگرداں شخص پر طویل ہوگئی، میرا گمان ہے کہ شاید سُرخاب کا بچہ اس دارفانی سے کوچ کر چکا ہے۔

ألسـت سلالة الكـروان فـاشكر عـلـى مـا خـرت أجنحة كبـارا

اگر تم کرَوان (لمبی چونچ کا بھورے رنگ کا پرندہ جو رات کو سوتا نہیں ہے) کی نسل سے نہیں ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو بڑے بڑے پروں کے ذریعہ دوسرے پرندوں پر فضیلت دی ہے۔

وكـــان أبـوك عيــارا نـفـورا مـن الانسـان فـالـتزم الـفـرارا

تمہارے والد بزرگوار فریب دہندہ اور نفرت انگیز سلوک کے دلدادہ تھے اور انسانوں سے نفرت کرتے تھے اس لیے تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم راہ فرار اختیار کرو۔

ثـقيل أنـت فـى الـنـادى علينا فـقـم مستـعـجـلا ودع الـوقـارا

تم مجلس ہم نفساں میں ہمارے لیے بوجھ ہو، اس لیے جلد از جلد اُٹھو اور ہماری بیٹھک اور نشست سے فوراً دور ہو جاؤ۔

أطـلــت عـليك ألسـنة البـرايـا وصـرت عـلـى خـواطـرهم غبـارا

مخلوق خداوندی کی زبانیں تمہارے سلسلہ میں کچھ اچھی رائے نہیں رکھتیں اور تم ان کے دلوں پر

بے حیثیت غبار کی طرح ہو۔

ألا اِن کـنـت مستـمعـا غیـورا فـحـاول مـن مـجـالسهم فـرارا

اگر تم یہ سب باتیں سن رہے ہو اور تم میں تھوڑی بہت غیرت بھی ہے تو تم ان کی نشستوں سے راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرو۔

ولا تتـوقف الـعـقـلاء آنـا مـع الأعـداء فـاجـتـنـب الـقـرارا

اور خردمندوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ دشمنوں کے ساتھ تھوڑی دیر بھی رہنا پسند نہیں کرتے اس لیے خردمندوں کی مجلسوں میں بیٹھنے سے اجتناب کرو۔

ومـا عـقـد صدغك مستـحيلا ويـمكـن عـقـد أصداغ الـعذارى

اور تمہارا شقیقہ گوش سے کوئی امید باندھنا ناممکن سی بات ہے، ہاں پاکدامن دوشیزاؤں کے شقیقہ گوش سے پیمانِ وفا باندھنا ممکن ہے۔

عیـونك نـاظـرات وافـرات فـكـيف أروم مـن يـدك استـتـارا

تمہاری آنکھیں بہ کثرت ادھر ادھر تمام چیزوں کو دیکھتی رہتی ہیں تو چاہ کر بھی تمہاری نگاہوں سے چھپنا ممکن نہیں ہے۔

ومـالك فی بـنـی العباس شغل عـلـی عـلـی سـودت الشعـارا

اور بنو عباس کے سلسلہ میں تمہاری کارستانیوں کا کیا مطلب ہے، اور آخر تو نے ان کے یونیفارم (شعار) کو سیاہ کیوں بنادیا؟

سـأخبـر عـن جـفـاء الليل شمسا مبـاركة تبـدلـه نهـارا

اور میں مبارک نیّر تاباں کو شب دیجور کے تغافل و جفا کی اطلاع ضرور دوں گا جو سورج رات کو دن میں تبدیل کر دیتا ہے۔

رسـول الـلّـه مستـنـد البـرايـا أفـاد الـديـن والـدنـيـا فـخـارا

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق کے لیے سند کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ نے دین اور دنیا دونوں کو عظمت ووقار سے نوازا۔

أجـل الـلـؤلـؤ الـغـالـی سـحـابـا وأسـنـی السـيـد الـعـالـی نـزارا

آپ نے قیمتی موتی کو بادلوں کی عظمت عطا کی اور آپ کی ذات والا تبار نے قبیلہ نزار کی عظمت میں چار چاند لگادیا۔

رأی هـو فـی جبیـن العرش نورا   ومـوسـیٰ فـی جبیـن الطور نـارا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کی پیشانی پر نور کا جلوہ دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور کی پیشانی پر آگ کا مشاہدہ کیا۔

وقـطـع لـحـظـه بـدرا مـضیـئـا   کـــان مهـنـدا قـطـع الـخیـارا

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارہ نے بدر منیر کو دوٹکڑے کر دیا اور آپ، ہندی شمشیر برّاں کی طرح تھے جس نے مشرکین کے سر برآوردہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

هـو الـشـجـر الـرطـیب یریك نورا   دع الـنــار الـضـعیـفة والـعـفـارا

وہ ایسا تروتازہ درخت ہے جو تمھیں نور کا مشاہدہ کراتا ہے، اس لیے اس آگ کو چھوڑ دو جو بجھنے کے قریب ہے اور اس درخت کو بھی خیر باد کہو جس سے لوگ آگ نکالنے کا کام لیتے ہیں۔

یـدانـی بـقـعة الـبـطـحـاء بـحـر   وأروی مـــاء ه الـصـافـی دیـــارا

وادی بطحا سمندر کی ہم سری کرتی ہے، اور اس وادی کے صاف وشفاف آبِ شیریں نے پورے پورے علاقہ کو سیراب کر رکھا ہے۔

وأطـفـأ مــاء هـذا الـبـحـر نـاراً   وأبــقـــی مــن کـرامة مـنـــارا

اس سمندر کے پانی نے آتش کفر وشرک اور آتش حقد وعداوت کو بجھا دیا اور اپنی اعلیٰ قدروں سے شرافت وانسانیت کے میناروں کو عظمت عطا کی۔

قـضــی أعـداء ه السـفـهـاء غیظـاً   بـــدور الـــمـوت لایـدع الـشــرارا

اس نے آپ کے ناعاقبت اندیش دشمنوں کو غیظ وغضب سے مار ڈالا، ان کی آبادیوں میں موت رقص کرنے لگی اور زندگی کی کوئی رمق تک باقی نہیں رہی۔

مـــآل الـشـــامـتیــن بــه قـبیـح   ومـن یـذق الـطـلاء یـجـد خـمـارا

جو لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلہ میں دریدہ ذہنی کا مظاہرہ کر رہے تھے ان کا انجام بہت برا ہوا اور جو انگور کا رس چکھے گا وہ ضرور شراب کا لطف محسوس کرے گا۔

یــحــولـنــا الـجـمــان بـلا عـنــاء   وفــاق هــذه الـجـدوی الـبـحـارا

وہ بغیر کسی مشقت کے موتی جیسے قیمتی کالبد میں ہمیں بدل دیتے ہیں اور اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے وہ سمندر سے عظمت میں بڑھے ہوئے ہیں جہاں قطرۂ آب نیساں موتی کی شکل اختیار کرتا ہے۔

رأة الـرائـی سـراجــاً فـی زجـاج   إذا مــا شـرف الـمـخـتــار غــارا

جب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غار کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا تو دیکھنے والے نے دیکھا کہ وہاں ایک فروزاں چراغ ہے جو کانچ میں رکھا ہوا ہے۔

هـو الـغـيـم الـروی بـلا مـراء　　　أليـس يـمـيـنـه شـفـت الأوارا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بلا شک وشبہ ابرِ باراں کی طرح ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آپ کے دستِ مبارک سے نکلنے والے آبِ شیریں نے تشنہ لبوں کی تشنہ لبی دور کی۔

ذهبـت اِليـه مـن أمـد بـعيـد　　　ومـن يـبـغـى الشـذى يأتى العرارا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے میں نے لمبی مسافت سے رختِ سفر باندھا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو شخص خوشبو کا طلبگار ہو، اُسے چاہئے کہ عرار (سرزمین عرب میں پایا جانے والا درخت جس کے پھول خوشبودار ہوتے ہیں) کے پاس آئے۔

أعـن آزاد يـا عـضـد البـرايـا　　　وأنـت مـوفـق تـرعـى الـجـوارا

اے اپنی شریعت کے ذریعہ راہ راست کے متلاشی افراد کی مدد کرنے والے! آزاد کی بھی مدد فرما، اور آپ کو تو توفیق ایزدی حاصل ہے اور آپ ہمیشہ پڑوسیوں کے ساتھ رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

قافية العين

يـحـن اِلى ظل الاثيلات والـع　　　فيـا ساجع الوعساء هل أنت سامع

حجاز کے درخت کی چھاؤں تلے بیتے دنوں کی یادیں عاشق زار کو وقفہ وقفہ سے ستاتی ہیں تو اے ریگستان میں زمزمہ سنجی کرنے والے کیا تم ان احساسات کو سن رہے ہو۔

تطير واِن طوقت فى الغور ساليا　　　وبيـنـى وبين الغور حالت موانع

تم پہاڑوں کے درمیان کی وادیوں میں محصور ہونے کے باوجود، غم واندوہ کی دنیا سے بہت دور محو پرواز ہو اور میرا حال یہ ہے کہ میرے اور ان وادیوں کے درمیان ہزاروں رکاوٹیں حائل ہیں۔

أرى لـونك الأصلى مازال بالهوى　　　وغيـر لـونـى فيـو أصفر فـاقع

میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ عشق وعاشقی کے باوجود تمہارا فطری رنگ اب بھی باقی ہے وہ زائل نہیں ہوا ہے اور میری کیفیت یہ ہے کہ عشق نے میرے رنگ کو بے رنگ کر کے گہرے زرد رنگ میں تبدیل کر دیا ہے۔

أَصِيحُ بـأطلالِ التهـائمِ جـازِعًـا　　　وأنـتَ بـأغصانِ الحَدائقِ ساجِع

میں تہامہ کے ٹیلوں میں حیرانی وپریشانی کی حالت میں چیخ وپکار میں مصروف ہوں اور تم باغوں کی ٹہنیوں پر زمزمہ سنجی میں مصروف ہو۔

فَـاخبـر رَعـاكَ اللّـه عن ظَبياتِها أهـنّ اِلـىَ الأحبـابِ يـوماً رَوَاجع

اللہ تمھیں اچھا رکھے، ذرا ان وادیوں کی ہرنیوں کے احوال سے مجھے باخبر کرنا، کیا وہ کبھی اپنے ہم نفسوں اور عاشقوں کے پاس لوٹ کر جائیں گی۔

نسيـم الصَّبا أهلاً وَسهلاً ومرحباً شـميم خزامى المنحنى منك ضائع

اے بادِ نسیم تمہاری آمد مبارک ہو، تمہاری آمد سے موڑ پر واقع وادی خزامیٰ (خزامی: ایک خوشبودار گھاس) کی بھینی بھینی خوشبو ہر طرف پھیل رہی ہے اور مشام جاں کو معطر کر رہی ہے۔

تبـاركـت مـعتـلا ففيك شذى اِلى مـعـالـجة المرضى لعمرى مسارع

مبتلائے مرضِ عشق کے لیے تیری آمد باعثِ خیر و برکت ہے، کیوں کہ تجھ میں نہاں خوشبو مریضوں کے علاج کے سلسلہ میں سریع التاثیر ہے۔

لك الـخيـر يـا غيـمـا ألث بعـالج لأنـت عـلـى شبـح الحمايل هامع

اے بادل تمہارا بھلا ہو، مہوشوں کی اقامت گاہ: ریگستانی ٹیلوں پر آج جم کر برس، اس لیے کہ تو بلند و بالا ٹیلوں پر خوب برستا ہے۔

رويـت بسلسال الغدير فهل ترى يـعـوز بـرشـح مـن زلالك طـامع

تو اپنے آبِ شیریں سے تالابوں اور نہروں کو لب ریز کر دیتا ہے اور تیرے آب شیریں کا دل دادہ کوئی بھی شخص تجھ سے محرومی کا شاکی نہیں ہوتا۔

وأرجـو سيـكـفيـنيك ذورافة لـه أصـابـع لـلـمـاء الـمعين منـابع

اور میں اس کا قائل ہوں کہ تیری تلافی اس ذات والا تبار سے ہو جاتی ہے جس کے انگشتہائے مبارک آبِ شیریں کے چشمے تھے۔

مـحـمـد الهـادى اِلـى الحق دينـه سـراج اِلـى صبح الـقيـامة لامع

محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کا لایا ہوا دین برحق ہے، اور وہ حق کی طرف ہدایت کا ذریعہ و وسیلہ ہے اور آپ کے دین کا چراغ صبحِ قیامت تک فروزاں رہے گا۔

هو الكوكب السيار فى فلك الهدىٰ لـه الأنبيـاء الـمـصـطـفون لطالع

ہدایت کے گنبد نیلی فام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت محوخرام سیارہ کی ہے، جس سے اللہ کے منتخب انبیائے کرام کسبِ فیض کرتے ہیں۔

لاغـرو أن جـاز السـمـاء بجسمـه هـو الـجـوهر الشفاف للنور مانع

اس میں شک نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسمانی طور پر آسمانوں سے گذرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور آپ نور کے صاف وشفاف جوہر ہیں جو کثیف شئے کو روکنے والا ہے۔

وکیف نری مسراہ لیلۃ ھجرۃ نواظر فی عین السھاد ھواجع

اور ہجرت کی شب میں آنکھیں آپ کو کس طرح دیکھ پاتیں، وہ آنکھیں تو خواب گاہوں میں نیند کے مزہ لے رہی تھیں۔

فللّٰہ دوح مد أظلال لطفہ وما برحت فیہ الثمار الأیانع

اللہ ہی کے لیے ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درخت سایہ دار کی وسعت، کہ اللہ نے اس کے لطف وکرم کے سایہ کو بہت زیادہ پھیلا دیا ہے اور اس درخت کے پختہ پھلوں سے لوگوں کو شادکام کرنے کا سلسلۂ دراز جاری ہے۔

ألاک لداؤود الحدید کرامۃ وللمصطفیٰ سمر وبیض قواطع

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم (موم کی طرح) بنا دیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر اور آپ کی تلواریں کشتے کے پشتے لگانے والی تھیں۔

یقوم شفیعا للعصاۃ تفضلاً فیغبطھم فی ھذہ الحال طائع

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن بہ طور رحمت وشفقت گناہ گاروں کی شفاعت کا فریضہ انجام دیں گے، اس صورت حال کو دیکھ کر ایمان لا کر آپ کی اطاعت کرنے والے نیک افراد ان گناہ گاروں پر رشک کریں گے۔

تشرفت فی الرؤیا برؤیۃ وجھہ لقد نورت عین بروق سواطع

میں خواب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت سے شرف یاب ہوا، اس زیارت سے آنکھیں ضیاپاش اور روشن ہوگئیں۔

تبسم عن شق العقیق فراقنی جمان سقاہ اللّٰہ أبیض ناصع

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم بھی فرمادیا، ایسا محسوس ہو رہا تھا عقیق کے ریزے ہوں، سفید موتی جیسے دندانِ مبارک میری آنکھوں کو بہت بھائے۔

وأصبح عن حال المتیم سائلاً ھنالک سألت عن جفونی المدامع

اور اس موقع پر آپ نے آشفتہ سر عاشق کی حالت زار کے بارے میں بھی استفسار فرمایا، اس وقت فرطِ مسرت سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

علـى عبـده آزاد أقبـل راحـماً كما ترحم الطفل الصغير المراضع

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چاہنے والے غلام علی آزاد پر نظر عنایت بھی فرمائی، جس طرح دودھ پلانے والی ماں اپنے چھوٹے شیر خوار بچہ پر ترس کھاتی ہے۔

ومـا كـان هـذا رتبتـي فـي جنابه ولـكـن أخـلاق الـنبـي لـواضـح

میری یہ حیثیت نہیں کہ میں اس لطف وکرم کا استحقاق رکھتا، لیکن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی کرشمہ سازی تھی کہ میں اس لطف وکرم سے بہرہ ور ہوسکا۔

فصلى عليه الله ما اخضرت الربى وصاحت على الغصن الرطيب السواجع

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے حد رحمتیں نازل فرمائے جب تک ٹیلے سرسبز وشاداب رہیں اور جب تک سبز ڈالیوں پر زمزمہ سنج پرندے محوِ زمزمہ سنجی رہیں۔

وعـزتـه هـم لـلـنجـاة سقـائن وأصـحـابـه هـم بـارقـات لوامع

اور رحمتیں نازل ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت پر جو نجات کے سلسلہ میں کشتیوں کی حیثیت رکھتے ہیں، اور آپ کے اصحاب پر بھی اللہ کی رحمتیں ہوں جن کی حیثیت ضیا پاش اور نور افگن ستاروں کی ہے۔

قافية اللام : (1)

سبحان من أرق العشاق فی الأزل وزان نـاظـرة الـغـزلان بالكحل

پاک ہے وہ ذات جلّ جلالہ جس نے ازل ہی میں عاشقوں کی قسمت میں غلامی لکھ دی اور ہرنوں کی آنکھوں کو سرمگیں بنا کر ایسی آرائش عطا کی کہ انھیں ہمدوش لعل وگہر بنا دیا۔

هـو الـذى جـعـل الأكبـاد راضية بـأمسهـم من ذوات الأعين النجل

اس ذاتِ الٰہی نے عاشقوں کے دلوں کو اس بات پر بھی راضی کر لیا کہ وہ بڑی اور خوب صورت آنکھوں والی حسیناؤں کے تیر نظر کھا کر مسکراتے رہیں۔

أصـابـنـى بـالعوالى سهم رامية شهيـرـة بـمهـلـة مـن بـنـى ثعل

میں ٹیلہ پر خیمہ زن تھا کہ بنی ثعلب (لومڑیوں کا خانوادہ) کی ہرنیوں میں سے ایک مشہور تیر افگن ہرنی کا تیر میرے سینہ میں لگا۔

مـن لـى بـفـاتـنة صيـنت كمقلتها بـمـرهـفـات مـعـرلـة عـن الـحلل

اس فتنہ ساز حسینہ کے جور وجفا سے مجھے کون بچائے گا جس کو اس کی آنکھ کی طرح مژگانِ بلاخیز

سے زینت دی گئی ہے اور جو روایتی لباس اور سامان جنگ سے مُعریٰ ہے۔

مضى زمان لقينا فيه جيرتنا   عفى المهيمن عن آياتنا الأول

وہ لمحات گذر گئے جن میں، میں اپنی اس پڑوسن سے کبھی ملا تھا، اللہ اس زمانے کی ہماری ان لغزشوں کو معاف فرمائے۔

نعد شوقا واخلاصا مناقبهم   بسبحة من لآلى أبحر المقل

ہم ان کے اوصاف ومناقب کا شمار، شوق واخلاص سے آنکھوں کے سمندروں سے نکلے ہوئے موتیوں سے بنی ہوئی تسبیح سے کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

قاموا فشدوا رحال البين وانفصمت   عراى ساعة حلوا عقلة الجمل

ان لوگوں نے رختِ سفر باندھنے کی تیاری شروع کی اور ہجر کی سواری کو سفر کرنے کے لیے تیار کرلیا اور جب ان لوگوں نے اونٹنیوں کی رسّی کھول لی تو یک لخت وصل کی کڑی ٹوٹ گئی۔

نأن أثر حدالة العيس أفئدة   يا ليتها تجعل الأجراس للإبل

اور جس وقت اونٹ کے حدی خوانوں نے حدی خوانی شروع کی تو دل ڈوبنے لگا، کاش کہ اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹیاں ہوتیں۔

أيام حمام أطلت السجع فى فتن   تعال نبك ولو آنا على الطلل

اے کبوتری تو آخر کب تک شاخوں پر زمزمہ سنجی میں مصروف رہے گی، آ تاکہ ہم سب مل کر تھوڑی دیر ہی سہی، ٹیلوں پر نامہ وشیون کرلیں۔

لعل ساكنة الوعساء ترحمنا   نرجو المجال وهذا منهج الثمل

شاید ریگستانی ٹیلوں میں اقامت گزیں ماہ رخ حسینہ کو ہم پر رحم آجائے، ہم تھوڑی بہت دادرسی کے متمنی ہیں اور فریادیوں کا یہی طریقۂ کار رہوتا ہے۔

عود الكواكب حتم أثر ما أفلت   فما لعزة لا تبدو من الكلل

ڈھلنے کے بعد ستاروں کی واپسی یقینی ہے، کوئی بلندی ایسی نہیں ہے جو پستی اور زوال سے مستثنیٰ ہو۔

ألم بى طيف من أهوى ليشفيتى   أترتوى كبد الظمآن بالبلل

جو میری چاہتوں کا مرکز ہے، اس کا سراپائے جمال ابھی ابھی میرے دماغ سے ٹکرایا ہے، اے راحتِ جاں کیا تم تشنہ لب کے کلیجہ کو آبِ شیریں سے سیراب کرنے پر آمادہ ہو۔

ألام يا أيها اللوام تعذلنى   يضر كلم فؤادى مرهم العذل

اے ملامت گرو! آخر کب تک مریض عشق کو ملامت کرتے رہو گے، تم ملامت گر کو زخموں کو اپنی نمک پاشی کے ذریعہ اور ہرا کر دیتے ہیں۔

رأی الأساۃ مریض فی معالجتی الا التی ترکتنی فی ید العلل

میرے علاج و معالجہ کے سلسلہ میں طبیبوں کی رائے اور ان کے تمام نسخہ ہائے شفا میری نظر میں فرسودہ اور دور-از-کار ہیں، ہاں اس کا نسخہ نسخہء شفا ہے جس نے مجھے اس بیماری میں بے دست و پا کر کے چھوڑ رکھا ہے۔

طال السقام اِلی أن صرت محتضراً یا رحمۃ للمنی عودی علی عجل

میری بیماری طول پکڑتی جارہی ہے اور اب تو دم واپسیں بر سرِ راہ ہے اور اب تو اللہ ہی اللہ ہے، اے میری آرزوؤں کے مرکز راحتِ جاں! آ اور شتابی کر۔

وقبل أن تدخلی بیتاً سکنت بہ لا شك یبرئنی صوف من الجعل

جو غریب خانہ میرا مسکن ہے، اس میں تمہارے قدوم میمنت لزوم سے پہلے، مجھے یقین ہے کہ روئی کے ایک پھایا سے مجھے مکمل شفایابی حاصل ہو جائے گی۔

ان المجاز وأیم اللّٰہ قنطرۃ طوبی لمن جاز محفوظاً من الزلل

بخدا وہ گزرگاہِ عشق پل صراط سے کم نہیں ہے، قابل مبارکباد ہے وہ شخص جس نے خیر و عافیت کے ساتھ اس کو عبور کرلیا۔

فانظر اِلی من تجلی فی مظاھرہ سبحانہ وتعالیٰ منتھی الأمل

اس ذات والا تبار کو دیکھو جو بہ کمالِ شوکت وسطوت روئے زمین پر جلوہ افروز ہوا، اللہ کی ذات پاک اور بہت بلند و بالا ہے، یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات آرزوؤں کی معراج ہے۔

غرست للّٰہ تسبیحا وارقب أن أنال أثمارہ فی أقصر المھل

میں مسلسل اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل میں مشغول ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس کی برکتوں سے کم سے کم مدت میں میں فیض یاب ہو جاؤں گا۔

بجاہ من أثمرت أشجارہ عجلا عوناً لعبد عتیق حار فی العمل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت ورسالت کے طفیل کھجور کے درخت اسی سال بارآور ہوئے جس سال لگائے گئے، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کی آزادی کی راہ میں حائل

رکاوٹوں کو دور فرما دیا جو اپنی روزانہ کی مزدوری کے ذریعہ آزادی کے زرفدیہ کی ادائیگی سے قاصر تھا۔

هـو الـذی دلـنـا لـطفاً علی شجر یـفـیـد فـی کـل حیـن یـانع الأکل

اس ذات گرامی نے از راہِ لطف وکرم اس شجر اسلام کی طرف ہماری رہ نمائی فرمائی جو ہر آن اپنے برگ و بار سے ہمیں شاد کام کرتا رہتا ہے۔

مـحـمـد زیـنة الأفـلاك عـنـصـره ووشـی أردیة الأسـحـار والأصل

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے لیے باعث زینت وسرفرازی ہیں اور آپ کی ذات ہی نے ردائے سلسلہ روز وشب کو جمال وکمال عطا فرمایا ہے۔

فـوق الـعـبـاد وبـعـد الرب مرتبة وجـوهـر نـزه عـن وصمة المثل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ومرتبہ میں ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کے مصداق ہیں اور انسانوں میں آپ کا کوئی ہمسر ومدّ مقابل تو ہے ہی نہیں، اور آپ ایسے بے نظیر جوہر ہیں جو دوئی سے پاک اور منزّہ ہے۔

سـنـاه مبـدء آثـار مـکـونة والابـتـداء مـدار الحکم فی الجمل

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم ناسوت کی تخلیق کے سبب عظمت کے مقام بلند پر فائز کیا اور کارہائے نمایاں میں حکم کا دارومدار عموماً آغاز پر ہوتا ہے۔

تبـارك اللّـه بـدر لا مـحـاق لـه وخـاتـم فـصـه نـور بلا حـول

اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بابرکت ہے جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا بدر کامل بنایا جس میں دور دور تک ظلمت وتاریکی کا نام ونشان نہیں ہے اور آپ کے نگینہ انگشتری میں ایسا نور ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

لـقـد رأی الـفـقـر اقبـالا بنصرته حتـی غـدا غـرة فی جبهة الدول

یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فقر الی اللہ آپ کے لیے خدائی نصرت کا پیش خیمہ تھا اور یہی فقر کائنات کی پیشانی کا طمغۂ امتیاز بن گیا۔

أراد خیـر الـوری زیدت مناصبه الـقـاء حـضـرتـه العلیا من القلل

خیر الوریٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کے اقبال کو بلند رکھنے) ایک بار پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو زمین پر گرانا چاہا۔

فـاللّـه مـن صهوته الأفلاك مکنه جـزاء مـا رامـه فـی ذروة الجبل

تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس عمل سے محفوظ رکھا اور پہاڑ کی چوٹی سے گرنے کا آپ نے جو ارادہ فرمایا تھا اس کے بدلے میں اللہ نے آپ کو آسمان کی بلندیوں تک سیر کرنے کی عزت بخشی۔

لاغـرو أن أخـر الـخلاق بعثتـه هـو المقدم فى المعنى على الرسل

اگر چہ کہ بعثت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام کے بعد تشریف لائے لیکن معنوی اعتبار سے آپ تمام انبیائے کرام سے مقدم ہیں۔

فـمبـدل مـنــه فى الإنشـاء توطية وإنـمــا نـظـر الـمـنشى إلى البدل

کیوں کہ ایک انشاء پرداز و ادیب اپنے شذرات کا آغاز اگر چہ کہ تمہید سے کرتا ہے لیکن اصل مضمون ہی اس کا منزلِ مقصود ہوتا ہے، تمہید نہیں۔

فـازت بـفـصـل ربيـع شاة معبرة كـأنـمـا الشمس حلت دارة الحمل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ پُر بہار و کفِ ابر باراں کی برکت سے بکری کے تھن دودھ سے پُر ہوگئے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سورج برج حمل میں داخل ہوگیا ہے۔

وأطـفأ النار نار الفرس وهو غداً ينجى العصاة من النيران والشعل

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا میں ظہور قدسی ہوا تو آتش کدہ فارس کی آتش سوزاں بجھ کر خاکستر ہوگئی اور ان شاء اللہ تعالیٰ کل آخرت میں آپ گناہ گاروں کو آتش جہنم اور اس کے شعلوں سے نجات دلائیں گے۔

أظـلــه الـغيـم فــى آنـاء هـاجـرة سـقاه فى الترب صوب العارض الهطل

دوپہر کی شدت کی دھوپ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر پر سایہ فگن ہوا اور سخت قحط سالی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلسل ابر باراں کے ذریعہ جامِ آبِ شیریں سے شادکام کیا۔

الـحـمـد لـلّــه رب الـطـول شرفنا بأشرف الخلق هادى أشرف السبل

مالک بخشش و غنا اللہ کے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں جس نے ہمیں سب سے بہتر راستے کی طرف ہدایت دینے والے سید الخلائق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے نوازا۔

جلا عروس من الدين الجميل على مـنـصة الـدهر فى حلى وفى حلل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے زمین پر خوبصورت ترین دین کی زیورات اور لباس فاخرہ میں

ملبوس دلہن سے کائنات انسانی کو روشناس کرایا۔

جـاء ت فـعـطـلـت الأديـان ملتـه طلاوة البحر تمحو رونق الوشل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت بیضاء جب مِنصّہ شہود پر آئی تو اس نے تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر دیا اور اس کے وجود پر خط نسخ پھیر دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تلاطم خیز سمندر کا جلال محدود و مقدار میں موجود پانی کے جمالِ وجود کو حرف غلط کی طرح مٹا دیتا ہے۔

مـا أحـضر الدين والآفاق موطئه والسهـم غـايته قصوى من الأسل

کائنات کا کوئی مذہب آپ کی نظیر نہ پیش کر سکا اور تیر کی خوبی کی انتہاء یہ ہوتی ہے کہ وہ لچکدار، لمبا اور تیز ہو۔

خـص الِالـه بـأوفى الأجر أمتـه وانـمـا عـمـلـوا لـلّـه فـى الطفل

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ پورے پورے اجر وثواب سے آپ کی امت کے دامن مراد کو بھرنے کا اعزاز بخشا ہے کیونکہ آپ کی امت کے افراد تمام چھوٹے بڑے اعمال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوش نودی کے لیے انجام دیتے ہیں۔

حـالـت اِلـى أرغب البيتين قبلته وديـنــه أثبـت الأديـان لم يحل

اللہ تعالیٰ کے دونوں گھروں (بیت المقدس اور خانہ کعبہ) میں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پسندیدہ گھر خانہ کعبہ کی طرف تحویل قبلہ کے ذریعہ آپ کی ڈھارس بندھائی گئی اور تمام مذاہب و ادیان میں آپ کا لایا ہوا دین سب سے بہتر اور قائم ودائم رہنے والا دین ہے جو کبھی زوال پذیر نہ ہوگا:

لـو قـدم الـلّـه فى يـونان حكمته لـمـا تـكـلـم أفـلاطـون بـالـمثل

اگر یونان کے حکماء اور فلسفیوں کے سامنے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمت ودانائی کے بھرپور جوامع الکلم پیش فرما دیتا تو افلاطون جیسے دانا حکیم کو بھی حکمت و دانائی کے بول بولنے کی جسارت نہ ہوتی۔

لـقـد تشمر فى صف الجهاد على اِقـامة الـديـن بـالعسـالة الـزبل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت دین کی خاطر نرم اور باریک نیزوں کے ذریعہ میدان جہاد میں دشمنوں کے خلاف علم نبرد آزمائی (جنگ کا پرچم) بلند فرمایا۔

بـحبلـه فاتقوا يا قوم واحترزوا عـن حبـل هالكته فى حلقة الوثل

اے لوگو! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور اس رسّی کو تھامنے

اور پکڑنے سے بچو جو کھجور کی چھال سے بنی ہوئی ہے اور جو اپنے تھامنے والے کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔

ما أدركت فئة عميا جلالته　　　يا ليتها نتثنى عن مسلك الجدل

ایک جماعت کورچشمی کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وسطوت اور آپ کے جلال ووقار کا ادراک نہ کرسکی، کاش کہ ہم بحث وتکرار کے لایعنی اور دوراز کار طریقہ سے بچنے کی کوشش کرتے۔

بئس المريض الذی صفراء ه غلبت　　　فبات يدرك طعم الصاب فی العسل

وہ مریض کس قدر لعنت کا مستحق ہے جو صفراء کی کثرت اور اس کے غلبہ کی وجہ سے شہد کے بارے میں یہ کہے کہ یہ تو اندرائن کے پھل کی طرح کڑوا اور بدمزہ ہے۔

يا أيها المبدأ الفياض مرحمة　　　أنت الحيا وأنا الكوی بالغلل

اے مبدأ فیاض، اس طرف بھی ایک نگاہ کرم ہو، کیوں کہ تم بارش ہو اور میں تشنہ کامی سے جاں بہ لب ہوں۔

أروم فوزی بالزوراء ثانية　　　اِبان يحصل لی علٌ علی النهل

میں دوبارہ اس دیار پاک کی حاضری سے فائز المرام ہونا چاہتا ہوں اور یہ آرزو رکھتا ہوں کہ اس قدر پیوں کہ شکم سیر ہو جاؤں اور ہمیشہ کے لیے تشنہ لبی جاتی رہے۔

المرتضیٰ هو نفس المصطفیٰ فلذا　　　غلام خدمتك العليا غلام علی

اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مرتضیٰ بھی اور مصطفیٰ بھی ہیں، اس لیے غلام علی آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہے، حاضر ہے۔

علا ثناءك عن أحصاء مقولنا　　　أيجعل البحر فی الإبريق بالحيل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت ومنقبت ہماری مدح سرائی اور زبان وقلم کی دقیقہ سنجیوں کی دسترس سے بہت پرے ہے، کیا لاکھ کوششوں کے باوجود دریا کو کوزہ میں بند کیا جا سکتا ہے؟

إلی جنابك إحدی ورد معذرة　　　ما أشكل الأمر لولا حمرة الخجل

میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں، معذرت کی پنکھڑیاں نچھاور کرنے کی ناتمام کوشش کر رہا ہوں، معاملہ بڑا نازک ہے اور چہرہ شرم سے پانی پانی ہے۔

مولای آزاد بالتقصير معترف　　　فاغفر له إن بدا شیء من الخطل

اے سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آزادؔ کو اپنی بے بضاعتی اور ہیچ مدانی کا دل کی گہرائیوں سے اعتراف ہے، اگر کچھ گستاخی ہوگئی ہو تو ندامت کے ساتھ معافی کا خواستگار ہوں۔

علیك منا تحیات مبارکة ما شنفت اِذن العشاق بالغزل

میری طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکھوں درود اور لاکھوں عطر بیز سلام، اسوقت تک جب تک عاشقوں کے کان مہہ وشوں کے عشوہ و ادا کے تذکرے سے شادکام ہوتے رہیں۔

قافیة اللام (2)

سری من نجدنا نفس القبول وفیه العرف من حسن القبول

محبوبہ کی فرودگاہ کے بالائی حصہ سے بادصبا کے خوش گوار جھونکے آنے لگے ہیں اور اس کے مشک بار جھونکوں میں یقیناً حسن قبولیت کی عطر بیز خوشبو بھی نہاں ہے۔

سقی المنهل من سحب شمالا سقی الملتاح أقداح الشمول

بادشمالی کے دوش پر سوار بادلوں نے پنگھٹ کو لبالب کر دیا اور شمال کی جانب سے اُٹھنے والے بادلوں کے لب ریز ساغروں نے آخر تشنہ لبوں کو شکم سیر کر کے ہی چھوڑا۔

أسرت فلا یخلصنی فداء وشاقی حب رباب الحجول

اب تو میں تیرے ہاتھوں قید و بند کی پُر مسرت زندگی گزار رہا ہوں، اس لیے تجھ سے التجا ہے کہ فدیہ لے کر میری رہائی کی تدبیر میں وقت ضائع نہ کر، کیوں کہ میرے پیر کی بیڑیاں پازیب کی جھنکار سے مرصع مہہ رخوں کی جاں گسل محبتیں ہیں۔

یقول لی العذول دع التصابی ألا اِبلیس تلمیذ العذول

دولت عشق سے بے بہرہ ہجر گزیدہ فرزانے مجھ سے خیر خواہانہ انداز میں کہتے ہیں کہ میاں عاشقی واشقی چھوڑو، اے بےفیضو! کیا تم کسی ملامت گر کے شاگرد رشید ہو۔

ظلال العاشقین هدی عظیم فلا تضلل بقول أبی الفضول

عاشقوں کے دلوں میں اٹھنے والی متلاطم موجیں رہ روانِ راہ عشق کے لیے قیمتی سوغات ہیں، اس لیے ہمہ شما کی باتوں سے متاثر ہو کر اپنی راہ نہ چھوڑو۔

اِلام تکون سلمیٰ فی لثام فهل وجه لتسلیة الملول

اے سلمیٰ آخر پردہ کب تک، پردہ چہرے سے اُٹھا اور تماشائی کر، کچھ تو ہو جس سے میرے دل

پژمردہ کو قرار و سکون ملے۔

تـأنـت فـی المجیء ولا تبـالی فـکیف تـفـوز آمـال الـعـجـول

وہ ماہ رخ قدم رنجائی میں تامل و تاخیر سے کام لے رہی ہے اور کسی کو خاطر میں بھی نہیں لا رہی ہے، ایسی صبر آزما صورت حال میں جلد باز کی آرزوئیں کس طرح شرمندہ تعبیر ہو سکیں گی۔

هـی الـورد الـطـری مـن الـحمیـا أنـا الـعـرف الـخـفـی من النحـول

وہ عشوہ وادا، مروت و نخوت اور خودداری و خود بینی کی وجہ سے سراپا تر و تازہ گلاب اور گل سرخوش ہے اور میں غم عشق سے لاغری کی بنا پر برائے نام صبر و شکیب رہ گیا ہوں۔

الیـلـتـی البهیـمة لسـت فـرعـا لـمـن أهـوی فـمـن لك قـال طولی

اے میری شب دیجور کیا تم اس ماہ رخ کی کاکل سیاہ کی مانند نہیں ہو جس کا میں عاشق زار ہوں، تم ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہارا کون ہے، اس نے کہا کہ طول شبِ فراق میرا ہمدم و دمساز ہے۔

رأیـت مـعـاً هذا فبکیـت حـزنـاً هـی غیـث عـلـی تـلك الـطـلـول

میں نے جب ہمدمی و ہم نفسی کی یہ کیفیت دیکھی تو غم و اندوہ سے رو پڑا، میرے یہی آنسو محبوب کے ان ٹیلوں پر ابر باراں اور ابر گہر بار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وأذکـرنـی حـمـام فـوق غـصـن أنـاشیـد الـحـصـی بید الرسول

اور شاخ پر زمزمہ سنج کبوتر نے مجھے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں محوترنم کنکریوں کی یاد تازہ کر دی۔

أخـی الـعـلیـاء خیـر بـنـی معد أبـی الـزهـراء فـاطمة البتـول

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) معد کے خانوادۂ والا تبار کے رکن رکین ہیں اور فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) بتول کے والد بزرگوار ہیں۔

ومیـض لاح مـن تـلـقـاء قـدس شهـاب جـل عـن نـقـص الأفـول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی روشنی ہیں جو پاک سرزمین کی طرف سے ظاہر ہوئی اور آپ کی حیثیت اس ستارہ کی ہے جو زوال و غروب کے تصور سے پرے ہے۔

هـو الـنـور الـمـقـدس فـی قـدیم تـولـد مـنـه أنـوار الـعـقـول

وہ سراپا مقدس نور، نور ازلی ہے اور اسی نور سے دانش و آگہی کے انوار ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

لـه حـق عـلـی الـعـقلاء مـنـا کـفـاه الـلّـه انـکـار الـجـهـول

اسی لیے دانشوروں اور فکروآ گہی کے دعویدار فرزانوں پران کا حق ہے اور جولوگ عقل وعلم وآ گہی کے دشمن ہیں، اللہ ہی ان کے لیے کافی ہے جوان سے نمٹ لے گا۔

سری الرسل الکریم اِلیہ طرا لأن البحر مصقلة السیول

شب معراج میں تمام انبیائے کرام ومرسلین عظام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اس لیے کہ مدّوجزرسمندر کے لیےفساں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وأما دینہ المخضر فینا فنوار مصون عن ذبول

اور ہمارے درمیان آپ کے ذریعہ لائے ہوئے پررونق دین کی مثال اس کلی کی ہے جو پژمردگی سے محفوظ ومامون ہو۔

رأینا الشمس فی أسد اِذا ما تجلی راکباً ظھر الخیول

ہم نے نیّر تاباں کواس وقت جب وہ اسپ تازہ کی پشت پرسوار ہوکر ظاہر ہوا، بیرون بیشہ، شیر کی ہیئت وشوکت میں دیکھا۔

سقی فی یوم شبت نار حرب عدوا صادیاً ماء الخیول

جس دن میدان کارزار اپنے شباب پر تھا اس دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تشنہ لب دشمنوں کی پیاس گھڑسواروں کی آبدار شمشیر برّاں سے بجھائی۔

واِن تلفت برؤیتہ الأعادی فسیما الأسد قتال الوعول

اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر دشمنوں کے اوسان خطا ہو گئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، یہ تو شیر کی خصوصیت ہے کہ وہ پہاڑی بکروں کو موت کے گھاٹ اتار کر ہی دم لیتا ہے۔

ترقی فی ذری الأفلاك حقاً وشرف أرضي طیبة بالنزول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یقیناً آسمان کی بلندیوں کی سیر کی اور منتہی (سدرۃ المنتہیٰ) تک پہنچے اور آپ نے ہجرت کے ذریعہ سرزمین مدینہ منورہ (طیبہ) کو شرف واعزاز بخشا۔

لقد درت ضروع الشلة لما محا الوسمی آثار المحول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ معجزہ بھی ظاہر ہوا کہ بکری کے خشک تھنوں میں دودھ بھر آئے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ موسم بہار کی پہلی بارش ہی قحط سالی کے تمام اثرات وآثار کو یک لخت نابود کردیتی ہے۔

أداء مدیحہ أمر محال تحیر فیہ آراء الفحول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصف ومنقبت کا کوئی حق ادا کر سکے یہ ناممکن سی بات ہے، بڑے بڑے قادرالکلام شعراء کے طائرِ تخیل نے اپنے بال وپر کی شکستگی اور درماندگی کا برملا اعتراف کیا ہے۔

أغـث آزاد يـا مـولى الـموالى وكـن عـونـاً لـه يـوم الـقـفـول

اے بے آسراؤں کے آسرا آزاد کی دست گیری کر اور قیامت کے دن اس بے بس کے لیے سہارا بن جانا۔

عـليـه تـحية مـخـضـرة مـا نمت خضر الفروع من الأصول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تر وتازہ گل ہائے درود وسلام کی سوغات پیش ہے، اس وقت تک جب تک گنجان درختوں کی شاخوں پر سرخوش وشاداب پتے اپنی بہار دکھلاتے رہیں۔

قافية اللام (3)

ولـلـحـمـامة بيـن السال والضال تـطير طـلـق الـمحيا فارغ البال

کیا ہی بختاور ہے وہ کبوتری جو کبھی اسی چشمے سے اس چشمے تک اور کبھی اس وادی سے اس وادی تک خرم وشاد، پیکرِ زیبائی ورعنائی بن کر محوِ پرواز ہے۔

لو ذاقت العشق ما غنت وما طوبت وأهـالها غـفـلـت عن هذه الحال

اگر وہ عشق چشیدہ ہوتی تو نہ گاتی اور نہ زمزمہ سنجی کرتی اور عشق اس کو ایسی دہشت ووحشت میں مبتلا کرتا کہ وہ طرب افشانی اور نشاط انگیزی سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لیتی۔

اِن الـغـرام مـن الـمـنـان مـوهبة ألا ولـى الـهوى لاخيـر فى السال

عشق خدائے ذوالجلال کی طرف سے عاشق کے حق میں ایک گراں قدر عطیہ ہے، سن لو میں تو عشق کا قتیل ہوں، میرا چشموں اور جھرنوں سے کیا لینا دینا۔

يا صاح ملت بذات الشيخ من أصم اِلـى غـزال بـراح الـفـتـح مـيـال

اے میرے ہم نفسو! میں ناصحوں اور ملامت گروں کی نصیحت وملامت سے گراں گوش ہو کر لالہ فام مہہ جبیں پر دل وجان نثار کر رہا ہوں اور بادہء کامرانی ومئے سرخ روئی سے سرشار ہو کر آپے سے باہر ہوں۔

مـا نشـوتـى بـهـديـر من مطوقة ميـاسة أسـمعتنى صوت خلخال

میں تو اس سراپا رعنائی وجمال طوق زدہ کبوتری کی صدائے کوکو پر فدا ہوں جس نے پازیب کی

صدائے دل رُبا گوش شنوا تک پہنچا کر مجھے ہیجان میں مبتلا کر رکھا ہے۔

بمهجتی خلبية تختال نافرة فلا يفيدها اِشراك آمالی

میری جان کی قسم وہ سراپا رعنا دل رُبا ہے، پیکر عشوہ وادا ہے، اپنے آپ میں مگن ہے، اس لیے اسے میری آرزوؤں کو شرمندہ تعبیر کرنے کی کوئی فکر دامن گیر نہیں ہے۔

ساق الركائب جمال وعلمنی نوح الفراق بتفصيل واِجمال

ساربان قافلے کے ساتھ سرگرم سفر ہے اور اس نے اجمالاً اور تفصیلاً مجھے فراق و ہجر کے گریہ و بکا سے باخبر کر دیا ہے۔

لثمت أخفاف أظعان وقلت لها يا ليتنی كنت من خدام جمال

میں نے از راہ مہر و وفا اونٹنیوں کے پیروں کو بوسہ دیا اور ہودہ میں سوار راحت جان سے میں نے التجا کی کہ کاش میں ساربانوں کے خدّام کی صف میں جگہ پانے کی سعادت حاصل کرتا۔

يا من قضت اتصل الالحاظ معذرة لأنت مشهورة فينا بقتال

اے تیرِ نیم کش کی ماہر حسینہ، تو نے آخر مجھے اپنے تیر نظر سے شکار کر ہی لیا تو دل پر پتھر رکھ کر سن، میں معذرت کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تم عاشقوں کی دنیا میں ''قاتلہ'' کے لقب سے مشہور ہو۔

ثابت فالدهر يرمينی ويمسكنی كأننی قرعة فی كف رمّال

میں تو ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہوں لیکن ظالم زمانہ اپنی چیرہ دستی اور مشق ناز و ستم میں بڑا اسبک دست واقع ہوا ہے، میں اس وقت نجومی کی ہتھیلی کا زائچہ بن کر رہ گیا ہوں۔

وقلت ناهيك من طيف اخلقه أتسقينی عطش الملتاح بالآل

میں نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ چھوڑو ان خیالات کو جو میرے قلب و دماغ میں زیر دوراں ہیں، یہ بتاؤ کہ کیا تم ایک تشنہ لب کی تشنہ لبی کو آبِ شیریں سے بجھانے کی جرأت کر سکتی ہو۔

أيا غزالة عودی مثل ما رجعت وطاوعت أمره من مرشد عال

اے راحت جاں ہرنی اب تو لوٹ جا اب میں نے تمام چیزوں سے توبہ کر لیا ہے اور اپنے مرشد و رہنما کے حکم کی تعمیل میں سر تسلیم خم کر لیا ہے۔

محمد عمت الأشياء بعثته فاق النّبيين فی جاه واِجلال

وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی عمومی بعثت ساری کائنات کے لیے ہے اور جو جاہ و جلال میں تمام انبیائے کرام سے بڑھے ہوئے ہیں۔

تـا اللّٰـہ مـا خـلـفوا اِلا نجـاتھم　　　　ھـنـا الـمقدم موقوف علی التالی

خدا کی قسم تمام لوگوں کی نجات ان پر ایمان لانے پرموقوف ہے اور یہاں مقدم تالی پرموقوف ہے (مقدم اور تالی منطق کی اصلاح ہے جس کی بنیاد پر نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے)۔

ھـو السـحـاب الذی جدواہ دائمة　　　　سقی ریاض المنی أمطار أفضال

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ ابر کرم ہیں جس کا فیض سدا بہار ہے اور جنھوں نے اپنی عنایات و کرم فرمائیوں کی بارش سے آرزوؤں کے باغات کو سیراب کیا ہے۔

ذو شـوکة سـخـر الآفاق عسکرہ　　　　حـبـاہ رب الـوری رایـات اِقبـال

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب سطوت اور داور شکوہ وطمطراق ہیں، آپ کے لشکر نے آفاق کو مسخر کرلیا اور مخلوق کے ربّ نے آپ کو ایسے پرچم سے نوازا جو کبھی سرنگوں نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ لہراتا ہی رہا۔

لـمـا أتـی جـعـل الـمحرج معتدلا　　　　کـم ھـمـزة ألف فـی حـال اِبدال

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے کج رووں کو راہ مستقیم پر گامزن کر کے سیدھا کر دیا جیسا کہ املاء میں بسا اوقات ابدال کی شکل میں ہمزہ الف کی شکل میں بدل جاتا ہے۔

وشـق بـدر الـدجیٰ اِیماء أصبعہ　　　　نـعـم وأصبعـہ مـفـتـاح أفـعـال

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارہ سے تاریکی کو دور کرنے والا ماہ تمام دو ٹکڑے ہو گیا اور اس سے بڑھ کر نکتہ کی بات یہ ہے کہ آپ کی انگلی تمام مہمات کی شاہ کلید ہے۔

تبـارك الـلّٰـہ روت مـعشراً ظمئوا　　　　أنهـاره الـخـمسة الـعلها بسلسال

عظیم و بابرکت ذات، ذات الٰہی نے اپنے پانچ وقیع دریاؤں کے آب شیریں سے ایسی جماعتوں کو سیراب کیا جو ایک مدت سے العطش العطش کی صدائے مسلسل لگا رہی تھیں۔

وقبـل أن یسأل العافون ینجدھم　　　　لأدخـل فـی جـودہ العالی لا مهال

معافی کے خواستگاروں کی طلب و استدعاء سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام معافی کا اعلان فرما دیتے ہیں اور بغیر ادنیٰ تاخیر کے اپنے سائبان جود و کرم کی چھاؤں میں لوگوں کو پناہ دیتے ہیں۔

بـدر سـوی أنـہ مـا فیـہ منقصة　　　　وقـد مـحـا نـورہ ظـلـماء اضلال

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ تمام ہیں لیکن ماہ تمام میں موجود عیب و نقص سے آپ پاک ہیں

اور آپ کے نور نبوت نے گم راہی کی تمام تر ظلمتوں کو مٹا دیا۔

نـجـم الثرى والثريا يستضىء به اِنـى رأيـت مثلـه أحداق آصـال

زمین و آسمان کے ماہ وانجم اسی کی ذات گرامی سے کسب نور کرتے ہیں، میں نے مہینہ کی آخری شبوں کی تاریکیوں میں اس کا بذاتِ خود مشاہدہ کیا ہے۔

آزاد مـنـتـظـم فـى سـلك عتـرتـه هـذه مـنـحة مـن عـنـد مـفـضـال

آزادؔ بھی خانوادہ والا تبار کے سلسلہ طلائی سے منسلک ہے اور یہ بھی بغیر کسی استحقاق کے مالک جود و کرم اللہ کا انعام ہے۔

نسـجـت كـابن زهير برد مدحته لـقـد غـدا قـلـم الأستـاذ منوالى

میں نے بھی حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح ردائے مدحت ونعت بُننے کی کوشش کی ہے، اور اس طرح استاذ کے رشحاتِ قلم کی میں نے پیروی کرنے کی حتی الامکان کاوش کی ہے۔

جـعـلـت تـعـريـفه ذخراً لآخرتى ومـدح خيـر الـبـرايـا خير أعمال

میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منقبت ونعت کو اپنی آخرت کا توشہ بنایا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ سید الخلائق کی منقبت نویسی بہترین اعمال میں سے ہے۔

لـلّـه وصف الـذى فـاقـت خلائقه يفوح عرف البشام الرطب من قال

اللہ ہی کے لیے ہیں اس ذات گرامی کے اوصاف جس کے اخلاق بلندی میں ہمدوش ثریّا ہیں اور دہان واصف (نعت گو) سے تر و تازہ بشام (خوشبودار درخت حجاز) کی خوشبو پھوٹ رہی ہے۔

مـا أحسن المنطق الموزون أحبه يـوم الـموازين من أخيار وأمثال

اس التجا آمیز گفتگو کے جمال عظمت کا کیا کہنا جو قیامت کے دن نیکوں اور نیکو کاروں کی شفاعت گری کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوگی۔

صل عـلـى زيـنة الأيـم خـالقـنـا مـا عـاد فى بركـات عيد شوال

ہمارے خالق و مالک کی رحمت، سلسلہ روز وشب کی زینت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو اس وقت تک جب تک شوال کی عید کی برکتیں بار بار ہمیں شادکام کرتی رہیں۔

قافية اللام (4)

لـلّـه مـائسة كـغـصـن الـصـندل أرجـت بـريـاها حواشى المحفل

اللہ ہی کے لیے اس سراپا عشوہ و ناز کی کرشمہ سازیاں ہیں جو صندل کی ڈالیوں کی طرح سراپا

نزاکت وخوشبو ہے،اس کی خوشبو سے محفل کے گوشے گوشے معطر ہو گئے ہیں۔

أضـمية نشـرت روائح مسكهـا فشـفـقت من الخفقان قلب مؤمل

اضم (پہاڑ) کے کہستانی سلسلہ کی وادیوں میں خیمہ زن مہرِ نیم روز نے اپنی مشک بار خوشبو کو ہر سو بکھیر رکھا ہے اور ادھر صورت حال یہ ہے کہ عاشق کا دل دھڑکن کی شدت سے ڈوبا جا رہا ہے۔

سـمـراء معـتدل القـوام كـأنهـا قـصـب وسـكـره حـلـى تـدلـل

اس گندم گوں خوب روحسینہ کی جسمانی ساخت بہت سڈول ومتناسب ہے، گویا کہ وہ پوردار گنے کا پودا ہے اور اس کے غمزے اس سراپا عشوہ وناز کو مرقع حسن بنانے والے زیورات ہیں۔

اِن أبـصـر الـطـاووس زينة لونها يـخـفـضـن ظـفـرتها جناح تذلل

اگر طاؤس صد ہزار رنگ اس سراپائے جمال کی ایک جھلک بھی دیکھ لے تو شرم سے اپنے پر سے اپنے پیر کے ناخنوں کو چھپانے لگے۔

يـا حبـذا اِن حـتـمتـى لهب الهوى اِن الـسـعـيـر لـجـنـة لسـمـنـدل

خوشا! اگر عشق کے شعلے مجھے خاکستر کر دیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ آتش سوزاں، سَمَنْدَر (آگ میں رہنے والا ایک کیڑا، جس کی غذا آگ ہے، اگر اسے آگ سے نکال دیں تو مر جائے گا) کے لیے جاں فزا جنت ہے۔

اِن الـنـسيـم متـى يـجـىء عنـاية حتـى يـعـطـرنـى بـنـفـحة سنبل

سراپا مہر ووفا بادِ نسیم آخر تو کب اپنی آمد سے مجھے شاد کام کرے گی اور سُنبل کے عطر بیز جھونکے سے میرے مشام جاں کو معطر کرنے کی ساعت سعید کب آئے گی؟

قـولـوا لـه أنـت الـكـريم المرتجى فـاسـمـح بـنـكهة عـنـبـر وقرنفل

یہ التجا ان کے گوش گذار کر دیجیے کہ ساری آرزوئیں تمہاری بخشش وعطا سے وابستہ ہیں، تو ذرا لونگ اور عنبر کی دل آویز خوشبو کو بکھیر کر اپنے جودوسخا کا مظاہرہ کرو۔

أملت من قلب الحسان جوى الهوى وطـمـت فـى شـىء عجيب مشكل

میں نے مہہ رخوں کے دلوں میں سوزش عشق سے شفایابی کی امید رکھی (یہ میری غلطی تھی) اور اس خام خیالی کی وجہ سے میں عجیب مخمصہ میں پڑ گیا۔

فيـه البـرودة كـالـطباشير الذى تـحـويـه أجـواف الـقـنـى الذيل

اس میں اس چھڑی کی طرح خنکی اور برودت ہے جو خشک اور پتلے تیر کے کھوکھلے حصے پر حاوی

ہوتا ہے۔

بـل ذك الـمـاس ثـمـين صـلـب　　　　مـا لان قـط عـلـى الغريب الأرمل

بلکہ وہ سخت اور قیمتی الماس (ہیرا) کی طرح ہے جو کبھی بھی بے بس و بے کس کے لیے نرم نہیں پڑی:

يا صاح فيم نحوم حول المُنحَنَى　　　　والـرقـمتيـن ورامتيـن وحـومـل

اے میرے ہمدم آخر ہم کب تک وادی کے موڑ، دونوں ٹیلوں، دونوں گھاٹیوں اور حومل کا چکر کاٹتے رہیں۔

أتميل قلبك حيث شئت من الهوى　　　　مـا الـحـب اِلا لـلـحبيـب الأول

اے ہرجائی حسینہ تو عشق کے معاملات میں جس طرح چاہے دل کو استعمال کرتی رہتی ہے، اس کے برعکس میرا حال یہ ہے کہ میرے عشق میں ثبات ودوام ہے کیوں کہ محبت تو ازلی محبوب سے ہی ہوتی ہے۔

الأبـطـحـى الهاشـمـى مـحـمـد　　　　خيـر البـريـات النبى المرسل

میرے محبوب تو مکہ مکرمہ کے مکین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہاشمی ہیں جو تمام مخلوق میں سب سے برتر واعلیٰ ہیں اور اللہ کے فرستادہ رسول ہیں۔

شـجـر تـرعـرع فى حديقة هاشم　　　　أكـرم بـدوح فـى الـعلا متـأصل

بنی ہاشم کے باغ میں وہ درخت عنفوان شباب کو پہنچا ہے، وہ درخت سایہ دار کس قدر باعظمت ہے جس کی جڑیں بلندیوں میں پیوست ہیں۔

أثـمـاره مـمـتـازة عـن غيـرهـا　　　　يـفشى السفرجل ما بسر الحنظل

اس کے پھل دوسرے پھلوں کے مقابلہ میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں، وہ حنظل (کڑوا پھل) کے مغز کی بجائے بہی (بغیر بیج کا انار) کے شیریں دانوں سے لوگوں کو شاد کام کرتے ہیں۔

فـرده جـلـيـل لا بشـاهـد مثلـه　　　　فـا اللّـه رؤيتـه شـفـاء الأحول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات عظیم و بے نظیر ہے، بخدا آپ کا دیدار بھینگے کے لیے باعث شفا ہے۔

هدم الاِله حصون من جحد الهدى　　　　ووفى النبى عن العدى فى الغنظل

جن لوگوں نے قبولِ ہدایت سے انکار کیا، اللہ نے ان کے قلعوں کو زمین بوس کر دیا اور ان لوگوں

نے مصائب وآلام سے تنگ آ کر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں دشمنی سے دست برداری اختیار کی۔

جعلت له شم الرواسی عسجدا ما عدها قطعا لحبة خردل

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بڑے بڑے پہاڑ سونے میں تبدیل کر دیئے گئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے ان پہاڑوں کو رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی اہمیت نہ دی۔

جاز الثری ثم الثریا عارجا حتی أتانا بالطریق الأسهل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج میں زمینی سفر کے بعد آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے ثریا سے بھی آگے بڑھ گئے اور پھر آسمانی راستے سے ہمارے درمیان لوٹ بھی آئے۔

قد خلص البیت الحرام عن العدی لفتاته مفتاح باب مقفل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو دشمنوں سے بازیافت کرایا اور آپ کی عنایتیں بند دروازوں کی کنجیاں ہیں۔

فاضت بأوصاف النبی یراعتی بحر النبوة أصل هذا الجدول

میرے کلکِ خام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بیان میں بڑی چابک دستی دکھلائی ہے، اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بحرِ نبوت ہی میری اس آبجو کی اساس و بنیاد ہے۔

آزاد عبد مارح لك راجیاً من سوحك الفیحا حسن تقبل

غلام علی آزاد بلگرامی آپ کی منقبت نویسی میں مصروف ہے اور جناب والا سے حسن قبولیت کا آرزومند و خواہاں ہے۔

وعلی أقاربه الذین تطهروا وعلی صحابته الکرام الکمل

اور اللہ کی رحمت ہو آپ پر اور آپ کے پاک اہل بیت پر اور آپ کے پاک دل و پاک باز ستودہ صفات صحابہ کرام پر۔

قافیة اللام (5)

سری من ریاض الهند عرف القرنفل وعط یا بشری دماغ المؤمل

چمنستانِ ہند سے لونگ کی خوشبو نے رختِ سفر باندھا اور سراپا آرزو عاشقِ بیمار کے قلب و دماغ کو وارے نیارے کر گئی، اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

صدعت بآلام الفراق فجاء نی نسیم وداوانی بنفحة صندل

تو نے جب ہجر کے آلام ومصائب کی مجھے آماجگاہ بنا کر چھوڑا، تو اس وقت نسیم صبح گاہی نے میری دستگیری کی اور صندل کے عطر بیز جھونکے سے میرے مرضِ عشق کا علاج ومعالجہ کیا۔

جزی اللّٰه بالحسنی علیلا معالجاً شفائی وأحیانی بدارة جلجل

اللہ اس مریض معالج کو جزائے خیر دے جس نے مجھے شفا کی دولتِ بے بہا سے سرفراز کیا اور مقام دارِ جلجل پر مجھے حیاتِ نو بخشی۔

سمعت من الورقاء روایة الحمی تقول الصبا واللّٰه حلال معضل

میں نے فاختہ کی زبانی مہ رخوں کی فرودگاہ کی پوری روداد سنی، وہ بڑے وثوق سے یہ کہہ رہی تھی کہ بخدا بادِ صبا مشکل کشا ہے۔

فقلت لها برهان ما قلت واضح فاِن الصبا مفتاح کِمّ مقفل

میں نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ تمہاری بات مبنی بر حقیقت ہے کیوں کہ یہ بات تو آئے دن مشاہدہ میں آتی رہتی ہے کہ بادِ صبا، غلاف میں مقید شگوفے کو شگفتگی عطا کرتی ہے۔

سقی للّٰه أیاما مضین بذی طوی مضیء یروق العارض المتعلل

اللہ ان بیتے دنوں کو بارآور فرمائے جو وادی ذی طویٰ میں گذرے، وہیں پر ضیا پاش ماہ رخ خیمہ زن ہے جہاں نرم خرام بادل اٹکھیلیوں میں مصروف ہے۔

تؤمل نفسی اِن بعدن کرامة وأنت خبیر بالرجاء المخیل

بُعدِ مسافت کے باوجود مروّت وشرافت کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ عرض کروں کہ میری رگ جان میں آرزوؤں کے مرکز تم ہی ہو اور تمھیں اس راہ میں بادیہ پیما عشاق کے ناپید تخیلاتی آرزومندیوں کا خوب اندازہ ہے۔

أهیم وعینی لا تتمّ دموعها أدور دواما فی البکاء المسلسل

میں گریہ مسلسل بنا ہوا ہوں اور سیلابِ اشک اپنے شباب پر ہے جس کا بہ ظاہر تھمنا ناممکن نظر آرہا ہے اور آہ وبکا میں ایسا گرفتار ہوں جس سے گلوخلاصی مشکل ہے۔

ویعلم ربی ما تمر علی من مصائب تاباها جبال التحمل

اور خدائے علیم وخبیر جانتا ہے کہ میں جن آلام ومصائب سے دوچار ہوں، پہاڑ میں بھی تاب نہیں کہ ان آلام ومصائب کو برداشت کر سکے۔

بـروحـی فتـاة عاهدت برجوعها فیـالیتهـا تـوفی بـعهـد مسـوّل

میری جان کی قسم، اس ماہ رخ حسینہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ضرور لوٹ کر آئے گی، کاش وہ سراپا ناز وعشوہ اپنا وعدہ وفا کرتی۔

أتـصغين یا سلمی وأنت بمهجتی اِلیك حـنیـن الـجـازع الـمتـململ

اے سلمیٰ کیا تم گوش بر آواز ہو اور کیا تم کو مجبور کے اس تنے کا حال معلوم ہے جو سراپا گریہ اور سراپا مرغ بسمل بنا ہوا تھا۔

تـراء یـت فـی أهل الـحجاز کریمة فاِن تطمعی فی صدق ظن فأجملی

باشندگان حجاز میں، میں نے ایک شریف النفس خاتون کا عکس دیکھا ہے تو اگر تمھیں اس سلسلہ میں کوئی دلچسپی ہے تو صبر وسکون سے میری بات سنو۔

رمـانـی زمـان جـائـر لا بـموجب وأبـعـد فـی عـن دار ذات التدلل

زمانے نے بلاوجہ مجھ پر جور وستم کے پہاڑ ڈھائے اور مجھے اس سراپا عشوہ وناز کی فرودگاہ سے دربدر کردیا۔

فـکـل جـمـیـل بـعد زینب ساء نی وضاقت علی الأرض من بعد حومل

زینب کے بعد ہر طرز عمل سے مجھے قلبی تکلیف پہنچی ہے اور وادی ریگ زار سے علیحدگی کے بعد پوری روئے زمین مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔

خـلیـلـی أنـا نازحون عن الحمی قـفا بنك من ذکری حبیب ومنزل

اے میرے ہمدم! اب ہم اپنی فرودگاہ سے رختِ سفر باندھنے والے ہیں، تھوڑی دیر رکو، تاکہ محبوبہ اور اس کی قیام گاہ کی یاد کو تازہ کر کے اشکوں کا نذرانہ پیش کرسکوں۔

أبـی القاسم الأسنی مقاما ومحتداً غـیــاث الـبـرایــا عـروة المتوسل

ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا مقام ومرتبہ بہت اعلیٰ وارفع تھا اور وہ مخلوق خداوندی کی امیدوں کے مرکز تھے اور اپنے چاہنے والوں کے لیے مضبوط کڑی تھے۔

لـقـد خـصـه الـخـلاق أوّل بعثة بـجـلـبــاب لـطـق یـالـه من مزمل

خالق کائنات، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعثت اوّلین سے سرفراز کیا تھا، گویا اللہ کے لطف وکرم کا سائبان آپ پر تنا ہوا تھا، زہے قسمت آپ مزمل (چادر اوڑھنے والے) بھی تھے۔

أفيض على الاحر وحی مقدس فصدقه الحبر الفطين ابن نوفل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غار حراء میں مقدس وحی نازل ہوئی جس کے وحی خداوندی ہونے کی تصدیق صاحب فہم وذکا ادیان وصحف سماوی کے ماہر عالم دین ورقہ ابن نوفل نے کی۔

اِمام جليل القدر كان افتخاره بحلّة فقر لا يتاح مكلل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات انسانی کے عالی مرتبہ اور جلیل القدر امام و پیشوا ہیں اور طرّہ وتاج کے بجائے فقر آپ کے لیے باعث اعتزاز وافتخار تھا۔

سراج زجاج بالعوالم حافل أنار الدجی فيه بنور مكلمل

صاف وشفاف کانچ میں فروزاں یہ چراغ پوری کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اس چراغ نے مکمل ضیا پاشی کے ذریعہ ظلمت کدہ کو بقعۂ نور بنا دیا ہے۔

دعانا نبی هاشمی اِلی الهدی ودل علی دين قويم مدلل

نبی ہاشمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی طرف بلایا اور سیدھے اور ہر اعتبار سے درست دین کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔

ويحضر فی يوم القيامة قائداً لكل نقی من أغر محجل

اور قیامت کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام (روشن، درخشندہ، اور ستودہ صفات افراد) کے قائد ورہنما بن کر حاضر ہوں گے۔

علا الفلك الأعلی بقلب منور وطرف بنور الاتقاء مكحل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روشن ومنور دل کے ذریعہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچے اور تقویٰ و پرہیزگاری کا نور آپ کے لیے سرمۂ چشم بنا۔

حمائم كانت فی نصيبين آمنت بما سمعوا من ذی كلام مرتل

نصیبین (ایک مقام کا نام) میں کچھ واقف کار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس وقت ایمان لے آئے جب ان تک آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے شذرات پہنچے۔

عرفنا بتخليص الغزالة أنه لنا مثل أم أو أب متفضل

ماہ رخ آہو سے پیچھا چھڑانے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہمارے لیے ماں اور باپ کی طرح سراپا شفقت ورحمت ہے۔

يمين أولی الأحسان بحراً تجوزا ويمناه بالتحقيق أعذب منهل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک کرم گستری اور مہر افشانی میں بحر مواج سے بڑھ کر ہے اور آپ کا دست مبارک یقیناً چشمہ شیریں ہے۔

ولو لطفت یوما صباہ بحنظل لألفی أحلی لذۃ من سفرجل

اگر زندگی کے کچھ لمحات میں حنظل (کڑوا پھل) کی تلخی سے دوچار ہوا تو اس کے بعد ایسے بھی جاں آفریں لمحات آئے جن میں بہی (بغیر دانے کا انار) سے بھی شیریں لذیذ تر باد بہاری سے شاد کام ہوا۔

شممت نسیما من عواطر سوحۃ نسیت بہ واللّٰہ نفحۃ مندل

دیار حبیب سے محو خرام عطر بیز باد نسیم نے میرے مشام جاں کو ایسا معطر کیا کہ بخدا میں عود کی فرحت بخش خوشبو کو بھول گیا۔

أنا العبد آزاد الخفوق فؤادہ وأنت سلولی وأحسن موئلی

آزاد کا دل سرگشتہ ڈوبا جارہا ہے اور آپ ہی (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے وجہ تسلی وسکون اور آپ ہی ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ ہیں۔

مدحتك اِخلاصا ووجھك مقصدی وإن کنت مشغولا بحسن التغزل

میں نے منقبت گستری اور نعت نویسی صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے کی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا تبار سے محبت میرا سرمایہ ہے، اگر چہ گاہے بہ گاہے میدانِ غزل میں بھی میرا رخش قلم اپنی جولانی دکھاتا ہے۔

عرضت متاعا کان فی ید قدرتی وإنی لأرجو منك حسن التقبل

جو کچھ میری زنبیلِ کلکِ خام میں تھا، میں نے ہمت جٹا کر اسے بارگاہ عالی میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، بس یہ تمنا ہے کہ اسے شرفِ قبولیت عطا ہو جائے۔

علیك وجمامات الصلوۃ نثرن ما تنزل غیث من سحائب ھطل

میں نے درود وسلام کے بے حساب زر وجواہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نچھاور کیے ہیں اور اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک ابرِ باراں سے موسلا دھار بارش کا سلسلہ جاری رہے گا۔

قافیۃ اللام (6)

خرجت أدمعی من المقل واستفادت زیارۃ الطلل

میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور محبوب کے کھنڈرات کی زیارت سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

جهـدت فـــى ارتــواء غـلتـــه أذهبــت عـــنــــه مــنة السبــل

ان آنسوؤں نے اس کی پیاس کو بجھانے کی بھرپور کوشش کی اور بارش کی منت پذیری واحسان مندی سے اس کو بے نیاز رکھا۔

طــلــل ســـار مــنــه صـاحبـه نــقـلة الشـمـس حـرـة الـحـمـل

کھنڈرات کی فرودگاہیں اپنے مکینوں سے خالی پڑی ہیں جس طرح سورج کے برج حمل کے چھوڑ دینے کے بعد برج حمل خالی رہ جاتا ہے۔

مــنـــزل ليـــس فيـــه عـــامـره كــفــؤاد خــلا عــن الــجـــذل

دولت کدہ اپنے مکینوں سے خالی ہے، جس طرح کوئی دل جذباتِ مسرت وشادمانی سے عاری ہو۔

زم يـــوم الـــوداع نـــاقتـــــه ورمـــى الـحــاضـرين فى الملل

رخصتی کے دن اس کی اونٹنی بار بار سر اٹھانے لگی اور حاضرین محفل کو رنج وملال میں مبتلا کر دیا۔

ثـــم لـــمـــا ســـرت مـطيتـــه وقــع الــقـــوم فـــى ســلاجـمـل

پھر جب اس کی سواری محوخرام ہوئی تو پوری قوم حزن وغم میں ڈوب گئی۔

رد لــحـظـى بسدل بــرقـعــه فـــانـثـنـى فى نهــايـة الـخـجـل

میری نگاہ اس کے برقعے کے بیرونی لٹکے ہوئے حصے سے ٹکرا کر واپس آ گئی اور نہایت شرمندگی وخجالت سے پانی پانی ہوگئی۔

لايــخـــلـــى ولا يــضيــعــنـــى أنـــا بيــن الـحيـــلـة والأجـل

نہ صاف اقرار کا مژدہ جاں فزا ہے اور نہ صاف انکار کی تراوش نعمت غیر مترقبہ، اب نوبت بہ ایں جاں رسید کہ میں موت وحیات کی کش مکش کے درمیان ہچکولے کھا رہا ہوں۔

واغـــــاثـــــاه عــم مــقــلتــــه طــوقـتــنـــى بــحـلـقة الـكـحـل

اے غوث اعظم، داتا ودستگیر ذات الٰہی، خالقِ ارض وسماء، ایک مضطر ومجبور کی مدد فرما، اب تو اس کی آنکھیں ساون کی جھڑی کا منظر پیش کر رہی ہیں اور اس کی سرمگیں آنکھوں کے حلقوں نے مجھے بیڑیوں میں مقید کر رکھا ہے۔

طــرفـــه بـــالــدلال معتـمــر راقــص بيــنــنـــا مـع الكسل

اس کی فتنہ ساز سرمگیں آنکھیں سراپا عشوہ وناز بنی ہوئی ہیں اور ہمارے درمیان ناز ادا سے رقصاں ہیں۔

کــلــمتــنــی عیــونـــه لــذا خــلــت اِن قــامــت الـقـيـامة لی

جب اس کی آنکھیں مجھ سے ہم کلام ہوئیں تو ایسا محسوس ہوا کہ اب روز محشر اپنی فتنہ سامانیوں کے ساتھ ہم آغوش ہے۔

استــزدت الــكـلام مــن فـمــه فــرمیــت الـسـمـــاع فـی الثـقـل

میں نے اس کے لب شیریں سے مزید سامانِ جراحت دل کا مطالبہ کیا تو اس نے میری التجا کو زنبیل گراں گوشی کی نذر کردیا۔

طيـفـــه فـی الـمـنـام يبسـطـنـی هــل يــزدل الــعـطـاش بـالبـلـل

خواب میں اس کا خیال جاں فزا ہوتا ہے لیکن جو سراپا تشنہ ہو، کیا محض خنکی اس کے لیے نوید مسرت ہوسکتی ہے۔

لايشـــم السـلاـــة نــفـحتـــه أرج الـــورد قـــاتــل الــجـعــل

بے حس اس کی خوشبو سونگھنے سے عاجز رہتے ہیں اور گلاب کی خوشبو کرمِ آبی کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔

رام قتــلـــی بسهـم مـقـلتـــه فــاتــر الـطـرف من بـنـی ثـعـل

اس نے اپنے مژگاں کے تیر سے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی، اس کی بینائی کمزور ہے اور اس کا تعلق ثعل (وہ کیڑا جو مشک میں پیدا ہوتا ہے اس کے بد بودار ہونے کے بعد) کے خانوادے سے ہے۔

شــق صــدری وقــال فـزت بـمـا فـــاز مبـعـوث بـــارئ الأزل

اس نے میرے سینہ کو چاک کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ میں نے وہ عمل انجام دیا جو خالق کائنات نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔

أشـــرف الأنبيـــاء قـــاطبة نـــاشـــر الشرع نـــاسـخ الـمـلـل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام سے اشرف واعلیٰ ہیں، آپ ایک شریعت کے پھیلانے اور عام کرنے والے ہیں اور تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والے ہیں۔

حــجة الــلّـــه فـــی بـــريــئتـــه مثبــت الــحــق قــاطـع الـجـدل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت، اللہ کی مخلوق میں اللہ کی حجت و دلیل ہے، آپ حق کو ثابت کرنے والے ہیں اور غیر ضروری بحث ومباحثہ کو ختم کرنے والے ہیں۔

أرفـــع الـــمـــرسـلـيـــن مـــرتـبـة فـــارس الـطـرف فـی بـنـی الـعمل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام و مرتبہ میں تمام انبیائے کرام سے اعلیٰ وارفع ہیں اور آپ میدانِ جنگ میں نجیب الطرفین اصیل گھوڑے کی شہ سواری کرنے والے ہیں۔

شارق فی الجلال منفرد نزه عن نقيصة البدل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلال میں نیّرِ تاباں اور یکتائے روزگار ہیں اور کوئی آپ کا نظیر و مثیل ہو اس عیب سے پاک ہیں۔

ممكن فی الوجوب منغمس بالمعلول علة العلل

آپ فانی ہیں لیکن ذاتِ لافانی سے منسلک ہیں، آپ معلول کے ساتھ علت العلل کا مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔

ناصح حسن خلقه عمم حيث أنجى العدى من الضلل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک کے خیر خواہ ہیں اور آپ کے مکارم اخلاق ہر کہہ ومہہ کے لیے عام ہیں، اسی لیے آپ نے جانی دشمنوں کو بھی گمراہی سے نکال کر عذاب جہنم سے بچایا۔

منصف لم تدع عدالته لا لما غير أعين بحل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عدل گستر ہیں آپ کی انصاف پروری نے کسی کو بے کس و ناکس نہیں چھوڑا سوائے ان لوگوں کے جو کور چشم تھے اور عدل سے گریزاں تھے۔

جنة للعيون طلعته وهو نار الهدى على الجبل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار آنکھوں کے لیے جنت جاں آفریں ہے اور آپ ہدایت کی اس آتش فروزاں کی مانند ہیں جو پہاڑ کی چوٹی پر دہک رہی ہو۔

جعلت تذهب استقامته عوج الكافرين بالأسل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استقامت و پامردی نے خدنگ ہوش ربا کے ذریعہ کافروں کی کجی اور بے راہ روی کو ملیا میٹ کر دیا۔

مقتضى التوتيا وعادته أن يذب الذباب لا الرجل

تو تیا کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مکھیوں کو بھگاتا ہے اور انسانوں کو دولتِ سکون سے بہرہ مند کرتا ہے۔

عادة النوع غير معجبة فهو إعجاز أفضل الرسل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے وہ تو سید الانبیاء علیہ السلام کا اعجاز ہے۔

قطع الصاحب الکرامۃ فی أقصر الوقت أطول السبل

صاحب اعجاز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کم سے کم اوقات میں بہت لمبی مسافت طے کی۔

فاق ضوء الضحی وصاحبہ والخیال السریع فی العجل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہر و ماہ کی روشنی سے بھی زیادہ تیز گام تھے اور آپ سرعت رفتار میں تخیلات کی حدوں سے بھی پرے تھے۔

بات بالعرش ضیف خالقہ وتعشی بأنفس النزل

شب معراج میں عرش پر آپ اپنے خالق کے مہمان بنے اور پاکیزہ وحی الٰہی کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

یدہ مزنۃ مبارکۃ غسلت نقش صفحۃ البخل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک اس بابرکت ابر باراں کی طرح ہے جس نے کفر و شرک کے نقوش کو دھو کر صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

أنبتَ اللّٰہ فِی حَدِیقِتِہ شَجَراً فِیہِ اَطیبُ الأکل

اللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باغ میں ایسے درخت پیدا کیے جس کے پھل سب سے بہتر پھل تھے۔

یتباھی بِلَالہ شَرَفاً شَأنہ فَائقٌ عَلَی زحل

آپ کا بلال اپنے عز و شرف پر فخر کرتا ہے، اس کا مقام زحل سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

عنیۃ النشاتین فی یدہ حاز فی الفقر منتھی الدول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی دونوں ہتھیلیوں میں سخت کام کرنے کی وجہ سے گٹھے پڑے ہوئے تھے، آپ فقر میں اس کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

شیم الشمس کیف أضبطھا ھل یصان الشعاع بالجبل

سورج کی خصوصیات کو کیا ضبط تحریر میں لانا ممکن ہے؟ لیکن پہاڑ کی آڑ سے سورج کی شعاعوں کو روکا جا سکتا ہے۔

أیھا البارق العزیز ندی روّ زرعی بوابل ھطل

اے قریب تر از رگِ جاں ابرِ باراں تجھ سے بخشش و سخاوت کی التجا ہے، میری کھیتی کو زوردار بارش کے ذریعہ اچھی طرح سیراب کر دے۔

يتـلـظـى الأوام فـى كبـدى نـجّـنـى مـن حـرارة الـغـلـل

شدت تشنہ لبی کی وجہ سے جان جوکھم میں ہے، تجھے خدا کا واسطہ مجھے تشنہ لبی کی حرارت وشدت سے نجات دلا۔

قـطـرة مـن نـداك لا فـظـة اكتـفـى مـن رواك بـالـوشـل

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بخشش کا ایک قطرہ ہی میرے لیے سمندر کی حیثیت رکھتا ہے اور آپ سے کم زیادہ بھی ملے تو میرے لیے کافی ہے۔

أنـت مـولاى آسـنـى كـرمـاً شـأنك الاهتـمـام بـالـخـول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سردار ہیں، اس لیے براہِ مہربانی میری خبر گیری کیجیے، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں آپ کا طرزِ عمل زبان زدِ عوام وخواص ہے۔

فـوز آزاد فيك مـنـحـصـر جـد بـمـا عـنـده من الأمل

آزاد کی کامیابی آپ سے محبت اور آپ پر ایمان پر منحصر ہے اس کی آرزو کے بہ قدر اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیجیے۔

رب هـب وردـة الـصـلاة لـه مـا تـغـنـى الـحـمـام بـالـغـزل

اے اللہ اپنے حبیب پر فضل ورحمت کی گل افشانی فرما اس وقت تک جب تک کبوتر محوِ غزل خوانی رہے۔

قافية اللام (7)

يـا قوم ملقى على الوعساء مقتول هل فى القبائل أهل النجد مسئول

اے لوگو! ریت کے ٹیلے پر مقتول کی لاش بے گور وکفن پڑی ہوئی ہے، اے اہل نجد کیا یہاں آباد قبیلوں میں کوئی اس کا ذمہ دار بھی ہے۔

قـولـوا لـنـا كيف هـذا الأمر منكم وعـن بـصائركم لم يخف مجهول

اے دیار حبیب کے باسیو کچھ تو مہر سکوت توڑو اور بتاؤ کہ یہ بات آپ لوگوں سے ابھی تک کیوں پوشیدہ رہی، حالاں کہ آپ جیسے دیدہ وروں سے معمولی چیزیں بھی پوشیدہ نہیں رہتیں۔

اِنـى لأعـرف اعـرابية قتلـت متيـمـا دمـه الـمسفـوح مـطلول

میں ایک لالہ رخ اعرابیہ سے واقف ہوں جس نے اس عاشقِ سرگشتہ سر کو قتل کیا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس کا معصوم خون قصاص نہ لینے کی وجہ سے ضائع ہو رہا ہے۔

لـكـنـنـى أين وسعى أن أبوح به هـذا دم مـن لسان الخلق مغسول

لیکن میری کیا مجال کہ میں اس حقیقت کا برملا اظہار کروں، یہ ایسا خون ہے جسے لوگوں کی زبانوں نے دھوڈالا ہے۔

قتــالــه دم مـن يـفشى سريرتهـا بين الورى بدم المقتول موصول

وہ سراپا عشوہ و ادا، مشاق قاتل ہے کس میں ہمت ہے کہ لوگوں کے درمیان اس راز کو فاش کرے حالانکہ مقتول کے خون کی سرخی لوگوں تک پہنچ چکی ہے۔

كيف التى فـعـلهـا التقتيل منكرة وذيـلهـا بـدم الـمظـلـوم مبـلـول

وہ مہ ناز قاتلہ قتل میں ملوث ہونے کے باوجود پوری ڈھٹائی سے انکار کررہی ہے حالانکہ اس کا دامن مقتول کے خون سے تر بہ تر ہے۔

أتـأمـرين بدفن الجسم فى جدث اِلام يـلبـث فـى الـرمـضـاء مملول

اگر آپ کی اجازت ہوتو میں اس لاشہ بے جان کو لحد کے سپرد کردوں، یہ بے چارہ بے گوروکفن کب تک دھوپ کی تمازت میں جھلستا پڑا رہے گا۔

رأس الـمتيـم يـوم الـقتـل منقطع وقـلبــه مـن زمـان العشق مبتول

قتل کی واردات کے دن ہی عاشق کا سرتن سے جدا کر دیا گیا اور اس کا دل سوزشِ عشق کی وجہ سے ازکاررفتہ ہو چکا ہے۔

فـرغـت عن ذبح صيد لاحراك به فـفيـم حبـلك فـوق الخد مسدول

تو شکار کو ذبح کرنے سے فارغ ہو چکی ہے اب وہ شکار بے حس وحرکت پڑا ہوا ہے اب تمہاری کاکل سیاہ، رخسار پر کیوں الجھی پڑی ہے۔

قــالـت أتـحسبـنـى لـلـمرء قـاتلة وانــمــا قـاتـل الـعشـاق عـقبـول

اس عشوہ وناز نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں عاشقوں کو موت کے گھاٹ اتارتی ہوں، تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ عاشقوں کے قاتل، خبط الحواس اور سخت جان ہوتے ہیں۔

فثـم بــت عـن التشـنيـع مـنـفعلا اِذا ألـزمتـنى من البرهان عطبول

اس کی اس شماتت آمیز گفتگو سے میں رات بھر انفعالی وشرمساری کا شکار رہا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس خوبصورت دراز قد دوشیزہ نے مجھے پختہ دلائل سے یک گونہ قائل کر دیا تھا۔

بی ظبیة صدغها المسکی منسدل　　　هــذا لـعـمـری لـلآسـاد أحبـول

میرے رابطہ میں ایک ایسی ہرنی ہے جس کا جھکا ہوا عطر بیز شقیقۂ گوش میری عمر کی قسم شیروں کے لیے پھندے اور جال کی حیثیت رکھتا ہے۔

حل الـضـفائر منها کیف ینفعنی　　　فیهـا فـؤادی عـلی ما کان مکبول

کاکل پیچاں کی کشادگی میرے درد کا درماں نہیں ہے کیوں کہ میرا دل اسی زلف پیچاں کا قیدی ہے۔

لـقـد شـکوت اِلی سلمی وقلت لها　　　ظـلـمتـنــی فـفـؤاد الـعبد متبول

میں نے سلمیٰ سے شکایت کے لہجہ میں کہا کہ تو نے خواہ مخواہ مجھ بے بس پر ظلم کیا حالاں کہ اس مجبور کا دل اسی کی محبت میں سرگشتہ ہے۔

قـالـت أآنست فی الغزلان راحمة　　　هـذا الـکـلام وأیـم الـلّـه مـعقول

وہ میری بات غور سے سننے کے بعد یوں مخاطب ہوئی کہ کیا کبھی تم نے مہ رخوں میں نرم خوئی کا مشاہدہ کیا ہے، اس کی یہ بات سن کر میں نے دل میں کہا کہ بخدا اُس کی یہ بات بہت معقول ہے۔

أین الغیاث وأین المشتکی حزنی　　　جـور الـخـرائـد عـند اللّٰه مقبول

کہاں ہیں میری دستگیری کرنے والے اور کہاں ہیں وہ لوگ جن سے میں اپنی روداد غم بیان کرسکوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسیناؤں اور مہ رخوں کے جور و ستم، اللہ کے دربار میں ہمیشہ شرف قبولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

قــال الـوشــلـة سلا آزاد غـانیة　　　بـأدمـعـی اِن هـذا الـقول مجهول

بداندیشوں نے یہ بات اُڑا رکھی ہے کہ ایک حسینہ نے اپنے آنسوؤں سے آزاد کی تسکین خاطر کا سامان مہیا کیا ہے، یہ بے سروپا بات ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

الـعشـق شـیء لـذیـذ کیف أترکـه　　　مرّ الهوی فی مذاق الصب معسول

عشق، عشاق کی تقویم میں پیش خیمہ فصلِ بہار ہے اور وہ جان و دل کو بہت عزیز ہے پھر اس سے کنارہ کشی کیوں کر ممکن ہے، عشق کے قاموس میں اس راہ میں پیش آنے والی کڑواہٹ شہد کی شیرینی کی حیثیت رکھتی ہے۔

لایـغـتـدی رسـن الـعشـاق منتفعاً　　　حبـل الهوی بالید البیضاء مفتول

عاشقوں کی دام ہم رنگ زمیں کی رسیاں کچھ بھی کارگر نہیں ہو رہی ہیں کیوں کہ ان رسّیوں کو مہ

رخوں کے دست حنائی نے بانٹ کر تیار کیا ہے۔

حبل الوفاء من الغزلان منتقض   حبل الغرام من العشاق مجدول

مہ رخوں کی وفاداری اوران کے عہد و پیمان کی ڈور بہت کمزور اور بودی ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں عاشقوں کے مہر ووفا کی رسی اچھی طرح بٹی ہوئی اور مضبوط ہوتی ہے۔

كأنني ساجع من صبح مولده   اِلى زمان يذوق الموت مغلول

گویا کہ میں اس کی پیدائش کی صبح ہی سے محوِترنم ہوں اس وقت تک جب یہ پابہ زنجیر موت کی نیند سو جائے گا۔

حصلت من طرفها الممراض عافية   لقد شفافى من الأسقام معلول

اس کی سرمگیں بیمار آنکھوں سے سکون و عافیت کی دولت بے بہا میرے نصیبہ میں آئی ہے اور طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ ایک بیمار نے مجھے بیماریوں سے شفا کا گنج گراں مایہ عطا کیا ہے۔

كأنما ناظر الحسناء مكتحلاً   بترب نعل رسول اللّٰه مكحول

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مہ لقا کی چشم فسوں ساز، اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کی مٹی سے سرمگیں ہوئی ہے۔

محمد بارق السارين قاطبة   على اِراءة نهج الحق مجبول

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی تمام مخلوق کو روشنی عطا کرنے والے ہیں اور جادہ مستقیم اور راہِ اعتدال کی طرف رہنمائی آپ کی فطرت کا جزء لاینفک ہے۔

من الذى حاز نحو المصطفى شرفاً   ضيائه من ضياء اللّٰه معدول

ہے کوئی ذات و شخصیت جس کے حصہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عظمت و بلندی آئی ہو، اور حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی روشنی، اللہ کی روشنی کا پرتو اور اس کا عکس جمیل ہے۔

مرء تمسك بالتحقيق بان له   أن استوى فى كلا اللفظين مدلول

جس شخص نے بھی تحقیق و ژرف نگاہی سے کام لیا اس پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ آپ پر درج بالا بیان کی گئی دونوں حقیقتیں پورے طور پر چسپاں ہوتی ہیں۔

له على رأس أيام معينة   مجدد برواج الدين مشغول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کے لیے اللہ نے یہ انتظام کیا کہ ایک متعین وقت کے آغاز میں مجدد پیدا ہوگا جو آپ کے لائے ہوئے دین کی تجدید کا فریضہ انجام دے گا۔

فـنـور مـلـتـه قـمـراء فی ظـلـم تـجـديده فی شروع الشهر معمول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی روشنی تاریکی میں چاندنی کی طرح ہے اور صدی کے آغاز میں اس کی تجدید عمل تجدید کا معمول بہ حصہ ہے۔

صـارت لآدم أرض الهـند منهبطاً وفيـه نـور رسـول اللّـه مشغول

سرزمین ہند ہی حضرت آدم علیہ السلام کی فرودگاہ بنی اور آپ کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جلوہ گر تھا۔

مـن هـهـنـا مستبيـن أن سيـدنـا مهـنـد مـن سيـوف اللّـه مسلول

یہاں یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، اللہ کی سونتی ہوئی ہندی شمشیر براں ہے۔

مـا مـن نبـی أقيمت قبل دولتـه اِلا وبـعـد رسـول اللّـه مـفضول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلطنت نبوت کے قیام کے پہلے جو بھی نبوت قائم ہوئی وہ آپ کی نبوت کے بعد از کار رفتہ ہوگئی۔

اِن غـاب كـل نبـی بـعـد بـعثتـه فالنجم عند طلوع الشمس معزول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اگر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ طلوع شمس کے بعد ستارے افق سے غائب ہوجاتے ہیں۔

قـد طهـر اللّـه يوم الشق جوهره هـذا حسـام مـن الأصداء مصقول

شق صدر کے موقع پر اللہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باطن کو مصفّٰی اور مجلّٰی کردیا، یہ ایسی تلوار ہے جو زنگ سے صیقل شدہ ہے۔

اِلـی صـفـات تـزين الناس متصل وعـن أمور تشين الناس مفصول

وہ صفات حسنہ جو لوگوں کی شان وشوکت میں اضافہ کا سبب بنتی ہیں ان تمام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزین ہیں اور وہ تمام صفات رذیلہ جن سے انسان کی شخصیت پر بدنما دھبہ لگتا ہے آپ کی ذات اُن سے پاک وصاف اور دور ہے۔

سـری اِلـی فـلك الأفلاك فی قصر وكـان فـی مـا حوى من ربه طول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختصر مدت میں فلک الافلاک کی سیر کی اور آپ کے اور آپ کے رب کے درمیان جو مخاطبت ہوئی وہ طولانی تھی۔

أیغتدی فی سریر الملك مرتقیا جسم علی فلك الأفلاك محمول

کیا کسی دوسرے کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اوپر کی جانب چڑھتا ہوا فلک الافلاک تک پہنچ جائے اور فرشتہ اس کی معیت میں ہو۔

من جاء ه مؤمنا فاللّٰه ناصره ومن أتاه علی حرف فمخذول

جو شخص صدق دلی کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اللہ نے اس کی مدد فرمائی اور جو شخص آپ کی خدمت میں محض دکھاوے کے لیے آیا وہ ذلیل وخوار ہوا۔

کم من ضلال غدا لب الرشاد به تابت علی یده من فعلها الغول

بہت سے گمراہوں نے آپ کے ذریعہ ہدایت پائی اور آپ کے دست مبارک پر اپنے شرم ناک افعال سے توبہ کی۔

اِنا اِذا نترقی فی غصون علا فحبنا لرسول اللّٰه حابول

جب بھی ہم بلند وبالا شاخوں پر چڑھتے ہیں تو اللہ کے رسول کی محبت جو ہمارے دلوں میں ہے رسّی کا کام دیتی ہے۔

ولیس من مزرع الأعمال فی یدنا وراء حب رسول اللّٰه محصول

ہمارے اعمال کی کھیتی سے ہمارے ہاتھوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے سوا کچھ بھی غلہ اور آمدنی موجود نہیں ہے۔

اِشکالنا هو منحلّ علی یده عقد الذوائب بالأمشاط محلول

ہمارے ذہن ودماغ کی تمام گرہیں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کھل جاتی ہیں جس طرح کاکل کی گرہیں شانے (کنگھی) سے کھل جاتی ہیں۔

یا أیها البارق الفیاض مبتسماً ندی یدیك علی الآفاق مبذول

اے ابر باراں اور اے صاحب جود وسخا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی سخاوت سے پوری کائنات فیض یاب ہو رہی ہے۔

هذا المتیم فی نار مضرّمة من الأوام وفی الظلماء متلول

یہ عاشق رسول تشنہ لبی کے مارے آتش ہجر میں جھلس رہا ہے اور شب تاریک میں اِدھر اُدھر بھٹک رہا ہے۔

فمنك ماء یروّی الغلّ مرتقب ومنك ضوء یجلی الوهن مأمول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وہ مُنتظَر آبِ شیریں ہے جو تشنہ لبی کو دور کر دیتا ہے اور آپ کے پاس امیدوں کی آماجگاہ وہ روشنی ہے جو ظلمت کو کافور کر دیتی ہے۔

آزاد عبد عتیق من سلالہ لکنہ فی اِسار الحب محبول

غلام علی آزاد کا تعلق بھی اسی سلسلہ طلائی سے ہے لیکن شومی قسمت سے آزاد ہونے کے باوجود وہ عشق ومحبت کی زنجیر میں مقید ہے۔

اِن رام من سوحك الفيحاء مرحمة فالفرع من كرم الياصول مشمول

اگر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ ناپیدا کنار سے کرم گستری کا آرزومند ہوں تو یہ کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے کیوں کہ شاخیں اصل اور جڑ کے خوان کرم سے فیض یاب ہوتی رہتی ہیں۔

أعط الموصف من نعماك جائزة حظ المصاقع من جد وأك منقول

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خوان بخشش سے اس ہیچ مداں نعت گو کو انعام واکرام سے نوازیئے، کیوں کہ جیسا کہ ہم تک روایت پہنچی ہے، آپ کے دست کرم سے نعت گو شعراء شادکام ہوئے ہیں۔

أثنى عليك فحول فاق ألسنتهم كلامهم فى مقام المدح ياصول

ناموز باں داں شعراء نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی ہے اور ان کا کلام نعت و منقبت کے میدان میں بنیادی حیثیت ومقام کا حامل ہے۔

لاضير اِن كنت فى الِاخوان منتقصا يوم الوغى أحسن الأرماح مهزول

اگر چہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہم وطنوں کی نظر میں بے حیثیت وکم سواد تھے لیکن میدانِ کارزار میں آپ بہترین تیرانداز تھے۔

ورب ذى كبر يعلوه ذو صغر لا يبلغ الخال فى الِاعجاب ثؤلول

بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر اپنی قدر وقیمت کی وجہ سے غالب آجاتی ہے جیسا کہ تل (خال) خوردجحم ہونے کے باوجود مسّا (خالِ کلاں) پر اپنے حسن وجمال کی وجہ سے فوقیت رکھتا ہے۔

عليك منا سلام ناضر عطر ما نضّر الروضة الغناء يعلول

میری طرف سے آپ پر سرخوش وعطر بیز درود وسلام اس وقت تک جب تک ابرِ باراں سراپا بہار گنجان باغ کو تروتازہ رکھے۔

قافية الميم29

للّــه قــاتلــه مـن حــى ذى سلم هى التى صبـغـت أذيـالها بدمى

قبیلہ ذوسلم کی قاتل حسینہ کی ثنا خوانی کن الفاظ میں کروں، نوبت بہ ایں جارسید کہ اس نے میرے خونِ ناحق سے اپنے دامن کو رنگین کر رکھا ہے۔

اِن أنـكـرت حق مقتول فواعجبا دمــى بــذمتهــا نــار علــى عـلـم

جرم قتل کے اعتراف میں اگر تمھیں کچھ پس و پیش ہے تو یہ سخت تعجب کی بات ہے، کیوں کہ میرا خوں تمہارے ذمہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

قــالـت لـمـن سـألتها فى يدى غنم شتــان بيـن دم الإنســان والغنم

جس نے اس سے اس خونِ ناحق کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میرے ہاتھ میں بکری ہے جس کو میں نے ذبح کیا ہے، ارے قتالہ! کیا تجھے نہیں معلوم کہ انسان کے خون میں اور بکری کے خون میں کتنا فرق ہے۔

عـلام تـخشى وفى ياقوت مبسمها مــاء الـكـرامة يـحـى دارس الرمم

اے قتالہ تجھے کس چیز کا خوف ہے، تیری یاقوت نما تبسم ریزی وہ آب حیات ہے جو بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہڈیوں کو حیاتِ نو بخشنے کی طاقت وتوانائی رکھتی ہے۔

يـا حبـذا هـى اِن أحبـت أخا أمل وبـرئـت نـفسهــا مـن موقع التهم

وہ قتالہ قابل مبارک باد اور سزاوار صد آفریں ہوتی اگر وہ سراپا آرزو سے اظہار محبت و یگانگت کرتی اور تہمتِ قتل سے اپنی ذات کو بری کرنے کی کوشش نہ کرتی۔

دنـت سعاد اِلى المشتاق أو بعدت تجرع الهم فى الحالين من شممى

سُعاد اپنے عاشق ومحبّ سے قرب کی پینگیں بڑھائے یا سراپا عشوہ وناز بن کر کنارہ کشی اختیار کرے، وصل وہجر دونوں صورتوں میں غم کے گھونٹ پینا اپنا مقدر رہے۔

اِن الـفـراش مـن الـظـلـماء فى ألم وحيـن يظفر بالمصباح فى ضرم

پروانہ ظلمت شب میں سراپا رنج وملال او رحزن ویاس ہوتا ہے اور جب کبھی شمع فروزاں کی دولتِ بے بہا ہاتھ آجاتی ہے تو اپنے نصیبہ پر شاداں اور نازاں ہوتا ہے۔

أهـلا بـه من نسيم جاء نى سحراً هـذا لـعمرى حديث العهد بالجزم

اے بادِ نسیم تیرا وقت سحر میرے پاس آنا مبارک ہو، خوش آمدید اے بادِ نسیم، میری حیات مستعار

کی قسم، تو محبوب کی فرودگاہ کی جانب سے محو خرام ہونے میں حدیث العہد معلوم ہوتی ہے۔

وطالما سجعت ورقاء کاظمة فکلمت مهجة المشتاق بالکلم

کاظمہ کی فاختہ ایک عرصے سے محو ترنم ہے اور وہ اپنی باتوں سے عاشق زار کے جسم و جاں کو پے در پے زخمی کر رہی ہے۔

بی ظبیة دهشت من ظلها أبدا کأنها اجتمعت باللیث فی أجم

میرے رابطہ میں ایک سراپا عشوہ ہرنی ہے جو اس کے (فاختہ) سائے سے دہشت و وحشت میں مبتلا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کی کچھار میں آسودہ شیر سے مدبھیڑ ہوگئی ہے۔

من لی ببابل حتی استفید بها سحراً یرینی مهاة من بنی قشم

عراق کے شہر بابل میں اگر کوئی میرا واقف کار ہوتا تو میں وہاں کے جادوگروں میں سے کسی کے توسط سے جادو کے زور سے بنی قشم کی نیل گایوں کے دیدار سے سیر چشم ہوتا۔

یا حادی العیش رفقا بی ومرحمة أذبت قلبی وحق العیش بالنعم

اے سخت جان ساربان، میرے مضمحل جسم و جان کا کچھ تو پاس و لحاظ کر، تو نے تو مجھے ہلکان کر دیا اور دل کی درگت بنادی، حالاں کہ زندگی کا لطف تو آسائش و نرم خرامی میں ہے۔

ألا تری سائق الأظعان أنجشة نهاه عما تعنی قائد الأمم

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رہبر انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ کو اونٹنی تیز چلانے سے روکا تھا تا کہ سوار کو تکلیف نہ ہو آپ نے فرمایا تھا رفقا بالقواریر (نازک آب گینوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو: عورتوں کو آپ نے آبگینہ سے تشبیہ دی)۔

محمدٌ صاحبُ التبلیغِ خَاتمةً والصادر الأولُ المَقرونُ بِالقدم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغام بر اور خاتم الانبیاء والرسل ہیں اور آپ بہ اعتبار ظہور قدیم و اقدم ہیں۔

أنارَ مِیلاده الآفاق قَاطِبةً وَالشمسُ یمحُو الدُجَی فی اَوّلِ القِدَمِ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد نے پوری کائنات کو بقعہ نور اور مینارہ ضیا بنا دیا اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جوں ہی سورج کی آمد ہوتی ہے تاریکی چھٹ جاتی ہے۔

اللّٰه اللّٰه ما أحلی ملاحته أحب بادی بدء باریء النسم

بہ خدا آپ کی مائل بہ ملاحت صباحت (وہ گورا پن جس میں تھوڑی سی ملاحت ہو) دیدنی ہے،

خالق کائنات نے سب سے پہلے آپ کو اپنا محبوب بنایا۔

سوح الوجوب عن الِامکان عالیۃ هـو الـذی ربـط الضدین بالحکم

واجب الوجود (ذات الٰہی) کا مقام و مرتبہ ممکن (جوازلی نہ ہو) سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات) بہت بلند ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت ضِدّین (واجب اور ممکن) کو باہم مربوط کر دیا۔

مـا کـان یـعـرف ألـواحـاً ولا قلماً وکـان یـعـرف ما فی اللوح والقلم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناخواندہ ہونے کی وجہ سے لوح و قلم سے ناآشنا تھے لیکن قلم سے لوح میں جو کچھ تحریر شدہ ہے اس سے خوب آشنا تھے۔

تبـارك الـلّٰـه فـرد لا نـظیـر لـه حتـی ثـوی ظـل فـی خـلوة العدم

بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے آپ جیسا پیغمبر مبعوث فرمایا جو لاثانی ہیں اور اپنی نظیر آپ ہیں اور آپ تبلیغ رسالت کی تکمیل کے بعد جلوت سے عدم کی خلوت میں قیام پذیر ہو گئے۔

لاغـرو اِن خـمـدت نـار علی یده ألیـس فـی یـده ذخـر من الدیم

اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے کفر و شرک کی آتش سوزاں بجھ گئی تو یہ کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے کیوں کہ آپ کے کفِ دست میں ذخیرۂ آب ہے۔

لـقـد حـمی البیت عن اِیذاء برثنة وهدّ ایـوان کسـری مـا رد العجم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے خانہ کعبہ کی سطوت و عظمت کی حفاظت فرمائی اور ایران کے سرکش و خود سر کسریٰ کے محل کو زمیں دوز کر دیا۔

عـادت لِایـمـائـه الـعـالی ذکاء کما یـعـود مـن هـو روح اللّٰه عن أمم

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم نما اشارہ سے سورج واپس لوٹ آیا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو روح اللہ ہیں، ایک لمبی مدت کے بعد لوٹیں گے۔

أنظر اِلی ظبیۃ صیدت فی مخلصها وانـظر اِلی فرس فی الأرض مرتطم

اس ہرنی کو دیکھو جو اپنی محفوظ ترین پناہ گاہ میں شکار کر لی گئی اور اس گھوڑے کو دیکھو جو اپنے اصطبل میں گرفتار بلا ہے۔

نور تجاوز سبعا وهی ما احترقت کـنـاظـر الـعین فاستیقظ ولاتنم

اس نور کو دیکھو جس نے ساتوں آسمانوں کو پار کیا لیکن ساتوں آسمان شعلہ پوش ہونے سے محفوظ رہے، اس آنکھ کی پتلی کی طرح جو بیدار رہا اور محوِ خواب ہونے سے کنارہ کش رہے۔

کم من مریض شفاہ المصطفیٰ کرباً وبات لم تکترث رجلاہ للورم

کتنے ہی ایسے مریض تھے جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ شفا نصیب ہوئی لیکن اس کے باوجود آپ پوری پوری شب عبادت میں گذار دیتے اور دونوں پیروں کے متورّم ہونے کی ذرا بھی پروانہ کرتے۔

لاضیر اِن شق صدر البدر معجزۃ کفا محیاہ فینا کاشف الظلم

اس میں کوئی شک نہیں کہ معجزہ کے طور پر آپ سے چاند کو دوٹکڑے کرنے کا واقعہ پیش آیا، ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ آپ کا روئے انور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے۔

مروری الزمان وقد جفت نضارتہ اِن الربیع لیحی خضرۃ السلم

جس سے زمانے کو سرسبزی وشادابی حاصل ہوتی تھی اس کی رونق ناپید نہیں ہوئی ہے، بیشک موسم بہار ''سَلَم'' نامی درخت کی شادابی کو اور بڑھا دیتا ہے۔

آزاد عبدك مولانا وسیدنا لحسبہ سورك الشافی من النعم

اے میرے سردار آزاد آپ کا ایک ادنیٰ خادم ہے مصیبتوں سے شفایابی کے لیے آپ کا جھوٹا (لعاب دہن) اس کے لیے شافی وکافی ہے۔

تدعی اِلی محفل الرب الکریم غداً والحق أن یدخلہ المولی مع الخدم

آئندہ بروز قیامت وہ ربّ کائنات کے دربار عدالت میں پیشی کے لیے بلایا جائے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کو خادموں میں شامل فرما کر شفاعت کے ذریعہ جنت میں داخل فرمائیں گے۔

أیقنت أنك مفضال علی نعم اِن الفقیر لمعشوق لذی الکرم

مجھے یقین ہے کہ آپ نعمتوں کو لوگوں پر نچھاور کرنے والے ہیں اور یہ حقیر بےنوا اصحابِ بخشش وکرم کا عاشق زار ہے۔

أجدی المھیمن یاقوت الصلوۃ لہ مازینت اِصبع المحبوب بالختم

اللہ تعالیٰ صلوٰۃ وسلام کے لعل وگہر آپ پر نچھاور کرتا رہے جب تک محبوب کی حنائی انگلیاں، مہندی سے زیب وزینت حاصل کرتی رہیں۔

قافیۃ النون : (1)

ھذا ھلال ناحل الجسمان أو حاجب الفلك المسن الفانی

یہ عاشق زار ہے جس کی جسمانی ساخت گھل گھل کر ہلال کی شکل اختیار کر چکی ہے یا بوڑھے

اور فانی آسمان کا کنارہ بن کر رہ گیا ہے۔

أو عــرقــه الـمـعـوج يـبـدو بـيـنـا　　　طـول الــزمـــان مغيـر الأبـدان

اوراس کے جسم میں چاروں طرف پھیلی ہوئی رگیں ابھر آئی ہیں کیوں کہ درازیٔ عمر جسموں میں بہت ساری تبدیلیاں پیدا کر دیتی ہیں۔

أو ســاقـط عرجون سدر المنتهیٰ　　　فـوق البســاط الأضـر التحتـانی

یا وہ سدرۃ المنتہیٰ کی خشک وقدیم ٹہنیاں ہیں جو زیریں حصہ میں واقع سبز فرش کے اوپر گری پڑی ہیں۔

أو مـــارج ليــد الـــزالة نـــاقـص　　　فتبــرمــت ورمتــه لــلـنـقـصـان

یا مہ لقا کی انگلی کی ڈھیلی انگوٹھی ہے جس کی بنا پر وہ سخت برانگیختہ ہوگئی ہے اوراس کے ناقص ہونے کی وجہ سے اسے پھینک دیا ہے۔

أو مـرود عـن عسـجـد لـما انثنی　　　ألـقتـه غيـظـا بـعض حور جنان

یا وہ موتی کی سلائی ہے جب وہ از کار رفتہ ہوگئی تو جنت کی بعض حوروں نے حالت غیض و غضب میں اس کو دور پھینک دیا ہے۔

أو طـوق ببـغـاء السمــاء مذهـب　　　خـصـت مـن الـمـنـان بالرجـجان

یا وہ آسمانی طوطے کا طلائی طوق ہے جس طوطے کو اللہ تعالیٰ نے خاص امتیاز سے نوازا ہے۔

أو كسـوة الـخـضـراء يلمع دُرّها　　　وطـرازهـا فـی أحسـن اللمعـان

یا وہ گلبدن کی قبا ہے جس پر ٹنکے موتی چمک رہے ہیں اوراس پر بنے گل بوٹے نہایت حسین معلوم ہورہے ہیں۔

أو مــوزة فـی قـصـعـة مـقـلـوبـة　　　لـصـقـت بـهـا مـن كثرة الحلوان

یا وہ کیلا ہے جو ایسے پیالہ میں رکھا ہوا ہے جسے الٹ دیا گیا ہے اور کثرت شیرینی (مٹھاس) کی وجہ سے وہ اس میں چپک گیا ہے۔

أو جـــائـع متـضـور مستـطـعـم　　　سيـنـال مـا هـو مشبـع الجوعان

یا وہ جاں بہ لب بھوکا ہے جو بھوک کی وجہ سے پیچ وتاب کھا رہا ہے اور شدت بھوک کی وجہ سے کھانے کا طلبگار ہے اور اسے وہ جلد ہی ملنے والی ہے جو اس کی بھوک کو مٹا دے گی۔

أو نـــاهـج طـول السفـــار أذابــه　　　وأتـــی مســـاء مـنتهـی الـمـيـدان

یا وہ مسافر ہے جسے کثرت اسفار نے بالکل لاغر کردیا ہے اور وہ سرشام میدان کے کنارے پہنچا ہے۔

**حوت صغیر فی خضارة ملتو		لوقوعه فی شدة الطوفان**

یا وہ چھوٹی مچھلی ہے جو چشم گرداب میں پھنس چکی ہے اور اس کی ایسی بری حالت طوفان کی شدت کی وجہ سے بنی ہوئی ہے۔

**هذا محك لامحالة جيد		تبدو عليه علامة العقيان**

یہ کسوٹی یقیناً صحیح کسوٹی ہے، اس پر خالص سونے کی علامت ظاہر ہوتی ہے۔

**من أنشب الظفر الأشد إصابة		فی صدر هذا الأزرق الفتان**

جو شخص اس نیلے فتنہ پرور کے سینہ میں اپنے ناخن گاڑ دے اس کی تکلیف کتنی شدید ہوگی۔

**نخشی من الفلك الحريص على الأذى		هو آخذ بالمرهف العريان**

مجھے حسینہ سے سخت خطرہ لاحق ہے جو مجھے تکلیف پہنچانے کے درپے ہے اور اس وقت اس کے ہاتھ میں تیز ننگی تلوار ہے۔

**قال الذی صرف التأمل انه		ریش هوی من طائر نورانی**

ایک شخص نے انتہائی غور وفکر کے بعد مجھ سے کہا کہ یہ نورانی پرندہ کا پر ہے جو اس سے جدا ہوکر گر گیا ہے۔

**أو عابد للّه طال رکوعه		ویلوح منه البارق الربانی**

یا وہ عبادت گذار ہے جو بہت دیر تک حالت رکوع میں ہے اور اس کے چہرہ پر ربّانی نور کا عکس ہویدا ہے۔

**أو شائب محدودب متبرك		سیعیده المولی من الشبان**

یا وہ مرد پیر ہے جو کوزہ پشت ہے اور گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی جوانی کو دوبارہ لوٹا دے گا۔

**أو قصعة بید الفقیر مؤملا		کهف الأرامل من بنی عدنان**

یا وہ پیالہ ہے جو کسی محتاج کے ہاتھ میں ہے اور اس پیالہ کو اس نے بنی عدنان کے بیکسوں کے ملجا و ماٗویٰ فرد کے سامنے کچھ ملنے کی امید میں ہاتھ میں لے رکھا ہے۔

**أو مدنف ذاتب سمانته أتی		من یبرء المرضی من الذوبان**

یا ایسا بیمار ہے جس کا موٹاپا اس بیماری کی وجہ سے جا تا رہا ہے اور وہ ایسے شخص کے پاس آیا ہے جو اس بیماری سے اسے نجات دلا سکے۔

أو ظـالـم فـی عهد سلطان الوری　　　یـحـنـو مـلاطـفة عـلـی الـکـتـان

یا سلطانِ وقت کے عہد میں ایک ایسا ظالم ہے جو سیہ کاروں اور نابکار لوگوں پر مہربان ہے۔

أو ذلك الـنـقـش البـدیـع رواء ہ　　　أثـر لـنـعـل بـراقـه الـمیسـان

یا وہ بے نظیر نقش ونگار ہے جس پر بہت تیز چمکنے والے ستارے کی رونق اور آب ہے۔

أو هـذه الـمـرآ ۃ فیهـا صـور ۃ　　　لهـلالـه الـمـرکـوز فـی البنیـان

یا وہ آئینہ ہے جس میں ہیکل کالبدی میں مرکوز اس کے ہلال نما جسم کی تصویر ہے۔

أو ذا وذا ظـلان مـن قـوسیـه فی　　　لیـل الـعـروج إلـی أعـز مـکـان

یا یہ اور وہ ان دو کمانوں کے دوسائے ہیں جن دو کمانوں کے برابر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ واشرف مقام پر معراج کی شب میں اللہ تعالیٰ سے قربت نصیب ہوئی۔

أو تـلك قـوس عـطارد أهدی إلی　　　سـوح الـنبی الـواضـح البرهـان

یا وہ عطارد کی کمان ہے جو واضح دلیل وبرہان رکھنے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کے طور پر پیش کی گئی ہے۔

أو خـــادم یـدعـی هـلالا لـلـذی　　　شهـب السمـاء لـه مـن الغلمـان

یا وہ خادم ہے جو اس ہلال کو دعوت حضور دے رہا ہے جس کے خدام آسمان کے روشن ستارے ہیں۔

مـرآ ۃ أنـوار الـوجـوب مـحـمـد　　　مـفـتـاح بـاب حـدیـقة الإمـکـان

محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجب الوجود کے انوار کے پرتو ہیں اور درِ گلستانِ ممکنات کی شاہ کلید ہیں۔

تـاج القضایا الموجبات هو الهدیٰ　　　رأس السـوالـب مـالـه من ثـانی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت کو واجب کرنے والی چیزوں کے تاج ہیں جن کو مجموعی طور پر ہدایت سے تعبیر کرسکتے ہیں، اور آپ شمشیر برّاں کے سرخیل ہیں اور آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

غیـث سـجـوم یوم تجربة الندی　　　بـرق آوان تـنـازل الشـجـعـان

بخشش کے تجربہ کے دن آپ ابر باراں ہیں اور بہادروں سے نبرد آزمائی کے وقت برق تپاں ہیں۔

خــلــق الاِلــه ضيـاء أحـمـد أولا وســنــاه أنتـج سـائـر الأكـوان

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو وجود بخشا اور اس نور سے ساری کائنات وجود پذیر ہوئی۔

اِذا أول الأشـكــان شـكـل خيـر جبـلـت طبيـعتــه عـلـى الفيضان

شکلوں میں شکل اوّل علامت خیر ہے اور اس کی فطرت میں بخشش اور جود وسخا ہے۔

أهـوى أبـوه من السماء اِلى الثرى وهـو ارتـقـى فـى الـعرض للقيان

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد (حضرت آدم علیہ السلام) آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور آپ دیدارالٰہی سے مشرف ہونے کے لیے عرش تک تشریف لے گئے۔

أمـضـى رسـول الـلّــه دينـا قيمـا فـى الـمـدة الـقصرى اِلى البلدان

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسم نے کم سے کم مدت میں دین اسلام کو مختلف خطوں تک پہنچادیا۔

طـلـعـت ذكاء وأوصلت نوراً على نـور اِلـى أقـصـى المدى فى آن

نور نبوت طلوع ہوا اور اس نے نورِ اسلام کو بہت کم وقفہ میں دور دراز علاقہ تک پہنچادیا۔

مــا رد أحـمـد سـائلاً صفر أنعم هـو غيـر مـنصرف عن الاِحسان

احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کیا اور آپ کبھی بھی احسان سے دست کش نہیں ہوئے۔

لاغــرو اِن رد الــنبى بـصــارـة مــفـقـودـة من أعيـن الـعميـان

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روشنی سے محروم نابیناؤں کو بصارت عطا کی ہے۔

أو مـا يـعبـد الـنيـر الأسـنى على قـمـر الـمـحـاق اِضـاء ة الميسـان

کیا نیر تاباں (سورج) قمر محاق پر چمک دار ستارے کی طرح روشنی نہیں پھیلاتا ہے۔

أعـلـى رسـول الـلّــه نوعا سافلا وأفــاده شــرفـاً عـلـى الاِخـوان

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرمشار انسانیت کو بلندی عطا فرمائی اور اسے اپنے ابنائے جنس پر شرف وکمال سے نوازا۔

رد الـغـزالة فــى السـمــاء فعنده سـهـل رجــوع غـزالة الـقيـعــان

جس ذات گرامی نے آسمان کے سورج کو لوٹایا اس کے لیئے آبادی میں قیام پذیر ہرنی کا لوٹانا تو بہت آسان ہے۔

من مزق البدر المضیء فیهن تمزیقه الملك الذی هو جانی

اور جس نے بدرِ مُنیر کے دوٹکڑے کیئے اس کے لیے ظالم بادشاہ کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے۔

سکن الملائك فی حوائط بیته مثل الحمائم فی کوی الجدران

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت کدہ کے اندر فرشتے قیام پذیر ہوئے، جس طرح کبوتر دیوار کے طاقوں میں بسیرا کرتے ہیں۔

وقفوا کما یقف الشموع بسوحه ودموعهم فی غایة الهملان

صحابہ کرام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں باادب بیٹھتے تھے اور ان کی آنکھیں شمع کی طرح اشک بار رہتی تھیں۔

جلسوا علی بسط الوقار تأدباً نسی الجناح طریقة الطیران

صحابہ کرام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں وقار کو بدرجہ اتم ملحوظ رکھتے تھے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پر پرواز کی طاقت کھو بیٹھے ہیں یا بھول بیٹھے ہیں۔

یا ایها المولی یزال اِذا دنا یوم القیامة أحرف القرآن

اے خدا، جب قیامت قریب ہوگی تو جیسا کہ میں نے علاماتِ قیامت میں پڑھا ہے، قرآن کریم کے حروف اُڑ جائیں گے۔

أنت القدیر علی اِقالة عثرتی فازل حروف صحیفة العصیان

اسی طرح تو میری لغزشوں پر خط نسخ پھیرنے پر بھی پوری طرح قادر ہے، تو تو میرے گناہوں کے نامہ اعمال کے حروف اڑا دے اور ختم کردے۔

أوصاف رب العالمین کثیرة وامامها الرحمن فی القرآن

ربّ کائنات کے یوں تو بہت سے اوصاف ہیں لیکن قرآن میں ربّ کائنات کا سب سے بڑا وصف ''رحمٰن'' بتایا گیا ہے۔

یا رحمة للعالمین جمیعهم أصبحت خیر مظاهر الرحمٰن

فارحم فقیراجاء سوحك راجیاً أنت الحری بحرمة الضیفان

تو اے اللہ اس بے نوا پر رحم فرما جو تیری بارگاہ میں کچھ امیدیں لے کر حاضر ہوا ہے اور اپنے دربار کے مہمانوں کا تجھ سے زیادہ کوئی پاس ولحاظ رکھنے والا نہیں ہے۔

آزاد عبدك والعلاوة أنه لجنابك العالى من الولدان

آزادؔ آپ کا خادم ہے اور نسبت کے اعتبار سے آپ کے خانوادہ کے بچوں میں بھی اس کا شمار ہے۔

هو للعبودة والنبوة جامع وهو الذى فيه التقى الوصفان

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبودیت اور نبوت کے جامع ہیں اور آپ کی ذات میں دونوں خصوصیتیں یکجا ہوگئی ہیں۔

سلمان منك وكان مملوكاً فقط أنا يا أبى أحرى بهذا الشان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ سے نسبت رکھتے تھے حالاں کہ وہ غلام تھے، کیوں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ''سلمان منّی'' سلمان مجھ سے ہے، اور میں اے میرے نانا اس کا زیادہ مستحق ہوں کیوں کہ نسبی اعتبار سے میں آپ کے خانوادہ سے تعلق رکھتا ہوں۔

ملاك نوار السلام اِلهنا ما صينت الأزهار فى الأردان

اے اللہ صلاۃ وسلام کی کلیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت نچھاور فرما، اس وقت تک جب تک کشادہ اور وسیع آستین میں پھولوں کی حفاظت کی جا سکے (یعنی ہمیشہ سلامتی ورحمت فرما)۔

قافية النون : (2)

أهلًا به من نسيم عاد عجلانا ومرحبا بمسيح جاء أحيانا

اے بادِ نسیم تیری آمد مبارک ہو، تو بہت جلد لوٹ کر میرے پاس آئی اور اے بادِ صبا تم بھی مبارک باد کے مستحق ہو کیوں کہ تمہارے بھی معطر جھونکے کبھی کبھی مجھ تک پہنچتے ہیں۔

فى أيما قلق كنا بذى سلم هذا الحقوق بطيب الخلق سلانا

ہم مقام ذی سلم میں زہرہ گداز آلام ومصائب سے دوچار تھے، ان مصائب میں اس نے اپنے حسن اخلاق کے ذریعہ ہمیں تسلی دی۔

أما المطوق زاد اللّه رقته فهو الذى بحنين الشوق أبكانا

طوق زدہ کبوتر کا بُرا ہو اور اللہ اس کی غلامی میں اور اضافہ کرے اسی نے گریہ محبت وعشق سے ہم سب کو گریہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

سحقاً لنا النافی حب غانیة لسانهم فاق فی التکلیم مرآنا

ہمارا برا ہو، اس نے ماہ رخ محبوبہ کی محبت میں ہمیں گریہ وزاری میں مبتلا کر دیا اور اس کی زبان زخمی کرنے میں ہمارے تصور سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

هم الخفافیش لایعبأ بما نصحوا باتوا عن الشارق الوقاد عمیانا

وہ لوگ چمگاڈر کی نسل سے ہیں، ان پر نصیحتیں اثر انداز نہیں ہوتیں اور ضیا پاش نیر تاباں سے وہ لوگ اندھے ہو جاتے ہیں۔

فنیت فی قاعة الوعساء مغتربا هذا جزاء محب رام غزلانا

میں غریب الدیار ریگستانی میدان میں فنا کے گھاٹ اتر گیا، یہ ان تمام عاشقوں کی سزا اور انجام ہے جو مہ رخوں سے سلام و پیام کے متمنی ہوتے ہیں۔

الحب طور أضرام وهو آونة ماء فذلك أورانا وأروانا

محبت شعلہ افشاں پہاڑ ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ظرفِ آبِ شیریں بھی ہے، پہلے جلاتی اور جاں بہ لب کرتی ہے پھر تشنہ لبی دور کرتی اور سیراب کرتی ہے۔

للّه من هی لوجاء ت اِلی نهر لأصبح الماء کالمرآة حیرانا

اللہ کے واسطے یہ تو بتاؤ کہ وہ کون ہے، اگر وہ دریا کے پاس آئے تو دریا کا پانی آئینہ کی طرح نظروں کو خیرہ کرنے لگے۔

أری ومیض سری من نحو کاظمة یشیم منهلها الریان عطشانا

کاظمہ کی سمت سے بجلی کوندی ہے جسے میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں، اس کا لب ریز چشمہ ہمارے تشنہ لبوں کو دور سے دیکھ رہا ہے۔

یحول الباروق الخفاق بردته مستسقیا من کریم غاث ظمآنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی ذات سے ضو پاش اور ضیا افشاں ہیں اپنی چادر پلٹتے ہیں اور اللہ کی کریم ذات سے پانی کے طلبگار ہوتے ہیں جو ذاتِ الٰہی پیاسوں کی دستگیری کرتے ہوئے ان کی تشنہ لبی دور کرتی ہے۔

محمد ملجأ العافین من یده فاضت بمنهمر الأمواه اِحسانا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم حاجت مندوں کی پناہ گاہ ہیں، آپ کے دست مبارک سے محبت وشفقت کے جذبے کے تحت آبِ رواں چھلکنے لگا۔

غیـم أفـاض صـنـوفا من مراحمه　　　مـن الهـجـیـر وقـانـا، ثم روانـا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابر باراں ہیں اور آپ کی شفقت ومحبت کے مختلف انداز واطوار ہیں، آپ نے ہمیں گرمی کی شدت سے پہلے بچایا اور پھر اس کے بعد ہمیں سیراب کیا۔

دعـا فسـار إلـی تلقاء ه شجـر　　　بـه أقـام عـلـی من رام بـرهـانـا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت کو اپنی طرف بلایا تو وہ درخت آپ کی طرف چل کر آیا، اس معجزہ کے ذریعہ آپ نے اس شخص پر اتمامِ حجت کر دی جو آپ سے دلیل کا طلب گار تھا۔

ما استعمل المصطفیٰ ما قل من ذهب　　　فـكيف يـحـتـمـل الأطـواد عقيانا

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی سونا بھی استعمال نہیں کیا تو آپ عقیق وجواہرات کے ڈھیر کیوں کر استعمال کرتے۔

رأيـت مـن سـنـه البسام فی أحد　　　طـلـعـاً غدا فی سبيل الله مرجانا

میں نے دیکھا ہے کہ جنگ احد کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگلے دانت شہید ہو کر یاقوت ومرجان بن گئے۔

أعـجـب بـه ركب السكيت معتلياً　　　حتی تجاوز فی المضمار فرسانا

وہ منظر کس قدر خوش نما تھا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سَکِیت نامی اسپ تازی پر سوار ہوئے اور میدانِ جنگ میں شہ سواروں سے آگے بڑھ گئے۔

قـد حـمـل البـرد ركنا كی يشيده　　　طـوبـیٰ لـرأیٰ متيـن شـاد بنيانا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کے لیے چادر میں رکھ کر اسے اٹھانے کا مشورہ دیا، وہ بہترین مشورہ کس قدر لائق ستائش تھا جس سے خانہء کعبہ میں حجر اسود کی بنیاد مضبوط ہوئی۔

ومـن مـنـاقـبـه الـغـراء واضحة　　　أنـار عـنـصـرك الـلـماع إمكـانـا

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ستودہ مناقب میں سے یہ منقبت بالکل واضح اور درخشاں ہے کہ آپ کے جوہر تابان نے نوعِ امکاں کو روشنی اور تابانی عطا کی۔

قـد شرف الله أرضاً أنت ساكنها　　　وشـرف الـنـاس إذ سواك إنسانا

اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو قدر ومنزلت عطا کی جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سکونت پذیر ہوئے اور اللہ نے انسانوں کو عظمت وافتخار کی بلندیوں تک پہنچا دیا جب آپ کو انسانوں کی جنس سے

بنایا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو پیغمبر بھی بنایا۔

هـذا مـديـحك مـولانـا بـلاريـب   واهـا عـلـى المتـنبى أنـه خـانـا

اے ہمارے قابل صد احترام نبی آخر الزماں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں، میں نے منقبت کے یہ اشعار پیش کیے ہیں اور برا ہو ابوالطیب متنبّی کا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کر کے آپ کے ساتھ خیانت کی۔

آزاد عبـدك فـى جـد وال مـطمعه   أنت الذى خص بالِاحسان سلمانا

آزادؔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادنیٰ خادم ہے اور آپ سے انعام و احسان کا آرزومند ہے، آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے احسانِ خاص سے نوازا تھا۔

مـقـالتـى بشـذ الِاخلاص عاطره   أهـدى إِليك مـن الأشـعار ريحـانا

میرے یہ اشعار اخلاص کی خوشبو سے معطر ہیں اور میں عطر بیز نعتیہ اشعار آپ کی خدمت میں بہ طور ہدیہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

عـلـيك مـنـا تـحـيـات مـقـدسة   مـا فـجـر الـلّه سيحـانا وجيحـانا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پاکیزہ صلاۃ و سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اس وقت تک جب تک اللہ دریائے سیحون اور دریائے جیحون کو جاری و ساری رکھے (یعنی ہمیشہ آپ پر اللہ کی رحمت نازل ہو)۔

قافية النون : (3)

هـذا الـعـقيـق سقاه اللّه ذو المنن   والـمـرتـجـى لسهيـل لاح بـاليمن

یہ عقیق نامی موتی ہے جس کو سراپا احسان، ذات خداوندی نے سینچا ہے اور ہماری آرزوؤں کا مرکز سہیل ستارہ ہے جو یمن میں نمودار ہوا ہے۔

فـاق اليواقيت فى الِارواء جوهره   وراد مـنهلـه فـى أحسـن العطن

اس کا جوہر اپنی ضیا پاشی میں ہر قسم کے یاقوت پر فائق ہے اور اس کی جائے وجود پر سب سے اچھی جگہ پر ہے۔

أرض بها خازن الفردوس معتكف   والـمـرء يسـلـوبها عن جنة الوطن

یہ وہ سرزمین ہے جہاں فردوس کا خازن معتکف ہے اور انسان اس سے باغ وطن کے مقابلہ میں زیادہ سکون و تسلی پاتا ہے۔

مـا بـال حب للغوانی منذ وافقنی ألقی العداوة بین الجفن والوسن

جب سے مہ رخوں کی محبت مجھے راس آئی ہے، آنکھ کی پلک اور نیند کے درمیان عداوت ودشمنی درآئی ہے یعنی نیند رخصت ہوگئی ہے۔

یـا سائلا عن عیونی کیف حالتها ســالـت اِلـی أأرت مـقـلة الحزن

اے میری آنکھ اور اس کی حالت کے بارے میں پرسش کرنے والو! سنو! میری آنکھیں آنسوؤں کی جھڑی لگاتی رہی یہاں تک کہ غم واندوہ کے حلقۂ چشم کو خنکی وسکون سے بہرہ ور کردیا۔

ألیـن قـلبـی لسـلـمی وهی مرحمة فارجع عذول الهوی عن قولك الخشن

میں نے سلمٰی کے لیے دل کو نرم واستوار کرلیا ہے تاکہ وہ رحم وکرم کی گلباری کرے، اس لیے اے ملامت گرو! دربارِ عشق ومحبت سلسلہ میں اپنے دل آزار کڑوے کسیلے طعنوں سے باز آجاؤ۔

بیـن لـنـا صـادح الوعساء مرحمة نـحـنّ شوقاً اِلی الجیران بالفتن

اے ریگستانی ٹیلوں پر ترنم ریز کبوتر کچھ تو مجھ پر ترس کھاؤ، کیوں کہ ہم عالم دیوانگی میں پڑوسیوں کے سلسلہ میں وارفتگی کے شکار ہیں۔

وأنـت تتـحف أزهار الصلوة اِلی نبیـنـا مـصـطـفانا موضح السنن

اورتم درود وسلام کے گلوں کا نذرانہ ہمارے نبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کررہے ہو جنھوں نے انبیائے کرام کے ذریعہ اللہ کے بتائے ہوئے راستوں کو واضح کردیا۔

مـحـمـد عـطـر الآفـاق قـاطبة فیـا لـطیف خـزامی خلقه الحسن

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری کائنات کو عطر اسلام کے ذریعہ معطر کردیا تو اس خُزامی کے احوال کا کیا کہنا جس کے اخلاق اس قدر اچھے اور ثمر آور ہیں۔

تبـارك الـلّـه مـا أسـفاه من شمع بـه أضـاء ظـلام البیـد والـمدن

اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بابرکت ہے جس نے ایسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جس کا نور اس قدر ضیا پاش ہے کہ اس نے بیاباں اور آبادیوں کی تاریکیوں کو بقعہ نور بنادیا۔

نسیـم اِعـجـازه لو هب لابتسمت مـوتـی المقابر کالأکمام فی الكفن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ کی بادِ نسیم اگر محوِ خرام ہوجائے تو شہرِ خموشاں میں اپنے کفنوں میں لپٹے ہوئے مردے زندگی کی رمق پاکر مسکرانے لگیں۔

أومـی اِلـی فـلك الـدنیـا بأصبعـه فـالبـدر خـرلـه خـرا علی الذقن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمانِ دنیا (قریب ترین) کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا تو آپ کے لیے ماہ تمام تھوڑی کے بل گرنے پر مجبور ہوا۔

کأنہ نصف التفاح فی طبق　　أو درهما زائفا من خازن الزمن

گویا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتن میں رکھے ہوئے سیب کے دوٹکڑے کر دیئے یا بیت المال کے نگراں کی تجوری میں محفوظ کھوٹے درہم کے دو حصے کر دیئے۔

تضیف الشاۃ فی الفقراء مجدیة　　جادت وللّه درّالشاۃ باللبن

قحط سالی کے زمانہ میں بکری نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کے فرائض انجام دیئے اور وہ اس طرح کہ آپ کے معجزہ کے طور پر بکری کا خشک تھن دودھ سے بھر گیا۔

سیف صیقل نضاه اللّه منتصراً　　فما الومیض ومن سیف بن ذی یزن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صیقل شدہ تلوار تھے جس کو اللہ نے صرف سرخ روئی اور کامیابی کے لیے میان سے نکالا تھا تو آپ کی تلوار اور سیف بن ذی یزن (شاہ یمن) کی تلوار کی چمک کا کیا مقابلہ و موازنہ۔

طعانہ فی عداۃ الدین لائحة　　لکن آلامها فی مهجة الوثن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیغ کشی اور شمشیر زنی دین کے دشمنوں کے خلاف واضح اور ظاہر تھی لیکن اس کے کاری زخم کے نشانات بتوں کے چہروں پر نمایاں ہوتے تھے۔

بیمنہ صارت الآفاق آمنة　　أماط عنهن أشوأ کامن الفتن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کی برکت سے پوری دنیا گہوارہ امن وسکون بن گئی اور آپ نے کائنات سے فتنوں کے خارزار درختوں اور پودوں کو دور کیا۔

یا للنسیم وروض القدس منشأة　　حل الزمان حلول الروح فی البدن

اے بادِ نسیم، روضہ اطہر کی سمت سے تیرا آنا مبارک ہو، زمانہ کامرانی وسرخ روئی اب آیا چاہتا ہے اسی طرح جس طرح روح بدن میں آنے کے لیے بیتاب ہوتی ہے۔

منك الحنو علی آزاد موتقب　　هذا غلامك مولانا بلاثمن

آزاد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفقت ومحبت کا منتظر ہے اور اے میرے مولیٰ بے زر خرید غلام آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

علیك صُلی فی الوادی المبارك ما　　روی الخمائل صوب العارض الهتن

وادی مبارک میں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے انتہا رحمتیں نازل فرمائے اس وقت تک جب تک ابرِ باراں درختوں کو سیراب کرتا رہے (یعنی ہمیشہ آپ پر اللہ کی رحمت نازل ہو)۔

قافية النون : (4)

تضوع المسك من أرواح نعمان　　　فيالها أذكرتنى ظبية البان

گل لالہ کی نرم خرام ہوا سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی ہے اور اس کی خوشبو نے بان کی ہرنی کی یاد تازہ کردی۔

هى التى سلبت نومى بمقلتها　　　وسلمت سهد عينيها الأجفانى

اس ماہ رخ نے اپنی آنکھوں سے میری نیند سلب کرلی اور اپنی آنکھوں کی بے خوابی میری پلکوں کے حوالے کردی۔

بى ظبية منعتنى عن خمائلها　　　لكن مقلتها حاء ترعانى

ایک ہرنی میرے رابطہ میں ہے جس نے اپنی فرودگاہ میں مجھے آنے سے روک دیا ہے لیکن اس کی خشمگیں آنکھیں میری خبر گیری کرتی ہیں۔

ما أومض البرق من دهناء أو أضم　　　اِلا وشمر فى احراق حيران

جب بھی بیابان یا اضم کی سمت سے بجلی چمکتی ہے وہ میری آشفتہ سری کو پروان چڑھانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

سيحان نهر بأرض الهند منهمر　　　من السماء وعينى أخت سيحان

سرزمین ہند میں دریائے سیحون ہے جو ابر باراں سے لب ریز رہتا ہے اور میری آنکھیں دریائے سیحون کے ہم پلہ ہیں جو ہمیشہ چھلکتی رہتی ہیں۔

يا حارة الحى ألفيناك محسنة　　　وتعرفين أحبائى وجيرانى

اے میرے محلّہ کی پڑوسن، میں نے تم کو ہمیشہ خیر خواہ وغمگسار پایا اور تم میرے دوستوں اور میرے پڑوسیوں سے اچھی طرح واقف ہو۔

فبينى لمشوق كيف حالتهم　　　أبقاهم اللّه فى روح وريحان

تو تم دل برسے یہ پوچھو کہ ان کے احوال ومزاج کیسے ہیں، اللہ ان کو خوش وخرم اور دلشاد وآباد رکھے۔

وكيف حال ظباء بالحمى سكنت　　　وكيف حال خزامى أرض عسفان

وہاں کی چراگاہ میں جو ہرنیاں قیام پذیر تھیں وہ کس حال میں ہیں اور سرزمین عُسفان (ایک جگہ کا نام) میں خزامی (خوشبودار جھاڑی) کی کیا کیفیت ہے۔

وکیف حال حمامات بذی سلم   من غرّ أوضافها تشنیف آذان

اور مقام ذی سلم میں مقیم ان کبوتریوں کے کیسے احوال ہیں جن کے اوصاف حمیدہ کو سن کر کانوں کو راحت نصیب ہوتی ہے۔

واھا لعمر مضی فی حب غانیة   فاسأل اللّٰه أغماضا عن الجانی

افسوس صد افسوس حیات مستعار کے ان لمحات پر جو مہ وش کی محبت وعشق میں گذرے، ملتجی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس جرم کو دامنِ عفو میں جگہ دے۔

رجعت عن حسن مخضوب البنان اِلی   ذی اِصبع رمیت من ولد عدنان

انگشت حنائی کی توصیف سے باز آجا اور خانوادۂ عدنان کے فرزند والا تبار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انگشت مبارک کی توصیف پر رشک کناں ہو جو اللہ کی راہ میں سرخ رو ہوئی۔

رسولنا المصطفیٰ نور الھدیٰ یدہ   ید الاِلہ اِلہ الأنس والجان

ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی روشنی لوگوں پر آپ کے احسانات کا ایک حصہ ہے اور جنوں اور انسانوں کے معبود کا رسول اللہ پر احسان ہے۔

ھذا النبی أمین وابن آمنة   وقد ھدانا اِلی یمن واِیمان

ہمارے یہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امانت دار ہیں اور آمنہ کے لال ہیں اور آپ نے راہ راست اور ایمان کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

بداھة الأمر فی علیاہ حاکمة   والشمس صورتھا تصویر برھان

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی پر دلیل نبوت اچھی طرح ہویدا ہے اور آپ کا ضیا پاش روئے انور خود نبوت کی بولتی تصویر ہے۔

أشار فانشق صدر البدر مؤتمرا   والالتیام لعمری خارق ثانی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ کیا تو آپ کے حکم کی تعمیل میں ماہ تمام دو ٹکڑے ہو گیا اور میری حیاتِ مستعار کی قسم، ان دونوں ٹکڑوں کا پھر دوبارہ مل جانا یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔

کذاک تمزیق کسری من خوارقه   وما مضی مثله من شق اِیران

اس طرح کسریٰ کے ایوان کے کنگروں کا گرنا اور اس کی حکومت کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا بھی آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ کا ایک کرشمہ ہے، اس سے پہلے کبھی بھی ایران اس طرح کی ملک آشوبی سے دوچار نہیں ہوا تھا۔

فاضت عیون لطاف من أصابعه غاضت بحیرة أرض ذات طغیان

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں سے آبِ شیریں کے چشمے ابل پڑے اور زمین کا متلاطم سمندر اس کے سامنے ماند پڑ گیا۔

وإن تکلم ظبی وھو ذو نفس فلیس شادی الحصی من جنس حیوان

اگر ہرنی نے گفتگو کی تو یہ چنداں قابل تعجب نہیں کہ اس میں بہ ہر حال جان ہے لیکن اگر کنکری نے گفتگو کی تو بہر حال قابل تعجب ہے کیوں کہ اس کا تعلق جنس حیوان سے نہیں ہے۔

شدا من الشاة لحم بعد ما ذبحت وفیه غائلة من بعض نسوان

بکری کے ذبح ہونے کے بعد گوشت کا ایک ٹکڑا آپ سے محوِ تکلم ہوا اور یہ کہا کہ بعض خواتین نے اس میں زہر کی آمیزش کی ہے۔

لقد رأیناه فی دیوان معدلة کأنه شارق فی برج میزان

ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوانِ عدالت میں اس طرح دیکھا ہے کہ گویا آپ برج میزان میں نیر تاباں کی طرح ہیں۔

مازاغ فی لیلة الاسراء ناظرة فکیف یرنو إلی أطواد عصیان

شب معراج واسراء میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ نہ تھکی اور نہ کجی کا شکار ہوئی تو پھر آپ کی آنکھ خدا کے نافرمان سرخیلوں کی طرف کیسے اُٹھ سکتی ہے۔

إلیك آزاد یا فیاض ملتجیء فاجعله مستغرقا فی نور عرفان

اے سراپا بخشش، آزاد آپ سے کسی چیز کا آرزومند ہے، آپ اسے نورِ عرفان میں غرق کر دیجیے۔

علیك أطیب تسلیم وأنفسه ما یخرج النور من أردان اغصان

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہترین اور افضل ترین صلاۃ وسلام ہو اس وقت تک جب تک شاخوں کے سروں سے روشنی کا اخراج ہوتا رہے (یعنی ہمیشہ آپ پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے)۔

قافیة النون : (5)

ترنمت الحمامة فی الشجون نعم کم من فنون للجنون

کبوتر شدت غم سے مصروف نوحہ گری ہے، یہ تو ہوا، لیکن آخر یہ تو بتاؤ کہ جنون کی کتنی انواع و

اقسام ہیں۔

ألـم تـر أنهـا أبـكـت عيـونـى وشـنـفـت الـمسـامـع بـاللـحـون

کیا تم اس حقیقت کا مشاہدہ نہیں کررہے ہو کہ اس نے میری آنکھوں کو مبتلائے گریہ کررکھا ہے اور اپنی خوش اَلحانی سے کانوں کو گل وگل عذار بنا رکھا ہے۔

غـلام بـجـنـة الـوعسـاء تبكـى وتـزكـى الـنـار بـالنفـس الرنـون

ایک نوخیز و نوآموز عاشق ریگستانی ٹیلہ کے اردگرد روئیدہ گلوں کے دامن میں مصروف گریہ و بکا ہے اور غم آلود سانس سے آتش عشق کو اور فروزاں کررہا ہے۔

تـــرى مـــاالا أراه بهـــا وإلا مـحـل الـحـظ نـاضـرة العيـون

ہماری نگاہیں کن چیزوں کا مشاہدہ کررہی ہیں مجھے نہیں معلوم، لیکن میرے مطمح نظر جو منظر ہے وہ آنکھوں کو تروتازگی پہنچانے والا ہے۔

عـديـم الـمثـل فـى حسـن التغـنـى وقـاه الـلّـه عـن ريـب الـمـنـون

وہ مہ رخ خوش الحان اپنی نظیر آپ ہے اللہ اس کو مرگِ ناگہانی سے محفوظ رکھے۔

متـى يهـمـى وميض أبـى قبيـس عـلـى ظـمـآنـه بيـن الـرعـون

کوہ ابوقبیس سے رات کی سخت تاریکی کے درمیان آخر کب اس کے خشک وجاں بلب ہونٹوں پر ابر باراں گرج چمک کے ساتھ برسے گا۔

أهـدهـد أنـت قـنـاء الأراضـى فـاخبـرنـى سـلـمـت عن العيون

اگر تم روئے زمین پر وقوع پذیر ہونے والے مختلف واقعات کی خبر رسانی کا فریضہ انجام دینے والے ہدہد ہو، تو مجھے بتاؤ اللہ تمہیں نظر بد سے محفوظ رکھے۔

سيـأتـى شـادن بجبيل رضوى لـقـد نـصـب الـجـبـائل بالقرون

کوہ رضوی پر جلد ہی ہرن آنے والا ہے اور ان لوگوں نے پہاڑ کی چوٹی پر جال نصب کررکھا ہے۔

وأبـغـض حبـه مـن غيـر جـرم أظـن بـقـلـبـه مـرض الـجـنـون

اور اس نے بغیر کسی جرم کے اس کی محبت سے کنارہ کشی اختیار کررکھی ہے، میرا خیال ہے کہ اس کے دل کو مرض جنون لاحق ہے۔

لـقـد اومـى اِلـى قتـل الأسـارى بـاِصبـعـه الـمـخضـب بـالرقـون

ایسا مسموع ہوا ہے کہ اس نے اپنی انگشت حنائی کے اشارہ سے زندانوں کی گردن زدنی کا حکم

صادر کیا ہے۔

أیمکن أن یعود عقیق قلبی وذلك فی یدیه من الرهون

کیا یہ ممکن ہے کہ میرے دل کا سوزِ عشق واپس آ جائے کیوں کہ وہ اس کے قبضہ میں بہ طور گرو (رہن) ہے۔

وقد أفشی السرائر طفل دمعی وما عرف الظهور عن الکمون

میری اشک بار آنکھوں کے اشک رواں کے آثار نے میرے رازہائے سربستہ کو فاش کر دیا ہے اور متورّم سرخ پلکوں نے رہی سہی کسر پوری کر دی ہے۔

وأما قبیلتی فعلیك دین فلا تمطل بتأدیة الدیون

اور میرا پیمانِ عہد و وفا تم پر قرض ہے اس لیے قرض کی ادائیگی میں پس و پیش (ٹال مٹول) سے کام نہ لو۔

ألا یا کوکب الجرعاء أشرق علی من بات فی لیل دجون

اے ہموار ریتیلے میدان کے کوکب تاباں اس شخص پر ضیا پاش ہو جس نے سخت تاریک رات میں کروٹیں بدل بدل کر شب بسری کی ہے۔

وابرأ مقلة المشتاق تبعاً لآس حاذق شافی العیون

اور آنکھ کے کسی ماہر طبیب کے حوالے کر کے اپنے عاشق کی چشم گریاں کی شفایابی کا سامان مہیا کرو۔

رسول اللّٰه فخر نبی نزار لمن خشی العدی خیر الحصون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانوادہ نزار کے قابل افتخار فرزند ہیں اور آپ اس شخص کے لیے بہترین پناہ گاہ ہیں جو ہلاکت سے خوف زدہ ہو اور دشمنوں سے ترساں اور ہراساں ہو۔

سری لیلاً اِلی فلك محیط ونور سوح یثرب بالسکون

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راتوں رات آسمان پر تشریف لے گئے اور مقام یثرب (مدینہ منورہ) کا نور اس طویل سفر میں بھی پرسکون تھا۔

ولولا نوره الأعلی مقاماً لما ظهرت خفیات الشیون

اگر بلندی و عظمت کا حامل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ظہور پذیر نہ ہوتا تو بہت سے رازہائے سربستہ پردہ خفاء ہی میں رہتے، کبھی ظاہر نہ ہوتے۔

لقد فاضت أصابعه زلالا رویا فارتوت غلل العطون

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انگشت ہائے معجز نما سے آبِ شیریں پھوٹ پڑے اور تشنہ لبوں نے اس سے اپنی تشنہ لبی بجھائی اور سیرابی حاصل کی۔

وما قبل القسلة هداه جهلاً وما فازوا بصادقة الظنون

سخت جانوں اور مُردہ دلوں نے اپنی نادانی و ناعاقبت اندیشی کی بنا پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور پختہ اور سچی باتوں کو قبول نہ کر کے ناکامی سے ہمکنار رہے۔

وإن لم تقبل الأحجار نبتاً فليس النقص من قبل الهتون

اور اگر سنگ خارا روئیدگی کو قبول کرنے سے اپنی بیزاری کا اظہار کرے تو اس میں ابر باراں کی قوت روئیدگی کا نقص نہیں ہے۔

أبوا أن يقرأوا السبع المثانى وفاهوا بالخلاعة والمجون

انھوں نے سورہ فاتحہ (سبع مثانی) کی تلاوت سے انکار کیا اور ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی میں مصروف رہے۔

لقد أتوا هم الأفنون طراً وكانوا أقوياء ذوى فنون

ان کو ان کی یاوہ گوئی نے مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا، حالاں کہ وہ طاقت ور اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔

وشتت رعبه شمل الأعادى فصيرهم كمنفوش العهون

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دہشت نے دشمنوں کی جمعیت کو بکھیر کر رکھ دیا اور ان کو دھنکی ہوئی روئی کی طرح کمزور و بے بس بنا دیا۔

أولوا الأفيال قد ذاقوا المنايا كان أولاء ماتوا بالارون

ہاتھیوں والے آخر اپنی سرکشی کے انجام کے طور پر موت سے دوچار ہوئے اور وہ خود بھی مرے اور تمام ہاتھی بھی اپنے بھیجے سمیت ہلاکت کے گھاٹ اترے۔

بل الغاوون صاروا مثل عصف تغيره الحرارة فى البطون

بلکہ وہ سارے گمراہ، کھائے ہوئے اس بھوسے کی طرح ہو گئے جس کو جانوروں کے پیٹ کی گرمی دوسری شکل میں بدل کر بھس بنا دیتی ہے۔

أغثنى يا رسول اللّه فضلاً وخلصنى من الدهر الحوون

اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شریعت کے ذریعہ میری فریاد رسی کیجیے اور اپنی

شریعت کے ذریعہ مجھے ظالم ورسوا کن زمانہ کے جور وستم سے نجات دلائیے۔

رکنت اِلی جنابك مستعیناً أجل نظراً اِلی ھذا الرکون

میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب اس نیت سے آیا ہوں کہ آپ اپنی شریعت کے ذریعہ میری مدد ودست گیری فرمائیں گے،اس لیے اس ناخواندہ مہمان کی طرف نظر کرم فرمائیے۔

طغت أمارتی بالسوء جهلاً فسلطنی علی النفس الحرون

شومیِ قسمت سے میرا نفسِ امّارہ مجھ پر غالب آگیا ہے اوراس نے آلودگیوں کو مجھ پر مسلط کردیا ہے۔

وأحیاء النبوة منك یرجی کأحیاء الأبوة فی الحجون

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کا آرزومند ہوں کہ آپ اپنے خاندان کے ایک فرد (نسب نُبوّت) کو حیاتِ نَو بخشیں گے جس طرح آپ نے مکہ مکرمہ (حجون) میں اپنے سلسلہ پدری (ابوّت) کونبوت کے ذریعہ حیاتِ جاودانی بخشی تھی۔

أعن آزاد وهو یحن شوقاً اِلی بستانك الخضر المصون

آزاد (غلام علی بلگرامی) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محفوظ تر وتازہ گلستاں کی طرف نگاہ شوق سے مشتاقانہ دیکھ رہا ہے آپ اس کی مدد فرمائیں۔

علیك صلوة ربك ما ألث الغمام علی السهول أو الحزون

دعا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کا رب رحمتوں کی بارش برساتا رہے جب تک ابر باراں کوہ وبیاباں پر تسلسل کے ساتھ برستا رہے (یعنی ہمیشہ آپ پر اللہ کی رحمت نازل ہو)۔

☆☆☆

ڈاکٹر عزیزؔ احسن (کراچی)

حالؔی اور حسن عسکری!

نعتیہ ادب میں ناقدین کی آراء کے بکھرے ہوئے موتیوں کو تلاش کر کے صبیحؔ رحمانی نے ''اردو نعت کی شعری روایت'' کے نام سے شیرازہ بند کیا ہے، جس میں تعریف، تاریخ، رجحانات، تقاضے اور اہلِ دانش کی آراء کے ذیلی عنوانات کے تحت موضوعات کی ایک کہکشاں سجا دی ہے۔ اس کتاب میں محمد حسن عسکری کا ایک معرکۃ الآرا مضمون بعنوان ''محسنؔ کاکوروی'' بھی ہے۔ یہ مضمون ۱۹۵۹ء میں لکھا گیا تھا اور عسکری صاحب کی کتاب ''ستارہ یا بادبان'' میں شامل تھا۔ اب یہ مضمون صبیحؔ رحمانی کی مذکورہ تالیف کا بھی حصہ ہے۔

''محسنؔ کاکوروی'' پر لکھتے ہوئے عسکری نے اپنے عہد سے بیس پچیس برس قبل کے ماحول سے بات شروع کی تھی جب محسنؔ کا شہرہ ان کے مشہور قصیدہء لامیہ ''سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل'' کے باعث عام تھا۔

عسکری صاحب، اس عہد کے اردو نقادوں کا ذکر کر کے بتاتے ہیں کہ انھوں نے ''محسنؔ کی شاعری کو خلوص اور شدت سے عاری، خشک اور مصنوعی کہہ کر اُڑا دیا ہے''۔ مزید لکھتے ہیں:

''(محسنؔ کے) مجموعے میں تین چار چیزیں ایسی موجود ہیں جو نہ صرف نعتیہ شاعری میں، بلکہ پوری اُردو شاعری میں ایک امتیازی درجے کی مستحق ہیں، مثلاً دو مثنویاں ''چراغِ کعبہ'' اور ''صبحِ تجلّی'' ایک ''سراپائے رسول اکرم ﷺ'' اور وہ لمبی غزل جس کا مطلع ہے:

دبستانِ محبت میں سبق تھا مجھ کو ابجد کا		مٹانا لوحِ دل سے نقشِ ناموسِ اب وجد کا

مگر لے دے کے جسے قبولِ عام حاصل ہوا ہے وہ ان کا قصیدہ لامیہ یعنی ''سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل''۔ محسنؔ کی ساری شہرت اس ایک قصیدے پر موقوف ہے''۔[۱]

پھر انھوں نے سوال اٹھایا:

''آخر اس نظم میں ایسی کیا بات ہے، جو آج سے سو سال پہلے ہماری اجتماعی روح کی کسی پوشیدہ رگ کو چھوگئی ورنہ اس قصیدے پر تو کئی اعتراضات وارد ہوسکتے تھے'' [۲]

محسنؔ کے کلام میں صنعتوں کی بھر مار اور لکھنوی طرزِ اظہار کی نامناسب کھپت کے باوجود نعتیہ شاعری میں ان کی مقبولیت کیوں کر ہوئی۔ اس حوالے سے عسکری نے لکھا:

''محسنؔ کی شاعری کے ان متضاد پہلوؤں کو نظر میں رکھیں تو بحث تین حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ محسنؔ کا جذبہ کس نوعیت کا تھا؟ اگر وہ نعت گوئی میں کامیاب ہوئے تو کیا ان کا عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوروں سے زیادہ صادق یا شدید تھا؟ اگر ان کا جذبہ صادق اور پُرخلوص تھا تو انھوں نے پُرتکلف اندازِ بیاں کیوں اختیار کیا؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ ان کے قصیدۂ لامیہ سے لوگ اتنے زیادہ کیوں متأثر ہوئے؟'' [۳]

محسنؔ کو سراہتے ہوئے عسکری صاحب نے حالی پر طنز بھی کیا:

''محسنؔ یا اس زمانے میں ان کے پڑھنے والوں کے لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ''شخصیت'' قطعاً نہیں تھے۔ اُردو شاعری میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک ''شخصیت'' تو حالؔی نے اپنے مسدس میں بنایا اور اس طرح نعت گوئی کی روایت کو سخت نقصان پہنچایا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا'' [۴]

......وہ مزید لکھتے ہیں:

''اس حقیقت سے بھی گریز نہیں کہ مولانا حالؔی کے لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تھے، محسنؔ کاکوروی کے لیے کچھ اور۔ یوں تو حالؔی کے زمانے سے بہت پہلے ''تقویت الایمان'' شائع ہوچکی تھی اور اس بات پر پورا غدر برپا ہوچکا تھا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت اتنی کرنی چاہیے جتنی ''نعوذ باللہ'' بڑے بھائی کی، یعنی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلوئے بشریت پر زور دینے والے پیدا ہوچکے تھے اور حالؔی کے زمانے میں ''بنانا نہ تربت کو میری صنم تم'' کچھ ایسا باغیانہ تصور نہ رہا تھا''۔ [۵]

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ محمد حسن عسکری نے حالؔی کی مخالفت میں حضورِ اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی کی مخالفت کر دی۔ حاؔلی نے لکھا تھا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو تعلیم یہ دی تھی کہ:

تم اوروں کے مانند دھوکہ نہ کھانا — کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا — بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انساں ہیں واں جس طرح سر فگندہ — اُسی طرح ہوں میں بھی ایک اُس کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم — نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم — کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی — کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی[۶]

یہ تمام اشعار ''عبدہٗ ورسولہٗ'' کی تفسیر ہی کہے جاسکتے ہیں۔ لیکن عسکری صاحب ''بنانا نہ تربت کو میری صنم تم'' کو باغیانہ تصور کہتے ہیں۔ گویا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربت کی پرستش کرنا کوئی اسلامی تعلیم ہے!!!...... عسکری صاحب کے اس نکتے سے کوئی بھی اتفاق نہیں کر سکتا۔ پتہ نہیں انھوں نے کس تناظر میں ''بنانا نہ تربت کو میری صنم تم'' کو باغیانہ تصور کہا تھا؟

ہاں بعض بزرگوں نے حاؔلی کے مسدس میں آنے والے لفظ ''ایلچی'' پر اعتراض کیا ہے لیکن مجھے تو یہ بھی **سورۂ حمٓ السجدہ** کی آیت نمبر ۶ کا تفسیری اظہار لگتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے نبیِ برحق کو حکم دیا ہے کہ اعلان فرمادیں:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ [۷] ''تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمھیں جیسا ہوں۔ مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو'' (کنز الایمان)

چنانچہ ''کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی'' کہہ کر حاؔلی نے کوئی بے ادبی نہیں کی۔ لغات میں بھی ایلچی کے معنی ''پیغام بر، زبانی یا تحریری پیغام پہنچانے والا، قاصد'' لکھے ہیں۔[۸]

عسکری صاحب نے حاؔلی کے نعتیہ اشعار کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے بھی طنز کے تیر برسائے اور لکھا ہے:

> ''حاؔلی کی نعت کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کردار نہایت بلند تھا اور ان سے ہمیں بڑے فائدے پہنچے۔ بلند کردار کے

لوگ اور انسانیت کو فائدہ پہنچانے والے تو بہت ہوئے ہیں مگر ان سے لاکھوں انسانوں کو ایسی والہانہ محبت کیوں نہیں ہوتی، جیسی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے؟ اس کا جواب ہمیں حالؔی کی نعت میں نہیں ملتا۔ بہی کھاتے میں ایسی باتیں ہوا بھی نہیں کرتیں''۔[۹]

محمد حسن عسکری، حالی کے مقابلے میں محسؔن کاکوروی کو اسی لیے پسند کرتے ہیں کہ:

''ان [محسؔن] کی نظر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان دراصل یہ تھی: "بامیم احد احمدِ بلا میم"[۱۰]

اس کے بعد عسکری صاحب بڑے فخر سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں:

''ان [محسؔن] کے پورے نعتیہ کلام میں یہ عقیدہ جاری وساری ہے کہ کائنات میں شکلوں کے تنوع کے پیچھے ایک وحدت پنہاں ہے اور یہ وحدت ہے ''احمد بلا میم'' کا نور''[۱۱]

لیکن عسکری صاحب نے یہ نہیں دیکھا کہ ڈھکے چھپے یا کھلے الفاظ میں عبدہٗ کو معبود بنانا ازروئے شریعت بہت بڑا گناہ ہے۔ صوفیانہ ''سُکر'' کے زیرِ اثر نعتیہ اظہاریوں کو عسکری صاحب نے کیوں پسند کیا؟......اس کی ایک نفسیاتی توجیہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس دور میں وہابی تحریک کے زور پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کو کم کرنے کی کوششیں تیز تر ہوگئی تھیں اور اس تحریک سے متاثر علماء نے محض توحید پرستی کے زعم میں حبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اظہار پر بھی پہرے بٹھانے کی کوشش کی تھی۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ حبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعوے داروں میں بھی شریعت کے پابند علماء نے کبھی اس خیال کو پسند نہیں کیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احمدِ بلا میم تسلیم کیا جائے۔

جہاں تک حالؔی کے بیان کو ''بہی کھاتہ'' قرار دینے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ عسکری صاحب نے عربی شاعری اور متعلقاتِ سیرت سے استفادہ کیے بغیر صرف تنقیدی نکات سامنے رکھے تھے۔ ورنہ وہ ''احمدِ بلا میم'' کے عقیدے کو اس قدر شدومد سے قطعی نہیں سراہتے:

............اور جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ حالؔی نے انسانی دنیا کو پہنچنے والے فوائد گنائے ہیں، تو اس ضمن میں صرف اتنا جان لینا کافی ہوگا کہ آغازِ وحی کے موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کیا عرض تھا؟......جب حضورِ اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ''مجھے تو اپنی جان کا ڈر ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سارا قصہ جو گزرا تھا، ان سے بیان کیا۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ڈریئے نہیں، ہر گز آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا، بلکہ خوش ہو جایئے۔ میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں اللہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی خراب نہیں کرنے کا، خدا کی قسم (آپ کیوں کر خراب ہو سکتے ہیں) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ناطے والوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ ہمیشہ سچ بولا کرتے ہیں۔ دوسرے کا بوجھ (قرضہ وغیرہ اپنے ذمے کر لیتے ہیں) جو چیز کسی کے پاس نہ ہو وہ اس کو دلواتے ہیں (بھوکوں کے لیے کھانا، ننگے کو کپڑا) اور مہمان کی ضیافت کرتے ہیں، معاملات و مقدمات میں حق کی پاس داری کرتے ہیں''۔[۱۲]

اس پس منظر میں حالؔی نے اگر غریبوں کی مرادیں برلانے، مصیبت میں غیروں کے کام آنے، اپنے پرائے کا غم کھانے، ضعیفوں اور یتیموں کے ماویٰ و ملجا ہونے کا تذکرہ کیا تو وہ محض دنیاوی فوائد کی بات نہیں تھی بلکہ یہ دکھانا مقصود تھا کہ انسانی معاشرے کو خیر کی بنیاد پر استوار کرنے کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "اُسوَۃٌ حَسَنَہ" پیش کر کے تمام انسانوں کے لیے نمونہ فراہم کیا ہے۔

عسکری صاحب کے اس اظہاریے پر بھی کلام کیا جا سکتا ہے:

''سو پچاس سال پہلے عام مسلمان کا ایمان یہ تھا کہ حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احاطۂ بیان میں نہیں آ سکتی اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنیادی صفت یہی ہے، 'خطا کار سے درگزر کرنے والا'' نہیں کیوں کہ اتنا کام تو خود مولانا حالؔی بھی کر لیتے ہوں گے''۔[۱۳]

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد تک یہ بات مانی جا سکتی ہے کہ وہ بیان میں نہیں آ سکتی لیکن خطا کار سے درگزر کرنے کے عمل میں امت کے لیے جو مقصد پنہاں ہے وہ قرآن و سنت کے پیغام کو مکمل طور سے سمجھے بغیر فہم میں آ ہی نہیں سکتا۔

مشرکینِ مکہ کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشفقانہ سلوک سامنے رکھیں تو حالؔی کا یہ مصرع سمجھ میں آ سکتا ہے 'خطا کار سے درگزر کرنے والا''۔ لیکن نہ جانے کیوں عسکری صاحب نے اس مصرعے کو بھی قابلِ اعتراض جانا؟؟؟

فتح مکہ کے موقعے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوال کیا......اے گروہِ قریش! تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انھوں نے بیم و رجاء میں ڈوبے ہوئے لہجے میں عرض کی "نَظُنُّ خَیْرًا" ہم حضور سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ نَبِیٌّ کَرِیْمٌ اَخٍ کَرِیْمٍ وَقَدْ قُدِرْتَ" آپ کریم نبی ہیں، کریم النفس بھائی ہیں اور ہمارے کریم و شفیق بھائی کے فرزند ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو قدرت و اختیار عطا فرمایا ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا............

> ''آج تمھیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہی تھی کہ آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے......جاؤ چلے جاؤ میری طرف سے تم آزاد ہو'' [۱۴]

اس حقیقت کا اظہار اگر حاؔلی نے یہ کہہ کر کیا کہ ''خطا کار سے درگزر کرنے والا'' تو یہ دینی اقدار اور تعلیماتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روشن پہلو ہے جسے حاؔلی نے ایک مصرعے میں اجاگر کر دیا ہے۔ اس اظہاریے پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

حاؔلی کی نعت کی بات چل نکلی ہے تو لگے ہاتھوں چند دیگر ناقدین کی آراء بھی دیکھتے چلیں۔

ڈاکٹر مظفر حسن عالی رقم طراز ہیں:

> ''حاؔلی نے مد و جزرِ اسلام کے ابتدائی حصے میں نعتیہ کلام بھی شامل کیے ہیں جن سے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف گوشے منور ہوئے ہیں۔ بہ قول ڈاکٹر برقؔ ’حاؔلی نے اپنے مشہورِ زمانہ مسدس میں جو نعتیہ بند لکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو نعتوں میں ان سے زیادہ مقبولیت اور کسی کو نہ ہوئی‘۔ مثال کے طور پر............وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا..................ان اشعار میں حقیقت کا کتنا کھلا صاف اور واضح اظہار ہے۔ شاید اس سے پہلے [نظیؔر اکبر آبادی کے علاوہ] کسی اور شاعر کے یہاں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل، اخلاقی کارگزاریوں اور ہم دردیوں کو شعری پیکر میں جس خوب صورتی سے ڈھالا ہے اس سے پہلے کسی شاعری میں اس کی مثال دیکھنے میں نہیں ملتی'' [۱۵]

ممتاز حسن لکھتے ہیں:

''میری رائے میں اُردو میں کوئی نعت حالؔی کے مسدس کے برابر موجود نہیں ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

ان چند شعروں میں کوئی تکلف کوئی مبالغہ کوئی طباعی کوئی صنعت گری نہیں۔ مگر جو تأثر ان میں موجود ہے ان کی نظیر اُردو شاعری میں نہیں ملتی۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **اَلْخلقُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اللّٰہِ وَاَحُبّھُمْ اِلَی اللّٰہِ من اَنْفَعُھُمْ اِلَی الْخَلِقِ** یعنی ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا کو سب سے عزیز وہ انسان ہے جو خلقِ خدا کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ حالؔی کے یہ شعر اسی حدیث اور صاحبِ حدیث کی تصویر ہیں''...... ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشر دوستی اور انسان نوازی کی طرف توجہ دلا کر دُنیا کو مقصدِ نبوت سے آگاہ کرنا...... یہی حالؔی کی عظمت ہے''۔[۱۶]

اسی طرح ڈاکٹر انور سدید نے حالؔی کی نعت کو سراہا ہے:

''اُردو نعت کے ارتقا میں حالؔی ایک ایسا سنگِ میل ہے جس پر نظر دور سے ہی پڑ جاتی ہے۔ حالؔی کی نعت گوئی کا اعلیٰ ترین نمونہ ان کی مسدس میں ملتا ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ حالؔی نے اپنی عقیدت کو طغیانِ جذبات کے حوالے نہیں کیا، بلکہ نرم، رسیلے اور سادہ الفاظ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کے کچھ ایسے نقوش اُبھار دیے ہیں کہ ان کا اثر دیرپا اور کیف و سرور لافانی ہو گیا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے اس آبگینے سے چند ایک جرعے پیشِ خدمت ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماوا یتیموں کا والی، غلاموں کا مولا
خطا کار سے در گزر کرنے والا بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

حالؔی میں شیفتگی بھی ہے اور خود سپردگی بھی۔ ضبط بھی ہے اور تحمل بھی۔ سنجیدگی بھی ہے اور حقیقت افروزی بھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ تأثر کی جو گہرائی سوؔدا کے وجیہہ الفاظ اور مومنؔ کی بوجھل ترکیبیں پیدا نہ کر سکیں، ان سے کہیں زیادہ شدید اثر حالؔی کے بے رنگ الفاظ پیدا کر گئے۔ اُردو نعت کے تاریخی ارتقا

میں حالؔی وہ مینارۂ نور ہے، جس سے بعد میں آنے والے اکثر شعرا نے روشنی حاصل کی، چناں چہ حالؔی کی باوقار سادگی کے نقوش بیش تر شعرا کے ہاں نمایاں نظر آتے ہیں''۔[۱۷]

دیگر ناقدین کی تحریروں سے چند اقتباسات اس لیے دیے ہیں کہ معلوم ہو سکے ایک زمانہ حالؔی کے نعتیہ اشعار کی قبولیت کا گواہ ہے، ناقدین ان اشعار پر والہانہ انداز سے تبصرے بھی کر رہے ہیں لیکن محمد حسن عسکری اس انداز کو نبوت کے استخفاف کی کوشش قرار دیتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

عسکری صاحب نے حالؔی کے طرزِ نعت گوئی پر اس قدر برہمی کا اظہار کیوں کیا؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے...... بات دراصل یہ ہے کہ سید احمد خاں کی تحریک سے عام مسلمانوں میں بے اطمینانی پائی جاتی تھی، یہی وجہ تھی کہ اس تحریک سے منسلک ہر شخص اسلامی اقدار کی پاسداری کے حوالے سے شک کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ حالؔی کا قصور یہ تھا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بہتری کے لیے سید احمد خاں کی تحریک میں شامل ہو گئے تھے۔ صبیح رحمانی کی مرتب کردہ کتاب ''اردو نعت کی شعری روایت'' میں شمیم احمد کا ایک مضمون ہے۔ شمیم احمد نے عسکری کی لے میں لے تو ملائی ہے اور حالؔی کو اسی طرح مطعون بھی کیا ہے، تاہم انھوں نے عسکری کی برہمی کی وجہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''۱۸۵۷ء میں جب اسلامی ہند کا یہ نظامِ عمل شکست و ریخت سے دوچار ہو کر مغرب کے سامنے سپر انداز ہوتا ہے تو حالؔی کا دور شروع ہوتا ہے...... اس دور میں نعت گوئی نے ایک بالکل مختلف انداز اختیار کر لیا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بَر لانے والا

یہ حالؔی کی آواز تھی، اس آواز میں خلوص بھی تھا اور درد بھی، لیکن اس میں نہ وہ والہانہ شیفتگی ہے، جو خسرؔو کی غزل (محمد ﷺ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم) میں نظر آتی ہے اور نہ وہ عقیدت کا تصور، جس کا مرکزِ نورِیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جس کو تکوین کا باعث مان کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات کے ان پہلوؤں پر توجہ دی ہے جن سے ان بنیادی فوائد اور انسانی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے عالمِ انسانیت کو پہنچیں۔ یہاں آپ کی ذات ایک بڑے مصلح اور رفارمر کی ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ کا کوئی روحانی تصور وہ نظام نہیں رکھتا تھا، جو مسلمانوں پر غالب آیا تھا۔ خدا جانے حالؔی دل سے بھی اس حد پر اکتفا کرتے تھے یا نہیں؟ مگر بہت جلد برصغیر میں ایسی نسلیں پیدا ہو گئیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی منکر تھیں

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک زمانے کا سب سے بڑا مصلح قرار دے کر مطمئن ہو جاتی تھیں۔[۱۸]

شمیم احمد کی تحریر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حالؔی کی نعتیہ تخلیقات کو نظامِ فکر کے تبدیل شدہ ماحول کا اثر سمجھا گیا، لہٰذا، اس پر ''بہی کھاتہ'' ہونے کی پھبتی کسی گئی۔

صبیح رحمانی کی مذکورہ تالیف میں جمال پانی پتی کا ایک مضمون ''نعت گوئی کا تصورِ انسان'' بھی ہے۔ اس میں انھوں نے سلیم احمد کے حوالے سے بتایا ہے کہ محمد حسن عسکری ایک عمر تک ''آدمی اور انسان'' کے مسئلے سے الجھے رہے...... ''محسنؔ کاکوروی کے نعتیہ کلام کے مطالعے کے دوران وہ اچانک جس تصورِ انسان سے دوچار ہوئے اس کی ماورائی جہت میں انھیں اپنے مسئلے کا حل مل گیا...... محسن کاکوروی کی نعت کے تصورِ انسان میں ماورائی جہت کی اس پسندیدگی کے باعث وہ حالؔی کو انسانی خوبیوں کا بہی کھاتا لکھنے کا طعنہ دیتے ہیں'' .... جمال پانی پتی مسدس کے اشعار کے علاوہ قصائد کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ حالؔی کے پیشِ نظر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشری یا انسانی جہت بھی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ماورائی نوری جہت بھی تھی۔ اپنے موقف کی دلیل کے طور پر انھوں نے حالی کا یہ مطلع بھی نقل کیا ہے:

یا ملکی و الصفات یا بشری القویٰ فیکَ دلیلٌ علیٰ انَّکَ خیر الوریٰ

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں ''اس طور پر دیکھیے تو حالؔی کے بارے میں عسکری صاحب کی رائے مبنی بر انصاف نہیں معلوم ہوتی''[۱۹]

ان شواہد اور خود عسکری صاحب کے حلقے کے اہلِ دانش کی آراء سے معلوم ہوا کہ عسکری نے حالؔی کے اشعار سے جو نتیجہ اخذ کیا تھا کہ ''ان [حالؔی] کے نزدیک حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صرف جہتِ بشری تھی''...... تو انھوں نے حالؔی کے مجموعی کلام سے ناآشنائی یا اس کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا۔

عسکری صاحب نے ناقد کی حیثیت سے مذہبی شاعری کی بیشتر ناکامی کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مذہبی تجربات عالمِ طبعی سے ماوریٰ ہونے کے باعث شعری اظہاریوں کا حصہ نہیں بن پاتے۔ ہاں ان کے بقول ڈانٹے اور رومی نے ''اس بے اظہاری کو اظہار کا وسیلہ بنایا ہے''۔ وہ بتاتے ہیں:

> ''فنی اظہار کامیاب اس وقت ہوتا ہے جب شاعر بذاتِ خود Archetype کو بیان کی قید میں لانے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اس سے اپنا ایک شخصی اور ذاتی رشتہ قائم کرے اور اس رشتے کو اظہار کا موقع دے''۔[۲۰]

بلا شبہ، نعتیہ شاعری میں جہاں اور جب، کسی شاعر نے اس نکتے کو سمجھ کر شعری اظہار کیا ہے وہ خاصی حد تک کامیاب رہا ہے۔

عسکری صاحب جانتے تھے کہ صوفیوں کے نزدیک جو اعلیٰ ترین مقام ہے وہاں پہنچ کر شاعری نہیں ہوسکتی۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''بعض لوگوں کے لیے یہ حرکت (شاعری کرنا) ایسی ہی ضروری بن جاتی ہے جیسے سانس لینا اور ہر قسم کے تجربے کو جسم اور شکل عطا کرنے کی ترغیب کہیں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ایسی صورت میں شاعروں نے عموماً چار طریقے اختیار کیے ہیں:
>
> (۱) اظہار کی ناکامی کا اعتراف کر لیا۔

(۲) حقیقی تجربے کا اظہار عقلی اصلاحات پر رسمی الفاظ میں کیا، یوں شعر تو پھس پھسا اور بے جان ہو کے رہ گیا۔ یا صرف ان لوگوں کو جان دار معلوم ہوا جن میں میلانِ قبولیت پہلے سے موجود تھا۔

(۳) روحانی حقائق کو مجازی عشق کی اصطلاح میں بیان کیا۔...... ہمارے یہاں نعتوں میں مجازی عشق کے تصورات خاصی فراوانی سے استعمال ہوئے۔ خصوصاً ایسی نعتیں جو عوام میں مقبول ہوئیں۔ مثلاً ''رخسار سے برقع کو اُٹھا کیوں نہیں دیتے''، ''نبی جی صورتیا دکھانی پڑے گی'' مگر نعت گو ہمیشہ ڈرتے رہے کہ اس معاملے میں کہیں حد سے تجاوز نہ کر جائیں۔

مذہبی شاعری کو ایک الگ نوعیت کی شاعری نہ سمجھا جائے، بلکہ شاعر سادگی یا سلاست یا خیال آرائی اور مضمون آفرینی کا اسلوب جو اور جگہ برتتا ہے، یہاں بھی برتے اور فنِ شعر کو جہاں دوسرے موضوعات کے سلسلے میں بیان کرتا ہے وہاں مذہب کے سلسلے میں بھی استعمال کرے...... یہ رویہ شاعر کو ڈانٹے اور رومؔی یا اقبالؔ تو نہیں بنا تا مگر اُس کی شاعری کو پھس پھسا اور بے جان بھی نہیں بننے دیتا''۔[۲۱]

اس کے بعد انھوں نے محسنؔ کے قصیدے سے چند اشعار نقل کیے ہیں اور آخری شعر کے حوالے سے اپنی رائے دی ہے:

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ　　سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

ان اشعار کی نفاستِ بیاں، چستی، بے ساختگی اور عقیدت مندانہ شوخی پر تو میں بھی فدا ہوں اور اس ایمان کی پختگی، معصومیت اور بھولے پن میں بھی کلام نہیں جسے یقین ہو کہ قیامت کے ہنگامے میں بھی شافعِ محشر اپنے عاشق کا کلام سننے اور داد دینے کو تیار ہوں گے مگر جس شخص کو ''احمد بلا میم'' کے

سامنے پہنچ کے سب سے پہلے اپنا کلام یاد آئے، وہ بڑا شاعر نہیں ہوسکتا، لیکن ہمارے یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ بُرا شاعر بھی نہیں ہوسکتا۔[۲۲]

یہاں بھی عسکری صاحب نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے لیے ''احمدِ بے میم'' کی بات کی ہے۔ گویا حقیقتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شطح زدہ توجیہ سے ان کا اعتقادی رشتہ مکمل طور سے مضبوط اور بحال رہا۔

بہر حال عسکری صاحب نے بڑی تنقیدی بصیرت سے یہ نکتہ سجھایا ہے کہ لکھنوی شاعری کی خرابیوں کو محسنؔ نے اپنے مزاج کی ولولہ انگیزی کے ساتھ برت کر خوبیوں میں تبدیل کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''موضوع محسنؔ کو شوخی پر اُکساتا ہے اور محسنؔ کی شوخی، موضوع کی لطافت کو اور نمایاں کرتی ہے۔ موضوع کے تقدس اور بیان کی شوخی کے اجتماعِ ضدین ہی سے نعت میں ان کا امتیازی رنگ پیدا ہوا ہے''۔[۲۳]

محسن کے فرزند مولوی نور الحسن سے استشہاد کرتے ہوئے عسکری نے جو نکات بیان کیے ہیں وہ محسنؔ کی تفہیم میں مدد و معاون ہو سکتے ہیں:

> ''(محسن کے فرزند مولوی نور الحسن کے) اس بیان کے مطابق محسنؔ کی نعتیہ شاعری کے اجزائے ترکیبی تین ہوئے۔ (۱) موضوع کی متانت (۲) مضمون آفرینی اور بلند پروازی (۳) شوخی''۔[۲۴]

حقیقت میں محسنؔ کا کوروی کارنامہ ہی یہ ہے کہ انھوں نے نعتیہ شاعری کو ادبی فضا کی وسعتوں میں سانس لینا سکھایا۔ حاؔلی سے معاندانہ سلوک اور حقیقتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شطح آمیز توجیہ کے باوجود، عسکری صاحب کے اس کارنامے کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ انھوں نے نعتیہ شاعری کو صوفیانہ طرزِ احساس کے پس منظر میں پرکھا اور دبستانِ لکھنؤ کی ادبی اقدار کو تقدیسی ادب کا حصہ بنانے پر محسنؔ کاکوروی کو جی بھر کے سراہا۔

یہ دیکھ کر مجھے از حد خوشی ہوئی کہ صبیحؔ رحمانی نے اپنی کتاب کا انتساب بھی محمد حسن عسکری کے نام اس اعتراف کے ساتھ کیا ہے کہ ''انھوں نے پہلی بار اردو نعت کی ادبی، جمالیاتی اور فکری اقدار کا تعین کیا''۔

پس نوشت:

حاؔلی پر محمد حسن عسکری کے اعتراض کو سید احمد خاں کی فکری روش اور مسلمانوں میں اس سے پیدا ہونے والی تشویش اور بے چینی کی روشنی میں دیکھا جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے، کہ حاؔلی نے اپنے

مشہور مسدس میں، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے صرف وہ اوصاف منسوب کرنے پر ہی اکتفا کیوں کیا جو عام بشری اوصاف میں شمار ہوتے ہیں اور جن سے محض ایک ریفارمر کا تصور ابھرتا ہے۔ ہوسکتا ہے عسکری نے مذکورہ مضمون لکھتے ہوئے حالؔی کے دیگر نعتیہ متون کی طرف توجہ نہ کی ہو، ورنہ انھیں معلوم ہوجاتا کہ مسدس کے علاوہ جو نعتیں ہیں ان میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نوری جہت، نبوی حیثیت اور بشری اعلیٰ اوصاف کی جھلکیاں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں عسکری نے صوفیانہ تصور ''احمدِ بلا میم'' کو سراہتے ہوئے محسؔن کاکوروی کی جو تعریف کی اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ اُن دنوں اُن پر صوفیانہ فکر کے گہرے اثرات تھے جو بعد میں کچھ اعتدال کے ساتھ شریعت کی پاسداری کے جذبے میں بدل گئے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مذہب کا باقاعدہ مطالعہ کیا اور مغربی مستشرقین کی طرف سے پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا گہری نظر سے جائزہ لے کر مغرب زدہ اسلامی مفکرین کو ان کے مضمرات سے آگاہ کرنے کے لیے ''جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ'' تیار کیا۔ انھوں نے اختصار کے ساتھ ۱۵۳ رنکات پیش کرتے ہوئے لکھا تھا:

> ''اب مستشرقین نے، مغرب کے عام مفکروں نے، پھر ان کی تقلید میں ہمارے یہاں تجدد پسندوں نے ایک نیا طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ بظاہر اسلام کی، یا عمومی طور سے مذہب کی تعریف کرتے ہیں، مگر مذہب کا جو تصور ان کے ذہن میں ہوتا ہے وہ دراصل دین میں تحریف کے مترادف ہے''۔(۲۵)

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ عسکری صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مولانا مفتی محمد شفیع کی تفسیر ''معارف القرآن'' کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کا ڈول بھی ڈالا اور بقول مفتی محمد تقی عثمانی، سورہ البقرۃ کی آیت ۱۵۶ رتک انگریزی میں ترجمہ کر بھی دیا تھا جو مذکورہ تفسیر کے انگریزی ترجمے میں شامل ہے۔ مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

"Fortunately, I succeeded in persuading Prof. Muhammad Hasan Askari, the well-known scholar of English literature and criticism, to undertake the translation. In the beginning he was reluctant due to his strong sense of responsibility in the religious matter, but when I assured him of my humble assistance throughout

his endeavor, he not only agreed to the proposal, but started the work with remarkable devotion. Despite my repeated requests, he did never accept any honorarium or a remuneration for his service. He was a chain-smoker. But he never smoked during his work on Ma'ariful-Qur'an, which sometimes lasted for hours.

In this manner he completed the translation of about 400 pages of the original Urdu book and 156 verses of Surah al-Baqarah, but unfortunately, his sudden demise discontinued this noble effort. Strangely enough, the last portion he translated was the commentary of the famous verse:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُس
وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ هلا ١٥٥ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ لا قَالُوۡٓا اِنَّا
لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ۝١٥٦

And surely, We will test you with a bit of fear and hunger and loss in wealth and lives and fruits. And give good tidings to the patient who, when they suffer a calamity, say, "We certainly belong to Allah and to Him we are bound to return"(26)

بعض حلقوں میں میرے مضمون کی اشاعت کے بعد یہ تاثر عام ہوگیا تھا کہ میں نعوذُ باللہ عسکری صاحب کے ایمان پر حملہ آور ہوا ہوں۔ مذہبی حسیت کے حامل بیشتر اہلِ قلم حسن عسکری کی نگارشات سے متاثر ہیں......اور بلا شبہ میں بھی ادنیٰ درجے میں ان کی خوشہ چینی کرنے میں پیش پیش رہتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اب میں نے پس نوشت کے ذیل میں چند معروضات کے ساتھ کچھ معلومات بھی فراہم کردی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تسامُح سے درگزر فرمائے (آمین)!

حوالے :

صبیح رحمانی، اردو نعت کی شعری روایت، اکادمی بازیافت، اردو بازار، کراچی، پہلی اشاعت، جون ۲۰۱۶ء،
[۱ ص۲۷۶......۲۔ص۲۷۶......۳۔ص۲۷۸......۴۔ص۲۷۸......۵۔ص۲۷۸......۹۔ص۲۷۹......
۱۰۔ایضاً ص۲۸۰ ......۱۱۔ص۲۸۰......۱۵۔ص۲۰۵ ...... ۱۶۔ص ۳۲۱ ۱۷۔ص۲۳۴ ......

۱۸۔ص۴۱۴ ...... ۱۹۔ص ۳۴۸ ...... ۲۰۔ص۲۸۱...... ۲۱۔ایضاً ص۲۸۲ ...... ۲۲۔ص۲۸۳......
۲۳۔ص۲۸۶......۲۴۔ص۲۸۶

☆ مسدسِ حالی، اردو اکیڈمی سندھ،کراچی، جون۲۰۰۶ء، (۶)ص۶۳ ...... ☆ القرآن۶:۴۱ (۷)......☆اردولغت،ترقی اردو بورڈ،کراچی (۸)......☆صحیح بخاری، باب۹۱۲، کتاب التفسیر، مکتبہ رحمانیہ،لاہور،جلد دوم،ص۱۰۷۵(۱۲) ☆ پیر کرم شاہ الازہری،ضیاء النبیﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور،جلد چہارم،ص۴۴۶،(۱۴)......☆محمد حسن عسکری، مجموعہ،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۹۴ء،ص۱۲۴۳(۲۵)

۲۶۔Maulana Mufti Muhammad Shafi, Ma'Ariful Qur'an, Maktaba-e-Darul-Uloom, Karachi. Volume 1,edition 2019, page xviii

☆☆☆

تنویر پھولؔ (نیویارک)

دیارِ مغرب میں آفتابِ حمد و مناجات کی کرنیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ ماضی میں حمد گوئی کی طرف ہمارے شعراء کی توجہ کم رہی ہے اور اُس زمانے کے حمدیہ مجموعے انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ اس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک دانشور نے یہ تحریر کیا کہ:

''مطالعہ ءنعت کے دوران مجھے ایک بات جو انتہائی غور طلب محسوس ہوئی ہے، وہ ہمارے نعت گو شعراء کی حمد سے بے اعتنائی ہے۔ یہ کیسا جذبہء ایمانی ہے جو ہم سے نعت، منقبت اور سلام و مرثیہ تو لکھواتا ہے مگر قادر مطلق، خالق کون و مکاں، ربّ کائنات، خدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ صمدیت میں ہدیۂ حمد پیش کرنے پر آمادہ نہیں کرتا۔''

یہ پیش نظر رہے کہ قرآن مجید میں سورۃ النصر میں حکم دیا گیا ''اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اُس کی تسبیح کرو''۔ مزید یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر خطبے کی ابتدا حمد ربّ جلیل سے کی ہے۔ قرآن کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے ہے جو حمد و مناجات پر مشتمل ہے۔

حمد باری تعالیٰ کی اسی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے برادرم طاہرؔ سلطانی صاحب نے ادارۂ چمنستان حمد و نعت کے بعد بزم جہان حمد کی بنیاد ڈالی، ''جہان حمد'' اور ''ارمغان حمد'' نامی جریدے جاری کئے اور عرصہء دراز سے ہر ماہ پابندی سے طرحی حمدیہ مشاعروں کا انعقاد کررہے ہیں۔ وہ فروغ حمد کی اس تحریک میں سرخیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دبستان وارثیہ کے ردیفی مشاعروں میں بھی حمدیں کہی جارہی ہیں اور ہر پانچ سال بعد ردیفی حمدوں کے مجموعے بھی شائع ہورہے ہیں جب کہ ردیفی نعتوں کے مجموعے ہر سال شائع ہوتے ہیں۔ ''بزم جہان حمد'' کے زیراہتمام بہت سے حمدیہ مجموعے شائع ہوئے ہیں جن میں راقم الحروف کے دو مجموعے ''زبور سخن'' اور ''ارحم الراحمین'' (حمدیہ شاعری کی تاریخ میں سانیٹ کا اوّلین مجموعہ) بھی شامل ہیں۔ ''زبور سخن'' مطبوعہ جنوری ۲۰۰۲ء کا

انتساب اس طرح ہے:

''حامد و محمود ذاتِ باری تعالیٰ، احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے نام جن کے نام نامی اسم گرامی میں لفظ ''حمد'' اپنی پوری شان کے ساتھ
جلوہ گر ہے۔'' حمدیہ سانیٹ کے اوّلین مجموعے "ارحم الراحمین" کا
انتساب یوں ہے: ''اَلَستُ بِرَبّکُم کی اُس وجد آفریں صدا کے نام جس
سے سماعت کی حس کا پہلی بار اِدراک ہُوا۔''

راقم الحروف پندرہ سولہ سال پہلے ترک وطن کر کے امریکہ آ گیا تھا اور یہاں آنے کے بعد ای میل کے ذریعے احباب سے رابطہ بحال رکھا۔ انٹرنیشنل کمیونٹی سینٹر، نیویارک کی رکنیت حاصل کی اور اہلیہ کے ہمراہ یہاں کی تقریبات میں شرکت کرتا رہا۔ اس سینٹر میں دنیا بھر کی مختلف قومیتوں کے افراد کو مل جل کر بیٹھنے اور تبادلہء خیال کرنے کا موقع ملا۔ اس سینٹر میں ہماری میزبان للّی مون تھیں جو وہاں کی عہدے دار تھیں بات چیت کے دوران انھوں نے اُردو زبان کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور کئی الفاظ بھی سیکھے اُن کی فرمائش پر راقم الحروف نے اُردو زبان میں اپنی کتابیں انھیں اور تمام حاضرین کو دکھائیں اور آسان زبان میں ایک حمد ''سب کچھ دیا خدا نے'' اسٹیج پر آ کر پیش کی جو یہ تھی:

بلبل کے پیارے گانے یہ اچھے اچھے کھانے
کس نے بنائے ہیں یہ موسم جو ہیں سہانے
سب کچھ دیا خدا نے سب کچھ دیا خدا نے
یہ ریل، کار، لاری تم نے بنائیں ساری
لیکن بتاؤ کس نے؟ لوہا دیا ہے بھاری
سب کچھ دیا خدا نے سب کچھ دیا خدا نے
رکھتے ہو چیز ایسی؟ اُس نے نہ ہو بنائی
سوچو، جواب دو پھر کس نے ہر ایک شے دی؟
سب کچھ دیا خدا نے سب کچھ دیا خدانے

للّی مون نے فرمائش کی کہ میں اپنی اس نظم کا ترجمہ انگریزی زبان میں بلینک ورس کی صورت میں پیش کروں تا کہ تمام لوگ اس کا مفہوم پوری طرح سمجھ سکیں۔ میں نے دس پندرہ منٹ کی مہلت مانگی اور یہ ترجمہ پیش کیا جس پر سب بہت خوش ہوئے اور تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا۔ آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

The beautiful melody of the nightingales
The tasteful food, fruits and vegetables
The pleasant weather, mornings and evenings
Who has provide in this world for us?
All of them are gifted by the God Almighty
Indeed, all of them are gifted by the God Almighty
See the trains, cars, trucks and buses
These are, no doubt, manufactured by you
But Who has given and provide
Iron, steel and other material to you?
All of them are gifted by the God Almighty
Indeed, all of them are gifted by the God Almighty
Have you any thing in this world?
Which has not been created or given by God
Think again and answer my question
Who gives away these things generously?
All of them are gifted by the God Almighty
Indeed, all of them are gifted by the God Almighty

☆

Another poem "God, the Creator" was also recited there.

He is the Greatest , the Most Superior
He is the Holder of all Grandeur
Power, Might, Dignity, Splendor
Having all the Great Creator
He is Merciful to us forever
There is an Ocean of Divine favor

No doubt, He is Elevated Creator
None is equal, none is peer
He has endless love for creatures
He is the Lord, He is the Master
We are subjects, He is the Emperor
For the universe He is the Ruler
Phool, the poet is abject with errors
Praying for His Mercy forever

یہ تو برسبیل تذکرہ آ گیا۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔ امریکہ کے شہر شکاگو میں معروف بزرگ شاعر جناب حامدؔ امروہوی رہائش پذیر ہیں جن کی یہ مشہور نعت ہم بچپن سے سنتے آ رہے ہیں:

حقیقت میں وہ لطف زندگی پایا نہیں کرتے　　جو یادِ مصطفیٰ ﷺ سے دل کو بہلایا نہیں کرتے

حامدؔ صاحب بہت مخلص، مشفق اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ انھوں نے اس مقالے کے لئے اپنی ایک حمد عنایت فرمائی ہے جو یہاں پیش ہے۔ سہل ممتنع میں یہ حمد اپنی مثال آپ ہے، ملاحظہ کیجئے:

کیا کہوں میں کہاں کہاں تو ہے　　عقل پہنچے جہاں جہاں تو ہے
میری ہر سوچ تجھ سے وابستہ　　میرے رازوں کا رازداں تو ہے
تیرے اپنے تو تیرے اپنے ہیں　　اپنے دشمن کا پاسباں تو ہے
اتنے ماں باپ بھی نہیں ہوتے　　جس قدر ہم پہ مہرباں تو ہے
تو سہارا ہے بے سہاروں کا　　پاسبانوں کا پاسباں تو ہے
دینے والوں کو دینے والا تو　　مہر بانوں پہ مہر باں تو ہے
حمد کرتا ہے، عبد ہے حامدؔ　　اور ممدوحِ دوجہاں تو ہے

نیویارک میں مقیم ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدؔ صاحب نے اپنی یہ حمد عنایت کی ہے جس کے قوافی منفرد ہیں۔ عبدؔ صاحب یہاں کے حمدیہ ونعتیہ مشاعروں میں پابندی سے شرکت کرتے ہیں اور بہت با اخلاق شخصیت ہیں۔ اُن کی حمد ملاحظہ کیجئے:

یکتا ہے شان میں وہ، واحد ہے اور احد ہے　　کیا دوں مثال اس کی، لیس کمثلہ شے
(سورۃ الشوریٰ)

وہ مہربان سب پہ، سنتا ہے بات سب کی اُس کو پکار جب بھی مشکل ہو کوئی در پے
ہے لائق عبادت، بس ذات اِک اُسی کی ہو مست اللہ ھو میں، پی لا الٰہ کی مے
اُس ذات کی عطا ہے، جو کچھ جسے ملا ہے حاجت روا سبھی کا، کوئی نہیں ہے جو وَے
اے عبؔد! نورِ حق سے، ہے روشنی جہاں میں کر اس کی رہبری میں، دنیا کی منزلیں طے

انجمن علم و ادب، شکاگو سے وابستہ محترمہ غوثیہ سلطانہ نوریؔ کئی مرتبہ بین الاقوامی حمدیہ و نعتیہ کانفرنس اور مشاعروں کا اہتمام کر چکی ہیں۔ وہ ایک پُرخلوص خاتون ہیں، سہل ممتنع میں اُن کی یہ حمد ملاحظہ کیجئے:

کہہ رہا ہے ہر اِک بشر، اللہ! کب نظر آئے گی سحر، اللہ؟
ہے امانت یہ زندگی، تیری دے دعا میں مِری اثر، اللہ!
میں بصد عجز تجھ سے کہتی ہوں غم کے نالوں کا ہے سفر، اللہ!
تیرے ہونے کا ہے یقیں مجھ کو ہم کو جینے کا دے ہنر، اللہ!
تو مسیحاؤں کا مسیحا ہے کر عطا امن کی بسر، اللہ!
میری تقدیر کو بدل بھی دے ہو نظر اب تری اِدھر، اللہ!
دے، گناہوں کی تو معافی دے ہیں بھٹکتے اِدھر اُدھر، اللہ !

کینیڈا میں مقیم معروف بزرگ شاعر پروفیسر رحمٰن خاور جو پاکستان میں بھی بہت مقبول رہے ہیں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، اُن کی یہ حمد دیکھئے۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ شعراء کا حمدیہ کلام پیش کرنے میں کسی خاص ترتیب کو مدّ نظر نہیں رکھا گیا ہے یعنی تقدیم و تاخیر والی کوئی بات نہیں ہے۔ خاور صاحب کی دلکش حمد ملاحظہ کیجئے:

بفیضِ خدا زندگی کے سفر میں ہم ایسے بھی ہیں منزلوں کی نظر میں
لئے حسرتِ دیدِ خالق نظر میں مہ و مہر و انجم ہیں کب سے سفر میں
دعا ہے مِری پُر اثر یوں کہ میں ہوں خداوندِ ہر دو جہاں کے اثر میں
یہ ادنیٰ سا ہم پر کرم ہے خدا کا ہمیں ہم جو ہیں عالمِ خشک و تر میں
مجھے حمد گوئی پہ ہے ناز یا رب ! عطا تیری شامل ہے میرے ہنر میں
یقیں ہے مِرا منصبِ دو جہاں پر بہت مطمئن ہوں میں اپنے نگر میں
اُسی نے عطا کی ہیں سورج کو کرنیں ہے خاورؔ اسی سے یہ سایہ شجر میں

نیویارک میں مقیم جرار حسین جو بڑے شوق سے مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں، اپنی یہ حمد لے کر حاضر ہوئے ہیں:

اُس کو ہوں جب پکارتا، دیتا ہے وہ جواب　　اللہ کی عطا ہے، ملا رزق بے حساب
کرتا ہے وہ معاف مِرے ہر گناہ کو　　نیکی قبول کر کے عطا کرتا ہے ثواب
جذبوں کو میرے، عزم کی قوت ہے اُس نے دی　　تعبیر اُس نے بخشی ہے، دیکھا جو میں نے خواب
ظلمت کے بعد صبح کو سورج نیا دیا　　تاریک شب کو بخشا ہے پُر نور ماہتاب
بندہ ہوں اُس کا، ناز یہ جرارؔ مجھ کو ہے　　مجھ کو کہا ہے عبد، کیا پیارا ہے یہ خطاب

سخنور شکاگو اور حریم نعت سے وابستہ برادرم عابد رشید صاحب نے اس مقالے کے لئے حمدیں فراہم کرنے میں قابل ذکر تعاون کیا ہے جس کے لئے اُن کا ممنون ہوں، اللہ تعالیٰ اُنھیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ وہ اکثر و بیشتر مشاعرے بشمول نعتیہ مشاعرے منعقد کراتے رہتے ہیں۔ انھوں نے اپنی یہ مناجات عنایت کی ہے جو سہل ممتنع میں ہے:

یہ سب تیرا کرم، تیری عطا ہے　　کہ مجھ جیسے کو سب کچھ دے دیا ہے
ہے تپتی رہ گزر کی دھوپ ٹھنڈی　　تری رحمت کا بادل چل رہا ہے
عطا سے فاصلہ ہے اِک دعا کا　　دیا ہے تو نے جب یہ لب ہلا ہے
میں کیا پاتا اگر عملوں کی کھاتا　　اک عاصی پر بھی رحمت کی ردا ہے
نہ سہ پائے گا اِک جھونکا غضب کا　　ترا باغی جو مجھ میں آ چھپا ہے
گنہ کرتا ہوں استغفار پڑھ کر　　مِری تسبیح کا دھاگا کھلا ہے
ترا عابدؔ ہے اِک بہتر خطا کار　　وہ پھر اِک بار محوِ التجا ہے

عابدؔ رشید صاحب نے معروف شاعر ڈاکٹر منیر الزماں منیر صاحب، شکاگو کی یہ حمد بھی ارسال فرمائی ہے جو مناجات کا رنگ لئے ہوئے ہے:

نقش دل پر جو مِرے مصحفی تحریریں ہیں　　میری بخشش کی یہی جاگتی تنویریں ہیں
کوئی ذرّہ نہیں جس میں کہ نہیں رمز ترا　　فرش سے تا بہ فلک تیری ہی تفسیریں ہیں
غرق انسان تھا کل جہل کی تاریکی میں　　فضل سے آج یہاں گونجتی تکبیریں ہیں
در بدر کوئی ہے اور کاسہ بکف ہے کوئی　　کیا یہی اُمت محبوب ﷺ کی تقدیریں ہیں؟
ہم ستم کوش ہیں اور صاعقہ بر دوش یہاں　　زنگ آلود مسلمانوں کی شمشیریں ہیں

بھیج دے پھر سے پرندوں کا وہ لشکر یارب　　بے ہنر ہاتھ ہیں اور پاؤں میں زنجیریں ہیں
دل گرفتہ ہے منیرؔ اس کو صعوبت سے بچا　　فہم سے اے خدا! بالاتری تدبیریں ہیں

واشنگٹن سے محترمہ نورین طلعت عروبہ نے جنھیں حمد و نعت پر پاکستان میں کئی مرتبہ صدارتی ایوارڈ سے نوازا جاچکا ہے، اپنے صدارتی ایوارڈ یافتہ حمدیہ مجموعے "ربّنا" میں شامل یہ دلکش حمد ارسال فرمائی ہے:

جہاں اُتاری ہے ظلمت، وہاں سحر دے گا　　ذرا سا صبر اُجالوں سے جھولی بھر دے گا
ردائیں دیتا ہے پیاسی زمیں کو بادل کی　　وہ دشت کو بھی جو چاہے گا، باغ کر دے گا
ہمارے دل میں بسائی ہے آرزو جس نے　　وہی تو عرضِ تمنا کا بھی ہنر دے گا
ہے بے نیاز کہ جب چاہے گا طفیل نبی ﷺ　　مِری دعاؤں میں تم دیکھنا، اثر دے گا
وہ کھول دے گا مسافت کسی کے پیروں سے　　کسی کو پھر سے رہِ شوق کا سفر دے گا
مِری جبیں میں مچلتے ہیں جتنے سجدے بھی　　خدا سبھی کو مدینے کا پاک در دے گا
ہمارا دھوپ میں جلنا بھی اُس نے دیکھا ہے　　وہی سروں پہ ہری چھاؤں کا شجر دے گا

نورین صاحبہ نے جناب صفدر ہمدانی، لندن کی یہ حمد بھی عنایت کی ہے:

حمد کی شکل میں ثنا لکھنا　　بعد پھر اس کے اور کیا لکھنا
وہ علیم و بصیر، النافع　　لکھنا خالق اُسے خدا لکھنا
معجزہ دیکھنا حروف کا پھر　　پہلے کاغذ پہ تم دعا لکھنا
آزمائش قلم کی ہے بے شک　　شانِ محبوبِ کبریا ﷺ لکھنا
لکھنا منزل خدائے واحد کو　　اور محمد ﷺ کو راستہ لکھنا
اذن جو مل گیا ہے لکھنے کا　　مستقل اب یہ سلسلہ لکھنا
کب یہ صفدرؔ مِرے گمان میں تھا　　حمد یہ اُس کی ہے عطا، لکھنا

شکاگو سے ڈاکٹر افضال الرحمٰن افسرؔ صاحب نے اپنی یہ حمد ارسال فرمائی ہے۔ افسر صاحب سائنس کے شعبے سے تعلق رکھنے کے باوجود ادبی سرگرمیوں میں بہت فعال ہیں اور مشاعروں کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ اُن کی یہ دلکش حمد ملاحظہ کیجئے:

خاص اور عام پہ، ہر آن ہے رحمت تیری　　ہو ادھر مجھ پہ بھی اللہ! عنایت تیری
جلوہ گر ہوتی ہے ہر رنگ میں قدرت تیری　　گردشِ شمس و قمر بھی ہے شہادت تیری

ہم بھٹک جاتے، ترا در جو نہ ملتا ہم کو
زندگی سب کی ہو ہر لحہ عبادت تیری

ہو ہدایت ترے قرآں کی سدا پیشِ نظر
اس طرح دل میں سماجائے ہدایت تیری

یہ زمیں تیری ہے، افلاک بھی سارے تیرے
سارا عالم ہے، فقط، ایک کرامت تیری

جستجو ہو مجھے ہر دَم تری خوشنودی کی
ہو سدا وردِ زباں شانِ سخاوت تیری

روشنی دے مجھے دنیا کے اندھیروں میں سدا
ہو عطا مجھ کو قیامت میں شفاعت تیری

زندگی میں نہ ہو غیروں کا وہ محتاج کبھی
تیرے افسؔر پہ ہمیشہ ہو عنایت تیری

بزم سخن شکاگو کے صدر جناب رشید شیخ نے اپنی یہ حمد عنایت کی ہے۔ شیخ صاحب امریکہ میں اُردو کی خدمت کر رہے ہیں، ادبی سرگرمیوں میں نہایت فعال ہیں اور ہر ماہ پابندی سے بزم سخن کے زیر اہتمام دو مشاعرے منعقد کر رہے ہیں۔ اُن کی یہ دلکش حمد ملاحظہ کیجئے:

کیا تخلیق کائنات کو جب اے خدا تو نے
بنی آدم کو ہی اپنے تخیل میں رکھا تو نے

بنایا اشرف المخلوق انساں کو خرد دے کر
خلیفہ بھی بنایا اور حکومت کی عطا تو نے

سمندر کی بھی تہہ میں رزق پہنچاتا ہے ماہی کو
پہاڑوں پر بھی دی پتھر میں کیڑے کو غذا تو نے

پرندے خوبصورت اُڑتے پھرتے ہیں فضاؤں میں
چرندے اور درندے بھی بنائے خوشنما تو نے

گلوں کے رنگ و بو میں ہے تری قدرت کی رعنائی
ثمر اشجار کو دے کر کیا یہ راز وا تو نے

ہرے باغات، دریا، دشت وصحرا میں ترا جلوہ
نظر آتا ہے ہر انساں کو جو دکھلا دیا تو نے

بیاں اوصاف تیرے کس طرح ہوں شیخؔ سے یارب!
یہ ساری عمر بھی کم ہے جو کر دی ہے عطا تو نے

انجمن تبلیغ الاسلام، جیکسن ہائٹ نیویارک سے وابستہ کوثؔر چشتی صاحب جو مسجد خضرا، جیکسن ہائٹ کے بانی اور صدر بھی ہیں، اپنی یہ حمد ارسال فرمائی ہے۔ چشتی صاحب ہر سال ماہ ربیع الاول میں عالمی نعتیہ مشاعرے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اُن کی یہ حمد ملاحظہ کیجئے:

میرے خدا، ربّ العلیٰ کیا ہو بیاں مولا ترا
ہر دَم پڑھوں کلمہ ترا آخر ہوں میں بندہ ترا

معبود تو، مسجود تو، مشہود تو، محمود تو
ہے ہر جگہ موجود تو، ہے کو بکو چرچا ترا

جس دل میں تیری یاد ہے، وہ دل تو بس آباد ہے
وہ سر وقارِ دوش ہے جس سر میں ہو سودا ترا

پھولوں میں ہے تیری مہک، تاروں میں ہے تیری چمک
شمس وقمر اور روز وشب ہر شے میں ہے جلوہ ترا

تجھ سے ہی ربّ دو جہاں! کوثؔر کی ہے یہ التجا
جب اس جہاں سے کوچ ہو، ہونٹوں پہ ہو کلمہ ترا

مفتی اولاد رسول قدسیؔ صاحب، خطیب مسجد خضرا، نیویارک کے کئی مجموعے اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ انھوں نے اپنی دو ہا حمد مع ردیف ارسال فرمائی ہے جس کا عنوان ہے ''اے ربِّ غفار''

سب کا پالنہار ہے، اے ربّ غفار! ہر سُو جلوہ بار ہے، اے ربّ غفار!
جس کو مل جائے تری رحمت کی تنویر اُس کا بیڑا پار ہے اے ربّ غفار!
چھوٹے ہوں یا بڑے، سب تیرے محتاج ایسا تو مختار ہے اے ربّ غفار!
بھید اور بھاؤ کے بِنا، سب کو دے جو بھیک تیرا وہ دربار ہے، اے ربّ غفار!
تیری جو توحید کا، کرتا ہے انکار وہ بد بخت و خوار ہے اے ربّ غفار
جو تیرے محبوب ﷺ پر، رکھتا ہے ایمان خلد اس پر سرشار ہے، اے ربّ غفار
ہم سب تیرے فضل کے، بے حد ہیں محتاج باطل کی یلغار ہے اے ربّ غفار !
مل جائے تیری رضا، قدسیؔ کو اے کاش! ورنہ سب بے کار ہے، اے ربّ غفار !

انگلینڈ سے محترمہ سمیعہ ناز نے جو نعت ریسرچ سینٹر، یوکے کی نگراں ہیں، حمد یہ کلام فراہم کرنے میں بہت معاونت کی ہے، اللہ تعالیٰ اُنھیں جزائے خیر دے۔ انھوں نے مناجات کا رنگ لئے ہوئے اپنی یہ دلکش حمد ارسال فرمائی ہے:

الٰہی! مرے نیک افکار کردے عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
الٰہی! ہمیں نیک اطوار کر دے ثنائے نبی ﷺ کو ہی اظہار کر دے
مٹا کے سیاہی گناہوں کی مولا تو اپنی محبت میں سرشار کر دے
یہ توفیق مدحت جو مجھ کو ملی ہے ہمیشہ اسی کا تو حق دار کر دے
ہو مجھ کو اطاعت کی توفیق ارزاں ہدایت سے مجھ کو خوش اطوار کر دے
مرا دین و ایمان کامل ہو مولا! حسیں خُلق، پاکیزہ کردار کر دے

سمیعہ صاحبہ نے برمنگھم، یوکے کی طلعت سلیم صاحبہ کی مناجاتی نظم بھی ارسال فرمائی ہے جو یوں ہے:

اے مِرے ربّ کریم!
آپ کی چاہت والفت ہے
مِری زیست کا سرمایۂ عظیم
آپ سے بڑھ کے مجھے
پوری دنیا میں کہیں

کوئی نہیں، کوئی نہیں
واقف حال ہیں، جس حال میں ہوں
کب کوئی بات، کئی سوچ بھی پوشیدہ رہی ہے میری
کہ ازل سے تا ابد آپ کی ذات
ہے جہاں بھر کی سمیع اور بصیر
کیسے ممکن ہے کہ تخلیق کریں
اور مرے حال سے آگاہ نہ ہوں
جو بھی کہنا ہو مجھے
خود مری جنبش لب سے پہلے
اس سے، اس کی جزئیات سے آگاہ نہ ہوں
دو جہانوں کے لطیف اور خبیر
مری ہر ایک تمنا، مری ہر سوچ، مری ہر ایک دعا کا مرکز
ہے فقط آپ کا در، آپ کا در، آپ کا در
کہ بنا مانگے جہاں سے سب کو
جو بھی درکار ہو، کچھ اس سے سوا ملتا ہے
یہ وہ در ہے کہ جہاں سے کبھی مایوس نہ لوٹا کوئی
نہ تو تکرار تمنا، نہ ہی یاں جنبش لب ہے درکار
نہ نگاہوں کی خشونت، نہ تمسخر، نہ ہی ذلت کوئی
بات کھونے کا ہے اندیشہ نہ رسوائی کا ڈر
نہ ہی پردے میں سخاوت کے تماشائی کوئی
کیوں نہ ہر ایک تمنا کو اسی در سے وابستہ رکھوں
مدعا کوئی لئے کیوں میں کسی اُور بڑھوں
کوئی ہو کتنا ہی ہمدرد مرا
اور ہو چاہے شہنشاہوں کا شاہ
ہستی دیکھو تو بشر

میں بھی بشر
اور سوچو تو حقیقت میں ہیں دونوں ہی اسی در کے گدا
کیوں مری بات بھلا اس کی زباں سے پہنچے
واسطہ پیامبروں کا یاں بھلا کیا معنی
جب کہ خود آپ ہیں ہر لحہ رگ جاں کے قریب
زندگی بھر اے خدا!
اِک اسی در کی میں محتاج رہوں
یہ وہ محتاجی ہے، مل جائے جسے
پھر کسی اور کا ہرگز نہ وہ محتاج رہے
اسی محتاجی کے سائے میں رہیں گے محفوظ
مرا پندار، خودی اور وقار
جنھیں رکھنا ہے ہر اک حال دل وجاں سے عزیز
سر جھکانا ہو اگر عجز سے مجھ کو تو اسی در پہ جھکے
پھیلے دامن تو یہیں اور بڑھے دستِ تمنا تو اسی سمت بڑھے
اے مرے ربِّ عظیم!

سمیعہ صاحبہ نے برمنگھم، یو کے سے تعلق رکھنے والے خواجہ محمد عارفؔ صاحب کی یہ دلکش حمد بھی ارسال کی ہے:

زباں محو حمد و ثنائے خدا ہے — یہ توفیق بھی تو عطائے خدا ہے
دلوں میں ہو احساس و وجدان اس کا — نظر آنکھ کو جو نہ آئے، خدا ہے
وہ خالق، وہ مالک، وہ آقا، وہ مولا — ہر اِک شے جہاں کی برائے خدا ہے
وہ زندہ تھا، زندہ ہے، زندہ رہے گا — کہ فانی ہے جو ماسوائے خدا ہے
کہا لن ترانی کسی کو تو کوئی — سرِ عرش محوِ لقائے خدا ہے
سنے غور سے کوئی تو ذرّہ ذرّہ — ہمہ وقت نغمہ سرائے خدا ہے
اُسی کے رہیں ہو کے سب جنّ و انساں — یہی حکم اور مقتضائے خدا ہے
جھکیں ایک در پر، فقط اُس کے در پر — یہی سنتِ انبیائے خدا ہے

جسے ہو گئی اپنی پہچان عارفؔ! وہی عارفِ راز ہائے خدا ہے

سمیعہ صاحبہ نے رادھرم، یو کے سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کی حمدیہ رباعیات بھی ارسال کی ہیں جو اُن کے مجموعے ''عکسِ آواز'' سے ماخوذ ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

ذرے پہ جو سورج کی نظر ہو جائے شبنم کی طرح رشک گہر ہو جائے
اے دل تجھے کیا اتنی بھی توفیق نہیں خالی ہو تو اللہ کا گھر ہو جائے

☆

ہر پھول کے ہنسنے میں ادا ہے اُس کی ہر برگ پہ تحریر ثنا ہے اُس کی
آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا اُس کو آزاد زمانے سے لِقا ہے اُس کی

☆

جب لوح پہ تخلیق رقم کرتا ہے ہر چیز بیک حرف بہم کرتا ہے
خالق ہے عناصر کے جہاں کا اللہ باری ہے وہی روح بھی دَم کرتا ہے

☆

توّاب ہے، غفّار ہے اور ہے رحمان ہر روز نئی ہوتی ہے اُس کی ہر شان
یکتائی میں کامل ہے وہ اپنی تنہا ہاں بھیڑ میں تنہا ہے جو وہ ہے انساں

☆

غنچے میں تسلسل کی کہانی رکھ دی ہر چیز میں کچھ اپنی نشانی رکھ دی
ٹھہراؤ کو ٹھہرا دیا پتھر کا جی پانی کی طبیعت میں روانی رکھ دی

☆

اضداد سے دنیا کو سجایا اُس نے سورج کو بھی ظلمت سے بنایا اُس نے
کب میل ہُوا آگ میں اور پانی میں دونوں کو مرے دل میں ملایا اُس نے

☆

افلاک کی گردش کو ازل سے لکھا ہر حادثہ مربوط ہے پل سے لکھا
تقدیر جہاں بھر کی معیّن کر دی انسان کی قسمت ہے عمل سے، لکھا

☆

اسمائے در و بست سکھا کر مجھ کو بھیجا تو ہے انسان بنا کر مجھ کو

جس کام کی مہلت مجھے دی ہے مولا اس کام کی ہمت بھی عطا کر مجھ کو

☆

تخلیق کا جب اُس نے فسانہ لکھا ہر چیز کا کیا ہوگا ٹھکانا، لکھا
پتھر کے مقدر میں لکھا بھاری پن پھر میرے مقدر میں اُٹھانا لکھا

☆

کر منہ سے یہ اقرار، ہے اللہ احد سب کا ہے وہی رب، وہ غنی اور صمد
ہے پاک علائق سے مگر اُس کی ذات وہ باپ کسی کا، نہ کسی کا ہے ولد

سمیعہ ناز صاحبہ نے ''انت مولانا'' کی ردیف میں ایک دلکش حمد بھیجی ہے جو اُن کے مجموعے ''خزینہء رحمت'' سے ماخوذ ہے، ملاحظہ کیجئے:

الٰہی! تو ہی شافی، ''انت مولانا'' الٰہی! تو ہی کافی، ''انت مولانا''
جہانِ رنگ و بو دنیائے فانی ہے الٰہی! تو ہی باقی، ''انت مولانا''
ہمیں یا رب! فقط تیرا سہارا ہے بنا بگڑی ہماری، ''انت مولانا''
درود پاک پڑھ کر جو دعا مانگیں یقیناً پوری ہوگی، ''انت مولانا''
میسر ہے سکونِ قلب کی دولت کہ ہے سانسوں کی بولی، ''انت مولانا''
سکھا دے شکر کرنا اے ہمارے رب تو ہو جا ہم سے راضی، ''انت مولانا''
تری رحمت پہ نازاں نازؔ ہے مولا! اسے دے دے معافی، ''انت مولانا''

سمیعہ ناز صاحبہ نے لندن، یوکے کی ایک بہت اچھی شاعرہ فرحت خان فرحتؔ کی حمد بھیجی ہے، ملاحظہ کیجئے:

ایک واحد ہے وہ خدا میرا ساتھ دیتا ہے جو سدا میرا
وہ مِرا ہو گیا اُسی لمحے میں نے جس دَم اُسے کہا ''میرا''
(سبحان اللہ، بہت اچھا شعر ہے)
اُس کو دیکھا نہیں کبھی میں نے سُن رہا ہے جو مدعا میرا
میری کشتی کا ہے وہی والی وہ خدا ہی ہے ناخدا میرا
جب پڑھا میں نے نعرۂ تکبیر بڑھ گیا جوش و ولولہ میرا
ہیں یہ اُس کی عنایتیں ساری ہے جو آنچل بھرا بھرا میرا

اُس کی رحمت کی چھاؤں میں فرحتؔ ہے یہ ننھا سا گھونسلہ میرا

سمیعہ ناز صاحبہ نے جرمنی میں مقیم شاعرہ عشرت معین سیماؔ صاحبہ کی ایک حمد یہ کاوش بھی بھیجی ہے:

زمیں پر بھی ہے اور زمانوں میں ہے اُسی کا ظہور آسمانوں میں ہے
وہ ربّ احد تا سما و سمک سبھی کے دلوں میں، زبانوں میں ہے
ہیں پورے بھی مصروفِ ذکرِ خدا وہ تسبیح کے سارے دانوں میں ہے
وہ رحمت کی بارش بہا دے گی سب جو غم دل کے کچے مکانوں میں ہے
(بہت خوب)
عطائے سخن بھی کرم ہے ترا مری شاعری بھی خزانوں میں ہے
ضیائے لطافت میں ڈوبی تھی شب فضائے سحر اب اذانوں میں ہے
بھلانا نہیں سیماؔ اُس کو کبھی جو دل کے نہاں چار خانوں میں ہے

سمیعہ ناز نے فرانس میں مقیم شاعرہ شازؔ ملک کی حمد بھی روانہ کی ہے، ملاحظہ کیجئے:

رحمان ہے رحیم خدا تو حسیب ہے شہ رگ سے اپنے بندوں کے تو ہی قریب ہے
سانسوں پہ اختیار ہے، دھڑکن پہ اختیار کرتا ہے اپنے بندوں سے تو پیار بے شمار
دریا بہائے، تو نے سمندر بہا دیئے اور آسماں پہ چاند ستارے سجا دیئے
مٹی سے تو نے چاک پہ انساں بنا دیا اشرف کے مرتبے سے اسے پھر سجا دیا
عقل و شعور، قوتِ گویائی بخش دی اور قیمتی سماعت و بینائی بخش دی
قاصر ہوں تیری شان میں لکھنے سے کچھ خدا کر دے تو مجھ کو حرف کی دولت حسیں عطا
بندی ہے شازؔ کہنے کو ہر چند بے نشاں کہتی ہے شعر اس لئے کہ تو ہے مہرباں

سمیعہ ناز نے پیرس (فرانس) میں مقیم شاعر ممتاز ملک کی حمد بھی ارسال کی ہے جو یہاں پیش ہے:

تو خدا ہے، تری دنیا ہے خطاؤں والی میں تو بندہ ہوں، مری ذات کی توقیر کہاں
خلد کا کھیل ہے تیرے لئے آنا جانا میں یہ چاہوں بھی تو بن جائے گی تقدیر کہاں
نام تیرا ہے جو منزل کی نشانی دے دے یہ جہاں میرے ارادوں کی ہے جاگیر کہاں
اے خدا! سوچ کے جگنو کو سلامت رکھنا ذات کی سیاہی میں اس کے سوا تنویر کہاں
میں ہوں ممتازؔ مگر میری یہ اوقات کہاں تو نہ چاہے تو قلم میرا ہے شمشیر کہاں

کینیڈا میں مقیم شعیب ناصر صاحب مشاعروں کا انعقاد کرتے رہتے ہیں اور خود بھی اچھے شاعر

ہیں۔اُن کی حمد ملاحظہ کیجئے:

تھاما ہے میں نے جو ترے محبوبﷺ کا علم
رکھنا کرم سے اپنے مری ذات کا بھرم

جب بھی میں کوئی کام کروں اے مرے خدا!
اُٹھے تری رضا کے لئے میرا ہر قدم

رحمت سے تیری، مجھ کو ملے ایسی کچھ عطا
مدحت ترے حبیبﷺ کی کرتا رہوں رقم

محشر میں جب ہو سامنا آقاﷺ کا اے کریم!
کرنا گناہ گار کے احوال پر کرم

آنکھیں ہوں جب بھی بند مری اس جہان میں
ہو سامنے نظر کے مری آپ کا حرم

جس میں ترے حبیبﷺ کے رہتے ہوں سب غلام
ناصؔر کو رحمتوں سے عطا کرنا وہ ارم

دائرۂ ادب نیویارک کے بانی اور منتظم جناب محسؔن علوی یہاں فروغ حمد و نعت اور اُردو ادب کی خدمت کے میدان میں کار ہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ وہ ہر مہینے پابندی سے حمد اور نعت کا مشاعرہ منعقد کر رہے تھے جن میں شعراء اپنی ایک حمد اور ایک نعت پیش کرتے تھے۔اب شعراء کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے اور اس آن لائن بین الاقوامی مشاعرے کا دورانیہ تین گھنٹے سے بھی زیادہ ہونے لگا تو اب یہ پابندی ہے کہ ہر شاعر تحت اللفظ میں سات اشعار یا ترنم سے پانچ اشعار حمد یا نعت یا حمد و نعت دونوں ملا کر پیش کرے تاکہ مشاعرہ بہت طویل نہ ہو جائے۔

محسؔن علوی صاحب کی دلکش حمد ملاحظہ کیجئے:

رب! تیری مصلحت کے اشارے جدا جدا
الفت ہر ایک دل میں اُتارے جدا جدا

ہر دل ترے حضور میں رطب اللسان ہے
ہر شخص تجھ کو دل سے پکارے جدا جدا

اللہ رے تیری ذات وہ تیرے رسولِ پاکﷺ
دونوں سے عشق جس کے نظارے جدا جدا

غالب ہے ایک جذب کہ حمد و ثنا لکھوں
جذبات یوں تو دل میں ہیں سارے جدا جدا

نورِ خدا بکھیر رہے ہیں جہان میں
شمس و قمر، چراغ، ستارے جدا جدا

ہر اِک نظام پورا کا پورا الگ نظام
ہیں اہتمام سارے کے سارے جدا جدا

مربوط ہر نظام تجھی سے الگ الگ
ہر ذی نفس کو تیرے سہارے جدا جدا

جو چاہے جس طرح سے ترے ساتھ لو لگائے
دل میں ہوں جس طرح کے شرارے جدا جدا

خلقت تمام تیرے لئے سجدہ ریز ہے
انساں، زمین، چاند ستارے جدا جدا

جن و ملک یہ انس یہ مخلوق سب تری
ہر ایک، ایک رب کو پکارے جدا جدا

تو جس کو چاہے راہ دکھا دے نجات کی
ملتے ہیں آگہی کے اشارے جدا جدا

خالق ہے تو، عظیم مصور ہے تیری ذات — ہر ایک شے کا روپ نکھارے جدا جدا
کرتے ہیں سارے حمد اُسی ذات پاک کی — الفاظ کچھ ہمارے تمہارے جدا جدا
محسنؔ کی یہ دعا ہے کہ محبوب تجھ کو ہو — تو جس کو چاہے جیسے سنوارے جدا جدا

جناب حشام احمد سید (انھوں نے اپنا پہلا نام حائے حطی سے ہی لکھا ہے) کینیڈا کے شہری ہیں اور ٹورانٹو میں رہتے ہیں۔ وہ شاعر، کالم نگار، ادیب، مقرر، فری لانس جرنلسٹ اور سوشل ورکر ہیں۔ انھوں نے اپنا حمد یہ کلام مقالے میں شمولیت کے لئے بھیجا ہے، ملاحظہ کیجئے:

وقت کا پیچ و خم آپ سے ہے خدا — یہ وجود و عدم آپ سے ہے خدا
آپ نے ہی بنائی ہے یہ کائنات — سانس کا زیر و بم آپ سے ہے خدا
آپ کاتب ہیں ہر اِک کی تقدیر کے — اور یہ لوح و قلم آپ سے ہے خدا
آپ کی ذات کا ہے تصور محال — اور یہ عقل و فہم آپ سے ہے خدا

(شاعر نے ''فہم'' کا عوامی تلفظ استعمال کیا ہے)

آپ مالک ہیں ارض و سماوات کے — جو بھی ہے محترم آپ سے ہے خدا
آپ ربّ جہاں، آپ پرور دگار — جس کو جو ہے بہم آپ سے ہے خدا
آپ قدوس، باری، مصور، ملک — نظم دیر و حرم آپ سے ہے خدا
آپ ہی کی بتائی ہوئی راہ پر — جو اُٹھا ہے قدم آپ سے ہے خدا
آپ تو ہیں سخی، ہم ہیں عاجز فقیر — جو ہے جاہ و حشم آپ سے ہے خدا
خود ہی انساں نے آلام پیدا کئے — ہر علاجِ الم آپ سے ہے خدا
آزمائش بھی ہے اور انعام بھی — رزق کا بیش و کم آپ سے ہے خدا
بندگی، عاجزی اور مرا انکسار — دل کی مٹی بھی نم آپ سے ہے خدا
زندگی میں بسے جتنے بھی رنگ ہوں — وہ خوشی ہو یا غم آپ سے ہے خدا
آپ کی حمد حشّامؔ سے ہو بیاں؟ — جو ہُوا ہے رقم آپ سے ہے خدا

شکاگو میں مقیم ساجد چودھری صاحب نے اپنی یہ حمد ارسال کی ہے:

میں بشر تو خدا، میں کہاں تو کہاں — ہے فقط تو ہی تو، ہر نگر کہکشاں
میرے عصیاں کے کھاتے زمیں تا فلک — تیری رحمت ہے بحر کرم بے کراں
تیرے شیدائی کو تشنگی کا نہ غم — فیض کے ہیں ترے ایسے چشمے رواں
اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو — میری تھکتی نہیں ورد کرتی زباں

تم کو ساجدؔ! یہ ادراک کیسے ہُوا تم کہیں بھی نہیں، نہ یہاں نہ وہاں

شکاگو میں مقیم خوش فکر شاعر ڈاکٹر توفیق احمد انصاری صاحب نے اپنی یہ دلکش حمد ارسال فرمائی ہے، ملاحظہ کیجئے:

بہاروں میں تو ہے، نظاروں میں تو ہے زمیں، آسماں، چاند، تاروں میں تو ہے
عبادت کے لائق تری ذاتِ عالی عبادت کی ساری قطاروں میں تو ہے
نظر جس نے پائی، کھلا اس پہ عقدہ تصور کے تابندہ تاروں میں تو ہے
ترے سامنے سارے انساں برابر غریبوں میں تو، تاجداروں میں تو ہے
دہکتے ہوئے سرخ صحرا میں تو ہی مہکتے ہوئے مرغزاروں میں تو ہے
حقیقت بھرے دل کی آواز ہے تو محبت بھری یادگاروں میں تو ہے
تری مسجدوں سے ترا نام روشن ترے گھر کے اونچے مناروں میں تو ہے
بشر کے لئے گنجِ تحقیق ہے تو شراروں میں تو، آبشاروں میں تو ہے
ذرا سا یہ توفیقؔ واقف ہے لیکن تری ذات کے سب اشاروں میں تو ہے

شکاگو سے ہی نوجوان شاعر محمد فہد خان نے اپنی یہ حمد بھیجی ہے:

ہم نے جب بھی تری قدرت کے نظارے دیکھے جا بجا تیرے ہی ہونے کے اشارے دیکھے
کہیں تو بیچ میں دریا کے بھی خشکی پائی اور کہیں دشت میں پانی کے 'فوارے' دیکھے!
سلطنت ڈھونڈی تو جھولی میں فقیروں کے ملی اور امیروں کے خزانوں میں خسارے دیکھے
پلتے دیکھا ہے یتیموں کو غریبی میں یہاں بے سہاروں کے بھی کچھ ایسے سہارے دیکھے
ذکر میں رب کے سبھی کر رہے ہر پل ہیں طواف بس اسی نام کے دیوانے یہ سارے دیکھے

انگلینڈ سے ڈاکٹر ناہید کیانی صاحبہ نے جو معروف ادبی شخصیت ہیں اور باقاعدگی سے ہر ماہ کئی کئی مشاعروں کا اہتمام کرتی ہیں، اپنی یہ حمد مقالے میں شمولیت کے لئے ارسال کی ہے:

اے مرے مولا! اے ربِّ ذوالجلال تو ہی شامل ہے مرے احساس میں
تیری قدرت ہے رواں انفاس میں شام کی نیرنگیاں دیکھیں سدا
ضوفشاں یہ صبح بھی تیری عطا تیرا مظہر گلستانِ رنگ و بو
تو ہی تو ہے، تو ہی تو، بس تو ہی تو لفظ کی بازی گری کچھ بھی نہیں
شاعری اور ساحری کچھ بھی نہیں اس تخیل کو زباں کی ہے عطا

بخشی ہے تو نے مجھے فکرِ رسا عزتیں، یہ شہرتیں تیرا کرم
کمتریں کو رفعتیں تیرا کرم غیروں سے ہو کچھ نہ میرا واسطہ
التجا ہے، اپنا ہی رکھنا سدا اے مرے مولا! اے ربِّ ذوالجلال

مشہور و معروف شاعر فرحت ندیم ہمایوں صاحب نیویارک میں مقیم ہیں۔ انھوں نے اپنے مجموعۂ کلام ''اِک عمر کی تنہائی'' میں شامل اپنی حمد مقالے میں شمولیت کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ وہ یہاں حمدیہ اور نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرتے رہتے ہیں اور غزل بھی بہت خوب کہتے ہیں۔ اُن کی حمد ملاحظہ کیجئے جو خمسہ کی شکل میں ہے:

تعریف تو اسی کے لئے بے شمار ہے کل کائنات، جس کی عبادت گزار ہے
جو ماورا ہے عقل سے، پروردگار ہے اور مصطفیٰ ﷺ رسول ہیں اللہ کے حبیب
سچ ہے کہ میرا رب ہے رگ جاں سے بھی قریب

داتا وہی ہے، خالقِ ارض و سما وہی اس خاک پر وہی، سرِ عرشِ علیٰ وہی
مشکل کے وقت سب سے بڑا آسرا وہی بیمار کے لئے نہیں اُس سے بڑا طبیب
سچ ہے کہ میرا رب ہے رگ جاں سے بھی قریب

انساں کے بس میں کچھ نہیں، آخر وہ کیا کرے پتلا خطا کا ہے، جو کرے تو خطا کرے
اس پر بھی وہ رحیم ہے، سب کچھ عطا کرے اُس کی عطا کے ہوتے ہیں انداز بھی عجیب
سچ ہے کہ میرا رب ہے رگ جاں سے بھی قریب

تفریقِ نسل و خوں نہیں اُس کی نگاہ میں ہر شے ہے سجدہ ریز اُسی بارگاہ میں
انساں کہیں بھی ہو، ہے اُسی کی پناہ میں اس کی نظر میں ایک ہیں سب عام و غریب
سچ ہے کہ میرا رب ہے رگ جاں سے بھی قریب

تکلیف چاہے کوئی ہو، حد سے زیادہ ہو کیوں ہر کسی کے سامنے دامن کشادہ ہو
اُس کی ہی رحمتوں سے نہ کیوں استفادہ ہو ہے اُس کی ذات ہی مرے حالات کی نقیب
سچ ہے کہ میرا رب ہے رگ جاں سے بھی قریب

برسائے رحمتوں کی جہاں میں گھٹائیں کون کرتا ہے کائنات پہ اتنی عطائیں کون
سنتا ہے اپنے بندوں کی ساری دعائیں کون کوئی نہیں، کوئی بھی نہیں، بس وہی مجیب
سچ ہے کہ میرا رب ہے رگ جاں سے بھی قریب

پہلے مجھے پناہ دی، اپنی امان دی
پھر بولنا سکھا دیا، منہ میں زبان دی
دی جرأتِ سخن بھی، قلم میں بھی جان دی
لکھتا ہوں حمد اُس کے کرم سے ہوں خوش نصیب
سچ ہے کہ میرا رب ہے رگ جاں سے بھی قریب

ایک عرصے تک ''بزمِ سخن'' شکاگو سے وابستہ اور فعال رہنے والے معروف شاعر شاہ نعیم الدین نعیمی صاحب نے اپنی یہ حمد مقالے میں شمولیت کے لئے ارسال فرمائی ہے:

تم پوچھتے ہو مجھ سے، رہتا کہاں ہے اللہ؟
شہ رگ کے پاس بھی ہے اور بے کراں ہے اللہ
ہر رنگ میں وہی ہے، ہر نقش ہے اُسی کا
سب سے چھپا ہُوا بھی، سب پر عیاں ہے اللہ
خلوت ہو یا کہ جلوت، وہ ہے شریک محفل
محفل میں چار ہوں تو پھر پانچواں ہے اللہ
جتنے بھی ہیں مظاہر، اُس کا وجود اُن میں
اِک روشنی کی صورت سب پر عیاں ہے اللہ
سمٹا ہُوا بھی ہے وہ، پھیلا ہُوا بھی ہر سو
مسند ہے عرش اُس کی اور لامکاں ہے اللہ
ساحل پہ لا کے ڈالا، موجوں نے ڈوبتے کو
ہر مبتلائے جاں کا جو پاسباں ہے اللہ
یہ گھومتے ستارے ٹکرائیں نہ کبھی بھی
ان کے حسابِ گردش کا رازداں ہے اللہ
خاصانِ خاص جو بھی اُس کے قریب تر ہیں
ان کا خیال اللہ، ان کی زباں ہے اللہ
ہم کو نعیمیؔ اُس نے کیا کیا نہ نعمتیں دیں!
عاصی ہیں، پھر بھی ہم پر خود مہرباں ہے اللہ

Meaning of Prayer

مفہومِ عبادت (منظوم اردو مفہوم)

نوٹ۔ فرانسس مارٹن کی اس انگریزی نظم میں مناجات اور عبادت کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے جس کا منظوم اُردو مفہوم راقم الحروف (تنویر پھولؔ) نے کیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

بہ ہنگامِ سحر جو اِک نفَس گزرے عبادت میں
یقیناً سارا دن گزرے گا راحت اور فرحت میں
بوقتِ شام اِک لمحہ جو اُس کی بندگی کر لو
میسر ہو تمھیں آرام اور امن و سکوں شب کو
جو عالم بے کسی کا ہو، اُسے جب یاد کر لو گے
سہارا قادرِ مطلق کا اپنے ساتھ پاؤ گے
جو تنہائی میں اپنے دل سے تم یادِ خدا کر لو
سنے گا وہ تمھاری، باز پاؤ گے درِ حق کو
الم میں جب خیال اللہ کا تم دل میں لاؤ گے
سکوں، آرام اور تسکین کی نعمت ہی پاؤ گے
اگر ہو وسوسہ، تشکیک اُس کو یاد تم کر لو
وہی ہے جاننے والا، بچا لے گا وہی تم کو

خوشی میں شکر ہو اُس کا، تمھیں بخشے گا وہ فرحت
مسرت اور بھی دے گا، ہے اُس کی ذات باعظمت
مناجات اور حمد اُس کی کرو صبح و مسا یارو !
ہر اِک ساعت، ہر اِک لمحہ سکوں سے اپنا تم بھرلو
سہارا جو خدا کا ہے بڑا کامل سہارا ہے
نہیں وہ چھوڑتا اس کو، اُسے جس نے پکارا ہے
الٰہی! پھوؔل کی سن لے، اسے بھی سرخ رو کر دے
کہ اپنے بے کراں انعام سے سیراب تو کر دے

Meaning of Prayer

A breath of prayer in the morning
Means a day of blessing sure
A breath of prayer in the evening
Means a night of rest secure
A breath of prayer in our weakness
Means a clasp of a mighty hand
A breath of prayer when we are lonely
Means someone to understand
A breath of prayer in our sorrows
Means comfort and peace and rest
A breath of prayer in our doubtings
Assures us the Lord knows best
A breath of prayer in rejoicing
Gives joy and added delight
For they that remember God's goodness
Go singing for into the night
There is never a year nor a season
That prayer may not bless every hour
And never a soul need be helpless
When linked with God's infinite power

(Frances MC Kinnon Mortan)

آخر میں نیویارک میں مقیم رخسانہ تنویر کی یہ مختصر حمد ملاحظہ کیجئے۔

غافل انساں! چھوڑ دے غفلت، بات لے رب کی مان
اِک اِک آیت سب سے اعلیٰ لایا ہے قرآن

رب نے کہا ہے "قُولُو احُسنا" بات کرو شیریں
ملتی ہے اخلاق سے عزت، اس سے بڑھی ہے شان

سب کا خالق، سب کا مالک، سب کا پالن ہار
بندوں کی وہ ہر مشکل کو کرتا ہے آسان

کیسی کیسی شکلیں بنائیں، بخشا حُسن و جمال
آئینہ گر کی صنعت پر آئینہ حیران!

رنگ برنگے پھول کھلے ہیں، دیکھو رخسانہ!
ہری بھری جیون کی بگیا، خالق کا احسان

☆☆☆

ڈاکٹر شبیر احمد قادری (فیصل آباد)

کلام رضؔا کے مقام و مرتبے کے تعینات کا مسئلہ اور سید صبیؔح رحمانی

شاعری کی اپنی شریعت ہوتی ہے جسے شعریت کہا جاتا ہے۔ از روئے موضوع یہ دونوں متحارب و متخالف ہیں۔ تاہم کلامِ رضؔا میں ان دونوں کا حسین و جمیل امتزاج دکھائی دیتا ہے۔ کسی شعر کو نہ تو محض بلندیِ افکار کی بنا پر بلند مرتبہ قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ محض فن کی دیدہ زیب دیوار کھڑی کردینے سے کوئی شعر بڑا کہلا سکتا ہے۔ شعر پر شاعری کی مکمل شریعت کا اطلاق ہوگا یعنی وہ شعریت کے حقیقی تقاضوں کی تکمیل کرتے ہوئے قلم قرطاس کی زیب و زینت میں اضافے کا موجب ہوگا تو بڑا شعر کہلائے گا۔ کلامِ رضؔا کے حوالے سے نیاز فتح پوری کی یہ رائے بہت اہم ہے:

> ''میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ حق ہے کہ مولانا کی نگاہ عروض، محاورات، نکاتِ فن پر بھی گہری تھی۔''(1)

محولہ بالا رائے میں درج ذیل نکات قابلِ غور ہیں۔ احمد رضا خاں کی بے پناہ وابستگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے کراں علم کا اظہار، افکار کی بلندی، عروض، محاورات، نکاتِ فن پر گہری نگاہ، اسی رائے کے نکات پر فکر و تعمق سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ درجے کا کلام، افکار کی بلندی اور نکات فن پر گہری نگاہ ہی سے ظہور میں آ سکتا ہے۔ اعلیٰ شعر یک طرفہ اور یک رخا ہو ہی نہیں سکتا۔ افکارِ رضؔا کی اشاعت و ترویج کے ذیل میں ایک بڑی خرابی بریلویت کو ایک الگ فرقہ اور مسلک ثابت کرنے سے

پیدا ہوئی۔ جانے یہ کس سوچ کا شاخسانہ تھا مگر افسوس ہے بعض مقلدین رضؔا نے اس کے بھیانک نتائج پر غور و تفحص کیے بغیر اسے بطور فرقہ اپنے لیے تمغۂ امتیاز جانا اور اہلِ سنت و جماعت کے شاہراہ سے الگ ہو کر خود کو ایک پگڈنڈی کا اسیر بنا لیا اور پھر بر بنائے عقیدت ایسے لوگوں نے حصارِ بے دیوار قائم کر لیا جس میں ایک تقدس مآب شخصیت کو گویا محصور کر دیا گیا۔ جس سے احمد رضا خاں کی عالمانہ حیثیت میں کئی گنا اضافہ تو ضرور ہوا مگر ان کا شاعرانہ مرتبہ اس عالمانہ منزلت کے ساتھ چپک کر رہ گیا اور برسوں تک ان کے حقیقی شاعرانہ مرتبے کا تعین نہ ہو پایا۔ تاریخ ادب میں محسؔن کاکوروی اور امیؔر مینائی کا بحیثیت نعت گو تو ذکر ملتا ہے مگر احمد رضا خاں کو ان اوراقِ تاریخ ادب میں جگہ نہ دی گئی۔ بعض تواریخ تو ان کے نام سے بھی تہی ہیں۔ یہ صورتِ حال محبانِ رضؔا کے لیے بہت تشویش ناک تھی اور ہے۔ بعض اہلِ قلم نے دبے لفظوں میں اس پر بات کی مگر احمد رضا خاں کی شہرت ایک ایسے عالم دین کی حیثیت سے ہوئی جو شعر بھی کہہ لیتا تھا۔ امام احمد رضا خاں کے اعلیٰ پائے کے عالم دین ہونے میں کسی کو کوئی شک ہے نہ انکار، اس وقت ان کی وہ حیثیت زیرِ بحث ہے۔ اس تحریر کی غایت الغایات ان کے حقیقی شعری مقام و مرتبے کے تعینات کے ذیل میں اربابِ نقد و نظر کو متوجہ کرنا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بحرِ علم و ادب کے شناور تھے۔ اصلاحِ سخن کے ذیل میں وہ علم انتقادیات کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے۔ وہ شاعر جو شاعری کو خود انتقادی انداز نظر سے دیکھنے پرکھنے کا قائل ہو، اس کی اپنی شاعری کو اس کسوٹی پر پرکھنا کیوں ضروری نہیں ہے۔ ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی کے ایک مضمون سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''شعر کہنے کی صلاحیت ایک تخلیقی منزلت ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ شعر کہنے والا شعر کے تنقیدی پہلوؤں سے بھی آشنا ہو۔ نقد و تجزیہ ایک فن ہے جو ہر ایک کا حصہ نہیں۔ مولانا باکمال شاعر تھے۔ لائق اعتماد عالم تھے اور قابلِ استناد محقق تھے۔ ان تمام صلاحیتوں کے ساتھ آپ ایک صاحب بصیرت، نقاد بھی تھے۔ تونسہ شریف سے مولانا احمد بخش نے ایک سو چودہ اشعار کا عربی قصیدہ برائے اصلاح بھجوایا۔ اصلاح کچھ اس طرح ہوئی کہ 114/ اِشعار میں 26/ شعر مکمل بدل دیئے گئے ہیں جب کہ 101/ شعروں میں ترمیم کی گئی۔ اس ترمیم میں بعض کو بالکل بدل دیا۔ جواب میں جو خط لکھا گیا، اس میں لکھا:

''فعلن میں بدلنا تو ضرور تھا ہی بوجہ کثرت عروض میں رہنے دیا۔ ورنہ مرے مذاق پر ثقیل ہے۔ نظم عربی میں دخیل وتاسیس کی رعایت واجب ہے۔ ہوتا تو سب میں ہوتا حالاں کہ 86/ میں نہیں ہے صرف 28/ میں ہے۔ انھیں کو بدل دیا۔

ترمیم کا ہر حرف شعری محاسن و معائب سے مکمل آ گہی کا گواہ ہے۔ وزن بابِ فصل، ترتیبِ کلمات اور معانی کی صحت سب پر تبصرہ کیا اور ثبوت دیئے گئے۔ ان تنقیدی آرا سے مولانا کی فنی مہارت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ غرض کہ آپ شاعر بھی تھے اور نقادِ شعر بھی۔''(2)

ڈاکٹر خورشید رضوی کی یہ رائے بہت اہمیت کی حامل ہے:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام شہرت ومقبولیت کے مرتبہ بلند پر فائز ہے۔ تاہم قبول عام بسا اوقات ایک حجاب بھی بن جاتا ہے۔ مولانا کے ساتھ یہی ہوا کہ ان کے عقیدت مندوں کا جذباتی وفور اُن کے خالص علمی وادبی مقام کی تعیین میں حارج رہا۔''(3)

سنگِ سخن کی تشتر نقد و نظر ہی سے تراش خراش ممکن ہے۔ یہ کارِ ہنر اساس سخن ور خود انجام دے یا اس کا کوئی سنجیدہ اور صاحب علم قاری، اس کی ستائش لازم ہے۔ موجودہ عہد جسے قاری اساس تنقید کا عہد کہا جاتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت اور بڑھ جاتی ہے۔ نقد و نظر اور ناقدین کے بارے میں ماضی کے منفی افکار و نظریات باطل قرار پا چکے ہیں۔ کسی بھی فن پارے کا پہلا ناقد خود تخلیق کار رہتا ہے۔ ناقد یہ فریضہ اس وقت ادا کرتا ہے جب کوئی فن پارہ بازارِ ادب میں پہنچ جاتا ہے اور تحریر سے محرر کا رشتہ بس اتنا سا رہ جاتا ہے کہ اس نے اسے زیبِ قرطاس کیا تھا۔ سو حضرتِ رضؔا کے متوالوں اور جیالوں سے بجا طور پر توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ کلام رضا کا مطالعہ اوّلیں سطح پر خود اس انداز سے کریں۔ اس آئینے میں شعروسخن کے اساسی تقاضوں کو کما حقہ سمجھنے والے شاعر کا چہرہ نمودار ہو نہ کہ محض ایک مولانا کا۔ کسی مولانا کا شاعر ہونا ایک اور بات ہے اور کسی شاعر کا مولانا ہونا ایک مختلف مظہر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا احمد رضا ان دونوں اوصاف سے متصف تھے۔ مگر ان اوصاف کو ایک دوسرے کا حجاب نہیں بننا چاہیے۔

مولانا احمد رضا خاں کے شعری متون کا مطالعہ، ماتن کے مقام و مرتبہ سے صرفِ نظر کر کے کیا جائے تو اُن کی حقیقی شعری منزلت کے تعینات کی راہ ہموار ہوسکتی ہے۔ اس ضمن میں شمس الرحمٰن فاروقی

کی ان سطور سے رہنمائی لی جا سکتی ہے جن میں انھوں نے بتایا ہے کہ کسی متن کو سمجھنے کے لیے اسے کن رسومیات (Conventions) کے تحت پڑھا جائے۔ ''شعر شور انگیز'' میں یہ نکات ملاحظہ ہوں:

> ''ہر متن کسی نہ کسی صنف میں ہوتا ہے۔ ہر صنف کی اپنی رسومیات ہوتی ہیں۔ رسومیات سے مراد وہ قاعدے ہیں جن کی رو سے متن بنایا جاتا ہے۔ غزل کی رسومیات اور ہے اور منقبت کی رسومیات اور ہے۔
>
> کسی زبان میں جتنے اور جتنی طرح کے متن بن سکتے ہیں ان میں بعض رسومیاتی عناصر مشترک ہوتے ہیں، مثلاً منقبت اور غزل میں وزن و بحر، ردیف و قافیہ، مطلع وغیرہ مشترک ہو سکتے ہیں۔
>
> ان رسومیاتی عناصر کو جاننا ضروری ہے جن کی رو سے اور جن کے تحت وضع کردہ قاعدوں کی پابندی کر کے، کوئی متن معنی خیز بنتا ہے۔''(4)

محولہ بالا اقتباس میں رسومیات، قاعدے، متن، وزن، بحر، ردیف، قافیہ، مطلع، معنی خیز کے الفاظ بہت اہم ہیں۔ ان کا اطلاق و انطباق شمس الرحمٰن فاروقی نے غزل اور منقبت پر کیا ہے۔ رسومیاتِ سخن کے جن معیارات اور تقاضوں کو سامنے رکھا جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ کلامِ رضاؔ اُن پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ غزل اور قصیدے کی ہو یا مثنوی، قطعہ رباعی وغیرہ احمد رضا خاں کے کلام میں اصناف اور ہیئتوں کا تنوع موجود ہے اور اس میں انھوں نے ان اصناف اور ہیئتوں کے اساسی تقاضوں سے کس حد تک انصاف کیا ہے؟ سو ان کے کلام کو بنیادی طور پر ایک ''شاعر'' کا کلام سمجھتے ہوئے اس کا انتقادی جائزہ لینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر کوئی شارح یا ناقد دلائل کے ساتھ اور ادبی تقاضوں کی روشنی میں سخت فیصلہ سناتا ہے تو اسے ایمان اور کفر کے پلڑوں میں تولنے کی بجائے کھلے دل سے اس کی رائے کا خیر مقدم کرنے کی روش کو اختیار کرنا ہوگا۔ بحیثیت عالم دین مولانا احمد رضا خاں کے نام سے پہلے کے القاب و آداب کا اہتمام بجا ہے اور قابلِ قبول بھی مگر بحیثیت شاعر انہیں صرف ''رضاؔ'' کے نام سے لکھنے بولنے اور پڑھنے کی اب ''اجازت'' دے دینی چاہیے۔ ولیؔ، میرؔ، دردؔ، سوداؔ، ناسخؔ، مصحفیؔ، آتشؔ، غالبؔ، حالیؔ، اقبالؔ کہنے سے ان ناموں کا کوئی اور شاعر ذہن کے پردے پر نمودار نہیں ہوتا بعینہٖ رضاؔ کہنے سے صرف اور صرف احمد رضا خاں ہی کا نام سامنے آئے گا۔ ادبی دنیا کا یہی چلن ہے۔ یہاں بھی اس چلن اور طریقے کی پیروی ضروری ہے۔

اس ضمن میں یہاں مدیر ''نعت رنگ'' سید صبیح رحمانی کی اُن تمناؤں کا ذکر ضروری ہے۔ جو وہ

ایک مدت سے کلامِ رضاؔ کے حقیقی تعینات کے ذیل میں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس میدان میں یہ پہلی آواز نہیں ہے، تاہم یہ طے ہے کہ جس سنجیدگی اور تسلسل سے وہ اس ضرورت کی تکمیل کا احساس دلا رہے ہیں، اربابِ علم و فضل اسے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ سو یہاں ان کا ذکر ضروری ہے 1995ء میں ادبی رسالہ ''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ تنقید نمبر کے طور پر سامنے آیا تو یہ بہرحال نعت کے شعبے میں ایک چونکا دینے والا عمل تھا۔ نعت اور تنقید۔۔۔ تنقید اور نعت۔۔۔ مختلف نوع کا ردِ عمل سامنے آیا۔ تاہم سید صبیح رحمانی کے قدم ڈگمگائے نہیں اس لیے کہ وہ کشتیاں جلا کر اس میدان میں اترے تھے، ان کا اعتماد قابلِ رشک تھا، وہ اپنے ادارتی فیصلوں کی روشنی میں یکے بعد دیگرے ''نعت رنگ'' کے شمارے شائع کرتے رہے معتبر اہلِ قلم کا رکا تعاون اور حوصلہ افزائی ان کے شاملِ حال رہی اور ناقدین کی سمجھ میں بھی یہ بات آنا شروع ہوگئی اور پھر یوں ہوا کہ وہ خود بھی اس کارواں کا حصہ بن گئے۔ ''نعت رنگ'' مزاجاً فروغِ نعت کا ایک روایتی اشاعتی سلسلہ نہ تھا بلکہ یہ ایک مشن لے کر ادبی دنیا میں داخل ہوا اور آج برسوں کی مسلسل محنت اور شبانہ روز کاوشوں کی بدولت دنیا بھر کیا اعلیٰ پائے کے ناقدین و محققین اس کارواں کا حصہ ہیں۔ نعت محض عقیدت کے اظہار کا پیمانہ نہیں رہی بلکہ ایک مسلسل شعری حقیقت بن کر اُبھری اور رطب و یابس اور ممنوعات کو منعوت کرنے کی بجائے مبنی بر حقیقت موضوعات منتخب کرنے اور جزوِ نعت بنانے کا رجحان عام ہوا۔ اس ضمن میں ''نعت رنگ'' کے نشترِ نقد و نظر کا بہت کچھ عمل دخل تھا، جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نشترِ نقد و نظر کی زد میں نئے شاعر ہی نہیں آئے۔ معتبر شاعروں کے بعض اشعار و افکار کے اظہار میں غیر سنجیدہ اور غیر محتاط پہلو بھی زیرِ بحث آئے۔ ایسے میں بجا طور پر یہ بات سامنے آئی کہ جب غالبؔ، داغؔ، محسنؔ کا کوروی، امیرؔ مینائی جیسے بلند پایہ شعرا کے کلام پر نقد و نظر کے حوالے سے کھل کر بحث ہو رہی ہے تو اردو نعتیہ حلقوں پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والے شاعر مولانا احمد رضا خاں کے کلام کا بھی خاطر خواہ سنجیدگی سے مطالعہ ضروری ہے۔ سید صبیح رحمانی نے یہ معاملہ ''نعت رنگ'' کے مولانا احمد رضا نمبر کے اداریے میں بھی اٹھایا تھا اور اب اپنی مرتبہ کتاب ''کلامِ رضا۔۔۔ فکری و فنی زاویے'' کے ابتدائیے بعنوان ''تفہیمِ کلامِ رضاؔ۔۔۔ چند معروضات'' میں بھی اظہارِ خیالات کیا ہے:

> ''نعتیہ شاعری کا ذکر آتے ہی ہمارے ذہنوں میں جو پہلا نام روشن ہوتا ہے، وہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے کہتے ہیں قدرت بڑے کاموں کے لیے بڑے لوگ پیدا کرتی ہے اور انہی بڑے لوگوں کے عظیم کارناموں

سے کسی وقوم کی فکری تاریخ اور تہذیب وادب کے اوراق روشن ہوتے ہیں۔
مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی مجموعی صفات کے تناظر میں ایک ایسی ہی بڑی شخصیت ہیں جنھوں نے علمی، فکری، نظریاتی اور فقہی موضوعات پر وہ قابلِ قدر قلمی اثاثہ چھوڑا ہے جس سے آنے والا زمانہ تادیر روشنی حاصل کرتا رہے گا۔''

''بے شمار علمی مشاغل کے باوجود اُن کی شاعرانہ تخلیقات میں زبان و بیان کی قوت، تخیل کی بلند پروازی، جذبات وواقعات اور وارداتِ قلبی کی پیکر تراشی جیسے فکری اور فنی محاسن دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مولانا نے کُل وقتی شاعر نہ ہوتے ہوئے بھی اردو زبان وادب اور نعت گوئی کے فن کو کتنا پُر ثروت کیا ہے۔''

مولانا کے عشق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرارت اور اُن کے فکار، نظریات اور تعلیمات وکلام کی روشنی میں ہر آنے والے لمحے میں اپنا دائرہ وسیع کررہی ہے۔ ہرگزرتا دور ''حدائق بخشش'' کی تخلیقی عظمت، ادبی سرفرازی، شعری بلندی اور عشق وعقیدت کے نو بہ نو پہلو سامنے لا رہا ہے۔

مولانا نے اپنی نعت گوئی کے توسط سے بحیثیت عالم دین، احترامِ بارگاہِ رسالت مآب اور آدابِ نعت گوئی کے جن زاویوں اور پہلوؤں کو متعارف کروایا اور انہیں اپنے افکار وخیالات کے شعری سانچے میں جس طرح ڈھال کر دکھایا، اس کی کوئی دوسری مثال اردو نعت کے شعری روایت میں بایدوشاید نظر آئے۔

نعتیہ ادب پر اب تک تنقید وتحقیق کے جتنے بھی اظہاری زاویے سامنے آرہے ہیں، اُن میں کہیں نہ کہیں مولانا کے اسلوب وآہنگ کو چراغِ راہ بنا کر چلنے کا رویہ نمایاں نظر آتا ہے۔(5)

اب یہاں ''نعت رنگ'' کے اٹھارہویں شمارے کے اداریے کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ یادگار اشاعتِ خاص 2005ء میں منصۂ شہود پر آئی۔ ان آراء کو دہرانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سید صبیح رحمانی ایک مدت سے اہلِ علم وفضل اور اربابِ نقد ونظر کو اس مسئلے کی سنجیدگی اور ضرورت واہمیت سے آگاہ کرتے چلے آرہے ہیں، موصوف لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں اُردو کے وہ خوش نصیب اور مقبول خاص وعام نعت گو ہیں جن پر بہت لکھا گیا ہے۔ اردو کے

کسی اور نعت گو پر اتنا نہیں لکھا گیا جتنا مطبوعہ مواد مولانا پر موجود ہے لیکن مقالات و مضامین کی یہ کثرت ہمارے لیے خوشی کا باعث تو ہو سکتی ہے، اطمینان کا نہیں۔ خوشی اس بات کی کہ کسی نہ کسی بہانے ایک عظیم نعت گو کی یاد اور اس کے کام کی خوشبو پھیل رہی ہے اور عدم اطمینان اس بات پر کہ اس مطبوعہ سرمائے کی ایک بڑی تعداد سنجیدہ قارئین کو متاثر کرنے کی بجائے یکسانیت اور اکتاہٹ کا احساس پیدا کر رہی ہے۔" (6)

اس یکسانیت کے جو اسباب انہوں نے تلاش کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

"اس ایوان میں فکرِ تازہ کے دریچے کم ہی کھلے ہیں، وہی چند موضوعات اور وہی چند حوالے جن کی بنیاد پر لاتعداد مضامین کا ایک ڈھیر لگا دیا گیا ہے۔

ان مضامین کے لکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد مولانا احمد رضا خاں کے ایسے حلقہ ارادت منداں سے تعلق رکھتی ہے جو مولانا کی نعت گوئی پر صرف مولانا سے عقیدت اور محبت کے اظہار کی خاطر کچھ لکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ ادب اور زبان سے جڑے مسائل ان کا مسئلہ اور موضوع نہیں۔" (7)

سید صبیح رحمانی ادب و فن کے اصولوں کے تحت کسی بھی شاعر کا فنی مطالعہ کرنے کے لیے دو زاویوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

"شاعر کو اُس کے عہد کے تقاضوں، ماحول اور تناظر میں رکھ کر اس کے کلام کو ان اقدار کی روشنی میں پرکھا جائے جو اُس کے عہد میں رواج پا چکی تھیں اور پسندیدہ سمجھی جاتی تھیں۔ دورِ حاضر کے ادبی ذوق و معیار کو بنیاد بنا کر شاعر کو جدید آگہی کے مطابق از سرِ نو دریافت کیا جائے۔" (8)

اوّل الذکر زاویے کے حوالے سے موصوف کی یہ رائے درست ہے کلام رضؔا پر برابر اور بہت کچھ لکھا گیا ہے اور متواتر لکھا جا رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ زاویۂ دوم کے انطباق و انصرام کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں اور جدید عصری ادبی تناظر میں کلامِ رضؔا کے مطالعے کے کے رجحان کو عام کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ موصوف کی یہ رائے صد فی درست ہے کہ اسی صورت میں یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کلام کے وہ کون سے فکری اور ادبی میلانات ہیں جو اس عہد کے شعری اسالیب اور تخلیقی

معیارات کے حامل ہیں اور کلامِ رضؔا کو اِس دور کے شعری تناظر میں بھی زندہ رہنے اور پڑھے جانے کا جواز فراہم کرتے ہیں۔(9)

''جامِ نور'' دہلی کے لیے خوشتر نورانی نے سید صبیحؔ رحمانی سے انٹرویو لیا جس میں انہوں نے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے مقام و مرتبے کے حقیقی تعینات کی بابت یوں اظہارِ خیال کیا تھا:

> ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری ہمارے یہاں عوام میں اتنی مقبول اور اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ کسی دوسرے نعت گو شاعر کو اردو میں وہ مقبولیت اور عظمت حاصل نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا مقبولیت کے حوالے سے مولانا نمائندہ شعراء میں فردِ واحد ہیں۔ ایسے شاعر کے بارے میں اب تک جو کچھ بھی گفتگو ہوئی یا جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ بہت رسمی انداز میں، ان سے عقیدت رکھنے والوں نے اب تک جو کچھ بھی لکھا ہے، میں سمجھتا ہوں وہ ادب نہیں ہے بلکہ عقیدت ہے۔ ان سے عقیدت ہونی بھی چاہیے کیونکہ جب ہم ان کو ان کے مجموعی کام کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو ان سے محبت بڑھ جاتی ہے مگر جب ہم کسی فن پارے کو ادبی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو یہ اس فن پارے کے ساتھ انصاف ہوتا ہے کہ ہم اس کے بارے میں جو کچھ سمجھ رہے ہیں وہ صحیح طور پر لکھیں۔ اس تناظر میں میں سمجھتا ہوں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب پر کام کرنے والوں پر ایک خوف کا سایہ ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری کو اگر ہم تنقیدی زاویوں سے گزاریں گے تو ہمارے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا جب کہ میرا خیال یہ ہے کہ اس تاثر کو ختم کرنا چاہیے۔ دیکھئے! غالبؔ اُردو کا ایک عظیم شاعر ہے اگر اس کے حق میں دو سو کتابیں لکھی گئی ہیں تو اس کے فن کے خلاف بھی دو سو کتابیں وجود میں آئی ہیں مگر شاعر ہونے کی حیثیت سے اس کے قد پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ تنقیدی کسوٹی سے گزر کر اس کی شاعری دن بدن فن کے نئے پہلوؤں سے ہمیں آشنا کر رہی ہے۔''(10)

اپنے اس مؤقف کی دلالت کے طور پر صبیحؔ رحمانی بجا طور پر میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ کی مثالیں دیتے ہیں جن کے کلام کی نئی نئی شرحیں سامنے آتی رہی ہیں:

> ''ان کی شرح و تعبیر کا جو کام ہوا وہ نہ صرف دوسروں سے بہت زیادہ ہے بلکہ اس حوالے سے بھی غور طلب ہے کہ مختلف ادوار میں مختلف نظریات

اور ذہن کے حامل لوگوں نے الگ الگ نظریاتی اور فکری اندازِ نظر سے یہ کام کیا ہے۔ اس نوع کے کام کی اصل اہمیت بھی یہی ہے کہ ہر نئے عہد کے لوگ ایک نئی نگاہ اور ایک نئے زاویے سے اسے سرانجام دیں۔'' (11)

اس سے پہلے صبیح رحمانی نے شمس الرحمٰن فاروقی کی کلامِ میرؔ کی معرکہ آرا شرح ''شعر شور انگیز'' میں شارح کے انداز نقد ونظر کی مثال بھی دی ہے، یعنی تشریح، تقابل، تجزیہ، تعین قدر اور امتیاز۔ صبیح رحمانی یہ راست موقف اپناتے ہیں:

''کسی شاعر کے جہانِ معنی کی تفہیم کا جواز محض اس کی زبان یا اس کے لسانی پیکروں کی عقدہ کشائی سے موسوم نہیں، بلکہ اس کے ادبی، جمالیاتی، تلازماتی، حسیاتی اور فکری پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھ کر اپنے عہد سے اسے ہم آہنگ کرنا بھی اس کی تشریح وتعبیر کا ایک رخ سامنے لاتا ہے۔ دراصل اسی رخ کی بنیاد پر کسی بھی شاعر کی نئے زمانے سے ہم آہنگی کے پہلو سامنے آتے ہیں۔ یہی پہلو اسے نئے زمانے میں قابلِ فہم بناتے اور زندہ رکھتے ہیں۔'' (12)

ٹھوس اور ناقابلِ تردید دلائل وبراہین کی روشنی میں ان کا موقف یہ ہے:

''نعتیہ ادب میں مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا وہ مقام ومرتبہ ہے کہ اُن کے کلام کا بھی ایسے ہی زاویوں سے مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ مولانا کی ادبی حیثیت کا تعین پوری معروضیت کے ساتھ اس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک اُن کے تخلیقی اور شعری اظہار کو ان کی مذہبی حیثیت سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاتا۔ ایسا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ان کے ادبی کام کا جائزہ ادب کے اپنے معیارات کے تحت نہیں لیا جاتا۔ صنائع بدائع، محاکات، مدرکات، لسانیات اور جمالیات ایسے مستند مشرقی پیمانوں کے ساتھ ساتھ اب ان کے کام کو جدید تاریخی، فکری، لسانی اور نظریاتی اصولوں کے تحت بھی دیکھا اور پرکھا جانا چاہیے تاکہ ان کی حقیقی ادبی عظمت نعتیہ ادب میں بالخصوص اور ادبی تناظر میں بالعموم متعین اور محکم ہوسکے۔'' (13)

قیصر نجفی نے ظہیر غازی پوری اور ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مابین امام احمد رضا خاں کے نعتیہ اشعار پر تبادلہ خیالات کو نہایت پُرمغز معلومات افزا اور دلچسپ بحث سے تعبیر کیا تھا۔ تاہم انہیں تشویش ہے تو

اس بات پر کہ مضمون نگار احمد رضا بریلوی کے اشعار کو ہدف بنانے پر اس حد تک کمر بستہ ہیں کہ کسی کا بھی فنی سقم کا حامل شعر انہیں فاضل بریلوی کا شعر لگتا ہے۔ ظاہر ہے تنقید برائے تنقید ایک منفی اور غیر پسندیدہ عمل ہے۔ قیصر نجفی نے ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مضمون میں حضرت بریلوی کی نعت میں مضمون آفرینی کے متنوع البعاد کی نشان دہی پر انہیں داد دی ہے اور تمہیدی سطور پر اس لیے ناگواری کا اظہار کیا ہے کہ جسے سامعین سن سن کر اور قارئین پڑھ پڑھ کر اکتا چکے ہیں۔ (14) اس سے ملتا جلتا تاثر وہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے ایک مضمون کے بارے میں دے چکے ہیں:

> ''اس جائزے میں امام صاحب کی نعتیہ شاعری کا کوئی نیا پہلو سامنے نہیں آیا ہے۔'' (15)

کسی تحریر میں نئے پہلو کی پیش کش اسی صورت میں ممکن ہے جب روایتی انداز میں ستائش و تعریف کرنے کی بجائے تنقید و تحقیق کے متداول آلات اور رسمیات کو بروئے عمل لانے کی سعی کی جائے جس کا تقاضا ایک مدت سے سید صبیح رحمانی اور سنجیدہ طبع اہلِ قلم کرتے آرہے ہیں۔ یوں تو سارے نعتیہ ادب کی ناقدانہ نظر سے چھان پھٹک ضروری ہے مگر امام احمد رضا خاں کے فکر و فن کے گرد عقیدت کا جو جال سا بُن دیا گیا ہے اسے تار تار کر کے ایک ایسے احمد رضا کی تلاش و تعبیر ضروری اور وقت کا اہم تقاضا ہے جو عالم دین ہونے کے ساتھ بے پناہ تخلیقی قوتوں کا حامل شاعر بھی ہے۔

کلام کی صفات و خصوصیات اور عطرِ عطیر کو پانے کے لیے متوازن جائزے اور محاکے ضروری ہیں۔ حقیقت نفس الامری کو پالینا ہی معراجِ نقد و نظر ہے۔ اس رائے کا مقصد عقیدت مندانِ رضا کو کج رو ثابت کرنا نہیں ہے۔ نہ کسی کام کی تنقیص ہے۔ بلکہ دعوت فکر و عمل دینا ہے اور اکیسویں صدی کے تحقیقی و تنقیدی مقتضیات کی روشنی میں سخنِ رضاؔ کے حقیقی مقام و مرتبے کے تعینات کی جاری کاوشوں اور مساعی کو زیادہ باثروت بنانا ہے۔ اس لیے کہ یہ معاملہ صرف کلامِ رضاؔ کا نہیں ہے بلکہ معاصر و مابعد نعتیہ خزینوں کا بھی ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے فکرِ رضاؔ سے اثر پذیر ہوئے۔ کلامِ رضاؔ پر اب تک ہونے والے تنقیدی اور تحقیقی سرمائے کا از سرِ نو جائزہ لینا ضروری ہے تا کہ اس کے حقیقی مقاصد پورے ہوسکیں اور اس جانب مبنی بر متانت توجہ اس لیے بھی اہمیت اختیار کر گئی ہے کہ امسال (2021ء میں) مولانا احمد رضا کو عالمِ فانی سے رخصت ہوئے ایک سو سال مکمل ہو رہے ہیں۔ صد سالہ تقریبات کے انعقاد سلسلہ بالاہتمام جاری ہے۔ اس نادر موقع کو نشستند گفتند برخاستند تک محدود رکھنے کی بجائے اس سخن سرمائے کا از سرِ نو جائزہ لیا جانا اور مطالعہ کیا جانا وقت کی اہم ضرورت ہے، جس ملکِ سخن کی شاہی

کا دعویٰ اور اس میدان میں سکّہ بٹھا دینے کی شاعرانہ تعلّی کلامِ رضاؔ میں موجود ہے اس کی حقانیت ثابت کرنے یا اِسترداد کے لیے شعر وسخن کے معیارات کو جانچنے پرکھنے کے مروج ومتداول کو بروئے کار لاتے ہوئے حقیقی مقام و مرتبے تک رسائی کی مساعی کا، بہرکیف، خیر مقدم کیا جانا چاہیے۔

حوالہ جات

1- نیاز فتح پوری، بحوالہ حضرت فاضل بریلوی کے بارے میں نیاز فتح پوری کے تاثرات، از: علامہ محمود احمد قادری، خانیوال: الاصلاح پبلی کیشنز، حوالہ مزید: مولانا احمد رضا خان کی اردو نعتیہ شاعری، مضمون نگار: ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی، مشمولہ: نعت رنگ، کتابی سلسلہ، کراچی، مولانا احمد رضا نمبر، (مدیر: صبیح رحمانی)، شمارہ نمبر 18، 2005ء، ص42۔

2- محمد اسحٰق قریشی، ڈاکٹر، مولانا احمد رضا خاں کی اُردو نعتیہ شاعری، حوالہ مذکورہ بالا ص143

3- خورشید رضوی، ڈاکٹر، پس ورق: کلام رضاؔ۔فکری وفنی زاویے، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، 2017ء

4- شمس الرحمٰن فاروقی، دیباچہ: شعر شور انگیز، جلد سوم، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، طبع دوم، 1997ء، ص67

5- صبیح رحمانی، کلام رضاؔ۔۔فکری وفنی زاویے، ص7-8

نعت رنگ کا شمارہ نمبر 18 امام احمد رضا نمبر تھا۔ اس شمارے کے ابتدایئے میں سید صبیح رحمانی نے لکھا تھا:

''مولانا کی نعتیہ شاعری کو ادبی نقطہ نظر سے سمجھنے اور بحثیت شاعر ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو پرکھنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ خود کی، نہ دوسروں کو اس کی اجازت دی، مولانا کی نعتیہ شاعری اور ان کا شعری عمل خالص ادبی نقطۂ نظر سے ہونے والی گفتگو کا وسیع، خیال افزا اور خیال افروز ماحول چاہتے ہیں مگر ہم مولانا کی نعتیہ شاعری کو اُن کے دیگر اہم اور وقیع کاموں کے ساتھ ملا کر دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں جس کے نتیجے میں وہ بحثیت شاعر محدود تر حوالے سے موضوع گفتگو بنتے ہیں اور ایک معروف عالم دین اور مذہبی و مسلکی رہنما کی حیثیت سے زیادہ توجہ حاصل کرتے ہیں۔''

(ابتدائیہ: نعت رنگ، کراچی، امام احمد رضا نمبر، شمارہ نمبر 15، 2005ء، ص15)

6- صبیح رحمانی، ابتدائیہ، نعت رنگ، کتابی سلسلہ، کراچی: اعلیٰ حضرت نمبر، (مدیر: سید صبیح رحمانی)، شمارہ نمبر 18، 2005ء، ص14

7- ایضاً ص14۔15

ڈاکٹر افضال احمد انور مذکورہ بالا اداریے کے مندرجات و مشتملات کو خصوصی توجہ کا مستحق سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''اسے بلاشبہ کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے، کا خوب صورت نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔''

(افضال احمد انور، فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، طبع اول، 2010ء، ص66)

8- صبیح رحمانی، کلامِ رضاؔ۔۔۔فکری وفنی زاویے، ص12
9- ایضاً، ص12
10- انٹرویو: سید صبیح رحمانی، انٹرویو، خوشترنورانی علیگ، مشمولہ: جام نور، دہلی: مئی 2005ء، ص37
اس انٹرویو کے مطالعے کے بعد راقم الحروف نے سید صبیح رحمانی کے نام ایک خط لکھا تھا جو نعت رنگ کے حصہ خطوط میں شایع ہوا۔ اس خط میں ان کے افکار اور مساعی کی ستائش اور تائید کی گئی تھی:
''اردو کے صف اول کے نعت گو شاعر حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کو بھی ہمارے بعض علمائے کرام نے ''فاضل بریلوی'' سے آگے نہ پڑھنے دیا۔ حالاں کہ ان علماء میں بھی بعض شاعری کرتے ہیں ایک شاعر دوسرے شاعر کی عظمت اور اہمیت کو بہتر جانتا ہے اب مولانا احمد رضا خان کی شاعرانہ حیثیت اور مقام و مرتبہ پر کھل کر بات کرنا ہوگی اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے:
1- جب تنقید کے اصولوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے کلام رضاؔ پر کام کیا جائے۔
2- تحقیقی اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بے لاگ تحقیق کی جائے اس کے لیے ہم عقیدت مندانِ رضاؔ کو حوصلے اور برداشت سے کام لینا ہوگا اور دلائل کی روشنی میں بات کو آگے بڑھانا ہوگا۔''
شبیر احمد قادری، خط بنام سید صبیح رحمانی، 28 نومبر 2001ء، مشمولہ: نعت رنگ، کتابی سلسلہ، کراچی، امام احمد رضا نمبر، (مدیر: صبیح رحمانی) شمارہ نمبر 18، 2005ء، ص:778
11- صبیح رحمانی، سید، کلامِ رضاؔ۔۔۔فکری وفنی زاویے، ص12
12- ایضاً، ص13
13- ایضاً، ص13
14- قیصر نجفی خط بنام صبیح رحمانی، مشمولہ: نعت نامے بنام صبیح رحمانی، مرتب: ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، طبع اول، 2014ء، ص751
15- ایضاً، ص755

☆☆☆

فاروق احمد جائسی (کان پور)

حضرت نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری فکروفن کے آئینے میں

اس سے قبل کہ ہم حضرت مصطفےٰ رضا خان نوریؔ بریلوی کی نعت گوئی پر کچھ عرض کریں ''نعت'' کے بارے میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نعت کے لغوی معنی تعریف وتوصیف کے ہیں۔ لیکن یہ تعریف وتوصیف جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منظوم مدح سرائی کے لئے مختص ہوگئی ہے۔ نعت کی تین قسمیں مانی جاتی ہیں۔ منظوم نعت، منثور نعت اور خطابی نعت۔ منظوم نعت شاعری کے ضمن میں، منثور نعت توصیفی نثر کے ضمن میں اور خطابی نعت، مدحیہ تقاریر اور خطابات کے ضمن میں شمار کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں وہ مدح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو نظم کی ہیئت میں ہو، اسی کو نعت کہا اور سمجھا جاتا ہے۔

خواجہ حمید یزدانی کا خیال ہے کہ سب سے پہلی نعت حضرت میمون بن قیس اعشیٰ نے لکھی۔ مگر میں بہت وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں ہی کی زبان مبارک سے وقوع پزیر ہوئی۔ وہ توصیفی کلمات یا اشعار جو آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ طفولیت میں ان کے گھر والوں کی زبان مبارک سے صادر ہوئے وہ نعت ہی کے زمرے میں شمار کئے جاتے ہیں خواہ وہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں، آپ کی دائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں یا پھر آپ کے چچا حضرت ابو طالب ہوں اور اب تو بہ تحقیق جناب ابو طالب کا نعتیہ مجموعہ مرتب بھی کرلیا گیا ہے جس کی ایک جلد میری لائبریری کی زینت اور میرے گھر کی برکت ہے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عم زاد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتیں بھی صفحۂ قرطاس پر جلوہ فگن ہیں۔

وہ مدحِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو نثر میں ہیں، نثری نعت کہی جاتی ہیں۔ سب سے افضل و اعلیٰ نثری نعت قرآن مجید ہے۔ ہر چند کہ اس بات کے مصدقہ شواہد ہیں کہ قرآن سے قبل نازل ہو چکی دیگر الہامی کتابوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے واضح بیانات موجود ہیں مگر سب سے موقر، سب سے معظم، سب سے ارفع اور سب سے اعلیٰ نثری نعت کا شاہکار خود کلام ربانی یعنی قرآنِ مجید ہے جس میں درجِ ذیل توصیفی ارشادات ربانی موجود ہیں۔

آپ کا ذکر خیر	**ورفعنا لك ذكرك**
آپ کی ولادت باسعادت	**قد جاء كم من الله نور**
آپ کا روئے مبارک	**والشمس والضحیٰ**
آپ کے گیسوئے مبارک	**والّیل اذا یغشیٰ**
آپ کے گیسو مبارک کا لہرانا	**والّیل اذا سجیٰ**
آپ کا دست مبارک	**ید اللّٰہ فوق ایدیھم**
آپ کی پشت مبارک	**الّذی انقض ظهرك**
آپ کی سیر عرش	**سبحٰن الذی اسریٰ**
آپ کی معراج	**قاب قوسین او ادنیٰ**
آپ کا قرب الٰہی	**دنیٰ فتدلّیٰ**
آپ کی بصارت	**مازاغ البصر وما طغیٰ**
آپ کا علم لدنی	**علمك مالم تكن تعلم**
آپ کا اخلاق حسنہ	**انك لعلیٰ خُلقٍ عظیم**
آپ کو عطا کی گئی نعمتیں	**انّا اعطینٰك الكوثر**
آپ کی عظمت	**وتعزروهُ وتوقّروهُ**
آپ کی رحمت اللعالمینی	**وما ارسلنٰك الّا رحمة الّلعٰلمین**
آپ کی رسالت	**خاتم النبّیین**
آپ کا مقام شفاعت	**مقاماً محموداً**

اس کے علاوہ قرآن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محمد، احمد، نبی، رسول، بشیر، نذیر، شاہد، مزّمل، مدّثر، طٰہٰ اور یٰسین جیسے القاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ سارے القاب و آداب نثری نعت ہی

کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

قرآن کے بعد سب سے اہم نثری نعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ ہے جس کا ذکر شمائل ترمزی کی حدیث میں موجود ہے۔ جس کے آخری الفاظ ہیں ’’آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یکا یک جس کی نظر پڑتی ہے ہیبت کھاتا ہے۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق بڑھاتا ہے محبت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت بیان کرنے والا کہتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے نہ آپ جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا دیکھا‘‘ (شمائل ترمزی)

وہ مدحِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بیانات، خطابات، وعظ اور تقاریر کے ذریعہ کی جاتی ہے، خطابی نعت کے زمرے میں شمار ہوتی ہے۔ اس فن کے ذریعہ مقرر اپنے سننے والوں کو محاسنِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے واقف کراتا ہے اور ان کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

ظہورِ اسلام سے قبل عرب کی زیادہ تر شاعری فخر ومباہات، ہزل وخرافات اور بیجا تفاخر پر مشتمل تھی یا پھر عشق و عاشقی اور حسین عورتوں کا عریاں بیان ہوا کرتا تھا۔ ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان حق کے بعد عربی شاعری کی ساری طاقت ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو پر صرف کی جانے لگی۔ ان ہجو اور خرافات کا مدلل، موثر اور منہ توڑ جواب دینے کے لئے اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے آئے اور اپنے آقا کی ایسی حق پر مبنی تعریف وتوصیف بیان کی کہ کفاران مکہ کی بولتی بند ہوگئی۔ اسی تعریفی اور توصیفی شاعری کو ہم نعت کے نام سے جانتے ہیں۔ اس نعت گوئی کے دو اہم پہلو ہیں۔ ایک توصیف محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرا پہلو ردّ کفر پر مشتمل ہے۔

نعت گو صحابۂ کرام جن کے نام آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، ان میں خصوصاً حضرات حسا بن ثابت، کعب بن زہیر، کعب بن مالک، عبد اللہ بن رواحہ، سفیان بن حارث، عدی بن حاتم طائی، عباس بن مرداس، حمید بن ابوالہلالی، ابوطفیل ابن عامر، ایمن ابن خزیمہ، اعزی ابن ماذن، اسود ابن سریع، لبید ابن ربیع، اور نابغہ جعدی وغیرہم کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں۔ محققین کے مطابق نعت گو صحابیوں کی تعداد کم وبیش ۱۶۰؍ اور نعت گو صحابیات کی تعداد ۱۲؍ بتائی جاتی ہے۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

ظہور اسلام کے وقت ہی سے نعت گوئی کا عمل تواتر کے ساتھ جاری وساری ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ، دنیا کی کوئی زبان، دنیا کی کوئی صنف سخن ایسی نہیں جس نے نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخلیق کے حوالے سے اپنے کو مفتخر نہ بنالیا ہو۔ حضرات ابوطالب، امیر حمزہ، علی ابن ابی طالب، ابوبکر

صدیق، عمر فاروق، فاطمہ سیدہ، امام حسین، امام زین العابدین، امام اعظم ابوحنیفہ، غوث اعظم، شیخ سعدی، امام بوصیری، حافظ شیرازی، عبدالرحمٰن جامی اور دیگر سارے اولیاء کرام، عرفی شیرازی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی سے ہوتا ہوا یہ قابلِ تقلید فن امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلب و ذہن پر روشن ہوا اور وہیں سے یہ نورانی فن جناب مصطفےٰ رضا خان صاحب نوریؔ بریلوی کو ودیعت ہوا۔ ان کا نعتیہ کلام ''سامانِ بخشش'' کے مطالعہ کی سعادت میں نے بھی حاصل کی جسے مولوی فاروق (نوری میاں) نے مرتب کیا ہے، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

ثابت ہوا کہ نعت کہنا، نعت پڑھنا، نعت سننا، نعت کے مجموعات شائع کرنا اور نعت کی محافل منعقد کرنا سب ثواب کے حصول کا ذریعہ اور بخشش و نجات کا باعث ہیں۔ اب ایسے کم فہموں کو کیا کہا جائے جو ہر عمل میں شرک تلاش کرتے رہتے ہیں اور اسی ڈر کی وجہ سے نعت کہنے، نعت پڑھنے اور سننے سے گریز کرتے ہیں۔ آپ میرا اشارہ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ اپنے بڑے بھائی کی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ سرے سے فنِ شاعری ہی کی مخالفت کرتے ہیں اور ''سورۂ یٰسین'' کی آیت نمبر ۶۹، **وما علّمناہُ الشعرَ وما ینبغی لہٗ** یعنی ''ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے'' سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ لوگ ''سورۂ شعرا'' کی آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۶ کا بھی حوالہ دیتے ہیں جس میں ربِّ کائنات نے فرمایا ہے **والشُعرآء یتّبعھُمُ الغاوٗن ط الم ترَ اَنّھُم فی کلِّ وادٍ یھیمونَ ط واَنّھم یقولون ما لا یَفعلون۔** ''یعنی شاعر کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہیں۔ کیا تم نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں مارے مارے پھرتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں''۔

مندرجہ بالا آیات ان کافروں کی بکواس اور ہجویات کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو یہ سمجھتے تھے کہ "**اعذب الشعراء کذ بھا**" یعنی ''سب سے بہتر شعر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہو''۔ جب مذکورہ آیات کے نزول پر صحابۂ کرام متفکر ہوئے اور خود کو بھی کفار شعراء کے ساتھ سمجھنے لگے تو سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۲۲۷ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے **الا الذین آمنو وعملوا الصلحٰت وذکرو اللہ کثیراً وانتصرو من بعد ماظلموا۔** یعنی ''بجز ان شعراء کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے، اللہ کی یاد کثرت سے کی اور انتقام لیا اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا''

نعت گوئی کی سعادت حاصل کرنے والے جلیل القدر صحابہ کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ انہیں آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے نعت کہنے کی ترغیب دی گئی اور قرآنی آیات کے

مقفیٰ و مسجع کلمات، تشبیہ و استعارات، اشارات و کنایات جو اچھی شاعری کی خصوصیات میں شمار ہوتے ہیں، سے بھی شعراء کو نعت گوئی کی ترغیب ملی۔اب رہا ان بزرگ نعت گو شعراء کا کلام جس میں نعت گوئی کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے تو ان کے یہ اشعار نعت گو شعراء کو حد درجہ احتیاط برتنے کی ترغیب دینے کے لئے کہے گئے ہیں۔مقصد یہ کہ نعت کو عام قصیدہ کی طرح نہ تصور کیا جائے جو دنیاوی انعامات کے حصول کی لالچ میں کہے جاتے ہیں اور جن میں کذب و غلو کی بھرمار ہوتی ہے۔جیسے عرفیؔ شیرازی کے مندرجہ ذیل اشعار:

عرفیؔ مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست آہستہ کی رہ بر دمِ تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن مدحِ شہِ کونین و مدیحِ کے و جم را
(عرفیؔ شیرازی)

واضح ہوا کہ نعت کہنے سے پہلے شعراء کو چاہئے کہ قرآنی فرمودات، احادیث، سیرت نبوی، اور اسلامی تاریخ کی کماحقہٗ معلومات حاصل کریں، دینی احکامات پر عمل پیرا ہوکر قدیم نعت گو شعراء کے دواوین کا مطالعہ کریں۔پھر زبان و بیان پر دستگاہ حاصل کریں اور فن و عروض پر مضبوط گرفت بنائیں تب ہی نعت نبی کہنے کی طرف قدم بڑھائیں تاکہ نعت نبی کے اشعار میں کوئی سقم نہ رہ جائے۔اس حد درجہ کوشش کے باوجود بھی اگر کہیں سہو ہو جائے تو اللہ سے یہ امید قوی رکھیں کہ ان کو معاف کر دیا جائے گا۔دل میں یہ خیال بھی رہے کہ نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ادا نہیں ہوا ہے۔لوگوں کی طرف سے داد و تحسین کی زیادتی پر اپنے کو بڑا نعت گو نہ شمار کر بیٹھیں کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ سے کوئی بھی کماحقہ واقف نہیں ہے۔انہیں احتیاط سے روگردانی کرنے والوں کے لئے نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔مگر لغزش کی ڈر کی وجہ سے نعت ہی نہ کہی جائے یہ بات مناسب نہیں ہے۔بس خلوص نیت سے اپنی بساط کے مطابق نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہوں پر گامزن رہے اور "ربنا لا تؤاخذ نا ان نسینا او اخطانا" یعنی ''اے میرے رب میری گرفت نہ کیجئے اگر مجھ سے کوئی سہو اور خطا ہو جائے'' کا ورد رکھے۔ان شاء اللہ شاعر کا ہر ہر شعر آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرف قبولیت پائے گا اور اگر کوئی لغزش ہو بھی گئی تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

نعت بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تنقید اور اصلاح کی بنیاد خود نبی اکرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھ دی تھی۔آپ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ کے ایک شعر میں "عن جذ منا"

کی جگہ "عن دیننا "لکھوادیا تھا۔قصیدہ بانت سعاد کے اکیاونویں شعر میں "سیوف الھند " کی بجائے "سیوف اللّٰہ "لکھوادیا تھا۔ثابت ہوا کہ نعت گوشعراءکونعت نبی پڑھنے سے قبل اساتذۂفن سے اصلاح لینا بھی مسعود ہے جو مندرجہ بالاحقائق سے صاف ظاہر ہے۔

جس طرح نعت کہنے میں احتیاط لازمی ہے اسی طرح نعت پڑھنے کے بھی آداب ہیں۔نعت کسی سے لکھوا کرلائے اوراسٹیج سے یہ کہے کہ ابھی تازہ نعت کہی ہے ملاحظہ ہو۔یا پھرکوئی مبتدی بغیر کسی صاحبِ نظر سے اصلاح لئے بغیر زبان و بیان کی اغلاط والے اشعار پڑھے یا پھرترنم ایسا بنائے کہ کانوں کوگراں گزرے یا اتنا چیخ پکار مچائے، اتنا ہاتھ پیر چلائے کہ بے ادبی کے دائرے میں داخل ہوجائے یہ سب قابلِ گرفت ہیں۔موجودہ دور میں ایک مشہور شاعر تو مائک کواسٹینڈ سے نکال کر ہاتھ میں لے لیتے ہیں اورنعت خوانی کے دوران اسٹیج پر رقص کے جیسے ہاؤ بھاؤ پیش کرنے لگتے ہیں، یہ سب میری نظر میں نعت خوانی کے آداب کے خلاف ہیں۔

نعت خوانوں کو خاص طور پر متوجہ کرانا چاہتا ہوں کہ آجکل داد وتحسین اورانعام ونذرانہ کے حصول کے لئے جس انداز اورایکشن سے نعتیں پڑھی جارہی ہیں، مجھے ڈر ہے کہ شاید وہ بارگاہِ نبوی میں مقبول نہ ہوتی ہوں کیوں کہ ان میں سامعین کی داداور حصولِ زرکی نیت مقدم ہوتی ہے،ان سب غلط طریقۂ نعت خوانی سے آسانی سے بچا جاسکتا ہے جب یہ بات پیشِ نظر رہے کہ نعت ومیلاد کی محافل میں ہمارے آقاومولیٰ بہ نفسِ نفیس تشریف لاتے ہیں یا پھر جلسہ کی کارروائیوں کوملاحظہ فرماتے ہیں۔

جس طرح نعت کہنےاور پڑھنے کے آداب ہیں اسی طرح نعت سننے کے بھی آداب ہیں۔نعت کے سامعین کولازم ہے کہ وہ نعتیہ محافل میں مؤدب بیٹھیں۔جہاں تک ہوسکے محفل میں باوضور ہیں، جب بھی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنیں درود شریف کا نذرانہ پیش کریں۔جب بھی شاعر کا کلام ان کے روح میں وجدوانبساط پیدا کرے تو شاعرکوداد وتحسین سے نوازیں یہ شاعر کی ہمت افزا بھی کرے گا اور خود سامعین کوثواب کا حقدار بھی بنائے گا۔شعر خوانی کے درمیان بات چیت کرنے سے اجتناب کریں اورنظم وضبط قائم رکھیں جوش میں بھی ہوش اوراعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

اسی طرح نعتیہ مجموعے شائع کرنے میں احتیاط لازمی ہے۔میری رائے ہے کہ نعتیہ مجموعے کی اشاعت سے قبل اس کے نثری حصہ کی پروف ریڈنگ کسی عالم سے کرالی جائے۔خاص کراس حصہ کی پروف ریڈنگ بہت عمیق نظروں سے کی جائے جس حصہ میں آیات قرآنی اورعربی وفارسی اقتباسات موجودہوں۔شعری حصہ کی پروف ریڈنگ کسی صاحب نظر شاعر سے ہی کرائی جائے تا کہ شعری اسقام

کی تصحیح اور اصلاح ہو جائے۔ عربی اور فارسی اشعار و عبارت کا اردو ترجمہ بھی پیش کر دیا جائے تا کہ قارئین اس کے شعر اور متن کے مفہوم اور روح تک رسائی حاصل کر سکیں۔ بقول ڈاکٹر سراج احمد قادری (مدیر دبستان نعت) ''کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے مرحلہ سے گزرتے وقت عقیدت سے زیادہ حقیقت سے کام لیا جانا چاہئے تا کہ مجموعۂ نعت کو اغلاط سے پاک و منزہ رکھا جا سکے۔''

جہاں تک حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ الحاج مصطفےٰ رضا خان صاحب نوؔری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعتیہ مجموعہ ''سامانِ بخشش'' پر گفتگو کرنے کی بات ہے تو مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ مجموعہ جس شان، جس شکوہ اور جس اہتمام سے شائع ہونا چاہئے تھا ویسا نہیں شائع کیا گیا، نہ ہی اسے کمپوزنگ کے اغلاط سے پاک رکھا جا سکا، پھر بھی اس موقر نعتیہ مجموعے کو زیور طباعت سے آراستہ کر دیا گیا یہی کیا کم ہے ورنہ یہ سارا کا سار کلام وقت کے پردہ میں روپوش ہو سکتا تھا۔ میں پھر سے مولانا مولوی محمد فاروق رضا نوری صاحب اور ان کے رفقائے کار کو اس کار خیر کے لئے دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس مجموعہ پر حضرت مولانا اختر رضا خان صاحب یعنی ازہری میاں رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ کلمات اس کو اور بھی باوقار بنا رہے ہیں۔ عرض ناشر کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع تحریر سپرد قلم کی گئی ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مجموعۂ کلام کا نقل شدہ مسودہ قاری امانت رسول قادری صاحب کے پاس موجود ہے نیز یہ کہ اس کلام کو خود انہوں نے اپنے مخصوص اور دل آویز ترنم سے حضرت مصطفےٰ رضا خان نوؔری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے پیش کیا اور جہاں کہیں کوئی غلطی تھی اسے خود صاحب تخلیق حضرت نوؔری بریلوی نے اصلاح فرما دی تھی۔

اس مجموعے میں حضور مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب نوؔری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کوائف مختصراً درج ہیں۔ جس کی رو سے آپ کی ولادت ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء اور وصال ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ر نومبر 1981ء ثابت ہوتا ہے۔ مادۂ تاریخ ''شیخ المشائخ'' سے سن ولادت ۱۸۹۲ء اور ''عظیم الشان'' سے سال وصال ۱۴۰۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

مجموعۂ کلام ''سامان بخشش'' کی ابتدا، حمد پاک ''ضرب ہو'' کے عنوان سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور حمد پاک ''اذکار توحید ذات، اسماء وصفات و بعض عقائد'' کے عنوان سے شاملِ اشاعت ہے یہ کلام مخمس کے فارم میں ہے اور ہر پانچواں مصرع

"لا الٰــہ الا اللّٰہ آمـنـا برسول اللّٰہ"

پر مشتمل ہے۔حمد کا ایک ایک لفظ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ کلام ایک متبحر عالم کے قلم کا شاہکار ہے۔ان دونوں حمد یہ کلام کے بعد نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نوری سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ساری نعتیں کسی نہ کسی عنوان کے تحت درج ہیں۔حضور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت سی نعتیں اور منقبتیں بھی عنوان کے تحت ہی مرقوم ہیں شاید اسی لئے حضرت نوریؔ بریلوی نے اپنی ساری نعتوں کو مناسب عنوان سے سجا دیا ہے۔

حضرتِ نوریؔ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نعتوں میں شاعرانہ ہنرمندی کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نئے نئے مضامین کی تلاش، اسلامی تعلیمات کے فروغ کی کوشش، ایمانی جذبات کو جلا دینے کی روش موجود ہے۔یہ نعتیں ایمانی جذبات کو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہم آہنگ کرنے میں پوری طرح کامیاب ہیں۔حضرتِ نوریؔ بریلوی کی عالمانہ شخصیت کا سکہ ہندوستان سے عرب تک چلتا تھا۔ان کی تحریر اور فتاویٰ کو ہندو پاک ہی نہیں عرب ممالک میں بھی مستند جانا جاتا تھا۔اس لئے ان کے نعتیہ کلام کو زبان و بیان کی کسوٹی پر رکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ویسے بھی بزرگوں کا یہ ماننا ہے کہ عالم باعمل کی زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں صادر ہوتا۔اب ان کی شاعری کی ادبی زاویوں پر گفتگو کرنا ہی باقی رہ جاتا۔

کسی بھی قسم کی شاعری کی بنیاد ذہنی موزونیت کی رہین منت ہے۔ذہنی موزونیت کے ساتھ ساتھ اگر عروضی گرفت بھی مضبوط ہو تو پھول میں خوشبو اور سونے پر سہاگہ کی طرح ہے۔علامہ نوریؔ بریلوی کی مضبوط عروضی گرفت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ انہوں نے عمدہ رباعیات تخلیق کی ہیں۔رباعیات کہنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔رباعیات وہی شاعر کہہ سکتا ہے جسے زبان و بیان کے ساتھ ساتھ فنی اور عروضی دروبست پر مکمل عبور حاصل ہو۔علامہ نوریؔ بریلوی کی رباعیات مختلف اوزان و آہنگ میں ہیں اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی عروضی گرفت بھی بہت مضبوط ہے۔

چند رباعیات حاضر ہیں:

گل ہائے ثنا سے ہیں مہکتے ہوئے ہار سقمِ شرعی سے ہیں منزّہ اشعار
دشمن کی نظر میں یہ نہ کھٹکیں کیوں کر ہیں پھول مگر ہیں چشمِ اعدا میں خار

☆

بدکار ہوں، مجرم ہوں، سیہ کار ہوں میں اقرار ہے اس کا کہ گنہگار ہوں میں
با ایں ہمہ ناری نہیں نوریؔ ہوں میں مومن ہوں تو فردوس کا حقدار ہوں میں

کسی بھی شاعرانہ تخلیق کی شروعات مطلع سے ہوتی ہے۔ بحیثیت شاعر میں کہہ سکتا ہوں کہ اچھے مطلع کہنا مشکل امر ہوتا ہے۔ مطلع ہو جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ تخلیق کی منزل کا بڑا حصہ طے ہو گیا ہے۔ علامہ نوریؔ بریلوی کی قوتِ شعر گوئی کا یہ عالم ہے کہ کبھی چار مطلعے، کبھی سات مطلعے اور کبھی گیارہ مطلعے کہتے چلے جاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ ایک دریا ہے جو اپنی جولانی پر ہے۔ متذکرہ مطلعوں میں سے چند حاضر کرنا چاہتا ہوں:

کرم جو آپ کا اے سیدِ ابرار ہو جائے　　　تو ہر بدکار بندہ، دم میں نیکوکار ہو جائے

(اس زمین میں چار مطلعے ہیں)

کچھ ایسا کر دے مرے کردگار آنکھوں میں　　　ہمیشہ نقش رہے روئے یار آنکھوں میں

(اس زمین میں سات مطلعے ہیں)

یہی تو سوتے ہوؤں کو جگانے آئے ہیں　　　یہی تو روتے ہوؤں کو ہنسانے آئے ہیں

(اس زمین میں گیارہ مطلعے ہیں)

ایک کہنہ مشق شاعر محاورات کے برمحل استعمال سے کوزے میں سمندر بھر دینے جیسا کام کرتا ہے۔ محاورات کا درست نظم کر دینا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ حضرت نوریؔ بریلوی کی نعتوں میں محاورات کا خوب خوب استعمال ہوا ہے جس سے شعریت کے تقاضے تو پورے ہوتے ہی ہیں، اشعار میں اثر اور کلام میں زور بھی پیدا ہوتا ہے۔ چند اشعار اس ضمن میں ملاحظہ ہوں جن میں، ڈنکا بجنا، لات مارنا، لوہا ماننا اور چوکڑی بھولنا جیسے محاورات کا خوبصورت استعمال ہوا ہے:

عرشِ اعظم پر پھریرا ہے مرے سرکار کا　　　بجتا ہے کونین میں ڈنکا مرے سرکار کا

لات ماری تم نے دنیا پر، اگر تم چاہتے　　　سلسلہ سونے کا ہوتا سلسلہ کہسار کا

کچھ عرب پر ہی نہیں موقوف اے شاہِ جہاں　　　لوہا مانا ایک عالم نے تری تلوار کا

چوکڑی بھولا براقِ باد پا، یہ دیکھ کر　　　ہے قدم دوشِ صبا پر اس سبک رفتار کا

رعایتِ لفظی یعنی کلام میں ایسے لفظوں کا استعمال جو ایک دوسرے سے مطابقت اور تعلق رکھتے ہوں۔ یہ کمال ان ہی شاعروں کے حصے میں آتا ہے جن کے ذہن میں الفاظ کا نہ صرف یہ کہ خزانہ جمع ہو بلکہ وہ ان الفاظ کے خلاقانہ استعمال پر قادر بھی ہوں۔ ''سامان بخشش'' کے اشعار میں اس شاعرانہ خوبی کا جگہ جگہ اظہار ہوا ہے۔ درج ذیل شعر میں اقصیٰ، کعبہ، عرش، خلد اور عالم ایک دوسرے سے متعلق الفاظ ہیں جن کو حضرتِ نوریؔ نے ایک ہی شعر میں یکجا کر دیا ہے۔ اس حوالہ سے بہت سے

اشعار مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں، مگر طوالت سے بچنے کے لئے صرف یہ شعر درج ہے:

کعبہ و اقصیٰ و عرش و خلد ہیں نوریؔ ترے ہے نرالا سب سے عالم جلوہ گاہِ یار کا

صنعتیں بھی کہنہ مشق اور قادر الکلام شاعر ہی کا حصہ ہیں۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں، جس کی ایک قسم ''صنعتِ تجنیس'' بھی ہے۔ اس صنعت میں لفظ تو ایک ہی ہوتا ہے مگر اس کے معنی الگ الگ لئے جاتے ہیں۔ ''سامانِ بخشش'' میں جگہ جگہ دیگر صنعتیں موجود ہیں اور شعر کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی ہیں۔ مثال کے بطور درج ذیل شعر میں لفظ ''پلے/ پلہ'' استعمال ہوا ہے جس میں پہلے پلہ کا معنی 'میزان' کا پلہ اور دوسرے پلے کا معنی 'ساتھ' ہے:

پلہ عصیاں کا گراں بھی ہو تو کیا خوف مجھے میرے پلے پہ تو وہ رحمتِ رحماں ہو گا

مفتی اعظم ہند حضرت نوریؔ بریلوی نے اسلامی تاریخ و شواہد اور معجزات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی اپنے اشعار میں بڑی مہارت سے استعمال کیا ہے درج ذیل اشعار میں تاریخ کا حوالہ بھی ہے اور معجزے کا تذکرہ بھی:

تو ہے وہ شیریں دہن کھاری کنویں شیریں ہوئے ان کو کافی ہو گیا آبِ دہن اک بار کا

اک اشارے سے قمر کے تم نے دو ٹکڑے کئے مرحبا صد مرحبا مہرِ عجم، ماہِ عرب

تشبیہ و استعارات شاعری میں حسن پیدا کرتے ہیں۔ تشبیہات و استعارات کی تلاش شاعر کے قوتِ متخیلہ کا غماز ہوتا ہے۔ ان کا استعمال بھی ''سامانِ بخشش'' میں خوب خوب ہوا ہے۔ ہر چند کہ نعت میں تخیل کا دخل بہت کم اور حقیقت کا بہت زیادہ ہوتا ہے مگر یہ شاعر کا کمال ہے کہ نعت میں ان خیالات کو نظم کر دیتا ہے جو قرآن اور احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متصادم نہیں ہوتے۔ درج ذیل اشعار میں سورج کو زرد پتہ سے اور ہلال کو ابروئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تشبیہ دی گئی ہے:

تیرے باغِ حسن کی رونق کا کیا عالم کہوں آفتاب اک زرد پتہ ہے ترے گلزار کا

کب چمکتا یہ ہلالِ آسماں ہر ماہ یوں جو نہ ہوتا اس پہ پرتو ابروئے سرکار کا

حضرت نوریؔ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چونکہ عربی اور فارسی کے مستند عالم ہیں اس لئے ان کے اشعار میں عربی اور فارسی کی تراکیب کا جگہ جگہ استعمال ہوا ہے جو اشعار کے مرتبہ کو بڑھاتے اور زور کلام پیدا کرتے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ کہیں ان تراکیب سے مشکل پسندی مترشح نہیں ہوتی۔ درج ذیل شعر میں ''شہِ ہر دوسرا'' اور ''تیغ دو دم'' فارسی تراکیب ہیں جن کے استعمال سے شاعر نے شعر کو بلندی پر پہنچا دیا ہے:

اک اشارہ ترے ابرو کا شہِ ہر دو سرا کاٹ دے دشمنوں کو تیغ دو دم کی صورت

صنعتِ تکرار لفظی سے بھی حضرت نوریؔ بریلوی کے یہاں اشعار میں شعری حسن نمایاں ہوا ہے۔ یہ صنعت بھی لفظیات پر مکمل عبور کی متقاضی ہے:

گل ہو صحرا میں تو بلبل کے لئے صحرا چمن گل نہ ہو گلشن میں تو گلشن ہے اک بن خار کا

ڈوب تو بحر فنا میں، پھر بقا پائے گا تو قبل از بحرِ فنا، بحرِ بقا ملتا نہیں

''سامان بخشش'' میں زیادہ تر نعتیں غزل ہی کے فارم میں ہیں۔ یہی ہیئت موجودہ دور میں بھی نعت کے لئے مقبول ہے۔ غزل کے فارم میں ہونے کی وجہ سے نعتوں میں بھی تغزل کی چاشنی، چسپیدگی، سرمستی اور سرشاری موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ مندرجہ ذیل اشعار کو اگر نعت سے الگ کر کے پڑھا جائے تو وہی مزہ آئے گا جو غزل کا طرۂ امتیاز ہے:

ان کو دیکھا تو گیا بھول میں غم کی صورت یاد بھی اب تو نہیں رنج و الم کی صورت

سرور و نور ہو دل میں، بہار آنکھوں میں جو خواب میں کبھی آئے نگار آنکھوں میں

ہوا ہے جلوہ نما گل عذار آنکھوں میں خزاں کے دور میں پھولی بہار آنکھوں میں

کھلے ہیں دیدۂ عشاق خوابِ مرگ میں بھی کہ اس نگار کا ہے انتظار آنکھوں میں

حضرت نوریؔ بریلوی کے کلام میں ندرتِ خیال اور ندرت بیان دیدنی ہے۔ قاری ان اشعار میں نفس مضمون کی داد دئے بغیر نہیں رہ پاتا اور بقول میر انیسؔ:

''لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار''

والا مصرع بار بار ذہن میں آجاتا ہے۔ درج ذیل دوسرے شعر میں ''قمر'' جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، اور ''شام غریباں'' ان کے دور کی تاریکی کا استعارہ بنا کر رکھا گیا ہے جس نے شعر کی معنویت میں چار چاند لگا دئے ہیں:

آبلے کم مائیگی پر اپنی روئیں بار بار سوکھ کر کانٹا ہوا دیکھیں بدن ہر خار کا

صبحِ روشن کی سیہ بختی سے اب شام ہوئی کب قمر نور دہِ شامِ غریباں ہوگا

حضرتِ نوریؔ کو زبان و بیان پر قدرت والدِ گرامی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے میراث میں ملی ہے۔ لم یات نذیرك فی نظرٍ والی نعت میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عربی، فارسی، اردو اور ہندی کی لفظیات کا خوبصورت استعمال کیا ہے۔ اسی طرز پر حضرت نوریؔ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے کلام میں ہندی لفظیات کا بھی جا بہ جا استعمال کیا

ہے۔ یہ الفاظ نگینے کی طرح جڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور شعر کی خوبصورتی اور فصاحت میں اضافہ کرتے ہیں:

سنسار بھکاری ہے جگ داتا دیا کرنا ہے کام تمہارا ہی سرکار دیا کرنا
سوکھی ہے مری کھیتی پڑ جائے بھرن تیری اے ابر کرم اتنا تو بہرِ خدا کرنا

☆

راجہ پرجا آپ کے دوارے سب بیٹھے ہیں جھولی پسارے
کھیون ہارے کھیون ہارے بیّاں پکڑلے مورے پیارے

نعتیہ شاعری کو نفس مضمون کے اعتبار سے دوحصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو وہ مضامین جن میں توصیف محمدی یا متعلقات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متنوع زاویئے ہیں۔ دوسرے وہ مضامین جن میں دشمنان رسالت کی ہرزہ سرائی کا جواب دیا جاتا ہے اوران پر حامیان اسلام کی طرف سے طنزیہ تیر چلائے جاتے ہیں۔ حضرت نوری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے نعتیہ کلام میں یہ میدان بھی خالی نہیں چھوڑا بلکہ بدعقیدہ لوگوں پر جم کے طنزیہ تیر کی بارش کی ہے:

وصل مولیٰ چاہتے ہو تو وسیلہ ڈھونڈ لو بے وسیلہ نجدیو ! ہرگز خدا ملتا نہیں
دہر یہ الجھا ہوا ہے دہر کے پھندوں میں یوں سارا الجھا سامنے ہے اور سرا ملتا نہیں
قاسمِ نعمت سے ہم مانگیں تو نجدی یوں بکیں کیوں نبی سے مانگئے اللہ سے کیا ملتا نہیں
الٰہی دور ہوں نجدی حجاز سے جلدی حجازیوں کو یہ موذی ستانے آئے ہیں

جس عہد میں حضرت نوری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نعتیہ تخلیقات کررہے تھے اسی دور میں نعتیہ شاعری امیر مینائی، محسن کاکوروی، الطاف حسین حالی، نظم طباطبائی، ظفر علی خان علامہ اقبال اور اکبر میرٹھی کی طرز پر تخلیق کی جارہی تھی۔ ان میں کچھ شاعر کلاسیکی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور کچھ نئی روش اختیار کررہے تھے مگر اس کے درمیانی راستے کی تلاش اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کی رہین منت ہے۔ ان کی شاعری میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، رد بدعات اور امتِ مسلمہ کی ہدایات کا جز نعتیہ شاعری میں ضم ہوگیا۔ یہی بیچ کا راستہ اب بھی نعت نگاروں کے لئے قابلِ تقلید بنا ہوا ہے۔ اس طرز شاعری کو حرزِ جاں بنانے والوں میں حضرت حسن رضا بریلوی، سید محمد اشرفی کچھوچھوی، نعیم الدین مراد آبادی، فقیر برکاتی مارہروی کے شانہ بشانہ مفتیِ اعظم ہند حضرت مصطفےٰ رضا خان نوری بریلوی کا نام بھی جلی حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے، انہوں نے بہت سے الفاظ کو اپنی سان پر چڑھایا اوران میں تصرف

کیا۔اس طرح سے جو نیا لفظ بنا وہ ان کے اشعار میں بہت لطف دیتا ہے:

اہلے گہلے ہیں مشائخ آجکل ہر ہر گلی　　بے ہمہ و با ہمہ مردِ خدا ملتا نہیں

حبیب خدا کا نظارا کروں　　دل و جان ان پر نثارا کروں

تری رحمتیں عام ہیں پھر بھی پیارے　　یہ صدمات فرقت سہارا کروں

حضرت نوریؔ بریلوی نے سماجی اور سیاسی حالت سے چشم پوشی نہیں کی بلکہ ان کو اشعار میں ڈھال دیا ہے۔ان کے اشعار میں دور اندیشی کی مشعل روشن ہے۔بلکہ میں تو کہوں گا کہ ان کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو رہی ہے:

زخم پر زخم بھی کھائے، یہی قاتل بھی ہو　　خونِ مسلم ابھی کیا؟ اور بھی ارزاں ہو گا

ظلم پر ظلم سہے اور سزائیں بھگتے　　اور اگر اف کی،تہِ خنجرِ برّاں ہوگا

ان حالات کا اندازہ کرنے کے بعد جنابِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں استغاثہ پیش کرتے ہیں اور استعانت کے طلبگار نظر آتے ہیں۔یہ دردمندی اور ملت پروری مفتی اعظم ہند ہی کا حصہ ہے:

بھیڑیوں کا ہے یہ جنگل،نہیں کوئی راعی　　بھولی بھیڑوں کا شہا کون نگہباں ہو گا

حضرت نوریؔ بریلوی کے مجموعہ ''سامان بخشش'' میں ایک منقبت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے۔جن کے اشعار ان کی عقیدتوں کے مظہر ہیں۔اس منقبت میں حضرت نوریؔ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شاعرانہ تخیل جولانی پر ہے۔ایک ہی قافیہ ''دم'' کو الگ الگ انداز میں نظم کر دیا ہے جس سے ان کی شاعرانہ مہارت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ مضامین والفاظ ہاتھ باندھے حاضر اور منتظر ہیں کہ شاید انہیں بھی اس منقبت میں جگہ عنایت فرما دی جائے۔آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

خدا رکھے تم کو ہمارے سروں پر　　ہے بس اک تمہارا ہی دم غوثِ اعظم

دمِ نزع سرہانے آ جاؤ پیارے　　تمہیں دیکھ کر نکلے دم غوثِ اعظم

تری دید کی شوق میں جانِ جاناں　　کھینچ آیا ہے آنکھوں میں دم غوثِ اعظم

کوئی دم کے مہماں ہیں آجاؤ اس دم　　کہ سینے میں اٹکا ہے دم غوثِ اعظم

دمِ نزع آؤ کہ دم آئے دم میں　　کرو ہم پہ یٰسین دم غوثِ اعظم

میں ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی سے اتفاق رکھتا ہوں جو اپنے مقالہ ''مفتیِ اعظم کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ'' میں رقم طراز ہیں کہ:

''حضرت نوریؔ بریلوی کی نعت گوئی انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔آپ کی نعتیہ شاعری جملہ فنی محاسن سے آراستہ اور مزین ہے۔آپ کے کلام میں رعایتِ لفظی، صنائع وبدائع، محاورات کا استعمال، تجانیس، پیکر تراشی، تراکیب سازی، معنی آفرینی، جدت طرازی ندرت بیان، علاقائی زبانوں کا استعمال، عربی کی آمیزش اور فارسیت کا رچاؤ بدرجۂ اتم موجود ہے۔''

''سامانِ بخشش'' میں کمپوزنگ کی اغلاط جگہ جگہ درآئی ہیں۔کاش کوئی صاحبِ نظر اس کی پروف ریڈنگ کر لیتا تو یہ اغلاط نہ ہوتیں۔ میں یہ باتیں اس لئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ مجھے خود نمائی کا شوق ہے۔دل میں صرف یہ خیال ہے کہ اگر اسکے اور ایڈیشن شایع ہوئے تو ان کا ازالہ کر لیا جائے گا اور اگلا ایڈیشن کمپوزنگ کی اغلاط سے مبرا ہو جائے گا۔میں عربی زبان سے زیادہ واقف نہیں ہوں مگر عربی الفاظ پر لگے ہوئے اعراب جہاں ان کو وزن سے خارج کر رہے ہیں ان پر میری نظر ہے۔اسی بنا پر میں نے مندرجہ ذیل اغلاط کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے تا کہ اسے درست کیا جا سکے۔امید ہے کہ میری اس جسارت کو میرے اخلاص اور ادبی دیانتداری پر محمول کیا جائے گا۔ایک بات اور یہ عرض کرنی ہے کہ میرے نظریہ ہی کو حرف آخر نہ مان کر دیگر صاحبِ نظر کی رائے بھی لے لیں تا کہ دو دو بار پروپ ریڈنگ سے غلطی کا احتمال ہی ختم ہو جائے۔

صفحہ۱۲/عتذار پہلی سطر''راقم الحروف کو جو کتب و رسائل میسر ہوسکیں'' یہاں ہوسکیں کی جگہ ''ہو سکے'' لکھا جائے۔

صفحہ۱۴/اذکار توحید بند۲،مصرع ۳/مصرع''فعلن ،فعلن فعلن فع'' پرنہیں ہے۔اصل نسخہ میں شاید''حق معبودِ حقیقی وہ'' ہوگا۔

صفحہ۲۰/بند۴/عربی لفظ کے آخر میں یا تو پیش رکھا گیا ہوگا یا واوِ عطف ہوگا۔اسے چک کیا جائے اور درست کیا جائے۔

صفحہ۲۰/بند۵/اوپر ہی کی صورتِ حال یہاں بھی ہے۔ ہر لفظ کے بعد پیش یا واو میں سے کوئی ایک ہی ہوگا۔دونوں لکھنا درست نہیں۔

صفحہ۲۱/بند۔۱ ایضاً

صفحہ۲۱/بند۲/ ایضاً

صفحہ۲۱/بند۳/ "منتقمُ و قیومُ و قوی" میں دونوں جگہ واوِ عطف سے قبل دونوں میم پر

پیش نہیں لگایا جائے گا۔

صفحہ۲۱/ بند۵/ مصرع ۱،۳اور۴/میں تواب، منتقم اور مقتدر کے آخری حروف پر پیش اور واو عطف دونوں نہ ہوں گے۔اصل مسودہ دیکھیں۔

صفحہ۲۲/ بند۔۱/ اس بند میں بھی عربی الفاظ کے آخر میں پیش اور پھر واوعطف کو اصل مسودہ سے ملالیں اور درست کرلیں۔

صفحہ۲۲/ بند۲/ پہلا مصرع اصل مسودہ سے ملالیں خاص کر "جوّاد" اور" عفوّ "کی تشدید کو چک کریں۔

صفحہ۲۲/ بند۴/مصرع۔۱،۲/مقیط اور حفیظ دونوں لفظوں کے آخر میں ''پیش''یا''وٗ'' دونوں میں سے صرف ایک ہوگا۔

صفحہ۲۳/بند۔۱/ مصرع۔۱/ 'قابض' پر یا تو پیش رہا ہوگا یا پھر واوِعطف۔دونوں کی موجودگی مصرع کو بحر سے خارج کردے گی۔

صفحہ۲۳/بند۔۱/ مصرع ۲/''خافض و وارث'' کے بیچ کا 'واؤ' زاید ہے۔یا پھر خافض کا پیش زاید ہے۔چک کریں۔

صفحہ۲۴/ بند۳/ مصرع۴/ ''مافی حُسّی'' کا املا چک کرلیا جائے۔

صفحہ۲۵/ بند۵/ مصرع ۳/ ''وہ سارے محالات سے پاک ہے'' بے بحر ہے۔اصل مسودہ سے موازنہ کریں۔

صفحہ۲۷/ بند۳/ مصرع۔۱/اور۲/ پہلے مصرع میں 'ہے' اور دوسرے میں 'وہ' زاید لکھا ہے۔اصل مسودہ سے موازنہ کریں۔

صفحہ ۲۸/ ۳/ مصرع ۳/ ''آبادی میں ہے بن میں وہ''۔ یہاں ''ہے' زاید لگ رہا ہے۔اصل سے موازنہ کیا جائے۔

صفحہ۳۰/ بند۳/ مصرع۲/ ''شمشاد وصنوبر اور سوسن'' مصرع بحر میں نہیں ہے۔اصل سے موازنہ کیا جائے۔

صفحہ۳۲/ بند۳/ مصرع۲/ ''بے مثل ونظیر و بے ہمتا'' بحر سے خارج ہے۔اصل مسودہ سے موازنہ کیا جائے۔

صفحہ۳۴/ بند۴/ مصرع۴/ ''اس نے وہ نور نہیں دیکھا'' کو''وہ نور اس نے نہیں دیکھا''

لکھا جائے۔

صفحہ ۳۵/ بند۔ا/ مصرع۔ا/ ''جوش پہ آیا رحم کا دریا''،فعلن فعلن فعلن فع کے وزن پر نہیں ہے۔

صفحہ ۳۵/ بند۴/ مصرع ا۔۲/''پیشانیٔ شیش میں آیا''اور''پیشانیٔ نوح میں آیا'' دونوں مصاریع چیک کیے جائیں۔

صفحہ ۳۵/ بند۳/ مصرع ۳/ ''یارا گر یہ نور نہ ہوتا'' بحر میں نہیں ہے۔اصل مسودہ سے موازنہ کیا جائے۔

صفحہ ۳۶/ بند۲/ مصرع ۳/ ''میں سنتی زیادہ مرحبا'' بحر میں نہیں ہے۔اصل مسودہ سے موازنہ کیا جائے۔

صفحہ ۳۶/ بند۵/ چاروں مصرعے اصل مسودہ سے موازنہ کیے جائیں۔

صفحہ ۳۷/ بند۳/ مصرع ۳/ ''خواب میں مجھ سے آمنہ'' وزن میں نہیں ہے۔اصل مسودہ سے موازنہ کیا جائے۔

صفحہ ۳۷/ بند۳/ مصرع ۴/ ''سردار ہے اللہ اللہ'' کو''ہے سردار اللہ اللہ'' لکھا جائے ورنہ مصرع بحر سے خارج ہے۔

صفحہ ۳۸/ بند۴/ مصرع ۴/ ''ایک کو اک کرتا نا مار'' آخری لفظ''مار'' سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔اصل مسودہ سے موازنہ کیا جائے۔

صفحہ ۳۸/ قطعہ کے تحت درج کیے گئے چار مصرعے''رباعی'' معلوم ہوتے ہیں۔رباعی،قطع سے زیادہ اہم اور پروقار صنف سخن ہے اس لئے اسے قطعہ نہ لکھ کر رباعی ہی لکھا جائے تاکہ ان مصرعوں کے وقار کو کم نہ محسوب کیا جائے۔یہاں دوسرا اور تیسرا مصرع رباعی کے چوبیسوں اوزان میں سے کسی پر بھی پورا نہیں اترتا۔ان مصرعوں کو اصل مسودہ سے موازنہ کرکے درست کیا جائے۔

صفحہ ۸۶/ قطعہ کے ذیل میں یہ مصرعے رباعی کے وزن پر ہیں صرف دوسرا مصرع درستگی چاہتا ہے۔چوتھے مصرع''مقبول اگر ان کو ہوں مرے افکار'' میں 'مرے' کی بجائے''میرے'' ہونا چاہئے ورنہ مصرع بحر سے خارج ہوجائے گا۔

صفحہ ۱۰۱/ ان چاروں مصرعوں کو بھی رباعی لکھا جائے۔یہ رباعی اپنے پورے حسن اور آب و تاب کا مظاہرہ کررہی ہے۔سبحان اللہ

صفحہ ۱۱۸/ محیِ سنّت ، حامیِ ملّت ، مجدّد دین کا پیکرِ رشد وہدیٰ احمد رضاؔ ملتا نہیں

مندرجہ بالا شعر کا مصرع بحر سے خارج ہے اسے اصل مسودہ سے موازنہ کر کے درست کرلیں۔

صفحہ ۱۴۶/ تیسرا شعر یوں لکھا ہے جسکا پہلا مصرع بحر میں نہیں ہے۔اسے اصل مسودہ سے موازنہ کر کے درست کیا جائے۔

''پھوار مستوں کی ترے ابرِ کرم کی برسے'' ساقیا کھول ذرا حوض کنارے گیسو

صفحہ ۱۵۰/ قطعہ کی جگہ ''رباعی'' لکھا جانا چاہئے۔

صفحہ ۱۵۷/ قطعہ کی جگہ ''رباعی'' لکھا جانا چاہئے۔

مجھے پوری امید ہے کہ ''سامانِ بخشش'' دنیا بھر کے سنی مسلمانوں کے حلقہ میں قدر و عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

☆☆☆

اسلم عمادی (حیدرآباد)

محال خرد ہے مثال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

زہے نصیب کہ توصیف مصطفیٰ ﷺ لکھوں
ہو میرے خامہ کو توفیق گر عطا لکھوں

ملا جو حکم کہ پڑھ، آپ نے پڑھے سب اسم
تو کیوں نہ آپ کو دانا علوم کا لکھوں

مدثر ایسے اٹھے سب کو راہ دکھلا دی
صفات ایسی کہ قرآں کا آئینہ لکھوں

ستم ہوئے، جہلا کی شرارتیں بھی سہیں
مگر نہ حق سے ہٹے، ان کی شان کیا لکھوں

گذارے غارِ حرا میں جنھوں نے غور کے دن
تلاش حق میں انہیں سب کا رہنما لکھوں

عزیزوں اور رفیقوں کے ساتھ ہجر سہا
مہاجرت کا انہیں درد آشنا لکھوں

وطن کو چھوڑ کے کتنے برس گذار دیئے
حضور ﷺ آپ کی قربانیوں کو کیا لکھوں

عجیب فتح تھی، فاتح خمیدہ سر تھا جہاں
اس انکسار کو رحمت کا معجزہ لکھوں

نئی لغت نئی ترکیبیں ان کی مدح میں ہوں
میں اپنی روح کو آقا کا نقش پا لکھوں

نئی زبان؛ نئے حرف و لفظ گر مل جائیں
میں یونہی مدحتِ سلطان انبیا ﷺ لکھوں

ہر ایک پل ہو درود و سلام زیب زباں
انہیں کی شان میں میں منقبت سدا لکھوں

درِ نبی پہ کسی طرح سے پہنچ جاؤں
جو با اثر ہو میں ایسی کوئی دعا لکھوں

سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنتہائی پاکیزہ اور بلند پایہ موضوع ہے۔ اِس سے ہم مسلمانوں کو یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ دین کن مراحل سے گزرا ہے۔ نبی اور اَصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا بیتی۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار کو کس طرح یہ عزت بخشی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ وحی کا اَحسانِ عظیم سارے بنی نوع اِنسان پر کیا۔ اِس دعوتِ جلیلہ کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح حالات کا مقابلہ کیا۔ اِنصاف کا نظام قائم اور شرک کا قلع قمع کیا۔

سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام الانبیاء تاجدارِ دوجہاں سرکارِ کائنات خاتم النّبیین حضرت محمد ابنِ عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ صفات کا ذکر ہر فرد بشر کے لیے سرچشمۂ ہدایت اور چراغِ راہ

ہے۔محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہم عاشقانِ رسول کے لئے منبعِ نور ومشام ہے۔ان کی سیرت حیرت انگیز حسین وجمیل اور باعث رشد وہدایت ہے۔ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

وہ دانائے سبل،ختم رسل،مولائے کل جس نے غبارِ کوہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

اَللھُم صلی علی محمد و علی آل محمد.

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ مجموعۂ خوبی تھے۔ساری کائنات میں روزِ اَزل تا اَبد ساری مخلوقات جن اور اِنس میں اَعلیٰ مرتبے پر فائز،سب میں سب سے عظیم،ممتاز،صادق اور بے مثال تھے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سا نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہم،ہماری جان و مال،ماں باپ اور سارے لواحقین قربان۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت میں صائب نے کیا خوب کہا ہے:

حسنِ یوسف،دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

واہ،واہ۔کوئی شک نہیں کہ تمام اَنبیاً میں چند مخصوص خوبیاں فرداً فرداً تھیں لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سب ہی خوبیوں کا مظہر تھا کہ وہ اللہ کے نائب اور محسنِ انسانیت تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے اِس لیے نبی بنایا ہے کہ میں پاکیزہ اَخلاق اور نیک اَعمال کی تکمیل کروں،عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قرآن مجید اُن کا خلق ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں اللہ نے کس عظمت والے ناموں سے معنون کیا اور رحمت اللعالمین کے خطاب سے بھی نوازا۔وہ ہدایت دینے والے اور جہالت کے اندھیروں کو اُجالوں سے روشناس کرنے والے اور مٹا دینے والے تھے۔اُن کی اُمت جو اُن کے اُسوۂ اُن کے اِرشادات اور ہدایت پر عمل پیرا ہے،بہترین اُمت ہے،جس کا کام لوگوں کو اچھے کاموں کی ہدایت اور بُرے کاموں سے روکنا ہے۔سرکارِ دو جہاں ختمی المرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت کے سب عناصر درس بھی دیتے ہیں۔

تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل جب وہ بطن مادر مشرفہ میں آئے تو یکا یک برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا سر چشمہ جاری ہوگیا۔روایت ہے کہ ان دنوں مکہ میں سخت قحط کا عالم تھا۔لیکن یکا یک سرزمین مکہ مکرمہ سرسبز اور شاداب ہونے لگی اور اسی لئے قریش نے اس سال کا نام 'فراخی مسرت کا برس' رکھ دیا تھا اور پھر وہ ہوا جس کا روز ازل سے کائنات کو انتظار تھا اور سرکار دو عالم سید الانبیا محمد ابن عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

وہ لمحہ مبارک کیا خوب ساعت تھی کہ کہ ہدایت اور رہبری کی منتظر انسانیت پر اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان کر دیا۔ کفر، اوہام اور اصنام پرستوں کی شر پسندی اور جہالت کے خاتمے کی ساعت کا اعلان ہو گیا:

یکا یک ہوئی غیرت حق کو حرکت ؎ بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
عطا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت ؎ چلے آتے تھے جس کی دینے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا ؎ دعائے خلیل اور نوید مسیحا!

(حالؔی)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے کہ جب میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنم دیا تو ایک عظیم نور دیکھا جس کا اجالا دور دور تک پھیلتا گیا یہاں تک کہ ارض شام کے تاریخی محلات سراسر روشن ہو گئے اور دامان نظر روشن ہو گیا:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی ؎ سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی

(حفیظؔ)

طفلی میں رضاعت کے زمانے حلیمہ سعدیہ کے گھر میں برکات کی بارشیں ہونے لگیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کو گود لینے پر جن واقعات کا ذکر کیا ہے وہ دیدہ و دل روشن کر لینے کے لئے اہم ہیں۔ مثال کے طور پر:

☆ یک بیک کمزور اور سست رفتار سواری کی اونٹنی کا قوی ہو جانا اور تیز تر چال دوڑنا۔
☆ قحط اور خشک سالی کی شکار وادی ہوازن کا سبز و شاداب ہو جانا۔
☆ ان کے ہاں جو مریل اور بوڑھی اونٹنی تھی اس کا اچانک کافی سے زیادہ مقدار میں دودھ دینا۔
☆ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل قلب کا عجیب واقعہ۔
☆ عہد طفلی میں بھی سنجیدہ، سمجھدار اور مہذب برتاؤ۔
☆ اپنے رضاعی والدین اور بھائی بہنوں سے محبت اور انس۔

جن کے دلوں میں ایمان ہے وہ ان نکات کی اہمیت کو جانتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شباب میں بھی ایسی بے داغ اور مثالی طرز حیات گذاری کہ ان کے سیرت نگار اور مورخین ان کی تحسین کرتے ہیں۔ ایک یتیم ہونے کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی نہ بیکار اور نہ ہی فضول طرز زندگی کی طرف مائل ہوئے۔ ان کے والد ماجد کی وراثت میں انہیں جو مال ملا اسی سے تجارت کا کام شروع کیا۔ اس وراثت میں پانچ آوارک نسل کے اونٹ، بھیڑوں

کا گلہ، ایک خیاطی کی دکان، کچھ ملازمین اور تجارتی مال شریک تھے۔اس کے علاوہ والدہ مکرمہ کی جانب سے ان کا گھر بھی ملا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی ملکیت کی بنا پر تجارت شروع کی۔

انہوں نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ رہ کران کی خدمت کر کے تجارتی سفر بھی کئے۔ اس کے علاوہ اہل مکہ میں کچھ تاجروں نے بھی ان کے ذریعے اپنے مال کی نکاسی کی۔تجارت کے معاملات میں اُن کا صادق اور امین پرتو اور وطیرہ بہت جلد شہر میں معروف ومشہور ہوگیا۔اسی بنا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے کاروبار کے منتظم اور مسئول کے طور پر آپ کا انتخاب کیا اور اس میں انہوں نے اعلیٰ کردار اور کامیاب تجارتی صلاحیتوں کا عمدہ اظہار کیا۔ان کی اس صلابت اور دانشمندی سے متاثر ہوکر ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو نکاح کی دعوت دی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول کر لی۔

ان تمام مشغولیات کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائل دنیا اور عقائد جاہلیہ سے آزردہ ہو پابندی کے ساتھ غور وفکر کے طرز کو اپنایا اور غار نشینی کو اپنے شیوہ میں شریک کرلیا۔شاید ہی کوئی عام انسان اس طرح متفکر رہتا ہو۔اسی اثنا میں تقریباً چالیس برس کی عمر میں اللہ جل جلالہ نے ان پر وحی کا نزول کیا جس کے لئے جبریل امین علیہ السلام کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔اس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین مبین کی دعوت لے کر آگے آئے۔اور اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس مثالی انداز سے اپنے لوگوں کو وحدت اور ایمان کی دعوت صفا کی پہاڑی سے دیا وہ تاریخ عالم میں بے مثل ہے:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ﷺ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
(حالیؔ س)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح اپنے فرائض نبوت سے عہدہ برآ ہوئے، اس کی مثال رہبری اور رشد وہدایت کی تاریخ میں کہیں اور نہیں ملتی، کوئی اور ایسا ہادی اور استاذ نہیں۔رسالت کے بارگراں سے آپ جس طرح عہدہ برآ ہوئے اس کا سارا عالم شاہد ہے۔دعوتِ دین کے لیے جدوجہد اور حکمت عملی، اَذیت اور مخالفتوں سے برسرِ پیکار ہوکر ایسی محنت اور ثابت قدمی دکھائی کہ دین چہار سمت عالم تک پہنچ گیا اور جسے رب کریم نے توفیق دی وہ ایمان سے مشرف ہوگیا۔

اعلائے کلمۂ حق کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعوت اور عبادات کے طریقہ کار میں حالات کی مناسبت سے مختلف پہلو اپنائے۔کبھی حرم کعبہ کے پاس، کبھی صفا اور ایسی پہاڑیوں اور بلند مقام سے

لوگوں کو مخاطب، کبھی گلی گلی گھوم کر اور قبیلہ قبیلہ پہونچ کر انفرادی و اجتماعی مجلسوں میں، کبھی مدینہ منورہ کی مساجد میں صحابہ، وفود، آنے والے مسافرین سے، کبھی منبر و محراب سے، کبھی قبیلہ کے سرداروں اور بیرونی ممالک کے حکمرانوں سے خط و کتابت کے ذریعے دعوت اسلامی پہنچانے کی کامیاب سعی کی۔

اس کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طرح طرح کے ظلم سہے جن میں مکہ میں ان پر ہوئے ظلم و ستم، کفار کی شر پسندی، چالیں، منافقین کی مکاری اور دغا بازی، طائف میں زخمی ہونے کی حد تک مخالفت، شعب ابی طالب کی تلخ زندگی۔ سوشیل بائیکاٹ اور اہل و عیال و اقربا کے ثابت قدم رہ کر ظلم و ستم سہنا یہ سب باتیں سیرت کی کتابوں میں بہ تفصیل ملتی ہیں۔

سیرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہم ترین واقعات میں کئی درخشاں نقاط ہمیشہ یاد اور فکر کے لئے روشن ہیں۔ مثلاً:

☆ معراج کے واقعہ سے شرف عروج حاصل کرنا۔ عرش معلیٰ تک رسائی۔

☆ غزوات، سریات اور جنگوں میں دُشمنوں کو ہزیمت دینا وہ بھی کم تر اَسباب اور لشکر ہوتے ہوئے، ان میں بیشتر حملے دشمنوں کی طرف سے ہوئے۔ ان مواقع پر آپ نے جس طرح رہبری کی اس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ اکثر جنگوں میں کمان آپ نے خود سنبھالی، یا کسی اور صحابی کو متعین کیا۔ ان کی مردم شناس نظر ہمیشہ مناسب ترین نمائندہ کا انتخاب کرتی۔ ان احزاب میں آپ نے غنیم کا مقابلہ کیا اور جس طرح مالِ غنیمت اور قیدیوں کا اِنصاف پسندانہ انتظام؛ حبس، سزا، تقسیم اور رہائی کے فیصلے کیے، وہ فن حکومت و سیاست کے لئے رہنمائی کی نایاب مثال ہیں۔

☆ مکی اور مدنی زندگی میں جس طرح آپ جہد، جستجو، رہبری، عدل گستری اور دانشوران عمیق نظری کا نمونہ پیش کیا وہ ہم سب عاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باعث رشد و ہدایت تا قیامت رہے گا۔

☆ سلطنت اِلٰہیہ کا قیام، دستور اور اِنتظامیہ، قاصدوں اور وفود سے دعوت اِسلام کی نشر و اِشاعت، میثاق مدینہ کے ذریعہ دستور حکمرانی کا اجرا۔ اب آپ اس حکومت کی جس میں مسلمان، کافر، یہودی اور عیسائی رعایا تھے، کتنے اہم شقوق تھے ان کو حیرت و استعجاب سے دیکھئے:

- سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔
- بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں

- جوکوئی اس معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا،اس کے خلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے،اور مسلمان اس کی نصرت کریں گے۔
- معاہد اقوام کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کی بنا پر ہونگے۔
- جنگ کے حالات میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔
- یہودیوں کی حلیف اور دوست دار قوموں اور قبیلوں کے حقوق یہودیوں جیسے ہوں گے۔
- کوئی فرد اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کاروائی نہ کرے گا۔
- مظلوم کی مدد ونصرت کی جائے گی۔
- مدینے کے اندر کشت وخون معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہوگا۔
- زنہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائینگے۔
- اس معاہدے کی قوموں کے اندر کوئی نئی بات یا مسئلہ ہو جائے تو فیصلہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہوگا۔

یہ معاہدہ خوش اسلوبی اور منصف مزاجی کے ساتھ مسلمانوں نے قائم کیا۔اگر عالمی سطح پر اس طرح سہل مگر مسکت طور سے مناسب الفاظ اور غور وفکر کے ساتھ مناسب شقوق پر مشتمل دستور باہمی لکھے جائیں تو بہت سے مسائل اور پیچیدگیاں کبھی سر نہ اٹھائیں۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبات،تقریریں، ہدایتی کلام، حدیثیں، فیصلے، درس وتربیت سب ممتاز ترین تھے۔ان کو پڑھ کر سیرت محمدی کا قاری دنگ اور ششدر رہ جاتا ہے!

☆ اشاعت قران کریم اور دعوت کو عالمی نہج پر قائم کرنا۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے مثل ازدواجی زندگی گذاری۔اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ جیسا عمدہ رہن سہن گذارا وہ ہم سب عاشقان رسول بلکہ دنیا کے لئے قابل تقلید ہے۔جس میں عدل، انصاف اور پاکیزہ سلوک نمایاں صفات ہیں۔ درود وسلام تمام امہات مسلمین پر،جن کے اسمائے مبارکہ یوں ہیں: خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا۔سودہ رضی اللہ عنہا۔عا ئشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔حفصہ رضی اللہ عنہا۔زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔جویریہ رضی اللہ عنہا۔ام حبیبہ رضی اللہ عنہا۔صفیہ رضی اللہ عنہا۔میمونہ رضی اللہ عنہا۔

☆ حضور نے بیماری، مرض الموت اور عالم وفات میں جس طرح صبر تحمل، علاج ومعالجہ، وصیت،

امام مسجد منورہ کا تعین اور رہبرانہ ہدایات کا التزام کیا، وہ ان کی عظمتوں کی دلیل ہے۔

اسوہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند تابناک چراغ:

۱- دانا وہ ہے جو خود کو چھوٹا سمجھتا ہے اور کام وہ کرتا ہے جو مرنے کے بعد کام آئے۔ نادان وہ ہے جو نفس کا کہنا مانتا ہے اور خدا پر اُمیدیں باندھتا ہے۔

۲- پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ پہلوان وہ ہے جو نفس کو اپنے بس میں قابو کر لیتا ہے۔

۳- جس کا خلق اچھا ہے۔ قیامت کے دن وہی مجھے پیارا اور میرے پاس ہوگا۔ جس کا خلق برا ہے۔ میں اس سے بیزار اور دور رہوں گا۔ جو لوگ بیہودہ بکتے، گپیں لگاتے، تکبر کرتے ہیں، میں ان سے بیزار ہوں۔

۴- قناعت وہ خزانہ ہے جو کبھی خالی نہیں ہوتا۔

۵- غیر ضروری کا چھوڑ دینا عمدہ دینداری ہے۔

۶- مشورہ بھی امانت ہے۔ جھوٹی صلاح دینا خیانت ہے۔ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔

۷- شر (بدی یا فساد) کو چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔ حیا سراپا خیر ہے۔ (شرم وحیا میں نیکی ہے)

۸- صحت اور فراغت ایسی نعمتیں ہیں جو ہر ایک کو میسر نہیں۔ گذران میں میانہ روی رکھنا نصف روزی ہے۔

۹- تدبیر جیسی کوئی دانائی نہیں۔ جو عہد کا پکا نہیں وہ دیندار نہیں۔

۱۰- عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ فرد کی خوبصورتی اس کی فصاحت ہے۔ جہالت سے بڑھ کر کوئی تنگی نہیں۔

۱۱- اچھی حالت میں رہنے کا نام تکبر نہیں، لوگوں کو حقیر جاننا، سچائی کو رد کر دینے کا نام تکبر ہے۔

۱۲- اچھے خلق کے برابر محبت کی کوئی تدبیر نہیں۔ تواضع سے درجہ بلند ہوتا ہے۔ ایک مومن دوسرے کے لیے آئینہ ہے۔

۱۳- خیرات سے مال میں کمی نہیں آتی۔ اپنے بھائی کو طعنہ نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی حال میں پھنس جاؤ۔ بدخلقی سے ساری خوبیاں جاتی رہتی ہیں۔ سلام کرنا، (غریبوں کو) کھانا کھلانا، رات کو چھپ کر نماز پڑھنا، اسلام کی اچھی نشانیاں ہیں۔

۱۴- اللہ کی خوشی باپ کی خوشی میں ہے۔ خدا کا غضب باپ کے غضب میں ہے۔ سب عملوں سے

بہتر نماز کا وقت پر پڑھنا ہے، پھر ماں باپ کی اطاعت ۔ وغیرہ ۔

۱۵- سب گناہوں سے بڑھ کر گناہ شرک ہے اور ماں باپ کی نافرمانی۔ جو چھوٹوں پر رحم اور بزرگوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

۱۶- رحم (قرابت) رحمٰن سے نکلا ہے۔ جو قرابت کو قائم رکھتا ہے، رشتہ داروں کا خیال کرتا ہے۔ اللہ اسے پسند کرتا ہے۔ جو اسے چھوڑتا ہے اللہ اس کو چھوڑتا ہے۔

۱۷- اگر کسی کی تین یا دو بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور اللہ سے ڈر کر ان کی اچھی تربیت کرے وہ بہشتی ہے۔ (خواہ ایک ہی ہو)۔ لڑکیوں کی پرورش ایک امتحان ہے جو اس میں پورا اترا دوزخ سے بچا رہے گا۔ یتیم کی پرورش کرنے والا بہشت میں میرے ساتھ رہے گا۔ جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں۔

۱۸- آپسی محبت اور ہمدردی میں دیوار سے مثال سیکھو، جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط بناتی ہے۔ ہنس کر ملنا، نیک بات کہنا، بری بات سے ہٹا دینا، بھولے بھٹکے کو راستہ بتا دینا، تھوڑی نظر والے کو راستہ بتانا، راستہ سے کانٹا، پتھر، ہڈی ہٹا دینا۔ کسی کو پانی کا ڈول نکال دینا۔ یہ سب نیک کام صدقہ جیسے ہیں۔

۱۹- جو کوئی علم کی تلاش میں چلتا ہے اسے بہشت کی راہ آسان ہوتی ہے۔ تم جب تک علم کی تلاش میں ہو راہِ خدا میں ہو۔ علم کی تلاش پچھلے گناہوں کا کفارہ ہے۔ عبادت کی بزرگی سے علم کی بزرگی بہتر ہے۔ جو کوئی علم کو چھپاتا ہے اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

۲۰- ایک نے پوچھا ''خدمت گار کو کہاں تک معاف کیا جائے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن میں ستّر دفعہ''۔

آپ جس رنگ میں دیکھیں، جس کردار میں دیکھیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَفضل ترین ملیں گے۔ اُستاد کی طرح، راہبر کی طرح، رعایا کی طرح، آقا کی طرح، غلاموں اور اَسیروں کے سرپرست کی طرح، شوہر کی طرح، بیٹے کی طرح، باپ، رشتہ دار، دوست، یارِ غار، ہمدرد، شناس، مددگار، کمانڈر، سپاہی، منصف، وعدہ وفا کرنے والے، درد و مرض کا مداوا بتانے والے، مستقبل کی راہ دکھانے والے، جس روپ میں بھی آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور عمل کو دیکھیں گے، آپ اُن کی عظمت کے دل سے معترف ہو جائیں گے۔

سیماب کی زبان میں:

وہ بے اہمال اسرارِ حقیقت کھولنے والا　　خدا کے لفظ انسانی زباں میں بولنے والا

غالب نے کیا خوب کہا ہے:

حق جلوہ گرزِ طرزِ بیانِ محمد اَست　　آرے کلام حق، بزبان محمد اَست

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صبر و علم کی ایک مثال واقعہ طائف ہے، جہاں طائف کے بدبختوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پتھر مار مار کر زخمی اور بے ہوش کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تب بھی اِن ظالموں پر آفت نازل کرنے سے روکا، فرشتے کو اس کی اِجازت نہیں دی اِس اُمید اور تمنا میں کہ اِن ہی بدنصیبوں کی اَولاد ایک دن اَیمان لائے گی اور اُمتِ مسلمہ کا جزو بنے گی۔ اُن کی دور اندیش نگاہ نے اِس خوش آئند مستقبل کو دیکھ لیا تھا۔ اُن کے ظاہر وہ باطن بالکل آئینہ کی طرح یکساں تھے۔ وہ علم کے جویا تھے، اہلِ علم کو وقار بخشے اور اُن کی وقعت کو نکھارتے تھے، وہ بہ ذاتِ خود سرچشمہءعلم وعرفان تھے:

کمالِ مدح درود و سلام، ذکر اُن کا　　بیاں میں منبعِ نور و مشام، ذکر اُن کا

اُنھیں کا نام تو ہے، فکر و علم وفن کی کلید　　تمام سمتوں میں بس، صبح وشام، ذکر اُن کا

اُن کے رہنمایانہ فیصلوں، حکمتِ عملی، سوجھ بوجھ اور اِنصاف کی دلیلیں، غزوات، بیعتِ رضواں، میثاقِ مدینہ، فتحِ مکہ کے واقعات میں ملیں گے۔ اُن کا طرزِ کلام راست، حق گوئی، غیر ژولیدہ زبان، فصاحت اور بلاغت کو توازن کے ساتھ استعمال، مثالوں اور نادر تشبیہہ سے مزین، خوش کلامی اور مہذب لب ولہجہ سے آراستہ تھا۔ اُن کی خطابت نپی تلی، بے حد متوازن اور پُرمغز ہوتی جو جذبۂ دینی، شوقِ بندگی اور خرافات سے بیزار صالح فکر کی نمائندہ ہوتی۔ ہم خود ہی سوچیں، عام زندگی میں شرک اور عقائدِ فاسدہ سے آزردہ ہو کر کون غار میں بیٹھ کو غور وفکر کر سکتا ہے، سرکار کی غارِ حرا میں بار بار جا کر تنہائی میں یہ دردمند سوچ ہم سب کے لیے نادر قابلِ توجہ مثال ہے۔

حضرت آسی غازی پوری نے کیا خوب کہا ہے: ''محالِ خرد ہے مثالِ محمدﷺ''

سچ تو یہ ہے کہ ہم میں سے کسی میں یہ تاب وتواں یہ قوتِ گویائی یہ الفاظ کا خزینہ نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اَقدس کا ذکر وبیاں کامل طور پر کر سکیں:

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اِس بحرِ بے کراں کے لیے

☆☆☆

ڈاکٹر جمیل راٹھوی (یوپی)

اردو نعتیہ شاعری میں ''ابرِ حروف'' (گھنا کشری) کی شمولیت

''ابرِ حروف'' اصل میں ہندی کی مقبول ترین صنف ''گھنا کشری'' کا اردو ترجمہ ہے۔ اس صنف میں حروف بادلوں کی مانند اُمنڈتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ''گھن'' کے معنی ''بادل'' اور ''اکشری'' کے معنی ''حروف کے'' اس میں چار مصرعے ہوتے ہیں جن میں بات مکمل ہوجاتی ہے۔ ہر مصرع کے درمیان میں ایک وقفہ لازمی ہے۔ اس طرح ہر مصرع دو حصوں میں تقسیم نظر آتا ہے اور ابر حروف کا سارا نظام حروف پر منحصر ہے۔

ابرِ حروف (گھنا کشری) کی اقسام:

۱-من ہرن؛ کل حروف ۳۱، ۲-روپ؛ کل حروف ۳۲، ۳-دیو؛ کل حروف ۳۳، ۴-جل ہرن؛ کل حروف ۳۲، ۵-جن ہرن؛ کل حروف ۳۱، ۶-ڈمرو؛ کل حروف ۳۲، ۴-جل ہرن؛ ۷-وِجیا؛ کل حروف ۳۲، ۸-کر پان؛ کل حروف ۳۲، ۹-ہری ہرن؛ کل حروف ۳۲، ۱۰-سور؛ کل حروف ۳۰۔

من ہرن ابرحروف کی عروضی تفصیل

۱-اس میں کل چار مصرعے ہوتے ہیں اور ایک مصرع میں ۳۱ حروف ہوتے ہیں۔

۲۔ابرحروف کا ایک مصرع دو حصوں میں اس طرح تقسیم ہوتا ہے کہ پہلے حصہ میں ۱۶ حروف کے بعد وقفہ لازمی ہے۔ اس وقفہ کے بعد ۱۵، حروف آتے ہیں اسی ترتیب سے چاروں مصرعے مکمل ہوتے ہیں۔

۳۔حروف کی ترتیب ۸، ۸۔۸، ۷ یعنی ہر ۸، حروف کے بعد وقفہ بہتر ہوتا ہے اور آخر کے ۷ حروف پر مصرع مکمل ہوجاتا ہے۔

۴۔۱۶،حروف والے پہلے حصہ کی ترتیب میں حروف کی تعداد ۸۔۸،کی جگہ ضرورت پڑنے پر ۷۔۹یا۹۔۷،بھی ہوسکتی ہے۔

۵۔۱۵،حروف والے دوسرے حصہ کی ترتیب میں حروف کی تعداد ۸۔۷،کی جگہ ضرورت پڑنے پر۷۔۸،بھی ہوسکتی ہے۔

حروف شمار کرنے کا طریقہ

۱۔ حروف شمار کرنے میں حروف علت کسی بھی دیگر حروف کے بعد آئے گا تو شمار نہیں ہوگا مثلاً 'ما'مو' می' میں ''م'' ہی شمار ہوگا۔

۲۔ اگر ۲حروف علت ایک ساتھ آجایں تو پہلے والا ایک ہی شمار ہوگا مثلاً او'ای'اے' میں ''الف'' ہی شمار ہوگا اور ''یگانا'' کی ''ی'' شمار ہوگی پر''گا''اور''نا'' کا ''الف'' شمار نہیں ہوگا اور''وفا'' کا ''و'' شمار ہوگا پر الف شمار نہیں ہوگا ''واں'' میں صرف ''و'' ہی شمار ہوگا ۔یعنی حروف علت کسی لفظ میں پہلے آئے گا تو شمار ہوگا بعد کو آئے گا تو شمار نہیں ہوگا پر اضافت والا حرف شمار ہوگا'ں'' کبھی شمار نہیں ہوگا۔

۳۔ ''کتابوں'' میں ''الف، و،ں'' شمار نہیں ہونگے۔کسی بھی لفظ کے آخر میں آنے والے حروف علت کبھی شمار نہیں ہونگے۔

۴۔ ''ع'' کسی حرف کے بعد آکر''الف'و'ے'' جیسی آواز دیگا مثلاً ،نعرہ'نعت'نعمان'نعمت، میں ''ع'' شمار نہیں ہوگا۔

۵۔ ہندی کی ایک آواز والے حروف جیسے''بھ،تھ،دھ،ڈھ، جھ، چھ،ڑھ،وغیرہ ہمیشہ ایک ہی شمار ہوتے ہیں۔

من ہرن: ابرحروف میں نعتیہ کلام

(۱)

دل کی نوا کے لئے' لب پہ دعا کے لئے' حمد و ثنا کے لئے' لفظوں کا طُور دے
نحوی ادا کے لئے' رکنِ حسیں کے لئے' ادبی فضا کے لئے' فن پہ عبور دے
بزم ارم لئے' لطف و کرم لئے' سب کا بھرم لئے' طرفہ سطور دے
ذکر نبی کا ادا ،حق بھی کروں میں خدا' نعتوں میں جلا کے لئے، پرتوِ نور دے

تقطیع (۱)

دل کی نوا کے لئے' لب پہ دعا کے لئے' حمد و ثنا کے لئے' لفظوں کا طور دے
دل ک ن وک ل ء=۸، ل ب پ دع ک ل ء=۸، ح م دث ن ک ل ء=۸، ل ف ظ ک ط ر د=۷، کل ۳۱
نحوی ادا کے لئے، رکنِ حسیں کے لئے' ادبی فضا کے لئے' فن پہ عبور دے
ن ح واد ک ل ء=۸، رک ن ح س ک ل ء=۸، ادب ف ض ک ل ء=۸، ف ن پ ع ب ر د=۷، کل ۳۱
بزم ارم لئے' لطف و کرم لئے' سب کا بھرم لئے' طرفہ سطور دے
ب زم ارم ل ء=۸، ل ط ف ک رم ل ء=۸س ب ک بھ رم ل ء=۸، ط رف س ط ر د=۷، کل ۳۱
ذکر نبی کا ادا، حق بھی کروں میں خدا' نعتوں میں جلا کے لئے پرتوِ نور دے
ذک رن ب ک اد=۸، ح ق بھ ک رم خ د،=۸ن ت م ج ل ک ل ء=۸، پ رت وِن رد=۷، کل ۳۱

۔۔۔سبھی مصرعے: ۸۔۸=۱۶ و ۸۔۷=۱۵، حروف کی ترتیب میں ہے۔ پہلے مصرع میں جو حروف علت شمار نہیں ہوئے وہ یوں ہیں۔ ''کی'' کی ''ی''۔ ''نوا'' کا ''الف''۔ ''کے'' کی ''ے''۔ ''لئے'' کی ''ے''۔ ''حمد و ثنا'' کے ''و'' ''الف''۔ ''کے لئے'' کے دونوں ''ے، ے'' شمار نہیں ہوئے پر ''نوا'' میں ن کی آواز الگ ہے اور ,و، الف، کی آواز الگ ہے اس لئے ''وا'' کا ''و'' شمار ہوا، الف شمار نہیں ہوا۔ ''پرتوِ'' میں 'پ رت وِ' چاروں شمار ہوں گے یہاں ''وِ'' اضافت کے ساتھ الگ آواز دے رہا ہے۔

(۲)

طرزِ بیاں کے لئے حسنِ زباں کے لئے' مدحِ نبی کے لئے علم و شعور دے
ضبط جفا کے لئے عزم وفا کے لئے' عشقِ بلال کا وہ لطف وسرور دے
شکرو یقیں سے بھرے قلبِ حزیں کے لئے' روحِ سلمان کا وہ جذبِ طہور دے
ذکرِ نبی کا ادا، حق بھی کروں میں خدا' وصفِ نبی کے لئے، فضل حضورر دے

تقطیع (۲)

طرزِ بیاں کے لئے، حسنِ زباں کے لئے' مدح نبی کے لئے، علم و شعور دے
ط رز ب ی ک ل ء،=۸ ح س ن زب ک ل ء=۸م دح ن ب ک ل ء=۸ ع ل م ش ع رد=۷ کل ۳۱
ضبط جفا کے لئے، عزم وفا کے لئے' عشقِ بلال کا وہ، لطف و سرور دے
ض ب ط ج ف ک ل ء=۸ ع زم وف ک ل ء=۸ ع ش ق ب ل ل ک و=۸ ل ط ف س رر د=۷ کل ۳۱

شکر و یقیں سے بھر، قلبِ حزیں کے لئے' روحِ سلمان کا وہ ، جذبِ طہور دے
ش ک ری ق س بھ ر = ۸ ق ل ب ح ز ک ل ء = ۸ ر ح س ل م ن ک و = ۸ ج ذ ب ط ہ ر د = ۷ کل ۳۱
ذکرِ نبی کا ادا ، حق بھی کروں میں خدا' وصفِ نبی کے لئے ، فضل حضور دے
ذ ک ر ن ب ک اد = ۸ ح ق بھ ک ر م خ د = ۸ و ص ف ن ب ک ل ء = ۸ ف ض ل ح ض ر د = ۷ کل ۳۱

۔۔۔۔۔سبھی مصرعے ۸۔۸ = ۱۶، اور ۸۔۷ = ۱۵، کی ترتیب میں ہیں۔۔۔۔۔۔''بیاں'' میں ''اں'' شمار نہیں ہوئے ''کے، لئے'' میں ''ے ے'' شمار نہیں ہوئے۔

(۳)

جس نے جھکایا ہمیں، رب کے حضور اور' جس نے بتایا کہ ، خدا کو ہی دوام ہے
جس نے سکھائی ہمیں، رب کی رضا کی ادا' جس کی زباں سے ملا ، رب کا پیام ہے
جس کو نذیر کہیں ، جس کو منیر کہیں ' جس کو بشیر کہیں ، رُسُلِ انام ہے
اسی ایک ذات کے، اصول ہیں فلاح لئے' جس نے بتایا وہ حلال یہ حرام ہے

تقطیع (۳)

جس نے جھکایا ہمیں، رب کے حضور اور' جس نے بتایا کے خدا کو ہی دوام ہے
ج س ن جھ ک ی ہ م، = ۸، ر ب ک ح ض ر ا ر، = ۸، ج س ن ب ت ی ک = ۷، خ د ک ہ د و م ہ = ۸، کل ۳۱
جس نے سکھائی ہمیں، رب کی رضا کی ادا' جس کی زباں سے ملا ، رب کا پیام ہے
ج س ن س کھ ء ہ م، = ۸، ر ب ک ر ض ک ا د، = ۸، ج س ک ز ب س م ل = ۸، ر ب ک پ ی م ہ = ۷، کل ۳۱
جس کو نذیر کہیں، جس کو منیر کہیں ' جس کو بشیر کہیں، رُسُلِ انام ہے
ج س ک ن ذ ر ک ہ، = ۸، ج س ک م ن ر ک ہ، = ۸، ج س ک ب ش ر ک ہ = ۸، ر س ل ا ن م ہ = ۷، کل ۳۱
اسی ایک ذات کے، اصول ہیں فلاح لئے' جس نے بتایا وہ ، حلال یہ حرام ہے
ا س ا ک ذ ت ک = ۷، ا ص ل ہ ف ل ح ل ء = ۹، ج س ن ب ت ی و = ۷، ح ل ل ی ح ر م ہ = ۸، کل ۳۱

۔۔۔۔اس کلام کے پہلے مصرع کے دوسرے حصہ میں حروف کی ترتیب ۸۔۷ کی جگہ ۷۔۸ ہو گئی ہے اور چوتھے مصرع کے دونوں حصوں میں حروف کی ترتیب۔ ۸۔۸ کی جگہ ۷۔۹ = ۱۶، اور ۸۔۷ کی جگہ ۷۔۸ = ۱۵، ہوئی ہے۔ ان تبدیلیوں کی اجازت ہے۔

(۴)

جس پہ کلام خدا' آیا نور بن بن' جس کو سکھا یا گیا' علم تمام ہے

جس کو بلا یا گیا' راہ کے اصول توڑ' عرشِ بریں پہ ملا' جس کو مقام ہے
جس نے جو بول دیا' کر کے دکھایا وہی' حسنِ عمل کا جو، یکتا امام ہے
اسی ایک ذات کے' اصول ہیں فلاح لئے' جس نے ذ کات والا' بخشا نظام ہے

تقطیع (۴)

جس پہ کلام خدا' آیا نور بن بن' جس کو سکھا یا گیا' علم تمام ہے
ج س پ ک ل م خ د=۸، ای ن رب ن ب ن=۸، ج س ک س کھ ی گ ی=۸، ع ل م ت م م ہ=۷ کل ۳۱
جس کو بلا یا گیا' راہ کے اصول توڑ' عرشِ بریں پہ ملا' جس کو مقام ہے
ج س ک ب ل ی گ ی=۸، رہ ک اص ل ت ڑ=۸، ع رش ب ر پ م ل=۸، ج س ک م ق م ہ=۷ کل ۳۱
جس نے جو بول دیا' کر کے دکھایا وہی' حسنِ عمل کا جو، یکتا امام ہے
ج س ن ج ب ل دی=۸، ک ر ک دکھ ی وہ=۸، ح س ن ع م ل ک ج=۸، ی ک ت ام م ہ=۷ کل ۳۱
اسی ایک ذات کے' اصول ہیں فلاح لئے' جس نے ذ کات والا' بخشا نظام ہے
اس اک ذ ت ک=۷، اص ل ہ ف ل ح ل ء=۹، ج س ن ذ ک ت و ل=۸، ب خ ش ن ظ م ہ=۷ کل ۳۱

-----پہ کا ''ہ'' شمار نہیں ہوا کیوں کہ ''ہ'' کی کوئی آواز نہیں ہے۔ ''کلام'' کا ''الف'' شمار نہیں ہوا۔ ''خدا'' کا ''الف'' ''نور'' کا ''و'' ''کو'' کا ''و'' ''سکھا'' ''یا'' اور ''گیا'' کے ''الف'' اور ''ہے'' کی ''ے'' شمار نہیں ہوئے۔

-----چوتھے مصرع کے پہلے حصہ میں ۸۔۸، کی جگہ ۷۔۹ کی ترتیب آئی ہے اس کی اجازت ہے اس حصہ میں ۹۔۷ کی ترتیب بھی آسکتی ہے۔

(۵)

جس نے جہاں کو دیا' خلقِ عظیم اور' درسِ وفا کا دیا' حسنِ نظام ہے
جس نے جہاں میں کیا' شر کو حرام اور' من و اماں کو کیا' گھر گھر عام ہے
جس نے معاف کیا' اپنے حریف کو بھی' جس نے ہمیشہ کیا' پہلے سلام ہے
اسی ایک ذات کے' اصول ہیں فلاح لئے' جس نے پڑوسیوں کو' بخشا مقام ہے

تقطیع (۵)

جس نے جہاں کو دیا، خلقِ عظیم اور درسِ وفا کا دیا، حسنِ نظام ہے

ج س ن ج ہ ک دی = ۸، خ ل ق ع ظ م ا ر = ۸، در س وف ک دی = ۸، ح س ن ن ظ م ہ = ۷ کل ۳۱

جس نے جہاں میں کیا، شر کو حرام　　　اور امن و اماں کو کیا، گھر گھر عام ہے

ج س ن ج ہ م ک ی = ۸، ش ر ک ح ر م ا ر = ۸، ا م ن ا م ک ک ی = ۸، گھ ر گھ ر ع م ہ = ۷ کل ۳۱

جس نے معاف کیا، اپنے حریف کو بھی　　　جس نے ہمیشہ کیا، پہلے سلام ہے

ج س ن م ع ف ک ی = ۸، اپ ن ح ر ف ک بھ = ۸، ج س ن ہ م ش ک ی = ۸، پ ہ ل س ل م ہ = ۷ کل ۳۱

اسی ایک ذات کے، اصول ہیں فلاح لئے　　　جس نے پڑوسیوں کو، بخشا مقام ہے

اس اک ذ ت ک = ۷ اص ل ہ ف ل ح ل ءِ = ۹، ج س ن پ ڑ س و ک = ۸، ب خ ش م ق م ہ = ۷ کل ۳۱

۔۔۔۔۔۔پہلے مصرع میں ''جہاں'' کا ''الف'' ''ں'' ''کو'' کا ''و'' ''دیا'' کا ''الف'' ''اور'' کا ''و'' ''وفا'' کا ''الف'' ''کا'' کا اور ''دیا'' کے الف شمار نہیں ہوئے۔

چوتھے مصرع کا پہلا حصہ ۷۔۹ = ۱۶ کی ترتیب میں آیا ہے اس کی اجازت ہے۔

(٦)

مرضی خدا کی انہیں پہلے بنایا نور　　　نور سے چلائی ساکھ ان کے قبیل کی

نسل خلیل ہی میں آئے جو حبیبِ خدا　　　کر لی قبول دعا، رب نے خلیل کی

امن و اماں کے امیں، خلقِ علا کے دھنی　　　آئے تو جہاں کو ملی، آشتی کفیل کی

حسنِ کرم ہے کہ لبوں پہ مولودِ نبی　　　ورنہ سکت کہاں ادنیٰ جمیلؔ کی

تقطیع (٦)

مرضی خدا کی انہیں، پہلے بنا یا نور　　　نور سے چلائی ساکھ، ان کے قبیل کی

م رض خ دک ان، = ۸، پ ہ ل ب ن ی ن ر = ۸، ن ر س چ ل ء س کھ = ۸، ان ک ق ب ل ک = ۷، کل ۳۱

نسل خلیل ہی میں، آئے جو حبیبِ خدا　　　کر لی قبول دعا، رب نے خلیل کی

ن س ل خ ل ل ہ م، = ۸، اء ج ح ب ب خ د = ۸، ک ر ل ق ب ل د ع = ۸، ر ب ن خ ل ل ک = ۷ کل ۳۱

امن و اماں کے امیں، خلقِ علا کے دھنی　　　آئے تو جہاں کو ملی آشتی کفیل کی

ا م ن ا م ک ا م، = ۸، خ ل ق ع ل ک دھ ن = ۸، اء ت ج ہ ک م ل = ۸، اش ت ک ف ل ک = ۷ کل ۳۱

حسنِ کرم ہے کہ، لبوں پہ مولود نبی　　　ورنہ سکت کہاں ادنیٰ جمیل کی

ح س ن ک ر م ہ ک، = ۸، ل ب پ م ل د ن ب، = ۸، ور ن س ک ت ک ہ = ۸، ا د ن ج م ل ک = ۷ کل ۳۱

۔۔۔۔۔سبھی مصرعے ۸۔۸ = ۱۶، اور ۸۔۷ = ۱۵، کی ترتیب میں ہیں۔

(۷)

جب سے زباں نے کیا ،ذکر رسولِ خدا　　قدریں ہزار ہوئیں، حرفِ قلیل کی
قدمِ نبی کا لے کے ،صدقہ بڑھا جو کبھی　　کھل گئی راہِ حسیں ، امرِ جلیل کی
یک نے بنا یا انہیں، یکتا جہاں کے لئے　　ہوگی بھی مثال کہاں ،رب کی دلیل کی
وصفِ نبی کا بیاں ، قرآں سے مل گیا　　ورنہ بساط کہاں، حرف جمیل کی

تقطیع (۷)

جب سے زباں نے کیا، ذکر رسولِ خدا　　قدریں ہزار ہوئیں، حرفِ قلیل کی
ج ب س زب ن ک ی =۸ ذک ررس ل خ د =۸، ق درہ زرہ ء =۸، ح رف ق ل ل ک =۷ کل ۳۱
قدمِ نبی کا لے کے ، صدقہ بڑھا جو کبھی　　کھل گئی راہِ حسیں، امرِ جلیل کی
ق دم ن ب ک ل ک =۸،ص دق ب ڑھ ج ک بھ =۸ کھل گ ءرہ ح س، =۸،ام رج ل ل ک =۷ کل ۳۱
یک نے بنا یا انہیں ، یکتا جہاں کے لئے　　ہوگی بھی مثال کہاں رب کی دلیل کی
ی ک ن ب ن ی ان، =۸،ی ک ت ج ہ ک ل ء =۸،ہ گ بھ م ث ل ک ہ =۸،رب ک دل ل ک =۷ کل ۳۱
وصفِ نبی کا بیاں، قرآں سے مل گیا　　ورنہ بساط کہاں حرف جمیل کی
وص ف ن ب ک ب ی =۸،ق راس م ل گ ی =۸،ورن ب س ط ک ہ =۸، ح رف ج م ل ک =۷ کل ۳۱
-----پہلے مصرع کے تیسرے وقفہ میں ''ہوئیں'' کا ''و، ی، ں، شمار نہیں ہوئے۔

(۸)

جب سے ہے مس ہوئی ،قدم حضور سے تو　　بڑھ گئی شان اور، بطہ کی دھول کی
مہکے زمین ایسے ، جس کی مثال نہیں　　ماند پڑے خوشبو جہاں کے ہر پھول کی
مہکا ہے دین سدا ، قربِ حضور ہی سے　　مان مرے بھائی یہی ، بات ہے اصول کی
رب کا ہے وعدہ کھلا، لاؤ تو نبی کی رضا　　مان لیں گے ہر بات، اپنے رسول کی

تقطیع (۸)

جب سے ہے مس ہوئی قدم حضور سے　　تو بڑھ گئی شان اور بطہ کی دھول کی
ج ب س ہ م س ہ ء =۸،ق دم ح ض ر س ت =۸،ب ڑھ گ ء ش ن ا ر =۸،ب ط ہ ک دھ ل ک =۷ کل ۳۱
مہکے زمین ایسے ، جس کی مثال نہیں　　ماند پڑے خوشبو جہاں کے ہر پھول کی

م ہ ک زم ن اس، = ۸، ج س ک م ث ل ن ہ = ۸، م دپ ڑ خ ش ب = ۷، ج ہ ک ہ ر پھ ل ک = ۸ کل ۳۱

مہکے ہے دین سدا قربِ حضور ہی سے مان مرے بھائی یہی بات ہے اصول کی

م ہ ک ہ دن س د، = ۸، ق رب ح ض رہ س = ۸، م ن م رب ھ ءی ہ = ۸، ب ت ہ اص ل ک = ۷ کل ۳۱

رب کا ہے وعدہ کھلا لاؤ تو نبی کی رضا مان لیں گے ہر بات اپنے رسول کی

رب ک ہ ود کھ ل = ۸، ل ءت ن ب ک رض = ۸، م ن ل گ ہ رب ت = ۸، اپ ن رس ل ک = ۷ کل ۳۱

۔۔۔۔۔ دوسرے مصرع کے دوسرے حصہ میں وقفہ ۷۔ ۸ = ۱۵، کی ترتیب میں آیا ہے اس کی اجازت ہے۔ آخری مصرع کے پہلے حصہ میں ''وعدہ'' میں ''و، د ہی شمار ہوئے ہیں کیوں کہ ع، و، میں الف کی آواز دے رہا اور ہ، د میں زبر کی آواز دے رہا ہے۔

(۹)

طیبہ کی گلی کے لئے روضہ کی فضا کیلئے فضل خدا کے لیئے ، پختہ سبیل کی
طرزِ ولا میں ڈھلی عزمِ وفا کی صدا حسنِ ادا کی دعا دل نے طویل کی
ان کے وسیلہ ہی سے رب کی عطا یہ ہوئی آنکھوں کو نصیب آئی روشنی فضیل کی
طرفہ کرم تھا کہ تابِ دید مل گئی ورنہ مجال کہاں چشمِ جمیلؐ کی

تقطیع (۹)

طیبہ کی گلی کے لئے ، روضہ کی فضا کیلئے فضل خدا کے لیئے ، پختہ سبیل کی

ط ب ک گ ل ک ل ء = ۸، رض ک ف ض ک ل ء = ۸، ف ض ل خ د ک ل ء = ۸، پ خ ت س ب ل ک = ۷ کل ۳۱

طرزِ ولا میں ڈھلی ، عزمِ وفا کی صدا حسنِ ا دا کی دعا دل نے طویل کی

ط رز و ل م ڈ ھ ل = ۸، ع زم وف ک ص د = ۸، ح س ن اد ک دع، = ۸، دل ن ط ول ک = ۷ کل ۳۱

ان کے وسیلہ ہی سے رب کی عطا یہ ہوئی آنکھوں کو نصیب آئی روشنی فضیل کی

ان ک وس ل ہ س = ۸، رب ک ع ط ی ہ ء = ۸، ا کھ ک ن ص ب اء = ۸، رش ن ف ض ل ک = ۷ کل ۳۱

طرفہ کرم تھا کہ تابِ دید مل گئی ورنہ مجال کہاں چشمِ جمیل کی

ط رف ک رم تھ ک = ۸، ت ب دد م ل گ ء = ۸، ورن م ج ل ک ہ = ۸، چ ش م ج م ل ک = ۷ کل ۳۱

۔۔۔۔۔ سبھی مصرعے ۸۔ ۸ = ۱۶، اور ۸۔ ۷ = ۱۵، کی ترتیب میں ہیں۔

(۱۰)

عرشِ بریں سے لیکے، فرشِ زمیں پہ آج ــــ نور کی فضا ہے اور، نوری ہی قطار ہے
آئے جو حبیب خدا، آمنہ کی گود میں تو ــــ وادیٔ خزاں پہ، چھائی فصلِ بہار ہے
مہکی نسیم کا بھی، طرزِ خرام نیا ــــ فصلِ خدا کی بھینی، بر سے پھُہا ر ہے
قدسی جمیلؔ کھڑے، اُن پہ درود پڑھیں ــــ آمدِ نبی پہ سارا، آسماں نثار ہے

تقطیع (۱۰)

عرشِ بریں سے لیکے، فرشِ زمیں پہ آج ــــ نور کی فضا ہے اور، نوری ہی قطار ہے
ع رش ب رس ل ک = ۸، ف رش زم پ اج، = ۸، ن رک ف ض ہ ار = ۸، ن رہ ق طرہ = ۷ کل ۳۱
آئے جو حبیب خدا، آمنہ کی گود میں تو ــــ وادیِ ءِ خزاں پہ چھائی، فصلِ بہار ہے
اء ج ح ب ب خ د، = ۸، ام ن ک گ دم ت، = ۸، ودء خ زپ چھء = ۸، ح س ن ب ہ رہ = ۷ کل ۳۱
مہکی نسیم کا بھی، طرزِ خرام نیا ــــ فصلِ خدا کی بھینی، بر سے پھُہا رہے
م ہ ک ن س م ک بھ = ۸، طرز خ رم ن ی = ۸، ف ض ل خ دک بھ ن = ۸، ب رس پھ ہ رہ = ۷ کل ۳۱
قدسی جمیلؔ کھڑے، ان پہ درود پڑھیں ــــ آمدِ نبی پہ سارا، آسماں نثار ہے
ق دس ج م ل کھڑے، = ۸، ان پ درد پڑھ = ۸، ام دن ب پ س ر = ۸، اس م ن ث رہ = ۷ کل ۳۱

ــــ سبھی مصرعے ۸ـ۸=۱۶، اور ۸ـ۷ = ۱۵، کی ترتیب میں ہیں۔ پڑھ، میں ''پ+ڑھ=۲ ہی شمار ہونگے یعنی، بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، ڑھ، جیسے حروف ایک ہی شمار ہوں گے۔ پھُوار، و، پھُہار، دونوں ہندی کے حروف ہیں اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی ہلکا ہلکا مینہ۔

(۱۱)

خوشبو انوکھی ملی، اس کے وجود کو بھی ــــ ان کے پسینہ کا جو، دل ممنون ہے
لطفِ قیام اسے، لطفِ سجود اسے ــــ عشقِ رسول خدا، جس کے درون ہے
دنیا و دین لئے، بزمِ نجات لئے ــــ اتنا حسین کہاں، کوئی مضمون ہے
صلّے علٰی ہی رہے، ورد زبان یہاں ــــ تشنہ دلوں کے لئے، وجہِ سکون ہے

تقطیع (۱۱)

خوشبو انوکھی ملی، اس کے وجود کو بھی ــــ ان کے پسینہ کا جو، دل ممنون ہے،

خ ش ب ان کھ م ل = ۸، اس ک وج دک بھ = ۸، ان ک پ س ن ک ج = ۸، دل م م ن ن ہ = ۷، کل ۳۱

لطفِ قیام اسے ، لطفِ سجود اسے　　عشقِ رسول خدا ، جسکے درون ہے

ل طف ق ی م اس = ۸، ل طف س ج داس = ۸، ع ش ق ر س ل خ د = ۸، ج س ک درن ہ = ۷، کل ۳۱

دنیا و دین لئے بزمِ نجات لئے　　اتنا حسین کہاں کوئی مضمون ہے

دن ی ودن ل ء = ۸، ب زم ن ج ت ل ء = ۸، ات ن ح س ن ک ہ = ۸، ک ء م ض م ن ہ = ۷، کل ۳۱

صلّے علیٰ ہی رہے ورد زبان یہاں　　تشنہ دلوں کے لئے وجہِ سکون ہے

ص ل ل ع ل ہ رہ = ۸، ور دز ب ن ی ہ = ۸، ت ش ن دل ک ل ء = ۸، وج ہ س ک ن ہ = ۷، کل ۳۱

۔۔۔۔۔سبھی مصرعے ۸۔۸ = ۱۶، اور ۸۔۷ = ۱۵، کی ترتیب میں ہیں۔

(۱۲)

توبہ وعفو کے لئے ، اشک رواں کے لئے　　آنکھوں میں ضیا کے لئے ، ایماں کی بہام دو

دل کے سکوں کے لئے ، مہکی فضا کے لئے　　طیبہ کی زمیں پہ مجھے ، پھر سے اتار دو

لطف و کرم ہی سے ، اہل زباں کو ملا　　علم ضروری میرے ، دل میں اتار دو

صدقہ علی کا عطا ، کر کے حضور اب ،　　طرز جمیلؔ کے بھی ، فن کو سنوار دو

تقطیع (۱۲)

توبہ وعفو کے لئے ، اشک رواں کے لئے　　آنکھوں میں ضیا کے لئے ، ایماں کی بہار دو

ت ب وع ف ک ل ء = ۸، اش ک روک ل ء = ۸، ا کھ م ض ی ک ل ء = ۸، ام ک ب ہ رد = ۷، کل ۳۱

دل کو سکوں کے لئے ، مہکی فضا کے لئے　　طیبہ کی زمیں پہ مجھے ، پھر سے اتار دو

دل ک س ک ک ل ء = ۸، م ہ ک ف ض ک ل ء = ۸، ط ب ک زم پ م جھ = ۸، پھ ر س ات رد = ۷، کل ۳۱

لطف و کرم ہی سے ، اہل زباں کو ملا　　علم ضروری میرے ، دل میں اتار دو

ل طف ک رم ہ س، = ۸، اہ ل زب ک م ل = ۸، ع ل م ض ر رم ر = ۸، دل م ات رد = ۷، کل ۳۱

صدقہ علی کا عطا ، کر کے حضور اب　　طرز جمیلؔ کے بھی ، فن کو سنوار دو

ص دق ع ل ک ع ط = ۸، ک رک ح ض راب = ۸، ط رز ج م ل ک بھ = ۸، ف ن ک س ور د = ۷، کل ۳۱

۔۔۔۔۔سبھی مصرعے ۸۔۸ = ۱۶، اور ۸۔۷ = ۱۵، کی ترتیب میں ہیں۔۔۔ پہلے مصرع میں '' توبہ وعفو'' میں پہلا ''وٗ'' شمار نہیں ہوا پر دوسرا ''و'' اپنی الگ آواز دے رہا ہے اس لئے شمار ہوا

ہے۔ تیسرے مصرع میں ''سنوار دو'' میں ''ن'' نون غنّہ کی آواز میں ہے اس لئے شمار نہیں ہوا، ''وار'' میں ''و'' پہلے ہے اس لئے شمار ہوا، اور ''دو'' میں ''و'' آخر میں ہے اس لئے شمار نہیں ہوا۔

اردو میں اس صنف کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی، چند سطور

قصبہ راٹھ ضلع ہمیر پور یو پی انڈیا میں ۱۹۸۰ء میں ''ساہتیہ سنگم'' نام سے ایک ادبی تنظیم وجود میں آئی اس میں سبھی ''ہندی کوی'' تھے۔ مجھے بھی نشست میں شرکت کی دعوت آئی اور میں بھی اس میں شریک ہو گیا میں مصرع طرح دینے لگا اور لوگ غزل کہنے لگے ایک روز مجھ سے کہا گیا کہ ہم لوگ غزل کہتے ہیں پر آپ ہندی اصناف میں کچھ نہیں کہتے، میں نے کہا آپ کوئی صنف بتایں، تو ''من ہرن گھنا کشری'' کی بحر ہمعلومات کے ساتھ پیش کی گئی اور میری جانب سے ہندی، اردو، کی ملی جلی زبان میں آغاز ہوا۔

جیسے یہ حمد:

کس نے بنا کے زمیں، اس پہ اُگائے پیڑ　　پھل اور پھول بھی، سجائے یہاں سوچئے
بادلوں کو آب دیکے، فصلوں کو روپ دیا　　دل کی زباں سے ذرا، سچ سچ بولئے
اتنے پہاڑ جھیلیں، ندیاں تمام اور　　ساگروں کے ساتھ ساتھ، آسمان دیکھئے
اتنی بڑی ہے شان، اس کی جمیلؔ جب　　کیوں نہ اسی کو پھر، بار بار پوجئے

اس کے بعد سیاسی وسماجی کلام بھی اسی صنف میں کہے، عام فہم زبان اور میرے پڑھنے کے انداز کو خوب سراہا گیا نتیجتاً غزل کے ساتھ اس میں لکھتا رہا ۱۹۹۲ء میں مئورنی پور، ضلع جھانسی میں ایک مشاعرے کا انعقاد ہوا جس میں جناب بیکل اتساہی بلرام پوری اور ساغر اعظمی وغیرہ کے ساتھ میں بھی شریک تھا میں نے اس مشاعرے میں غزل کے ساتھ گھنا کشری بھی پیش کی مشاعرے کے بعد جناب بیکل اتساہی نے مجھ سے کہا ''جمیل تم اردو میں ''گھنا کشری'' کہو، اردو میں گیت اور، دوہے کہے جارہے ہیں، ''گھنا کشری'' بھی شامل ہو جائے گی تو اردو ادب میں اضافہ ہوگا۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' ان کی فرمائش پر میں اس جانب متوجہ ہوا اور اردو میں گھنا کشری کہنے لگا اور پھر حمد و نعت بھی اس صنف میں کہنی شروع کی۔

جناب بیکل اتساہی نے اس واقعہ کا ذکر میرے ایک خط کے جواب میں کرتے ہوئے ''گھنا کشری'' کا تعارف دے کر میرے اس کلام پر مختصر تبصرہ بھی کیا ہے جو دو صفحات پر مشتمل ہے جس کی فوٹو کاپی آگے پیش ہے۔

09415120838

بلرام پور

۱۶ / فروری ۲۰۱۸ء

عزیز گرامی قدر — [illegible]

آپ کا خط ملا۔ [illegible] میں حمد و نعت اور غزلیہ [illegible] پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی

میں [illegible] مکمل آرام پر ہوں۔ مگر کوئی نہ کوئی رسالہ [illegible] ہیں

[illegible] عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کی [illegible]، گورکھپور یونیورسٹی سے [illegible]

[illegible] یونیورسٹی سے [illegible]

[illegible] ڈگری کالج [illegible] بلرام پور

[illegible] سیاسی سماجی کارگزاریوں کا [illegible]

[illegible] اچھا لگا [illegible] جواب دو۔ [illegible]

[illegible] دانشوروں کو میرا سلام کہلاو [illegible] دعا [illegible]

زندگانی کے سفر کا حال نہ پوچھو

چل رہا ہے مگر تھکن ہے بہت

دعاگو

[illegible]

بخدمت جناب جمیل [illegible]

[illegible]

Civil Lines
BALRAMPUR
~~GONDA~~
(U.P.) 271201

[illegible] کا مشہور، انوکھا شاعر

جمیل راٹھوری

یہ معلوم کر کے مجھے دلی مسرت ہوئی کہ راٹھور کی سوسالہ تاریخ ''راٹھور سمارکا'' کے توسط سے شائع کیا جا رہا ہے جس میں اردو ہندی گھنا اکھری بھی شامل کیا جائیگی۔ جمیل راٹھوری کا کلام بھی اس سمارکا میں زینت بنے گا۔ میری خواہش پر ۱۹۹۲ میں شیوراتری کے تہوار میں، جناب جمیل راٹھوری نے اردو ہندی گھنا اکھری میں رچنا کرنے لگے اُنکی گھنا اکھریوں کو اکثر اردو ہندی رسائل و جرائد میں پڑھ کے مسرت کی لہر دوڑ جاتی۔

آج میرے سامنے اُنکی چند گھنا اکھریاں حمد، نعت، سیاسی سماجی فکر و فن کی موجود ہیں۔ ماشاءاللہ

گھنا اکھری کو من ہرن بھی کہتے ہیں یہ اکتیس اکھروں کا ایک ورنک چھند ہے یہ چھند برج بھاشا کے شعرا کا مقبول ترین چھند رہا ہے اسے آج بھی ہندی کا راشٹریہ چھند کہا جاتا ہے۔ کھڑی بولی کے گھنا اکھری اگرچہ بالعموم ۱۶-۱۵ پر مختص ہے [illegible] اکھر یا ورن خواہ لگھو ہوں یا گرو۔ اُنکی مجموعی تعداد کو ہی شمار کیا جاتا ہے۔ ہر چرن یا مصرع کے آخر میں گرو اکھر (فع) آنا لازمی ہے۔ عام طور پر ۸، ۸، ۸، ۷ اکھروں کے بعد وقفہ ہوتا ہے ~~[illegible]~~ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ۱۶-۱۵ اکھروں کے بعد وقفہ ضرور ہونا چاہیئے۔

گھنا اکھری کے بعض مصرعے اپنی ساخت کے لحاظ سے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن میں ۸، ۸، ۸، ۷ یا ۷، ۹، ۷، ۸ یا پھر ۹، ۷، ۷، ۸ اکھروں کے بعد معنوی وقفہ ہو لیکن آہنگی وقفہ ہمیشہ ۸، ۸، ۸، ۷ اکھروں کے بعد ہی ہوتا ہے۔ گھنا اکھری میں سب سے زیادہ زور آہنگ پر دیا جاتا ہے۔ اس چھند میں ایسے جملے تراکیب معیوب سمجھی جاتی ہیں جن میں اسم الفاظ یعنی فع یا فعلن کے بعد اسم الفاظ فعل یا فاع خفل یا فعل فعل یا فاع فعل آئیں۔

جناب جمیل راٹھوری نے گھنا اکھری چھند کیساتھ بڑے انصاف سے کام لیا ہے اور اسکے حسن و جمال کو نکھارنے میں بڑی ایمانداری برتی ہے۔ اس چھند کو ہمارے بزرگوں میں صوفی سنتوں نے ہمیشہ اپنا محبوب بنا کر رکھا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جمیل راٹھوری اپنی صوفیانہ طرز تخیل کو لطف شستگی اور شگفتگی سے نکھار کر گھنا اکھری کو اردو زبان کی قیمتی پیراہن بنا دیا ہے۔ میری نیک خواہشات اور کثیر دعائیں اُنکے ساتھ۔ وہ اسی طرح اردو اور ہندی ادب کے نکھارنے سنوارنے میں اپنی کاوشِ فکری کی سچائیوں کو اجاگر کرتے رہیں۔

فقیر بھگت آر سی [illegible]

نوٹ: اسے ہندی رسم الخط میں بھی شائع کر سکتے ہیں

اردو کو تشکیل دیتے وقت فارسی کے حروف تہجی میں مخصوص ہندوستانی صوت کی خاطر حروف مرکبات شامل کئے گئے ۔۔ جیسے بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ، وغیرہ ۔مگر اُن حروف کو شامل نہیں کیا گیا جو زبان کی لطافت وشیرینی میں مخل ہو سکتے ہیں ۔ بزرگوں نے پیغام حق عوام تک پہنچانے میں اردو زبان کو ذریعہ بنایا انھیں کاوشوں کے نتیجہ میں عوامی رابطہ کی زبان کے طور پر اردو قائم ہوئی ۔

اردو کو زبان کا درجہ ملنے کی کہانی بڑی طویل ہے مختصراً یہ کہ اردو کا سفر امیر خسرو کی ہندوی، ملّا داؤد کی ہندکی، لشکر میں وجود پاتی مخلوط زبان لشکری، دلّی کے قلعہ شاہی میں بولی جانے والی فصیح و بلیغ زبان اردوئے معلیٰ آگے چل کر آسان اور عام فہم زبان کے روپ میں پروان چڑھ کر ''اردو'' کے نام سے موسوم ہوئی ۔

''اردو زبان ہندوستان میں، ہندوستان کیلئے وجود میں آئی، ہندوستان کی گود میں پلی، بڑھی اور پروان چڑھی، جب آنکھ کھولی تو ہندوستان کی قدیم زبانیں روبرو تھیں ان کے تعاون سے اردو نے منفرد حسن و جمال کسے خود کو پرکشش و پراثر بنا کر نئے رنگ وآہنگ عطا کئے ، نتیجتاً اردو کی اصناف ادب و اصناف سخن ہندوستانی خمیر کے ساتھ آگے بڑھیں اور، اردو آفاقی حیثیت کی مالک بن گئی ۔ ہندوستانی لب ولہجہ اور مخصوص الفاظ، علاقائی اردو میں نظر آتے ہیں ۔ چونکہ اردو ہندوستانی عوام کے لئے وجود میں آئی اسی لیئے اردو زبان میں ''مصدر'' کی کثرت ہندوستانی ہے ۔ مثلاً آنا، جانا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، رونا، ہنسنا، بھاگنا، گانا، وغیرہ ۔''

اردو کو تشکیل دیتے وقت فارسی کے حروف تہجی میں مخصوص ہندوستانی صوت کی خاطر حروف مرکبات شامل کئے گئے ۔۔۔۔۔ جیسے بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ، وغیرہ ۔

مگر اُن حروف کو شامل نہیں کیا گیا جو زبان کی لطافت وشیرینی میں مخل ہو سکتے ہیں ۔ بزرگوں نے پیغام حق عوام تک پہنچانے میں اردو زبان کو ذریعہ بنایا انھیں کاوشوں کے نتیجہ میں عوامی رابطہ کی زبان کے طور پر اردو قائم ہوئی ۔

اردو کی ابتدائی تصانیف میں ہندوستانی عناصر کسی نہ کسی روپ میں نظر آتے ہیں ۔ مثلاً ملّا داؤد کی مثنوی ''چنداین'' بندہ نواز گیسو دراز کا ''چکی نامہ'' مولانا باقر آگاہ کی یہ تصانیف ''من دیپک'' ''من ہرن''، ''من موہن''، ''جگ موہن''، ''من درپن'' وغیرہ ۔

☆☆☆

شاکر کنڈان (پاکستان)

پاکستان کے عسکری نعت گو

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے (جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ اے پروردگار! میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجیے، سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے اُن کو پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کیا کہ اے میرے رب! میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا تھا "**لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کو ملایا ہو گا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! تم سچے ہو، واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے اُن کے واسطہ سے مجھے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا"۔[1]

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک خواہ جس صورتِ اظہار میں ہو نعت ہے۔ بیان کردہ حدیث میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش معاف فرمائی گئی تو وسیلہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک تھا۔ اِس واقعہ کو ہم تخلیقِ آدم کے بعد پہلی نعت کہہ سکتے ہیں۔ پھر یہ سلسلہ لمحہ بہ لمحہ پھیلتا گیا حتیٰ کہ پہلی منظوم نعت تک آ پہنچا اور یہ نعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے تبع الحمیر ی نے یثرب پر حملے میں ناکامی کے وقت کہی تھی جس میں اُس نے یہ عہد بھی کیا کہ اگر میں نے آپ کو پایا تو میں آپ پر ایمان لانے والا پہلا شخص ہوں گا۔ یوں میں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا کہ آج تک کی معلومات کے مطابق پہلا نعت گو ایک عسکری تھا جو ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

مملکتِ خداداد پاکستان کا نزول جب لیلۃ القدر کی رات میں ہؤا تو اردو اس کی قومی زبان قرار پائی۔متحدہ ہندوستان سے پاکستان کو اپنی آماجگاہ بنانے والے نعت کے عسکری شعراء میں جو فوج کو خیر باد کہہ چکے تھے،اُن میں لیفٹیننٹ مولانا ظفر علی خان،صوبیدار اے۔ڈی طالب،صوبیدار میجر عزیز جے پوری،حوالدار مولانا عبدالغفور اسلم جالندھری،حوالدار باقی صدیقی،سپاہی قیصری کانپوری،سپاہی لائہ صحرائی،پائلٹ افسر خواجہ ریاض الدین عطش اور ایئر مین قمر صدیقی جیسی شخصیات شامل تھیں۔اِن حضرات کے اگر چہ کئی ایک نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں لیکن ایک ایک نعتیہ مجموعے کا نام بالترتیب یہ ہے۔

بہارستان،انوارِ طالب،نغمۂ عندلیب،عقیدت کے پھول،زادِ سفر،نورِ ازل،زرِ نعت،وردِ نفس، حرف حرف روشنی۔

متحدہ ہندوستان کے کچھ ایسے عسکری اہلِ قلم بھی تھے جنہوں نے فوج سے قبل از وقت ریٹائر منٹ لے لی تھی لیکن نزولِ پاکستان کے بعد وہ دوبارہ عساکرِ پاکستان میں شامل ہو گئے۔اُن میں میجر سید ضمیر جعفری(یکم جنوری ۱۹۱۶ء تا ۱۲ مئی ۱۹۹۹ء) جو کیپٹن کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے لیکن دوبارہ پاک فوج کو اپنی خدمات پیش کر دیں اور میجر کے عہدے سے وظیفہ یاب ہوئے۔آپ کی تقریباً ۵۶ رکتابیں شائع ہوئیں۔''نعت نذرانہ'' آپ کا نعتیہ مجموعہ اور''ارمغانِ ضمیر'' حمد و نعت و منقبت پر مشتمل شعری مجموعہ ہے۔آپ کی نعتوں میں نور کا ارتکاز محسوس ہوتا ہے۔نمونۂ کلام:

مرے ہونٹوں پہ یارکس سخی سرور کا نام آیا
کہ میرے نام پر مظلوم انساں کا پیام آیا
وہ جس نے آدمی پر چاند سورج کے سفر کھولے
وہ جس نے سب سے پہلے بند دروازوں کے در کھولے
وہ جس نے زندگی کی اِس ادا سے آبیاری کی
کہ ہر بنجر زمیں پر چاندنی کی نہر جاری کی
وہ جس کے سامنے تھا عالمِ امکاں کناروں تک
اٹھا کر لے گیا وہ ریت کے ذرے ستاروں تک
غرور و کبر و نخوت کے کلس خم کر دیئے جس نے
بڑے اونچے شہنشاہوں کے قد کم کر دیئے جس نے[۲]

سپاہی نادر شاہ(پ:۳رمارچ ۱۹۲۴ء) نے ۶ جماعت تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۴ء میں فوج میں بھرتی ہوئے لیکن ۱۹۴۷ء میں اسے چھوڑ کر گھر آ گئے۔آپ نے جہادِ کشمیر کے باعث ۱۹۴۹ء میں دوبارہ فوج کا رخ کیا لیکن تین سال بعد پھر ریٹائر منٹ لے لی۔آپ کے دو شعری مجموعے شائع ہوئے جن میں''حسنِ ازل''نعتیہ مجموعہ ہے جو جذب و شوق اور عقیدت و ارادت کا ایک دلپذیر مرقع ہے:

جب کوئے محمد ﷺ سے ناطق پُر کیف ہوائیں آتی ہیں
ٹکرا کر گنبدِ خضرا سے رحمت کی گھٹائیں آتی ہیں

رضوان و ملائک، غلماں کیا پڑھتا ہے خدا بھی صلِ علیٰ
اُس کالی کملی والے کا حوریں بھی سہرا گاتی ہیں
اُس شاہِ عرب کی یادیں بھی اس پیارے نبیﷺ کی باتیں بھی
انوارِ نبوّت لاتی ہیں، سینے میں ضیاء پہنچاتی ہیں
اُس شہرِ مدینہ والے کی اِس امت کے رکھوالے کی
عادات و ادائیں خُلق بھری ہر شخص کے من کو بھاتی ہیں
در پیش جو راہِ محمدﷺ میں آ جاتی ہیں ناطق تکلیفیں
وہ عشقِ رسولِ اکرمﷺ سے خود مشعلِ راہ بن جاتی ہیں[۳]

شاعرِ رزم اور شاعرِ جہاد کا اعزاز حاصل کرنے والے ماسٹر وارنٹ افسر رحمان کیانی (۳۰؍اگست ۱۹۲۴ء تا فروری ۱۹۹۰ء) رائل انڈین ایئر فورس میں ۱۹۴۳ء میں ایئر مین بھرتی ہوئے۔ دوسری جنگِ عظیم کے خاتمے پر ریٹائرمنٹ لے لی۔ وجودِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں پاک فضائیہ میں شامل ہو گئے اور ۱۹۷۴ء میں سبکدوش ہوئے۔ آپ کے سات شعری مجموعے شائع ہوئے، اگرچہ تمام میں نعتیہ کلام شامل ہے لیکن ''شمشیرِ ضیا بار'' آپ کا رزمیہ نعتیہ مجموعہ ہے۔ ایک رزمیہ نعتیہ مسدس نبی الملاحم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو بند ملاحظہ ہوں:

لاکھوں درود ایسے پیغمبر کے نام پر
اک جاوداں حیات کی بھی دے گیا خبر
ہم کو یقین ہے کبھی مرتے نہیں ہیں ہم
جو حرفِ لا تخف سے بناتا ہوا نڈر
یعنی خدا کی راہ میں کٹ جائے سر اگر
اور اس لئے کسی سے بھی ڈرتے نہیں ہیں ہم

توپ و تفنگ و دشنہ و خنجر، صلیب و دار
ماں ہے ہماری ام عمارہ سی ذی وقار
ہاں! مفتی و فقیہہ نہیں، مان لیتے ہیں
ڈرتے نہیں کسی سے محمدﷺ کے جاں نثار
ہم ہیں ابو دجانہ و طلحہ کی یاد گار
ناموسِ مصطفیٰﷺ پہ مگر جان دیتے ہیں[۴]

ڈاکٹر جاوید سوز کے نام سے ادبی پہچان رکھنے والے سارجنٹ محمد فتح (۱۰؍اکتوبر ۱۹۲۶ء و: رواں عشرہ) متحدہ ہندوستان میں بری فوج میں بھرتی ہوئے لیکن خرابیِ صحت کی بنیاد پر ریٹائرمنٹ لے لی۔ نزولِ پاکستان کے بعد فضائیہ میں جاوید فتح محمد کے نام سے ایئر مین بھرتی ہو کر سارجنٹ کے عہدے تک پہنچے۔ آپ کی تقریباً ۱۴؍کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں 'گنبدِ خضراء' پنجابی اور 'مقصودِ کائنات' اردو نعتیہ مجموعے ہیں۔ آپ نے چھوٹی بحر میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوب کر

نعت لکھی ہے:

اعلیٰ با کردار محمد ﷺ سب کے ہیں غمخوار محمد ﷺ
رحمت شفقت کے سر چشمہ الفت شفقت پیا ر محمد ﷺ
سب قوموں کے رہبرِ اعظم ذی حشمت دلدار محمد ﷺ
بانٹیں سب کو دین کی دولت با نٹیں جگ کو پیار محمد ﷺ
آپ کی مدحت سے با برکت سوز کے سب اشعار محمد ﷺ

اردو زبان میں فلائٹ لیفٹیننٹ ظفر اقبال قریشی، ظفر اقبال، لیفٹیننٹ کمانڈر خضر اقبال اور خضر خضری کے مختلف ناموں سے لکھنے والے صوبیدار محمد افضل تحسین (۱۹۲۷ء تا ۲۵ر دسمبر ۱۹۹۱ء) پہلی بار ۱۹۴۳ء میں فوج میں بھرتی ہوئے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اسے خیر باد کہہ دیا۔ تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ فوج میں شامل ہو گئے اور ایجوکیشن کور سے بحیثیت صوبیدار پنشن پائی۔ آپ کی دو کتابیں راقم نے شائع کیں۔ ''بیرک نامہ'' خالص عسکری موضوع ہے جب کہ ''افضل تحسین کی حمد و نعت نگاری'' حمد اور نعت پر مبنی ہے۔ آپ کا کلام پڑھتے ہوئے قاری پر ایک رقت طاری ہو جاتی ہے:

ممکن ہے کہاں مدحتِ سرکارِ دو عالم ہے حق پہ عیاں عظمتِ سرکارِ دو عالم
معراج کا پایا ہے شرف آپ نے تنہا کیا شان ہے، کیا رفعتِ سرکارِ دو عالم
مومن بھی ثنا خواں ہیں فرشتے بھی ثنا خواں خود حق بھی کرے مدحتِ سرکارِ دو عالم
ہر ذرے میں ہے آپ ﷺ کی تنویر کا پرتو ہر پھول میں ہے نکہتِ سرکارِ دو عالم
اُس قادر و قیوم کے احسان سے تحسینؔ دنیا کو ملی رحمت سرکارِ دو عالم ۶

یہاں تک جو کیفیت تھی وہ قدرے مختلف تھی۔ اِن اہلِ قلم کے ساتھ ہی کچھ عسکری ایسے بھی تھے جو اگر چہ انگریزی دور میں فوج میں شامل ہوئے لیکن تقسیم کے بعد اس سلسلے کو جاری رکھا اور افواجِ پاکستان کا حصہ بنے۔ ان میں میجر محمد عاشق کا نام نعت گویانِ عسا کرِ پاکستان میں اہمیت کا حامل ہے۔ آپ ۱۷ر اگست ۱۹۱۶ء کو لاہور میں جناب نذر محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ دیال سنگھ کالج، لاہور سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۴۲ء میں بری فوج میں جونیئر کمیشنڈ آفیسر کی حیثیت سے شمولیت اختیار کی جس کے تین سال بعد آپ کو کمیشن ملا۔ ۱۹۵۸ء میں آپ نے ریٹائرمنٹ لے لی لیکن ۱۹۶۵ء میں دوبارہ اپنی خدمات فوج کے حوالے کر دیں یوں ۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھی حصہ لیا۔ آپ کی تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں ''جنونِ زار'' آپ کی غزلوں کا مجموعہ، ''غالب پی ٹی کورس پر'' مزاحیہ نثر اور ''عقیدت کے پھول'' نعتیہ کلام ہے:

انسان کو دکھایا ہے عظمت کا راستہ — جاہ و جلال و شوکت و عزت کا راستہ
شاہ راہِ آگہی کو کشادہ بنا دیا — بے لوث و مہر و لطف و مروت کا راستہ
تیرے سوا کسی کو بھی آیا نہ تھا نظر — مظلوم و بے نوا کی حمایت کا راستہ
انسانیت کو سیرتِ اقدس سے مل گیا — تقویٰ و زہد و کاوش و محنت کا راستہ
پلکوں سے چل کے سجدہ کناں آئے خاص و عام — رشکِ بساطِ گل تری چاہت کا راستہ ۷

پولیس میں انسپکٹر جنرل کے عہدے سے سبکدوش ہونے والے چوہدری فضل حق تقسیمِ ہند سے پہلے رائل آرمی آرڈننس کور میں نائب صوبیدار کی حیثیت سے بھرتی ہوئے۔ مارچ ۱۹۴۷ء میں جبکہ آپ صوبیدار تھے آپ نے ایجوکیشن کور میں کمیشن حاصل کیا۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں سکول آف آرمی ایجوکیشن مری میں کورس پر بھیج دیئے گئے۔ اسی دوران جنوری ۱۹۴۸ء میں آپ محکمۂ پولیس کے لئے بھی منتخب ہو گئے۔ چوہدری فضل حق ۱۱رفروری ۱۹۲۴ء کومرالہ، گوجراں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے اور ۶رفروری ۲۰۱۴ء کو اسلام آباد میں وفات پائی۔ آپ اردو، فارسی، اور انگریزی کے ادیب اور شاعر تھے۔ آپ کے سات شعری مجموعے ''آہنگِ حجاز''، ''میرِ عرب''، '' نمِ صحر''، ''سوئے حرم''، '' خارِ مژگاں''، ''مثنوی مولا علی'' اور ''سورج'' شائع ہو چکے ہیں جن میں سے زیادہ نعتیہ ہیں:

لب پہ آیا ہے ترا نام رسولِ عربی ﷺ — ہیں معطر دہن و کام رسولِ عربی ﷺ
میں ہوں دامانِ شب و روز پہ اک نقشِ قلیل — تو ہے کونین کا انجام رسولِ عربی ﷺ
ترا ﷺ دم اذنِ بہاراں ہے چمن کے حق میں — میں ہوں اک مرغِ تہِ دام رسولِ عربی ﷺ
تو ہے خود جلوتِ صد کون و مکاں کا باعث — میں گرفتارِ در و بام رسولِ عربی ﷺ
تلخ ہے گردشِ ایام رسولِ عربی ﷺ — اک نظر سوئے منِ خام رسولِ عربی ﷺ ۸

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشقانِ خاص جنہیں نعت کہنے کی نعمتِ بے بہا سے نوازا گیا اُن میں ایک نام سپاہی سلیم اختر فارانی کا بھی ہے۔ آپ رانا عبدالغنی کے ہاں ۱۹۲۸ء میں ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر آپ ای۔ ایم۔ ای کور میں بھرتی ہو گئے اور ۵۰۹رای۔ ایم۔ ای ورکشاپ میں پوسٹ ہوئے۔ تقسیمِ ہند پر آپ افواجِ پاک کا حصہ بنے اور ۵۰۱رای۔ ایم۔ ای ورکشاپ راولپنڈی میں خدمات انجام دینے لگے۔ آپ کے اہلِ خانہ بھی ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور گوجرانوالہ میں رہائش اختیار کی۔ سلیم اختر فارانی بھی کچھ عرصہ بعد ملازمت چھوڑ کر گوجرانوالہ منتقل ہو گئے۔ آپ کے تین نعتیہ مجموعے بعنوان ''

نغمہ فاراں''، ''ضیائے سفت رخشاں'' اور ''عودِ گلستانِ رسول ﷺ'' شائع ہو چکے ہیں۔ سلیم اختر فارانی نے ۲۲ر نومبر ۱۹۸۳ء کو وفات پائی۔ نمونۂ کلام:

رسول اللہ ﷺ مجسم ہیں بہارِ الفتِ ہستی — وہ کائناتِ ہست و بود میں ہیں رحمتِ ہستی
نہیں ہے اُن ﷺ سا مشفق کوئی بھی سارے زمانے میں — سراپا مہر رخشاں ہیں جہاں میں جلوتِ ہستی
وہ جن کی ذاتِ اقدس ہے بہت محبوب اللہ کو — جہانِ رنگ و بو میں آئے بن کر قوّتِ ہستی
انہی کی ذات سے قائم ہے شرفِ نوعِ انسانی — ملی ہے ابنِ آدم کو شکوہِ شوکتِ ہستی
ملے اذنِ حضوری تو ملے ہم کو سکونِ دل — رہی ہستی ہماری بن کے اختر حسرتِ ہستی ۹

نزولِ پاکستان کے بعد جو شخصیات جیشِ طیّب (پاک فوج) میں شامل ہوئیں اُن میں اہلِ قلم کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انگلیوں پر شمار نہیں کی جا سکتی لیکن صاحبِ کتاب نعت گو شعراء کی تعداد بہر حال انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ ایسے خوش نصیب لوگوں میں سے جن چند ایک کی کتب راقم کی نظر سے گزریں ان کا مختصر تذکرہ ملاحظہ ہو:

یوسف رجا چشتی کے نام سے شہرت پانے والے ارباب محمد یوسف ۶ر ستمبر ۱۹۲۸ء کو پشاور کے نزدیکی گاؤں بدھائی میں ارباب محمد اسلم کے ہاں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم گھر پر مامور اتالیق حافظ جی سے حاصل کی۔ ایف۔ اے کرنے کے بعد پی۔ ایم۔ اے کاکول کے لئے منتخب ہوئے اور دو سال بعد سگنل کور میں کمیشن حاصل کیا۔ آپ ۲۷ر سالہ خدمات کے بعد میجر کے عہدے سے پنشن یاب ہوئے اور ۲۸ر اگست ۲۰۰۷ء کو جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ آپ کی حیات میں آپ کا شعری مجموعہ ''لو قسم اٹھاتے ہیں'' شائع ہوا جب کہ بعد از وفات آپ کا نعتیہ کلام ''عقیدتیں'' کے عنوان سے منظرِ عام پر آیا:

جب نام لوں تو ذہن ہو منبع سرور کا — یہ نسبتِ لطیف کرم ہے حضور ﷺ کا
سائے سے کیسے بنتی کوئی آپ ﷺ کی مثال — ممکن ہوا ہے سایہ کہیں موجِ نور کا
دشمن اگر ہے سارا جہاں تو بھی غم نہیں — ناقابلِ شکست ہے بندہ حضور ﷺ کا
اللہ اور ملائکہ ان پر پڑھیں درود — میرا بس ایک فن ہے، بھروں دم حضور ﷺ کا
بے کیف و جذب ہیں مرے الفاظ یا نبی ﷺ — بس ہے رجا کو، لطف اگر ہو حضور ﷺ کا ۱۰

رانجھا کی ہیر کو اپنے نام کرنے والے وارث شاہ کے گاؤں جنڈیالہ شیر خان کے جناب غلام یٰسین خان کے ہاں ۵ر اکتوبر ۱۹۳۰ء کو جنم لینے والے امان اللہ خان جب اردو اور پنجابی ادب کا حصہ

بنے تو اجمل جنڈیالوی کے نام سے معروف ہوئے۔میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ فوج میں بحیثیت سپاہی بھرتی ہوگئے۔مولوی عبدالحق سے رموزِ ادب سیکھے اور حفیظ تائب کی شاگردی اختیار کی۔جب آپ حوالدار کے رینک سے پنشن یاب ہوئے تو آپ ایم۔اے تک تعلیم حاصل کرچکے تھے۔''کشکولِ ادراک'' آپ کا نعتیہ مجموعہ ہے۔جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمرِ مبارکہ کی نسبت سے ۶۳ نعتیں اور ۶۳ نعتیہ ماہیے شامل ہیں:

کیا کیا رقم صفات ہوں اُس ﷺ بے نظیر کی — جس نے کلامِ حق سے زباں مستنیر کی
میرا قلم ہے ان ﷺ کے حوالے سے ضوفشاں — رحمت ہے مجھ پہ خاص یہ ربِ کبیر کی
کرنا ہے پل صراط انہی کے کرم سے پار — روکیں وہاں، مجال کیا، منکر نکیر کی
کعبہ کے ساتھ گنبدِ خضرا ہی دیکھ لوں — مطلوب اک نظر ہے سراج المنیر کی
حل کردیئے حضور ﷺ نے سب میرے مسئلے — حسرت نہیں ہے اب کوئی اجمل فقیر کی [11]

پنجابی کے چھاچھی لہجے اور اردو کے قادرالکلام شاعر وارنٹ افسر غلام ربانی فروغ یکم مارچ ۱۹۳۲ء کو کیمبل پور (موجودہ اٹک) میں فتح محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔میٹرک کے بعد ۱۹۵۱ء میں ایئر فورس میں بھرتی ہوگئے جہاں سے ۱۹۷۵ء میں سبکدوش ہوئے۔ملازمت کے دوران آپ نے اردو اور پنجابی ادب میں ایم۔اے کیا۔ریٹائرمنٹ کے کچھ ہی عرصہ بعد پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پنجابی کے لیکچرار منتخب ہوگئے۔''وسناں رہوے گراں'' آپ کا پنجابی زبان میں شعری مجموعہ جب کہ ''حرفِ نیاز'' اردو زبان میں آپ کا نعتیہ مجموعۂ کلام ہے:

کیا کیا جمال سیرت، سیرت نگار لکھیں — لکھا نہ جائے سب کچھ چاہے ہزار لکھیں
خوشبو، ضیا، لطافت ہو جزوِ روشنائی — تب کچھ بہ ذیلِ حسن ونقش ونگار لکھیں
معراج جس کی رفعت، قوسین حدِ قربت — جس کا براق مرکب وہ شاہ سوار لکھیں
حسن وجمال میں بھی، وصف وکمال میں بھی — خلاقِ عالمیں کا اک شاہکار لکھیں
اے کاش خود بلالیں، ہم میں کہاں یہ جرأت — عرضی پئے حضوری ہم شرمسار لکھیں [12]

مفسرِ قرآن، مذہبی پیشوا، ایک صوفی اور تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان نور پور سیتی ضلع چکوال کے ایک عسکری گھرانے میں ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء کو ملک فیروز خان اعوان کے ہاں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج چکوال میں داخلہ لیا تھا کہ خاندانی دشمنیوں کے باعث آپ کو فوج میں بھرتی ہونا پڑا جہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد آپ کو محسوس ہوا کہ ان کو شاید کسی اور کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا

ملازمت کو خیر باد کہا اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ اللہ یار خان کی بیعت کر کے تبلیغ کے لئے خود کو وقف کر دیا اور پھر شیخ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ نے دارالعرفان منارہ کو رشد و ہدایت کے لئے اپنی آماج گاہ بنایا اور یہیں ۷ر دسمبر ۲۰۱۷ء کو وفات پائی۔ آپ کی ۴۰ر سے زائد کتابیں عربی، انگریزی اور اردو نظم و نثر میں شائع ہو چکی ہیں۔ شاعری میں آپ فقیر، سیماب اور اکرم تخلص کرتے تھے۔ ''حمد و نعت'' اور ''متاعِ فقیر'' آپ کے نعتیہ مجموعے ہیں:

تری ﷺ یاد ہم سفر ہے تری یاد دل ربا ہے
وہ جگہ ہے میری منزل جہاں تیری ﷺ خاکِ پا ہے
ترے ﷺ نور سے ہیں روشن مری راہیں دو جہاں میں
ترا نام بن کے سورج مرے گھر چمک رہا ہے
ترے ﷺ راستوں میں ہر جا کئی چاند منتشر ہیں
جو نظر سے دل کی دیکھیں وہ ترا ﷺ ہی نقشِ پا ہے
میں ہوں اور طلب ہو تیری ﷺ، کہاں یہ مجال میری
دلِ زار نا سمجھ ہے دما دم تڑپ رہا ہے
ترے ﷺ نام پر فدا ہو ترا درد بانٹتا ہو
بنے جس سے ساری بگڑی یہ فقیر کی دعا ہے ۱۳

سادات خاندان کے سید سعادت حسین کے چشم و چراغ کرنل سید مقبول حسین یکم جون ۱۹۴۲ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تقسیمِ ہند کے بعد پورے خاندان نے ہجرت کی اور راولپنڈی میں قیام پذیر ہوئے۔ سید مقبول حسین نے ایف۔ ایس۔ سی کے بعد ۱۹۶۲ء میں کمیشن لیا اور سگنل کور سے سیکنڈ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے آغاز کیا۔ آپ نے ۳۱ر سالہ عسکری خدمات کے بعد پنشن پائی۔ آپ کی خدمات کے اعتراف کے صلے میں حکومتِ پاکستان نے آپ کو تمغۂ امتیاز کے اعزاز سے نوازا۔ ریٹائر منٹ کے بعد آپ نے خود کو مکمل طور پر ادب کے لئے وقف کر دیا۔ آپ کے شعری مجموعوں میں ''تپش''، ''دل خاموش سوالی سائیں''، ''گرفتارِ شب''، ''تغافل''، ''دھمال''، ''رُت بدلنے لگی''، اور ''مٹی میں دکھ'' نثر میں ''کیمپ ۴۵''، ''زندہ رہے گا پاکستان'' اور ''کہکشاں'' شامل ہیں۔ ''عشق محمد ﷺ'' آپ کا وہ مجموعہ ہے جسے نعتیہ ادب میں ایک احسن اور خوبصورت اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے:

وہ جو گنبد ہے مدینے میں نظر سے بھی پرے   دیکھ سکتا ہوں اسے دیدۂ تر سے بھی پرے

آپ ﷺ کی ہوگی اجازت تو زیارت ہوگی — نظر آنے لگے وہ شہرِ نظر سے بھی پرے
بے خطر بڑھتا رہا شوقِ فراواں کو لئے — رسم وراہ اُن سے تھی طوبیٰ کے شجر سے بھی پرے
میں پشیماں ہوں خطاؤں پہ خدایا اب بھی — ہو عطا مجھ کو کرم شوقِ ثمر سے بھی پرے
جال مکڑی نے بُنا غار کے در پر سیّد — ہوگئی من کی عطا اس کو ہنر سے بھی پرے ۱۴؎

ہندو پاک کے معروف شاعر جناب ناطقؔ بدایونی کے فرزند فیروز ناطق جو خسروؔ تخلص کے ساتھ میدانِ ادب میں سرگرمِ عمل ہیں ۱۹/نومبر ۱۹۴۴ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے خاندان کے ہمراہ ہجرت کی اور خیر پور میرس (سندھ) میں سکونت اختیار کی۔ اردو اور تاریخِ اسلام میں ماسٹرز کرنے کے بعد کچھ عرصہ تدریس سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں پاک ایئر فورس میں کمشن حاصل کیا اور سکواڈرن لیڈر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ ایئر فورس سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے ادبی کام کو یکجا کرنا شروع کیا۔ پہلے اپنے والد کا شعری مجموعہ ''انتخاب کلامِ ناطق بدایونی'' شائع کیا۔ پھر اپنے شعری مجموعے ''طلسم مٹی کا''، ''آنکھ کی پتلی میں زندہ عکس''، ''ستارے توڑ لائے ہیں''، ''آئینہ چہرہ ڈھونڈتا ہے''، اور ''فرصتِ یک نفس'' منظرِ عام پر لائے جب کہ ''ہزار آئینہ'' مجموعۂ حمد و نعت ومنقبت ہے:

وہ روشنی جو خزینے کے بیچ سے نکلی — فقط وہ ایک نگینے کے بیچ سے نکلی
متاعِ اہلِ بصیرت جو ہے وہ ایک کرن — حضور ﷺ آپ کے سینے کے بیچ سے نکلی
چہار سمت ہے جاری ابھی بھی اس کا سفر — وہ رہگزر جو مدینے کے بیچ سے نکلی
دعا جو حجرۂ اسود کو چوم کر مانگی — قبولیت کے مہینے کے بیچ سے نکلی
وہ بوئے گل کہ معطر ہے جس سے دل خسروؔ — مرے نبی ﷺ کے پسینے کے بیچ سے نکلی ۱۵؎

سپاہی محمد اصغر اعجاز ۱۵/دسمبر ۱۹۴۹ء کو چک نمبر ۳۰۵ ج ب منصور والی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد چوہدری فتح محمد چیمہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے سو انہوں نے بیٹے کو میٹرک تک تعلیم دلوائی۔ جس کے بعد محمد اصغر اعجاز فوج میں بھرتی ہوگئے اور بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے تعلیم کے حصول کی طرف توجہ دی اور جب پندرہ سال ملازمت پوری ہوئی تو آپ کے پاس ایم۔اے اردو، ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے سیاسیات، ایم۔اے تاریخ، ایم۔اے پنجابی اور بی ایڈ کی ڈگریاں بھی موجود تھیں۔ آپ کا نعتیہ مجموعۂ کلام ''سراج منیر'' راقم کی نظروں سے گزرا ہے لیکن اس میں محررہ دیگر کتب ''صدائے ضمیر''، ''سرگزشتِ کشمیر''، ''سوزِ حیات''، ''نکھیڑے''، ''اردو نظمیں''، ''مضامینِ

اعجاز"، "اعجازِ بیان"، "موسیٰ بن ابی غسان"، "کربِ گل"، "میری باجی"، "عسکریات اورسکولیات "، مجھے نہیں مل سکیں۔ اصغر اعجاز کی نعت کے اشعار میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار پایا جاتا ہے:

دلِ مہجور رہتا تھا بہت بے تاب سینے میں — سکوں اس کو ملا ہے آخرش آ کر مدینے میں
بڑی بے کیف تھی بے چین تھی یہ زندگی اپنی — فقط یادِ نبی ﷺ ہی سے مزا آیا ہے جینے میں
بھلا وہ عود و عنبر کو کہیں خوشبو میسّر ہے — جو خوشبو پائی جاتی ہے محمد ﷺ کے پسینے میں
تمنا دل میں تھی اُن سے ملے اک جام وحدت کا — مزا آیا ہے دستِ ساقیٔ کوثر سے پینے میں
خدا کی معرفت ان کے وسیلے سے ہی ملتی ہے — یہ وہ شے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں [۱۶]

اردو اور پنجابی زبان میں نعت ہی کو اوڑھنا بچھونا بنانے والے چیف وارنٹ افسر محمد ساجد ڈھلوں نوری ۱۹۵۰ء میں نارووال میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ڈگری کالج، نارووال سے ایف۔ اے کرنے کے بعد پاکستان ایئر فورس میں بھرتی ہو گئے۔ دورانِ ملازمت تین سال سعودی عرب میں قیام کا موقع بھی ملا۔ جب پشاور میں خدمات انجام دے رہے تھے تو اس دوران بی۔ اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ آپ کی منظوم اور منثور تصانیف میں "سوہنے دیاں گلاں"، "صدائے ساجد"، "بجتے الارم"، "شفاء القلوب"، "دلائل الایمان"، "مصباح القرآن" اور "معراجِ محبت" شامل ہیں:

کر سکتا بیاں کون ہے اب شانِ رسالت — خالق جو ہوا آپ ثنا خوانِ رسالت
کہتے ہیں انہیں ہم جو مزمّل یا مدثّر — رب ہی کا تو فرمان ہے در شانِ رسالت
کہہ دیں وہ تو پتھر کو بھی مل جائے گویائی — لکڑی کو بھی پہنچا ترا فیضانِ رسالت
جھک جائیں جہاں آ کے فرشتوں کی جبینیں — رہتے ہیں وہاں سیّد و سلطانِ رسالت
صد حیف فضیلت کا نہیں اب بھی وہ قائل — حالاں کہ کھڑا ابن کے ہے دربانِ رسالت [۱۷]

شاکر کنڈان کا پیدائشی نام عطا رسول ہے۔ حاجی محمد حسین کے ہاں موضع کنڈان کلاں ضلع سرگودھا میں ۲۰ رجون ۱۹۵۱ء کو پیدائش ہوئی۔ میٹرک کا امتحان پاس کر کے فوج میں بطور سپاہی شمولیت اختیار کی۔ ۱۸ رسال کی ملازمت اور ۳۸ رسال کی عمر میں کمشن حاصل کیا۔ مقررہ مدت پر کیپٹن کے عہدے سے پنشن پائی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی تک تعلیم کو پہنچایا۔ کچھ عرصہ یونیورسٹی آف سرگودھا میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ ۳۴ رتصانیف شائع ہو چکی ہیں جس میں عسکری حوالے سے "اردو ادب اور عساکرِ پاکستان" تین جلدیں"۔ "اردو نعت اور عساکرِ پاکستان" اور نعتیہ

مضامین ''نغمۂ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکلی ہوئی آب جُو'' اور نعتیہ مجموعۂ کلام ''خلعتِ توقیر'' شامل ہیں۔ایک نعت ملاحظہ ہو:

نعت سے کاغذ معطّر ہو گیا — لفظ اک اک مشک و عنبر ہو گیا
لب پہ جوں ہی آ گیا اسمِ نبی ﷺ — فکر و فن میرا منوّر ہو گیا
جب محمد ﷺ لکھ دیا دیوار پر — نور کا ہالہ مرا گھر ہو گیا
پھر شہنشاہی نہیں جچتی اُسے — جو مدینے کا گدا گر ہو گیا
آپ ﷺ کی نسبت سے یہ بندہ عطا — پہلے شاکر پھر سخنور ہو گیا [18]

عسکریّت کو شعر کی ہیئت میں ڈھالنے والے محمد اکرم باجوہ بورے والا ضلع وہاڑی کے ایک جٹ خاندان میں یکم جنوری ۱۹۵۲ء کو جناب عبدالوہاب کے گھر پیدا ہوئے۔حصولِ تعلیم کے بعد فوج میں بھرتی ہو گئے۔دورانِ ملازمت ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔فاضل اردو آپ پہلے تھے۔ملازمت کے سلسلے میں تین سال تک سعودی عرب میں قیام کا موقع بھی ملا۔نائیک کے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد ایک مقامی کالج میں لیکچرر شپ اختیار کی جب کہ قلم و کاغذ سے رشتے کو بھی استوار رکھا۔اردو اور پنجابی زبان میں آپ کی کئی کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں ''اکھ دا جنگل''، ''ورج نال شریکا''، ''ھات فجر دی''، ''اکھر اکھر باشنا''، ''نویں پنجابی نظم دے رتن''، ''پچھان پنجابی غزلاں''، ''چپ دی چادر''، ''لاٹاں'' بزبانِ پنجابی اور ''تکبیر کا رنگ للکار ہوا''، ''نوشتۂ تنقید''، ''قریۂ تحقیق''، ''ضلع وہاڑی کا شعری اثاثہ'' بزبانِ اردو جب کہ ''قلم سے روشنی پھوٹے'' نعتیہ مجموعہ کلام شامل ہیں:

کیا بیاں ہوں تذکرے شاہِ امم کی شان کے — تاجدارِ مرسلیں ﷺ سب سے بڑے انسان کے
حوصلے سرکار ﷺ کے دیکھے ہیں کائنات نے — شعبِ بوطالب کے اُس محصور کے، مہمان کے
آپ ﷺ شہرِ علم ہیں اور دانش و حکمت کا باب — آپ ﷺ وہ اُمی ہیں جو تلمیذ ہیں رحمان کے
آپ ﷺ کی سیرت کو پڑھ کر ورطۂ حیرت میں گم — سب مفکر، سب مدبّر، درجۂ عرفان کے
فقر و فاقہ، سادگی پر ناز تھا سرکار ﷺ کو — اور خلقت کے لئے معدن تھے اک فیضان کے [19]

عدیم یوسفی کا خاندانی نام اورنگ زیب ہے۔آپ نے عدیم تخلص کے ساتھ یوسفی کا لاحقہ اپنے والد محمد یوسف کی نسبت سے اختیار کیا۔آپ ۲؍فروری ۱۹۵۲ء کو کنجاہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ایف۔ایس۔سی کرنے کے بعد ۱۹۷۲ء میں پاکستان بحریہ میں سیلر کی حیثیت سے میڈیکل کے شعبہ میں بھرتی ہوئے اور ۱۹۷۸ء تک اس سے وابستہ رہے۔اس دوران آپ نے ایل۔ایس۔ایم۔ایف

کی سند لی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کنجاہ میں اپنا کلینک چلانے لگے اور جذب وفکر کو ادب کے لئے وقف کردیا لیکن تصوّف آپ کا خصوصی موضوع تھا۔ آپ نے ۱۲رفروری ۲۰۱۰ء کو وفات پائی۔ نثر میں آپ کی تصنیف ''مقصدِ تخلیقِ کائنات اور انسان'' اہمیّت کی حامل ہے۔ وفات سے قبل ایک مسوّدہ ''حقیقتِ روحانیّت'' کے نام سے پریس میں بھیج چکے تھے۔ اس مسودہ پر نظرِ ثانی بھی راقم نے کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ مسودہ شاید کہیں غلط ہاتھوں میں جاچکا ہے۔ نظم میں آپ کا نعتیہ مجموعہ ''مشکِ بار'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے:

ہر دردِ لا دوا کی دوا آپ ﷺ ہی کا نام — ہر حال میں ہے حرفِ شفا آپ ﷺ ہی کا نام
ہر شے کا حسن اپنی جگہ خوب ہے مگر — تکمیلِ حسنِ ارض وسما آپ ﷺ ہی کا نام
کھولی تھی آنکھ حضرتِ آدم نے جس گھڑی — عرشِ عظیم پر تھا لکھا آپ ﷺ ہی کا نام
مانے نہ مانے کوئی مجھے اس سے کیا غرض — میرے لئے تو بحرِ عطا آپ ﷺ ہی کا نام
سب کو شعورِ فکر ونظر آپ ﷺ نے دیا — ہر حق شناس دل کی صدا آپ ﷺ ہی کا نام[20]

ایک شاعر، سفرنامہ نگار، منظوم سیرت نگار، ادیب، مرتب، مؤلف حاجی گل بخشالوی کا اصل نام سبحان الدین ہے۔ آپ ۳۰رمئی ۱۹۵۲ء کو بخشالی ضلع مردان میں اسرارالدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ نوشہرہ (کے پی۔ کے) سے میٹرک کرنے کے بعد فوج کے شعبہ آرمڈ کور میں سوار (سپاہی) بھرتی ہوگئے لیکن جنگ کے خاتمے کے بعد ریٹائرمنٹ لے لی اور کھاریاں میں اپنا کاروبار کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد آپ یورپ چلے گئے جہاں مختلف ممالک میں قیام رہا۔ آج کل آپ کھاریاں میں مقیم ہیں۔ ''قلزمِ خون''، ''ادھورے خواب'' اور ''تبدیلی'' شعری مجموعے، ''دیارِ نبی''، ''منڈیلا کے دیس میں''، ''جا دیکھا تیرا امریکا''، ''کھاریاں سے عرفات تک''، ''کھاریاں سے گڑھی خدا بخش تک'' اور ''کھاریاں سے اوسلو تک'' سفرنامے، ''خدائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''، ''بزمِ رسالت''، ''دربارِ رسالت''، ''گلزارِ مصطفیٰ''، ''بے نظیر قیادت''، ''تم کب تک بھٹو مارو گے''، ''حضرت خواجہ محمد معصوم''، ''سوچ رت'' (۳۔ حصے)، ''ڈاکٹر وزیر آغا''، ''پروفیسر پریشان خٹک''، ''مزدور شاعر تنویر سپرا''، ''میاں جمیل صدیقی''، ''غزل خوشبو'' تالیفات، جب کہ ''حیاتِ طیّبہ ﷺ''، ''منظوم سیرت النبی ﷺ''، ''گلزارِ محمد ﷺ'' اور ''گلستانِ نعت'' دونوں نعتیہ مجموعے ہیں:

بخت بیدار ہیں وہ جن کو خدا لے جائے — ہم کو بھی کاش مدینہ میں قضا لے جائے
تیرے در سے، مرے محبوب خدا، میرے نبی ﷺ — اپنی رحمت میں خدا مجھ کو بہا لے جائے

شہرِ گلزار کی خوشبو میں نہاؤں جا کر عرش پر مجھ کو اگر میری دعا لے جائے
میرے محبوب کو محبوب تھی خوشبو ان کی عود و ریحان کوئی، پھول کوئی لے جائے
جامِ کوثر کے لئے وہ نہ پریشاں ہوگا دل میں جو اپنے محمدﷺ کو بسا لے جائے ۲۱

لیفٹیننٹ کرنل شاہد کوثری ۵/مارچ ۱۹۵۴ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج فیصل آباد اور پھر پنجاب یونیورسٹی سے تعلیم کی تکمیل کی۔ بعدازاں فوج میں کمشن حاصل کیا اور آرمی ایجوکیشن کور میں خدمات انجام دینے کے بعد چند سال پہلے سبکدوش ہوئے۔ آج کل آپ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ اردو اور انگریزی میں لکھتے ہیں۔ تشکیل کے نام سے آپ کا شعری مجموعہ اشاریۂ نقوش (۱۰۱ تا ۱۲۶) اشاریہ سازی، اور انگریزی میں A Model of Islamic Leadership جب کہ ''ہالہء رحمت'' آپ کا نعتیہ مجموعہء کلام ہے جس میں محبت وعقیدت کے جذبات کا بھرپور اظہار ملتا ہے:

تری رحمت کا سایہ سب زمانوں کی ضرورت ہے
کڑکتی دھوپ ہے اور سائبانوں کی ضرورت ہے

جنوبی ایشیا میں بیٹھ کر محسوس کرتا ہوں
تراﷺ خطبہ ہی اب سارے جہانوں کی ضرورت ہے

مٹا ڈالا تھا جس نے امتیازِ اسود و احمر
وہی درسِ اخوّت سب زمانوں کی ضرورت ہے

مری تاریخ کیوں جغرافیے میں قید رہتی ہے
مجھے سارے زمانوں، لا مکانوں کی ضرورت ہے

ہمیں بزدل بنایا اپنے احساسِ تحفظ نے
ہمیں اب کوثریؔ کچے مکانوں کی ضرورت ہے ۲۲

منکسر المزاج، محبت دار اور ایک دینی خانوادہ کے چشم و چراغ میجر محمد اسلم سیالوی یکم جنوری ۱۹۵۸ء کو الحاج الحافظ محمد شرف الدین سدیدی سیالوی کے ہاں سیال شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے فاضل دارالعلوم سیال شریف کے بعد عربی اور ایجوکیشن میں ایم۔اے کئے اور پاک فوج کی ایجوکیشن کور میں شامل ہو گئے۔ ملازمت کے دوران آپ کو سعودی عرب میں خدمات انجام دینے کا موقع بھی ملا، آپ نے امیریکن یونیورسٹی قاہرہ، مصر سے ایڈوانس عریبک کورس بھی کیا۔ پنشن

یاب ہونے کے بعد آپ نے لاہور میں سکونت اختیار کی۔نعت گوئی آپ نے دورانِ تعلیم شروع کر دی تھی لیکن آپ کا پہلا شعری مجموعہ ''اوجِ سعادت'' کے عنوان سے شائع ہوا:

آنکھوں کا نور آپ ﷺ ہیں دل کا سرور آپ ﷺ
میرے حضور آپ ﷺ ہیں میرے حضور آپ ﷺ

ہیں آپ ﷺ ہی تو غایتِ تخلیقِ کائنات
اذنِ خدا سے شافعِ روزِ نشور آپ ﷺ

صد شکر رحمتیں ہیں یہاں پر بھی دمبدم
محشر میں بھی دکھائیں گے لطفِ وفور آپ ﷺ

ہوں گے زیارتوں سے بھی عشاق بہرہ مند
خود پڑھ کے دیکھ لیجیے بابِ قبور آپ

اسلم ہے بے نیاز قیامت کے خوف سے
رحمت تمام آپ ﷺ ہیں مالک غیور آپ ﷺ ۲۴

آرمی میڈیکل کور میں عسکری خدمات انجام دے کر ریٹائرمنٹ لینے والے حوالدار محمد سلیم محرم ۱۹رفروری ۱۹۵۷ء کو ڈھلیاں ضلع اٹک میں محمد سرفراز خان کے ہاں پیدا ہوئے۔میٹرک اور ڈسپنسری کورس کرنے کے بعد فوج میں بھرتی ہو گئے۔دورانِ ملازمت ایف۔اے کیا۔سبکدوش ہونے کے بعد سوئی گیس سٹیشن ہیڈ کوارٹر ڈسپنسری فیصل آباد میں ملازمت کرنے لگے۔تعلیمی سلسلے کو پھر سے جاری کیا اور درسِ نظامی، فاضل نظامی، بی۔اے اور ایم۔اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔''چشمِ آہو'' کے نام سے آپ کا شعری مجموعہ اور ''ثنائے سرورِ عالم'' کے عنوان سے آپ کا نعتیہ مجموعہ شائع ہو چکا ہے:

دونوں جہاں میں ہادی و رہبر نبی ﷺ کی ذات　　سب سے عظیم سیّد و سرور نبی ﷺ کی ذات
اِسریٰ کی شب تھی خلوتوں میں محوِ گفتگو ذاتِ　　خدا سے عرش پر جا کر نبی ﷺ کی ذات
صادق بھی ہے امین بھی ہے شان آپ ﷺ کی　　صدق و خلوص و پیار کی خوگر نبی ﷺ کی ذات
رکھا ہے اس جہان میں کیا آپ ﷺ کے سوا　　کیا اور چاہیے مجھے پا کر نبی ﷺ کی ذات
محرم نبی ﷺ کے عشق میں ہی میں جیوں مروں　　میری تمام ذات کا محور نبی ﷺ کی ذات ۲۵

پیر سائیں شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی ۱۳رجنوری ۱۹۵۸ء کو موضع سہوترہ ضلع جہلم میں جناب نادر خان کے ہاں پیدا ہوئے۔میٹرک میں کامیابی کے بعد ایئر فورس میں بھرتی ہو گئے

اور ۱۸/سال کے بعد چیف ٹیک ریٹائر ہوئے۔ ملازمت کے دوران آپ نے گریجوایشن کیا جب کہ پیر سید فیروز شاہ قاسمی سے روحانی فیض بھی پایا۔ آپ عربی، فارسی، انگریزی، پنجابی، سندھی، پشتو اور اردو میں شعر کہتے ہیں۔ ان سب زبانوں میں آپ نثر بھی لکھتے ہیں۔ آپ کی تقریباً ۳۰/کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ''خیر الکلام فی مدح سید الانام'' آپ کا نعتیہ مجموعہ ہے:

جس کی سرکار کے کوچے سے شناسائی ہے — اُس نے فردوس میں واللہ جگہ پائی ہے
جس کی بھی مانگ تھی دنیا میں سکوں کی صورت — اس کو اک ذاتِ محمد ﷺ ہی نظر آئی ہے
کب سے ویرانۂ مغرب میں بھٹکنے والو — اُن ﷺ کے دربار چلے آؤ بہار آئی ہے
سب تو اللہ کی عظمت کی قسم کھاتے ہیں — رب نے محبوب کے کوچے کی قسم کھائی ہے
جرمِ عشاق کا انجام ذرا قاسمی سن — رب کے دربار سے جنت کی سزا پائی ہے۲۶

کیپٹن غنی عاصم ایم۔ بی۔ ایس کرنے کے بعد پاک فوج کی میڈیکل کور میں کیپٹن ڈاکٹر کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ آپ نے چند سال خدمات کی انجام دہی کے بعد فوج کو خیر باد کہا اور پھر رزق کے حصول کے لئے صحرائے عرب کا رخ کیا۔ آپ نے واپس آ کر ڈیرہ غازی خان میں انسانیت کی خدمت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے زیادہ تر شاعری خاندانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے کی ہے۔ آپ کے شعری مجموعوں میں ''امامِ شکستگاں، لب بستہ، آنکھیں نہ کھولنا، شامل ہیں جبکہ ''نکہتِ باری بہاری'' آپ کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ جس میں جوش و ولولہ کی بجائے سنجیدہ سوچ اور جذبات کی گہرائی دیدنی ہے:

وہاں پہ ساقیٔ کوثر کے روبرو ٹھہروں — کوئی تو نعت ہو ایسی کہ سرخرو ٹھہروں
اسی لئے تو سبھی با وضو کہیں نعتیں — نہ حشر میں کہیں شرمندۂ وضو ٹھہروں
مزا تو تب ہے صدا آئے آبِ کوثر سے — میں پچھلی صف میں جو خالی لئے سبو ٹھہروں
میں خاک ہو کے بھی سوئے مدینہ ایسے اڑوں — وہیں پہ جا کے جہاں کی ہو جستجو ٹھہروں
جب ان سے حشر میں ہو میرا سامنا عاصم — میں اُن کے روبرو بھی کاش سرخرو ٹھہروں۲۶

سراپا محنت و محبت چھب تحصیل جنڈ کے ساغری قبیلہ کے فرزند چیف ٹیک شوکت محمود شوکت ۲/نومبر ۱۹۶۷ء کو امیر محمد خان ساغری کے ہاں پشاور میں پیدا ہوئے۔ پاکستان ایئرفورس میں ملازمت کے دوران آپ نے ایم۔ اے، ایم فل، ایل۔ ایل۔ بی، شریعۃ لاء، اور بی ایڈ کی اسناد حاصل کیں۔ میڈیکل بورڈ کے بعد کچھ عرصہ وکالت کی لیکن پھر تدریس کے شعبہ میں آ گئے۔ آج کل آپ گورنمنٹ

کالج پنڈی گھیب میں پرنسپل کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔آپ نے اپنے والد گرامی کی تحریروں کو یکجا کر کے ''نگارشاتِ ساغری'' کے نام سے شائع کیا۔''زخمِ خنداں' اور'رقصِ شرر'' آپ کی غزلیات کے مجموعے ہیں جب کہ''معراجِ سخن'' آپ کا نعتیہ کلام ہے۔جس میں قاری کوتوصیفِ آقائے نامدار کی بدولت الفاظ میں ایک غرور اور جلال نظر آتا ہے:

پڑھوں درود تو آرامِ جاں میسّر ہو		غموں کی دھوپ میں اک سائباں میسّر ہو
عطا ہو کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ		کہوں جو نعت، معطرزباں میسّر ہو
بیان، سیرتِ نبوی کروں میں روز و شب		مجھے وہ فکر وہ زورِ بیاں میسر ہو
عیاں ہو مدحتِ سرکارِ دو جہاں جس سے		ہر ایک لفظ یوں شایانِ شاں میسر ہو
قرارِ قلب ہے شوکت طلب مدینے کی		سکون ورنہ جہاں میں کہاں میسر ہے ۲۷

ایک صوفی، ایک عاشقِ رسول، اردو ماہیا نگاری میں ایک معتبر نام حوالدار محمد یعقوب فردوسی یکم فروری ۱۹۶۸ء کو چک نمبر۲ شمالی ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محمد حسین کھیڑا پنجابی زبان کے شاعر تھے۔یوں ادبی شوق ورثہ میں پایا۔یعقوب ایف۔ایس۔سی میں تعلیم کو نامکمل چھوڑ کر پہلے ریلوے اور پھر فوج میں بھرتی ہوگئے جہاں سے ۲۱رسالہ خدمات کے بعد وظیفہ یاب ہوئے۔آپ اردو اور پنجابی زبان میں شعر، کہانی، افسانہ، ناول اور کالم میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔آپ کی دو درجن کے لگ بھگ کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن آپ کی پہچان اردو ماہیا ہے:

اک دریا بہتا ہے		دور مدینہ ہے		پر دل میں رہتا ہے
اک خون کا قطرہ ہے		آپ ﷺ کے عاشق سے		کفار کو خطرہ ہے
یوں دل کو لبھاتا ہوں		آپ ﷺ کے روضے کی		تصویر بناتا ہوں
اک وجد میں رہتا ہوں		شاہِ مدینہ ﷺ کے		جب ماہیے کہتا ہوں
لب وقفِ دعا ہوں گے		مسجدِ نبوی میں		جب محوِ ثنا ہوں گے ۲۸

میانوالی کی زرخیز دھرتی کے سپوت، فرنٹیئر فورس رجمنٹ کے نائیک امیر قلم خان نے ادب کی دنیا میں راحت امیر نیازی کے نام سے اپنی پہچان بنائی۔آپ نے ۱۰/اکتوبر ۱۹۶۸ء کو موضع تری خیل ضلع میانوالی میں جناب مہر خان کے ہاں جنم لیا۔آپ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی لیکن داد دینی پڑتی ہے آپ کی محنت کو، کہ آج آپ کی ادبی کاوشوں کے باعث آپ پر ایم فل کا مقالہ لکھا جا چکا ہے۔آپ نے کئی رسائل کی ادارت کے علاوہ ریڈیو کے کئی پروگراموں میں بھی حصہ لیا۔آپ ایک پبلشنگ

ادارہ بھی چلا رہے ہیں۔آپ کی تصنیفات وتالیفات میں پنجابی اور اردو کی تقریباً ۱۵رکتابیں شامل ہیں جب کہ ’’ترا دستِ شفا چاہوں‘‘ نعتیہ مجموعۂ کلام ہے:

زمین و آسماں کا بخت جاگا مصطفیٰ ﷺ آئے — خوشی سے جھومتا ہے ذرہ ذرہ مصطفیٰ ﷺ آئے
بڑی خوش بخت تھی بی بی حلیمہ گود میں اس کی — خدا کا آسماں سے نور اترا مصطفیٰ ﷺ آئے
کلامِ رب ملا ہم کو محمد ﷺ کی وساطت سے — ملا توحید کا پیغام سچا، مصطفیٰ ﷺ آئے
سواری شان سے جب مصطفیٰ ﷺ کی عرش پر پہنچی — بڑا مسرور تھا عرشِ معلیٰ مصطفیٰ ﷺ آئے
بڑی یہ خوش نصیبی ہے کہ راحت ہے غلام اُن کا — بڑا احسان ہے مجھ پر خدا کا مصطفیٰ ﷺ آئے ۲۹

اِن کے علاوہ عساکرِ پاکستان کی کئی نعت گو شخصیات ایسی ہیں جن کے رینک اور حالات سے عدم واقفیت کی بنا پر راقم اُن پر بات کرنے سے قاصر ہے۔نیز جو اہلِ قلم حضرات اِس وقت متحرک عساکر کا حصہ ہیں اُن پر کوئی بھی باشعور شخص تبصرہ کرنے میں لیت ولعل سے کام لے سکتا ہے لہٰذا اِن اشعار کے ساتھ اللہ حافظ:

عاشق آں نیست کہ لب گرم فغانے دارد — عاشق آں است کہ بر کف دو جہانے دارد
عاشق آں است کہ تعمیر کند عالمِ خویش — در نسازد بہ جہانے کہ کرانے دارد

(اُسے عاشق نہیں کہتے جو اپنے لبوں سے نالہ وشیون کرتا ہے بلکہ عاشق تو وہ ہے جو دونوں جہان اپنی ہتھیلی پر رکھتا ہے۔)

(عاشق وہ ہے جو اپنی دنیا آپ تعمیر کرتا ہے اور دوسرے کی تعمیر کردہ دنیاؤں میں نہیں رہتا۔وہ ایسی دنیا سے تعلق نہیں رکھتا جس کی کوئی حد مقرر نہ ہو۔)

ماخذات:

۱- نشر الطیّب فی ذکر النبی الحبیب،مولانا اشرف علی تھانوی،مشتاق بک کارنر،لاہور،۲۰۰۳ء،ص:۱۷
۲- ارمغانِ ضمیر،ضمیر جعفری،راول مطبوعات راولپنڈی،دوم،۱۹۸۵ء،ص۲۵
۳- حسنِ ازل،ناطق بخاری،پنجابی ادبی سنگت،اٹک،۲۰۰۵ء،ص۶۰
۴- سیف وقلم،رحمٰن کیانی،ایوانِ اردو تیموریہ کراچی،۱۹۷۱ء،ص۳۷
۵- مقصودِ کائنات،ڈاکٹر جاوید سوز،ادبی چہرہ پبلی کیشنز لالہ موسیٰ،۲۰۰۲ء،ص۲۱
۶- افضل تحسین کی حمد ونعت نگاری،شاکر کنڈان،عقیدت سرگودھا،جولائی ۲۰۰۸ء،ص۶۶
۷- پاکستان کے نعت گو شعراء،سید محمد قاسم،رنگِ ادب پبلیکیشنز،کراچی،۲۰۱۹ء،ص۳۵۹

۸- نمِ صحرا، فضل حق، فیروزسنز، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۳۳
۹- عودِ گلستانِ ہستی، سلیم اختر فارانی، فروغِ ادب اکادمی، گوجرانوالہ، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۶
۱۰- اردو نعت اور عساکرِ پاکستان، شاکر کنڈان، ماہنامہ نعت، لاہور، نومبر ۱۹۹۷ء، ص ۳۸
۱۱- کشکولِ ادراک، فقیر اجمل جنڈیالوی، ادارہ فروغِ ادب پاکستان، سرگودھا، ۲۰۰۵ء، ص ۸۱
۱۲- حرفِ نیاز، غلام ربانی فروغ، پنجابی ادبی سنگت، اٹک، ۲۰۰۱ء، ص ۱۷
۱۳- حمد و نعت، محمد اکرم اعوان سیماب، حفیظ الرحمان، فیصل آباد، ۲۰۰۷ء، ص ۴۷
۱۴- عشقِ محمد ﷺ، کرنل (ر) سیّد مقبول حسین، ضیا پبلیکیشنز اسلام آباد، ۲۰۱۳ء، ص ۴۵
۱۵- ہزار آئینہ، فیروز ناطق خسرو، جہانِ حمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص ۹۹
۱۶- سراجِ منیر، محمد اصغر اعجاز، فتح سردار پبلیکیشنز منصوروالی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، ۱۹۹۸ء، ص ۹۴
۱۷- معراجِ محبت، محمد ساجد ڈھلوں نوری، بزمِ غلامانِ مصطفیٰ، شاہدرہ ۲۰۱۳ء، ص ۶۵
۱۸- خلعتِ توقیر، شاکر کنڈان، اسلامک میڈیا سنٹر، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۴۲
۱۹- قلم سے روشنی پھوٹے، اکرم باجوہ، نظمینہ پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۸۴
۲۰- مشکبار، عدیم یوسفی کنجاہی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۳
۲۱- گلزارِ محمد، گل بخشالوی، قلم قافلہ پبلیکیشنز، کھاریاں (گجرات)، ۲۰۱۰ء، ص ۵۷
۲۲- ہالہء رحمت، شاہد کوثری، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۱۳ء، ص ۴۱
۲۳- اوجِ سعادت، میجر (ر) محمد اسلم سیالوی، عزیزی ادارۂ طباعت، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص ۴۴
۲۴- ثنائے سرورِ عالم، محمد سلیم محور، احسن پبلی کیشنز، فیصل آباد، ۲۰۰۸ء ص ۳۸
۲۵- خیر الکلام فی مدح سیّد الانام، غلام رسول قاسمی، غلامانِ رسول پبلی کیشنز، سرگودھا س ن، ص ۳۷
۲۶- نکہتِ بادِ بہاری، ڈاکٹر غنی عاصم، عاصم پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۶۵
۲۷- معراجِ سخن، شوکت محمود شوکت، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۱۶ء، ص ۹۸
۲۸- محمد ﷺ کے نام سے، محمد یعقوب فردوسی، علوی پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء،
۲۹- راحت امیر نیازی، ترا دستِ شفا چاہوں، ارسلان پبلشرز، ملتان، ۲۰۱۷ء، ص ۱۰

☆☆☆

طاہرہ انعام (پاکستان)

اسلامی ادب میں واقعۂ معراج

مسلم خیالات وافکار پر واقعۂ معراج نے مستقل اثرات مرتب کیے۔ مسلمانوں کی ہر زبان کے ادب میں روایتِ معراج کا سراغ ملتا ہے۔ دوسری صدی ہجری کے صوفیاء نے اپنے روحانی تجربات و واردات کو معراج کی اصطلاحوں میں بیان کیا۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روح کے تزکیے اور عروج وارتقاء کے بعد تجلیِ ذات تک رسائی کے جو مراحل طے کیے وہی ایک صوفی کا منتہا و مقصود ہیں۔ اسی کوشش میں درپیش روحانی تجربات کو صوفیا نے تصانیف کی شکل بھی دی ہے۔ کہا جاتا ہے یہ روحانی معراج حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی نصیب ہوئی لیکن ان کی معراج کی کیفیات قلم بند نہ کی جاسکیں:

> ''معراج کے نمونے پر پہلی ادبی کاوش عربی کے شاعر ابوالعلا المعری کی ''رسالۃ الغفر ان'' اور پہلی صوفیانہ واردات شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی کی ہے جو ''فتوحاتِ مکیہ'' میں تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔''(1)

ابنِ عربی تصوف وطریقت میں اجتہادی مقام رکھتے ہیں۔ ''فتوحاتِ مکیہ'' میں انھوں نے اکثر وہ باتیں بیان کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بیت مکرّم کے طواف اور حرم شریف میں مراقبے کے دوران عطا فرمائیں یہ ہزاروں صفحات پر مشتمل کتاب ہے جس میں شیخ کے روحانی تجربات، واردات اور مکاشفات کا بیان ہوا ہے۔ ابنِ عربی کی معراج بنیادی طور پر سات افلاک کی سیر پر مشتمل ہے۔ اس آسمانی سفر پر دو کردار روانہ ہوتے ہیں۔ فلسفی برّاق پر سوار ہے اور عارف رفرف پر۔ اس سفر کے تمام مراحل تصوف اور الٰہیات کی صوری تشکیلات سے عبارت ہیں۔ دنیا میں روحِ انسانی کا یہ سفر اس آخری نصب العین کی تکمیل کا مرحلہ ہے کہ روحِ انسانی کی بلند ترین غایات کو غیبی مدد اور معرفت کے ذریعے حاصل کرلیا جائے۔ شروحِ احادیث، قرآنی آیات کی مختلف تفاسیر اور صوفیانہ تعبیرات سے روایتِ معراج میں ایک حکایتی انداز پیدا ہوگیا۔ اسلامی عقائد میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

وہ تمام تفاصیل موجود تھیں جن میں بہشت اور دوزخ کے خاکے اور منازل و مدارج جزا و سزا، مشاہدات و مناظر، افراد کی حرکات و سکنات کے انداز، اس عظیم سفر کی واردات اور رموز و کنایات و اشارات کا خزینہ ہیں۔ معراج کی اسلامی روایت تمام طبقاتِ مسلمین کے لیے ایک مسلمہ حقیقت اور بحیثیت معجزۂ رسول نظامِ عقائد میں ایک اہم جزو کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر چہ بعض اور پیغمبروں کے متعلق بھی معراج کا ذکر ملتا ہے لیکن معراج کی واضح ترین روایت کی مثال صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزۂ معراج سے ملتی ہے جسے اسلامی معاشروں میں ایک تہوار کی حیثیت مل چکی ہے۔

ادب وفن پر روایتِ معراج کا ایک اثر یوں ظاہر ہوا کہ شعراء و ادباء نے معراج ہی کے مدارج و مقامات کی سیر کے نمونے پر تخیلی سطح پر کسی دوسری دنیا کی سیر کی، عالمِ ارواح یا عالمِ بالا کا سفر کیا۔ ابوالعلیٰ المعری نے ''رسالۃ الغفران'' میں جنت و دوزخ کی خیالی سیر کے ذریعے رحمتِ الٰہی کی وسعت کو ظاہر کیا، بوعلی سینا نے ''رسالۃ الطیر'' میں معراج کا اطلاق پرندوں کی پرواز پر کیا ہے۔ یہاں گناہگاروں کی روحوں کا احوال علامتی طور پر بیان ہوا ہے جو دنیاوی بندھنوں کو توڑ کر آٹھ پہاڑوں کی بلندی کو عبور کر کے خالقِ مطلق کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ حکیم سنائی غزنوی نے مثنوی ''سیر العباد الی المعاد'' میں ایک جہانِ دیگر کے سفر کی روداد بیان کی ہے۔ اپنے ممدوح ابوالمفاخر محمد منصور کی وفات کے بعد عالمِ مثال میں اس کے نور تک رسائی گویا شاعر کے لیے روحانی معراج کے مترادف تھی۔ شیخ فرید الدین عطار نے ''منطق الطیر'' میں تیس ثابت قدم پرندوں کا سات پُر صعوبت وادیوں سے بے حد مشکل سفر بیان کیا ہے جو ایک اعتبار سے سالک کے روحانی سفر کی تمثیل ہے۔ عبدالکریم الجیلی نے ''الانسان الکامل'' میں عالم مثال یا عالم افلاک کی کچھ تفصیلات بیان کی ہیں اور انہیں اپنے ذاتی مشاہدات قرار دیا ہے۔ اکابر صوفیا کی تحریروں میں روحانی واردات کے بیان میں عروجِ روحانی اور مشاہداتِ تجلیٔ ذات کے کئی بیانات اشارۃً یا صراحتاً ملتے ہیں جو حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریروں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ (2)

واقعۂ معراج کا ایک اہم اثر شعری تخلیقات پر ہوا، معراج نامہ کو بطور صنف اپنایا گیا۔ اسلامی ادب میں اس موضوع کو حمد و نعت کے بعد سب سے زیادہ پذیرائی ملی۔ ہر عہد میں شعراء نے مکمل یا جزوی معراج نامے لکھے اور واقعہ کی روایات کو عصری تخیلات سے آمیز کر کے شعری تجربے کا جزو بنایا۔

چودھری محمد حسین کے بقول:

''معراجِ پیغمبر کی روایت کا مسلمانوں کے عقیدہ و تصوّر پر اتنا تسلط

ہے کہ کوئی زبان دنیا میں ایسی نہ ہوگی جسے عام طور پر مسلمان بولتے ہوں اور
اس میں ''معراج نامہ'' موجود نہ ہو۔''(3)

معراج کا موضوع مسلم شعرا کے لیے دلکش رہا ہے جس کی مثال میں تمام اہم زبانوں کے شعرا کی تخلیقات موجود ہیں۔معراج کے آغاز ومراحل کے متعلق کثیر روایات کو شعرا نے نظم کیا ہے اور اس کے تحت دیگر انبیائے عظام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تفوق، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تک رسائی، آسمانی اسرار اور رموز کا کھلنا، اسمائے الٰہیہ کی تعلیم، حجابات کا اٹھنا اور تجلی الٰہی کی عطا کے مضامین باندھے ہیں۔معجزہ معراج ان حالات میں رونما ہوا کہ جب کفار کی ایذائیں بہت بڑھ چکی تھیں اور ان آزمائشوں کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگاروں کی تعداد کم تھی۔ایسے میں یہ خارقِ عادت واقعہ نہایت اہم تھا اور زمانۂ نبوی سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے اشعار میں بیان کرنا شروع کر دیا تھا۔شعرائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام شامل ہیں۔ **اگرچہ ابتداً اسلامی شاعری قریش کے ہجوگوؤں کے جواب میں وجود میں آئی لیکن اس میں حقیقی مدح کے نمونے ملتے ہیں جو تاثیر اور حکمت سے مزین ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مبارک بیان کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثناخواہوں نے معجزات کا بیان بھی کیا ہے۔**

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزۂ معراج کو احساناتِ الٰہی میں شمار کیا ہے۔صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلی صدق ویقین اس بین معجزے میں کوئی اشکالات نہیں دیکھتا بلکہ ربِ عظیم کی جانب سے کی گئی وحی کو سوال اور تجسس کرنے والوں کے لیے نصیحت، شفا اور رحمت قرار دیتا ہے۔یقیناً عظیم القدر رب نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جو وحی فرمائی اس کے احکام کبھی پرانے اور بوسیدہ نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ نے کتاب میں جو لکھ دیا اس میں کوئی اشکال نہیں:

عجبت لما اسری اِلا له بعبده — من البیت لیلاً نحو بیت مقدس
کلا طلقیه کان من ببعضها — ذهابا واقبالاً و ما من معرّس
فآمنت اِیمانا بربی وبینت — لنا کتب من عنده لم تلبّس
مبینة فیها شفاء ورحمة — وموعظة السائل المتجسّس
نری الوحی فیها مستبینا وخطة — من الوحی تمحو کل امر معمّس

الـه عـظيـم الـقـدر اوحـى كتـابـه الى مصطفى ذى عفة لم يدنسّ (4)

بعد کے ادوار میں مداحانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اہم نام امام البوصیری کا ہے۔ان کے قصائد میں توصیفِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مضمون جابجا تذکرہ ومعجزات سے مزیّن ہے اور معراج کا ذکر ان معجزات میں نمایاں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمین وآسمان سے بلند مقام تک پہنچنا اور اس عروج کو پانا، جس سے زیادہ کی خواہش کسی بشر سے ممکن نہیں اور لوگوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس معجزے کو بیان کرنا، ان سب باتوں کا ذکر ان کے قصائد میں ملتا ہے:

فـطوى الارض سائر او السموات الـعـلا فـوقهـا لــه اسـراء
ضعف الـلـيـلة التـى كـان لـلمخ تـار فيهـا عـلـى البـراق استـواء
وتـرقـى بـه الىٰ قـاب قـوسـى ن و تـلـك السيـارـة الـقـعسـاء
رتـب تسـقـط الامـانـى حسـرى دونهـا مـاوراء هـن وراء
ثـمـرو يـحـدث الـنـاس شـكـرا اذا تتـه مـن ربـه الـغـمـاء
وتـحـد فـار تـاب كـل مـريـب اويبـقـى مـع السيـول الغثـاء(5)

قصیدہ بردہ شریف میں امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معراج کا خوبصورت بیان کیا ہے کہ جس طرح بدر کامل سیر کرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے سے اقصیٰ تک گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدارج کو طے کرتے ہوئے قاب قوسین کا وہ بلند مقام پایا کہ جو حدِ ادراک سے پرے ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے راز و نیاز سے آگاہ کرنے کو یہ وصل فرمایا اور مسلمانوں کے لیے خوشخبری ہے کہ خیر الرسل کے باعث وہ خیر الامم قرار پائے:

سـريـت مـن حـرم ليلًا الـى حرم كما سرى البدر فى داج من الظلم
وبـت تـرقـىٰ الـى ان نـلـت منزلة من قاب قوسين لم تدرك ولم ترم
وقـد متك جـميـع الانبيـاء بهـا والرسل تقديم مخدوم على خدم
وانـت تخترق السبع الطباق بهم فى موكب كنت فيه صاحب العلم
حتـىٰ اذالـم تـدع شـاوً المستبق مـن الـدنـو ولا مـرتـى لـمستـنـم
خـفـفـت كـل مـقـام بالاضافه اذ نـوريـت بـالرّفع مثل المفردالعلم
كـمـا تـفـوز بـو صل اى مستتـر عـن الـعيـون وسـرىٰ مكتتم
فـخـر كـل فخـار غيـر مشتـرك جـزت كـل مـقـام غيـر مذرحم

وجل مقدار ماولیت من رتب　　وعذادراك ما اوليتم من النعم
بشریٰ لنا معشر الاسلام ان لنا　　من العناية ركنا غير منهدم
لما دعی اته داعینا بطاعته　　باكرم الرسل كنا اكرم الامم(6)

جدید شعرائے عربی نے بھی واقعۂ معراج کے حوالے سے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ اعلیٰ، قدر و منزلت اور عروج کو بیان کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ارتقاء اور مقام وصل حاصل کیا کہ جس کی تعلیل وتشریح کسی کے بس میں نہیں اور نہ ہی یہ تکریم کسی کا مقدر ہوئی۔ محمود سامی کے اشعار کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

وحبذا ليلة الاسرا حين سرى　　ليلا الى المسجد الاقصى بلا اتم
راى به كرام الرسل طائفه　　فأهم ثم صلى خاشعا بهم
بل حبذا نهضة المعراج حين سما　　به الىٰ مشهد فى العزلم يرم
سماء الى الفلك الا علىٰ فينال به　　قدر يجل عن التشبيه فى العظم
وسارفى سبحات النور مرتقيا　　الى مدارج اعيت كل معتزم
وفاز بالجوهر المكنون من كلم　　يست اذ اقرنت بالوصف كالكلم
سر تجار به الالباب قاصره　　ونعمة لم تكن فى الدّهر كالنعم
هيهات يبلغ فهم كنه مابلغت　　قربا ه منه وقد ناجاه من امم
فيا لها وصلة نال الحبيب عصا　　مالم ينله من التكريم ذو نسم(7)

نجیب محفوظ نظم "معجزہ" میں لکھتے ہیں کہ معجزات کو عقل سمجھ نہیں سکتی۔ معجزہ پر ایمان و یقین کے سلسلے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال پیش کرتے ہیں کہ کفار کے استفسار پر انھوں نے معجزہ کی تصدیق کی۔

وعند ما كانت ثمره العقل الفاسده تر قدفى الطين
كان ابو بكر يضرب له المثل فى الايمان واليقين

ففى يوم المعراج احاط الكفار به
يسمعو فى المسالة رأيه

بزعم انه اسری به هناك وخالط الملائك
وانه ارتقیٰ سبع سماوات، قابل الله (8)

فارسی زبان کے سخن ور بھی واقعۂ معراج سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔شعرائے فارسی کی شاعری اسلام کے اعتقادات اور قرآن سے بہت اثر پذیر ہے۔لہٰذا انھوں نے اس واقعے پر خاص توجہ کی۔ کچھ لوگوں نے اس کو حکایت، تلمیح، استشہاد یا اقتباس کے انداز میں برتا۔قصیدے کی پابند فضا کی نسبت مثنوی کے حکایت کے انداز اور قافیے کی سہولت کے باعث یہ واقعہ مثنوی میں بالعموم نظم کیا گیا۔ان معراج ناموں کا موضوع اس واقعے کی تائید وتصدیق، معراج جسمانی کو ثابت کرنا اور رویتِ الٰہی پر بحث تھا۔شعرانے آیات واحادیث کی روایات کے ذریعے، خیال انگیزی اور منظر نگاری کی آمیزش سے اسے پیش کیا۔اختلافِ روایات کو بھی بیان کیا گیا۔معراج کے آغاز وانجام، مراحل اور زمینی وقت سے ماورا تناظر میں اس کے وقوع پر بطور خاص لکھا گیا۔نیز براق کی تعریف جبرئیل علیہ السلام کی مدح، آسمانوں کی کیفیت میں شعراء نے خوب زورِ قلم صرف کیا ہے۔پھر اپنے کلام کی وقعت میں معراج سے مربوط آیات واحادیث کو بھی تلمیحات کی صورت بخشی ہے۔اس کے علاوہ معراج سے متعلقہ شاعری میں عرفان واخلاق پر مشتمل مضامین بھی آئے ہیں جن میں جذبہ عشق کے تحت سیر وسلوک کے مراحل طے کرنے میں انسان کا تمام مخلوقات پر مقامِ شرف متعین ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

مجید حاجی زادہ نے ابنِ سینا کے حوالے لکھا ہے کہ معراج کے موضوع کی مستقلاً اثر پذیری دسویں صدی کے بعد کے شعراء پر دکھائی دیتی ہے مثلاً جمال الدین محمد کی مثنوی یا معراج نامۂ، اعظم بیجارودی یا مداح خوانساری کی منظومات وغیرہ وقت گزرنے کے ساتھ ''معراج نامہ'' بالخصوص فارسی شاعری میں مقبول ہوا مثلاً نظامؔی، خسرؔو، جامؔی کے معراج ناموں کے علاوہ دیگر شعراء کا بھی معمول تھا کہ وہ کلام میں حمد ومدح کے بعد اس مضمون کو باندھتے تھے۔(9)

ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری لکھتے ہیں:

> ''حکیم سنائؔی فارسی زبان وادب کا پہلا شاعر ہے جس نے نعت کے ضمن میں معراج نامے داخل کیے۔اس کے بعد تقریباً نعت کے ہر بڑے شاعر نے معراج نامے لکھے اور اس طرح شعرائے نعت نے معراج سے متعلق جزئیات جمع کردیں۔''(10)

"حدیقة الحقیقه" میں نعت پیامبر کے باب میں "فی ذکر معراجه صلوات الله

علیہ" کے عنوان سے مثنوی لکھی ہے اور جملہ انبیائے عظام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوقیت کو معراج کے ذریعے واضح کیا ہے۔ سنائی نے ذکر معراج میں سب سے پہلے وہ تلمیحات استعمال کیں جنھیں بعد کے شعرانے برتا:

شمسہ چرخ الذی اسریٰ بلبل گلستان ما اوحیٰ
نور اور پیش آدم و عالم قدم محترم بودہ درجہان (11)

اسدی طوسی نے "گرشاسپ نامہ" میں "در معراجِ پیغمبر" کے عنوان سے اشعار درج کیے ہیں۔ یہ فارسی میں اوّلین معراج ناموں میں شمار ہو سکتے ہیں لیکن بعد کے ادوار کے معراج ناموں کی نسبت اس میں تنوعِ مطالب، شاعرانہ مہارت کم ہے اور اشعار کی تعداد بھی مختصر ہے:

زہاموں بہ چرخ بریں شد سوار سخن گفت بر عرش باکردگار
گہ رست خیز آب کوثر وراست لو او شفاعت سرا سرو راست
مرا ندامش ایزد یکایک ستود ہزہاش رابر ہنر بر فزود
ورابد بہ معراج افتن زجای بہ یک شب شدن گرد ہر دوسرای
مہ از ہر فرشتہ بدش پا یگاہ براز قاب قوسین بہ یزدانش راہ
سرافیل ہم رازش وہم نشست براق اسپ وجبریل فرماں پرست
ہمیدش برساق عرش است نام نبی معجز او راز ایزد پیام
بہ چندیں بزرگی جہاندار راست بدو داد پاک ایں جہاں اونخواست
نمود آنچہ بایست ہر خوب و زشت رہ دوزخ و راہ خرم بہشت
چناں کرد دین رابہ شمشیر تیز کہ ہزمان بود بیش تار ست خیز
زیزداں و از ماہر اران درود مرو را و یارانش را پر فزود(12)

اس سفر آسمانی کا انجام یوں لذت بخش ہے کہ رب تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے یہ رتبہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو بخشا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربِ الٰہی کی بلند منزلوں پہ فائز ہوئے۔ مقام قاب قوسین کی تشریح محال بلکہ ناممکن ہے لیکن شعراء نے کمالِ عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنی استعداد و قابلیت اور ادراک و ہنرمندی کے مطابق اس مقامِ وصل کو شعری قالب میں ڈھالا ہے۔

نظامی لکھتے ہیں:

از حجلہ عرش بر پریدی ہفتاد حجاب رادریدی
تنہا شدی از گرانی رخت ہم تاج گزاشتی وہم تخت
بازار جہت بہ ہم شکستی از زحمت تخت وفوق رستی
حزگاہ برونِ زدی زکونین درخیمۂ خاص قاب قوسین (13)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

فرس بیرون جہانداز کل کونین علم زد بر سریر قاب قوسین
قدم برقع زروی خویش برداشت حجابِ کائنات از پیش برداشت
جہت راجعد برجہت شکستند مکان رانیز برقع باز بستند
محمد درمکانِ لامکانی بدید آمد نشان بی نشانی (14)

امیر خسرؔو اس مرحلے کے متعلق لکھتے ہیں:

چوں بہ رخ عرش را منور کرد زان مکان سر بہ لامکان برکرد
جلوہ کرد از ورای کونینش سربہ درگاہ قاب قوسینش
بر گرفت ازمیان حجاب خیال تا در آمد بہ جلوہ گاہ خیال
شد بہ جای کہ جان نمی گنجید خود ہم اندر میاں نمی گنجید (15)

واقعۂ معراج کی کفار و مشرکین کی طرف سے تکذیب کا سبب معراج کا اس مدتِ قلیل میں وقوع پذیر ہونا تھا، کہ اس مختصر وقت میں اتنی طویل زمینی مسافت اور پھر عالمِ ملکوت کا سفر کر کے واپسی کیونکر ممکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے مراحلِ معراج کو اتنی سرعت سے طے فرمایا۔ شعرا نے اس مضمون کو کئی رنگ سے باندھا ہے:

شدہ از صحرہ تاسوی رفرف قاب قوسین لطف کردہ بکف
گفتہ و شنیدہ وآمدہ باز ہم درآن شب بہ جایگاہ نماز (16)
(حکیم سنائی)

بہ گامی گزشتہ ہفت آسماں زدہ خیمہ درعالم لامکان
حضرت چنان بازگشتہ سبک کہ جای قرارش نگشتہ خنک (17)
(عماد کرمانی)

معراج جسمانی اور شبِ معراج میں رویتِ الٰہی سے متعلق امیر خسرؔو کے اشعار نظامؔی اور کسائؔی

سے زیادہ صریح ہیں:

ناظر دیدار پسندیدہ گشت وزبی دیدن ہمہ تن دیدہ گشت
یافتہ عین اللہ وعین الیقین دیدہ بہ دو عین خدارا امبین
او بہ یقین دیدہ جمال عزیز ما ہم امیر است کہ بینیم نیز
دید و شنید آنچہ نگنجد بہ ہوش دیدہ ہمیں بود وہمیں بود گوش (18)

خاقانؔی لکھتے ہیں:

در سرسور رسیدہ ودیدہ بہ چشم سر خلوت سرای قدمت بی چون وبی چرا(19)

نظامؔی، امیر خسؔرو، عطاؔر، سلماؔن ساوجی اور دیگر شعرا نے معراج ناموں میں برّاق کی سرعت، شگفتگی، نورانیت، درخشندگی، ظاہری زیبائی، خوش عنائی، عمدہ مسافرت، بزرگی وعظمت، خوشبو، اس کا جنتی ہونا اور ایسی تمام صفات بیان کی ہیں جو معروف تفاسیر سے اخذ ومربوط ہیں۔ معراج ناموں کا ایک پہلو یہ بھی رہا ہے کہ شعرا نے سیرِ آسمانی کے ذکر میں ساتوں افلاک اور اجرامِ فلکی، اصطلاحات، علمِ نجوم اور سیارات کی خیال انگیز تصویرکشی سے کلام کو پیچیدہ اور ادق بنا رہا ہے اور بعض اوقات ستاروں کی دیدارِ پیغمبر پر خوشی کی کیفیت کا بیان اصطلاحات فلکیات ونجوم سے واقفیت واستفادے کا ساختہ اظہار معلوم ہوتا ہے۔ پروفیسر حسن سرباز نے مثنوی ''اسرار نامہ'' کے حوالے سے فریدالدین عطار کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

زنب چوں رأس پیش او کشیدہ زبہمش ہمچو عقرب دم بریدہ
بہ سرہنگیش چوں جوزا کمر بست ترازو آمد و شاہین دربست
کمان پیشش کمان از زہ فرو کرد دو خانہ داش وقف حان اوکرد
حمل برجدی در بریان نہادند زمہ تاگا وماہی خوان نہادند
اسد چوں شیر شاد روان او شد چو چرخی دلو سرگردانِ او شد
چوہر خواہران رویش بدیدند زشوقش مقنع از سر بر کشید ند
دونسرین بی صفت گشتند حاضر کہ تاواقع نگر ددہیچ طائر (20)

''اسراء نامہ'' میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ لطیف کو اس قابل کیا گیا کہ روح وجسم باہم عروج تک جاسکیں نیز جبرئیل علیہ السلام کی آمد تیاریِ سفر اور عالمِ افلاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کو حوران وملائک کی تیاریوں کا بھی ذکر ہے۔

شیخ سعدی نے ''بوستان'' میں نعتیہ اشعار میں جبرئیل علیہ السلام کے مقام سدرہ تک پہنچ کر رک جانے اور آگے پرواز نہ کر سکنے کو یوں بیان کیا ہے:

شبی بر نشست از فلک برگزشت — بہ تمکین و جاہ از ملک در گذشت
چناں گرم درتیہ قربت براند — کہ برسدرہ جبرئیل از او باز ماند
بدو گفت سالار بیت الحرم — کہ ای حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی — عنانم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروی بالم نماند
اگر یک سرِ موئے برتر پرم — فروغِ تجلی بسوزد پرم
زمانہ بہ عصیاں کسی در گرو — کہ دار د چنیں سیری پیشرو
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا — علیک السلام ای نبی الوری (21)

جن فارسی شعرا نے توصیفِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخصوص معجزاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قلم فرسائی کی ہے۔ ان میں ایک اہم نام مولانا عبدالرحمٰن جامؔی کا ہے۔ معجزۂ اسریٰ ومعراج میں خاص عنایتِ الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں جو منازل اسرار طے کی گئیں۔ جامؔی نے جابجا انھیں بیان کیا ہے۔ شبِ معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عرش کی طرف روانگی، موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں تحفہ دیدارِ الٰہی، انوار وتجلیات کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تنہا سفر، جامؔی نے ان امتیازات کو شان رسالتِ محمدی کا غماز قرار دیا ہے۔ یہ شرف وعنایات واضح کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوبِ خداوند اور انسانِ کامل ہیں:

برد بیدار حق شب از بطحا — بہ تن او را بہ مسجد اقصیٰ
کرد از آنجا مقربہ پشت براق — متوجہ بہ قطع سبع طباق
برسماوات یک بہ یک بگذشت — بہ ہما انبیاء ملاقی گشت (22)

☆

زحد جہت پای بیرون نہاد — قدم از حد ہرکس افزون نہاد
بدید آنچہ موسیٰ بجست و ندید — شنید آنچہ موسیٰ چناں کم شنید
دل پاک او مخزن راز گشت — فقیر آمد اماغنی باز گشت (23)

☆

بی پردہ جمال دوست دیدی　　　وز پردہ بہ پردگی رسیدی
گشتی ہمہ دیدہ پای تا فرق　　　در پر تو نور او شدی غرق۔۔۔
گوشت ز زبان بی زبانی　　　بشنید کلام جاودانی
دریافت بہ تیز ہوشی ذوق　　　از تحت ہمان حدیث کز فوق
ہر نکتہ از آن شنیدۂ پاک　　　سرمایۂ صد ہزار ادراک (24)

☆

پا ز عالی نہی سوی اعلیٰ　　　سرفرازی بہ اوج او ادنیٰ
ایں مقام نیست وآں کہ قوی　　　باشد اندرو راثت نبوی (25)

فارسی شاعری کا مطالعہ کیجیے تو شائد ہی کوئی شاعر یا عارف ہوگا جس نے موضوعِ معراج سے نبرد آزما ہوکر اسے شعری تجربے کا جزو نہ بنایا ہو۔ مولانا جلال الدین رومؔی کا کلام معرفت کا خزانہ ہے۔ عالم جبروت ولاہوت کے فراق میں بے چین روحِ انسانی کو رومؔی نے اس زندانِ مکانی سے رہائی پانے اور عالمِ لامکاں تک راہ ڈھونڈنے کا درس دیا۔ اس تصور کی لاشعوری کڑیاں واقعۂ معراج سے جڑی ہیں:

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید　　　خیرہ یوسف وار می باید دوید
تاکشا قفل ورہ پیدا شود　　　سوئی بیجائی شما را جا شود (26)

مختلف نکتۂ ہائے دلکشا کے بیان میں فکرِ رومؔی، روایتِ معراج سے کسبِ فیض کرتی نظر آتی ہے۔ انہوں نے مختلف پہلوؤں سے اپنے نکتہ ہائے نظر کو معراج سے مربوط کیا ہے:

قصد گنجے کن کہ ایں سود وزیاں　　　در تبع آید تو آں را فرع داں
ہر کہ کار دمقصد گندم باشدش　　　کاہ خود اندر تبع می آیدش
قصد در معراج دید دوست بود　　　در تبع عرش و ملائک ہم نمود (27)

عشق کی عظمت کو واضح کرتے ہوئے واقعۂ معراج اور واقعۂ جبل طور کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ عشق ہی سے جو ایک خاکی جسم کو افلاک تک لے گیا اور یہ عشق ہی تھا جس سے کوہ طور رقص کرنے لگا اور ہوشیار ہوگیا:

جسم خاک از عشق بر افلاک شد　　　کوہ در رقص آمد و چالاک شد (28)

فارسی میں معراجِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسرار وحقائق پر مبنی شاہکار تخلیق ''جاوید نامہ'' ہے۔ جاوید نامہ فکری اعتبار سے اقبالؔ کی اہم تصنیف ہے۔ اقبال نے اپنے اس روحانی سفر کی روداد

میں دقیق، فلسفیانہ مباحث پیش کیے ہیں (جن کا مفصل ذکر باب سوم میں آئے گا)۔ نہ صرف اسلامی ادب بلکہ اسرارِ معراج اور خود صوفیا کہ اپنی سیاحتِ علوی اور مشاہدۂ تجلیات کے ذکر نے غیر اسلامی ادب کو بھی متاثر کیا۔

دانتے نے اپنے تخیلی معراج کے مشاہدات کو ''ڈیوائن کامیڈی'' میں بیان کیا۔ اس کتاب میں دانتے نے اپنے عہد کے یورپ کے تمام شعبہ ہائے زندگی کا محاکمہ کیا ہے۔ بلا شبہ یہ کتاب یورپ میں تموجِ احساس وشعور کا باعث ہوئی۔ ایک مشہور ہسپانوی مستشرق اور محقق پروفیسر میگوائل آسن پلاسیوس نے 1919ء میں کتاب ''اسلام اور ڈیوائن کامیڈی'' میں ثابت کر دیا کہ دانتے کی ڈیوائن کامیڈی معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلامی تصوف و اسلامی ادب کی روایات سے ماخوذ ہے۔ دانتے کے اس شاہکار پر واقعۂ معراج کی روایات، ابنِ عربی کی ''فتوحاتِ مکیہ'' اور ابوالعلا المعری کی "**رسالة الغفران**" کے اثرات کا پروفیسر موصوف نے بخوبی تجزیہ کیا ہے۔ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ ''ڈیوائن کامیڈی'' سے ''جاوید نامہ'' تک کسی اور مسلم صوفی یا مفکر کی اس موضوع پر عام معراج ناموں کے علاوہ کوئی نمایاں علمی وادبی، فلسفیانہ یا روحانی کاوش کا ذکر نہیں ملتا۔ اردو کے ابتدائی ادب میں بھی معراج کا ذکر روایتی حد تک ہے۔ البتہ جدید دور میں حکیمانہ نکتہ رسی کے ساتھ بیشتر اصنافِ سخن میں اسرارِ معراج کا بیان ملتا ہے۔

حوالہ جات:

1- ڈاکٹر اسلم انصاری، ادبیاتِ عالم میں سیر افلاک کی روایت، لاہور: اردو اکیڈمی، 2006ء، ص:19
2- ایضاً، ص:20-37
3- چودھری محمد حسین، مضمون: جاوید نامہ، (مشمولہ) "نقوش" اقبال نمبر، 1977ء، ص:412
4- دیوان ابی بکر الصدیق، بیروت: دار صادر، الطبعہ ثانیہ، 2003ء، ص:56-57
5- دیوان امام البوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، (مترجم: حافظ محمد ذکاء اللہ سعیدی)، جہلم: بک کارنر شوروم، س ن، ص:50
6- البوصیری، امام، قصیدۂ بردہ شریف، (مترجم: فیاض الدین نظامی)، کراچی: تاج کمپنی، 1377ھ، ص:28-30
7- محمود سامی باشا البارودی، کشف الضمۃ فی مدح سید الامۃ، طبع اول، المصر: مطبعۃ الجریدہ، 1327ھ، ص:17-18
8- نجیب فاضل، دیوان السلام، (ترجمہ وتحقیق وتعلیق: عبدالرزاق برکات)، طبع دوم، القاہرہ، دار الہدایہ

للطباعۃ والنشر والتوزیع،1996ء،ص:128
9- مجید حاجی زادہ، تابستان معراج پیامبر (ص) در شعر فارسی، مشمولہ: مجلّہ عرفانیات درادب فارسی، 1391ھ، سال سوم، شمارہ 11، ص:61-62
10- ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری، فارسی ادب کا اوّلین قد آور نعت گو شاعر، مطبوعہ دبستان نعت، انڈیا: شمارہ نمبر 2 جنوری، دسمبر 2017ء، ص:110
11- دیوان حکیم سنائی غزنوی، اصفہان، مرکز تحقیقات رایانہ ای قائمیہ، س ن، ص:592
12- مجید حاجی زادہ، مجلّہ عرفانیات درادب فارسی، بحوالہ سابقہ، ص:68
13- ایضاً، ص:71
14- ایضاً
15- ایضاً
16- ایضاً، ص:72
17- ایضاً
18- ایضاً، ص:74
19- ایضاً
20- پروفیسر حسن سرباز، بررسی تطبیقی اسراو معراج در مدائح نبوی بوصیری و عطار نیشاپوری، (مشمولہ) دوفصلنامۂ ادب نامۂ تطبیقی، سال اول، شمارہ دوم، بہار و تابستان، 1396ھ، ص:17
21- شیخ سعدی، بوستانِ سعدی، بہاولپور: نظامیہ کتاب گھر، س ن، ص:9
22- عبدالرحمٰن جامیؔ، مثنوی ہفت اورنگ، جلد اول، چاپ اول، تہران: مرکز مطالعات ایرانی، 1378ھ، ص:240
23- ایضاً، جلد دوم، ص:423
24- ایضاً، ص:233
25- ایضاً، جلد اول، ص:279
26- جلال الدین رومی، مثنوی مولوی معنوی (دفتر پنجم)، (مترجم: قاضی سجاد حسین)، لاہور: حامد اینڈ کمپنی، 1979ء، ص:117
27- جلال الدین رومی، مثنوی مولوی معنوی (دفتر دوم)، لاہور: حامد اینڈ کمپنی، 1976ء، ص:215
28- جلال الدین رومی، مثنوی مولوی معنوی (دفتر اول)، لاہور: حامد اینڈ کمپنی، 1974ء، ص:33

☆☆☆

محمد معزّ عالم اویسی نعیمی (مرادآباد)

دبستانِ نعت کے پانچ شمارے: معروضات اور حاصل مطالعہ

آج سے پانچ سال پہلے جولائی ۲۰۱۶ء میں محترم ڈاکٹر مولانا خوشتر نورانی صاحب (مدیر ماہ نامہ جام نور، دہلی) کی ترتیب کردہ کتاب ''روبرو، جلد۔۲'' میں جناب سید صبیح الدین صبیحؔ رحمانی صاحب کا ''ماہ نامہ جام نور، دہلی'' میں ہونے والا انٹرویو پڑھا تھا۔ اس کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ نعتیہ ادب کی ترویج واشاعت کے حوالے سے کراچی سے ''نعت رنگ'' کے نام سے ایک رسالہ نکالتے ہیں۔ مزید یہ کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر بھی دسمبر ۲۰۰۵ء میں ایک خصوصی نمبر شائع کیا ہے۔ جب سے میں نے ''نعت رنگ'' کے بارے میں پڑھا تھا تب سے ہی اس کے حصول کی تگ ودو میں تھا کہ آخر یہ شمارہ وطن عزیز ہندوستان میں کہاں دستیاب ہوگا؟ مگر میری کم نصیبی کہ اس کی دستیابی کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔

بالآخر ماہ نامہ کنز الایمان، نومبر ۲۰۱۶ء کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ اس میں مدیر محترم مولانا ظفر الدین برکاتی صاحب نے تعارف وتبصرہ کے کالم میں آپ کے اس مجلّہ ''دبستان نعت'' کا تعارف کچھ اس طرح کرایا:

> ''حمد ونعت پر مشتمل یہ تحقیقی اور تنقیدی جریدہ، ہند میں پاکستانی جریدہ ''نعت رنگ'' کی پاکیزہ روایت کو آگے بڑھانے کی مبارک کوشش ہے جس میں خود ''نعت رنگ'' کراچی کے مدیر صبیحؔ رحمانی صاحب تعاون پیش کر رہے ہیں۔''
>
> (ماہ نامہ کنز الایمان، نومبر ۲۰۱۶ء۔ ص: ۵۰)

بس اس تبصرے کو پڑھ کر دل فرحت وانبساط سے جھوم اٹھا اور فوراً آپ سے فون پر رابطہ کیا۔ آپ نے کرم فرماتے ہوئے ایک کاپی میرے پتے پر ارسال کردی۔

جنوری ۲۰۱۷ء میں شمارہ۔ا کا مطالعہ کیا۔اس سے فراغت کے بعد نعت سے متعلق ایک خصوصی شمارہ ''نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر'' جو ماہ نامہ ندائے شاہی، مراد آباد کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا، اس کا مطالعہ کیا۔اور پھر آپ کے پی ایچ۔ڈی کے مقالے کی پہلی جلد ''نعتیہ روایت کا عروج وارتقا ایک تاریخی وتجزیاتی مطالعہ'' مطالعہ کی۔

اس کے بعد سے اب تک مزید ''دبستان نعت'' کے چار شمارے اور موصول ہوئے۔ درسی مصروفیات کے سبب ان کا مطالعہ نہ ہوسکا۔صرف طائرانہ نگاہ پر ہی اکتفا کرنا پڑا،مگر یہ ارادہ ضرور تھا کہ وقت ملنے پر ضرور ان شماروں کا بھی مطالعہ کروں گا۔ان شاءاللہ

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے اس سال جولائی میں درسی مصروفیات کے باوجود مطالعہ کا وقت مل گیا۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے شمارہ۔۲ کا مطالعہ شروع کردیا۔الحمدللہ! آج وطن عزیز کے ۷۵/ویں یوم آزادی کے موقع پر نہ صرف شمارہ۔۲ کا مطالعہ ہوا بلکہ اب تک شائع ہونے والے تمام شماروں کا مطالعہ مکمل ہوگیا ہے۔

تمام شماروں کے مطالعے کے بعد یہاں دو باتیں سپرد قرطاس ہیں:

(۱) وہ باتیں جن کی مطالعے کے دوران مجھے تشنگی محسوس ہوئی ہے۔

(۲) ان تمام شماروں کا خلاصہ اپنے ناقص مطالعے کی روشنی میں۔

مذکورہ بالا دونوں باتوں پر کچھ عرض کرنے سے قبل میں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تحریر کو آپ کو ارسال کرنے کا مقصد صرف اور صرف اپنی کم علمی کے مکمل احساس کے ساتھ اپنی اصلاح ہے۔کیوں کہ مجلّے کے نگراں جناب محترم فیروز احمد سیفی صاحب کی زبان میں ''میں نہ شاعر نہ ادیب، سخن ور، نہ سخن سنج۔البتہ نعتیہ کلام کا ذوق جیسی نعمت خداوندی نصیب ہوئی ہے۔'' (دبستان نعت۔ا ص:۹۳) محترم سراج صاحب! نعتیہ کلام کے ذوق کے سلسلے میں بھی یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ ذوق بھی مجھے آپ کے رسالے کی بدولت حاصل ہوا ہے۔اسی لیے میرا مقصد ہرگز مجلّے میں اس تحریر کی اشاعت مقصود نہیں ہے۔ہاں آپ سے عرض ہے کہ اگر آپ میری اس تحریر میں کوئی غلطی دیکھیں تو ضرور مجھے مطلع فرمائیں۔میں اس کی اصلاح کروں گا ان شاءاللہ۔

چند معروضات

وہ باتیں جن کی مطالعے کے دوران مجھے تشنگی محسوس ہوئی ہے۔وہ درج ذیل ہیں:

☆ شمارہ اول کے اداریے میں مقالہ نگاران کے تعارف کے سلسلے میں آپ نے ارادہ ظاہر کیا

ہے کہ آپ مقالے کے ساتھ مقالہ نگار کا تعارف بھی پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔مگر غالباً اب تک یہ ممکن نہیں ہوسکا ہے۔اسی لیے عرض ہے کہ جب تک اس طرح کا تعارف ممکن نہیں ہو پا رہا ہے تو مقالہ نگاران کے نام کے ساتھ کم از کم ان کا مکمل پتہ اور فون نمبر کا اضافہ فرمادیں۔

☆ شمارے میں شامل طویل مقالات کی تلخیص شائع ہونی چاہیے۔

☆ حمد و نعت و منقبت کہنے والے شعرا پر تعارفی مضامین میں درج ذیل باتوں کی وضاحت بعنوان ہونی چاہیے:

(۱) خالص وہ حمد و نعت و منقبت کہنے والے شعرا جن کے حمدیہ و نعتیہ و منقبتیہ مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔

(۲) خالص وہ حمد و نعت و منقبت کہنے والے شعرا جن کے حمدیہ و نعتیہ و منقبتیہ مجموعے ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکے ہیں۔

(۳) دیگر اصناف شعری کے ساتھ کثیر حمد و نعت و منقبت کہنے والے وہ شعرا جن کے حمدیہ و نعتیہ و منقبتیہ مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔

(۴) دیگر اصناف شعری کے ساتھ کثیر حمد و نعت و منقبت کہنے والے وہ شعرا جن کے حمدیہ و نعتیہ و منقبتیہ مجموعے ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکے ہیں۔

(۵) دیگر اصناف شعری کے ساتھ بطور تبرک کم مقدار میں حمد و نعت و منقبت کہنے والے شعرا۔

اس طرح کی وضاحت کی کچھ جھلک شمارہ۔ ۵ میں ڈاکٹر محمد آصف (امراوتی) کے مضمون ''شعرائے ودربھ کی نعتوں میں ذکر مدینہ'' میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

☆ ''خصوصی گوشے'' کی افادیت تو مسلم ہے۔کیوں کہ اس کے ذریعے سے مختصر صفحات میں کسی بھی شخصیت کی زندگی کے مختلف پہلو سامنے آجاتے ہیں۔مگر اس کے مطالعے کے وقت قاری کو دو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(۱) تکرار اور (۲) شخصیت کے حوالے سے متضاد باتیں۔اس حوالے سے آپ سے عرض ہے کہ قارئین کی سہولت کے لیے گوشے سے قبل اس گوشے کی تلخیص رقم فرما دیا کریں۔

☆ ''زاویہ نگاہ'' باب میں اب تک ۲۷ رقلم کار حضرات کے ۴۲ رمضامین شائع ہوئے ہیں۔ جن میں تنقیدی مضامین کے ساتھ ساتھ تاثراتی مضامین بھی شائع ہو رہے ہیں۔یہ میرے

علم کے مطابق اس باب کے مناسب نہیں ہیں۔ لہٰذا آپ اس کا خیال رکھیں۔

☆ ''کائنات نعت'' کے سلسلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اب تک زیر تبصرہ کلیات، دواوین اور مجموعوں میں اشاعت کی مکمل تفصیل (مصنف/ مرتب/ شاعر کا نام، صفحات، قیمت، ناشر، ملنے کا پتہ، رابطہ نمبر) درج نہیں ہے۔ لہٰذا آپ سے عرض ہے کہ تبصرے کے وقت ان باتوں کا بھی خیال رکھا جائے۔

☆ ''تحمید و تقدیس'' اور ''گلہائے عقیدت'' ابواب کے سلسلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہر شاعر کے نام کے ساتھ ان کا مکمل پتہ اور رابطہ نمبر بھی ہونا چاہیے۔ تاکہ اشعار کی خوبی پر انہیں مبارک باد پیش کی جا سکے اور مشکل اشعار کی تفہیم کی جا سکے۔

☆ نعت ریسرچ سینٹر۔ انڈیا کے حوالے سے آپ کے عزائم آپ کے الفاظ میں:

> ''مستقبل میں نعت ریسرچ سینٹر۔ انڈیا کو با قاعدہ ایک تعلیمی و تحقیقی ادارے کی شکل دینے کا عزم ہے جس سے کہ عوام و خواص اس سے بخوبی مستفید و مستفیض ہو سکیں اور ان کے دل اسوہ رسول اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمع سے روشن ہو سکیں۔'' (دبستان نعت۔۵، ص۴۶۵)

لہٰذا آپ سے عرض ہے کہ اب تک جن حمدیہ و نعتیہ مجموعوں پر تعارفی اور تنقیدی مضامین شائع ہوئے ہیں یا شعرا کے تعارف میں جن شعرا کے حمدیہ و نعتیہ مجموعوں کے منظر عام پر آنے کے بارے میں بتایا گیا ہے یا پھر ''کائنات نعت'' میں جن کلیات، دواوین اور مجموعوں پر تبصرہ شائع ہو چکا ہے۔ ان سب مجموعوں کی ایک کاپی ''نعت ریسرچ سینٹر۔ انڈیا'' کی لائبریری میں بھی ضرور ہونی چاہیے۔ تاکہ اس کے ذریعے سے حمدیہ و نعتیہ مجموعوں کا ایک ذخیرہ اکھٹا ہو جائے۔ آپ کے مضمون دبستان نعت۔۵ میں ''نعت ریسرچ سینٹر۔ انڈیا اور اس میں فراہم تحقیقی و تنقیدی حمدیہ و نعتیہ کتب و دوادین کا اجمالی تعارف'' سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ تمام کلیات اور دواوین وغیرہ آپ تک نہیں پہنچ پائے ہیں۔

☆ شعرا کے تعارف کے ضمن میں اب تک وطن عزیز کے پانچ صوبوں میں سے تین صوبوں کے شعرا کا کچھ تفصیلی تعارف شائع ہو چکا ہے اور بقیہ دو صوبوں کے شعرا کا اجمالی تعارف شائع ہوا ہے۔ یہ آپ کی بہت اچھی کوشش ہے لہٰذا آپ سے عرض ہے کہ دیگر صوبوں کے بھی شعرا کا تعارف اسی طرح شائع فرماتے رہیں۔

تمام شماروں کا حاصل مطالعہ

۳۱۶۷ رصفحات پر مشتمل تمام شماروں کا حاصل مطالعہ ناقص مطالعے کی روشنی میں حاضر خدمت ہے۔

حاصل مطالعہ سے قبل چند باتیں:

(۱) آپ نے دبستان نعت۔۵ میں ''نعت ریسرچ سینٹر۔ انڈیا اوراس میں فراہم تحقیقی وتنقیدی حمدیہ ونعتیہ کتب ودواوین کا اجمالی تعارف'' مضمون میں پانچوں شماروں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی ہے۔ مگر یہاں میں نے کچھ تفصیلی خلاصہ لکھنے کی کوشش کی ہے۔

(۲) مضامین کی قسم چہارم میں ہر ایک مضمون کا حاصل مطالعہ لکھنے کے بعد جن شعرا کے حمدیہ ونعتیہ دیوان یا مجموعے کا ذکر ہوا ہے۔ شعرا کے نام ساتھ انہیں بھی تحریر کر دیا ہے۔

(۳) اس بریکٹ [ ] میں جن شعرا کے نام کے ساتھ ان کے حمدیہ ونعتیہ دیوان یا مجموعے کا نام تحریر کیا ہے۔ ان کا نمبر واضح کیا ہے۔ نیز خواتین شاعرات اور غیر مسلم شعرا وشاعرات کا نمبر بھی واضح کیا ہے۔

(۴) ''غیر مسلم نعت گو شعراء'' اس عنوان میں مکرر شعرا کو امتیاز کے لیے UnderLine کر دیا ہے۔

رسالے کی ہیئت ترکیبی:

دبستان نعت میں مجموعی طور پر ۹ رابواب ہوتے ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱) اداریہ (۲) تحمید و تقدیس (۳) تابش فکر و نظر (۴) افکارِ روشن (۵) زاویہ نگاہ (۶) کائنات نعت (۷) خصوصی گوشہ (۸) گلہائے عقیدت (۹) ستائش نامے۔

مذکورہ بالا ابواب پر گفتگو کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسالے کے اغراض و مقاصد تحریر کر دیے جائیں۔

رسالے کے اغراض ومقاصد:

شمارے کے مختلف اداریوں سے رسالے کے درج ذیل مقاصد معلوم ہوتے ہیں:

(۱) حمد ونعت کے فروغ وارتقا کے حوالے سے ادبا، شعرا اور محققین کی ان کاوشوں سے اہل علم کو روشناس کرانا ہے جو اب تک ناقدین ادب کی نگاہ توجہ سے محروم رہی ہیں۔

(۲) آج بھی اردو زبان وادب کا گراں قدر سرمایہ مخطوطات کی شکل میں یونیورسٹیز اور دیگر کتب خانوں میں محفوظ ہے۔ انہیں مخطوطات میں نعتیہ ادب کے گل سرسبد شعرائے کرام

کے مسودے اور بیاضیں بھی ہیں جن کو اب تک اہل علم کے درمیان متعارف نہیں کرایا جا سکا۔ ادارے کی کوشش ہے کہ ان تک رسائی کر کے منصۂ شہود پر لا کر اہل علم وفن کے درمیان متعارف کرایا جائے جس سے کہ نعت کی عظمت کی جیوتی ان کے دلوں کو جگمگا سکے، اور وہ اس عظیم فن کی جانب متوجہ ہو سکیں۔

(۳) جن شعرا اور ادبا نے اپنی تحریرات کے ذریعے نعتیہ ادب کی خدمت کی ہے۔ اور وہ اہل علم و فن حضرات کی توجہ کا اب تک مرکز نہ بن سکے۔ ان کی شخصیت کو ناقدین ادب کی نگاہوں میں پیش کر کے ان کا ادبی مقام ومرتبہ متعین کرنا۔

(۴) نعت کو بحیثیت صنف سخن متعارف کرانا۔

(۵) غیر مسلم نعت گو شعرا اور خواتین نعت گو شاعرات کو متعارف کرانا۔

آپ ہر شمارے کے ہر باب کا آغاز ایک ایسے برمحل شعر سے کرتے ہیں جو آپ کی فن شعر وسخن پر مہارت کا غماز ہے۔

(۱) اداریہ

اب تک پانچ اداریے شائع ہو چکے ہیں جن کا خلاصہ ترتیب وار درج ذیل ہے:

پہلے اداریے میں آپ نے رسالے کے اغراض ومقاصد اور ابواب ومضمون نگاران کا تعارف پیش کیا ہے۔ نیز اس شمارے کا انتساب عاشق رسول حضرت علامہ جامؔی علیہ الرحمہ سے کر کے ان پر ایک گوشے کا تعارف بھی قارئین کے روبرو کیا ہے۔

دوسرے اداریے میں رسالے کے اغراض ومقاصد کو مزید واضح کر کے بیان کیا ہے، نعت کے فروغ وارتقا کے حوالے سے یہ بھی بتایا ہے کہ نعت اب وطن عزیز ہندوستان کی یونیورسٹیز میں سے دین دیال اپادھیائے (گورکھ پور یونیورسٹی۔ گورکھ پور) کے ایم۔ اے (اردو) میں بطور نصاب شامل ہے۔ ساتھ ہی ہندوستان کے تعلیمی گرانٹ کمیشن کے ذمے داران سے گزارش کی ہے کہ وہ نعت کے موضوع کو ہندوستان کی یونیورسٹیز میں شامل نصاب کئے جانے کے احکامات نافذ کریں۔ اور یونیورسٹیز کے اساتذہ سے بھی گزارش کی ہے کہ نعت کے موضوعات پر زیادہ سے زیادہ تحقیقی مقالات قلم بند کرائیں اور سال میں کم از کم نعت کے موضوع پر ایک سیمینار کا بھی انعقاد کرائیں جس میں دانشوارانِ قوم وملت نعت کے موضوع پر کھل کر اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کر سکیں۔ اس سلسلے میں اپنے ادارہ کے بھرپور تعاون کا بھی اعلان کیا ہے۔

نیز شمارے کے تعارف کے ساتھ ساتھ رسالے کی تاخیر سے اشاعت کا سبب بھی بیان کیا ہے اور ادارے کے نام کو بھی واضح کر دیا ہے۔ فروغ نعت کے حوالے سے مستقبل کے عزائم کی نشاندہی بھی کی ہے۔ دبستان نعت کے پہلے شمارے کے اداریے میں موضوع روایات کے متعلق ایک غلطی کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ ۱۶-۲۰۱۷ء میں فوت ہونے والے چار اہم بڑے شعرا (مرزا افسر حسین بیگ افسؔر امروہوی، ظہیؔر غازی پوری، بیکؔل اتساہی اور ریاضؔ حسین چودھری) کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اخیر میں مضمون نگاران کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان سے یہ گزارش کی ہے کہ وہ اپنی تخلیقات ارسال کرتے وقت مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہونے کی وضاحت فرمائیں۔

تیسرے اداریے میں آپ نے حمد و نعت و منقبت کی تنقید کے حوالے سے درج ذیل چار اقسام کا تعین کیا ہے۔ ساتھ ہی ان پر مختصر سی روشنی بھی ڈالی ہے:

(۱) حمد و نعت کی شرعی تنقید

(۲) حمد و نعت میں استعمال روایت و واقعات کی تنقید

(۳) حمد و نعت میں استعمال ہونے والے الفاظ کی تنقید

(۴) حمد و نعت کی فنی تنقید

شمارے کا تعارف کراتے ہوئے قارئین کو روہیل کھنڈ یونیورسٹی کے ایم۔اے (اردو) میں بھی نعت کے داخل نصاب ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ ساتھ ہی ۱۷-۲۰۱۸ء میں نعتیہ ادب کے فروغ و ارتقا کے حوالے سے اہم خدمات انجام دینے والی چار بڑی شخصیات (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاقؔ ناگپوری، علامہ اخترؔ رضا خاں ازہری، ڈاکٹر اظہارؔ مسرت یزدانی، مختاؔر عاشقی جونپوری) کی وفات پر ان کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اخیر میں مضمون نگاران سے تخلیقات ارسال کرتے وقت ان کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہونے کی تصدیق کی پھر سے گزارش کرتے ہوئے صرف غیر مطبوعہ تخلیقات ارسال کرنے کی بھی گزارش کی ہے۔

چوتھے اداریے میں نعت کے حوالے سے آپ نے تین نظریے اہل علم و فن کی بارگاہ میں پیش کیے ہیں، جن میں پہلا نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی کوئی سی بھی شے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثل نہیں ہے تو پھر حضور کی نعت کی تخلیق، تحقیق اور تنقید کے سلسلے میں صرف آپ کی ذات وصفات ہی کو فکر کا محور بنایا جائے گا۔ یعنی آپ کی نعت کے لیے دیگر اصناف کی تشبیہات اور تمثیلات کو ہرگز نعت کی اساس نہیں بنایا جائے گا۔ ہاں زیادہ سے زیادہ اتنا ہو سکتا ہے:

''جس طرح سے مفضول افضل کے لیے وسیلہ اظہار بن سکتا ہے اسی
طرح دیگر اصناف ادب سے فکری جولانی حاصل کر کے اس کو تاباں وتواناں تو بنایا
جا سکتا ہے مگر ان کو مثیل لہ نہیں بنایا جا سکتا۔'' (دبستان نعت۔۴، ص:۱۲/۱۳)

دوسرا نظریہ ''نعت گوئی بہت ہی مشکل فن ہے'' اس نظریے کی تردید میں اپنا عندیہ پیش کر کے بطور تائید پروفیسر ابوالحسنات حقی صاحب کی عبارت پیش کی ہے۔اور تیسرا نظریہ ''نعت گوئی میں شعرا نے غلو سے کام لیا ہے'' اس نظریے کی تردید میں بھی اپنا عندیہ پیش کر کے بطور تائید ڈاکٹر راہی فدائی صاحب کی عبارت تحریر کی ہے۔آخر الذکر دونوں نظریوں کے حوالے سے یہ خدشہ بھی پیش کیا ہے کہ یہ دونوں نظریے اردو میں فارسی نعتیہ شاعری کے ذریعے داخل ہوئے ہیں۔

اس کے بعد شمارے کے مضامین کا تعارف کراتے ہوئے اس بار بھی قارئین کو یہ خوشخبری دی ہے کہ نعت گورکھ پور یونیورسٹی اور روہیل کھنڈ یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ ہری سنگھ گوڑ یونیورسٹی، ساگر، مدھیہ پردیش کے ایم۔اے (اردو) نصاب میں بھی شامل ہے۔ پچھلے شمارے میں ''کائنات نعت'' باب نہیں تھا، اس بار اس باب کو شامل کرنے کا اعلان کیا ہے۔اخیر میں شمارے میں قلمی تعاون فرمانے والے حضرات کے شکریہ کے ساتھ ساتھ قارئین سے گزارش کی ہے کہ وہ شمارے میں اگر کسی بھی طرح کوئی بھی غلطی دیکھیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

پانچویں اداریے میں آپ نے اب تک ''دبستان نعت'' کے گزشتہ چاروں شماروں میں پیش کی گئی نعت کی تحقیق وتنقید کی صورت حال کا جائزہ لیا ہے۔خاص طور پر گزشتہ شمارے میں پیش کیے گئے دو نظریات ''نعت گوئی بہت ہی مشکل فن ہے'' اور ''نعت گوئی میں شعرا نے غلو سے کام لیا ہے'' پر اہل علم وفن کا ردعمل بیان کیا ہے۔اسی کے تحت قارئین کو یہ بھی بتایا ہے کہ اس شمارے میں ''گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''گلہائے عقیدت'' میں مدینہ ردیف والی نعتوں کو شامل کیا ہے۔مدینہ منورہ پر شائع ہونے والے خصوصی شماروں اور گوشوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ہندوستان میں پہلی بار اس موضوع پر کوئی گوشہ شائع ہو رہا ہے۔ساتھ ہی نعت گوئی کے لیے اعلیٰ تخیل کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث میں گہری واقفیت کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔اور اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ قرآن وحدیث سے گہری واقفیت نہ ہونے کے سبب کے صرف اعلیٰ تخیل کی بنیاد پر اچھی نعت کہنا تو دور کی بات ہے، بلکہ غلطی کا امکان بھرپور طور پر موجود رہتا ہے۔

اس سال نعت کے حوالے سے اہم خدمات انجام دینے والی شخصیات کو ان کے انتقال کے سبب

خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ بالخصوص ''دبستان نعت'' کے ایک معاون جناب قاری محمد رفیق فائزؔ فتح پوری کو دبستان نعت کے حوالے سے ان کی قلمی خدمات کو یاد کر کے ان کو بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اخیر میں تمام قلمی تعاون فرمانے والے حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پھر سے قارئین سے گزارش کی ہے کہ وہ شمارے میں اگر کسی بھی طرح کوئی بھی غلطی یا خامی دیکھیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

(۲) تحمید و تقدیس

اس باب کا تعارف آپ کے بقول:

> مجلّے کا آغاز حمد باری تعالیٰ ''تحمید و تقدیس'' سے کیا گیا ہے۔ حمد و نعت کا باہمی رشتہ بالکل کلمہ توحید کے مانند ہے۔ جیسے کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کے کسی جز کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا بالکل اسی طرح حمد و نعت کو ایک دوسرے سے علاحدہ نہیں کیا جا سکتا۔
> (دبستان نعت۔ ا ص:۱۱)

اس باب کے تحت آپ نے ہر شمارے میں چوتھے شمارے کو چھوڑ کر تین تین حمدیں شامل کی ہیں، چوتھے شمارے میں یہ تعداد پانچ تک پہنچ گئی ہے۔ اس طرح اب تک ۱۶؍شعرا کی ۱۷؍حمدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جناب تنویر پھولؔ (نیو یارک) کی شمارہ۔۱ اور ۴ میں دو حمدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں دس شعرا کا تعلق وطن عزیز ہندوستان سے ہے اور چھ کا بیرونی ممالک سے ہے۔ رسالے کے اغراض و مقاصد کے پیش نظر اس باب میں ایک غیر مسلم شاعر کرشن کمار طورؔ صاحب کی ایک حمد اور دو خواتین شاعرات رشیدہ عیاںؔ، نیو جرسی اور سیدہ پروین زینبؔ سروری کی بھی دو حمدیں شامل کی ہیں۔ ساتھ ہی شمارہ۔۴ میں جناب محمد اسماعیل سورہوی قمرؔ بستوی کی ایک غیر منقوط حمد بھی شامل کی ہے۔

(۳) تابش فکر و نظر

پہلے شمارے میں تحقیقی اور تنقیدی مقالات کو ''گنجینہ نقد و نظر'' کے عنوان کے تحت شائع کیا گیا تھا۔ مگر دوسرے شمارے میں آپ نے اس باب کا نام ''گنجینہ نقد و نظر'' کے بجائے ''تابش فکر و نظر'' کر دیا ہے۔ اس باب کے مضامین کا اجمالی تعارف یہ ہے کہ پہلے شمارے میں ۵، دوسرے میں ۱۲، تیسرے میں ۱۳، چوتھے میں ۱۰ اور پانچویں میں ۱۲؍مضامین شائع ہوئے ہیں جن کی کل تعداد باون (۵۲) ہو جاتی ہے۔

(۴) افکارِ روشن

اس باب میں نعت کے حوالے سے دیگر مقالات اور مضامین کو شائع کیا جاتا ہے۔اس باب کا بھی پہلے شمارے میں نام ''مقالات'' تھا جو بدل کر دوسرے شمارے میں آپ نے ''افکارِ روشن'' کر دیا ہے۔اس باب کے بھی مضامین کا اجمالی تعارف یہ ہے کہ اول شمارے میں ۱۵، دوسرے میں ۲۳، تیسرے میں ۲۴، چوتھے میں ۱۹ اور پانچویں میں ''تابشِ فکر ونظر'' اور ''افکارِ روشن'' کے مضامین ایک ساتھ ہی شائع کئے گئے ہیں جن کی تعداد ۱۲ ہے۔یہ ۱۲ر مضامین ''تابشِ فکر ونظر'' کے تحت بھی شمار میں آ چکے ہیں۔اس لیے ان بارہ کو چھوڑ کر کل ملا کر اس باب کے مضامین اناسی (۸۱) ہو جاتے ہیں۔ دونوں ابواب کے مضامین (۱۳۳) ہو جاتے ہیں۔مگر مضامین کی درج ذیل حد بندی کی وجہ سے چار مضامین شمارہ۔۵ کے ''گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم'' کے بھی ان ابواب کے تحت آ گئے ہیں۔اس طرح اب کل مضامین (۱۳۷) ہو جاتے ہیں۔

پہلے شمارہ میں مذکورہ دونوں ابواب کے علاوہ ایک باب ''رحمت بیکراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے تھا۔مگر بعد کے شماروں میں یہ باب حذف کر دیا گیا ہے۔اس باب میں دو مضامین تھے۔لہذا اب انہیں ''افکار روشن'' باب کے مضامین میں شمار کر لیا ہے۔

تابشِ فکر ونظر اور افکارِ روشن دونوں ابواب میں درج ذیل پانچ اقسام کے مضامین شامل ہیں:

[1] وہ مضامین جن کا تعلق حمد ونعت کی تاریخ اور فروغ وارتقا کے حوالے سے ہے۔

[2] وہ مضامین جن کا تعلق حمد ونعت کے موضوعات،لفظیات اور تحقیق وتنقید کے حوالے سے ہے۔

[3] وہ مضامین جن کا تعلق حمدیہ ونعتیہ دواوین اور مجموعوں کے تعارف وتنقید کے حوالے سے ہے۔یا کسی ایک نعت کے تعارف وتنقید کے حوالے سے ہے۔

[4] وہ مضامین جن کا تعلق نعت گو شعرا کے تعارف کے حوالے سے ہے۔

[5] وہ مضامین جن کا تعلق حمد ونعت سے بالواسطہ طور پر ہے۔

قسم اول:

اب یہاں سے پہلی قسم کے مضامین پر گفتگو کا آغاز کیا جاتا ہے۔یہ (۹) ہیں اور ان کے نام اور خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) فن نعت اور نعت گوئی: ڈاکٹر سید خسرو حسینی گلبرگہ (۲) نعت اور ہماری شعری روایت: ڈاکٹر عزیز احسن کراچی (۳) نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا ارتقا: مرزا ساجد حسین ساجد

امروہوی (۴) نعتیہ شاعری کا تاریخی پس منظر: علیم صبا نویدی مدراس (۵) عربی اور اردو زبان میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ڈاکٹر احمد محمد احمد عبدالرحمٰن قاہرہ، مصر (۶) نعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی آغاز اور لفظی ارتقاء: ڈاکٹر بشیر الحق لطیفی ویلور، تمل ناڈو (۷) ناعت پر فیضان منعوت: قاری محمد رفیق فائز فتح پوری راجستھان (۸) حمد الہٰ جل جلالہ و مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم (غیر منقوط حمدیہ و نعتیہ شاعری کا اجمالی جائزہ) طاہر سلطانی کراچی (۹) ہند و پاک میں فروغ نعت کی کوششوں کا اجمالی جائزہ: تنویر پھول نیویارک

خلاصہ:

پہلا مضمون دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ: فن اور فن شعر و ادب نیز عہد جاہلیہ اور عہد اسلام میں شعر و شاعری کے تعارف پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ: فن نعت فن یا شعر، نعت کے لغوی اور اصطلاحی معنی (عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے حوالے سے) نعت کی اقسام (نثری نعت، خطابی نعت اور شعری نعت) نعت گو شعرا کی چار اقسام، نعت کے موضوعات، نعت کے مضامین، نعت گوئی اور نعت خوانی وغیرہ کے آداب پر مشتمل ہے۔

دوسرے، تیسرے اور چوتھے مضمون میں نعت کے آغاز و ارتقا کے حوالے سے مختصر سی گفتگو کی گئی ہے جب کہ پانچویں مضمون میں عربی نعتیہ شاعری کی مختصر جھلک پیش کر کے اردو نعتیہ شاعری کے خدو خال واضح کئے گئے ہیں۔ پھر اردو شعرا کو تین جگہ منقسم کیا گیا ہے: (۱) صوفی شعرا (۲) روایتی شعرا (۳) مخضرم (مخلوط) شعرا۔ آخر میں عربی اور اردو نعتیہ شاعری کا موازنہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

چھٹے مضمون میں نعت کا ابتدا سے موجودہ دور تک ایک خاکہ سلسلہ وار ترتیب دیا گیا ہے جو اس طرح ہیں: (۱) نعت تخلیق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (۲) نعت حضرت آدم کی پیدائش کے بعد (۳) نعت حضور کی ولادت مبارکہ کے بعد (۴) نعت بعثت نبوی کے بعد (۵) نعت اسلام کے ایران میں دخول کے بعد فارسی زبان میں (۶) نعت ہندوستان میں فارسی زبان میں (۷) نعت فارسی سے اردو میں۔ مضمون کے اخیر میں دکنی زبان کے سابقین چھ (۶) نعت گو شعرا اور ان کی نعتیہ شاعری کا تعارف تحریر کیا گیا ہے۔

ساتویں مضمون میں قاری صاحب نے نعت کا آغاز ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے اس جملہ ''بحق محمد الاغفرت لی'' سے تسلیم کر کے حدیث ''لولاک'' کی بہترین تشریح کی ہے۔

آٹھویں مضمون میں محترم طاہر سلطانی صاحب نے پڑوسی ملک پاکستان میں غیر منقوط حمدیہ و

نعتیہ شاعری کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔جس میں بتایا ہے کہ سیرت مبارکہ پر سب سے پہلا اردو زبان میں غیر منقوط نثری شاہکار ''ہادی عالم'' مولانا ولی رازی صاحب کا تحریر کردہ ہے۔اس طرح کی سیرت مبارکہ پر کوئی تصنیف عربی اور فارسی زبانوں میں بھی دستیاب نہیں ہے۔نیز عربی ادب کا اولین غیر منقوط نعتیہ مجموعہ سید محمد امین علی شاہ نقوی کا ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' (۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) اور اردو ادب کا بھی اولین غیر منقوط نعتیہ مجموعہ راغبؔ مرادآبادی کا ''مدح رسول'' (۱۹۸۳ء) پاکستانی شعرا کی تخلیق کردہ ہیں۔یہ بات حیران کن ہے کہ اردو میں راغبؔ مرادآبادی سے پہلے کوئی غیر منقوط مجموعہ نعت منظر عام پر نہیں آیا۔مزید حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ عربی ادب کی صدیوں پرانی تاریخ میں کوئی غیر منقوط نثری یا شعری تحریر سیرت اور نعت پر پندرھویں صدی ہجری تک تحریر نہ کی جاسکی۔

محترم سراج صاحب! خاص ہندوستان میں غیر منقوط حمدیہ و نعتیہ شاعری کے تحریری سرمایے پر کوئی تحریر شامل مجلّہ فرمائیں۔خیر! اب مضمون میں مذکور دس (۱۰) شعرا اور ان کے غیر منقوط مجموعوں کے نام مع سن اشاعت درج کئے جارہے ہیں:

(۱) سید محمد امین علی شاہ نقوی۔''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' (عربی) ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء۔
''محمد ہی محمد'' (اردو) ۱۹۸۵ء۔

(۲) راغب مرادآبادی ''مدح رسول ۱۹۸۳ء

(۳) شاعر لکھنوی ''روح الہام'' ۲۰۱۱ء

(۴) لطیف اثر ''مجموعہ حمد "اللّٰھم" ۱۹۹۶ء۔مجموعہ نعت ''سرکار دوعالم'' ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء

(۵) تابش الوری ''سرکار دوعالم'' ۲۰۰۴ء

(۶) یوسف طاہر قریشی ''روح عالم'' ۱۹۹۷ء

(۷) صادق علی بستوی ''داعی اسلام'' ۱۴۱۱ھ (سیرت مبارکہ کے کچھ منظوم واقعات)

(۸) پروفیسر ڈاکٹر ظفر ہاشمی قادری وارثی ''معلم عالم'' ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

(۹) مولوی قدرت اللہ بیگ رؔاد ملیح آبادی کی منظوم فارسی مثنوی ''مطالع المحامد'' (۴۳۵۵)

(۱۰) جناب محسن اعظم محسؔن ملیح آبادی ''روح کلام'' زیر ترتیب

نویں مضمون میں محترم تنویر پھولؔ صاحب (نیو یارک) نے ہند و پاک میں فروغ نعت کی کوششوں کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہوئے نعت کا آغاز حضرت سلیمان علیہ السلام کی عبرانی زبان میں کہی گئی نعت سے تسلیم کیا ہے۔اس مضمون میں قارئین کو پانچ خالص حمد و نعت پر مشتمل ماہناموں،

دوسہ ماہی، ایک ششماہی، چھ کتابی سلسلوں اوراردو کے مختلف نو(۹) رسائل کے نعت نمبراور جناب طاؔہر سلطانی صاحب کی حمد ونعت پر ترتیب کردہ چار کتب نیز طرحی نعتیہ مشاعروں کی تین بزموں کے مجموعوں اوراخیر میں حرافاونڈیشن کا مجلد مجموعہ غارحرا سے منسوب ''شبستان حرا'' کا تعارف کرایا ہے۔

محترم سراج صاحب! اس مضمون کے حوالے سے بھی آپ سے گزارش ہے کہ اس پر بھی کوئی تحریر ضرور شائع فرمائیں۔ کیوں کہ ہندوستان کے حوالے سے اس میں تشنگی کا بھر پور احساس ہوتا ہے۔ جیسے اس میں نعت نمبر کی ضمن میں ماہ نامہ ندائے شاہی، مرادآباد کے نعت نمبر کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ ہند و پاک میں پہلا نعت نمبر ۱۹۴۰ء میں ہندوستان سے ہی نکلا تھا اور وہ بھی ایک غیر مسلم ایم۔ پی۔ چورسیا کی ادارت میں۔

قسم دوم:

وہ مضامین جن کا تعلق حمد ونعت کے موضوعات، لفظیات اور تحقیق وتنقید کے حوالے سے ہے۔ ان مضامین میں دو طرح کے مضامین ہیں:

(۱) وہ مضامین جن میں حمد ونعت کے موضوعات، لفظیات اور تحقیق وتنقید پر گفتگو کی گئی ہے۔

(۲) وہ مضامین جن میں حمد ونعت پر ہونے والے یونیورسٹی سطح پر تحقیقی کاموں پر گفتگو کی گئی ہے۔

اول الذکر مضامین کی تعداد بتیس (۳۲) ہے۔ یہاں صرف ان کے نام درج ذیل ہیں:

شمارہ-۱

(۱) کیا نعت صنف سخن ہے؟ ڈاکٹر سید شاہ حسین احمد پٹنہ (۲) حرف آرزو: منیر احمد ملک اسلام آباد (۳) انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر: سید اقبال حیدر ہیوسٹن

شمارہ-۲

(۴) فن نعت گوئی: پروفیسر ڈاکٹر وحید نظیرنئی دہلی (۵) حمد کی شعریات: سلیم شہزاد مالیگاؤں (۶) نعت کی تنقید۔ اہمیت، مسائل اور امکانات: شاہ اجمل فاروق ندوی نئی دہلی (۷) نعت کی لفظیات: ڈاکٹر حافظ کرناٹکی شیموگہ (۸) ڈاکٹر راہی فدائی کی نعتوں میں آل رسول کا تذکرہ: ڈاکٹر سید منیر محی الدین قادری آندھرا پردیش (۹) نعتیہ شاعری میں اصناف سخن کی جلوہ سامانیاں: ڈاکٹر عزیز احسن کراچی (۱۰) نعت میں بچوں اور ادب اطفال کا حصہ: تنویر پھول نیو یارک (۱۱) مختلف شعری ہیئتوں میں نعتیہ تجربے: ڈاکٹر حقانی

القاسمی نئی دہلی (۱۲) حرف نیاز۔ بارگاہ رسالت مآب میں: منیر احمد ملک اسلام آباد (۱۳) نعتیہ شاعری افادیت ومقصدیت: ڈاکٹر بی محمد داؤد محسن کرناٹک (۱۴) نعت گوئی کے بنیادی تقاضے: ڈاکٹر رؤف خیر حیدرآباد

شمارہ-۳

(۱۵) اردو نعت کا اولین ناقد: تمنا مرادآبادی: ڈاکٹر محمد آصف حسین مرادآباد (۱۶) نعت کی متنی کثیر المعنویت کے مظاہر!: ڈاکٹر عزیز احسن کراچی (۱۷) نعتیہ کلام میں غلو کی حقیقت: ڈاکٹر راہی فدائی بنگلور (۱۸) نقد نعت کا اجمالی جائزہ: محمد علی صدیقی شیدا علیگ بستی (۱۹) حسن نعت۔ پس منظر و پیش منظر بولتے ہوئے رجحانات (قارئین سے ہلکی پھلکی باتیں): ڈاکٹر آصف آدر گلاسکو (۲۰) آیت قرآنی میں نعت محبوب رب العالمین: مرزا ساجد حسین امروہہ (۲۱) اردو نعتیہ کلام اور تحقیق: ڈاکٹر مقبول سلیم شیخ مہتاب مہاراشٹرا (۲۲) نعتیہ شاعری، جواز اور ارتقا: ڈاکٹر محمد شفیع سیتاپوری (۲۳) نعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقیدت مندانہ حقیقت: ڈاکٹر جعفر جری تلنگانہ اسٹیٹ

شمارہ-۴

(۲۴) چندائن، مولانا داؤد ڈلمئی اور نعت شریف، ایک تنقیدی و تحقیقی جائزہ: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری فتح پور (۲۵) اردو نعت کا نفسیاتی مطالعہ: ڈاکٹر محمد آصف امراوتی مہاراشٹرا (۲۶) ''نعت'' کا لفظ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کے لیے ہی زیادہ موزوں ہے: ڈاکٹر سید جمیل الدین جمیل راٹھوی راٹھ یوپی (۲۷) جدید اردو نعت میں روح عصر: ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی بھٹکل، کرناٹک (۲۸) نعتیہ شاعری کا تجزیاتی مطالعہ: ڈاکٹر ایم۔ نصر اللہ نصر (۲۹) بارگاہ رسالت میں عقیدہ صحابہ اور تجلیات نعت: قاری محمد رفیق فائز فتح پوری راجستھان

شمارہ-۵

(۳۰) نعت اور اکیسویں صدی کا تہذیبی آشوب: کاشف عرفان اسلام آباد (۳۱) نعت سرور کونین بزبان سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم: ڈاکٹر راہی فدائی (۳۲) نعت گوئی اور مدافعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قاری محمد رفیق فائز فتح پوری راجستھان

(۲) وہ مضامین جن میں حمد و نعت پر یونیورسٹی سطح پر ہونے والے تحقیقی کاموں پر گفتگو کی گئی ہے۔ یہ چار (۴) ہیں اور ان کے بھی صرف نام درج ذیل ہیں:

(۱) حمد و نعت پر میرے اور میرے تلامذہ کے تحقیقی مقالوں کا تعارف: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (فتح پور)

(۲) حمد و نعت کی تحقیق و تنقید ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں سمت و رفتار: رشید اختر خاں (دھنباد)

(۳) روہیل کھنڈ یونیورسٹی کے جدید نصاب میں نعت: الحاج سید محمد مفیض الدین قادری (شاہ جہاں پور)

(۴) ہندوستان میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر تحریر کئے گئے تحقیقی مقالوں کا ایک تعارفی جائزہ: ڈاکٹر سراج احمد قادری

قسم سوم:

وہ مضامین جن کا تعلق حمدیہ و نعتیہ دواوین اور مجموعوں کے تعارف و تنقید کے حوالے سے ہے۔ یا کسی ایک نعت کے تعارف و تنقید کے حوالے سے ہے۔

اس طرح کے مضامین چھ زبانوں کے حمدیہ و نعتیہ دواوین اور مجموعوں کے تعارف و تنقید پر مشتمل ہیں۔

اردو

یہاں سب سے پہلے اردو زبان کے حمدیہ و نعتیہ دواوین اور مجموعوں پر گفتگو کی جارہی ہے۔ اردو کے مضامین کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) وہ مضامین جن میں کسی ایک شاعر کے حمدیہ و نعتیہ دیوان اور مجموعے پر تعارفی اور تنقیدی متعدد مضامین شائع کئے گئے ہیں۔ جیسے: فاضل بریلوی کے نعتیہ مجموعہ ''حدائق بخشش'' پر پانچ مضامین، اقبال سہیل صاحب کی نعتیہ شاعری اور بالخصوص نعتیہ مجموعہ ''موج کوثر'' پر تین مضامین، مظفر وارثی صاحب کے حمدیہ شعری مجموعہ ''الحمد'' پر ایک اور نعتیہ شعری مجموعہ ''میلا داکبر'' پر دو مضامین، شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کی نعتیہ شاعری پر دو مضامین، ڈاکٹر صغریٰ عالم صاحبہ کے ''محراب دعا'' پر دو مضامین اور حضرت سید نور الحسن نور نوابی صاحب قبلہ کے دو نعتیہ مجموعوں ''قلزم نور'' اور ''ثنا کی نکہتیں'' پر ایک ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

اس طرح کل ملا کر سترہ (۱۷) مضامین ہوجاتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

فاضل بریلوی کے نعتیہ مجموعہ ''حدائق بخشش'' پر مضامین:

شمارہ-۱ (۱) حدائق بخشش کے صنائع بدائع پر ایک اور نظر: ڈاکٹر صابر سنبھلی

شمارہ-۲ (۲) احمد رضا کے نعتیہ کلام کے شعری جمالیات (پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین (نئی دہلی)

(۳) صنائع بدائع کا تقاضہ ترویج اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شعری عظمت: ڈاکٹر سید شمیم گوہرؔ مصباحی (الہ آباد)

شمارہ-۴ (۴) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری: توصیف بریلوی (علی گڑھ)

(۵) امام احمد رضا خاں رضاؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربات (غزل، قصیدہ، مثنوی، قطعہ اور رباعی کے حوالے سے)

قاضی سید وحید احمد میر غلام حسین (جالنہ مہاراشٹرا)

اقبال سہیلؔ صاحب کی نعتیہ شاعری پر مضامین:

شمارہ-۲ (۶) اقبال سہیل اور موج کوثر: نام محمد کا شعری وظیفہ: پروفیسر مولا بخش (علی گڑھ)

شمارہ-۳ (۷) اقبالؔ سہیل کی نعت و منقبت نگاری (ایک مطالعہ) ڈاکٹر عبداللہ امتیاز احمد (بمبئی)

شمارہ-۴ (۸) موج کوثر کا قرآنی تجزیہ: پروفیسر ابوسفیان اصلاحی (علی گڑھ)

مظفر وارثی صاحب کے حمدیہ اور نعتیہ مجموعوں پر مضامین:

شمارہ-۱ (۹) مظفر وارثی کا حمدیہ آہنگ: ڈاکٹر عزیز احسن (کراچی)

(۱۰) میلاد اکبر ایک مطالعہ: ڈاکٹر نذیر فتح پوری (پونہ)

شمارہ-۲ (۱۱) میلاد نامہ اکبر وارثی میرٹھی (کچھ مزید): ڈاکٹر صابر سنبھلی

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کی نعتیہ شاعری پر مضامین:

شمارہ-۵ (۱۲) حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شعر اقبال: پروفیسر عبدالحق (دہلی)

(۱۳) حجرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بلبل ہندی: (ایک بازیافت: کلیات اقبال سے) قمر الزماں صدیقی (گوالیار۔ایم۔پی)

ڈاکٹر صغریٰ عالم صاحبہ کے 'مجموعہ نعت 'محراب دعا'' پر مضامین:

شمارہ-۱ (۱۴) ڈاکٹر صغریٰ عالم ایک خوش فکر نعت گو شاعرہ: فیروز احمد سیفی (نیویارک)

شمارہ-۳ (۱۵) صغریٰ عالم کی نعتیہ شاعری (محراب دعا کے حوالے سے) صبیحہ تحسین (گلبرگہ)

حضرت سید نور الحسن نورؔ نوابی صاحب قبلہ کے نعتیہ مجموعوں پر مضامین:

(۱۶) حضرت سید نور الحسن نورؔ دامت برکاتہ کی نعتیہ شاعری پر چند سطور: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری (فتح پور)

شمارہ-۴ (۱۷) ثنا کی نکہتیں، ذہنی و فکری مطالعہ: فاروق جائسی (کانپور)

(۲) وہ مضامین جن میں کسی ایک شاعر کے حمدیہ و نعتیہ دیوان اور مجموعے پر یا اس کی شاعری پر تعارف و تنقید کے حوالے سے صرف ایک مضمون شائع کیا گیا ہے۔ ان مضامین کی تعداد پینتیس (۳۵) ہے جن کے نام یہ ہیں:

شمارہ-۱ (۱) عصر حاضر کے بلند قامت غیر مسلم نعت گو شاعر حضرت کرشن کمار طورؔ: ڈاکٹر فہیم احمد صدیقی (ناندیڑ)

(۲) لسان الحسان طاہرؔ سلطانی کے نعتیہ کلام ''نعت روشنی'' کا تنقیدی مطالعہ: محسن اعظم محسنؔ ملیح آبادی (کراچی)

(۳) مقبول بارگاہ رسالت نعت گو شاعر حضرت رؤف امروہوی: ڈاکٹر صابر سنبھلی

(۴) مولانا سعید اعجازؔ کامٹوی کے رخ حیات کی جھلکیاں اور سعادت افروز نعتیہ و سلامیہ شاعری: ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی (مالیگاؤں)

(۵) مولانا فروغ اعظمی اور ان کی نعتیہ شاعری (مولانا نورالہدیٰ مصباحی۔بی۔اے)

(۶) نثار کریمی ایک قادرالکلام شاعر (مولانا وصال احمد اعظمی)

شمارہ-۲ (۷) نظرؔ لکھنوی ایک گم نام، قادرالکلام نعت گو: ڈاکٹر عزیز احسن کراچی

(۸) چندر بھان خیالؔ کی طویل نظم ''لولاک'' کے حوالے سے: شارق عدیل (مارہرہ)

(۹) ''بہشت تضامین'' پر ایک طائرانہ نظر: ڈاکٹر عزیز احسن (کراچی)

(۱۰) اردو نعتیہ شاعری میں حضرت شائق حیدرآبادی کا مقام: پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر (گلبرگہ)

(۱۱) ''شمع ہدیٰ'' پر ایک نظر: ڈاکٹر آفاق عالم صدیقی (شیموگہ)

(۱۲) مولانا یوسف علی خاں عزیزؔ بحیثیت نعت گو: ڈاکٹر تسلیم (جے پور)

(۱۳) طوطی دکن تہنیت النساء بیگم تہنیتؔ کی ادبی خدمات و نعت گوئی: ڈاکٹر علی باز ہر ہما (حیدرآباد)

(۱۴) علیم صباؔ نویدی کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر جعفر جری (کریم نگر)

(۱۵) افسرؔ امروہوی اور ان کی نعت گوئی: ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی (علی گڑھ)

(۱۶) مضطرؔ اعظمی کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی

شمارہ-۳ (۱۷) حضرت آسی کی نعتیہ شاعری: پروفیسر فاروق احمد صدیقی (مظفر پور)

(۱۸) سید وحید اشرف ''تجلیات کے آئینہ میں''، علیم صبا نویدی (چنئی)

(۱۹) ارشدؔ مینا نگری اور ان کی نعت گوئی: ڈاکٹر شمیم احمد صدیقی (لکھنؤ)

(۲۰) "طلع البدر علینا" عقیدت ومحبت کا خزینہ: فراغ روہوی (کلکتہ)
(۲۱) حضرت سراج المشائخ شخصیت اور نعتیہ کلام کا فکری وفنی جائزہ: پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر (گلبرگہ)
(۲۲) حضرت سرور مرزائی صوفی منش نعت گو: ڈاکٹر منظور احمد دکنی (گلبرگہ)
(۲۳) امان خاں دلؔ کی نعتیہ شاعری میں تخلیقی تمازت: پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی (بھاگل پور)
(۲۴) عشق، نعت اور حسن رضا بریلوی: ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری (برہان پور)
(۲۵) ایک چراغ اور جلا تجلہ درویشی میں: ڈاکٹر فراز حامدی (جے پور)
(۲۶) مرغوبؔ ترچناپلوی۔ دکن کے ایک گم نام نعت گو شاعر: فیروز احمد سیفی (نیویارک)
(۲۷) تلک راج پارسؔ شخصیت اور نعت گوئی: شبیر شاہد (ساہیوال۔ پاکستان)
(۲۸) حسن رضا اطہر کا نعتیہ کلام (ایک مطالعہ): ڈاکٹر مجیب شہزر (علی گڑھ)
(۲۹) حضرت فیاضؔ ٹانڈوی کی حمدیہ شاعری کا ایک سرسری مطالعہ: ڈاکٹر رضوان انصاری (سیتاپور)
شمارہ-۴ (۳۰) ذکر حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جمالیات قرآن ولیؔ کے حوالے سے: پوروفیسر عبدالحق (دہلی)
(۳۱) فنافی النعت حضرت مغموم مدراسی: ڈاکٹر راہی فدائی (بنگلور)
(۳۲) علامہ اخترؔ رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کے اردو نعتیہ کلام میں محاروں کا استعمال: محمد کاشف رضا شادؔ مصباحی (گلبرگہ)
(۳۳) نعتیہ مجموعہ ''وسیلہ نجات'' ایک مطالعہ: ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم (نئی دہلی)
(۳۴) منیرؔ خاں اعظمی کی شعری خصوصیات (کوثر وزمزم کے حوالے سے): محمد عامل بدایونی (علی گڑھ)
شمارہ-۵ (۳۵) حفیظ جالندھری اور شاہنامہ اسلام: علامہ اقبال اعظمی (مئو)

(۳) وہ مضامین جو صرف کسی ایک نعتیہ غزل یا قصیدے کے تعارف وتنقید پر مشتمل ہیں۔ اس طرح کے دو (۲) مضامین ہیں۔ پہلا مضمون شمارہ-۲ میں پروفیسر فاروق احمد صدیقی صاحب کا ہے جو جناب راشد طرازؔ صاحب کے غزل کے مجموعہ ''جہاں تک روشنی ہوگی'' کی دوسری غزل کے تعارف پر ہے۔ جب کہ دوسرا مضمون شمارہ-۳ میں ڈاکٹر سید یحیٰ نشیط صاحب کا ہے جو جناب محسنؔ کاکوروی کے قصیدہ ''مدیح خیر المرسلین'' کی ہندوی اصطلاحات کے تعارف پر مشتمل ہے۔

اسی طرح کل ملا کر (۵۴) مضامین ہو جاتے ہیں جن میں ۴۲؍ مجموعوں اور ایک نعتیہ غزل اور ایک قصیدے کا تعارفی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

عربی

عربی زبان میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے پانچ (۵) مضامین شائع ہوئے ہیں۔ جن میں ابتدائی دو مضمون شمارہ۔۲ میں شامل ہیں۔ایک ''سیرت ابن ہشام کے کچھ سیرتی مباحث اشعار کی روشنی میں'' پروفیسر ابوسفیان اصلاحی علی گڑھ کا ہے۔ اور دوسرا مضمون علی گڑھ کے ہی ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی صاحب کا ہے جو حضرت حسان بن ثابت کے دیوان قافیۃ الدال کے ساتویں قصیدے کا اردو منظوم ترجمہ ہے۔ شمارہ۔۳ میں تیسرا مضمون پروفیسر اصلاحی صاحب کا عربی شاعر ہاشم رفاعی (۱۹۳۶ء۔ ۱۹۵۹ء) کے دیوان ''دیوان ہاشم الرفاعی'' میں موجود ان کے آٹھ نعتیہ قصائد کے تعارف وتنقید پر بعنوان ''ہاشم رفاعی کی نعتیہ شاعری'' مشتمل ہے۔ جب کہ چوتھے اور پانچویں دونوں مضامین شمارہ۔۴ میں شامل ہیں۔ ان میں پہلا مضمون اصلاحی صاحب کا ہی ہے جو بعنوان ''امام بوصیری کی نعتیہ شاعری (دو قصیدوں کی روشنی میں)'' مشتمل ہے۔ دوسرا مضمون حضرت علامہ اقبال اعظمی صاحب کا حضرت ازہری میاں صاحب کے عربی نعتیہ مجموعہ ''نغمات اختر'' پر ''علامہ اختر رضا بریلوی کا عربی کلام عروضی اور فنی محاسن کے تناظر میں'' کے نام سے ہے۔

فارسی

فارسی زبان میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے دو (۲) مضامین شائع ہوئے ہیں۔ جن میں پہلا مضمون شمارہ۔۲ میں ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری صاحب کا ''فارسی ادب کا اولین قدآور نعت گو شاعر'' ہے۔ اس مضمون میں فارسی زبان میں فردوسی کو ضمنی نعت گو شاعر مان کر سلجوقی دور کے شاعر حکیم سنائی کو پہلا باضابطہ نعت گو شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ان کے کلیات ''کلیات سنائی'' نیز مثنوی ''حدیقۃ الحدیقہ'' کے باب دوم سے نعتیہ اشعار تحریر کیے گئے ہیں۔ شمارہ۔۴ میں دوسرا مضمون ڈاکٹر محمد مختار عالم صابری صاحب علی گڑھ کا ہے جس میں بیسویں صدی کے ہندوستانی فارسی نعتیہ شاعر مولانا سید غیاث الدین حسن چشتی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری کا بعنوان ''مولانا سید غیاث الدین حسن چشتی کی فارسی نعتیہ شاعری کا ایک اجمالی جائزہ'' تحریر کیا گیا ہے۔

مراٹھی

مراٹھی زبان کے ایک ہی نعت پر دو (۲) مضامین تحریر کئے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

شمارہ۔۲ (۱) سریش بھٹ کی مراٹھی نعت کا تجزیہ: ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (مہاراشٹرا)

شمارہ۔۴ (۲) مراٹھی نعت: پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد اللہ

اودھی

اودھی میں جناب مائل خیرآبادی صاحب کی صرف ایک رجزیہ نظم جناب ابن فرید صاحب رامپور کے مختصر نوٹ کے ساتھ بعنوان ''اودھی میں ایک نیا رجزیہ'' شامل اشاعت ہے۔

انگریزی

انگریزی زبان کے ہندوستانی نعت گو شاعر جناب خان حسنین عاقبؔ صاحب کی شاعری کے تعارف پر ایک مضمون شمارہ۔۳ میں ڈاکٹر ناصرالدین انصارؔ امراوتی کا بعنوان ''انگریزی ادب کو پروفیم '(نعتوں) کا تحفہ دینے والے شاعر: خان حسنین عاقبؔ'' شامل اشاعت ہے۔

نتیجتاً عرض ہے کہ قسم سوم کے کل مضامین کی تعداد (۶۵) ہو جاتی ہے جن میں اردو کے ۵۴، عربی کے ۵، فارسی اور مراٹھی کے دو دو اور اودھی اور انگریزی کا ایک ایک مضمون شامل ہے۔

قسم چہارم

وہ مضامین جن کا تعلق نعت گو شعرا کے تعارف کے حوالے سے ہے۔ ان مضامین میں چار طرح کے نعت گو شعرا کا تعارف کرایا گیا ہے:

(۱) ہندوستانی نعت گو شعراء (۲) غیر ہندوستانی نعت گو شعراء

(۳) غیر مسلم نعت گو شعراء (۴) خواتین نعت گو شاعرات

(۱) ہندوستانی نعت گو شعراء

اب تک وطن عزیز کے صرف تین صوبوں اتر پردیش، مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر کے کل ۲۳؍ مقامات کا کچھ تفصیلاً اور دو صوبوں اڑیسہ اور راجستھان کے نعت گو شعرا کا اجمالی طور پر تعارف شائع ہو چکا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلا صوبہ اتر پردیش ہے۔ اس کے سات مقامات کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے نام اور شعرا کی تعداد یہ ہے:

(۱) قصبہ گھوسی ضلع مئو	۱۵	(۲) شاہجہاں پور۔۲	۷
(۳) فتح پور	۲۵	(۴) بستی	۱۰
(۵) قصبہ خیرآباد ضلع سیتاپور	۱۱	(۶) کانپور	۱۲
(۷) سیتاپور	۷	کل:	۸۷

شاہجہاں پور کے حوالے سے دو مضامین شائع ہوئے ہیں۔جن میں پہلا حضرت الحاج سید مفیض الدین قادری (شاہجہاں پور) کا ''خانوادہ قادری کے اکابرین کی نعتیہ شاعری'' کے موضوع پر ہے۔اور دوسرا جناب فہیم بسملؔ (شاہجہاں پور) کا ''شاہ جہاں پور کے چار معتبر نعت گو شعرا'' کے موضوع پر ہے۔ان دونوں مضامین کو ۲؍نمبر میں الف اور ب کے تحت شمار کیا ہے۔نیز ان دونوں مضامین میں چار چار شعرا کا ذکر ہے۔مگر چوں کہ ایک شاعر جناب سید محمد ظہیر الدین کوثرؔ قادری کا دونوں مضامین میں تعارف ہے اسی لیے ان کو ایک شمار کیا ہے۔اس طرح شاہجہاں پور کے شعرا آٹھ کی جگہ سات ہو جاتے ہیں۔

دوسرے صوبے مدھیہ پردیش کے جن تین مقامات کا ذکر ہوا ہے۔ان کے نام اور شعرا کی تعداد یہ ہے:

(۱) گوالیار	۲۵	(۲) برہان پور	۲۷
(۳) جاورہ (گلشن آباد)	۲۸	کل:	۸۰

تیسرے صوبے مہاراشٹر کے جن دو علاقوں کا ذکر ہوا ہے۔ان کے نام یہ ہیں:

(۱) علاقہ ودربھ	۳۷	(۲) علاقہ خاندیش	۷۲	کل: ۱۰۹

ان میں اول الذکر علاقے کے دو حصے ہیں: پہلا۔مغربی حصہ ہے جو ''برار'' کہلاتا ہے۔یہ پانچ اضلاع پر مشتمل ہے۔دوسرا۔مشرقی حصہ ہے جو ''گونڈوانہ'' کہلاتا ہے۔یہ بھی پانچ اضلاع پر مشتمل ہے۔

ثانی الذکر علاقہ خاندیش موجودہ وقت میں تین اضلاع پر مشتمل ہے: (۱) جلگاؤں (۲) دھولیہ (۳) نندوربار

اس طرح صوبہ مہاراشٹر کے ۳۶؍اضلاع میں سے ۱۳؍اضلاع کے نعت گو شعرا کا تعارف شائع ہو چکا ہے۔

اڑیسہ اور راجستھان دونوں صوبوں میں سے پہلے صوبے کے ۱۲؍نعت گو شعرا کا تعارف شائع ہو چکا ہے۔اور دوسرے صوبے راجستھان کے سات شہروں (جے پور، بیکانیر، ٹونک، اجمیر، جھلاواڑ، کوٹہ، فتح پور شیخاواٹی، ضلع سیکر) کے کل اکتیس (۳۱) شعرا کا تعارف شائع ہوا ہے۔

اس طرح اب تک وطن عزیز ہندوستان کے خالص نعت گو شعرا یا دیگر اصناف کے ساتھ نعتیہ اشعار کہنے والے کل شعرا کی تعداد (۳۱۹) ہو جاتی ہے۔

اب یہاں صوبائی ترتیب کے لحاظ سے مذکورہ بالا اجمال کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے:

اتر پردیش

شمارہ-۱ (۱) علمائے گھوسی کی نعت نگاری۔ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی (گھوسی، اعظم گڑھ)

اس عنوان سے شبہ ہوتا ہے کہ مضمون میں گھوسی کے تمام مکاتب فکر کے نعت گو علما کی نعتیہ شاعری کا تعارف ہوگا۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں صرف اہل سنت کے نعت گو علما کی نعتیہ شاعری کا ذکر ہے۔ بہر حال مضمون کے آغاز میں ڈاکٹر صاحب نے گھوسی کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرنے کے بعد یہاں کے ۳۷ رنعت گو علما کے نام مع تخلص تحریر کئے ہیں۔اس کے بعد پندرہ (۱۵) نعت گو علما اور ان کی شاعری کا مختصر تعارف تحریر کیا ہے۔ یہاں انہیں نعت گو علما کے نام مع تخلص تحریر کیے جا رہے ہیں۔

(۱) شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اویسؔ برکاتی (۱۹۰۲ء-۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء)
(۲) علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمیؔ (۱۳۳۳ھ-۱۴۰۶ھ)
(۳) علامہ عبدالمصطفیٰ ماجدؔ ازہری (۱۳۳۴ھ-۱۹۸۹ء)
(۴) مولانا قاری محمد عثمانؔ اعظمی (۱۹۱۸ء-۱۹۹۵ء)
(۵) مولانا محمد رمضان مسلمؔ (۱۹۱۷ء-۱۳۹۰ھ)
(۶) مولانا غلام ربانی فائقؔ اعظمی (۱۹۳۶ء)
(۷) مولانا اکرام الحق اکرامؔ نقشبندی (۱۳۳۷ھ-۱۴۳۰ھ)
(۸) علامہ بدرالقادری بدرؔ ہالینڈ (۱۹۵۰ء بقید حیات)
(۹) مولانا ڈاکٹر شکیل احمد شکیلؔ اعظمی (۱۹۴۲ء بقید حیات)
(۱۰) مولانا سیف الدین سیفؔ انصاری (۱۹۴۷ء بقید حیات)
(۱۱) مولانا فداءالمصطفیٰ فداؔ قادری (۱۹۴۷ء بقید حیات)
(۱۲) مولانا فروغ احمد فروغؔ اعظمی (۱۹۶۲ء بقید حیات)
(۱۳) مولانا مظفرالدین سحرؔ اعظمی (۱۹۵۵ء بقید حیات)
(۱۴) مولانا وصال احمد وصالؔ اعظمی (۱۹۷۱ء بقید حیات)
(۱۵) ڈاکٹر شکیل احمد شکیلؔ اعظمی مضمون نگار (۱۹۷۶ء بقید حیات)

شمارہ-۲ (۲-الف) خانوادہ قادری کے اکابرین کی نعتیہ شاعری۔حضرت الحاج سید مفیض الدین قادری (شاہجہاں پور)

اس مضمون میں سید صاحب نے خانوادہ قادری کا تعارف کرانے کے بعد اس خانوادہ کی ایک عظیم شخصیت خلیفہ تاجدار اہل سنت، صدر جمہوریہ اعزاز یافتہ حضرت مولانا پنڈت بشیر الدین قادری علیہ الرحمہ سے قارئین کو روبرو کرایا۔ اس کے بعد حضرت کے درج ذیل صاحبزادگان اور ان کی نعتیہ شاعری کا تعارف کرایا ہے۔ ان میں سے ایک صاحبزادے [۲] کے نعتیہ مجموعہ کا نام اور سن بھی تحریر کی ہے۔

(۱) جناب سید محمد استخار الدین یعقوبؔ قادری

(۲) جناب سید محمد ظہیر الدین کوثرؔ قادری ''آبشار نور'' (وفات: ۲۰۰۸)

(۳) جناب سید محمد معز الدین قادری (وفات: ۲۰۰۸ء)

(۴) جناب سید محمد ظفر الدین ظفرؔ قادری (وفات: ۲۰۰۹ء)

شمارہ۔۳ (۲۔ب) شاہ جہاں پور کے چار معتبر نعت گو شعرا۔ جناب فہیم بسملؔ (شاہجہاں پور)

جناب فہیم بسملؔ صاحب نے سب سے پہلے مضمون کے آغاز میں نعت کے معنی بیان کئے ہیں۔ پھر نعت گوئی کا آغاز عہد نبوی سے مان کر عربی، فارسی اور اردو کے نمایاں اور اہم نعت گو شعرا کے نام تحریر کئے ہیں۔ ساتھ ہی نعت کے حوالے سے اہل علم وفن حضرات کی آرا نقل کرنے کے بعد ہندوستان میں نعتیہ شاعری کا آغاز آٹھویں صدی ہجری سے تسلیم کیا ہے۔ اور سب سے پہلا ہندوستانی عربی نعت گو شاعر حضرت قاضی مقتدر شریحی کندی ثم دہلوی کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے بعد شاہ جہاں پور کا مختصر تعارف تحریر کرنے کے ضمن میں یہاں کے اردو زبان کے نامور ادبا اور شعرا کے نام تحریر کئے ہیں۔ پھر اپنی معلومات کے مطابق ۱۳؍ایسے نعت گو شعرا کے نام تحریر کئے ہیں جن کے حمدیہ ونعتیہ مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ شعرا اور ان کے مجموعوں کے نام مع سن درج ذیل ہیں جو کل ۱۷؍مجموعے ہوجاتے ہیں۔

(۱) حضرت شبنمؔ رومانی ''حرف نسبت'' ۱۹۸۴ء

(۲) نظیر شاہ جہاں پوری ''ارم درارم'' ۱۹۹۲ء اور ''فردوس تمنا'' ۱۹۹۶ء

(۳) حنیفؔ اسعدی ''ذکر خیرالانام'' اور ''آپ''

(۴) خیالؔ مینائی ''سرور کائنات'' ۱۹۵۴ء اور ''نور کی ندیاں رواں'' ۱۹۸۷ء

(۵) رباب رشیدی ''الف میم'' ۲۰۰۵ء اور ''آنسو بولتے ہیں'' ۲۰۱۲ء

(۶) سید احمد سحرؔ ''بیاض حمد وثنا'' ۲۰۰۵ء

(۷) قیصرؔ شکیلی ''وسیلہ'' ۲۰۰۸ء

(۸) سید محمد ظہیر الدین کوثرؔ قادری ''آبشار نور ۲۰۰۵ء''

(۹) شفیق طاہری کٹروی ''نور کی لہریں جاری ہیں ۲۰۰۵ء/آئینۂ نور ۲۰۱۳ء

(۱۰) مختار تلہری ''پرتو نور ۲۰۰۳ء''

(۱۱) نسیم شاہجہاں پوری ''المدد یا نبی''

(۱۲) ساغر وارثی ''نغمہ ونور ۲۰۱۵ء''

(۱۳) مضمون نگار فہیم بسمل ''سلسلے عقیدت کے ۲۰۰۹ء''

آخر میں ان تیرہ شعرا میں سے صرف درج ذیل چار (۴) شعرا اور ان کی حمدیہ ونعتیہ شاعری پر گفتگو کی ہے:

(۱) جناب حنیف اسعدی ''ذکر خیرالانام'' اور ''آپ''

(۲) جناب خیال بینائی ''سرور کائنات'' ۱۹۵۴ء اور ''نور کی ندیاں رواں'' ۱۹۸۷ء

(۳) جناب نظیر شاہ جہاں پوری ''ارم درارم'' ۱۹۹۲ء اور ''فردوس تمنا'' ۱۹۹۶ء

(۴) جناب سید محمد ظہیر الدین کوثر قادری ''آبشار نور ۲۰۰۵ء''

شمارہ-۳ (۳) نعت اور فتح پور کے شعرائے نعت۔ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (فتح پور)

مضمون نگار اردو حمدیہ ونعتیہ شاعری کے عظیم محقق ہیں۔اس مضمون میں نعت کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حدیث کی مشہور کتاب ''مشکوۃ المصابیح'' کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اپنی تعریف و توصیف کے لیے ''نعت'' کا لفظ سب سے پہلے خود استعمال فرمایا ہے۔مثنوی ''چنداین'' کے تخلیق کار، حضرت شیخ العالم کے جد امجد حضرت ملا داؤد ڈلمئی کو فتح پور کا اولین نعت گو شاعر تسلیم کیا ہے۔ساتھ ہی فتح پور کے نعتیہ شعرا کے حوالے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ عہد ملا داؤد سے عہد حالی تک کے فتح پور کے نعت گو شعرا پردہ خفا میں ہیں۔اس کے بعد درج ذیل پچیس (۲۵) شعرا کا تعارف اور ان کا نعتیہ کلام بطور نمونہ تحریر کیا ہے۔اور ان میں سات شعرا [۱،۲،۳،۴،۵،۱۵،۱۹] کے سات نعتیہ دیوان اور مجموعوں کے نام بھی تحریر کئے ہیں۔

(۱) جناب وحید ہسوی ''دیوان وحید''

(۲) جناب ابرار عالم ''نعتیہ دیوان''

(۳) مولوی عبدالرحیم رحیما ''مولود شریف'' ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۵ء

(۴) حافظ محمد تجمل حسین تجلی ''گلدستہ تجلی'' ۱۸۹۱ء

(۵) جناب نیاز احمد شمیم فتح پوری (۱۹۰۶ء-۱۹۸۶ء) ''جنبش قلم''۱۹۷۶ء

(۶) جناب نواب حسین سفیر فتح پوری (وفات:۱۹۶۰ء)

(۷) سید نواب علی گوہر

(۸) جناب وحید الدین خاں صاحب متین (۱۹۲۱ء- ۲۰۱۴ء)

(۹) جناب سید محمد طاہر طاہر فتح پوری (۱۹۲۸ء -۲۰۱۱ء)

(۱۰) جناب غلام مرتضی راہی (ولادت:۱۹۳۷ء)

(۱۱) سید سعید الحسن حباب ہاشمی (۱۹۳۶ء-۲۰۱۷ء)

(۱۲) جناب ظفر اقبال ظفر (۱۹۴۰ء بقید حیات)

(۱۳) جناب شمس الحق قمر صدیقی (۱۹۴۵ء بقید حیات)

(۱۴) مضمون نگار ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد (۱۹۴۱ء بقید حیات)

(۱۵) علامہ شارق ایرایانی ''نور علی نور'' (وفات ۱۹۸۶ء)

(۱۶) جناب اختر علی شاہی (۱۹۵۱ء بقید حیات)

(۱۷) ڈاکٹر محمد ابوالمظفر مظفر حنفی (۱۹۳۶ء بقید حیات)

(۱۸) جناب عبدالجلیل جلیل فتح پوری (وفات:۱۹۸۹ء)

(۱۹) جناب عبدالرزاق شاعر فتح پوری ''صہبائے حقیقت'' (۱۹۳۶ء بقید حیات)

(۲۰) جناب پرویز حنفی

(۲۱) ڈاکٹر وارث انصاری (۱۹۷۸ء بقید حیات)

(۲۲) جناب کنور محمد فاروق خاں (۱۹۴۰ء بقید حیات)

(۲۳) جناب سہیل احمد سہیل (۱۹۶۶ء بقید حیات)

(۲۴) جناب ایم۔ آئی۔ طارق ایرایانی (۱۹۵۰ء-۲۰۰۶ء)

(۲۵) مبین الحق حسن عزیز (۱۹۴۹ء بقید حیات)

شمارہ-۳ (۴) ضلع بستی کے چند نعت گو شعرا۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری (مدیر)

آپ نے اس میں ضلع بستی کا محل وقوع تحریر کرنے کے بعد وہاں کے درج ذیل دس (۱۰) نعت گو شعرا کا تعارف اور ان کا نعتیہ کلام بطور نمونہ تحریر کیا ہے۔ ان میں پانچ شعرا [۳،۴،۵،۶،۷] کے پندرہ (۱۵) نعتیہ مجموعوں کے نام بھی تحریر کئے ہیں:

(۱) جناب افتخار علی عزیزؔ (۱۹۱۱ء-۱۹۸۷ء)

(۲) ڈاکٹر محمد اختر علی صدیقی اخترؔ بستوی (۱۹۳۸ء-۱۹۹۸ء)

(۳) حضرت علامہ محمد اسلم اسلمؔ بستوی ''شعور جمال ۱۹۸۰ء/ جمال نور ۱۹۸۳ء'' (۱۹۴۶ء-۲۰۰۶ء)

(۴) حضرت علامہ محمد صابر علی صابر القادری نسیمؔ بستوی ''نسیم طیبہ/ گلدستہ فردوس/ انوار حرم/ تجلیات مدینہ وغیرہ'' (۱۹۳۵ء-۲۰۰۳ء)

(۵) حضرت علامہ محمد قمر الحسن قمرؔ بستوی "**یاایھا المزمل / یا ایھا المدثر / یاایھا الرسول**" (۱۹۵۵ء بقید حیات)

(۶) جناب محمد علی صدیق شیداؔ بستوی ''الصلوۃ والسلام ۲۰۰۲ء/ وہی اول وہی آخر ۲۰۱۶ء'' (۱۹۳۸ء بقید حیات)

(۷) مولانا مجیب اللہ بستوی ''ارمغان حرم/ ضیاء حرم/ ضیاے مدینہ/ تجلیات حرم'' (۱۹۴۴ء بقید حیات)

(۸) مولانا عتیق الرحمٰن عتیق اثرؔ (۱۹۵۲ء بقید حیات)

(۹) ڈاکٹر معین الاسلام صوفیؔ بستوی (۱۹۵۶ء بقید حیات)

(۱۰) مولانا محمد طاہر القادری کلیمؔ فیضی (۱۳۹۰ھ بقید حیات)

شمارہ۔۴ (۵) خیر آباد کے چند نعت گو شعرا۔ڈاکٹر رضوان انصاری امجدی (سیتا پور)

ڈاکٹر صاحب نے مضمون کے آغاز میں خیر آباد ضلع سیتا پور کی ادبی تاریخ کا مختصر تعارف کرایا ہے۔اس کے بعد گیارہ (۱۱) شعرا کا تعارف اور ان کا نعتیہ کلام بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ان گیارہ شعرا میں اول الذکر شاعر کو چھوڑ کر بقیہ دس (۱۰) شعرا خیر آباد کے موجودہ شعرا کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں۔ایک شاعر [۳] کے ایک نعتیہ دیوان کا نام بھی تحریر ہے۔

(۱) جناب ثابتؔ خیر آبادی (۱۹۱۴ء-۱۹۹۰ء)

(۲) جناب ساجدؔ خیر آبادی (۱۹۵۶ء بقید حیات)

(۳) جناب سعید الحسن خاں گہرؔ خیر آبادی ''جمال لازوال'' (۱۹۵۳ء بقید حیات)

(۴) مفتی محمد الیاس تائبؔ خیر آبادی (۱۹۷۲ء بقید حیات)

(۵) جناب گلشنؔ خیر آبادی (۱۹۶۴ء بقید حیات)

(۶) جناب حافظ مسعود محمودؔ آبادی (۱۹۸۳ء بقید حیات)

(۷) جناب نفیسؔ خیرآبادی (۱۹۷۵ء بقیدِ حیات)

(۸) جناب محبوب خیرآبادی (۱۹۴۹ء بقیدِ حیات)

(۹) جناب ضیاءالدین ضیاؔء انصاری (۱۹۶۸ء بقیدِ حیات)

(۱۰) جناب شفاعت علی شفاعتؔ خیرآبادی

(۱۱) جناب قاری محمد اعظم اعظمؔ جہاں گیرآبادی ثم خیرآبادی (۱۹۷۵ء بقیدِ حیات)

شمارہ۔۵ (۶) کانپور کے چند نعت گو شعرا کا تذکرہ (افکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں)

فاروق احمد جائسی (کانپور)

فاروق جائسی صاحب نے اپنے مضمون میں کانپور کے عہد ماضی سے عہد حاضر تک کے چوبیس (۲۴) شعرا کے نام تحریر کرنے کے بعد ان میں سے ان گیارہ (۱۱) شعرا کے نام بھی تحریر کئے ہیں جن کے نعتیہ مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) علامہ کوثرؔ جائسی ''مشرقِ ایمان''

(۲) علامہ حق بنارسی ''معراجِ آگہی''

(۲) ساحر ہاشمی ادیب ''ذکر ہادی وہدایت''

(۴) طیش صدیقی ''میلادِ طیش/نورانی اسلام نامہ/گلہائے عقیدت (تضامین بر نعوت فاضل بریلوی)

(۵) مولانا محمد قاسمؔ حبیبی ''آبشارِ مدحت/ والنجم/ المصطفیٰ''

(۶) جناب عبدالرزاق خان شاعرؔ فتح پوری ''صہبائے حقیقت''

(۷) جناب غلام اسماعیل یاورؔ وارثی ''برگِ ثنا ۱۹۹۸ء/ وجدان ۲۰۱۱ء/محراب ۲۰۱۶ء/سحاب نور ۲۰۱۷ء/انوارِ حرا''

(۸) جناب الحاج نصیر احمد نصیر دانؔ ''اقرا، ۲۰۱۱ء''

(۹) جناب علی محمد داغؔ نیازی ''مدینے کا چاند''

(۱۰) کلیم دانش ''طائرِ عقیدت''

(۱۱) جناب ارشاد علی ارشاؔد انصاری ''چراغِ حرم''

اس کے بعد شمارے کے ''گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' سے مخصوص ہونے کی وجہ سے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اس مضمون میں صرف ان شعرا کا تعارف اور نعتیہ اشعار تحریر ہیں جنھوں نے وافر مقدار میں مدینہ منورہ کے حوالے سے اشعار کہے ہیں۔ ساتھ ہی مدینہ منورہ کی تعریف و

توصیف کے سلسلے میں بھی کچھ گفتگو کی ہے۔اس کے بعد عہد حاضر کے بارہ (۱۲) شعرا کا تعارف اور ان کے نعتیہ اشعار بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔جن میں چھ شعرا [۱،۲،۳،۴،۶،۸] کے تیرہ (۱۳) نعتیہ مجموعوں کے نام بھی ہیں۔

(۱) جناب غلام اسماعیل یاؔور وارثی ''برگ ثنا ۱۹۹۸ء/ وجدان ۲۰۱۱ء/محراب ۲۰۱۶ء/سحاب نور ۲۰۱۷'' (بقید حیات)
(۲) حضرت مولانا محمد قاسؔم حبیبی '' آبشار مدحت/ والنجم/ المصطفیٰ'' (۱۹۶۳ء بقید حیات)
(۳) حضرت مولانا محمد میکائیل ضیاؔئی ''مدح وثنا/ شاخ طوبیٰ'' (۱۹۶۰ء بقید حیات)
(۴) جناب عبدالرزاق خان شاؔعر فتح پوری ''صہبائے حقیقت/نقش محبت'' (۱۹۳۶ء بقید حیات)
(۵) حضرت سید ابوالحسنات حقّیؔ (۱۹۳۷ء بقید حیات)
(۶) جناب علی محمد داؔغ نیازی ''مدینے کا چاند'' (۱۹۵۴ء بقید حیات)
(۷) مضمون نگار جناب فاروق احمد فاروؔق جائسی (۱۹۵۲ء بقید حیات)
(۸) جناب الحاج نصیر احمد نصیر داؔن ''اقرا، ۲۰۱۱ء'' (۱۹۴۹ء بقید حیات)
(۹) جناب سید وسیم الحسن وسیؔم ہاشمی (۱۹۵۲ء بقید حیات)
(۱۰) جناب ارشاد علی ارشاؔد انصاری (۱۹۶۱ء بقید حیات)
(۱۱) جناب حافظ ظہیر احمد ظہیؔر (۱۹۵۴ء بقید حیات)
(۱۲) جناب محمد آصف خان آصفؔ (۱۹۶۷ء بقید حیات)

شمارہ۔۵ (۷) آزادی کے بعد ضلع سیتاپور کے نعت گو شعرا کے کلام میں شہر رسول کا ذکر اور اس کی معنویت۔ڈاکٹر رضوان انصاری امجدی (سیتاپور)

ڈاکٹر صاحب کا پہلا مضمون سیتاپور کے ایک معروف ومشہور قصبہ خیر آباد کے نعت گو شعرا کے تعارف پر مشتمل تھا۔اب ان کا یہ دوسرا مضمون ہے جو ضلع سیتاپور کے نعت گو شعرا کے تعارف پر مشتمل ہے۔اس میں انہوں نے مضمون کی مناسبت سے شہر رسول ''مدینہ منورہ'' کی تعارف میں فاضل بریلوی کے جذبات کا حوالہ دیتے ہوئے آزادی کے بعد کے ضلع سیتاپور کے نعت گو شعرا کے مدینہ منورہ کے حوالے سے کہے گئے اشعار پیش کئے ہیں۔ساتھ ہی ان کا جائزہ لینے کی بھی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں سات شعرا کا تعارف اور ان کے نعتیہ اشعار بطور مثال قلمبند کئے ہیں۔ان شعرا میں اول الذکر دو شعرا کو چھوڑ کر باقی پانچ کا تعلق عہد حاضر سے ہے۔نیز مؤخر الذکر شاعر کو چھوڑ کر بقیہ چھ شعرا

کے دس (۱۰) نعتیہ مجموعوں کے نام بھی تحریر ہیں۔

(۱) جناب رجب علی جنبش خیر آبادی ''گل خضرا'' (۱۹۳۰ء-۱۹۹۹ء)

(۲) جناب ظہور الدین ظہور بسوانی ''حرف تجلی/نور و نکہت'' (۱۹۱۹ء-۱۹۹۸ء)

(۳) جناب سعید الحسن خاں گہر خیر آبادی ''جمال لازوال'' (۱۹۵۳ء بقید حیات)

(۴) جناب ڈاکٹر محمد شفیع شفیع سیتا پوری ''اشک عقیدت/صلی اللہ علیہ وسلم/اجالوں کے شہر سے'' (۱۹۶۳ء بقید حیات)

(۵) جناب مرزا عتیق بیگ شارق لاہر پوری ''بہر سعادت/ردائے عاقبت'' (۱۹۴۹ء بقید حیات)

(۶) جناب حافظ مسعود عالم خاں مسعود محمود آبادی ''طیبہ کے پھول'' (۱۹۸۳ء بقید حیات)

(۷) جناب محبوب خیر آبادی (۱۹۶۹ء بقید حیات)

مدھیہ پردیش

شمارہ-۴ (۱) علاقہ گوالیار میں اردو شعر و ادب اور نعت گوئی کی تاریخ ایک تحقیقی جائزہ۔ ڈاکٹر وسیم افتخار انصاری برہان پوری (گوالیار)

ڈاکٹر صاحب نے ''علاقہ گوالیار'' کا مختصر مگر جامع تعارف تحریر کرنے کے بعد یہاں کے سب سے پہلے نعت گو شاعر کی حیثیت سے سلسلہ چشتیہ کے صوفی بزرگ حضرت سعید الدین خواجہ خانون علیہ الرحمہ کو تحریر کیا ہے۔ پھر یہاں کے نعت گو شعرا کو درج ذیل دو حصوں میں تقسیم کر کے نعت گوئی کی تاریخ کا مطالعہ پیش کیا ہے:

(۱) علاقہ گوالیار میں اردو شعر و ادب اور نعت گوئی کی تاریخ ایک تحقیقی جائزہ: ابتدا سے آزادی تک

(۲) علاقہ گوالیار میں اردو شعر و ادب اور نعت گوئی کی تاریخ ایک تحقیقی جائزہ: ۱۹۴۸ء سے عصر حاضر تک

ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ دونوں قسم کے شعرا کی درجہ بندی کے سلسلے میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ جن شعرا کی عمر آزادی کے وقت چالیس (۴۰) سال تھی انہیں آزادی سے قبل کے شعرا میں شامل کیا ہے اور جن کی عمر چالیس (۴۰) سال سے کم تھی، انہیں آزادی کے بعد کے شعرا میں شامل کیا ہے۔

پہلی قسم میں تقریباً باون (۵۲) شعرا کے نام تحریر کئے ہیں۔ ان میں صرف درج ذیل آٹھ (۸) شعرا کا تعارف اور ان کا کلام بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ جن میں ایک غیر مسلم شاعر [۲] بھی ہیں۔ ساتھ ہی ایک شاعر [۳] ایک حمدیہ و ایک نعتیہ مجموعے کا نام بھی تحریر ہے۔

(۱) غمگین دہلوی

(۲) پنڈت شیوناتھ کول شاکر (۱۸۶۰ء-۱۹۵۰ء)
(۳) مضطر خیر آبادی حمدیہ مجموعہ ''نذرِ خدا'' اور نعتیہ مجموعہ ''میلادِ مصطفیٰ'' (۱۸۶۵ء-۱۹۲۷ء)
(۴) نواب حکیم احمد نقوی (۱۸۷۹ء-۱۹۷۲ء)
(۵) میر عنایت علی حیدری سائل مینائی (۱۸۸۲-۱۹۸۹ء)
(۶) جناب مشتاق حسین ہاشمی (۱۸۹۶ء-۱۹۶۸ء)
(۷) ریاض انصاری (۱۸۹۹ء-۱۹۷۴ء)
(۸) فیاض الدین احمد خاں فیاض گوالیاری (۱۹۰۶ء -۱۹۸۰ء)

دوسری قسم کے ساٹھ (۶۰) شعرا کے نام تحریر کرنے کے بعد صرف سترہ (۱۷) شعرا کا تعارف اور ان کا نعتیہ کلام بطور نمونہ پیش کیا ہے جن میں دو خواتین [۶، ۱۷] ہیں اور ایک غیر مسلم شاعر [۱۵] بھی ہیں۔ ساتھ ہی تین شعرا [۳، ۸، ۱۳] کے پانچ نعتیہ مجموعوں کے نام بھی شامل ہیں۔

(۱) جناب شفا گوالیاری (۱۹۱۴ء -۱۹۶۸ء)
(۲) جناب مظہر حسن خاں مظہر گوالیاری (ولادت: ۱۹۱۵ء)
(۳) جناب عبدالکریم شوق گوالیاری ''گلِ عقیدت'' (۱۹۱۶ء-۱۹۸۳ء)
(۴) جناب سید محمد ساغر زیدی (۱۹۱۹ء -۲۰۰۱ء)
(۵) خواجہ غلام محی الدین ناظر نظامی (۱۹۲۰ء-۱۹۷۷ء)
(۶) محترمہ لئیق بیگم لئیق ناظر (۱۹۲۴ء-۲۰۱۰ء)
(۷) جناب شمشاد احمد خاں نظامی قلم گوالیاری (۱۹۳۴ء -۲۰۱۰ء)
(۸) جناب بشیر گوالیاری ''ثنائے محمد''
(۹) جناب محمد شفیع شکیل گوالیاری (۱۹۳۶ء بقید حیات)
(۱۰) جناب احمد انجم دتیاوی
(۱۱) جناب ڈاکٹر قمر الدین صدیقی برتر قمر گوالیاری (۱۹۳۸ء بقید حیات)
(۱۲) جناب محمد قاسم رسا (۱۹۳۹ء بقید حیات)
(۱۳) جناب عبد القیوم نسیم رفعت گوالیاری ''نذرِ حبیب ۲۰۰۱ء/ فیض وعطا ۲۰۰۹ء/ وادیٔ نور ۲۰۱۷ء'' (۱۹۳۹ء-۲۰۱۹ء)
(۱۴) جناب رفیق عشرت گوالیاری (۱۹۵۸ء بقید حیات)

(۱۵) جناب وجے کمار شری واستو وجے کلیم گوالیاری (۱۹۶۰ء بقیدِ حیات)

(۱۶) جناب فصیح الزماں کاشف گوالیاری (۱۹۶۵ء بقیدِ حیات)

(۱۷) محترمہ رعنا زیبا گوالیاری (۱۹۶۸ء بقیدِ حیات)

شمارہ۔۴(۲) برہان پور میں سلسلہ میر کے نعت گو شعرا ایک تحقیقی جائزہ۔ ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری (گوالیار)

ڈاکٹر صاحبہ نے اپنے مضمون میں سب سے پہلے نعت کے معنی و مفہوم تحریر کرنے کے بعد برہان پور کی سیاسی، سماجی، ثقافتی، علمی اور ادبی تاریخ کا خاکہ تحریر کیا ہے۔ اس کے بعد برہان پور کے ان نعت گو شعرا کا تعارف تحریر کیا ہے جن کا تعلق سلسلہ میر سے رہا ہے۔ انہوں نے ان شعرا کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے: دورِ اول: ابتدا سے آزادی تک۔ دورِ دوم: ۱۹۴۸ء سے ۲۰۰۰ء تک۔ دورِ سوم: ۲۰۰۱ء کے بعد سے موجودہ عہد تک۔

مذکورہ تینوں ادوار میں ۲۷ر شعرا کا تعارف اور ان کا نعتیہ کلام پیش کیا ہے۔

دورِ اول: ابتدا سے آزادی تک

(۱) درگاہی خاں حاذق برہان پوری (وفات: ۱۸۶۳ء)

(۲) قادر خاں واثق (۱۸۱۳ء-۱۸۹۰ء)

(۳) فقیر الدین واصف برہان پوری (۱۸۴۱ء-۱۹۱۶ء)

(۴) مولوی عثمان خان راغب ہاشمی (۱۸۵۸ء-۱۹۵۳ء)

(۵) منو میاں بیدل

(۶) منشی عبد الرحیم رحیم

(۷) سید عنایت علی آغاز برہان پوری (۱۹۰۲ء-۱۹۴۴ء)

(۸) خلیق برہان پوری (۱۹۰۶ء-۱۹۸۷ء)

دورِ دوم: ۱۹۴۸ء سے ۲۰۰۰ء تک

(۱) غالب ہاشمی (۱۹۰۸ء-۱۹۸۴ء)

(۲) محمود درانی (۱۹۱۷ء-۱۹۷۹ء)

(۳) ساز برہان پوری (۱۹۲۲ء-۲۰۱۰ء)

(۴) حسین الدین شاداں خلیقی (۱۹۲۵ء -۱۹۹۵ء)

(۵) شفیق رازؔ (۱۹۲۶ء-۱۹۷۹ء)

(۶) احسانؔ خلیقی (ولادت:۱۹۳۰ء)

(۷) قیصرؔ انصاری (ولادت :۱۹۳۱ء)

(۸) محمود نیپانگری (ولادت:۱۹۳۲ء)

(۹) ستار انجمؔ خلیقی (ولادت:۱۹۳۸ء)

(۱۰) مرزا حفاظت بیگ ماہرؔ ’’الف میم ۲۰۰۸ء‘‘ (۱۹۴۴ء-۲۰۱۹ء)

(۱۱) خلیلؔ جہاں گیر (۱۹۴۶ء-۲۰۱۶ء)

(۱۲) اقبال نقیبؔ (۱۹۴۷ء- ۱۹۹۴ء)

(۱۳) ناصر شاہیؔ (۱۹۴۸ء-۲۰۱۸ء)

(۱۴) بسم اللہ عدیمؔ (ولادت:۱۹۴۸ء) جلوہ نور ۲۰۰۳ء

(۱۵) ساغرؔ خلیقی (ولادت:۱۹۵۲ء)

(۱۶) رحمٰن ثاقبؔ (ولادت:۱۹۵۴ء)

دورِ سوم: ۲۰۰۱ء کے بعد سے موجودہ عہد تک

(۱) اظہارؔ خلیقی (ولادت:۱۹۶۰ء)

(۲) کوثرؔ خلیقی (ولادت:۱۹۶۲ء)

(۳) ایڈوکیٹ عابد احمد خاں طالبؔ ہاشمی (ولادت:۱۹۸۱ء)

شمارہ-۵ (۳) جاورہ میں اردو ادب اور نعت گوئی کا ارتقا-ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری (گوالیار)

مدھیہ پردیش کے نعت گو شعرا کے تعارف کے حوالے سے یہ ان کا دوسرا مضمون ہے جو جاورہ کے نعت گو شعرا کے تعارف پر مشتمل ہے۔ جب کہ اس سے پہلے ان کا پہلا مضمون سلسلہ میرؔ کے برہان پور کے نعت گو شعرا کے تعارف پر مشتمل تھا۔ اس میں انہوں نے جاورہ کا محل وقوع بیان کرنے کے بعد یہاں کی تاریخ کا سرسری جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کے بعد دو حصوں میں نعت گو شعرا کا تعارف اور ان کے نعتیہ اشعار پیش کئے ہیں۔ پہلا حصہ: ۱۸۱۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ہے۔ اس دور کے پندرہ (۱۵) شعرا کا ذکر ہے جن میں دو خواتین [۶،۵] اور ایک غیر مسلم شاعر [۱۴] بھی شامل ہیں۔ جب کہ دوسرا حصہ: ۱۹۴۷ء کے بعد کے شعرا کے تعارف پر مشتمل ہے۔

حصہ اول:

(۱) جناب مرزا عظیم بیگ عظیم
(۲) جناب شیخ قدرت اللہ قدرت مثنوی ''مظہر قدرت''
(۳) جناب نظام الدین نظام
(۴) جناب منشی امانت اللہ امانت
(۵) محترمہ سکندر جہاں بیگم ضیاء زوجہ نواب رامپور
(۶) محترمہ سلطان جہاں بیگم حیا
(۷) جناب پیر جی محمد یوسف خاں (پ:۱۲۴۶ھ)
(۸) جناب وجیہہ الدین خاں شرر
(۹) جناب عالم گیر محمد خاں عالم
(۱۰) مولوی حفیظ اللہ خاں رشک
(۱۱) جناب رحیم داد خاں شیدائی
(۱۲) جناب حیات اللہ خاں عیشی
(۱۳) جناب مشرف خاں شرف
(۱۴) جناب امبا سہائے فرحت گلشن آبادی
(۱۵) جناب مولوی مفتی احمد علی (۱۸۸۳ء-۱۹۵۶ء)

حصہ دوم:

اس حصے میں تیرہ (۱۳) شعرا کا ذکر ہے جن میں ابتدائی پانچ شعرا کا تعارف اور ان کے نعتیہ اشعار بطور نمونہ درج ہیں۔ باقی آٹھ شعرا کے صرف نعتیہ اشعار درج ہیں۔ ابتدائی دو شعرا کے ایک حمد یہ اور دو نعتیہ مجموعوں کے نام بھی موجود ہیں۔

(۱) جناب محمد سلطان جیلانی ادب گلشن آبادی ''حریم اسریٰ ۲۰۰۱ء'' (پ:۱۹۲۱ء)
(۲) جناب غلام ربانی خطیب گلشن آبادی ''نذرانہ ۲۰۰۲ء/محامد باری تعالیٰ'' (پ:۱۹۱۵ء)
(۳) جناب سیف الدین سیف انصاری
(۴) جناب غیاث الرحیم شکیب (۱۹۳۴ء بقید حیات)

(۵) جناب جمیل احمد جمیل گلشن آبادی (۱۹۵٦ء بقید حیات)

(٦) جناب سید افسوس رسول شباب

(۷) جناب واقف حیدری

(۸) جناب ساحر افغانی گلشن آبادی

(۹) جناب جہاں گیر نیازی

(۱۰) جناب یوسف سحر

(۱۱) جناب احمد رضا گلشن آبادی

(۱۲) جناب شاکر رضا

(۱۳) جناب شاد گلشن آبادی

مہاراشٹر

شمارہ-۵ (۱) شعرائے ودربھ کی نعتوں میں ذکر مدینہ۔ڈاکٹر محمد آصف (امراوتی)

ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے مضمون کے آغاز میں شعرا کے تعارف کا معیار متعین کیا ہے۔ اس کے بعد علاقہ ودربھ کی تقسیم بیان کی ہے کہ اس علاقے کی دو حصے ہیں۔ پہلا مغربی حصہ ہے جو ''برار'' کہلاتا ہے، یہ پانچ اضلاع پر مشتمل ہے۔ دوسرا مشرقی حصہ ہے جو ''گونڈوانہ'' کہلاتا ہے، یہ بھی پانچ اضلاع پر مشتمل ہے۔ مذکورہ دونوں علاقوں میں اردو زبان کی نشو نما کی تاریخ کا مختصر خاکہ پیش کی ہے۔اس کے بعد علاقہ ودربھ (برار) کا سب سے پہلا نعت گو شاعر سید بلاقی صاحب کو تسلیم کیا ہے۔اور ۱۹۰۰ء تک کے چھ اور بیسویں صدی نیز عصر حاضر کے ان چودہ (۱۴) شعرا کے نام تحریر کئے ہیں جنہوں نے دیگر اصناف شعری کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری بھی کی ہے۔

علاقہ ودربھ (گونڈوانہ) کے اولین شاعر کی حیثیت سے لالہ پیم چند اور عاصی کو تحریر کیا ہے۔ جن کے کلام میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔اس علاقہ (گونڈوانہ) کے پانچوں اضلاع میں اردو زبان و ادب کے حوالے سے ''ناگپور'' کی سرزمین دیگر اضلاع کے مقابلے زیادہ زرخیز ثابت ہوئی ہے۔ چونتیس (۳۴) نعتیہ شاعری کرنے والے شعرا کے نام تحریر کئے ہیں۔

مضمون نگار نے اس مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول میں ان شعرا کا ذکر کیا ہے جنہوں نے دیگر اصناف شعری کے ساتھ ساتھ تبرکاً ایک یا ایک سے زائد نعتیں لکھیں ہیں۔ان شعرا کی

تعداد بیس (۲۰) ہے۔ اوران میں بھی صرف آٹھ (۸) شعرا کا تعارف اوران کے نعتیہ اشعار تحریر کئے ہیں۔ جس میں ایک غیر مسلم شاعر بھی ہیں۔ بقیہ مؤخرالذکر بارہ (۱۲) شعرا کے صرف اشعار پر اکتفا کیا ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ ان شعرا کے ذکر پر مشتمل ہے جن کے نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ان شعرا کی تعداد سترہ (۱۷) ہے۔ اس طرح اس مضمون میں علاقہ ودربھ (براراور گونڈوانہ) کے کل سینتیس (۳۷) شعرا کا ذکر ہے۔

آپ کا یہ مضمون چوں کہ ''گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تحت ہے۔ اس لیے نمونہ کلام میں صرف وہ اشعار تحریر کئے ہیں جن کے اندر شہرِ نبی ''مدینہ منورہ'' کا ذکرِ خیر ہے۔

شعرائے کرام۔ حصہ اول:

(۱) جناب عبدالوہاب جانی عرف جاؔنیا
(۲) جناب حکیم عبدالوہاب اسؔعد پاتوری (۱۸۴۵ء-۱۹۱۱ء)
(۳) جناب اکبر میاں اکؔبر (۱۸۸۵ء- ۱۹۵۳ء)
(۴) جناب فتحیاب خاں عاصؔی
(۵) جناب مولانا نطق گلاوٹھوی
(۶) جناب محمد حسن ندیم (۱۹۱۹ء-۱۹۸۸ء)
(۷) جناب نہال چند پرتاپ شاہ آبادی (۱۹۲۵ء-۱۹۹۹ء)
(۸) جناب آصف الہ آبادی (۱۹۳۰ء-۱۹۹۹ء)
(۹) جناب آذر سیمابی
(۱۰) جناب ساؔلم ناگپوری
(۱۱) جناب یٰس نیر
(۱۲) جناب کلیم الدین شاؔد
(۱۳) جناب اظہر حسین اظؔہر
(۱۴) جناب محمد اسحاق اسحاؔق
(۱۵) جناب محمد فیض اللہ فیاؔض
(۱۶) جناب حافظ انوؔر
(۱۷) جناب اسرار الحق فیضی

(۱۸) جناب خلیل انجم

(۱۹) جناب خلشؔ قادری

(۲۰) جناب روشؔ جعفری

شعرائے کرام۔حصہ دوم:

(۱) جناب ابوالفتح ضیاءالدین محمد عرف سید امجد حسین خطیب ''دیوان امجد''

(۲) جناب محمد سعیدؔ کامٹوی ''فروغ جاوید'' معروف بہ نعت سعید ۱۳۱۰ء (وفات:۱۹۳۰ء)

(۳) جناب غلام محی الدین شاطرؔ حکیمی (۱۹۱۲ء -۱۹۸۸ء)

(۴) جناب عبدالواحد طرفہؔ قریشی ''فانوس حرم ۱۹۸۰ء'' (۱۹۱۳ء-۱۹۸۱ء)

(۵) جناب قاضی خورشید الدین خورشیدؔ ایلچ پوری 'خورشید نبوت ۱۹۹۳ء' (۱۹۱۸ء- ۱۹۹۴ء)

(۶) جناب صابر براری ''فردوس عقیدت ۱۹۵۸ء/ جام طہور ۱۹۷۸ء'' (پ:۱۹۲۸ء)

(۷) جناب محمد صابر کوثرؔ انصاری ''حرا کا چاند'' (۱۹۲۱ء-۱۹۹۸ء)

(۸) جناب مولانا سعید اعجاز کامٹوی ''روح کائنات'' (۱۹۳۲ء-۱۹۹۶ء)

(۹) جناب مولانا رحمت اللہ راشدؔ ''مخزن نور/شجر نور'' (۱۹۳۹ء-۲۰۱۵ء)

(۱۰) جناب منشاءالرحمٰن خاں منشاءؔ ''چراغ حرم'' (۱۹۲۴ء-۲۰۱۰ء)

(۱۱) جناب ظفر علی راہیؔ جونپوری ''نور غار حرا ۱۹۹۸ء'' (۱۹۴۲ء بقید حیات)

(۱۲) جناب محمد شرف الدین ساحلؔ (۱۹۴۹ء بقید حیات)

(۱۳) جناب ڈاکٹر محبوب راہیؔ ''متاع نجات ۲۰۱۶ء'' (۱۹۳۹ء بقید حیات)

(۱۴) جناب قاضی سید دولت حسین ''اوراق مقدس'' (پ:۱۹۲۸ء)

(۱۵) جناب اقبال خلشؔ ''سراجا منیرا'' (۱۹۵۱ء بقید حیات)

(۱۶) جناب عبدالحفیظ خلشؔ تسکینی ''معراج سخن ۲۰۱۵ء''

(۱۷) جناب خاں حسنین عاقبؔ ''خامہ سجدہ ریز ۲۰۱۶ء'' (۱۹۷۱ء بقید حیات)

شمارہ-۵ (۲) خاندیش کی نعتیہ شاعری اور اہم نعت گو شعرا۔ڈاکٹر ایس۔ایم شکیل (برہان پور)

ڈاکٹر صاحب نے مضمون کے آغاز میں نعت کے اصطلاحی معنی اور نعت گوئی کی نزاکت کے سلسلے میں اہل علم وفن کے مختلف اقوال تحریر کئے ہیں۔اس کے بعد نعت گوئی کے ابتدائی نمونے پیش

کرنے کے بعد عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو نعت گوئی کا ایک خاکہ بھی تحریر کیا ہے۔عنوان کی مناسبت سے ''خاندیش'' کی تاریخ کا ابتدا سے موجودہ دور تک کا مختصر خاکہ بھی پیش کیا ہے۔ یہاں کی اردو شاعری کا سلسلہ شیخ سعدؔی دکنی سے شروع ہوتا ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت امیر خسرو کے ہم عصر ہیں۔اس طرح یہ اردو زبان کے اولین شاعر ہوتے ہیں۔ جہاں تک اس علاقہ میں نعت گوئی کے آغاز کا سوال ہے تو مضمون نگار نے حضرت شیخ بہاء الدین باجنؔ کو یہاں کا سب سے پہلا نعت گو شاعر تسلیم کیا ہے۔خاندیش میں نعت گوئی کے سفر کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے:

ابتدائی دور: ابتدا سے ۱۸۶۰ء (فاروقی ،مغل ،نظام ،مراٹھا اور برطانوی دور)

درمیانی دور: ۱۹۶۰ء سے ۱۹۴۷ء تک (برہانپور کے خاندیش سے علاحدہ ہونے کے بعد سے آزادی تک)

آخری دور: ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۰ء تک

ابتدائی دور: ابتدا سے ۱۸۶۰ء (فاروقی ،مغل ،نظام ،مراٹھا اور برطانوی دور)

اس دور کے تینتیس (۳۳) شعرا کے نام تحریر کرنے کے بعد درج ذیل صرف چار (۴) شعرا کا تعارف اور نعتیہ اشعار بطور نمونہ تحریر کیے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ بہاء الدین باجنؔ (۷۹۰ھ-۱۳۸۸ء/۹۱۲ھ-۱۵۰۷ء)

(۲) میر شجاع الدین فقیرؔ (۱۱۹۱ھ-۱۷۷۷ء/۱۲۶۵ھ-۱۸۴۹ء)

(۳) جناب قادر خاں واثقؔ برہان پوری (پ: ۱۲۲۸ھ-۱۸۱۳ء)

(۴) جناب فقیر الدین واصفؔ برہانپوری (وفات: ۱۳۳۲ھ-۱۹۱۴ء)

درمیانی دور: ۱۸۶۰ء سے ۱۹۴۷ء تک (برہانپور کے خاندیش سے علاحدہ ہونے کے بعد سے آزادی تک)

اس دور میں چوالیس (۴۴) شعرا کا تعارف اور نعتیہ اشعار بطور نمونہ درج ہیں۔ چودہ (۱۴) شعرا (نمبر ۳۰ سے نمبر ۴۳ تک) کے صرف نام اور ان کے نعتیہ اشعار درج ہیں۔اس طرح اس دور کے کل شعرا کی تعداد اٹھاون (۵۸) ہو جاتی ہے۔اور ساتھ ہی تین شعرا [۳، ۷، ۸] کے چار نعتیہ مجموعوں کے نام بھی درج ہیں۔

(۱) حضرت مولانا ابوالحسن حسنؔ فیض سہارن پوری

(۲) جناب حکیم بدرالدین افسرؔ مصطفیٰ آبادی (۱۸۷۰ء-۱۹۷۳ء)

(۳) جناب غلام مصطفیٰ خان اطہرؔ جلگانوی ''نعت اطہر'' (۱۸۷۴ء-۱۹۴۹ء)

(۴) جناب منشی محمد عثمان دلشادؔ دھولیوی (۱۸۷۵ء-۱۹۵۴ء)

(۵) جناب حافظ عبدالشکور حافظؔ دھولیوی (۱۸۸۵ء-۱۹۳۶ء)

(۶) جناب عبدالحمید حمیدؔ نذر آبادی (۱۹۰۰ء-۱۹۷۹ء)

(۷) جناب محمد عباس خاں ایمانؔ بیاولی ''دولت ایمان/ چراغ ایمان'' (وفات: ۱۹۳۶ء)

(۸) جناب محمد موسیٰ کلیمؔ دھولیوی ''جلوہ زار'' (۱۹۰۱ء-۱۹۸۰ء)

(۹) جناب محمد یحییٰ شرفؔ دھولیوی (۱۹۰۴ء-۱۹۶۴ء)

(۱۰) جناب حنیف انصاری حنیفؔ دھولیوی (۱۹۰۶ء-۱۹۸۸ء)

(۱۱) جناب ابوتراب ماہرؔ انصاری دھولیوی (۱۹۰۷ء-۱۹۶۲ء)

(۱۲) جناب عبدالقادر قادرؔ جلگانوی (پ: ۱۹۰۶ء)

(۱۳) جناب محمد حسین حسنؔ نذر آبادی (پ: ۱۹۰۷ء)

(۱۴) جناب شیخ سبحان عارفؔ رسول پوری (پ: ۱۹۱۰ء)

(۱۵) جناب سید عبداللہ عزیزؔ مارولوی (پ: ۱۹۱۰ء)

(۱۶) جناب محمد ایوب فردوسؔ شہادوی (پ: ۱۹۱۲ء)

(۱۷) جناب شیخ رحمٰن شیخ چاند رہبرؔ جلگانوی (پ: ۱۹۱۶ء)

(۱۸) جناب سید ناظر علی رفیقؔ مارولوی (۱۹۱۸ء-۲۰۱۰ء)

(۱۹) جناب حسام الدین منظرؔ مصطفیٰ آبادی (۱۹۲۰ء-۱۹۸۰ء)

(۲۰) جناب شیخ رمضان شیخ امیر کاملؔ منصوری شاہدوی (پ: ۱۹۲۰ء)

(۲۱) جناب غلام رسول اطہرؔ دھولیوی (۱۹۲۱ء-۱۹۷۸ء)

(۲۲) جناب سید کرامت علی نفیسؔ مارولوی (۱۹۲۲ء-۲۰۰۶ء)

(۲۳) جناب ملک قاسم ملک محمد جمیلؔ مصطفیٰ آبادی (۱۹۲۳ء-۲۰۰۹ء)

(۲۴) جناب محمد رفیقؔ علیم شہادوی

(۲۵) جناب محمد سراجؔ انصاری (۱۹۲۸ء-۱۹۹۱ء)

(۲۶) جناب لطیف سیندھ کھڑوی (وفات: ۱۹۶۱ء)

(۲۷) جناب مسلم انصاری دھولیوی (۱۹۱۶ء-۱۹۷۹ء)

(۲۸) جناب رمضان دانش دھولیوی (۱۹۱۸ء-۱۹۸۳ء)

(۲۹) جناب ظفر علی ظفرؔ مارولوی (وفات: ۲۰۰۸ء)

(۳۰) جناب شیخ بھیکن حاذقؔ میناںگری
(۳۱) جناب شیخ حسام الدین مضطرؔ میناںگری
(۳۲) جناب منشی نور محمد نورؔ میناںگری
(۳۳) جناب شیخ امیر صادق میناںگری
(۳۴) جناب یوسف خان یوسفؔ میناںگری
(۳۵) جناب منشی بگومیاں یوسفؔ میناںگری
(۳۶) جناب مولوی محمد اسماعیل فوقؔ ساودوی
(۳۷) جناب عبدالغنی عرف گھاسی محتاجؔ ساودوی
(۳۸) جناب شیخ محمد عباس ساودوی
(۳۹) جناب منشی محمد ابراہیم منشیؔ ساودوی
(۴۰) جناب محمد عبداللہ اطہرؔ ساودوی
(۴۱) جناب منشی ٹمرو صاحب ٹمرؔ وپارولوی
(۴۲) جناب محمد طاہرؔ فیض پوری
(۴۳) جناب حسین خان حسینؔ فیض پوری
(۴۴) جناب عبدالوہاب انجمؔ دھولیوی (۱۹۲۳ء-۱۹۸۶ء)
(۴۵) جناب ڈاکٹر سید رشید علی رشید صہبائیؔ دھولیوی (پ:۱۹۲۴ء)
(۴۶) جناب ڈاکٹر افتخار احمد فخرؔ دھولیوی (۱۹۲۴ء-۲۰۰۰ء)
(۴۷) جناب محمد حبیب حبیبؔ انصاری دھولیوی (۱۹۲۵ء-۲۰۰۱ء)
(۴۸) جناب شیخ نصیر شیخ اسحاق نصرتؔ راویری (پ: ۱۹۳۰ء)
(۴۹) جناب عبدالرشید عبدالعزیز راشدؔ ادیبی جامنیری (۱۹۳۰ء-۲۰۰۰ء)
(۵۰) جناب عبدالرحمٰن احسانؔ رسول پوری (پ:۱۹۳۱ء)
(۵۱) جناب سعید احمد عدمؔ دھولیوی (۱۹۳۱ء-۲۰۰۱ء)
(۵۲) جناب قاضی سعید الدین ساحرؔ ادیبی جلگانوی (۱۹۳۴ء-۱۹۹۲ء)
(۵۳) جناب عبدالغفور میکشؔ جلگانوی (۱۹۳۶ء-۱۹۹۶ء)
(۵۴) جناب غیاث الدین محشرؔ مصطفیٰ آبادی (۱۹۳۸ء-۱۹۹۸ء)

(۵۵) جناب غلام غوث خان محسنؔ جلگا نوی (پ:۱۹۳۹ء)
(۵۶) جناب مقیم اثر بیاولی (۱۹۴۱ء-۲۰۱۶ء)
(۵۷) جناب زاہد حسین زاہدؔ نواپوری (پ:۱۹۴۴ء)
(۵۸) جناب ممتاز احمد ممتاز نادرؔ دھولیوی (پ:۱۹۴۶ء)

آخری دور: ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۰ء تک

اس دور کے دس (۱۰) شعرا کا تعارف اوران کے نعتیہ اشعار بطور نمونہ درج ہیں۔ جن میں ایک غیر مسلم شاعر [۴] بھی ہیں۔ ان دس شعرا میں دو شعرا [۳،۴] کے پانچ نعتیہ مجموعوں کے نام بھی تحریر ہیں۔

(۱) جناب محمد یسین عباس شاہ ساجدؔ جامنیری (پ:۱۹۴۸ء)
(۲) جناب رفیق احمد راہی (۱۹۴۸ء- ۲۰۱۴ء)
(۳) جناب رئیس احمد قتیلؔ ''حدیقہ نعت''، دیگر چار نعتیہ مجموعے
(۴) جناب ادھومہاجن بسملؔ چالیس گانوی ''محمد سب کے لیے'' (پ:۱۹۵۰ء)
(۵) جناب نعیم اختر نعیم (پ:۱۹۵۲ء)
(۶) جناب رئیس الدین نظام الدین رئیسؔ فیض پوری (پ:۱۹۵۳ء)
(۷) جناب عبدالروٴف عشرتؔ راشدی جامنیری (۱۹۵۴ء- ۲۰۱۳ء)
(۸) جناب سید یس سید سراج الدین سیدؔ تونڈاپوری (۱۹۵۴ء-۲۰۱۹ء)
(۹) جناب شکیل بن شرف دھولیوی (پ:۱۹۵۴)
(۱۰) جناب ساحرؔ نصرت راویری (پ:۱۹۵۹ء)

اڑیسہ

شمارہ-۱۲ اڑیسہ میں نعتیہ شاعری حال وماضی کے تناظر میں۔ عبدالمتین جامیؔ (کٹک، اڑیسہ)

یہ مضمون اڑیسہ کی حمدیہ ونعتیہ شاعری کے حوالے سے صرف ایک خاکہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جامی صاحب نے اڑیسہ میں حمدیہ ونعتیہ شاعری کا آغاز اٹھارھویں صدی سے تسلیم کیا ہے جو بڑی حیرت کی بات ہے۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی شیخ امین اللہ چرخی (وفات:۱۸۸۷ء) کو بتایا ہے جو اڑیسہ کے سب سے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ اس کے بعد تحریر کیا ہے کہ اس سلسلہ کو شیخ چرخی کے متبنیٰ عبدالمجید صاحب نے آگے بڑھایا ہے۔ اس سلسلے میں آزادی سے قبل اور بعد کے حمدیہ ونعتیہ کلام کہنے والے ۳۴ رشعرا کے نام تحریر کیے ہیں۔ ان میں سے درج ذیل بارہ (۱۲) شعرا کا تعارف اور

ان کا نعتیہ کلام بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی آٹھ شعرا[۱،۲،۳،۴،۵،۶،۷،۸] کے ۱۸ر نعتیہ مجموعوں کے نام بھی درج ہیں۔

(۱) جناب اولادرسول قدسیؔ ''صہبائے قدسی/ انوار قدسی/ رفتہ رفتہ''
(۲) جناب اجمل نقشبندی ''لفظ لفظ نور/صہبائے مدینہ/حرف حرف روشنی/حضوری سے پہلے اور حضوری کے بعد''
(۳) جناب سید نفیس دسنوی ''نور حرا''
(۴) جناب سعید رحمانی ''رحمتوں کا سائباں/ دربار مصطفیٰ میں''
(۵) جناب اثر نظامی ''نور کی لکیر''
(۶) جناب محبوب محشر ''تریاق الشہاب/ دیوان محشر/آخری سوغات''
(۷) نجم الشعراء حضرت امجد نجمی میاں ''شرح لولاک''
(۸) جناب کرامت علی کرامتؔ
(۹) جناب اسحاق انور ''عکس روشن/آفتاب رسالت/ باب رحمت''
(۱۰) جناب یوسف جمال
(۱۱) مولانا مبارک حسین سلامتؔ
(۱۲) مضمون نگار جناب عبدالمتین جامیؔ

راجستھان

راجستھان میں نعت گوئی کی روایت۔ڈاکٹر شاہد احمد جمالی (جے پور)

ڈاکٹر صاحب نے مضمون کے آغاز میں نعت کہنے کے شرائط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نعت کے لغوی معنی اور اس کے موجودہ مرادی معنی بیان کئے ہیں۔نعت گوئی کے سلسلے میں مزید یہ بات بھی واضح کی ہے کہ ہندوستان میں نعت گوئی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہاں کے غیر مسلموں میں بھی موضوع سخن رہی ہے۔راجستھان میں نعت گوئی کی روایت کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ جتنا اس صوبے کا اردو ادب قدیم ہے اتنی ہی یہاں کی نعت گوئی۔ راجستھان میں نعت گوئی کی روایت پر یہ مضمون پہلی قسط ہے۔اس میں راجستھان کے سات مقامات (جے پور، بیکانیر،ٹونک،اجمیر، جھالاواڑ،کوٹہ، فتح پور شیخاواٹی،ضلع سیکر) کے کل اکتیس (۳۱) شعرا کا تعارف اور ان کا نعتیہ کلام بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ جن میں انتیس ۲۹ر شعرا مسلم اور دو غیر مسلم ہیں۔مضمون میں مسلم شعرا کے مقابلے میں غیر مسلم شعرا کی

تعداد دو بہت کم رہ گئی ہے۔ نیز ان ۳۱ رشعرا میں بھی تیرہ (۱۳) شعرا کا تعلق جے پور، چار کا بیکانیر، چار کا ٹونک، تین کا اجمیر، تین کا جھالاواڑ، ایک کا کوٹہ اور ایک کا فتح پور شیخاواٹی، ضلع سیکر سے ہے۔ اور دو غیر مسلم شعرا کا کس شہر سے تعلق ہے یہ واضح نہیں ہے۔ سات شعرا [۱،۴،۶،۱۶،۲۱،۲۵،۲۸] سات نعتیہ مجموعوں کے نام بھی ہیں۔

(۱) جناب عبدالکریم بے خودؔ ''کلام بے خود ۱۹۱۴ء'' (۱۸۷۰ء-۱۹۳۸ء) اجمیر

(۲) جناب شاہ میر محمد صدیق قاتلؔ (۱۸۸۵ء-۱۹۵۰ء) اجمیر

(۳) جناب شیخ محمد ابراہیم آزادؔ (۱۸۶۸ء-۱۹۴۷ء) بیکانیر

(۴) جناب عبداللہ بے دلؔ بیکانیری ''باغ فردوس ۱۹۳۵ء'' (۱۸۸۸ء-۱۹۷۰ء) بیکانیر

(۵) جناب حاجی محمد یوسف راسخؔ (۱۹۰۶ء-۱۹۷۸ء) بیکانیر

(۶) جناب عالمگیر خاں کیفؔ ٹونکی ''وسیلہ شفاعت ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء'' (۱۸۶۰ء-۱۹۴۰ء) ٹونک

(۷) جناب محمد شریف خاں سیفؔ ٹونکی (۱۹۰۰ء-۱۹۷۰ء) ٹونک

(۸) جناب سید یوسف علی یوسفؔ (پ: ۱۸۸۰ء) جھالاواڑ

(۹) جناب افضل حسین ثابتؔ لکھنوی (۱۸۶۱ء-۱۹۴۱ء) کوٹہ

(۱۰) جناب مظفر حسین مظفرؔ (۱۹۲۸ء بقید حیات) جھالاواڑ

(۱۱) جناب رضی الدین رضاؔ (۱۹۱۴ء-۲۰۰۲ء) جے پور

(۱۲) جناب حافظ منظور احمد ادیبؔ (۱۹۲۶ء-۲۰۰۶ء) جے پور

(۱۳) جناب امام الدین شاہ راحتؔ مسکینی (۱۹۱۹ء - ۱۹۸۲ء) جے پور

(۱۴) جناب کوثرؔ (۱۸۷۱ء-۱۹۵۷ء) جے پور

(۱۵) جناب مونسؔ خداداخاں (۱۹۳۸ء-۲۰۱۷ء) جے پور

(۱۶) جناب حافظ یوسف علی خاں عزیزؔ ''نغمہ عندلیب'' (۱۸۸۹ء-۱۹۷۵ء) ٹونک

(۱۷) جناب ممتاز شکیبؔ (وفات: ۲۰۰۱ء) جے پور

(۱۸) جناب منشی مظہر حسین ناظمؔ (۱۹۰۰ء-۱۹۵۸ء) جے پور

(۱۹) جناب عبدالحلیم شاہ حلیمؔ (۱۸۳۵ء-۱۹۳۱ء) جے پور

(۲۰) جناب رشید احمد احمرؔ جے پوری (وفات ۱۹۷۴ء) جے پور

(۲۱) جناب نذیر فتح پوری ''محمد نہ ہوتے تو ۲۰۱۶ء'' (۱۹۴۶ء بقید حیات) پونہ

(۲۲) جناب عبدالسلام شفیق (۱۹۱۰ء-۱۹۸۷ء) جھالاواڑ

(۲۳) جناب مرزا مائل دہلوی (۱۸۵۲ء- ۱۹۳۴ء) جے پور

(۲۴) جناب فدا حسین فدا جے پوری (وفات: ۱۹۴۰ء) جے پور

(۲۵) مضمون نگار جناب ڈاکٹر شاہد احمد جمالی شاہد ''درد کا درماں'' (۱۹۵۸ء بقید حیات) جے پور

(۲۶) جناب ڈاکٹر معین الدین شاہین (پ: ۱۹۶۸ء) اجمیر

(۲۷) جناب اختر شیرانی (۱۹۴۸ء-۲۰۰۵ء) ٹونک

(۲۸) جناب سہیل ہاشمی ''گل عقیدت ۲۰۱۳ء'' (۱۹۹۳ء بقید حیات) جے پور

(۲۹) جناب ڈاکٹر محمد حسین (۱۹۶۷ء بقید حیات) بیکانیر

غیر مسلم شعرا

(۳۰) جناب چاند بہاری لال صبا (۱۸۸۵ء-۱۹۸۰ء)

(۳۱) جناب للتا پرشاد شاد (۱۸۸۶ء-۱۹۵۹ء)

مذکورہ بالا صوبوں کے حاصل مطالعہ سے ایک چیز کی بڑی شدت سے کمی محسوس ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ صوبہ اتر پردیش اور اڑیسہ کے شعرا کے تعارف میں ایک بھی غیر مسلم شاعر اور خاتون نعت گو شاعرہ کا ذکر نہیں ہے۔ راجستھان اور مہاراشٹر کے شعرا میں کسی خاتون نعت گو شاعرہ کا ذکر نہیں ہے۔ ان پانچوں صوبوں میں صرف مدھیہ پردیش کے شعرا کے تعارف میں مسلم شعرا کے ساتھ ساتھ غیر مسلم اور خواتین نعت گو شاعرات کا ذکر ہوا ہے۔ اس کو بھی صرف سرسری طور پر ہی کہا جا سکتا ہے۔

(۲) غیر ہندوستانی نعت گو شعرا

اس عنوان کے تحت اب تک صرف ایک ہی مضمون شمارہ۔۳ میں ''نعت کے رنگ امریکہ میں'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے جو محترمہ غوثیہ سلطانہ نوری صاحبہ کا ہے۔ جب کہ ایک دوسرا مضمون اور ہے جو ''ہالینڈ میں محفل نعت'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون محترم ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی صاحب کا ہے۔ اس میں انہوں نے ہالینڈ میں حضرت علامہ بدر القادری صاحب قبلہ کی زیر صدارت منعقد ہونے والی نعتیہ محافل پر روشنی ڈالی ہے۔ یہاں عنوان کی مناسبت سے اول الذکر مضمون کا ہی خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

اس مضمون میں سب سے پہلے انہوں نے نعت کی ابتدا اور نعت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے

سات سمندر پار اور دنیا کے سب سے طاقتور ملک امریکہ میں ہندوپاک کے مسلمانوں کی آمد کا ذکر کیا ہے۔اس کے بعد امریکہ میں نعت کے موجودہ صورت حال اختصار کے ساتھ پیش کی ہے۔اور مضمون کی تیاری کس طرح اور کن کتب اور مضامین کے ذریعے ہوئی ہے،اس کو بھی بڑی دیانت داری کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس مضمون میں ہندوپاک سے تعلق رکھنے والے ۲۸ر مسلم شعرا و شاعرات کا تعارف اوران کا نعتیہ کلام بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ان میں چھ خواتین [۲،۴،۹،۱۳،۲۴،۲۷] بھی شامل ہیں۔ان شعرا میں آٹھ شعرا [۱،۵،۶،۸،۱۲،۱۹،۲۴،۲۵] کے ۱۴ر نعتیہ مجموعوں کے نام بھی تحریر ہیں۔ اس عنوان کے تحت ایک بھی غیر ہندوستانی غیر مسلم نعت گو شاعر کا ذکر نہیں ہے۔

(۱) جناب صلاح الدین ناصرؔ ''عقیدت کے پھول/ یہ میری عقیدت/عقیدت کا اعجاز''
(۲) محترمہ ڈاکٹر حناؔ (۳) جناب تنویر پھولؔ
(۴) محترمہ رشیدہ عیاںؔ
(۵) جناب حامدؔ امروہوی ''کلیات یادمدینہ/ خیابان حرم/ مدحت کے پھول/ جو بیار بخشش''
(۶) جناب ڈاکٹر توفیق انصاری ''اورادارادت'' (۷) جناب نظرؔ نقوی
(۸) جناب سید احمد ضیا ''کاغذی ہے پیراہن'' (۹) محترمہ مخفیؔ امروہوی
(۱۰) جناب نیازؔ گلبر گوی (۱۱) جناب سید حشمت
(۱۲) جناب ڈاکٹر منیر الزماں منیرؔ ''سرخی حیات/ جہان خرد'' (۱۳) محترمہ رضیہ فصیحؔ احمد
(۱۴) جناب ڈاکٹر عابداللہ غازیؔ (۱۵) جناب غلام مصطفی انجم
(۱۶) جناب سید اللہ بخش (۱۷) جناب ظہیر پرویز
(۱۸) جناب سید ظفرؔ حسین نقوی (۱۹) جناب صوفی امان خان دلؔ ''شہ لولاک''
(۲۰) جناب منور مبینؔ (۲۱) جناب شاہ نعیم الدین نعیمی
(۲۲) جناب سید مقبول حسن رضویؔ (۲۳) جناب ڈاکٹر صادقؔ نقوی
(۲۴) محترمہ سلطانہ مہرؔ ''گلہائے عقیدت'' (۲۵) جناب جلیل شادؔ ''رحمت عالم''
(۲۶) جناب خواجہ ریاض الدین عطشؔ (۲۷) محترمہ سیماؔ عابدی
(۲۸) جناب محمد اسلم

(۳) غیر مسلم نعت گو شعراء

غیر مسلم شعرا کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے اب تک تین (۳) مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

جن میں ابتدائی دو مضامین شمارہ نمبر-۲ میں شائع ہوئے ہیں۔اور تیسرا مضمون شمارہ نمبر-۵ کے ''گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم'' کے تحت شائع ہوا ہے۔

پہلا مضمون پیغمبر اسلام کی بارگاہ میں غیر مسلم شعرا کا خراج احترام۔ڈاکٹر راہی فدائی (بنگلور) کا ہے۔اس میں انہوں نے انیس (۱۹) غیر مسلم شعرا کا تعارف اور ان کا نعتیہ کلام بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ دوسرا مضمون نعت گوئی اور ہندو شعرا۔خورشید ملک (کلکتہ) کا تحریر کردہ ہے جس میں تین غیر مسلم شعرا کے اشعار اور ۳۷رشعرا کے صرف نام تحریر کئے گئے ہیں۔اس طرح یہ چالیس (۴۰) شعرا ہو جاتے ہیں۔ جب کہ تیسرا مضمون غیر مسلم شعرا کے نعتیہ کلام میں لفظ ''مدینہ'' کا استعمال۔ڈاکٹر محمد احمد نعیمی (نئی دہلی) کا ہے اس میں ۲۴رشعرا کا مختصر سا تعارف اور ان کے نعتیہ اشعار بطور نمونہ درج ہیں۔اس طرح کل غیر مسلم شعرا کی تعداد تراسی (۸۳) ہو جاتی ہے۔جن میں سات شعرا کا ذکر مکرر ہو چکا ہے پھر یہ تعداد تراسی (۸۳) کی جگہ چھیتر (۷۶) ہو جاتی ہے۔''ہندوستانی نعت گو شعرا'' کے تعارف کی ضمن میں بھی چھ (۶) غیر مسلم نعت گو شعرا کا ذکر ہوا ہے، مگر چوں کہ ان میں بھی ایک شاعر کا مکرر ذکر ہوا ہے۔اس لیے یہ بھی چھ (۶) کی جگہ پانچ (۵) ہو جاتے ہیں۔اب کل ملا کر غیر مسلم شعرا کی تعداد اکیاسی (۸۱) ہو جاتی ہے۔

ترتیب وار ہر ایک مضمون خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) پیغمبر اسلام کی بارگاہ میں غیر مسلم شعرا کا خراج احترام۔ڈاکٹر راہی فدائی (بنگلور)

ڈاکٹر صاحب نے مضمون کے آغاز میں نعت گوئی کے سلسلے میں یہ بات واضح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت ایمان کے لیے شرط ہے نہ کہ نعت گوئی کے لیے۔نعت گوئی کے لیے نعت کے موضوعات سے واقف ہونا ضروری ہے اور ان کے ساتھ ساتھ شاعری کے اسرار و رموز سے بھی۔ صرف اچھے نعتیہ اشعار کی بنیاد پر کسی غیر مسلم کے نعتیہ اشعار کو عشق رسول جیسے الفاظ سے موسوم نہیں کرنا چاہیے۔کیوں عاشق تب ہی کہلائے جب ایمان ہوگا۔اس کے لیے 'عشق رسول' کی جگہ 'جذبہ احترام' جیسے الفاظ بولنا چاہئیں۔آگے غیر مسلم شعرا کی نعت گوئی کی وجہ تحریر کرنے کے بعد اپنے دعوی کی دلیل میں چند غیر مسلم شعرا کے اشعار بھی نقل کئے ہیں۔اولین غیر مسلم نعت گو شاعر دکن کے جناب ایکناتھ مہاراج (۱۵۳۳ء-۱۵۹۹ء) کو تسلیم کیا ہے۔اور اول غیر مسلم منظوم سیرت نگار جناب چندر بھان خیالؔ ''لولاک'' ۲۰۰۲ء (پ:۱۹۴۶ء) کو تسلیم کیا ہے۔اس مضمون میں ۱۹رغیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام بطور نمونہ درج کیا ہے۔نیز صرف ایک شاعر چندر بھان خیالؔ کے نعتیہ مجموعے کا نام تحریر ہے۔

(۱) جناب ایکناتھ مہاراج (۱۵۳۳ء-۱۵۹۹ء)
(۲) جناب مہارانہ کلیان سنگھ عاشق دہلوی (۱۷۴۹ء-۱۸۲۲ء)
(۳) جناب منشی شنکر لال ساقی سہارن پوری (۱۸۶۰ء-۱۸۹۰ء)
(۴) جناب پنڈت امرناتھ مون ساحر دہلوی (۱۸۶۳ء-۱۹۴۲ء)
(۵) جناب مہاراجہ کرشن پرشاد شاد (۱۸۶۴ء-۱۹۴۰ء)
(۶) جناب چودھری دِلّو رام کوثری (۱۸۸۲ء-۱۹۳۳ء)
(۷) جناب لالہ لال چند فلک لاہوری (۱۸۷۷ء-۱۹۶۷ء)
(۸) جناب منی لال جواں سندیلوی (۱۸۸۹ء-۱۹۷۴ء)
(۹) جناب شنکر سہائے جوہر بلگرامی (۱۸۹۰ء-۱۹۷۱ء)
(۱۰) جناب پنڈت رگھوندر راؤ جذب رائچوری (۱۸۹۴ء-۱۹۷۳ء)
(۱۱) جناب منشی مہادیو پرساد سامی جبلپوری (۱۸۹۵ء-۱۹۷۱ء)
(۱۲) جناب بشن نارائن حامی بریلوی (پ:۱۸۹۶ء)
(۱۳) جناب حکیم بال کشن داس باغ اکبرآبادی (۱۹۰۶ء-۱۹۵۹ء)
(۱۴) جناب منوہر لال دل کشمیری (پ:۱۹۱۲ء)
(۱۵) جناب راجہ مکھن لال مکھن حیدرآبادی
(۱۶) جناب منشی پیارے لال رونق دہلوی (و:۱۹۳۴ء)
(۱۷) جناب ڈاکٹر کے مدنا منظر تماپوری (۱۹۲۰-۱۹۸۲ء)
(۱۸) جناب چندر بھان خیال ''لولاک ۲۰۰۲ء'' (پ:۱۹۴۶ء)
(۱۹) جناب گیان چند مرمکیا (پ:۱۹۵۹ء)

(۲) نعت گوئی اور ہندو شعرا۔خورشید ملک (کلکتہ)

محترم خورشید ملک صاحب نے مضمون کے آغاز میں نعت کے معنی اور آغاز کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ہندو شعرا کے ذریعے نعت گوئی کا آغاز ہندی کے مشہور شاعر کبیر داس سے ثابت کیا ہے۔لیکن باضابطہ طور پر ۱۸۵۷ء کے بعد سے تسلیم کیا ہے۔غیر مسلم شعرا کے ذریعے سے نعت گوئی میں نمایاں کارنامے انجام دئے جانے کے مختلف اسباب بیان کرنے کے بعد غیر مسلم شعرا کے نعتیہ کلام کو جمع کرنے کی پہلی کوشش مشہور شاعر مرحوم والی آسی صاحب کی تحریر کی ہے۔اس موضوع پر نور

میرٹھی کی ایک اہم کتاب ''بہ ہر زباں بہ ہر زماں'' کا بھی ذکر کیا ہے جس میں ۳۳۶؍ ہندو شعرا کی نعتیہ اشعار کو جمع کیا گیا ہے۔ تین ہندو شعرا کے اشعار نقل کرنے کے بعد ۳۷؍ شعرا کے صرف نام تحریر کئے ہیں۔ مضمون کے آخر میں ایک ایسے ہندو نعت گو شاعر سے قارئین کو روبرو کرایا ہے جس کا تعلق ہندوستان کے دل صوبہ مدھیہ پردیش کے جبل پور ضلع سے ہے۔ ان کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ وہ روزانہ ایک نعت کہتے ہیں۔ وہ ہیں محترم تلک راج پارسؔ جو ابھی بقید حیات ہیں۔ ایک شاعر عرش ملسیانی کے نعتیہ مجموعے کا نام بھی تحریر ہے۔

(۱) جناب منشی شنکر لال ساقیؔ
(۲) جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد شادؔ (و:۱۳۵۹ھ)
(۳) جناب دلورام کوثری
(۴) جناب عرش ملسیانی ''آہنگ حجاز''
(۵) جناب منشی بالا سہائے متصدی
(۶) جناب پنڈت شیوناتھ چک کیفؔ (و:۱۹۱۴ء)
(۷) جناب منشی لتا پرشاد شادؔ ۱۸۸۶ء۔۱۹۵۹ء)
(۸) جناب پربھودیال رقمؔ (پ:۱۸۹۱ء)
(۹) جناب پنڈت دیا شنکر نسیمؔ لکھنوی
(۱۰) جناب شیو پرشاد وہبیؔ لکھنوی
(۱۱) جناب منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی
(۱۲) جناب مہر لال سونی ضیاؔء (پ:۱۹۱۳ء)
(۱۳) جناب چاند بہاری لال ماتھر صباؔ (پ:۱۸۸۵ء)
(۱۴) جناب جگن ناتھ آزادؔ
(۱۵) جناب مہندر سنگھ بیدی (پ:۱۹۱۰ء)
(۱۶) جناب منشی روپ چند
(۱۷) جناب پیارے لال رونقؔ
(۱۸) جناب چندی پرشاد شیداؔ
(۱۹) جناب مہاراج بہادر برقؔ
(۲۰) جناب منشی لچھمی نرائن سخاؔ
(۲۱) جناب تربھون شنکر عارفؔ
(۲۲) جناب پنڈت ہری چند اخترؔ
(۲۳) جناب پنڈت لبھو رام جوشؔ ملسیانی
(۲۴) جناب علامہ تربھون زار زتشیؔ دہلوی
(۲۵) جناب تلک چند محرومؔ
(۲۶) جناب گوپی ناتھ امنؔ
(۲۷) جناب پنڈت نوبت رائے نظرؔ
(۲۸) جناب پنڈت امرناتھ آشفتہؔ دہلوی
(۲۹) جناب بھگوت رائے راحتؔ کاکوروی
(۳۰) جناب پنڈت برج نرائن دتاتریہ کیفی
(۳۱) جناب رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری
(۳۲) جناب کرشن موہن
(۳۳) جناب چندر پرکاش جوہرؔ بجنوری
(۳۴) جناب آنند موہن زتشی
(۳۵) جناب گلزار دہلوی
(۳۶) جناب پنڈت دیا پرشاد گوری
(۳۷) جناب اوما شنکر شاداںؔ
(۳۸) جناب اشونی کمار اشرفؔ

(۳۹) جناب ہری مہتا ہرؔی (۴۰) جناب چندر بھان خیاؔل

(۳) غیر مسلم شعرا کے نعتیہ کلام میں لفظ ''مدینہ'' کا استعمال۔ ڈاکٹر محمد احمد نعیمی (نئی دہلی)

ڈاکٹر صاحب نے مکین و مکان کے لازم اور ملزوم ہونے کی حیثیت سے مضمون کی تمہید میں مدینہ منورہ کے مکین، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمالی ذکر کرنے کی بات کر کے صرف حضور کے اسمائے مبارکہ پر ہی گفتگو کی ہے۔ اس کے بعد مکان یعنی مدینہ منورہ کے اسما، محبت، عظمت زیارت اور امتیازات کے سلسلے میں مختصر اور اچھی گفتگو کی ہے۔ مگر عظمت کے سلسلے میں سورہ البلد کی آیت نمبر ا کا جو حوالہ دیا ہے، میری معلومات کے مطابق اس آیت کا تعلق مکہ مکرمہ سے ہے نہ کہ مدینہ منورہ سے۔ تمہید کے بعد سلسلہ کلام کو اپنے اصل موضوع '' غیر مسلم شعرا کے نعتیہ کلام میں لفظ ''مدینہ'' کا استعمال'' کی طرف موڑ دیا ہے۔ آپ کا مضمون چوں کہ ''گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم'' کا حصہ ہے۔ اس لیے آپ نے ان غیر مسلم نعت گو شعرا کا ذکر کیا ہے جنھوں نے مدینہ منورہ کے حوالے سے اشعار قلمبند کئے ہیں۔ مضمون کے آخر میں آپ نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ مضمون میں صرف ان غیر مسلم شعرا کے کلام کو ترجیح دی گئی ہے جن کے اشعار میں لفظ مدینہ بطور ردیف استعمال ہوا ہے۔ اس مضمون میں ۲۴؍ غیر مسلم شعرا کا تعارف اور ان کے نعتیہ اشعار تحریر کئے ہیں۔ ان میں تین شعرا [۲، ۱۵، ۱۷] کے مجموعہ نعت کے نام بھی تحریر کئے ہیں۔

(۱) جناب منشی سالک رام سالکؔ (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۳۴ء)
(۲) جناب مہاراجہ کرشن پرشاد شاؔد حیدر آبادی ''خمکدہ رحمت''
(۳) جناب بابو روشن لال نعیؔم
(۴) جناب نریش نرائن سکسینہ گلشؔن بریلوی
(۵) جناب وشنو کمار شوؔق لکھنوی
(۶) جناب کرشن بہاری نوؔر لکھنوی
(۷) جناب وشنو کمار ماتھر وشنؔو اکبر آبادی (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۲ء)
(۸) جناب سادھو رام آرزو سہارن پوری (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۳ء)
(۹) جناب لکشمی نرائن سخاؔ جے پوری
(۱۰) جناب بہاری لال شاؔنت

(۱۱) جناب طوطارام احقرؔ

(۱۲) جناب ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ آزادؔ

(۱۳) جناب ہری داس اخترؔ

(۱۴) جناب شیام سندر باصرؔ کشمیری

(۱۵) جناب راجیند رنرائن سکسینہ بسملؔ شمس آبادی ''خشت حرم''

(۱۶) جناب بسنت لال بسنتؔ گڑھ مہاراجوی

(۱۷) جناب رادھارمن جوشؔ بدایونی ''کیف سرمدی''

(۱۸) جناب چندر پرکاش پار یکھ چندرؔ جے پوری

(۱۹) جناب نرائن داس ٹنڈن دیاؔ بریلوی

(۲۰) جناب رام ناتھ شرما رمنؔ امروہوی

(۲۱) جناب تیجونت رائے ساحرؔ سنامی

(۲۲) جناب گو بند سرن نگم نفیسؔ لکھنوی

(۲۳) جناب لالہ جگدیش لال زتشی شوقؔ مرادآبادی

(۲۴) جناب مہندر ناتھ اشکؔ نجیب آبادی

(۴) خواتین نعت گوشاعرات

شمارہ-۴ تذکرہ نعت گوشاعرات۔رشید اختر خان (دھنباد جھارکھنڈ)

رشید صاحب کے مضمون کے آغاز میں خواتین کے اولین نعتیہ نمونوں کی تحقیق کو چند قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) ولادت کے بعد حضرت آمنہ کے اشعار

(۲) بعثت کے بعد بنی زہار کی خاتون کے اشعار۔ان کی تحقیق کے مطابق یہ اشعار حضرت حسان کی طرف غلط منسوب ہیں۔

(۳) ہجرت کے بعد مکہ میں ایک نامعلوم خاتون کے اشعار۔جن کو ناقدین عربی ادب شعرالجنی یا شعرالمجہول کا نام دیتے ہیں۔

(۴) ہجرت کے بعد مدینہ میں قبیلہ بنونجار کی چھوٹی چھوٹی بچیوں کے اشعار۔

اس کے بعد انہوں نے عربی، فارسی اور اردو نعتیہ شاعری میں خواتین شاعرات کی صورت حال کا جائزہ لیا ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ عربی زبان کی نعتیہ شاعری میں خواتین نعت گو شاعرات کی تعداد پچاس کے قریب ہے جب کہ فارسی نعتیہ شاعری میں کسی خاتون کا نام شامل نہیں ہے جو بہت حیرت کی بات ہے۔ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے تو اس میں نہ صرف خواتین کے نعتیہ اشعار دستیاب ہیں بلکہ کچھ خواتین کے نعتیہ مجموعے بھی منظر عام پر آ چکے ہیں۔ پھر مضمون کا معیار متعین کرنے کے بعد نو (۹) حمد گو شاعرات کا ذکر کیا ہے جن میں ابتدائی چار شاعرات کے حمدیہ مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ساتھ ہی حمد گوئی پر ہونے والے تحقیقی کاموں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

اس کے بعد خواتین نعت گو شاعرات پر گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ اردو کی پہلی نعت گو شاعرہ محترمہ حضرت بی بی ولیہ (وفات: ۱۱۳۹ھ) کو تسلیم کیا ہے جن کا تعلق پھلواری شریف، بہار سے ہے۔ اور اردو کی سب سے پہلی صاحب دیوان شاعرہ محترمہ لطف النساء امتیاز (پ: ۱۱۵۵ھ) کو تحریر کیا ہے۔ وطن عزیز ہندوستان کے دو صوبوں بہار اور راجستھان کی سب سے پہلی صاحب دیوان نعت گو شاعرہ میں بہار کی محترمہ راضیہ خاتون جمیلہ درویش (۱۸۶۱ء-۱۹۲۱ء) کو اور راجستھان کی سب سے پہلی صاحب دیوان شاعرہ محترمہ نواب امراؤ بیگم عابدہ (۱۸۳۸ء-۱۸۶۸ء) کو تحریر کیا ہے۔ جب کہ اردو کی سب پہلی صاحب دیوان غیر مسلم شاعرہ محترمہ سرور سورج کلا سہائے (علیگ) ''حریم ناز'' ۱۹۵۱ء (پ: ۱۹۱۷ء) کو تحریر کیا ہے۔ ۶۶ نعت گو شاعرات کا تعارف اور ان کے نعتیہ اشعار بطور نمونہ تحریر کئے ہیں۔ ان شاعرات میں سات شاعرات [۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۲۴، ۳۴، ۴۷] کے سات نعتیہ مجموعوں کے نام بھی درج ہیں۔

کل ملا کر انہوں نے اپنے اس مضمون میں نو (۹) حمد گو اور ۶۶ نعت گو شاعرات کا تعارف تحریر کیا ہے۔ نیز ''ہندوستانی نعت گو شعرا'' کے تعارف کی ضمن میں بھی چار (۴) خواتین نعت گو شعرا کا ذکر ہوا ہے۔ اور ''غیر ہندوستانی نعت گو شعرا'' میں چھ (۶) نعت گو شاعرات کا ذکر ہوا ہے۔ اب کل ملا کر یہ تعداد (۸۵) ہو جاتی ہے۔

حمد گو شاعرات

(۱) محترمہ عابدہ کرامت ''جبین ناز ۲۰۰۵ء'' (۲) محترمہ شیبا حیدری ''حمدیہ دیوان ۱۹۹۸ء''
(۳) محترمہ علیم النساء ثنا ''تیری حمد و ثنا ۲۰۰۲ء'' (۴) محترمہ نورین طلعت عروبہ ''ربنا ۲۰۱۵ء''

(۵)محترمہ کشور ناہید (۶)محترمہ پروین شاکر

(۷) محترمہ شاہین مفتی (۸)محترمہ سارہ شگفتہ

(۹) محترمہ حمدہ

نعت گو شاعرات

(۱) محترمہ حضرت بی بی ولیہ (وفات:۱۱۳۹ھ)

(۲) محترمہ حضرت بی بی طاہرہ (وفات:۱۲۵۰ھ)

(۳) محترمہ حضرت بی بی روشن پھلواری (وفات:۱۲۴۸ھ)

(۴) محترمہ حضرت بی بی منیر النساء (وفات:۱۳۲۲ھ)

(۵) محترمہ لطف النساء امتیاز (پ:۱۱۵۵ھ)

(۶) محترمہ ماہ لقا بائی (۱۷۶۷ء-۱۸۴۲ء)

(۷) محترمہ شرف النساء شرف (وفات:۱۲۴۵ھ)

(۸) محترمہ شرف النساء

(۹) محترمہ انوری بیگم حجاب (۱۸۶۵ء-۱۹۳۷ء)

(۱۰) محترمہ نواب بیگم امۃ الحی مبشر النساء حیا ''خم خانہ محامد ۱۹۷۰ء''(۱۸۸۶ء-۱۹۶۱ء)

(۱۱) محترمہ اثیمہ آرکائی (۱۸۲۶ء۱۸۷۳ء)

(۱۲) محترمہ بی بی عاجزہ ترچناپلوی ''تحفہ قبول ۱۸۸۷ء''(۱۸۴۵ء-۱۸۹۶ء)

(۱۳) محترمہ قادر النساء بیگم شوکت (پ:۱۸۷۸ء)

(۱۴) محترمہ امۃ الرحمٰن الفت النساء الفت (۱۸۷۰ء-۱۹۳۰ء)

(۱۵) محترمہ راضیہ خاتون جمیلہ درویش (۱۸۶۱ء-۱۹۲۱ء)

(۱۶) محترمہ بتول فاطمہ ''دیوان بتول در نعت رسول مقبول ۱۳۴۵ھ''

(۱۷) محترمہ نازش برجیس جود (۱۹۲۶ء-۱۹۴۴ء)

(۱۸) محترمہ نواب امراؤ بیگم عابدہ (۱۸۳۸ء-۱۸۶۸ء)

(۱۹) محترمہ شیریں وحید لکھنوی (وفات:۱۸۷۹ء)

(۲۰) محترمہ سردار بیگم

(۲۱) محترمہ صالحہ بیگم پروین (۱۸۶۶ء-۱۹۴۴ء)

(۲۲) محترمہ بسم اللہ بیگم عصمتؔ (پ:۱۳۱۲ھ)

(۲۳) محترمہ سعیدہ عروج مظہرؔ (۱۹۲۲ء-۱۹۸۷ء)

(۲۴) محترمہ صحیفہ بانو"یادگار صحیفہ ۱۳۳۳ھ"

(۲۵) محترمہ سیدۃ النساء (۱۸۷۸ء-۱۹۳۱ء)

(۲۶) محترمہ بیگم شہاب قمرؔ لکھنوی کلکتوی (پ:۱۹۴۳ء)

(۲۷) محترمہ بیگم شہاب قمرؔ ناخور (۲۸) محترمہ نثار فاطمہ کبریٰ

(۲۹) محترمہ مسرت جہاں بیگم نسیمہؔ (۳۰) محترمہ سلطان جلیسؔ اکبر آبادی

(۳۱) محترمہ حسینہؔ بیگم (۳۲) محترمہ کندن نزاکت (وفات:۱۲۹۰)

(۳۳) محترمہ بشیر النساء بیگم بشیرؔ

(۳۴) محترمہ رضیہ سلطانہ بیگم "صدائے دل ۲۰۰۸ء (پ:۱۹۲۲ء)

(۳۵) محترمہ پروفیسر شائستہ زیدی (وفات:۱۹۳۹ء)

(۳۶) محترمہ سعدیہ نسیم ڈاکٹر نسیم آرا سعید (۳۷) محترمہ ثروتؔ مشرف جہاں

(۳۸) محترمہ سیدہ مضطر (۳۹) محترمہ آمنہ خاتون عفتؔ

(۴۰) محترمہ شمیمہ بیگم (پ:۱۹۲۴ء)

(۴۱) محترمہ سرور سورج کلا سہائے علیگ (پ:۱۹۱۷ء)

(۴۲) محترمہ تسنیم فاطمہ بریلوی (پ:۱۹۳۳ء)

(۴۳) محترمہ محترمہ فاطمہ بیگم کلیم (۴۴) محترمہ فاطمہ رداؔ (پ:۱۹۳۲ء)

(۴۵) محترمہ ڈاکٹر فاطمہ زہرہؔ (پ:۱۹۵۷ء) (۴۶) محترمہ زاہدہؔ بیگم بنگلوری

(۴۷) بیگم ڈاکٹر محمد افضال حسین "تعمیر حرم" (۴۸) محترمہ منیر مختار عباسی

(۴۹) محترمہ امۃ الفاطمہ بیگم منعم (پ:۱۲۸۲ھ) (۵۰) محترمہ نور النساء بیگم نورؔ

(۵۱) محترمہ زبیدہ خاتون (۵۲) محترمہ امۃ الخلیق حفصہ رشید

(۵۳) محترمہ صغریٰ بیگم حیاؔ (پ:۱۸۸۴ء)

(۵۴) محترمہ رابعہ بیگم رابعہؔ (پ:۱۹۳۸ء)

(۵۵) محترمہ صالحہ بیگم مخفی (۱۹۱۵ء-۱۹۶۱ء)

(۵۶) محترمہ ساجدہ خاتون تشنہؔ (پ:۱۹۲۶ء)

(۵۷) محترمہ رابعہ سلطانہ شادؔ عظیم آبادی (پ:۱۹۲۱ء)

(۵۸) محترمہ آفاقی زمانی بیگم

(۵۹) محترمہ عابدہ بیگم شبنمؔ (پ:۱۹۰۳ء) (۶۰) محترمہ فیاض بانو

(۶۱) محترمہ مخفی (۶۲) محترمہ نور الصباح بیگم نورؔ

(۶۳) محترمہ قمر النساء قمرؔ (۶۴) محترمہ زاہدہ کمالؔ

(۶۵) لطیف النساء لطیفؔ (۶۶) محترمہ محمودہ محمودہؔ اختر

نتیجہ:

تابش فکر و نظر اور افکارِ روشن کے ابواب میں ہم نے قسم چہارم کی جو چار قسمیں کی تھیں ان کا نتیجہ درج ذیل ہے۔

شعرا:

(۱) ہندوستانی نعت گو شعرا	۳۱۹	
(۲) غیر ہندوستانی نعت گو شعرا	۲۸	
(۳) غیر مسلم نعت گو شعرا	۸۱	
(۴) خواتین حمد و نعت گو شاعرات	۸۵	کل:۵۱۳

مجموعے:

(۱) ہندوستانی نعت گو شعرا	۱۱۴	
(۲) غیر ہندوستانی نعت گو شعرا	۱۴	
(۳) غیر مسلم نعت گو شعرا	۵	
(۴) خواتین حمد و نعت گو شاعرات	۱۱	کل:۱۴۳

قسم پنجم:

وہ مضامین جن کا تعلق حمد و نعت سے بالواسطہ طور پر ہے۔ یہ سات (۷) مضامین ہیں:

شمارہ-۴ (۱) وفات النبی، حیات النبی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم: تنویر پھول (نیویارک)

(۲) احوال ایک محفل نعت خوانی کا: ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی (امروہہ)

(۳) میرا سفر نعت گوئی: خان حسنین عاقبؔ (مہاراشٹر)

(۴) کتب خانہ ''قادریہ بشیریہ شاہ جہاں پور'' میں محفوظ نعتیہ دواوین کا اجمالی جائزہ: الحاج سید محمد مفیض الدین (شاہجہاں پور، اتر پردیش)

(۵) ہالینڈ میں محفلِ نعت: ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی (مئو، یو پی)

شمارہ-۵ (٦) اردو کی اولین تخلیق ''مثنوی چنداین'' کا لسانیاتی مطالعہ: ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (فتح پور، راجستھان)

(۷) نعت ریسرچ سینٹر، انڈیا اور اس میں فراہم تحقیقی و تنقیدی، حمدیہ و نعتیہ کتب و دواوین کا اجمالی تعارف (مدیر)

(۵) زاویہ نگاہ

اس باب کے اغراض و مقاصد آپ کے بقول یہ ہیں:

اس گوشے کا مقصد اختلاف رائے کی گنجائش کا پیغام دینا ہے، مگر اس طرح کے اختلافات جو خود اصولوں پر مبنی ہوں ان کی اس میں قطعی گنجائش نہیں ہے۔ ہم ذہنی، فکری، نظریاتی، علمی اور ادبی اختلاف کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کے افہام و تفہیم، شعور و فکر کی بالیدگی کے ساتھ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دائرے میں کرنے کے قائل ہیں۔ یقیناً فکری اور ادبی اختلافات ادب اور فن کو تابانی عطا کرتے ہیں۔ مگر خود ساختہ اصولوں پر مبنی اختلافات عموماً نزع کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جس سے ادب میدان مبارزت بن کر رہ جاتا ہے۔ ادب کا میدان مبارزت بن جانا ارتکاز فکر کے منجمد ہونے کے مترادف ہے۔ (دبستان نعت۔۲،ص:۱۵،۱٦)

یہ باب مجلّہ کے شمارہ۔۲ سے شروع کیا گیا ہے۔ ہر شمارے میں اس باب کے تحت شائع ہونے والی تحریرات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

شمارہ۔۲ میں ۱۵ر صاحبان علم و فن کی تحریرات زینت مجلّہ ہیں۔ اس کے بعد ترتیب وار تینوں شماروں میں سے ہر ایک میں نو (۹) تحریرات شامل اشاعت ہیں۔ اس طرح کل ۴۲ر تحریرات ہو جاتی ہیں۔

اس باب میں شائع ہونے والے قلم کار حضرات تین (۳) طرح کے ہیں:

☆ وہ قلم کار حضرات جن کی تحریرات لگاتار شائع ہو رہی ہیں۔ یہ دو ہیں:

(۱) اقبال اعظمی (گھوسی، اعظم گڑھ)

(۲) پروفیسر فاروق احمد صدیقی (مظفر پور، بہار)

☆ وہ قلم کار حضرات جن کی تحریرات چند بار شائع ہوئی ہیں۔ یہ پانچ ہیں:

(۱) ڈاکٹر اشفاق انجم (مالیگاؤں، مہاراشٹر)
(۲) پروفیسر مجید بیدار (حیدر آباد، تلنگانہ)
(۳) قاری محمد رفیق فائزؔ فتح پوری (فتح پور، راجستھان)
(۴) شہیر رضوی (کھیری، یوپی)
(۵) حلیم صابر (کولکاتا)

☆ وہ قلم کار حضرات جن کی تحریر صرف ایک بار شائع ہوئی ہے۔ یہ بیس (۲۰) ہیں:

(۱) پروفیسر ابوسفیان اصلاحی (علی گڑھ)
(۲) ڈاکٹر آفاق عالم صدیقی (کرناٹک)
(۳) علامہ ڈاکٹر شہزاد مجددی (لاہور)
(۴) ڈاکٹر سید شمیم گوہرؔ مصباحی (الہ آباد)
(۵) پروفیسر محمد سعداللہ (مہاراشٹرا)
(۶) متین عمادی (پٹنہ)
(۷) ڈاکٹر سید منیر محی الدین قادری (آندھرا پردیش)
(۸) خان حسنین عاقبؔ (مہاراشٹرا)
(۹) فہیم بسملؔ (شاہجہاں پور)
(۱۰) مفتی توفیق احسنؔ برکاتی (ممبئی)
(۱۱) طاہر حسین طاہرؔ سلطانی (کراچی)
(۱۲) ڈاکٹر عزیز احسن (کراچی)
(۱۳) تنویر پھول (نیویارک)
(۱۴) مقصود بستوی (جھانسی)
(۱۵) فاروق جائسی (کانپور)
(۱۶) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (نئی دہلی)
(۱۷) علامہ عتیق اثرؔ ندوی (بستی)
(۱۸) ڈاکٹر چاند اعظمی (ہزاری باغ، جھارکھنڈ)
(۱۹) مولانا عابد چشتی (کچھوچھ شریف)

(۲۰) ایم۔نصراللہ نصر (ہوڑہ)

اس طرح اس باب میں قلم کارحضرات (۲۷) اورتحریرات (۴۲) ہوجاتی ہیں۔

(۶) کائناتِ نعت

یہ باب اب تک رسالے کے دوشماروں شمارہ نمبر۔۲ اور شمارہ نمبر۔۴ میں شائع ہوا ہے۔جس میں شمارہ نمبر۔۲ میں چھ حمد یہ ونعتیہ مجموعوں اورشمارہ نمبر۔۴ میں دوحمد یہ ونعتیہ کلیات،ایک دیوان اوردو نعتیہ مجموعوں پرتبصرہ ہوچکا ہے۔جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

شمارہ نمبر۔۲

پہلا مجموعہ’’حمد رب جلیل نعت رسول کریم‘‘شاعر:ڈاکٹرجلال تو قیر (کوٹہ،راجستھان)

دوسرا مجموعہ’’محمد نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا‘‘شاعر:نذیرؔ فتح پوری (پونہ،مہاراشٹر)

تیسرا مجموعہ’’ پیمان قلم‘‘شاعر:مختارؔ عاشق جونپوری (احمد آباد،گجرات)

چوتھا مجموعہ’’مجموعہ حمد ونعت‘‘شاعر:عبدالقادر عارف (کرناٹک)

ان چار مجموعوں پرتبصرہ محترم ڈاکٹر رضوان احمد انصاری صاحب کاتحریرکردہ ہے۔ جب کہ پانچویں مجموعے’’محبتوں کے چراغ‘‘شاعرقاری اخلاقؔ احمد فتح پوری (فتح پور،راجستھان) پرتبصرہ ڈاکٹرشکیل احمد اعظمی اور چھٹے آخری مجموعے’’چراغ حرا‘‘شاعر پروفیسرڈاکٹر نازؔ قادری پرتبصرہ آپ کا ہی تحریرکردہ ہے۔

شمارہ نمبر۔۴

پہلا تبصرہ پروفیسر مجید بیدار کا’’کلیات صبیح رحمانی‘‘شاعر: سید صبیح الدین صبیحؔ رحمانی (کراچی، پاکستان) پر، دوسرا تبصرہ ڈاکٹر رضوان انصاری کا’’کلیات عزیز احسن‘‘شاعر:ڈاکٹر عزیز احسن (کراچی، پاکستان) پر، تیسرا تبصرہ مرزا ساجد حسین ساجدؔ امروہوی کا’’دیوان وجیہ‘‘شاعر: جناب وجیہؔ رامپوری (رامپور، اترپردیش) پر، چوتھا تبصرہ ڈاکٹر رضوان انصاری کا ہی’’ازہار مدینہ‘‘شاعر :پروفیسر فاروق احمد صدیقی (مظفر پور، بہار) پراور پانچواں آخری تبصرہ مفتی توفیق احسنؔ برکاتی کا ’’نفیرحرم‘‘شاعر:مولانافروغ احمد اعظمی پرتحریرکردہ شامل اشاعت ہے۔

کل ملا کراس باب کے تحت اب تک دوکلیات،ایک دیوان اورآٹھ حمد یہ ونعتیہ مجموعوں پرتبصرہ شائع ہوچکا ہے۔

(۷)خصوصی گوشے

دبستان نعت کے اب تک شائع ہونے والے شماروں میں تین خصوصی گوشے شائع ہوئے ہیں۔

شمارہ۔۱ پہلا گوشہ: گوشہ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ۔۲ دوسرا گوشہ: گوشہ حسان الہند

شمارہ۔۵ تیسرا گوشہ: گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

اسی مناسبت سے یہ شمارے بھی انہی کے نام منسوب ہیں۔

پہلا گوشہ ''گوشہ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ'' ص۔۲۷۷ سے ص۔۳۴۴ تک ۶۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں محترم تنویر پھول (نیویارک) کے ذریعے دو فارسی نعتوں کا ترجمہ اور دو مضامین: (۱) مولانا جامی کی نعت نگاری۔ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط اور (۲) حضرت عبدالرحمٰن جامی نادر روزگار شخصیت۔ ڈاکٹر رضوان احمد انصاری ہیں۔نیز ڈاکٹر نور احمد ربانی کی ''کشف العرفان'' سے ۳۱ر فارسی نعتوں کا اردو ترجمہ بھی شامل اشاعت ہے۔

دوسرا گوشہ ''گوشہ حسان الہند'' ص۔۳۸۹ سے ص۔۵۰۹ تک ۱۲۱ر صفحات پر مشتمل ہے۔جس کے آغاز میں ایک ایک عربی فارسی نعت اور ایک عربی نعتیہ قصیدہ مع اردو ترجمہ موجود ہیں۔انہی کے ساتھ حضرت حسان الہند کی شان میں جناب شہیر رضوی صاحب کی ایک منقبت بھی شامل ہے۔اس کے بعد حضرت حسان الہند کی حیات اور علمی ادبی خدمات پر پانچ مضامین زینت گوشہ ہیں۔جن میں پہلا مضمون ''حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی اور عربی خدمات'' ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب (ہیوسٹن، امریکہ) کا ہے جو حضرت حسان الہند پر پی ایچ۔ڈی ایوارڈ یافتہ ہیں، دوسرا مضمون ''حسان الہند میر سید غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ شخصیت اور فن'' ڈاکٹر اشفاق انجم (مالیگاؤں، مہاراشٹر) کا ہے، تیسرا مضمون ''حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ حیات، خدمات اور شاعری'' ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (حیدرآباد، تلنگانہ) کا ہے، یہ مضمون پہلے دو مضامین کے مقابلے میں حضرت حسان الہند کی حیات اور علمی ادبی خدمات کے حوالے سے بہت جامع ہے۔

چوتھا مضمون ''علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نعتیہ شاعری کے گل سر سبد'' پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (پاکستان) کا ہے اور پانچواں آخری مضمون ''حسان الہند علامہ سید میر غلام علی آزاد بلگرامی'' ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی کا ہے۔

تیسرا گوشہ ''گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم'' ص۔۲۳ سے ۲۱۸ تک ۱۹۶ر صفحات پر

مشتمل ہے۔ چوں کہ اس شمارے کے ''گلہاے عقیدت'' باب میں بھی اسی سے متعلق نعتیں شامل کی گئی ہیں جو ص۔ ۶۲۶ سے ص۔ ۶۶۸ تک ۴۳؍صفحات کو محیط ہے۔ اس طرح یہ گوشہ کل ۲۳۹؍صفحات پر مشتمل ہے۔ اس گوشے میں ۱۰؍مضامین ہیں جن میں ۴؍مضامین مدینہ منورہ کی تاریخ اور عظمت و بزرگی کے حوالے سے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) ''طیبہ'' مسلمانوں کا محبوب ترین شہر۔ ڈاکٹر احمد القاضی (قاہرہ، مصر)

(۲) مدحت مدینہ منورہ۔ ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی (علی گڑھ، اتر پردیش)

(۳) تاریخ، تاسیس و عظمت مدینہ شریف۔ قاری محمد رفیق قاضی فائز فتح پوری (فتح پور، راجستھان)

(۴) مدینہ منورہ کے مقدس مقامات پر ایک طائرانہ نظر۔ الحاج سید محمد مفیض الدین قادری (شاہجہاں پور، اتر پردیش)

بقیہ ۶؍مضامین مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف کرنے والے مسلم اور غیر مسلم شعرا کے تعارف پر مشتمل ہیں۔ ساتھ ہی ان کے مدینہ کے حوالے سے کہے گئے اشعار کو بھی بطور نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ ''مدینہ'' کا استعمال۔ ڈاکٹر محمد احمد نعیمی (نئی دہلی)

(۲) شعراے ودربھ کی نعتوں میں ذکرِ مدینہ۔ ڈاکٹر محمد آصف (امراوتی، مہاراشٹر)

(۳) کانپور کے چند نعت گو شعرا کا تذکرہ (افکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں) فاروق احمد جائسی (کانپور، اتر پردیش)

(۴) آزادی کے بعد ضلع سیتاپور کے نعت گو شعرا کے کلام میں شہر رسول کا ذکر اور اس کی معنویت۔ ڈاکٹر رضوان انصاری (سیتاپور، اتر پردیش)

(۵) سرزمین مدینہ اور نعت گو شعراء۔ ڈاکٹر شاہد احمد شاہد جمالی (جے پور، راجستھان)

(۶) اردو نعت گوئی میں ذکرِ مدینہ (نمائندہ شعراء کے حوالے سے) ڈاکٹر معین الدین شاہین (اجمیر، راجستھان)

(۸) گلہاے عقیدت

اس باب کا تعارف اور اغراض و مقاصد آپ کے الفاظ میں یہ ہیں:

میگزین کا ایک گوشہ ''گلہاے عقیدت'' ہے جس میں ہم نے ان نعت گو شعرا کو شامل کیا ہے جو یا تو لوگوں کے اذہان سے محو ہوتے جا رہے ہیں یا اب تک اہل علم و ادب ان کے فکر و فن کی جانب متوجہ

نہیں ہو سکے۔ہم ارباب علم وفضل سے پر امید ہیں کہ ایسے شعراے کرام کی فکر وفن کی جانب متوجہ ہو کر نقد ونظر کے معیار پر پرکھ کران کے کلام کی قدروں کو متعین کریں گے۔(دبستان نعت۔ا،ص:۱۶)

شمارہ اول میں ۴۲؍ شعراے کرام کی ۴۳؍ تخلیقات ہیں۔جن کی تفصیل یہ ہے کہ ۴۱؍ نعتیں، ایک نعتیہ تضمین اور آخر میں ایک سلام ہے۔جن میں ۳۰؍ شعرا کا تعلق وطن عزیز ہندوستان سے ہے اور ۱۲؍ شعرا کا بیرونی ممالک سے ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ ان میں جناب چندر بھان خیالؔ اور جناب ادھومہاجن بسملؔ دو غیر مسلم شاعر بھی ہیں۔اور ان کے ساتھ دو خواتین محترمہ ڈاکٹر صغریٰ عالم اور محترمہ خورشید آرا بیگم خورشیدؔ کی بھی نعتیں شامل اشاعت ہیں۔

شمارہ دوم میں ۳۲؍ شعرا کی ۳۰؍ نعتیں، ایک نعتیہ تضمین بر کلام نصیرؔ اور آخر میں ایک سلام شامل اشاعت ہے۔جن میں ۲۸؍ شعرا کا تعلق وطن عزیز ہندوستان سے ہے اور ۴؍ شعرا کا بیرونی ممالک سے ہے۔پہلے شمارے کی طرح اس شمارے میں بھی دو غیر مسلم شاعر ہیں۔ایک گوہر تری کیروی اور دوسرے تلک راج پارسؔ۔اور دو خواتین ہیں: ایک حمیرا راحتؔ اور دوسری سیدہ نیلوفر نایابؔ۔

شمارہ سوم میں ۳۰؍ شعرا کی ۲۹؍ نعتیں اور ایک سلام شامل اشاعت ہے جس میں تین فارسی نعتیں ہیں۔۳۰؍ شعرا میں ۴؍ شعرا کا تعلق بیرونی ممالک سے ہے اور بقیہ ۲۶؍ شعرا کا تعلق وطن عزیز سے ہے۔ان میں دو خواتین بھی ہیں۔(۱) ریحانہ عاطفؔ خیر آبادی (۲) انجنا کششؔ فتح پوری

شمارہ چہارم میں ۳۲؍ شعرا کی ۳۱؍ نعتیں اور ایک سلام شائع ہوا ہے جس میں دو فارسی نعتیہ غزلیں ہیں۔ان میں ۲۶؍ شعرا کا تعلق وطن عزیز ہندوستان سے ہے جب کہ ۶؍ شعرا کا تعلق بیرونی ممالک سے ہے۔اس شمارے میں چھ خواتین کی نعتیں شائع ہوئیں ہیں جو سارے شماروں میں سب سے زیادہ تعداد ہے۔ان کے نام یہ ہیں: ا۔سیدہ مسرت جہاں بیگم شفیق نوریؔ ۲۔درشہوار نرگسؔ ۳۔ڈاکٹر شائستہ یوسف ۴۔ڈاکٹر نلنی وبھا نازلیؔ ۵۔نسرین ۶۔ڈاکٹر فاطمہ زہرا

شمارہ پنجم میں اس باب کے تحت آپ نے ایک انوکھی اور لاجواب کوشش کی ہے کہ اس بار اس باب میں صرف وہ نعتیں شامل کی ہیں جن کی ردیف ’’مدینہ‘‘ ہے۔یہ ۳۷؍ شعرا کی ۳۶؍ نعتیں ایک نعتیہ تضمین بر نعت جگر مرادآبادی اور ایک سلام ہے۔ان شعرا میں ۳۳؍ شعرا کا تعلق وطن عزیز سے ہے اور ۴؍ شعرا کا تعلق بیرونی ممالک سے ہے۔اور ان میں بھی چار غیر مسلم ہیں: ا۔سالک رام سالکؔ۔ ۲۔پنڈت بہاری لال صابرؔ۔ ۳۔بابو روشن لال نعیمؔ۔ ۴۔تلک راج پارسؔ۔اور پانچ خواتین ہیں: ا۔بتول فاطمہ شاہ جہاں پوری۔ ۲۔نور جہاں بدایونی۔ ۳۔وحیدہ نسیمؔ۔ ۴۔خورشید آرا بیگم خورشیدؔ۔

۵۔سیدہ منور جہاں منوّر

اس باب کے تحت شائع ہونے والے مکرر شعرا کو نکالنے کے بعد اور ان کی نعتوں وسلاموں کی کل تعداد درج ذیل ہے:

مسلم شعرا۔۱۳۱	مسلم شاعرات۔۱۴	غیر مسلم شعرا۔۷
غیر مسلم شاعرات۔۲	کل شعرائے کرام:۱۵۴	نعتیں۔۱۶۷
نعتیہ تضامین۔۳	سلام۔۵	کل:۱۷۵

(۹) ستائش نامے

آپ اس باب کے تحت قارئین کے خطوط شامل کرتے ہیں۔ پہلے شمارے میں اس باب کو ''پیام مدحت'' کے نام سے موسوم کیا تھا۔ مگر دوسرے شمارے میں اس باب کا نام ''ستائش نامے'' کردیا ہے۔ پہلی شمارے میں ۳؍لوگوں کے خطوط شامل تھے۔ جب کہ دوسرے شمارے میں سب سے زیادہ ۴۲؍خطوط شامل اشاعت ہیں۔اس کے بعد تیسرے میں ۱۲، چوتھے میں ۱۴ اور پانچویں میں ۹؍لوگوں کے خطوط شامل اشاعت ہیں۔اس طرح کل خطوط (۸۰) ہوجاتے ہیں۔

☆☆☆

ڈاکٹر راہی فدائی (بنگلور)

علامہ باقر آگاہ ویلوری: سیرت نگاری و نعت نویسی

نابغۂ علم و ادب علامہ محمد باقر آگاہ نائطی شافعی قادری بارہویں صدی ہجری کے اہل فضل و اصحاب کمال شخصیتوں میں ایک ممتاز و منفرد مقام کے حامل تھے۔ آپ نہ صرف متبحر عالم و فاضل اور صوفیٔ کامل تھے بلکہ قادرالکلام شاعر اور اعلیٰ درجے کے نثر نگار و انشا پرداز بھی تھے۔ آپ کو عربی، فارسی اور اردو پر مکمل دسترس حاصل تھا۔ علاوہ ازیں آپ سنسکرت، برج بھاشا، تمل اور تلگو سے بھی کماحقہٗ واقف تھے، جس کے ثبوت کے لئے آپ کی تصنیفات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

آپ کا نسبی تعلق عربی الاصل اہل نوائط سے تھا۔(۱) آپ کے والد بزرگوار مولانا محمد مرتضیٰ معروف بہ محمد صاحب (متوفی ۱۲۰۵ھ) زوال سلطنت عادل شاہی (۱۰۹۸ھ/مطابق ۱۶۸۶ء) کے کئی سال بعد شہر بیجاپور سے ہجرت کرتے ہوئے دارالسرور ویلور پہنچے اور وہیں مستقل قیام پذیر ہوگئے۔ مولوی محمد صاحب کی ویلور تشریف آوری کا سبب غالبًا یہ ہو کہ آپ کے ہم وطن مشہور صوفی حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی بیجاپوری (متوفی ۱۱۵۰ھ) نے بھی ترک وطن کر کے شاہ نور، سرا اور آرکاٹ ہوتے ہوئے ۱۱۳۲ھ میں شہر ویلور کو اپنا مستقر بنالیا تھا، اس وقت آپ کے ہمراہ آپ کے چودہ سالہ فرزند سید شاہ ابوالحسن قربیؔ بھی تھے جو بعد میں علامہ باقر آگاہ کے مرشد و معلم ہوئے۔

علامہ آگاہ کی ولادت ۱۴/رجب المرجب ۱۱۵۸ھ/مطابق ۱۷۴۵ء کو شہر ویلور میں ہوئی۔ یہاں علامہ آگاہ کے مولد کے متعلق بعض اہل قلم کی غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ مثلاً مشہور محقق و ادیب پروفیسر حنیف نقوی (۱۹۳۶ء-۲۰۱۲ء) نے ماہنامہ ''نیا دور'' لکھنؤ کے شمارہ جنوری ۱۹۷۹ء میں بعنوان ''منظومات آگاہ کے نثری دیباچے'' ایک طویل مضمون تحریر کیا تھا جس میں آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ:

> ''اکثر مصنّفین نے ایلور کے بجائے ویلور کو جو جنوبی ہند کا ایک مشہور شہر ہے، آگاہ کا مولد و مسکن قرار دیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں معلوم ہوتا۔

کیونکہ آگاہ کی تصانیف کے جتنے خطی نسخے یا ان کے اقتباسات کی معتبر نقلیں راقم السطور (حنیف نقوی) کی نظر سے گزری ہیں، ان میں ان کے نام کے ساتھ واضح طور پر ''ایلوری'' لکھا ہوا ہے۔ جو یقیناً مرجح اور مستند ہے۔ ''ایلور'' مدراس گڈور ریلوے لائن پر مدراس سے شمال کی جانب ۵۲ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔''(۲)

پروفیسر حنیف نقوی صاحب کو ایلور اور ویلور میں امتیاز و فرق کرنے کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ بات دراصل یہ کہ ویلور کا قدیم نام ایلور ہی تھا، اسی لئے علامہ آگاہ نے اپنی تصنیفات میں ''ایلور'' لکھا ہے۔ علاوہ ازیں آگاہ کے استاذ شیخ حضرت قربی (۱۱۱۸ھ۔۱۱۸۲ھ) نے اپنی تحریروں میں ایلور اور ویلور دونوں طرح سے استعمال کیا ہے، حضرت قربی کا مشہور شعر ہے:

''دارالسرور ویلور، شہروں میں بادشہ ہے　　　　ارکاٹ اور چلپجی اس دار کا گدا ہے''

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ویلور کا لقب ''دارالسرور'' حضرت قربی کی عطا ہے۔ جب جنوبی ہند پر انگریزوں کا تسلط ہوا تو اس وقت بظاہر نوابانِ کرناٹک کی حکومت تھی، البتہ نواب محمد علی والا جاہ (متوفی ۱۲۱۰ھ/مطابق ۱۷۹۵ء) والیِ کرناٹک کو انگریزوں نے قدرے آزادی دے رکھی تھی، اس دور میں انگریزی حکومت کے ذمہ داروں نے مقامی زبان ''تمل'' کے زیر اثر اور اپنی سہولت کی خاطر ''ایلور'' (Yellore) کو (Vellore) سے بدل دیا، یہ تبدیلی حکمرانوں کے نزدیک اس لئے بھی ضروری تھی کہ شہر مدراس اور گوڈور کے درمیان ۱۳۴ کلومیٹر کے فاصلے پر صوبۂ آندھرا میں ایلّور (Yellore) نامی گاؤں آباد ہے اور یہ بستی سمندر کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے وہاں ''نمک'' کی پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔ نمک کو تلگو زبان میں ''اُپّو'' کہا جاتا ہے۔ اس نسبت سے اس گاؤں کا نام ''اُپّو ایلور'' پڑ گیا۔ اس کے مقابلے میں شہر مدراس کے جنوب میں ایک سو پینتیس (۱۳۵) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع مشہور شہر ویلور کو ابتدا میں ''رایاایلور'' کا نام دیا گیا تھا، تاکہ دونوں بستیوں میں فرق کیا جاسکے۔ ویلور میں چونکہ ''وجیانگر'' کے رائلوں کی حکومت تھی جو ۱۴/اپریل ۱۶۴۶ء کو بیجاپوری سپہ سالار مصطفیٰ خاں کے ہاتھوں شکست فاش کے بعد قلیل عرصے میں ختم ہوگئی۔ (۳) اسی وجہ سے اس کا نام رایا ویلور مشہور ہوا۔ صوبۂ آندھرا میں واقع ایلّور ایک چھوٹے سے قریہ کا نام ہے جہاں صدیوں سے قیام تو کجا مسلمانوں کی آمد و رفت بھی نہیں رہی، لہٰذا وہاں علامہ آگاہ کی ولادت کا امکان ہی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ علامہ آگاہ حضرت قربی کی درسگاہ کے طالب علم تھے، حضرت قربی کا مستقل

قیام ویلور میں تھا، ایسی صورت میں کسی شخص کا ڈھائی سو سال پہلے صوبۂ آندھرا سے نکل کر اتنا طویل فاصلہ طے کرتے ہوئے ویلور پہنچنا اور بار بار آتے جاتے رہنا یہ ممکنات میں سے نہیں ہے۔

پروفیسر نقوی صاحب کی یہ غلط فہمی کہ آگاہ ویلوری نہیں ایلوری ہیں، تقریباً تیس (۳۰) سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی باقی رہی۔ چنانچہ آپ نے ۲۶/جنوری ۲۰۱۰ء کو جناب علیم صبا نویدی کے نام ایک طویل خط لکھا، جس میں علیم صبا صاحب کی کتاب کا تجزیہ ''اردو ادب کا اوّلین نقاد: باقر آگاہ'' کے عنوان سے کیا۔ اس خط کے آخری پیراگراف میں آپ نے علامہ آگاہ کے مولد کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا:

> ''چونکہ ان کی تصانیف کے بیشتر قلمی نسخوں میں ان کے نام کے ساتھ ''ویلوری'' کے بجائے ''ایلوری'' لکھا ہوا ملتا ہے، (آپ کے پیش کردہ دیباچوں میں بھی چار میں سے تین میں ''ایلوری'' ہی منقول ہے) اس لئے میرا موقف یہ ہے کہ وہ (آگاہ) ویلور میں نہیں ایلور میں پیدا ہوئے تھے جو مدراس کی ایک نواحی بستی ہے۔ میں اس علاقے کے جغرافیہ سے اچھی طرح واقف نہیں، اس لئے براہ کرم میری رہبری فرمایئے کہ میرا یہ موقف کس حد تک صحیح ہے؟، میں اس سلسلہ میں آپ کے مفصل جواب کا منتظر رہوں گا۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ مخلص حنیف نقوی۔'' (۴)

علامہ آگاہ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد کے زیر سرپرستی ہوئی، آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید اور تجوید سے فراغت حاصل کرلی، پھر آپ نے اپنے عم محترم مولانا شیخ حبیب اللہ خلیفۂ حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اس دوران چچا نے محسوس کیا کہ برادرزادے ہونہار اور ذہین وفہیم ہیں، ان کے لئے حضرت قربؔی کی درسگاہ مناسب رہے گی۔ چنانچہ چچا نے بھتیجے کو حضرت قربؔی کی بارگاہ میں حاضر کردیا، آگاہ نے حضرت قربؔی سے فارسی کی مطولات، سکندر نامہ، قرآن السعدین وغیرہ کتابیں پڑھیں، بعدازاں آپ اپنے چچا مولانا حبیب اللہ قادری جو نواب عبدالصمد دلیر جنگ کے خسر نواب عبدالحی خاں کی ملازمت میں تھے، کے ہمراہ شہر نظہر نگر (ترچناپلی) منتقل ہوگئے، جہاں آپ نے مشہور عالم وصوفی حضرت شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) ابن محمد عبدالعظیم بہاری سے عربی ادب اور صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔ (۵) ترچناپلی (نظہر نگر) میں آگاہ کا قیام دو سال رہا، پھر ۱۱۷۷ھ میں آپ ترچی سے ویلور لوٹ آئے اور

حضرت قرؔبی کی بارگاہ سے وابستہ رہ کر علوم ظاہرہ کی تکمیل کے ساتھ علوم باطنہ کی تحصیل کی۔ آپ کے معلم و مربی حضرت قرؔبی علامۂ وقت اور عارف باللہ ہونے کے علاوہ بلند پایہ شاعر بھی تھے، علاوہ ازیں حضرت قرؔبی کے اکلوتے فرزند علامہ سید شاہ عبداللطیف (ثانی) ذوقؔی ویلوری جو صاحب قلم اور باکمال شاعر تھے، آپ کے یارِ غار کی طرح تھے۔ ان دونوں دوستوں میں فن عروض، صنائع و بدائع اور لطائف شعری پر بحثیں ہوتی تھیں، جس کی وجہ سے علامہ آگاہ کی ادبی صلاحیتوں کو فروغ حاصل ہوا۔

علامہ آگاہ اپنے شیخ و استاذ حضرت قرؔبی کے وصال ۲۰؍رمضان المبارک ۱۱۸۲ھ؍مطابق جنوری ۱۷۶۹ء کے بعد شہر مدراس منتقل ہو گئے۔ مدراس اس وقت عظیم ریاست کرناٹک کا دارالخلافہ تھا، جہاں علم و عرفان کی نورانی محفلیں ہر طرف سجی ہوئی تھیں، اور جا بجا شعر و سخن کی مجلسیں آراستہ تھیں، علامہ آگاہ کی آمد کے بعد قلیل عرصے ہی میں آپ کی شہرت دور دور علاقوں تک پہنچ گئی۔ آپ کی خداداد صلاحیتوں کا علم والئی کرناٹک نواب محمد علی والا جاہ (متوفی ۱۲۱۰ھ) کو ہوا تو نواب صاحب نے جو خود صاحب علم اور جوہر شناس تھے، آپ کی خوب قدر افزائی کی اور اپنے دونوں صاحبزادوں نواب عمدۃ الامراء (متوفی ۱۲۱۶ھ؍مطابق ۱۸۰۱ء) اور امیر الامراء (متوفی 1218ھ؍مطابق ۱۸۰۳ء) کا اتالیق مقرر کیا، اس کے عوض بطور وظیفہ ماہانہ دوسو روپے اور قصبۂ ''اتّور'' کی جاگیر جس کا سالانہ محصول ایک ہزار دوسو ''ہون'' تھا، آپ کی خدمت میں پیش کی، علامہ آگاہ کے تبحر علمی و خلق کریمی ہی کا اثر تھا کہ نواب والا جاہ نے آپ کو اپنا دبیر خاص (Private Secretary) مقرر کیا۔ نواب موصوف نے آپ سے شریف مکہ مکرمہ اور ممالک عربیہ کے مشاہیر علما و فضلا کے نام خطوط لکھوائے، یہ سلسلہ ۱۱۸۵ھ تا ۱۲۰۵ھ جاری رہا۔ علمائے حجاز نے آپ کی فصیح و بلیغ انشاپردازی اور زبان عربی پر آپ کے کامل دسترس کی خوب تعریف کی، نواب والا جاہ اہل عرب کی توصیف و تحسین سے اس قدر خوش ہوئے کہ آگاہ کی نذر کرنے کے لئے ایک طلائی گہوارہ بنوایا اور اپنے صاحبزادوں کو حکم دیا کہ اس زرّیں گہوارے میں اپنے استاذ کو بٹھا کر جھلائیں۔ علامہ آگاہ نے اس عزت افزائی اور قدر شناسی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جھولے میں بیٹھنے سے انکار کر دیا، البتہ نواب زادوں کے شدید اصرار پر زریں گہوارہ اپنے پاس رکھ لیا۔(۶)

حضرت قرؔبی کی وفات کے بعد آگاہ نے دل برداشتگی کے عالم میں اپنا شعری سرمایہ دریا برد کر دیا جس کا ذکر آپ نے اپنے دیوان کے دیباچہ میں کیا ہے۔ آپ کی مدراس آمد اور دربار والا جاہی سے وابستگی کے بعد آپ کی خدمت میں علما و صلحا اور ادبا و شعراء کی تشریف آوری کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، علمی مجلسیں اور شعری محفلیں منعقد ہونے لگیں جس سے سویا ہوا آپ کا ذوق شعری یکلخت جاگ اٹھا،

پھر سے تخلیقی سوتے پھوٹ پڑے اور آپ کے نوک قلم سے تصنیف و تالیف کے سر چشمے ابلنے لگے اور شعر و سخن کے دریا جاری ہو گئے۔ بقول مؤلف ''تذکرہ گلزار اعظم'' اس کے بعد پچاس ہزار سے زائد اشعار آپ کی خلاقی و طباعی کی یادگار رہنے۔(۷) علامہ باقر آگاہ نے نظم و نثر میں متعدد کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تصنیف کیں جن میں منظومات کی تعداد زیادہ ہے۔ آپ کی گیارہ عربی تصنیفات میں سے **"النفحة العنبريه فى الصلوٰة على خير البرية"**(منظوم ۱۱۹۷ھ)، **"تلك عشرة كاملة هنديه"** (منظوم ۱۱۹۵ھ) اور **"نفائس النكات فى ارسالهٖ عليه السلام الى جميع المكوّنات"** **"تنوير البصيرة والبصر فى الصلوٰة على النبى بذكر السِيَر"** میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت و نعت کا حصہ غالب ہے۔ آپ کی فارسی بائیس کتابوں کا ذکر جناب یوسف کوکن عمری نے کیا ہے، ان میں **"سعاد سرمدية فى وجوب محبت محمديه"** سنہ ۱۲۰۲ھ میں تصنیف کی گئی جو مقدمہ، دو باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ابواب کے عناوین اس طرح ہیں۔

باب اول: در وجوب محبت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

باب دوم: در بیان تأدب بجناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ عقل کل طفل زباں دانِ دبستان تعلیم اوست، واحتراز از کلمات کہ موہم سوئے ادب واستخفاف جناب کریم او۔(۸)

آپ کی تیرہ اردو تصانیف میں ''ہشت بہشت'' اور ''ریاض الجنان'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مقدس گوشوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شمائل پر مشتمل ہیں۔(۹)

ان دونوں میں سے سیرت طیبہ پر مشتمل ضخیم مثنوی ''ہشت بہشت'' کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ بقول مصنف علمی آثار ''یہ ایک ضخیم کتاب ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات، حالات و کمالات اور خصوصیات و معجزات پر مشتمل ہے۔ اس کے جملہ اشعار کی تعداد نو ہزار (۹۰۰۰) ہے۔ یہ دراصل آٹھ مختلف و مکمل رسالوں کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے ہر ایک کے لئے مستقل حمد، نعت، منقبت غوث اعظم اور مدح مرشد کے علاوہ الگ الگ اوزان کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ''ہشت بہشت'' درحقیقت امیر الامرا نواب حافظ محمد منور خاں امیر ابن والئی کرناٹک نواب محمد علی والا جاہ کی خواہش پر لکھی گئی۔ آگاہ نے دیکھا کہ واعظین ماہ ربیع الاول کے بارہ دنوں میں جو کچھ تقاریر عوام الناس کے روبرو پیش کرتے ہیں، اس میں اکثر و بیشتر موضوع روایات اور بے بنیاد احکامات ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سامعین سیرت طیبہ کی حقیقی لذت سے نا آشنا رہ جاتے ہیں۔ اسی خیال کے تحت آگاہ نے ''ہشت بہشت'' (یعنی آٹھ جنتیں) کے آٹھ رسالوں کو بارہ حصوں میں

تقسیم کیا تا کہ ماہ میلاد شریف کے بارہ دنوں میں سے ہر ایک روز ایک حصہ پڑھ کر عوام کو سنایا جائے۔ ان آٹھ رسالوں میں سے ابتدائی چھ رسائل ۱۱۸۴ھ سے ۱۱۸۶ھ تک مکمل ہو گئے تھے، بعدازاں آپ کی مختلف مصروفیات اور دیگر علمی مشاغل کی بنا پر طویل وقفہ کے بعد آپ نے ۱۲۰۶ھ میں آخر کے دنوں رسائل مکمل کئے۔"(۱۰)

علامہ آگاہ کی معرکہ آرا تصنیف ہشت بہشت" میں شامل آٹھ مثنویوں کے نام اور موضوع کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱)**مَنْ دیپک**: اس مثنوی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہونے کا بیان ہے۔

(۲) **مَن ھرن**: اس مثنوی میں ان تمام بشارتوں کا ذکر موجود ہے جو کتب سابقہ میں پائے جاتے ہیں۔

(۳)**مَن موھن**: اس مثنوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف آٹھ سال ہونے تک کے واقعات نظم کئے گئے ہیں۔

(۴)**جگ موھن**: اس مثنوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آٹھویں سال سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے تک کے احوال وکوائف بیان کئے گئے ہیں۔

(۵)**آرام دل**: اس مثنوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و خصائل اور عادات وعبادات کا تذکرہ ہے۔

(۶)**راحت جاں**: اس مثنوی میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

(۷)**مَن درپن**: اس منظوم میں سردار انبیا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان ہے۔

(۸)**مَن جیون**: اس مثنوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی فرضیت کا بیان اور درود شریف کے فضائل کا ذکر موجود ہے۔اس کے علاوہ اس لاجواب مثنوی میں زیارت بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب کا بھی تذکرہ پایا جاتا ہے۔

حضرت آگاہ نے "ہشت بہشت" کے آٹھوں رسائل کے عنوانات ایسے منتخب کئے ہیں کہ صرف عنوان پڑھتے ہی دل گدازی، شفتگی ووارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔علاوہ ازیں اس مجموعے کے اکثر عنوانات ہندی الفاظ کی تراکیب سے مملو ہیں جس سے آپ کی شاعری کی ایک اور خصوصیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔بقول ممتاز ادیب شاعر جناب کاوش بدری:

> "آج سے دوسو سال پہلے آگاہ نے نظیرا کبرآبادی اور فراق گورکھپوری سے کہیں زیادہ اپنی شاعری میں ہندوستانی عناصر کو تخلیقی حسن کے ساتھ برتا

ہے۔ آگاہ کی شاعری میں ہندی الفاظ کی برت اتنی خوبصورتی سے ہوئی ہے کہ
شاید ہی اس کی مثال شمالی ہند کے کسی قدیم یا جدید شاعر کے یہاں ملے۔ آگاہ
کی ''ہشت بہشت'' جو سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی (طویل) منظوم
تصنیف ہے۔ اس سے پہلے سیرت پر اس قدر طویل منظوم تصنیف نہیں لکھی گئی،
یہ کتاب ہندی سرخیوں کے ساتھ نو ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔'' (۱۱)

علامہ آگاہ کو دکنی اردو اور فصیح اردو دونوں طرح کی طرز تحریر پر قدرت حاصل تھی، ٹکسالی زبان جو شمالی ہند میں بولی جاتی تھی، اس پر کامل دسترس کی مثال ''خمسۂ متحیرۂ اوج آگاہی'' ہے۔ یہ دراصل پانچ معرکہ آرا مثنویوں کا مجموعہ ہے، یہ مثنویاں ۱۲۱۲ھ سے ۱۲۱۵ھ کے درمیان وجود پذیر ہوئیں۔ اس گرانقدر مجموعے کی دوسری مثنوی ''ندرت عشق'' ہے جو ''چندر بدن مہیار'' کی عشقیہ داستان پر مبنی ہے۔ یہ شاندار مثنوی ۱۲۱۴ھ میں تحریر کی گئی تھی۔ الحمدللہ اس مثنوی کو راقم الحروف (راہی فدائی) نے دو صدیوں بعد پہلی بار ایڈیٹ کر کے اپنے طویل مقدمے کے ساتھ ۲۰۱۹ء میں شائع کیا ہے۔ اس پر مشہور و عظیم نقاد پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی نے پیش لفظ تحریر فرمایا ہے۔ علامہ آگاہ نے فصیح اردو سے کماحقہٗ واقفیت کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مشتمل اپنی بیش بہا تصنیف ''ہشت بہشت'' کو دکنی زبان میں تحریر کیا ہے تاکہ جنوبی ہند کے عوام الناس بخوبی سمجھ سکیں، اس کا اظہار کرتے ہوئے آپ ''ہشت بہشت'' کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

''(ہشت بہشت کے) ان سب رسالوں میں شاعری نہیں کیا ہوں
بلکہ صاف و سادہ کہا ہوں اور اردو کے بھاکے میں نہیں کہا، کس واسطے کہ رہنے
والے یہاں کے اوس بھاکے سے واقف نہیں ہیں۔''

اس کے ساتھ آپ نے اس بات کی تنبیہ بھی کی کہ ان مقدس مثنویوں کی قدر کریں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

''اے بھائی یہ (ہشت بہشت) کے رسالے دکنی میں ہیں کر کے سہل
اور سرسری نہ جان، کیا واسطے کہ بڑے معتبر کتب سے تحقیق کر کر لکھا ہوں، اگر
وہ تمام کتاباں تو دیکھیں گا یا کسی سے سنیں گا تو تجھے قدر ان رسالوں کی معلوم
ہوں گی۔'' (۱۲)

علامہ آگاہ اپنے وقت کے نابغۂ علم و ادب تھے، آپ کی تعریف و توصیف اور آپ کے کمالات کا اقرار آپ کے دور میں بھی ہوئی اور آج کے اہل قلم حضرات اور بلند پایہ نقادوں نے بھی کیا۔ چنانچہ حضرت

آگاہ کے ایک نامور معاصر عہد سلطنت خداداد کے باکمال قصیدہ گو صوفی شاعر محمد علی مہکری خانہ زاد (متوفی ۱۲۳۸ھ) کے ایک طویل قصیدہ کے چند شعر جو آگاہ کی شان میں رقم کئے گئے ہیں، پیش کئے جا رہے ہیں:

''آگاہ ضمیر بے دلاں ہو　　کشّافِ رموز ہر نہاں ہو
رکھ بیچ دہاں کے لعل و گہر　　بے شبہ ہے رشکِ بحر و کاں ہو
اور اہل کمال کی ہے صف میں　　جیوں ماہِ میانِ اختراں ہو
مخفی رہے آپ سے کوئی امر　　پس پردہ کشائے ہر نہاں ہو
اس ظلمت محض میں سراسر　　خورشید سے دہر میں عیاں ہو
اور شعر کے فن میں سر سے پا تک　　خاقانی والیٔ جہاں ہو
بے تابیٔ عشق سرمدی سے　　سرخیل گروہ عاشقاں ہو
اور یوں بھی کہوں تو اب بجا ہے　　گر آپ ہی علم کی اماں ہو
حق رکھے سلامت آپ کو بس　　اس دور میں جانِ مقبلاں ہو'' (۱۳)

علامہ آگاہ کے بیسیوں نامی گرامی شاگرد تھے، وہ سبھی اپنے شفیق استاذ کی تعریف و توصیف میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے۔ انہیں شاگردوں میں سے ایک غلام محی الدین معروف بہ عارف الدین خاں رونق (۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء۔۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) کے فرزند علامہ محمد مہدی واصف (۱۲۱۷ھ/ ۱۸۰۲ء۔۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) کثیر التصانیف فاضل تھے، اور عربی، فارسی، اردو کے علاوہ، ترکی، انگریزی، سنسکرت اور مقامی زبانوں پر بھی دسترس رکھتے تھے، آپ مدراس میں واقع ''فورٹ سینٹ جارج کالج'' میں سترہ (۱۷) سال خدمت تدریس پر مامور رہے۔ آپ نے ترکی زبان میں ''تاریخ واصف'' تصنیف کی اور انگریزی زبان کی لغت ''جواہر المصادر'' ترتیب دی۔ (۱۴) آپ کی بے شمار تصنیفات میں سے ''حدیقۃ المرام'' (عربی) یعنی علمائے مدراس کا تذکرہ قابل ذکر ان معنوں میں ہے کہ اس میں مہدی واصف نے علامہ آگاہ کے علمی کمالات کا اعتراف کرتے ہوئے بڑی عمدگی و شائستگی کے ساتھ آپ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

> ''آپ (مولوی باقر آگاہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم، من جانب اللہ آپ کی تائید ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرح صدر سے مشرف فرمایا اور علوم کے دروازے آپ پر کھول دئے، آپ نے اپنے استاذ سے سوائے مصباح (عربی) کے اور کچھ نہیں پڑھا، لیکن آپ بڑے ذہین تھے، جس کی

نظیر نہیں، ''قاموس'' تو آپ کو حفظ تھی، علامہ سیوطیؒ کی اکثر تصانیف کا آپ نے مطالعہ فرمایا اور بڑے عالم، کامل اور شیخ فاضل ہوگئے، رات رات بھر مطالعے میں گزر جاتی تھی، حتی کہ صبح ہوجاتی اور علم کی پیاس نہ بجھتی، حقیقت یہ ہے کہ علمائے عصر کو آپ پر رشک وحسد ہوتا تھا، آپ کی معلومات، عربی وفارسی طرزِ تحریر، آپ کے کمال فصاحت پر دال ہے، آپ نے سیرۃ النبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ احادیث کی رو سے اپنی زبان (اردو) میں کیا تا کہ عام لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچے۔ آپ کی تصانیف تقریباً پچاس بلکہ اس سے بھی زائد ہیں۔ میں نے ان کو نہیں دیکھا، البتہ میرے والد ماجد اور چچا ان کے شاگرد تھے۔ آپ نے ۱۴رذی الحجہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی، خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے۔'' (۱۵)

علامہ آگاہ کا علمی قد اپنے اقران وامثال کے مقابلے میں بہت بلند تھا، اس کے باوجود آپ نے عوام الناس بالخصوص ناخواندہ خواتین کے لئے خالص دکنی زبان میں رسائل لکھے، جس کا اقرار کرتے ہوئے آپ نے کہا ہے:

''بعض علمائے متاخرین خلاصہ عربی کتابوں کا نکال کر فارسی میں لکھے ہیں، تا کہ وہ لوگ جو عربی پڑھ نہیں سکتے ان سے فائدہ پائیں۔ لیکن اکثر عورتاں امیاں فارسی سے بھی آشنا نہیں، اس لئے یہ عاصی مطلب قسم اوّل کا بہت اختصار کے ساتھ لے کر دکنی رسالوں میں بولا ہے۔......

''دکنی میں کہا ہوں اس لئے میں　　تا ہووے سمجھ عوام کے تئیں
تا سر بہ سر اُمیاں ہور عورات　　پڑنے ستے اوس کی پاویں لذّات'' (۱۶)

علامہ باقر آگاہ کی انہیں خصوصیات کی وجہ سے اس دور کے مشہور محقق ومصنف ڈاکٹر جمیل جالبی نے آپ کو زبان وبیان کا گویا اوّلین محقق قرار دیا ہے، ڈاکر جالبی کا بیان اس طرح ہے:

''باقر آگاہ نے اپنے اس (گلزارِ عشق) کے دیباچے میں محمد حسین آزاد سے سوسال پہلے برج بھاشا کو اردو کی اصل بتایا ہے۔ اور ریختہ اور اردو کی روایت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

''ہندوستان میں مدت تک زبان ہندی کہ اوسے برج بھاشا کہتے ہیں، رواج رکھتی تھی، اگر چہ لغت سنسکرت اون کی اصل اصول اور مخزن فنون

فروع و اصول ہے۔ پیچھے محاورۂ بُرج میں الفاظ عربی و فارسی بتدریج داخل
ہونے لگے اور اسلوب خاص کو اوس کی کھونے لگے، سبب سے اس امیزش کے
یہ زبان ''ریختہ'' سے مسمّٰی ہوئی۔'' (۱۷)

علامہ آگاہ پر بعض اہل قلم دکنی شاعر ہونے کا طعنہ دیتے ہیں، حالانکہ آپ کا دیوان جس میں غزلیں، حمدیہ ونعتیہ رباعیات اور قصائد موجود ہیں۔ سبھی تخلیقات اردوئے معلّٰی بامحاورہ زبان میں ہیں۔ بقول ڈاکٹر زور:

''آگاہ اردو کے بہت بڑے محسنوں میں سے ہیں، نثر و نظم دونوں پر قابو تھا، غزل، قصیدہ مثنوی، ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ واقعہ یہ ہے کہ دکنی علم و فضل اور شعر و سخن ان پر ختم ہو گیا۔ ان کے بعد جنوبی ہند میں اتنا بڑا ادیب اور شاعر پیدا نہ ہوسکا، وہ میرؔ اور سوداؔ کے ہمعصر تھے لیکن زبان قدیم استعمال کی ہے اس لئے شمالی ہند میں شہرت حاصل نہیں ہوئی۔'' (۱۸)

علامہ آگاہ کے معرکہ آرا دیوان تین سو تین (۳۰۳) غزلوں کا مرقع ہے، اس میں جملہ قصائد دس ہیں، پہلا قصیدہ:

''طلسم گنج توحید در تحمید حضرت قیوم وحید جل شانہٗ وعز برہانہٗ'' ہے۔ اس قصیدے کے تعلق سے شاعر کا دعویٰ ہے کہ حمدیہ تشبیب سے مزیّن اس طرح کا قصیدہ اردو زبان میں پہلی بار تحریر کیا گیا ہے۔ آپ نے دیوان کی ابتدا میں بیس صفحات کا طویل مقدمہ لکھا، جس کے آخر میں تحریر کیا کہ ''قصیدۂ اول کہ حمد و سپاس حضرت قیوم اجل میں ہے'، عزّ وجلّ مثیب ہے، اب تک عربی و فارسی و ہندی میں قصیدہ مثیب حمد میں اس عاصی کو نظر نہیں آیا۔''

حضرت آگاہ کے جملہ قصائد، حمد اور نعت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں، بعض ان میں سے اہل بیت اطہار اور اولیائے کبار کی منقبت میں تحریر کئے گئے ہیں۔ آپ نے کسی حاکم و امیر اور نواب و وزیر کی شان میں قصیدہ نہیں لکھا، آپ کے نعتیہ قصائد فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہیں، تشبیہات و استعارات کی فراوانی اور علو خیالات کی ارزانی دامن دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے، بالخصوص قصیدۂ کافیہ اور قصیدۂ لامیہ بے مثال و لاجواب ہیں، جس کا احساس خود شاعر کو بھی ہے، اسی لئے آپ نے کہا:

''خصوصاً ''قصیدہ کافیہ'' کہ حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا شمائل

قدسیہ میں ہے بہ اسلوب کنایت ومجاز کہا گیا ہے۔ اور تصور میں ناظم کے منتہائے لطافت ودقت کو پہنچا۔ اور ''قصیدۂ لامیہ بلالیہ'' کہ تشبیہات تازہ سے لبریز اور مضامین تلاشی بلند آوازہ سے شور انگیز ہے۔ صاحبان استعداد ان دونوں قصیدوں کو غور سے دیکھیں اور داد دیویں۔'' (۱۹)

علامہ آگاہ کی تبحر علمی نے دور حاضر کے نقادوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ ہمارے اس عہد کے عظیم ترین نقاد وادیب پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی نے علامہ آگاہ کی خصوصیات کا اعتراف برملا کیا ہے۔ آگاہ کی معرکہ آرا مثنوی ''ندرت عشق'' کے پیش لفظ میں آپ نے تحریر کیا کہ:

''مولانا باقر آگاہ کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ زبان کی دونوں طرزوں یعنی دکنی اور دہلوی میں شعر گوئی پر یکساں قادر تھے، اس کے علاوہ انہوں نے شعر کی ماہیت پر بھی غور کیا، شعر کی زبان کے بارے میں بھی ان کی اپنی رائے تھی، راہی فدائی نے بجا طور پر ان کو اردو کا اوّلین نقاد کہا ہے۔ فاخر مکین نے فارسی استادوں کے اشعار پر بزعم خود اصلاحیں کی تھیں اور خود اپنے اشعار بھی جگہ جگہ درج کئے تھے، اس پر سودا کی تنقید جو ''عبرت الغافلین'' نامی رسالے میں ملتی ہے، باقر آگاہ کی نثر سے پہلے کی ہے، لیکن سودا کی یہ سب تحریریں فارسی میں ہیں اور باقر آگاہ کی نثر اردو میں ہے۔ لہٰذا انہیں حقیقی معنوں میں اردو میں تنقیدی نثر کا قافلہ سالار کہا جا سکتا ہے۔'' (۲۰)

پروفیسر فاروقی کے علاوہ بنارس ہندو یونیورسٹی کے سابق پروفیسر مایہ ناز محقق ڈاکٹر حنیف نقوی نے بھی علامہ آگاہ کی علمی کمالات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے:

''باقر آگاہ کی مادری زبان دکنی تھی، لیکن وہ اردوئے معلیٰ کے روزمرہ اور محاورے سے بھی کماحقہ واقف تھے، اور ان دونوں میں نثر ونظم پر پوری قدرت رکھتے تھے، چنانچہ مثنوئ گلزار عشق میں ایک جگہ کہتے ہیں:

''ہے دکھنی میں مجھ کو مہارت یتی کہ "النصر منکم" کہے نصرتی
گر اردو کے بھاکے میں کھولوں زباں تو سودا کا سب سود ہووے زیاں''

یہ محض شاعرانہ تعلّی نہیں، انہوں نے موقع محل کے مناسبت سے حسب ضرورت زبان کے ان دونوں ہی اسالیب سے کام لے کر اپنی اس مہارت کا عملی ثبوت بھی پیش کیا ہے۔'' (۲۱)

علاوہ ازیں پروفیسر نقوی علامہ باقر آگاہ کی منظوم تصانیف کے دیباچوں سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ دیباچے صرف اسی حیثیت سے اہم نہیں کہ ان سے اردو نثر کے سرمایے اور اس کے اسالیب کی تاریخ میں ایک گرانقدر اضافہ ہوا ہے۔ اس لحاظ سے بھی قابل توجہ ہیں کہ ان میں جو مسائل اور موضوعات زیر بحث آئے ہیں، وہ بجائے خود اہمیت رکھتے ہیں، مثال کے طور پر ''گلزار عشق'' کے دیباچے میں آگاہ نے ایک جگہ دکنی کے زوال کے اسباب، اردو زبان کی تشکیل، اس کے لسانیاتی ارتقا اور دائرۂ اثر کی وسعت پذیری کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اردو میں اردو زبان کے متعلق یہ اپنی نوعیت کی اوّلین بحث ہے۔''(۲۲)

علامہ آگاہ کی ایک گرانقدر مثنوی ''ریاض الجنان'' ہے، یہ مثنوی ۱۲۰۷ھ/مطابق ۱۷۹۲ء میں تحریر کی گئی تھی، اس کے جملہ اشعار تین ہزار ننانوے (۳۰۹۹) ہیں۔ یہ مثنوی اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہے، مگر اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف و مقدس گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مثنوی کے دیباچے میں آپ نے ان تمام متعصب افراد پر سخت نکتہ چینی کی، جن کی مذہبی حمیت کسی ایک خاص طبقے تک محدود رہی ہے۔ چنانچہ آپ رقم طراز ہیں:

''اے بھائی! یہاں بھی بعض مردم اس طور کے ہیں، کہ اگر مناقب حضرات خلفائے ثلاثہ کے اون سے کہے تو ولولہ وطرب ان میں پایا جاتا ہے، اور اگر مناقب حضرت امیر (حضرت علی) رضی اللہ عنہ کہے تو چنداں خوشی و جوشش نہیں کرتے ہیں، بلکہ کسی بہانے سے اور اصحاب کرام کے ذکر طرف آتے ہیں، یہ طور خروج رفض کے خارستان کی ایک شاخ ہے۔ سنی پاک مشرب کا طریقہ یوں ہے کہ ذکر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آوے تو ایسا مشتاق ہوکر سنے کہ گویا ''صدیقی'' اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں ''فاروقی'' ہووے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں ''عثمانی'' ہووے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں ''علوی'' ہووے رضی اللہ عنہم۔ بدستور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں ''حسنی'' ہووے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں ''حسینی'' ہووے،

وعلیٰ جدھما و علیھماالصلوٰۃ والسلام۔"(۲۳)

علامہ آگاہ نے نعت نگاری میں بھی اپنی خصوصیت بحال رکھی ہے، آپ کی تحریر کردہ نعتوں کا رنگ اور آہنگ خصوصی مطالعہ کا مقتضی ہے۔ آپ نے اپنی منظوم نعتوں میں جدّت طرازی اور نئے رجحان کا ثبوت دیا ہے۔ مثال کے طور پر یہاں چند شعر آپ کی طویل نعت شریف سے پیش کئے جاتے ہیں:

"ہے یہ حسن عشقِ بدیع الجمال — محمد ﷺ میں ظاہر بوجہ کمال
وہ پورا ترا مظہرِ ذات ہے — سب اوصاف و اسما کا مرآت ہے
ہے منہ اس کا سر لوحِ حسن جمیل — ہیں چشم اس کے سر جوش عشق جلیل
عقول و نفوس اس کے جلوہ میں گم — یہ افلاک ہیں اس کے صہبا کے خُم
ہے "میم" اوّل اس کے ملوک و ملک — ہے گم جس کے حلقے میں ساتوں فلک
عدد اس کے ہیں اس لئے اربعین — ہو، تا بوالبشر اس میں چِلّہ نشیں
اگر لیویں ملفوظی تین اس کے حرف — ہے اللہ و تر کا سرِ شگّرف
ہے سر حلقۂ حسن وحُب اس کا حا — جو ہر حسن و حُب کا ہوا مبتدا
تعین سے جب ذات ہے پیشوا — احد میں الف حا کے آگے ہوا
حقیقت میں جب اس کے پنہاں ہے ذات — "الف" کے ہوا آگے "حا" بوجھ بات
اشارت کرے حرف حا کا عدد — یہ ساتوں صفات اور ذات عدد
ہے میمِ دویم اس کی سّرِ مدد — ہے ایجاد میں جوں وہ سب کا سند
بقا میں ہے یوں سب کا وہ واسطہ — ہے ہرشیٔ کو ساتھ اس کے نِت رابطہ
ہے اس نام کی دال بے احتمال — بعینہ جو لفظِ احد میں ہے دال
دلالت اسے ذات پر ہے سدا — نہیں کوئی دم ذات سے وہ جدا
ہے تشدید کا رمز اے باشعور — کہ شدت سے ہے اس میں حق کا ظہور
مجرد ہے نقطوں سے یہ پاک نام — ہے اطلاق میں یعنی اس کا مقام" (۲۴)

علامہ آگاہ نے نعت نگاری میں جس طرح کا پُروقار وشاندار اسلوب استعمال کیا ہے، اس کے برعکس آپ نے اپنی نثر کو بالکل سادہ وصاف اور لطیف سلجھے ہوئے پیرایے میں پیش کیا ہے، اس انداز بیاں سے موجودہ جدید نثر کی داغ بیل پڑی ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

> "(علامہ باقر آگاہ) نے شمال کی نثری روایت کے برخلاف عام فہم سیدھی سادی بول چال کی زبان میں ساری بات بیان کر کے آج سے تقریباً

دو سو سال پہلے نثر نویسی کی ایک نئی روایت قائم کی ہے۔ یہ نثر دکنی اثرات اور چند مخصوص تلفظ کے باوجود آج بھی اس لئے تازہ ہے کہ اس کا براہ راست رشتہ جدید نثر نویسی کی روایت سے قائم ہے۔ یہ سادہ و سلیس نثر فورٹ ولیم کالج کے وجود میں آنے سے بہت پہلے اور مدراس جیسے دور دراز علاقے میں لکھی گئی ہے۔'' (۲۵)

علامہ آگاہ کو مثنوی و قصیدہ نگاری اور غزل گوئی کی طرح فن رباعی میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا، آپ نے اپنی رباعیوں کو نہ صرف مختلف اوزان سے مزین کیا بلکہ اس صنف سخن میں نئے تجربات بھی کئے ہیں اور مستزاد رباعیاں لکھ کر اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ یہاں مثال کے طور پر ایک مستزاد رباعی اور ایک تجرباتی رباعی پیش کی جارہی ہے تا کہ اہل ذوق حضرات آپ کے کمال فن کا ادراک کرسکیں:

مستزاد رباعی:- ''بو سے ترے پان و مسی ہیں دم ساز　اور ہم نا کام
قلیلان و صراحی تیرے لب سے ہمراز　ہم خوں آشام
دامن ہو ترا خاک اوپر نقش تراز　بہ ہنگامِ خرام
یہ مشتِ غبار اس کا نہ ہو پا انداز　کیا ہے یہ کام

تجرباتی رباعی:- گھستا ہوں تری راہ میں نت جبہ و سر
اے جان تغافل گئی یوں عمر گزر　ناٹھور نہ ٹھاؤں
افسوس کے اب تک بھی نہ پوچھا تو کبھو
ہے کون تو کس واسطے آتا ہے ایدھر　کیا ترا ناؤں (۲۶)

اس مقام پر یہ بات ذہن نشیں رہے کہ اس طرح کی کاوشیں تفنن طبع کے لئے کی جاتی ہیں تا کہ سنجیدہ علمی مصروفیات کی وجہ سے جو ذہنی تناؤ پیدا ہوا ہوتا ہے، اس کا کسی قدر ازالہ ہو سکے۔ اس مقام پر علامہ آگاہ کے متعدد نعتیہ رباعیوں میں بعض بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ نعت نگاری میں آپ کے کمال ہنر کا اظہار ہو سکے:

''اے صبح بہار، حسن ازل کے گل　ارواح قدس، عشق کے تیرے بلبل
ٹپکا ہے تیری نگہہ سے یک رشحۂ مُل　اس طرح مچی انفس و آفاق میں غُل

☆

اے کاشفِ اعیانِ حقی، تیرا نور　اے سّر و علن تیری تجلی کا ظہور

ہوتا نہ اگر جلوہ ترا راہ نما رہتے سب اندھیرے میں عدم کے مستور

☆

اے ذات تری محمد و احمد ﷺ نام اے وصف تیرا حامد و محمود ﷺ مقام
ہے ظاہر و باطن ترا مشتق از حمد ہر لحظہ تری روح پہ صلوٰۃ و سلام

☆

اے انفس و آفاق ترے دیوانے ارواح تری شمع کے ہیں پروانے
کوی وسعتِ مشرب کو تری کیا جانے تو جلوۂ ذاتی کے پیا خُم خانے

☆

اے پایہ ترے مقام کا ''اَوْ اَدْنیٰ'' ادنیٰ ہے ترے کمال میں ہر اعلیٰ
تو ذات و صفات کا ہے عالم پورا آدم کو اگر نصیب ہے از اسما

☆

اے روح قوالبِ نفوس و آفاق ظلمت میں عدم کی ہے ترے سے اشراق
جیسا ہے الوہیت میں رب تیرا فرد ویسا ہے عبودیت میں تو ہیگا طاق

☆

اے گنجِ نہاں خانۂ وحدت کے طلسم ہے مُلک و مَلک کا حرزِ جاں تیرا اسم
رُتبے کو تیری روح کے کیا سمجھے کوئی جب صاف سراز جان ہوگیا تیرا جسم

☆

اے ظاہر و باطن میں رفیع الدرجات افہام سے باہر ہیں سبھی تیری صفات
ہیں اوّل خط سے متصل رُسل و مَلک تُو اوس طرف اوس کی ہو، ہوا اصل ذات''(۴۷)

حاصل کلام یہ کہ علامہ باقر آگاہ اپنے وقت کے نہ صرف نابغۂ علم و ادب تھے بلکہ آپ صاحب دل صوفی صافی بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی سیرت نگاری اور نعت گوئی میں قوت تامیز فزوں تر ہے۔ آپ نے اپنی تصنیفات وتخلیقات کے ذریعہ ایک عالم کو متاثر و مستفیض کیا ہے۔ جس کا تسلسل تاحال جاری وساری ہے۔ ان شاءاللہ یہ قیامت تک باقی رہے گا۔

علامہ آگاہ کا وصال ۱۴؍ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ کو شہر مدراس میں ہوا، آپ ہی کے مکان کے صحن میں تدفین عمل میں آئی۔ راقم الحروف (راہی فدائی) نے اس مقام کی زیارت کی، تو دیکھا کہ ایک

چبوترے پر مزار بنا ہوا ہے اور لوحِ مزار پر درج ذیل قطعۂ تاریخ کندہ ہے:

قطعہ:

''آگاہ گنج علمِ دیں زیرِ زمینِ او نہفت
تاریخ رحلت عالمِ قدماتَ فردالعصر، گفت''

۱۲۲۰ھ

پھر ایک مدت بعد راقم نے زیارت کرنے کے لئے اس مقام پر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس مکان کے نئے مالک نے مزار کو شہید کر کے اس جگہ پر عمارت تعمیر کر دی۔ اس افسوس ناک واقعہ کے بعد راقم کے دل میں یہ خیال آیا کہ بعض بزرگوں کے واقعات میں یہ مرقوم ہے کہ وفات کے بعض عوارض کی وجہ سے انھوں نے اپنا مقام بہ اجازتِ رب تعالیٰ بدل دیا ہے۔ ممکن ہے حضرت آگاہ نے بھی اپنا مقامِ تدفین بدل کر اپنے صدیق و شیخ (حضرت ذوقؔی اور حضرت قربؔی) کی بارگاہ میں جو حضرت مکان ویلور میں واقع ہے، پہنچ گئے ہوں۔ واللہ اعلم بالثواب۔ **وما علینا الا البلاغ**

مآخذ و حواشی

۱۔ عزیز جنگ بہادر ولاؔ، تاریخ النوائط، مطبوعہ ۱۳۲۲ھ حیدر آباد دکن، ص:۲۸

۲۔ حنیف نقوی پروفیسر، ''تحقیق و تعارف'' ناشر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی، مطبوعہ ۲۰۱۳ء ص:۹۰

۳۔ راہیؔ فدائی ڈاکٹر، ''ویلور تاریخ کے آئینے میں'' ناشر، ایس۔ایم۔سلیم اینڈ سنس، ویلور، مطبوعہ ۲۰۱۰ء (دوسرا ایڈیشن) ص:۲۱

۴۔ حنیف نقوی پروفیسر، ''تذکرے اور تبصرے، رام پور، رضا لائبریری''، رام پور (یوپی) مطبوعہ ۲۰۱۸ء ص:۳۳۱، مکتوب الیہ جناب علیم صبا نویدی سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے پروفیسر نقوی صاحب کے خط کا جواب دیا کہ نہیں؟ اس پر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

۵۔ محمد یوسف کوکن عمری افضل العلماء، ''عربک اینڈ پرشین اِن کرناٹک'' (انگریزی) امیر اینڈ کو، مدراس مطبوعہ ۱۹۷۴ء ص:۱۹۸

۶۔ محمد غوث خاں بہادر نواب متخلص بہ اعظمؔ، ''تذکرۂ گلزارِ اعظم'' مطبوعہ در مطبع سرکاری، مدراس، ۱۲۷۲ھ ص:۱۰

۷۔ ''تذکرۂ گلزارِ اعظم''، ص:۱۰

۸۔ ''عربک اینڈ پرشین ان کرناٹک''، ص:۲۰۹ تا ۲۱۱

۹۔ راہی فدائی ڈاکٹر، ''خانقاہِ اقطابِ ویلور کے علمی آثار'' مطبوعہ الانصار پبلی کیشنز، حیدرآباد، ۲۰۱۶ء ص:۱۲۶تا۱۵۴

۱۰۔ ''خانقاہِ اقطاب ویلور کے علمی آثار''ص:۱۲۶

۱۱۔ کاوش بدری، ''ٹمل ناڈو میں اردو کی ادبی تاریخ''، مضمون مشمولۂ ماہنامہ ''آج کل'' دہلی بابت جولائی ۱۹۷۷ء

۱۲۔ دیباچہ ''ہشت بہشت''، مطبوعہ مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۲ھ ص:۱۰

۱۳۔ محمد علی مہکری، آصف خانہ زاد'' گنج شائگاں'' تحقیق و تقدیم ڈاکٹر راہی فدائی، مطبوعہ الانصار پبلی کیشنز، حیدرآباد، ص:۴۱۶ تا ۴۲۲۔ راقم الحروف (راہی فدائی) نے ''خانہ زاد جو حضرت ٹیپو سلطان کے عہد میں گورنر تھے، کی کلیات '' گنج شائگاں'' کو پہلی بار اڈیٹ کر کے اپنے طویل مقدمے کے ساتھ سنہ ۲۰۱۶ء میں شائع کیا تھا'' حیدرآباد میں '' گنج شائگاں'' کی رسم اجراء کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے اردو کے عہد ساز نقاد پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی نے فرمایا ''خانہ زاد کی شاعری اس قدر اعلیٰ وارفع ہے کہ دکن کے اس شاعر کا کلام اس کے ہمعصر شعرا میر، وسودا دیکھ لیتے تو رشک کے مارے زہر کھا لیتے۔''

۱۴۔ معین الدین عقیل ڈاکٹر پروفیسر، ''کلماتِ آبدار'' (مقدمہ) مطبوعہ بہار دریانگ اکادمی، کراچی، ستمبر ۱۹۹۹ء ص:۱۲۔۱۳

۱۵۔ مہدی واصف'' حدیقۃ المرام'' (عربی) مترجم جناب سخاوت مرزا، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۸۲ء ص:۲۷

۱۶۔ دیباچہ ''ہشت بہشت''ص:۹

۱۷۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، (جلد دوم، حصہ دوم) مطبوعہ ایجوکیشنل پبلی شنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۹ء ص:۱۰۱۴

۱۸۔ محی الدین قادری زورسید ڈاکٹر، ''تذکرہ اردو مخطوطات'' (جلد اول) مطبوعہ ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۴ء ص:۷۶۔۷۷

۱۹۔ مقدمہ دیوان آگاہ، (مخطوطہ) مخزونۂ کتب خانہ محمدی، مدراس

۲۰۔ راہی فدائی ڈاکٹر، ''اردو کے اوّلین نقاد علامہ باقر آگاہ ویلوری اور ان کی مثنوی ''ندرت عشق''۔ مطبوعہ کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور سنہ ۲۰۱۹ء ص:۵۔۶

۲۱۔ حنیف نقوی ڈاکٹر پروفیسر ''تحقیق وتعارف'' مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔ سنہ ۲۰۱۳ء مضمون ''منظومات آگاہ کے نثری دیباچے'' ص:۸۷۔۹۷ (تحقیق وتعارف اور تذکرے اور تبصرے، ان دونوں کتابوں کا عکس محترم کرم فرما پروفیسر ڈاکٹر اجمل اصلاحی صاحب نے مہیا کیا۔ راقم

موصوف کا شکر گزار ہے۔

۲۲۔ ایضاً ص:۸۱
۲۳۔ باقر آگاہ علامہ، دیباچہ ''ریاض الجنان''مطبوعہ رحمانی، حیدر آباد (دکن) ۱۲۸۵ھ ص:۸
۲۴۔ ''ندرت عشق''ص:۹۲
۲۵۔ ''تاریخ ادب ارو (جلد دوم۔حصہ دوم) ص:۱۰۱۲
۲۶۔ ''دیوان آگاہ'' (مخطوطہ) سالار جنگ میوزیم لائبریری، حیدر آباد، ص:۱۰۴ (کلیات و دوائن، مخطوطہ نمبر ۳۲)
۲۷۔ دیوانِ آگاہ (مخطوطہ) مخزونۂ کتب خانہ محمدی، دیوان صاحب باغ، رایاپیٹ، مدراس، ص:۲۵۲۔۲۵۳

☆☆☆

ڈاکٹر بشیر الحق لطیفی قادری (ویلور، ٹمل ناڈو)

حضرت ذوقیؔ ویلوری کی زندگی اور نعتیہ شاعری

الحمد للّٰہ لرب الجلاله ، والنعة لصاحب الرساله ،امابعد :

ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کی ذہنی تعمیر وفکری تشکیل اور عملی تصویر کے اعتبار سے خانقاہوں کا کردار غیر معمولی اہمیت اور وقعت رکھتا ہے، زمانۂ قدیم سے لے کر ماضی قریب تک بھی خانقاہوں کا دائرۂ عمل تزکیۂ نفوس، تطہیر قلوب اور تصفیۂ ارواح کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث اور فقہ وتصوف کی تعلیم وتدریس اور تبلیغ پر محیط رہا، اوران کی شناخت درکف جام شریعت درکف سندان عشق کے حوالہ سے قائم رہی۔

مولانا ابوالحسنات ندوی لکھتے ہیں:

> ''قدیم خانقاہیں بھی عموماً تعلیم گاہوں کے مصرف میں آتی تھیں، متصوفین اور گوشہ نشین مشائخ اس وقت نہ صرف مجاہدۂ نفس ووظائف ہی کو عبادت نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ شریعت وطریقت اورظاہروباطن ،دونوں کی تعلیم وتدریس کو اپنا حقیقی نصب العین خیال کرتے تھے، اسی وجہ سے قدیم مشائخ وبزرگان دین کے حالات میں درس وتدریس کا شغل عموماً نظر آتا ہے، ہرخانقاہ میں تشنگان تصوف وعلوم باطنی کی طرح ، طالبین علوم ظاہر کی جماعت کثیر بھی پائی جاتی تھی ، خانقاہوں کے لئے حکومت کی طرف سے جوعطیے یا شخصی اوقاف ہوتے تھے، ان کا بڑا حصہ طلبہ پر صرف ہوتا تھا، اس بنا پر قدیم خانقاہوں کو بھی مدارس ومکاتیب کے سلسلہ میں شمار کرلیے گئے ہیں۔''
>
> (ہندوستان کی قدیم دینی درسگاہیں ص۱۹ مطبوعہ ۱۹۳۶ء)

بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی ''سہروردیہ سلسلہ کی خانقاہوں کے ساتھ مدارس کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس سلسلہ کے مشہور بزرگ شیخ بہاءالدین ذکریا ملتانیؒ کو تعلیم کا بڑا شوق تھا، اورانہوں نے اپنے بچوں

کو تعلیم وتربیت کے لئے قابل اساتذہ متعین کئے تھے، اوران کو معقول تنخواہیں دیتے تھے، چشتیہ سلسلہ کی خانقاہوں میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام رہتا تھا حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن پاک کے چند پارے، تمہید ابو شکور سالمی اور عوارف المعارف کا درس دیا تھا، دیگر مشائخ سلسلہ بھی تعلیم کا کچھ نہ کچھ اہتمام کرتے تھے (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۷ مطبوعہ ۱۹۶۴ء)

جنوبی ہند میں کے چوتھے دہے میں اسی مزاج ومنہاج کی اولین خانقاہ شہر ویلور میں معرض وجود میں آئی، جس کا قیام حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری کی آمد کا رہین منت ہے جو ۱۱۳۸ میں بیجاپور سے ویلور آپہنچے، آپ کا تعلق خانوادۂ سادات حسنی اور حسینی سے ہے، آپ کے ساتویں جد اعلیٰ حضرت قاضی سید اسماعیل اصفہانی اصل ہیں اوران کی پیدائش اصفہان میں ہوی۔ آپ اور آپ کے والد ماجد (سید برہان الدین) دونوں حضرات کرام نے نویں صدی ہجری کے نصف اول میں اپنے وطن اصفہان سے ہجرت کی اور ہندوستان آپہنچے اور احمد آباد میں مستقل سکونت اختیار کرلی، حضرت اسماعیل، قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تصوف اور معقولات کے متبحر عالم وفاضل تھے، آپ احمد آباد میں درس وتدریس اور تزکیہ وارشاد اور اصلاح ودعوت کے کام میں مصروف عمل ہوگئے اور گجرات کے مشہور ومعروف صاحب طریقت بزرگ حضرت شاہ عالم گجراتی سے خرقۂ خلافت زیب تن فرمایا، وقت کے نیک دل حکمران سلطان محمد بیگڑا نے آپ کو پہلے احمد آباد اور دوسری مرتبہ باصرار بہروچ کا بھی قاضی مقرر کیا۔ احمد آباد میں آپ کے چار پشتیں گذریں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت سید عبدالفتاح گجراتی، حضرت سید قطب الدین گجراتی، حضرت سید عبدالحق گجراتی اور حضرت سید محمد گجراتی ان سب حضرات کا مدفن گجرات ہے، ان علماء اور صوفیہ سے نسل درنسل سے تعلیم وتزکیہ کا عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہا بقول ڈاکٹر قادری حضرت سید محمد کے صاحب زادے حضرت سید عبداللطیف عرف باپوجی ابراھیم عادل شاہ ثانی (۱۵۸۰ء۔۱۶۶۳ء) کے عہد میں گجرات سے بیجاپور تشریف لائے۔ (دارالعلوم لطیفیہ کی علمی وادبی خدمات ص ۸۳)

آپ یہاں تعلیم وتزکیہ اور درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے، آپ کے بعد آپ کے صاحب زادے حضرت سید میراں ولی اللہ آپ کے جانشین ہوے اور تادم زیست تدریس وتزکیہ کو جاری رکھا اور یہ دونوں حضرات بیجاپور میں آسودۂ خاک ہیں۔

حضرت میراں سید ولی اللہ کے فرزند حضرت سید شاہ عبداللطیف بیجاپوری نے اپنے اہل عیال کے ساتھ اپنے وطن بیجاپور سے ۱۱۲۲ھ میں ہجرت کی بقول ڈاکٹر محی الدین منیر، حضرت عبداللطیف نے

۱۱۲۲ھ کو بیجا پور سے ہجرت کی، اور شاہ نور ''سرا'' اور آرکاٹ میں عارضی قیام کرتے ہوے، ۱۱۳۸ھ کو ویلور میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی (دارالعلوم لطیفیہ کی علمی وادبی خدمات ص ۹۰)

مولانا محمد طیب الدین اشرفی مونگیری لکھتے ہیں:

''جس روز آپ ویلور آئے، رات کو ایک میدان (قلعہ ویلور کے شمالی جانب) میں قیام فرمایا جو اب حضرت مکان کے نام سے مشہور ہے، اسی شب کو آپ نے خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں:

''اے نور العین! اسی جگہ قیام کرو یہاں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کرانا، تمہاری اولاد امجاد سے ہمیشہ اہل عالم کو فیض پہنچے گا، جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو ظاہر میں بھی خواب کے آثار کو پایا (انوار قطب ویلور ص ۱۳)

حضرت عبداللطیف نبی کریمؐ کے حکم وارشاد کے مطابق اسی جگہ پر مستقل اقامت و رہائش کے انتظام واہتمام میں مشغول ہوگیے، اپنی اقامت گاہ، مسجد اور خانقاہ کی جگہ مختص کر دی اور سائبانوں اور خیموں کو نصب کیا اور درس وتدریس اور تذکیر وتزکیہ کا آغاز فرمایا، طالبان شریعت اور سالکین طریقت کی آمد آمد ہونے لگی، خوشا مسجد ومکتب وخانقاہ ہے، کہ در وے بود قیل قال محمدؐ کی معنوی اور عملی تصویر ابھرنے لگی، تقریباً گیارہ سال تک آپ اس چمنستان نو کی آبیاری میں مصروف رہے ۱۱۴۹ھ میں سفر آخرت پر روانہ ہوگئے شہر ویلور کی صحن جامع مسجد میں محوخواب ہیں، آپ کی اولاد امجاد میں حضرت رکن الدین سید شاہ محمد قادری نے یہ تاریخ رحلت کہی ہے:

قبلہ وکعبہ جد من سید شاہ عبداللطیف عرش پناہ
کردرحلت بگفت رکن الدین سال ترحیل ''غاب قطب اللہ، ۱۱۴۹

آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری قربیؒ کی عمر چار سال تھی جب وہ آپ کے ہمراہ بیجا پور سے نکل کھڑے ہوے تھے، آپ کی وفات کے بعد وہی مسند ارشاد پر متمکن ہوے، تعلیم وتزکیہ کے ساتھ تعمیرات کی طرف توجہ مبذول کی ۱۱۷۹ھ میں ایک مضبوط ومستحکم اور وسیع وعریض خانقاہ کی تعمیر کی، اب یہ محض صوفیانہ سلوک کی جگہ نہ تھی بلکہ اس عہد کے مزاج اور ماحول کی مناسبت سے کتاب وسنت کی درسگاہ، اسلامی علوم وفنون کا دارالعلوم، مصالح عوام اور فقہی مسائل کے لئے دارالافتاء اور عربی وفارسی زبان وادب کا اسکول اور شعر وسخن کی بزم تھی۔ حضرت باقر آگاہ مدراسی نے خانقاہ کی شان میں یہ پرزور تاریخی قطعہ کہا ہے:

اے خانقاہِ نو کہ دہد شرح صدور دل تازہ کند برنگ کعبہ زسرور
گفتند ملک بہ چرخ کا ین قبہٗ نور والطّور سنین لبیت المعمور

حضرت قربی نے ۱۱۸۲ھ رمضان المبارک کی بیس ۲۰ر تاریخ کو وفات پائی، اوراسی جگہ آپ کی تدفین عمل میں آئی جس جگہ میں حضور اکرمؐ نے خانقاہ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کرنے کی بشارت وھدایت دی تھی، کسی شاعر نے آپ کے وصال پر یہ قطعہ موزوں کیا ہے جو آپ کے مقبرہ پر لکھا ہوا ہے:

درحریم بقاشاھد قِدس دوش بر دوش شاد وخنداں خفت
فکر تاریخ رحلتش کردم غاب قطب البلاد ہاتف گفت ۱۱۸۲ھ

حضرت قربی کے بعد آپ کے صاحب زادے حضرت سید شاہ عبداللطیف ثانی ذوقی صاحب سجادہ ہوے (جو اس مقالہ کی کلیدی شخصیت ہے) آپ نے بھی تزکیہ وتربیت کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، دور دراز کے طلبا تحصیل علم کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچنے لگے، طلباء کی کثرت کو دیکھتے ہوے آپ نے اسی مکان حضرت میں طلباء کے قیام وطعام کا انتظام فرمایا تاکہ تشنگان علم سکون کے ساتھ قیام پذیر رہ کر سیرابی حاصل کرسکیں، پروفیسر یوسف کوکن نے لکھا ہے:

حضرت ذوقی علم وادب اور طالبان زبان کے لئے مزکر تھے، اور مختلف علاقوں کے طلباء آپ کے پاس استفادہ کے لئے حاضر ہوتے، اور آپ ان کے لئے خوردنوش کا انتظام فرماتے تھے (عربک اینڈ پرشین ان کرناٹک (انگریزی)

حضرت ذوقی نے ۱۱۹۴ھ میں دنیا سے منہ موڑ لیا اپنے والد حضرت قربی کے بغل میں آسودہ خاک ہیں، مولوی محمد امین بیجاپوری نے آپ کی تاریخ رحلت کہی ہے:

اسرا فراد محی الدین ذوقیؔ کہ فیض اوست بر ابدال واوتاد
چوں واصل بحق سال وصالش امیںؔ گفت غاب قطب الامجاد ۱۱۹۴ھ

آپ کے بعد آپ کے اکلوتے صاحب زادے حضرت سید شاہ ابوالحسن ثانی محوی خانقاہ کے سجادہ نشین اور درسگاہ کے مہتمم نامزد ہوے آپ نے مسجد ومدرسہ اور خانقاہ کی توسیع وتجدید کی، اور نئی عمارتوں کا اضافہ فرمایا، درسگاہ کی مستقل عمارت تعمیر کی جس میں آپ کے فرزند حضرت قطب ویلور مستقل طور پر روز آنہ تفسیر وحدیث کا درس دیتے تھے، (حیات المسکین، حضرت عبدالغفار مسکین خلیفہٗ حضرت قطب ویلور)

حضرت محوی کی تعمیرات کا ذکر مثنوی مطلع النورؑ (از مولانا عبدالحی واعظ بنگلوری) کے ایک شعر

میں ہے:

مسجد وخانقاہ ورباط کلاں مدرسہ وہ بنایا عالی شان

حضرت محوی کا وصال ۱۲۴۳ھ کو ہوا، اپنے والد اور دادا کے آستانہ میں مدفون ہوئے، آستانہ کی دیوار پر درج ذیل قطعہ تحریر ہے:

شدازطاق رخصت رواں ابوالحسن پے سیہ در روضۂ جاوداں
در آمد بہ مغرب سر آفتاب چہ گویم سنش غاب قطب الزمان ۱۲۴۳ھ

حضرت محوی کے بعد آپ کے صاحب زادے حضرت سید شاہ عبداللطیف ثالث المعروف قطب ویلور مسند ارشاد پر فائز ہوئے، آپ کے عہد میں خانقاہ اور درسگاہ کی شہرت وعظمت ہر سو پھیلنے لگی، سات لاکھ بندگان نفوس نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، چار سو سے زائد علماء وصوفیاء خلافت سے سرفراز ہوئے، آپ نے ۱۲۸۹ھ میں سرزمین حجاز حرم مدنی میں آخری سانس لی اور امام حسن علیہ السلام کے پائیں جنت البقیع میں مدفون ہیں آپ کے نامور خلیفہ مولانا عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی نے اپنی کتاب ''مقالات طریقت'' میں یہ قطعۂ وفات لکھا ہے:

ہم ظاہراً از قبۂ فرزند فاطمہؓ از روے ایں اشارہ ضیا سال آن نوشت
قرب جوار یافتہ ومحترم شدہ مقبول بار گاہ شفیع الامم شدہ

حضرت قطب ویلور کے بعد آپ کے صاحبزادے رکن الدین سید محمد قادری، خانقاہ کے سجادہ نشین ہوئے، آپ کی وفات ۱۳۲۵ھ کے بعد آپ کے بڑے فرزند حضرت سید شاہ عبداللطیف رابع مسند نشین ہوئے، حضرت عبداللطیف سفر حج کے لئے روانہ ہوئے، وہیں ارض حرم مکی میں داعی اجل کو لبیک کہا اور جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجہؓ کے جوار میں آرام فرمائیں۔

آپ کی وفات ۱۳۳۸ھ میں ہوی آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت سید شاہ عبدالقادر قادری سجادہ نشین ہوئے، آپ کا وصال ۱۳۷۸ھ میں ہوا آپ لاولد رہے، آپ کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی اعلیٰ حضرت ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری نے سجادگی کو زینت دی، ۱۴۱۵ھ میں آپ دنیا سے چل بسے آپ اور آپ کے دو چھوٹے برادران کرام حضرت مولانا ابوالحسن عمادالدین سید شاہ محمد ناصر قادری اور حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر قادر بھی لاولد رہے، سب سے چھوٹے بھائی سید شاہ محمد طاہر قادری کو دو صاحبزادیاں ہوئیں، جن سے ویلور میں حضرت عبداللطیف کی آل کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت عبداللطیف کی سات پشتیں گذریں اور مسند

سجادگی پر آٹھ سجادگان فائز ہوے۔

ساتویں پشت کے بزرگ سے حضرت ابوالفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبدالقادر قادری لاولد رہنے کے باعث حضرت عبداللطیف کی نرینہ اولاد کا سلسلہ منقطع ہوگیا، اور آپ کے چھوٹے برادر بزرگ اعلیٰ حضرت ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری لاولد رہنے کے باعث آپ کی وفات ۱۴۱۵ھ سے نرینہ اولاد کی سجادگی کا دور اختتام پذیر ہوگیا۔

حضرت عبداللطیف بیجاپوری کی اولاد امجاد پر خدائے تعالی کا خاص فضل وکرم رہا، جو بھی فرزند مسند سجادگی پر متمکن ہوا وہ ولایت اور قطبیت سے سرفراز رہا، اور ان میں چار سجادگاں صاحب قلم رہے، آپ کے فرزند حضرت قربی، ان کے فرزند حضرت ذوقی، ان کے فرزند حضرت محوی، ان کے فرزند حضرت قطب ویلور تسلسل کے ساتھ تصنیف وتالیف سے جڑے رہے اور یہ چار سجادگاں نے تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، اصول، منطق، کلام، شاعری، دیگر مختلف علوم وفنون میں گران قدر وسیع اور ضخیم سرمایہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے، حضرت قطب ویلور کے بعد تین پشتوں حضرت رکن الدین، حضرت عبداللطیف، حضرت عبدالقادر اور ان کے برادر محترم سید شاہ محمد باقر قادری اپنے آباء واجداد کے چمنستان علم وعرفان کی آب یاری میں اپنی زندگیاں صرف کردیں، خانقاہ کی روایات اور دارالعلوم لطیفیہ کی ترقیات میں ہمہ تن شب وروز مصروف رہے اور ایک لہلاتا ہوا سرسبز شاداب علمی وعرفانی باغ چھوڑا ہے اس خانقاہ اور خانوادہ نے ۱۱۳۸ھ سے لے کر ۱۴۴۳ تک تین صدیاں مکمل کرلی ہے اس دودمان عالی شان کی کوہ پیکر علمی وادبی اور دینی شخصیت حضرت عبداللطیف ذوقی کی زندگی اور نعتیہ شاعری پر گفتگو آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔لذیذ بود تمہید دراز تر گفتم

آمدم برسر مطلب۔

حضرت ذوقی کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قربی قادری اور دادا کا نام حضرت عبداللطیف بیجاپوری ہے، حضرت ذوقی کی ولادت ۱۱۵۱ھ کو ویلور میں ہوی، آپ کا سن پیدائش رخشاں، سے برآمد ہوتا ہے، ولادت وے در ویلور بمکان والد ماجد خود ۱۱۵۱ھ است ''رخشاں'' تاریخ ولادت است (ضمیمہ جواہر السلوک ص ۲۶۵ مطبوعہ ۱۲۸۳ھ)

حافظ غلام حسین سے تعلیم حاصل کی، انتہائی قلیل مدت میں معقول ومنقول اور فروع واصول کی کتابوں پر عبور اور تبحر حاصل کیا۔

نواب محمد غوث خان اعظم: تذکرۂ گلزار اعظم'' میں رقم طراز ہیں:

''دراوائل حال کتب فارسیہ بخدمتِ والد ماجد خود گذرانیدن و بعد پیش عظیم الدین دامادِ جعفر تمامی نسخ صرف ونحو رسائل علم معقول ومنقول بسند رسانید دراندک مدت از جودتِ طبع رسا و ذہن وقاد بر مطالعہ جملہ کتبِ معتبرہ معقول ومنقول وفروع واصول قدرت عظیمہ وملکہ تامہ ساخت''۔(تذکرۂ گلزار اعظم: ص:۱۹۱: مولف نواب محمد غوث خان اعظمؔ: مطبوعہ ۱۲۷۲ھ مطبع سرکاری مدراس)

حضرت ذوقیؔ کی ابتدائی تعلیم ان کے والد ماجد حضرت قربیؔ کے پاس ہوی اور اس کے بعد انھوں نے مولانا عظیم الدین سے شرف تلمذ حاصل کیا اور اپنی غیر معمولی ذہانت اور فطانت کے باعث قلیل مدت میں معقول ومنقول اور فروع واصول کی جملہ اونچی اونچی کتابوں کے مطالعہ پر کامل قدرت اور ملکہ پیدا کرلیا۔

حضرت ذوقیؔ نے اپنی فارسی تصنیف ''انشائے لطف الٰہی''میں اپنی خودنوشت سوانح حیات بیان کی ہے جس کے مطالعہ سے بھی ان کے بعض احوال وکوائف نمایاں ہوتے ہیں۔فرماتے ہیں:

فقیر اپنی عمر کے چھ سال تک حرف آشنا نہیں تھا۔میری تعلیم کی ابتداء عمر کے نویں سال سے ہوئی اور میں نے اسی زمانہ میں شعر کہنا شروع کیا۔فقیر کی زبان سے جو اولین مصرعہ صادر ہوا وہ یہ تھا:

درکعبۂ دل صاحب مقبول درآمد

والد ماجد نے یہ ثانی مصرعہ موزوں فرمایا:اور غزل تیار ہوی جو میری پہلی غزل تھی:

صد شکر کہ آن دولت ماموِل درآمد

فقیر کو اسی زمانہ میں بے حساب اشعار یاد ہوگئے۔بیت گوئی اور کسی بھی بحث میں دس دس آدمی بھی مل کر فقیر کو مات نہیں کر سکتے تھے۔اسی سال فقیر اور والد ماجد اور فقیر کے برادرِ محترم سید علی محمد حضرت ناصر صاحب (مدفون رانی پیٹ بآئی پاس مترجم) کی ملاقات کے لئے گئے اور آپ نے مجھے اپنے روبرو بٹھالیا۔فقیر نے دعا کی درخواست کی۔اور عرض کیا کہ یہ کم ترین علم کی زیادتی کا امیدوار اور طالب علم ہے۔ارشاد فرمایا: آپ علم میں تمام سے فائق اور سربلند ہوجائیں گے۔حالاں کہ اس وقت فقیر کو علم وفن سے کوئی تعلق اور لگاؤ نہ تھا اور میرے بعض رفقاء مختلف علوم وفنون کی کتب متداولہ پڑھ چکے تھے اور جب میری عمر پندرہ سال ہوی تو کُشتی اور تیراندازی کے فنون سیکھنے میں مشغول ہوگیا اور یہ پورا سال اسی ذوق وشوق کی نذر ہوگیا اور جب سترھواں سال شروع ہوا تو مولانا حافظ غلام حسین کی خدمت میں جا پہنچا اور آپ سے عربی زبان کی تعلیم شروع کی اور آپ کے پاس میری تعلیم

صرف مصباح تک ہوسکی۔ پھر درس وتدریس کا یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اوراس کے بعد فارسی ادب کی کتابیں پڑھنے کا ذوق وشوق دل میں اُبھرا۔ان ہی دنوں ایک شب خواب میں دیکھا کوئی صاحب فقیر سے کہہ رہے ہیں کہ حضرت شیخ نظامی گنجوی سے ملاقات کیجئے۔فقیر نے کہا: شیخ کہاں ہیں؟ کہا! فلاں خیمہ میں تشریف فرماہیں۔فقیر خیمہ کی جانب چل پڑااوراندر داخل ہواتو شیخ کوموجود پایا۔آپ کا چہرۂ مبارک آفتاب کے مثل روشن تھا۔قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے ہوئے آپ کے روبرو بیٹھ گیا۔آپ میری جانب دیکھ کر مسکرانے لگےتو دفعتاً میرے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ آپ ہی سے ’’شرف نامہ ‘‘کا درس لیا جائے اور مشکل اشعار کی تشریح نہ پوچھی جائے۔

اسی اثناء میں میری آنکھیں کھل گیں۔اورصبح ہونے کے بعد میں نے اپنے والد ماجد سے یہ خواب بیان کیا۔تو فرمایا: تم ’’شرف نامہ‘‘ پڑھنا شروع کردو۔چنانچہ اس کے بعد فقیر’’شرف نامہ‘‘ شروع کردیا اورشیخ کے روحانی تصرف اوراعانت کی برکت سے ہرروز ایک سواشعار سے زیادہ سبق لیا کرتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد چند ہی دنوں کے اندر’’سکندرنامہ‘‘’’خسر وشیریں‘‘’’مخزن الاسرار‘‘ ’’قران السعیدین‘‘’’تحفۃ العراقین‘‘،قصائدِ خاقانی‘‘پڑھ لیااور بفضلہٖ تعالی ایک سال کی مدت میں فارسی ادب کی کتب متداولہ پرعبور حاصل ہوگیا۔

اس کے بعد دوبارہ عربی زبان وادب اوردیگرعلوم وفنون کی جانب مشغول ہوااوراستادِ محترم مولانا محمد عظیم الدین سے استفادہ کیا۔آپ کے پاس نحو میں ’’شرحِ ملا جامؔی‘‘اور منطق میں قطبی تک تعلیم ہوی۔تعلیم وتدریس کا یہ سلسلہ بس اسی قدر اوراسی حدتک رہالیکن آپ کی صحبت کے باعث عربی زبان وادب پر غیر معمولی ملکہ حاصل ہواجواحاطہ تحریر سے باہر ہے۔فارسی اورعربی ادب اوردیگرعلوم وفنون کی تحصیل وتکمیل بائیس سال کی عمر میں ہوگئی اوراس زمانہ میں فقیر کے قلم سے چار کتابیں’’خمسہ ‘‘معرض وجود میں آئیں۔

فقیر کوعلم وفن کی دولت اورفضل وکمال کی نعمت اوراستنباط کی قوت اورتحریر کی صلاحیت منجانب اللہ عنایت ہوی ۔ اوراس باب میں کسب وریاضت اورظاہری مواد کا کوئی حصہ نہیں ۔الحمدللہ علی ذالک(گہرہائے صدف:ص۱۳،۱۴:مترجم مولوی بشیرالحق:۱۹۸۹ء)

اسی زمانے میں فقیر کو’’فصوص الحکم‘‘ دستیاب ہوئی اس کا مطالعہ کیاتو مجھ پر اس کے معانی مطالب اوردقائق ومعارف واضح نہ ہوسکے۔اسی دوران شیخ محی الدین ابن عربی کوخواب میں دیکھا جس کے بعد پھر سے کتاب’’فصوص الحکم‘‘ کا مطالعہ کرنے لگاتو تمام اشکالات ومشکلات

اورغوامض خود بخود حل ہوتے چلے گئے۔'' الحمدللہ علی ذالک۔(دارالعلوم لطیفیہ کا ادبی پس منظر: ص ۸۴،ڈاکٹر راہی فدائی،مطبوعہ ۱۹۹۷ء)

حضرت ذوقی کے ہم درس اور مرشد بھائی علامہ باقر آگاہ مدراسی تحفۂ احسن میں رقم طراز ہیں:

''سید عبداللطیف قادری عرف غلام محی الدین ذھن وقاد وطبع نقاد دارند، وبہ سبب جودت طبع ایشاں رابر مطالعہ کتب،قوت وملکہ تمام پیدا شد حتی کہ بر بعض علوم مثل قواعد عروض وقوافی وعلم حساب وفن شعر از قوتِ مطالعہ مہارت تام پیدا کرد خصوصاً شاعر یگانہ روزگار بودند۔

سید عبداللطیف عرف غلام محی الدین غیر معمولی ذھانت وفطانت اور طبیعت نقاد کے مالک ہیں، اور جودت طبع کے باعث ان کے اندر کتابوں کے مطالعہ پر پوری قوت اور مکمل ملکہ پیدا ہوگیا یہاں تک کہ بعض علوم مثلاً قواعد،عروض،قوافی،علم حساب اور شعر پر اپنے ذاتی مطالعہ سے کامل مہارت اور مکمل قوت پیدا کرلی اور خصوصاً شاعر یگانہ روزگار ہوگئے۔

مولانا عبدالحی بنگلوری اپنی شاہکار تاریخی وسوانحی منظوم تصنیف ''مطلع النور'' میں فرماتے ہیں:

جودتِ طبع جب تھی اس کی رسا اورتھا اس کا فہم وذکاء
ہوامائل مطالعہ کی طرف تھوڑے مدت میں ہی وہ کانِ شرف
عربی معتبر کتب بہ تمام ہوا حاوی بفضلِ ربِّ انام
علم منقول اور فن معقول! اور علم فروع اور اصول!
سب پہ قادر کیا اسے قادر ہوا ہر فن میں وہ بڑا ماہر

(مثنوی مطلع النور:ص ۱۰)

نیز فرماتے ہیں کہ حضرت ذوقیؔ کے قلم سے تین لاکھ سے زائد اشعار اور ساٹھ سے زیادہ کتابیں وجود میں آئیں:

ان کے ابیات نظم ونثر تین لاکھ سے زیادہ ہیں اے ہمام
ساٹھ سے بھی زیادہ رکھ یاد اور تصانیف اس کے در تعداد

حضرت ذوقیؔ نے تمام اصنافِ شاعری میں طبع آزمائی کی ہے اور ہر صنف میں کافی ذخیرہ چھوڑا ہے شعر گوئی کا یہ عالم تھا کہ فی البدیہہ ہزاروں شعر کہہ دیتے تھے۔نواب محمد غوث خان اعظم فرماتے ہیں:

حضرت ذوقیؔ کو قادرالکلامی اس درجہ حاصل تھی کہ ایک مرتبہ شعر لکھنے بیٹھے تو سات سو اشعار ایک

ہی نشست میں لکھ دیتے تھے۔ایک مرتبہ ایک ہزار اشعار تحریر فرمائے اور اکثر ایسا ہوا کرتا تھا۔(تذکرۂ اعظم:ص۱۹۲:مطبوعہ:مدراس:۱۲۷۲ھ)

حضرت قربیؒ اپنے فرزند دل بند حضرت ذوقؔی کی شاعرانہ صلاحیت کے بارے میں فرماتے ہیں ،ذوقی را در گفتن مثنوی و قصیدہ و رباعی و قطعہ،مہارت تام است(انشائے لطف اللہی)

حضرت باقر نے ایک مرتبہ حضرت ذوقی کے سامنے ان کی زود گوئی اور وفور گوئی پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا تو مسکراتے ہوے حضرت ذوقی نے فرمایا،بارہا میں نے ایک ہی نشست میں ہزار شعر موزوں کئے ہیں کمیت خامہ را در عرصۂ سخن تا ہزار بار بادیدہ ام(انوار اقطاب ویلور ص ۱۸)

انشائے لطف اللہی ،اور دیگر قلمی بیاضوں اور نسخوں میں حضرت ذوقی کی فارسی شاعری کا بڑا ذخیرہ ہے جو منتشر ہے اور اس کا بڑا حصہ معدوم ہو چکا ہے،ایک قلمی مخطوطہ میں حضرت ذوقی اور حضرت باقر آگاہ کے درمیان ہونے والی فی البدیہہ شاعرانہ گفتگو یوں رہی:

حضرت آگاہ نے حضرت ذوقی سے خواہش ظاہر کی کہ غلام محی الدین تبریزی کی شان ایک رباعی کہئے؟ آپ نے فی البدیہہ یہ رباعی کہی:

تا خصم ترا در وصف کیں دید خزاں — شد زرد چو در فصل خزاں برگ ازاں
تب کردز ہیبت تو رستم کہ جنگ — افسانہ شدی مگر تب ریزی ازاں
عربی معتبر کتب بہ تمام — ہوا حاوی بفضلِ ربِّ انام
علم منقول اور فن معقول! — اور علم فروع اور اصول!
سب پہ قادر کیا اسے قادر — ہوا ہر فن میں وہ بڑا ماہر

حضرت باقر آگاہ نے فرمایا: کوئی ایسا قطعہ کہئے جس میں بدیعیہ اقتباس پایا جائے ،حضرت ذوقی نے فی الفور یہ قطعہ سنایا:

نہ کیدے نہادہ است تیر کمان تو — بدلہائے سُپ کرد چو خصمان تو
بہ چالاکی وچستی شان مبین — **لاملی لھم ان کیدی متین**

اس کے بعد حضرت آگاہ نے کہا کہ ایسا قطعہ سنائیں جس میں بدیعیہ تجنیس تام پایا جائے ،حضرت ذوقی نے اسی لمحہ یہ قطعہ سنایا:

چوں در جنگ آھنگ میدان کنی — سنان برکشائی وجولان کُنی!
بہ ہرتن کہ آب سنان می رَوَد — رَوان می رود تا رواں می رود

پھر حضرت آگاہ نے حضرت ذوقی سے پند و نصیحت پر مبنی رباعی کہنے کی خواہش ظاہر کی جس میں بدیعیہٗ ایہام پایا جائے:

اے گشتہ بہ پائے ہوس زرو مال از بس غم مال نیست فکر مآل
نامی شدہ در طلب مال ومنال تاچند نبالی از پئے مال ومنال

الغرض آگاہ وذوقیؔ کے درمیان ایسی بے شمار شعری مجلسیں آراستہ رہتی تھیں جن میں سینکڑوں اشعار معرض وجود میں آجاتے تھے۔

حضرت ذوقیؔ کی غیر معمولی علمی قابلیت ،شعری صلاحیت ،فنی بصیرت ،تصنیفی مہارت ، قادرالکلامی وزودگوئی اور تصانیف کی کثرت کو دیکھتے ہوئے یہی کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے علمی وادبی کارناموں کا ظہور خرقِ عادت کے طور پر ہوا ہے۔اگر آپ کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ آپ نے صرف انیس سال کی قلیل مدت میں یہ تمام علمی وادبی اور دینی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آپ کی چوالیس ۴۴ سالہ زندگی میں ابتدائی عمر کے سات سال تحصیل علم کے بغیر بیت جاتے ہیں۔ تعلیم کے زمانہ میں بھی پانچ سال تک درس وتدریس کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔اور پھر آپ اپنی زندگی میں مسلسل تین سال تک بیمار رہے۔جس میں کوئی علمی کام انجام نہ دے سکے۔اس طرح آپ کو صرف انیس ۱۹ سال کی مدت کام کے لئے حاصل ہوسکی۔اور یہ ایک ایسی مصروف ترین زندگی تھی جس میں شعروشاعری اور تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس ،وعظ ونصیحت اور بیعت وخلافت کی سرپرستی وسرگرمی بھی چلتی رہی۔

نواب غوث اعظم اپنی کتاب ''تذکرۂ گلزار اعظم'' میں لکھتے ہیں کہ:''زیادہ از سہ لک بیت نظماً ونثراً افکارِ اوست۔وزود فکری او خارج از حوصلہ گفتگو ایں گونہ تصرفات منجملہ خوارق اولیائے حق شناس است۔ والانظر بر عادت بشری دوراز حد طاقت وقیاس۔''(سالنامۂ اللطیف :سلور جوبلی نمبر ص ۵۵ مرتب مولوی بشیر الحق مطبوعہ:۱۴۰۴ھ)

حضرت ذوقیؔ کے اشعار کی تعداد تین لاکھ ہے اور ان کی زود فکری گفتگو سے خارج ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات اور خوارق عادات میں سے ایک ہے ورنہ اتنا بڑا علمی ذخیرہ چھوڑنا بشری عادت وطاقت اور عقل وقیاس کی حد سے باہر ہے۔

مولانا عبدالحی بنگلوری فرماتے ہیں:

عمر حالاں کہ اس کی باتقدیس تھی بوقت وفات چوتالیس
اور تھا تین سال تک بیمار بایں عمر قلیل اے ہوشیار

ہیں تصانیف اس کے ایسے کثیر حق دیا تھا یہ قوتِ تحریر
(مثنوی مطلع النور:ص۱۲)

اپنی اسی مثنوی میں ایک جگہ حضرت احقر بنگلوری نے حضرت ذوقی کی شاعری پر ایک گراں قدر و قیع تبصرہ پیش کیا ہے جس کے مطالعہ سے ان کے کلام کے محاسن، ماھیات اور کیفیات کی نشاندھی ہوتی ہے:

بس کہ اس فن میں وہ گرامی تھا ثانی جامی و نظامی تھا
یہ نہیں ہے مبالغہ اے یار واقعی ہے یہ بات بے تکرار
اور فکر سخن میں اے دم ساز وقت میں اپنے سب سے تھا ممتاز
اس کا کوئی شخص عدیل نہ تھا کوئی اس ملک میں مثیل نہ تھا
دیکھ کیسے ہیں اس کے تصنیفات مثنوی ،غزل اور رباعیات
کر تتبع کبھی نظامی کی اور کیا کبھی وہ جامی کی
(ص۱۱)

حضرت ذوقی نے بھی اس کا اظہار تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک مقام پر ''انشائے لطف الٰہی'' میں ان الفاظ میں کیا ہے:

"فی الجملہ فقیر راقوت استنباط من عند اللّٰہ ست نہ ازمواد ظاھر الحمد لِلّٰہ علی ماانعم وعلم من البیان مالم یعلم والصلوۃ علی النبی خیرالانام وعلی آلہ الکرام واصحابہ العظام ۔"

حضرت ذوقی کی شاعری کی بے نظیر خصوصیات اور بے مثال امتیازات کا ذکر آپ کے ہم عصر اصحاب قلم ہی نہیں عصر حاضر کے ارباب علم وفن نے بھی کیا ہے، چنانچہ مولانا حافظ ظہیر احمد باقوی المعروف ڈاکٹر راہی فدائی نے اپنی کتاب ''خانقاہ اقطاب ویلور کے علمی آثار'' میں حضرت ذوقی کی شاعری کا بھر پور تجزیہ اور مطالعہ پیش کیا ہے اور جنوب کے نامور محقق ومصنف اور مترجم پروفیسر یوسف کوکن عمری نے حضرت ذوقی کی شاعری اور تصنیفی صفت سے متعلق جس فکر وخیال کا اظہار کیا ہے اس کا ایک مختصر اقتباس نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

حضرت سید شاہ عبداللطیف ثانی ذوقی ویلوری، ان ارباب علم وفضل وکمال میں سے ہیں جن پر جنوبی ہند بجا طور پر فخر کر سکتا ہے، وہ بیک وقت عالم وفاضل، عارف کامل اور بے مثال شاعر اور نثر نگار

تھے، زودنویس اور بدیہہ گوئی میں ان کا کوئی نظیر نہیں تھا، نظم بھی اسی تیزی سے لکھتے تھے، جتنی نثر، دونوں میں آمد تھی، اور دنہ تھی، ان کی تحریروں میں ردوبدل اور کانٹ چھانٹ نہیں ہوتی تھی، وہ پہلی ہی دفعہ اس طرح لکھتے تھے جیسے کوئی اپنی آخری تحریر لکھ رہا ہو، ایک نشست میں سات سو اور کبھی ایک ہزار سے زائد اشعار نظم کر دیتے تھے، مہینہ اور ڈیڑھ مہینے کے اندر ایک ضخیم مثنوی تیار ہوجاتی تھی، ان گوناگوں خصوصیات میں ان کا کوئی بڑے سے بڑا اہم عصر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ (اللطیف ویلور ۱۳۸۵ھ ص ۱۰۱)

شاعری میں حضرت ذوقی کا قلم ایک سیل رواں ہے، اس کی روانی صنف مثنوی میں تو اور بھی تیز سے تیز تر ہوجاتی ہے، آپ ایک متبحر عالم شریعت اور متشرع صوفی طریقت تھے آپ کا یہ دینی و مذہبی وصف شاعری میں بھی دکھائی دیتا ہے، آپ نے بعض مثنوی کے ذریعہ تعلیم و اصلاح عقائد کا کام بھی لیا ہے، ڈاکٹر افضل الدین اقبال حیدرآبادی نے اپنے ایک مقالہ میں دو مثنویوں اور ایک قصیدہ کا ذکر کیا ہے

''حضرت ذوقی کا جو بھی اردو کلام دستیاب ہوا ہے، اس سے آپ کی قادرالکلامی، مضمون فرینی جدت طبع اور تخیل کی بلندی آشکار ہوتی ہے، اس کے علاوہ کلام میں سلاست اور روانی بہت نمایاں ہے، اب تک کی تحقیق کے بموجب آپ کا اردو کلام دو مثنویوں اور ایک قصیدہ پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ بھی یقیناً اور اردو کلام ہوگا لیکن اب تک وہ دستیاب نہیں ہوا ہے، حضرت ذوقی کی اردو مثنویوں میں عقائد ذوقی'' اور غوث نامہ' قابل ذکر ہیں (سالنامہ اللطیف ویلور ۱۴۰۴ھ ص ۱۹۵)

مثنوی کا سرنامہ عقائد ہے جس سے موضوع کی وضاحت ہورہی ہے، اس منظوم مثنوی کی دریافت اور اشاعت کا سہرا استاد محترم مولانا سید شاہ ابوالمکارم سید مصطفیٰ حسینی بخاری لطیفی کڈپوی مرحوم سابق استاذ دارالعلوم لطیفیہ ویلور کے سر ہے، آپ نے حل لغات اور بعض عربی متن کے ترجمہ کے ساتھ اللطیف ۱۹۷۳ء میں شائع کیا ہے، حضرت ذوقی نے اس مثنوی کو اپنی وفات کے چار سال قبل ۱۰ ر صفر المظفر ۱۱۹۰ھ کو مکمل کیا ہے، عقائد ذوقی ایک سو نو اشعار پر مشتمل ہے، چند شعر ملاحظہ کیجئے، جس سے اصلاح عقائد کی مہم کا پتہ چلتا ہے:

بھی عالم ہے حادث نہ تھا (نتھا) سو ہوا　　قدیم (ازلی) اس کو کہنا نہیں روا (جائز)

ہے قابل فنا کا اپس جات میں　　تردد نہیں کس کو اس بات میں

سمجھنا گنہ کو سبک (معمولی) ہور (اور) حلال　　سمجھ اصل (جز) ہر کفر ہور (اور) ضلال (گمراہی)

اہانت کرے جن (جو) شریعت کی آ — دیا مسخری (دل لگی) ہے اور کافر سدا
بھی ہے مسخری (مذاق) کفرسوں کفر جان — بھی تصدیق کا لہن کفر ہے پہچان (پہچان)
یقین کرکو سمجو (سمجھ لو) کہ رب انام — عذاب اس کا ہے سخت، رحمت ہے عام
ان ہی توں (تو) ذوقی کوں (کو) ایمان دے — اپس (اپنی) ذات کا اس کو عرفان دے

حضرت ذوقی کی دوسری مثنوی ''غوث نامہ'' ہے جو اپنے نام ہی سے سوانح وفضائل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی نشاندھی کررہی ہے، یہ مثنوی صرف دو دن میں مکمل کرلی گئی ہے چارسو آٹھ ابیات پر مشتمل ہے، کتب خانہ دارالعلوم لطیفیہ میں موجود ہے، داخلی شہادتیں ملاحظہ کیجئے۔

بحمداللہ این نامۂ بے مثال — دو دن میچ پایا ہے وصف کمال
یہ ہے غولے کی فصل سول (سے) جب تمام — کیا غوث نامہ یو (یہ) نامہ کا نام
اگر اس کی بیتاں (اشعار) گنی توں تمام — ہوی چارسو آٹھ اے نیک نام

حضرت ذوقیؔ ایک بہترین خطاط اور زود نویس کاتب بھی تھے۔ آپ کا ایک محبوب مشغلہ متعدد موضوعات کی کتابیں جمع کرنا اور مطالعہ کرنا اور انھیں نقل کرنا تھا۔ آپ بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ ضخیم کتابوں کو نقل کردیتے تھے۔ چنانچہ انشائے لطف الٰہی''، میں لکھا ہے کہ آپ نے مکمل گلستان ایک ہی شب میں نقل کردی اور 'معجز مصطفےٰ جو آپ کی تصنیف ہے، اس کے آخر میں چند کتابوں کے نام ہیں جن کو آپؒ نے اپنے ہاتھوں سے نقل کیا ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ملفوظات شریف ۔۲۔خلاصۃ المفاخر۔۳۔کنزالدقائق ۔۴۔قصائد خاقانی۔۵۔سکندرنامہ۔ ۶۔خسرو شیریں۔۷۔محبت نامہ جامی۔۸۔دیوانِ حافظ۔۹۔بوستان۔۱۰۔بہارستان۔ ۱۱۔مناظر الانشاء۔۱۲۔مجموع الصنائع ۔۱۳۔قصیدۂ اسماعیل مقری مع شرح۔۱۴۔تلخیص المفتاح۔۱۵۔مطول۔ ۱۶۔طوالع۔ ۱۷۔قطبی۔ ۱۸۔حاشیۂ امیر۔ ۱۹۔میبذی۔ ۲۰۔وقایۃ الھدایہ۔ ۲۱۔شرح مسلم۔ ۲۲۔تہذیب۔ ۲۳۔مقامات حریری۔ ۲۴۔کافیہ۔ ۲۵۔صغریٰ۔ ۲۶۔کبریٰ۔ ۲۷۔زبدۃ۔ ۲۸۔ ملاجلال۔ ۲۹۔میرزاہد۔ ۳۰۔شرح فارسی تہذیب۔ ۳۱۔مقدمۂ قیصری۔۳۲۔روضۃ الاحباب۔ ۳۳۔ملفوظِ محمد مخدوم۔۳۴۔تحفۃ العراقین چار مرتبہ۔۳۵۔رقعاتِ جامی (دو مرتبہ)

۳۶۔معجزِ مصطفیٰ۔سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے اسے تین مرتبہ نقل کیا ہوں۔نظمِ معارج النبوۃ، چھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔اسے دو مرتبہ نقل کیا ہوں۔اور اپنا ایک دیوانِ قصائد جو بارہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے تین مرتبہ نقل کیا ہوں اور اپنی یہ چار کتابیں ۱۔چمن محبت ۲۔عشق نامہ ۳۔چہار فصل ۴۔ہدایۃ

الاخبار (گیارہ ہزار) یہ دومرتبہ نقل کیا ہوں۔ان کے علاوہ تذکرۂ اولیاء وسلاسل، تعدادالشہود، رباعیات متعدد بارنقل کیا ہوں''۔

حضرتِ ذوقیؔ نے علوم ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ علوم باطنی کی تکمیل بھی فرمائی اوراپنے والد ماجد حضرتِ قربیؔ سے تصوف وسلوک کی تعلیم پائی اوراس میدان کے شہ سوار بن کر اُبھرے۔مولانا عبدالحی فرماتے ہیں:

اور تصوف کے سب رموز ودقیق اپنے والد سے کرچکا تحقیق
ہوا یکتا دلیل و برہان میں اور کشف سے شہود وعرفان میں

حضرت ذوقیؔ کو اپنے والد ماجد کے علاوہ دیگر مشائخ سے مختلف سلاسل میں بیعت وخلافت کا شرف حاصل رہا۔حضرت قربیؔ نے آپ کے خلافت نامہ میں رفاعیہ، نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اورمخزن کتاب السلاسل کے سلسلوں کی وضاحت اس طرح کی ہے:

''برخوردارسعیدِدارین رشید کونین غلام محی الدین سید عبداللطیف عرف باوامدعمرۂ راہمہ خلافت ہائے مخزن السلاسل وچہار خلافت یکے رفاعیہ، دوم نقشبندیہ، سوم چشتیہ، چہارم قادریہ نیز دادہ شد''۔

حضرت ذوقیؔ نے اپنے والد ماجد سے استفادہ کرنے کے علاوہ متعدد بزرگوں سے بھی فیض روحانی حاصل کیا ہے۔چنانچہ آپ نے اپنی فارسی تصنیف ''انشائے لطف الٰہی''میں اس بات کی صراحت متعدد مقامات پر کی ہے کہ آپ کو حضرت عبدالقادر جیلانی ،حضرت نظامی گنجوی ،حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روحانی استفادہ حاصل ہوا ہے۔اورحضرت قطب ویلور نے بھی اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت ذوقیؔ کو جب بھی مثنوی مولانا روم کے بعض اشعار کے غوامض ودقائق اورنکات سمجھنے میں دشواری ہوتی تو حضرت رومیؔ کی روح مقدسہ کی جانب متوجہ ہوتے اوراشکالات حل فرمالیتے اوراس کے بعدفرماتے کہ مصنف رومیؔ نے مجھے ان اشعار کا یہ معنی اورمفہوم بتلایا ہے۔

''وجدی محی الملۃ والدین حضرت سید عبداللطیف قادری ویلوری چوں ازبیات مثنوی وغیرہ مسئول شدے سربہ جیب رفتی وفرمودی کہ مصنف معنی آن چنین فرمودہ''۔(مکتوبات حضرت قطب ویلور مترجم ڈاکٹر بشیر الحق قریشی،مطبوعہ ۲۰۱۲ءدارالتصنیف والاشاعت حضرت مکان ویلور)

حضرت ذوقی کی سیرت وسوانح کا ایک پہلو روحانی ومعنوی ، الہامی ومنامی اورکشفی ومراقباتی

ہے،جس کا ادراک وفہم، ذہن وعقل کے دائرہ سے باہر ہے،اور یہ پہلو بڑی حد تک ولایت سے مربوط ہے،اور ولایت کا تعلق امور غیبیہ،مخصوص مقامات، حالات، کیفیات،اور واردات سے گہرا ہوتا ہے،اہل تصوف کے ہاں قطبیت ،غوثیت ،ابدالیت،اوتادیت اور مجذوبیت وغیرہ یہ تمام روحانی ومعنوی اور باطنی درجات اور مراتب ہیں ، اور کسی بھی شخص کو قطب ،غوث ،ابدال ،اوتاد اور مجذوب قرار دینا، یہ انتہائی مشکل ترین مرحلہ ہے اور یہ ایک مستور حقیقت ہے جسے مردان باصفاہی بخوبی جان سکتے ہیں ، اس صورت حال کو سمجھنے کے لیے ولی راولی می شناخت ، کا جملہ نہایت موزوں نظر آتا ہے، اگر کوئی صاحب کشف والہام مذکورہ عالی مرتبت درجات ومقامات میں کسی درجہ ومقام پر خود کو فائز دیکھے یا کسی بزرگ کو فائز دیکھے اور وہ اس حقیقت کا اظہار کرے تو قطبیت اور غوثیت وغیرہ کا تعین کرنا، اپنی جگہ صحیح ہے۔

حضرت ذوقی قطبیت سے سرفراز ہیں لیکن آپ اپنے اس مقام رفیع سے اس وقت تک آگاہ نہیں ہوے جب تک کہ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو نہیں بتلایا، اور اس کی صورت حال یوں سامنے آئی کہ حضرت ذوقیؒ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو خواب میں دیکھا کہ اور آپ سے کہا مجھے قطبیت سے نوازیۓ شیخ جیلانی یہ سن کر مسکرادیتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں،حضرت ذوقی فرماتے ہیں میں نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنے والد ماجد حضرت قربیؒ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو والد محترم فرماتے ہیں اللہ نے تمہیں پہلے ہی قطبیت سے نوازا ہے لیکن تمہیں اس کی خبر نہیں ہے، اگر تم اس سے بلندترین مقام طلب کرتے تو یقیناً شرف یاب ہوتے ۔(انشائے لطف الٰہی)

اس واقعہ سے دو پہلو نمایاں ہورہے ہیں ایک پہلو یہ ہے کہ بسا اوقات قطب کو بھی اپنی قطبیت کا علم نہیں رہتا ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ شیخ جیلانی و پیر پیراں سید عبدالقادر جیلانیؒ متصرف حقیقی اور فاعل حقیقی حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے صالحین وکاملین کو مراتب تفویض فرماتے ہیں، اور آپ سے دنیاوی زندگی کی طرح برزخی زندگی میں بھی آپ سے روحانی فیوض وبرکات کی تقسیم کا نظم اور سلسلہ قائم ہے،اس دقیق مسئلہ کا علم وتحقیق مطلوب ہو تو حضرت محوی ویلوری کی فارسی کتاب، بیعت غائب وحاضر اور ان کے صاحبزادے حضرت قطب ویلور کے فارسی مکتوبات کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

حضرت قربی کی روح پرفتوح ہمیشہ حضرت ذوقی پرسایہ فگن رہی ہے ،حیات ظاہری میں اور حیات برزخی میں بھی چنانچہ لطائف لطیفی میں حضرت ذوقی فرماتے ہیں:

لطف وکرم حضرت شیخ برحال فقیر از حد زیادہ بو،ہم درحالت حیات، وہم بعد ممات، وہرگاہ کہ درخاطر فاتر درویش دل ریش غمے والمے راہ یابد،لقائی مسرت افزائی خودراجلوہ گرگردانیدہ رفع ملال

ودفع پریشانی حال می فرمایند۔۔۔دراثنائے نوم ویقظہ ظاہر آمدہ ،فرمودندانا انت من نفس واحد۔فی الحال شیخ را روبروے خود دید کہ ایستادہ اند،فرمایند کہ باوا(حضرت ذوقی کاعرفی نام) شمارا ہیچ ترس نیست ،دل خودجمع دارید، ماہمہ وقت ہمراہ شماایم ،ماچہ نیک حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ شدہ اند۔اماشمارہ فعل گناہ اجتناب ورزید **واللّٰہ علی ذلك بشھید ۔**

حضرت شیخ کی نظرکرم فقیر(حضرت ذوقی) کے حال پر دنیاوی زندگی اوراس کے بعد بھی بہت زیادہ رہی جب کبھی میں غم والم میں گرفتار ہوا تو آپ اسی وقت جلوہ گر ہوتے ، حالت بیداری اورنیند دونوں حالتوں میں آپ ظاہر ہوتے اورفرماتے :انا انت من نفس واحد، میں اورتم ایک ہی نفس ہیں۔

فقیرکوایک مرتبہ ہلاکت خیز طوفان کے ملاحظہ سے وحشت پیدا ہوی تو اسی وقت حضرت شیخ کو اپنے سامنے دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں، اورفرمارہے ہیں کہ باوا(عرفی نام)تمہیں کوئی خوف نہیں اپنے آپ کوجمع خاطر رکھو، ہم تو ہروقت تمہارے ساتھ ہیں، ہم کیا خودحضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔تم افعال گناہ سے ہمیشہ بچتے رہو۔

حضرت ذوقیؒ کاایک اورواقعہ جس کومولانا عبدالحی واعظ بنگلوری خلیفۂ حضرت قطب ویلور اورعلامہ باقر آگاہ مدراسی اوردیگر تذکرہ نویسوں نے نقل کیا ہے جس کی روشنی میں ایک حیرت خیز اور عقل سے ماوراحقیقت یہ سامنے آرہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اوراس کی کائنات کانظم ونسق ،بندوں کے حالات اورواقعات میں کس طرح عجیب وغریب اورغیبی ومخفی طریقہ سے ظاہر ہورہا ہے، یقیناً یہ پہلوعقل وخرد کے لئے حیرت کن ہے اوراس کا سمجھنا خالص مادہ پرست ذھنیت کےلوگوں کو نصیب نہیں ، اسی لیے وہ ایسے واقعات کے انکار وتردید کے دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہیں ایک مسلمان کوچاہئے کہ ایسے واقعات اور حالات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات جل جلالہ وعم نوالہ کی جانب کرتے ہوے یہ تصوراورعقیدہ اختیار کرے کہ ان کاوقوع اورظہوراللہ کی قدرت کاملہ سے ہے جواس کے صالح بندے حضرات اقطاب کے ذریعہ ہورہاہےاور جوفعل قدرت الٰہیہ سے وجود میں آرہاہےتو اس میں حیرت کی کیابات ہے، اس صورت میں عقل ودل کےحسین امتزاج کےساتھ آدمی کومتاع سکینت حاصل ہوگیحضرت قربی کاایک شعر ہے:

جگ میں دوست عیاں تھامجھے معلوم نہ تھا پردہ پوش اس کا گماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

حضرت ذوقی کےجس واقعہ سےمتعلق سیاق میں مذکورہ تمہیدی کلمات سپرد قلم کیے گئے وہ واقعہ یوں ہے۔

والی مدراس نواب محمد علی والا جاہ کو حضرت ذوقی کے ساتھ بڑی الفت اور عقیدت تھی، اور وہ کبھی کبھی اپنے ذاتی معاملات اور ریاستی امور میں آپ سے مشورہ کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے انہوں نے تنجاور پر فوج کشی کے لئے آپ سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت نہیں دی، پھر کچھ دنوں کے بعد نواب صاحب نے بذریعہ تحریر اجازت طلب کی تو آپ نے جواب دیا، حملہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو فتح ونصرت سے ہم کنار فرمائے گا، اس اجازت کی خبر پھیل گئی تو حضرت ذوقی کے مصاحبین اور نواب موصوف کے احباب اس بات سے متفکر نظر آئے کہ حاکم تنجاور اسباب حرب وضرب اور فوج وسپاہ کی غیر معمولی قوت کا مالک ہے معلوم نہیں کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔

اس وقت حضرت ذوقی غیب افشا ہوئے کہ میرے خواب میں وہ بزرگ تشر لائے جن کے قبضۂ تصرف میں قلعۂ تنجاور کی کنجیاں تھیں، اور مجھے یہ کہتے ہوئے کنجیاں سونپ دیں کہ اب تک یہ میرے پاس تھی اب مجھے حکم ہوا ہے کہ میں آپ کے حوالہ کردوں، اسی بشارت منامی کی وجہ سے میں نے نواب موصوف کو حملہ کی اجازت اور فتح کی بشارت دی۔

اس واقعہ کو حضرت احقر بنگلوری نے اپنی مثنوی ''مطلع النور'' میں بیان کیا ہے:

اورنواب والئ مدراس بھیجا ہے اک عریضہ شیخ کے پاس
کہ میں رکھتا ہوں اے نکومحضر آپ کی گر مجھے اجازت ہو
شیخ تب اس کو یہ جواب لکھا کہ تو جا، فتح دیوے گا مولا
متفکر ہوتب کئی احباب شیخ سے یوں کئے ہیں عرض جناب
حاکم فون ملک تنجاور جنگ میں سخت تر ہے اے رہبر
نہیں معلوم ہو وے گا کیا حال کیا ارشاد تب وہ باجلال
جانیو تم! بشہر تنجاور قبر ہے اک بزرگ کی اشہر
خواب میں میرے وہ بزرگ نے آ مجھ کو اس طرح سے ہے فرمایا
کہ یہ قلعے کی کیلیاں تاحال تھے بلاشبہ میرے پاس بحال
حکم مجھ کو ہوا اب بے قیل کہ کروں ان کو آپ کی تحویل
میں نے نواب کی اسی خاطر فتح کی دی بشارت فاخر

حضرت ذوقی صاحب کشف والہام ہونے کا مزید ایک اور واقعہ مثنوی مطلع النور، میں مرقوم ہے کہ آپ نے یکم رجب ۱۱۴۳ھ کو لوگوں سے کہا کہ اس علاقہ کا قطب رجب کی تیرہویں تاریخ کو دنیا

سے رخصت ہوگا، اس کی وفات کے تین دن بعد قلعۂ ویلور پر گولہ باری ہوگی ،۱۳؍رجب المرجب ۱۱۴۳ھ کو جب حضرت ذوقی کا انتقال ہوااور اس کے تین دن بعد ٹیپو سلطان شہید کے والد نواب حیدر علی خان ویلور کے قلعہ پر حملہ آور ہوئے تو اس وقت لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہوی کہ حضرت ذوقی نے جس قطب کے انتقال کی بات کہی تھی ، وہ کوئی اور قطب نہیں ،حضرت ذوقی کی ذات گرامی تھی:

جانو، ماہ رجب کے روز ھلال ‏ یہ دیا تھا خبر وہ ذوالاجلال
قطب اس ملک کا بہ حکم خدا ‏ تیر ہویں دن اٹھے گا از دنیا
تین دن اس کے بعد غیر قصور ‏ چلی گولی بہ قلعۂ ویلور
سمجھے لوگوں نے تب بغیر گمان ‏ کہ بلاشک وہی تھا قطب زماں

حضرت ذوقی اپنی زندگی اور بعد زندگی میں ایک فیض رساں مثالی بزرگ شخصیت تھے، آپ دنیا سے رخصت ہوگئے تو آپ کے آباء واجداد کی ایک روایت مسلسل دم توڑ دی جس میں باپ اپنے بیٹے کے حق میں استاد اور شیخ مربی کا کردار ادا کرتا تھا، جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے اکلوتے فرزند حضرت سید شاہ ابوالحسن ثانی محوی ویلوری کی عمر آٹھ سال تھی ، اور وہ اپنے والد ماجد کی طویل صحبت جسمانی اور ظاہری تعلیم وتربیت اور تزکیہ وتطہیر سے بہرہ ور نہ ہو سکے، اور اس خلاء کو حضرت ذوقی کی روح پرفتوح نے پُر کر دیا، آپ نے اپنے فرزندار جمند کو روحانی تربیت اور فیض باطنی سے سرفراز فرمایا، مولٰنا عبدالحی نے اس پہلو کو حضرت شاہ عنایت اللہ فخری کی روایت سے واضح کیا ہے:

کہ میں یک بار خواب میں دیکھا ‏ بحر عرفان ذوقی والا
میرے فرزند پر بہ فضل رب ‏ دیکھ کرتا ہوں میں توجہ اب
پس توجہ کیا وہ دونوں پر ‏ وہیں ظاہر ہوا ہے اس کا اثر
تربیت پر تھی اس کی اے گیانی ‏ بارہا تھا وہ فیض روحانی
روح پاک اور غوث اعظم کی ‏ اور حضرت علی اکرم کی
اور بہ علم وکمال روز بہ روز ‏ دیا مولٰی ترقی فیروز

حضرت محوی کے فرزندار جمند حضرت سید شاہ عبداللطیف ثالث المعروف حضرت قطب ویلور نے بھی اپنے والد ماجد کے اس پہلو کو اپنے ایک فارسی مکتوب میں بیان کیا ہے۔

ابی وشیخی حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری نیز اویسی بودند، از وح پرفتوح حضرت سید عبدالقادرؒ اخذ فیض کردہ اند، وپس از بیداری جامہ وبدن خود را از اثر غسل خواب تر بتر یافتہ اند(مکتوبات حضرت

قطب ویلور مطبوعہ ۲۰۱۲ء مترجم ڈاکٹر بشیر الحق قریشی)

میرے والد اور مرشد حضرت محوی قادری نسبت اویسیہ رکھتے تھے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے خواب میں فیض روحانی حاصل کیا، چنانچہ انہوں نے عالم رویا میں کئے ہوئے غسل کا اثر خواب سے بیدار ہونے کے بعد دیکھا کہ آپ کا جسم اور کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔

حضرت محوی نے اپنے رسالہ بیعت غائب وحاضر میں شیخ فریدالدین عطار کے حوالہ سے اویسیہ کی وضاحت فرمائی ہے یہ ایک گروہ ہے جسے تعلیم و تربیت کی جہت سے بہ ظاہر کسی مرشد و مربی کی حاجت نہیں ہوتی اور یہ حضرات براہ راست حضور اکرمؐ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ذوقیؔ اخلاق وعادات اور سیرت کردار کے باب میں سلفِ صالحین کا نمونہ تھے۔ کتاب وسنت پر عمل پیرا تھے۔ بدعات وخرافات سے انتہائی متنفر تھے اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و بے ادبی اور تنقیص کرنے والوں کو خارج از دین قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس مقدس اور برگزید جماعت کی شان میں خود اللہ تعالیٰ رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کہہ دے تو ایسی جماعت کی تنقیص وتکفیر کرنا یقیناً نص قطعی کا انکار ہے۔ (انشائے عقائد ذوقیؔ ص ۱۲۔ مترجم سید حمید اشرف، ناشر دارالتصنیف مطبوعہ ۱۹۶۹)

حضرت ذوقیؔ کے اندر حددرجہ استغنا اور توکل تھا۔ امراء اور اغنیاء سے تادمِ زیست مستغنیٰ اور بے پرواہ رہے۔ نواب محمد علی خان والا جاہ اور ان کے صاحب زادوں نواب عمدۃ الامراء غلام حسین خان اور نواب امیر الامراء حافظ محمد منور خان کو آپ سے بڑی محبت والفت اور عقیدت تھی۔ نواب محمد علی والا جاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جاگیر کا پروانہ پیش کیا تو آپ نے اس کو چراغ پر رکھ دیا۔ نواب محمد علی والا جاہ نے انتہائی حیرت کا اظہار کیا تو فرمایا: اس میں حیرت وتعجب کی کیا بات ہے! پروانہ تھا شمع کی نذر ہو گیا''۔ اس واقعہ کی تفصیل مولانا شاہ عبدالحی بنگلوری نے بھی پیش کی ہے۔

اور نواب جو تھا والاجاہ　　صاحب تخت وملک وفوج وسپاہ
لاکیا نذر اس کے اے دانا　　ایک جاگیر کا ہے پروانہ
اس کو وہ شمع پر جلایا ہے　　اور سخن یہ زبان پر لایا ہے
ہووے پروانہ شمع پر سوزاں　　ہوا نواب دیکھ یہ حیراں
گرچہ تھا بے معاش ایسا ہاں　　پرتوکل میں تھا جلیل ایشاں
اور تھا بحر جود وکان کرم　　اور ابر نوال تھا ہردم
سائلین سے سمجھ کسی کو بھی　　نہیں محروم وہ کیا ہے کبھی

بس گذارا ہے یوں ہی عمر تمام　　اس کا فل سداتھا رب انام

(مثنوی مطلع النور ص ۱۳۰)

ایک طرف حضرتِ ذوقی کے استغناء کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف داد دہش اور جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ آپ کے لنگر خانہ سے کوئی سائل محروم اور خالی ہاتھ نہیں گیا۔ آپ کے لنگر خانہ سے روزانہ ایک سوبیس سیر چاول فقیروں اور حاجت مندوں میں تقسیم ہوا کرتے تھے اور آپ نے جو روپیہ پیسہ سخاوت کیا ہے وہ دولاکھ سے زائد بتلایا گیا ہے۔ جیسا ضمیمہ جواہر السلوک' کے مصنف نے صراحت کی ہے۔

''درجود وکرم بے ہمتا سائل را محروم نمی نمود زیادہ از دولک روپیہ بہ سائلاں عنایت فرمودہ وہر روز در لنگر خود یک صد وبست سیر برنج بہ مستحقان تقسیم می نمود۔'' (ضمیمہ جواہر السلوک ص ۲۶۴)

حضرت ذوقیؔ کا عقد حضرت سکینہ بی بی بنتِ حضرت عبدالعلی بیجاپوری سے ہوا۔ جن کے بطن سے اکلوتے صاحب زادے حضرت سید ابوالحسن محوؔی ویلوری کی ولادت ہوئی۔ حضرت ذوقیؔ چوالیس ۴۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور اپنے والد ماجد حضرت قربؔی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ مولوی امین بیجاپوری نے درج ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہی ہے۔ جو درگاہِ شریف کے باہر یوار پر کندہ ہے۔

سرافراد محی الدین ذوقیؔ　　کہ فیض اوست برابدال واوتاد

چوں واصل شد بحق سال وصالش　　امیؔن گفتا ''غاب قطب الامجاد''

۱۱۹۴ھ

حضرت ذوقیؔ کی ذاتِ گرامی سے مختلف علوم وفنون پر مشتمل اور مختلف اصناف شاعری پر حاوی ایک کتب خانہ وجود میں آ گیا۔ جس کی نظیر علم وادب کی تاریخ میں خال خال ہی مل سکتی ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، تصوف، فرائض، فلسفہ، منطق، عروض، بیان، معانی اور لغت وغیرہ میں کئی کتابیں تصنیف کیں اور شاعری میں کثیر الحجم قصائد، غزلیات، مثنویاں اور دو دادین یادگار چھوڑیں۔ اور اس کے علاوہ بے شمار افراد کی تعلیم وتربیت فرمائی جس کی برکت سے اہلِ علم کا ایک کاروان تیار ہوا۔ بقول مولانا یوسف کوکن عمری:

> ''حضرت ذوقیؔ علم وادب اور طالبانِ علم کے لئے مرکز بن گئے تھے۔ اور مختلف علاقوں کے طلباء آپ کے نزدیک استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ ان کے لئے خورد ونوش کا انتظام کرتے تھے۔''
>
> (سالنامہ اللطیف: ۱۴۰۴، ۵۹صفحہ)

حضرت ذوقیؔ نے اپنی فارسی تصنیف ''انشائے لطف اللہی'' میں اپنے بعض تلامذہ کے نام درج کئے ہیں، ان میں سے چند کے نام یہاں درج کئے جا رہے ہیں، جو علم و فضل میں نامور ہوئے۔

۱۔محمد تقی دلوی ۲۔غضنفر علی جہروی ۳۔زین العابدین حروی ۴۔علی اصغر دوانی ۵۔میر باقر ۶۔محمد تقی دلوی ۷۔محمد ضیا الدین ۸۔محمد مظہر علی ۹۔حسن علی ۱۰۔محمد سعید چودھری ۱۱۔محمد مخدوم مہکری ۱۲۔غلام احمد میلا پوری ۱۳۔عظیم الدین تو ندری ۱۴۔بڑے صاحب چیدہ ۱۵۔محمد غوث ۱۶۔عبدالقادر ۱۷۔حسن علی چیدہ ۱۸۔نورالدین ۱۹۔ابن محمد اویس ۲۰۔میر حسن ۲۱۔محمد سلیم

حضرت ذوقیؔ نے طلباء کی درسی ضروریات و حاجات کی جانب بھی توجہ کی اور نصابی کتابوں کی تصنیف کی اور بعض دقیق کتابوں کی شرح فرمائی۔ جس سے آپ کے طلباء کو خاطر خواہ فوائد حاصل ہوئے۔ چنانچہ انشاء و بلاغت سے متعلق طلباء کے لئے ایک رسالہ ''مختصر المناظر'' تحریر کیا جو ایک سو صفحات پر مشتمل ہے۔

حضرت ذوقیؔ نے جب یہ محسوس کیا کہ بعض طلباء استعداد اور قابلیت نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کے معانی و مطالب اور تشریحات کما حقہ سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔ تو آپ نے ان کے لئے تفسیر سے متعلق ضروری و مفید تشریحات لکھنے کا سلسلہ شروع فرمایا تا کہ طلباء درس کے علاوہ خارجی اوقات میں اسی تحریر سے استفادہ کر سکیں۔ آپ کی لکھی ہوئی یہ تفسیر ہنوز قلمی ہے۔ اور الم سے شروع ہو کر سورۃ الاعراف کی آیت کی وجاوز نا ببنی اسرائیل البحر پر ختم ہوی ہے، اس کے بعد کی سورتوں کی تفسیر کا سراغ نہیں لگ سکا۔ اور یہ نسخہ خود مفسر علیہ الرحمہ کے ہاتھوں سے لکھا ہوا ہے۔ آپ نے اپنی اس تفسیر کا نام ''تفسیر لطفی'' رکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

۱۔تفسیر لطفی: فقیر ضعیف غلام محی الدین سید عبداللطیف چون بعضے از عزہ بخواندان تفسیر شوق تمام داشتند و بہ سبب قلب استعداد از ادراک مطالب مطولات اشتغال نمی توانستند، فقیر برائے ایشان تفسیر موجز تالیف نمودہ ''تفسیر لطفی''، مسمی گردد۔

۲۔لطائف لطفی: یہ کتاب ۱۱۸۷ھ میں محمد نظام الدین کی ایماء پر لکھی ہے۔ جس کا موضوع عقائد اور تصوف ہے جیسا کہ فرماتے ہیں: ''ایں لطیفہ چنداست کہ فقیر ضعیف غلام محی الدین سید عبداللطیف از دریائے حقیقت بیرون آوردہ و در سلک تقریر و سمط تحریر کشیدہ بہ ''لطائف لطفی''، مسمی گردانید۔

۳۔انشائے عقائد حضرت ذوقیؔ نے رقعات اور مکتوبات کی شکل میں چار پانچ کتابیں تصنیف کی ہیں اور یہ کتابیں علم و ادب و اخلاق و عقائد اور تہذیب و معاشرت سے متعلق ہیں۔ انشائے عقائد

اکاون ۵۱ رقعات کا مجموعہ ہے۔ جو آپ نے اپنے احباب اور متعلقین کے نام تحریر کیا ہے۔ اس مجموعہ کے خطوط و مکتوبات میں عقائد کی اصلاح کی گئی ہے اور صحیح عقائد کی تشریح کی گئی ہے۔ مخطوطہ کے اختتام پر سن تدوین و ترتیب ۱۱۸۶ھ درج ہے۔ کتاب کے موضوع کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

''چوں کن املا ایں انشاء محض برائے تصحیح عقائد بود، مسمیٰ بہ انشاء عقائد نمود'' اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا سید حمید اشرف استاذ دارالعلوم نے کیا ہے، جس کا ایک حصہ دارالتصنیف والاشاعت سے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا گیا ہے۔

۴۔ انشائے لطف الٰہی: حضرت ذوقیؔ نے یہ کتاب اپنے شاگرد رشید مولوی سید لطف اللہ کی درخواست پر تحریر کی ہے۔ اس کا ایک نسخہ ہے اور ڈیمی سائز میں ۲۶۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ آخری صفحہ پر سن کتابت و نقل ۱۲۸۵ھ درج ہے۔

۵۔ انشائے قادری: یہ کتاب عبدالقادر مہکری کی درخواست پر لکھی گئی ہے، جس میں مختلف دینی مسائل و احکام سے بحث کی گئی ہے۔ آخری صفحہ پر سالِ تصنیف ۱۱۸۲ھ درج ہے۔

۶۔ انشائے باقری: یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو حضرت ذوقیؔ نے اپنے ہم درس مصاحب اور رفیق حضرت باقرؔ آگاہ کے نام تحریر کیا ہے اور بعض خطوط دیگر رفقا کے نام کے بھی ملتے ہیں۔

۷۔ ھدیۃ الاخبار: حضرت ذوقیؔ نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی تصنیف ''مخزن الاسرار'' کے نہج پر لکھی ہے۔ جس میں صوفیانہ نقطۂ نظر سے سیرت بیان کی ہے۔

۸۔ چھار فصل: یہ طویل مثنوی دو ہزار نو سو اشعار پر مشتمل ہے اور یہ صرف پچیس دن میں مکمل کی گئی ہے اور اس میں خسرو ختن شاہ کیوان کا دلچسپ قصہ نظم کیا گیا ہے اور یہ مثنوی حضرت نظامی کی مثنوی ''ہفت پیکر'' کا جواب ہے۔ اس کا سالِ تصنیف ۱۱۷۲ھ ہے۔ اور یہ مثنوی محمد علی کی ایماء پر تحریر کی گئی ہے۔ یہ جیسا کہ درجِ ذیل اشعار سے واضح ہے:

جلوہ گر نور طبع منجلیش　　نام نامی محمد علی اش
بہ کہ برنہج قصۂ بہرام　　کہ نظامیش دادہ است نظام
خود بنایش بچار فصل انداز　　نامِ او نیز چار فصل تو طرفہ تر باشد
ہفت پیکر اگرچہ سر باشد　　چار فصل تو طرفہ تر باشد

مثنوی کے اختتام پر تاریخ تصنیف اور اشعار کی تعداد اور ترتیب کی مدت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

چوں ترتیب این کشیدم رنج　　روزہا صرف گشت بست و پنج

سالِ تاریخ او زوئے شمار صد و ہفتا دودو بود بہ ہزار
ہمہ ابیات اوزروئے شمار دوہزار است وبیتش ازنہ صُد

۹۔عشق نامہ: دوہزارشعر پر مشتمل یہ مثنوی صرف بائیس دن کے اندر لکھی گئی ہے۔جس میں چند ربدن اور ماہیار کا قصہ نظم کیا گیا ہے۔حضرت ذوقیؔ نے حمد ونعت،معراج نبیؐ،منقبتِ غوث پاک اور حضرت قربیؔ کی مدح سرائی کے بعد اصل داستان شروع کی ہے۔اس مثنوی کی تعریف میں خود مثنوی نگار کا یہ بیان ملاحظہ کیجئے:

سمرقند این کتاب وقندبیت است چوں بشماری دوالف وچند بیت است
چوں در تزئین این پیکرنشستم بعشرین ودوروزش نقش، بستم

۱۰۔نجیب نامہ: یہ مثنوی محمد نجیب خان شہید کی سوانح عمری اوران کے خاندان کے حالات پر مشتمل ہے، نجیب خان نے گڈھ آمبور(شمالی آرکاٹ) کی جنگ میں نواب انورالدین خان کے ساتھ ۱۱۶۲ھ میں شہادت پائی یہ مثنوی شہیدِ مرحوم کے صاحب زادے محمد سعید کی درخواست پر ۱۱۸۵ھ میں لکھی گئی۔

۱۱۔دُرِّ بے بہا: یہ مثنوی نواب محمد علی والا جاہ اوران کے دوصاحب زادوں نواب عمدۃ الامراءاور نواب امیر الامراء کی جنگِ تنجاوُر میں بہادری وکامرانی اور فیروزمندی اورفتح مندی کے احوال وکوائف پر مشتمل ہے۔یہ مثنوی چارسوشعر پر پھیلی ہوئی ہےاورصرف دودن کی مدت میں لکھی گئی ہےاور اس کا نام درّ بے بہاخود حضرت ذوقیؔ کا تجویز کردہ ہے،جیسا کہ ان اشعار سے واضح ہے:

دو روز این عجالۂ نادر شد ازیں مصدر ہنر صادر
چون کشیدم بسلک اتمامش ساختم دُربے بہا، نامش
بیتہا قریب چار صداست لطفہائش زیادہ از عدد است
سالِ تنظیم او خرد بصواب زدرقم باد سرخوش و بآب

بقولِ پروفیسر کوکن عمیر:''نجیب نامہ اور دُربے بہا،جنوبی ہند کے سیاسی حالات اور یہاں کی تہذیبی وثقافتی اقدار کا گنجِ گراں مایہ ہے۔''

۱۲۔چمن محبت: یہ مثنوی ۱۲۵۴۵/اشعار پر مشتمل ہےاور یہ صرف ایک ماہ میں لکھی گئی اوراس میں مشہور عشقیہ داستان عینیہ وریا نظم کی ہے۔فرماتے ہیں:

گفتا سخت بود مہیا احوال عینیہ گوئی دریا

چوں در رہ جگر آورد کام در ماہی نامہ یافت اتمام

۱۳۔انشائے عقائد جواہر: نظم اور نثر پر مشتمل مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ جو مختلف اشخاص نواب عمدۃ الامراءنواب امیر الامراء محمد اسلم خان، منور علی خان اور خواجہ رحمت اللہ وغیرہ کے نام تحریر کئے گئے۔خود مکتوب نگار نے اپنی زندگی میں ۱۱؍صفر ۱۱۸۵ھ کو ایک پر از معلومات مقدمہ کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

۱۴۔نظم تذکرۃ الاولیاء	چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے
۱۵۔تذکرۃ اولیائے سلاسل	دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے
۱۶۔تعداد الشھود	تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے
۱۷۔نظم معارج النبوۃ	چھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے
۱۸۔زین اللغات	انتخاب فرہنگ جہانگیری تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے
۱۹۔غرائب اللغات	الفاظ لغت اور تفسیر لغت دونوں غیر منقوط
۲۰۔جواہرستان در وصف تیغ نگارستان	چار ہزار ایک اشعار پر مشتمل ہے
۲۱۔جامع العجائب	
۲۲۔دُرِ ثمین	دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے
۲۳۔مجموعہ رُباعیات	دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے
۲۴۔دیوان قدیم	سات ہزار رباعیات پر مشتمل ہے
۲۵۔اکبر،اوسط،اصغر۔	
۲۶۔اصطلاحات الشعراء	
۲۷۔مفتاح الاسرار	
۲۸۔رسالۂ استغناء	

حضرت ذوقیؔ کی کل تصانیف ۵۰؍پچاس سے زائد ہے یہی تعداد اکثر تذکرہ نگاروں نے بیان کیا ہے۔

حضرت ذوقی نے نعت کے حوالے سے کوئی مستقل تصنیف تو نہیں چھوڑی ہے لیکن، آپ کی نوک قلم سے نعتیہ اشعار ہزاروں کی تعداد میں وجود پذیر ہوے ہیں۔اور آپ کی شعری تصانیف میں حمد،نعت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت،اور آپ کے والد ماجد اور شیخ طریقت حضرت قربی پر محیط بیسوں شعر ملتے ہیں۔آپ نے شاعری کی مختلف اصناف میں طبع

آزمائی کی ہے ان میں آپ کے کلام کی آب وتاب عظمت و رفعت، شان و شوکت اور کمال و فن کے مظہر اور مثبت دو صنف ہیں مثنوی اور قصیدہ۔ فارسی قصائد میں آپ کے دو تین ضخیم دفر ہیں جو آپ ہی کے دست مبارک سے نقل شدہ ہیں، ان میں سے ایک دفتر ہی اہل علم وقلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا ہے جس میں نعتیہ قصائد ہیں جن کی تعداد قریباً بیس ہے۔ ان میں ایک ایک قصیدہ نعتیہ بھی قریباً تیس چالیس اشعار سے کم نہیں ہے بعض کی تعداد تو سو کے قریب ہے۔

قصائد ذوقی سے متعلق ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی سابق صدر شعبہ عربی فارسی اردو دانش گاہ مدراس چنئی نے قابل ذکر اور لائق تحسین کام کیا ہے۔ انہوں نے کئی قصائد کو ترجمہ کے ساتھ اللطیف میں قسط وار شائع کیا ہے۔ حضرت ذوقی کی شاعری سے متعلق رقم طراز ہیں:

> ’’حضرت ذوقی کے قصائد حمد، نعت یا منقبت میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں تشبیب کی دل کشی اور مدح کے اشعار میں بھی معنی آفرینی، ان کے قصیدے کو وہ شاعرانہ حسن عطا کرتی ہے جس کی وجہ سے ان کے اشعار ادب کا ایسا نمونہ بن گئے ہیں جو ہر اس شخص کے لئے دعوت قلب ونظر کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ جو فارسی ادب کا ذوق رکھتا ہے۔ اس کا تعلق خواہ کسی مذہب یا عقیدہ سے ہو، کبھی کبھی وہ بغیر تشبیب کے بھی مدح سے قصیدے شروع کرتے ہیں لیکن معیار باقی رہتا ہے۔ حضرت ذوقی کے تمام قصائد میں زور بیان، شکوہ الفاظ، لہجہ کا طمطراق، معنی آفرینی، نازک خیالی، منظر نگاری، کنایہ اور استعارہ کا حسن، حسن تعلیل، تراکیب کی جدت زور تخیل، قادرالکلامی، یہ وہ اوصاف ہیں جو شروع سے آخر تک جاری و ساری ہیں۔ ان قصائد کو دیکھنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ کم از کم ہندوستان کے فارسی قصیدہ نگاروں میں حضرت ذوقی کا مقام سرفہرست ہے۔‘‘ (اللطیف، ص:۵۳، ۷؍۱۴۰۷ھ)

علامہ باقر آگاہ مدراسی جو حضرت ذوقی کے ہم درس وہم مشرب اور پیر بھائی ہیں، انہوں نے اپنے رفیق محترم حضرت ذوقی کے فراق پر جن جذبات واحساسات اور خیالات کا اظہار کیا ہے ان کے مطالعہ سے حضرت ذوقی کی علمی وفنی اور مذہبی ادبی شخصیت کی ایک اجمالی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے، ملاحظہ کیجئے:

ذوقی کہ از تراوش فیض زبان او گلزار نظم و نثر بہ نشو و نما رسید

خسرو وشی کے شود شکرین او　چوں شہرت دبیر فلک جا بجا رسید
افراخت چوں قصائد خود را بہ اوج عرش　خاقانیؔ و ظہیرؔ بہ تحت الثریٰ رسید
چوں لقمہ سنج شعر بغزل طوطیان ہند　گفتند اہل گنجہ کہ رشح بہ ما رسید
در قطعہ و رباعی و ترجیع بند و فرد　فکرش بہ منتہائے خیال رسا رسید
چوں دبہ نثر او دل شگفتۂ بہار　گفتہ بہ غنچہ ہائے من اکنون صبا رسید
در منطق و بیان و معانی زنطق او　آساں شدہ بجاے حرف ہما رسید
ہر کس کہ بنگرد بد تصوف تصرفش　گوید بہ پیر جام کہ صدر ابورا رسید
درماندہ ام بہ درد دل خون زمن مپرس　اے داغ ہجرتش کہ بجانم چہار رسید
تاریخ رحلتش چوں طلب کردم از سروش　گو ہمدم حکیم نظامی، ندا رسید

آمدم برمطلب! نعت، منعوت مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر صفات وحسنات، حقائق و کمالات، خصائل وشمائل، اعجازات ومعجزات کے اظہار کا نام ہے اور اس باب میں ناعت نے کن کن زاویوں سے نعتیہ جہتوں کو روشن کیا ہے اور کن کن پہلوؤں سے اپنے جذبات واحساسات اور خیالات ونظریات کو بیان کیا ہے۔ اصحاب نکتہ دان کے ملاحظہ کے لئے قصائد نعتیہ کا ایک مختصر انتخاب اس مضمون کیا آخر میں پیش ہے۔ فارسی قصائد نعتیہ کا اردو ترجمہ جو ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی کے قلم سے ہے زبان پہلوی سے نہ آشنا اردو دان طبقہ کے استفادہ کی خاطر پیش کیا گیا ہے۔

حضرت ذوقی کی شعری تصنیفات میں سے ایک معرکۃ الآراء تاریخ ساز علمی وادبی تصنیف ''معجز مصطفیٰ'' ہے، جس میں آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کو نظم کیا ہے، اس کتاب کو نعت کے موضوع پر آپ کی مستقل عمدہ تصنیف قرار دیا جا سکتا ہے، سیرت مصطفیٰ بھی دراصل نعت مصطفیٰ کا ایک رخ تاباں ہے، اور جو شئے بھی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھے وہ بجا طور پر نعت ہی ہے، اور یہ مثنوی ساڑھے سات ہزار اور دو سو اشعار پر مشتمل ہے، اس میں ایک وقیع مقدمہ، انیس مقالے (ابواب) اور ایک خاتمہ ہے معجز مصطفیٰ کی طباعت ۱۲۸۱ھ میں ہوی ہے، کتاب کے آخر میں قطعہ تاریخ طبع کتاب ہے:

چوں قریشی کہ آں غلام رسول　گشت طبع ایں کتاب رجوع
آخر یں کتاب خود کفتہ　معجزات الرسول شد مطبوع

اس مثنوی کی شروعات حمد باری تعالیٰ سے ہورہی ہے، اس تحمید وتقدیس اور تکبیر وتعظیم کے اظہار

وبیان میں بعض مقامات پر وحدۃ الوجود کا رنگ جھلکتا ہے، یہ اس لیے ہے کہ آپ کا مشرب وجودی فکر ونظر سے مربوط ہے، آپ کے والد ماجد حضرت قربی بھی وجودی تھے چنانچہ آپ کی فارسی اور اردو شاعری کا وافر حصہ شیخ ابن عربی کے نظریات وعقائد کا آئینہ دار ہے۔

حضرت ذوقی کا مقالۂ حمد باری تعالیٰ چون ۵۴ر پر مشتمل ہے یہاں چند شعر پیش ہیں:

جہاں داور بادشاہی تراست		ہمہ خادمند وخدائی تراست
چہ جان وچہ دل بندہ فرمان تو		بجان وبدل ماہمہ آن تو
زتو فیق تو یافت دروقت کار		تن ماتو ان ودل ماقر ار
ندارد بکار جہاں ہیچ کار		ہمہ کارِاُو در تو گیر د قرار
کجا بنگرد نقشہاے ترا		زہر نقش بیند لقائے ترا
اگر فی المثل نقشہائے تو دید		لقائے تو دید ولقائے تو دید
بلی عکس تو باشد این کائنات		چگونہ نہ بیند بد و نور ذات
چوعالم ہمہ عکسہائے توشد		لقائے ہمہ خود لقائے توشد
ببود تو فانی شود بود من		جزایں نیست مقصود ومطلوب من
دل و جان ذوقؔی کہ درراہ تست		بجان وبدل خاک درگاہ نست

حضرت ذوقؔی نے حمد کے قبیل سے مزید پچاس اشعار موزوں کئے ہیں جن کا عنوان یہ ہے

"التضرع فی جناب رب العالمین هویطعمنی ویسقین واذامرضت فهو یشفین"

اس فصل کے چند شعر ملاحظہ کیجئے:

خدایا تو ئی بندگاں رامعین		بریں بندہ از چشم رحمت ببین
ز آلایش خستم پاک کن		تو ایں خاک راتاج افلاک کن
غریبم دریں عالم بے نصیب		ومالنت الاانیس الغریب
بدرگاہ تو آمدم مستغیث		اغثنی ومن لی سواک مغیث
اگر کردہ ام معصیت بے شمار		تو آخر غفور ے وآمرزگار
اگرچہ گناہے است بے حدمرا		تو آخری کریمے ومن سائکم
چہ آید زدست من پر خطا		کہ باشم ازان مستحق عطا
پریشان شداست ایں قدر حال من		در آں عالم ازغم آزاد دار

بہر جائیکہ خیر خواہم توباش	چہ ایں جاچہ آں جاپناہم توباش

حضرت ذوقی بارگاہ رب ذوالجلال میں حمد وثنا اور تضرع وفریاد اور دعا کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں ۔ نعت کی یہ فصل پینتالیس ۴۵/اشعار پر مشتمل ہے چند شعر ملاحظہ کیجئے:

امام رسل رہبر انس وجان	امان زمین و امین زماں
محمد کہ سلطان ابرار بود	کلید در گنج اسرار بود
کریمے کہ بخشید مارا نعیم	یتیمے کہ افشاند ایزد تعال
چوشد گوہر افشان لبش از علوم	شدہ نسخ یکسر عمل برنجوم
رسول نکو خوے شیر ین مقال	بہ تبلیغ فرمان ایزد تعال
شفیع الخلایق بمحض الکریم	رفیع المراتب امام الامم
فلک آستان بوس ایوان او	مَلک حلقہ درگوش فرمان او
از ہر حزین خاطرے را فرح	فمن دق باب الکریم الفتح
زبس روشنی یافت روے جہاں	ز رُخسار آن محفل افروز جاں
ہمہ ظلمت و تیرگی دور شد	گراں تاگراں ثور در نور شد
سر افگندہ خورشید باتاج او	فلک پے سپر شدز معراج او

نعت کے تسلسل میں ایک ذیلی سرخیذ کرعروج آن معرج مدارج معارج فلک سبز فام معراج سے متعلق قائم کی ہے جس میں معراج کی تمام تر تفصیلات بیان کی ہے۔

معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات کومنجانب اللہ جو اعزازات، اکرامات، انعامات، عنایات اورنوازشات حاصل ہوی ہیں۔اس کا علم صرف نبی کریمؐ کے کوحاصل ہے ، دنیا صرف ان ہی حقائق دنیاوی واخروی اور خصاص مصطفویؐ سے آشنا ہوسکی جس کا افشاء ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہوا، اللہ نے آپ کے سامنے دنیا وآخرت کے وہ تمام غیبی حقائق وواقعات اورحالات وکوائف سے پردہ اٹھادیا، آپؐ کے اس فقرہ سے پوری ترجمانی ہوتی ہے جوآپ نے کسی موقعہ پر مغیبات کے حوالہ سے حضرات صحابہ کے روبروفرمایا: کانما انظرالی کف ھذہ۔ میں حقائق کوایسادیکھ رہا ہوں گویا وہ میری ہتھیلی پر رکھے ہوے ہیں۔

معراج میں بھی یہی کیفیت عیاں تھی چنانچہ جنت ودوزخ اورثواب وعقاب اور قضاوقدر جیسی

مستور چیزیں جن کا علم صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے، اللہ نے ذاتِ مصطفیٰؐ کو سرفراز کیا گیا، حضرت ذوقی نے ایک شعر میں یہاں تک کہہ دیا کہ آپ آسمان سے زمین پر تشریف لائے تو قضاوقدر جیسی چیز آپ کے ہاتھوں میں تھی:

فرود آمد از آسمان بر زمین قضا در یسار و قدر در یمین

معجز مصطفیٰ لکھتے وقت حضرت ذوقی کی عمر بتیس سال تھی اور یہ تصنیف صرف دیڑھ ماہ کی مدت میں مکمل ہوی ہے:

متمم شد ایں نامۂ رنج کا ہ بتائید حق دریک ونیم ماہ
تمامی پذیرفت بازیب وزین ز ہجرت بقا و بقاف و بغین
بس خردگفت تا شد تمام ہمہ معجزہ مصطفا شد تمام ۱۱۸۰
دراں وقت کایں نامداخ برکشود فزوں تر زسی سال عمر م نبود
ہمہ بیتش اے مرد نیکو صفات ز آلاف ہفت ودوازمات

ایک قلیل مدت میں ہزاروں اشعار کی تخلیق بظاہر ایک مشکل کام معلوم ہوتا ہے لیکن حضرت ذوقی کے لئے یہ چنداں مشکل نہیں ۔ یہ صرف اس تصنیف کی خصوصیت نہیں ہے کہ بلکہ آپ کی دوسری تصانیف جو اس بھی ضخیم تر ہیں، وہ صرف دو چار دن میں وجود پذیر ہوی ہیں، یہ دراصل حضرت ذوقی کے حق میں ارواح ربانیین وکاملین کا فیضان علمی اور تصرف باطنی ہے جو آپ کی جنبش قلم کے پیچھے کارفرما ہے، چنانچہ اس تصنیف کے وقت خود حضرت ذوقی اس فکر اور بے اعتمادی میں گھرے ہوے تھے کہ معجز مصطفیٰ کیسے مکمل ہوگی ۔لیکن عین وقت پر اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی روح پرفتوح سے غیبی تائید پہنچادی، خود صاحب کتاب بھی نے اس کا اعتراف کیا ہے اور حضرت علیؓ کے شکرو امتنان کے خیال سے کتاب کا اختتام حضرت علی کے نام سے کیا ہے ملاحظہ فرمایئے:

بتاسیس ایں روضۂ دل پذیر نبود اعتماد ے مرا بر ضمیر
بتائید کردار والانثر اد ہمی داشتم روزہ شب اعتماد
علیؓ ولی شیر بہ خواہ موز کہ از رعب او شد عدو پشت کوز
من ازجان وازدل بدام وے ام غلام غلام غلام وے ام
ثناکوے آں کا میابم بجان تراب در بوتر ابم بجان
سرذوقیؔ خستہ برخاک او دل و جان او بند فتراک اوست

بیا ساقیا ناتوان گشتہ ام　زبس جوش مے سرگران گشتہ ام
بدہ جام مے تا بصد خوش دلی　کنم نوش برنام پاک علیؓ

معجز مصطفیٰ کے مضامین ومقالات میں ایک مضمون حضرات صحابہ اور خلفائے راشدین کی فضیلت پر محیط ہے اور اس میں ایک قابل تقلید پہلو یہ ہے کہ حضرات صحابہ کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کیا جائے اور ان کے ہر فعل کو مبنی برصواب ثابت کیا جائے، ان کے درمیان پیش والے مشاجرات اوراختلافات کے ذکر و بیان اور ان پر جرح وقدح اور تنقید وتنقیح سے اپنی زبانوں کو بند رکھا جائے۔

اس کا عنوان ہے ''فی کف اللسان بذکر الصحابۃ الا بخیر واثبات تصویبہم''اس فصل میں اکیس اشعار ہیں چند شعر ملاحظہ کیجئے:

زاصحاب کا ریکہ یابد صدور　نباشد زائین تصویب دور
چواحمد ازان جمع خوشنود بود　ہم ازکار ہائے کہ شان بود بود
خمش کاین نہ کار صیانت بود　زبانت نہ آخر زیانت بود
زسقم زیان چند کردی سقیم　زقول زبانی روی درجحیم
چہ حاصل ازین شیوہ جز دونیست　بجز بد سر شتی و ملعونیت
زتوتا صحابہ تباہی رسید　بکر د صحابہ نخواہی رسید
نہ بنی کہ شان کار ہا کردہ اند　دل وجان باحمد فدا کردہ اند
توپیوستہ کا ر خطامی کنی　برابلیس جان رافدامی کنی
نہ یکسان بود پیش اہل قبول　فدای ابلیس وفدای رسول
نہ یکبار گفتم کہ صحب رسول　زحق یافتند آب ورنگ قبول
تودرکار ایشان دلیر ی مکن　کہ ازروبھے لاف شیر ے مکن
بود اجتہاد ی کہ کردند راست　ہرآن اجتہادی کہ کردی خطاست
منہ پائے بیرون زحد ادب　کہ اُفتی بصد گونہ رنج وتعب

مدراس کی ایک ذی علم اور صاحب شعر وسخن شخصیت مولانا الحاج غلام محمود مہاجر المتخلص حسرتؔ مدراسی جو حضرت ذوقی کے مرید تھے اور حضرت ذوقی کے والد ماجد حضرت محوی کے تلمیذ رشید اور صاحب اجازت واستفادہ تھے انہوں نے معجز مصطفیٰ کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے، ان کا دور چونکہ دور شاعری تھا عوام وخواص شاعری سے جڑے ہوے تھے، اس لیے انہوں نے نثر کے مقابلہ میں نظم کو

ترجیح دی، اوراس منظوم ترجمہ کا نام ریاض سیر تجویز کیا ہے اور یہ مثنوی ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء میں مطبع مشرقیہ مدراس سے شائع ہوی ہے کتب خانہ دارالعلوم میں موجود ہے ریاض سیر لکھنے کا خیال مترجم کے دل میں کیونکر پیدا ہوا اس کی وضاحت انہوں نے کی ہے، کہ زندگی چندروزہ ہے ان ہی لوگوں کا نام دنیا سے جانے کے بعد زندہ رہتا ہے جوثواب جاریہ اور خیر جاریہ کا کام انجام دیتے ہیں:

میرے دل میں ایک روز آئی یہ بات — کہ کچھ زندگی کونہیں ہے ثبات
جہاں میں بہت لوگ پیدائے — بقدر حصص زندگی کر گئے
بہت پادشاہان ذی اقتدار — فلک کوجولاتے نہ تھے درشمار
یہاں تک کوئی بھی اون کتئیں — نہیں جانتا یہ کہ تھایا نئیں (نہیں)
اس احوال میں مجھ پہ اے ہوشیار — یکا یک ہو افضل پروردگار
کہ یک بار خاطر میں یہ آگیا — کوئی ایسی تصنیف کیجئے بھلا
کہ ہو فائدہ اس کو لوگوں کتئیں — کہ یہ بھی کم ازخیر جاری نہیں
لکھااس نے ہے پُرشرف ایک — کہ بحرسیر میں ہے درخوش آب
ہے نظم اس کی اعجاز سے پُر تمام — بھی ہے، معجز مصطفیٰ اس کا نام
تو ہندی میں کر ترجمہ اس کے تیئں — بشر طیکہ افہام سے ہو قرین
جوحاصل کریں فائدہ سب عوام — ثواب اس کا پہنچے گا تجھ کو مدام

اس علمی ودینی کام میں حضرت ذوقی کے روحانی تصرف وتائید کا ذکر بھی ان کی تعریف کے ساتھ مترجم نے کیا ہے:

نہ تھی لیاقت مجھے بالیقین — کروں ترجمہ نظم کوا یسے میں
نہ ہوتی مصنف کی تائید گر — تو یہ کام تھا مجھ سے دشوار تر
رہے ذوقیؔ قطب روشن ضمیر — سپہر ولایت کا مہر منیر
وہ تھاتاج در ملک تصنیف کا — مصنف ہواایسا کیاں دوسرا

حضرت حسرت نے ترجمہ کی تکمیل ۱۲۴۷ھ میں کی ہے:

یہی ہے وہ تاریخ بس جان فزا — زہے معجزخاتم انبیاء ۱۲۴۷ھ

معجز مصطفیٰ کودوسرے لفظوں میں حضرت ذوقی کا شاہ نامہ اسلام کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔

قصیدۂ نعتیہ معدن الاسرار

چومن شنیدم از و آفرین بوصف گلی
دل کی توصیف سے جب میں نے اس سے آفریں سنی
کشاد لب بہ ثناے رسول گل رخسار
تو گل رخسار رسول کی مدح میں کشائی کی

محمد عربی و شہنشہ عجمی
محمد عربی اور شہنشہِ عجمی
کہ بودھندی اوٗ ترک گنبد دوار
آسمان جن کا غلام ہے

مہ اثیر نبوت شہِ سریر کرم
اثیر نبوت کے ماہ اور سریر کرم کے شاہ
سرِ قمر مہر و مہتر فلک مقدار
قمر کی گذرگاہ سے برتر اور فلک مقدار سے بالاتر

از آن زمان کہ شنیدہ ست ذکر والایش
جس زمانے سے آپ کا بلند ذکر سنا ہے
نشستہ است بگر دون شہِ فلک ناچار
سورج ناچار آسمان میں بیٹھ گیا ہے

کریم بحر کف و بادشاہ رفرف رف
بحر کف کریم اور، رفرر کی شان رکھنے والے بادشاہ
زبرٗد باری خود بُردہ بار از ابرار
اپنی بردباری سے نیکوں سے بڑھ گئے

خوشی گذیدہ زرویش صباح چاک قبا
صبح چاک قبا نے آپ کے چہرے سے خوشی حاصل کی
کشی گرفتہ زمویش شب سیاھی دار
سیاہ شب نے آپ کے بالوں سے توانائی حاصل کی

زطیب خلق شریفش کہ رفت ہر جانب
اُن کے خلقِ شریف کی خوشبو ہر جانب گئی
جہاں شدہ ست پراز نافھائی مشک تتار
دنیا خوشبو سے بھر گئی

میان جنگ مثالی نیا شدت چو بجود
جنگ میں آپ کی مثال نہیں ہے جیسے کہ جود میں کوئی مثال نہیں ہے
مثال نیست تراکس بحلم چون بو قار
حِلم میں آپ کی مثال نہیں ہے جیسے کہ وقار میں آپ کی مثال نہیں ہے

توئیٗ توئیٗ کہ بر انگیختی بقصں فلک
آپ ہی ہیں جو قصر فلک میں لے گئے
براق برق فش اے آفتا ماہ سوار
برق کا براق اے مہسوار آفتاب

بحال ذوالمنن آنگہ بچشم سردیدی
اس وقت آپ نے ذوالمنن کا جمال سر کی آنکھوں سے دیکھا
بہ بمیثال حق کردی ای حلیم اقرار
حق کی بیمثالی کا آپ ے اقرار کیا

دگر نجانۂ فرود آمدی بسان درخش
بساط گرم ولی سرد آتش تیمار

بجلی کی طرح پھر اپنے گھر واپس آئے
بچھونا گرم تھا لیکن تیمار کی آگ ٹھنڈی تھی

بمدحت تو زبان عاجز است و خاطر هم
چگونہ رخش قلم تازم اندرین مضمار

آپ کی مدح میں زبان اور طبیعت دونوں عاجز ہیں
اس میدان میں قلم کا گھوڑا کس طرح دوڑاؤں

بود غلام غلام تو ذوقی
کنت غلامیت امی شاہِ دیں بہ لیل و نہار

ذوقی آپ کے غلام کے غلام کا غلام ہے
دن رات یہ آپ کی غلامی کرتا ہے

ستادہ است بدرگاہِ آسمان جاہت
کہ تا کنی رُخ اورا تو مطمح انظار

آپ کے آسمان جاہ درگاہ میں کھڑا ہے
تا کہ آپ کے چہرے کو لوگوں کے لئے نمونہ بنا دیں

چو این قصیدہ کہ شد کان نعت و بحر ثنا
یکی جریدہ ندارد بہر سواد و دیار

جب یہ قصیدہ جو کان نعت ہے اور بحر ثنا ہے
کوئی مثال نہیں رکھتا ہر دیار میں ......

چو بود نامور اندر قصایدی بہ انام
نمودہ ایم مسمی بمعدن الاسرار

چوں کہ لوگوں میں اس قصیدہ کی بہت شہرت تھی
ہم نے اس کا نام معدن الاسرار رکھا

قصیدۂ نعتیہ

اے از صہیل برق براقت کہ آسمان
باشد روا چو بید بلرز و گر آسمان

اے وہ کہ جس کے براق کے برق کے گھوڑے کی آواز آسمان پر ہے
اگر آسمان بید کی طرح کانپے تو درست ہے

تا آتش حسام فروزان نمرودہ امی
دو دسیاہ ابر بود اخگر آسمان

جب سے آپ نے اپنے نیزی کی آگ کو فروزاں کیا ہے
ابر سیاہ دھواں ہو گیا ہے اور آسمان چنگاری بن گیا ہے

از ہر نبات مدحت تو خلق بشنود
تاصیت اعتلامی توشد ابدر آسمان

ہر نبات سے مخلوق آپ ی تعریف سنتی ہے
جب سے آپ کی بلندی کی شہرت آسمان میں پہنچی ہے

اندر میان بحر جلال تو ای ملک
ھست آفتاب کاہ و حیابی در آسمان

اے بادشاہ تیرے جلال کے سمندر میں
سورج ایک کاہ ہے یا آسمان ایک حباب ہے

ای دُرِّ درج شوکت ای لعل کان فضل
شاہِ فلک ھلال تو و جو ہر آسمان

اے شوکت کے درج کے موتی اور اے فضل کے کان کے لعل
سورج آپ کا ہلال ہے اور آسمان جوہر

در عہد من مہم قمر آسمان شعر
غلغل فستادہ است زمن اندر آسمان
اپنے زمانے میں آسمان شعر کا چاند ہوں
آسمان میں میرا غلغلہ ہے
چوں سلسبیل شعر مرا دید پُرز آب
از حبیب خود کشید بردن ساغر آسمان
جب سلسبیل نے میرے شعر کو پُر آب دیکھا
تو آسمان نے اپنے حبیب سے ساغر باہر نکالا
بایں کمال در رہ مدح تو عاجزم
کو خاک با حصاد پراز اختر آسمان
اس کمال کے باوجود میں آپ کی مدح کرنے سے عاجز ہوں
کہاں سنگریزوں سے آمیز خاک اور کہاں ستاروں سے بھرا ہوا آسمان
از بسکہ سر بلند شوم از غلامیت
اینک نگر کہ دست کشیدم بر آسمان
چوں کہ آپ کی غلامی کے سبب میں بلند ہو گیا ہوں
یہ دیکھ کے کہ میرا ہاتھ آسمان تک بلند ہو گیا ہے
ذوقیؔ غلام تست و ہمی خوار ای ہمام
کز خدمت کلاہ بساید در آسمان
ذوقیؔ آپ کا غلام ہے اور اے وہ یہی چاہتا ہے
کہ آپ کی خدمت میں سربلندی حاصل کرے

قصیدۂ نعتیہ

اے جسم تو جان آفرینش
خاک تو روان آفرینش
اے وہ کہ آپ کا جسم کائنات کی جان ہے
آپ کا تن کائنات کی روح ہے
بر صفحۂ کشف می نگارد
علم تو نہان آفرینش
کھلے ہوئے صفحہ پر لکھتا ہے
آپ کا علم پوری کائنات کے پوشیدہ رازوں کو
در موج ثنای بیکر انت
گوش است زبان آفرینش
آپ کی بیکراں تعریف کی موج میں
کائنات کی زبان کان ہے
درد ست تو ایزدای جہانسر
بسپرد عنان آفرینش
خدا نے آپ کے ہاتھ میں اے جہاندار
کائنات کی لگام سپرد کردی
ملکت بود آفرین اما
تو نیستی آن آفرینش
کائنات آپ کی ملک ہے
آپ کائنات کی ملک نہیں ہیں

بربستہ بخدمت شریفت ۔ تقدیر میان آفرینش
آپ کی خدمت شریف میں ادب سے کھڑی ہے ۔ آفرینش کے درمیان تقدیر
از لمعۂ عارض نیّرت ۔ شمع لمعان، آفرینش
آپ کے روشن چہرے کی چمک سے ۔ آفرینش کی شمع روشن ہے
ذوقیؔ بغلامی تو نازو ۔ در کون و مکان آفرینش
ذوقیؔ آپ کی غلامی پر ناز کرتا ہے ۔ تمام کائنات میں
افگن نظری زچشم رحمت ۔ برھیچمدان، آفرینش
رحمت کی ایک نگاہ ڈال دیجئے ۔ آفرینش کی اس ھیچ ترین مخلوق پر

قصیدۂ نعتیہ

مطلع نور است رُخِ مصطفیٰ ۔ اصل سرور است رُخ مصطفیٰ
نور کا دریا ہے رُخ مصطفیٰ ۔ خوشیوں کا چشمہ ہے رُخ مصطفیٰ
دید چو موسیٰ رُخ اُو بانگ زد ۔ لمعۂ طور است رُخ مصطفیٰ
بول اٹھے موسیٰ وہ رُخ دیکھ کر ۔ طور کا لمعہ ہے رُخ مصطفیٰ
درگزر از مہر کہ رنج و غم است ۔ باعث سور است رُخ مصطفیٰ
مہر کو چھوڑو کہ ہے وہ رنج و غم ۔ خوشیوں کا چشمہ ہے رُخ مصطفیٰ
مہ کہ رخش دید بر آورد شود ۔ جبہۂ ہور است رُخ مصطفیٰ
چاند بھی چلایا وہ رخ دیکھ کر ۔ مہر کا جبہہ ہے رُخ مصطفیٰ
ای پری از حسن چرامی پری ۔ غیرت حور است رُخ مصطفیٰ
اے پری تو حسن سے پراں ہے کیوں؟ ۔ حسن میں یکتا ہے رُخ مصطفیٰ
صحت بیمار و شفاعی علیل ۔ وقت ظہور است رُخ مصطفیٰ
مژدۂ صحت ملا بیمار کو، ۔ دیکھو افشا ہے رُخ مصطفیٰ
مہر فروشتن غمہا ز دل ۔ آپ ظہور است رُخ مصطفیٰ
دھونے کو غم سب کے دلوں کے لئے ۔ آپ مزکیٰ ہے رُخ مصطفیٰ
زحدق دیدہ و چشم قریر ۔ نور بنور است رُخ مصطفیٰ

قرۃ العین اور حدق دیدہ سے — نور کا دریا ہے رُخ مصطفیٰ
ماہ وش امانہ خسوف و کلف — یکسرہ دور است رُخ مصطفیٰ
ماہ ہے با داغِ خسوف و کلف — صاف و مصفیٰ ہے رُخ مصطفیٰ
عارض او دید یگفت آسماں — افسر ہو راست رُخ مصطفیٰ
آسمان نے دیکھا وہ رُخ اور کہا — افسر اعلیٰ ہے رُخ مصطفیٰ
اصل غم و درد بود ماہ و مہر — غایت سور است رُخ مصطفیٰ
غم کا ہیں پر چشم یہ خورشید و ماہ — شادی دلہا ہے رُخ مصطفیٰ
بلبلک نغمہ سرا بباغ — باعثِ شور است رُخ مصطفیٰ
بلبل نغمہ سرا کو باغ میں — باعث نغمہ ہے رُخ مصطفیٰ
ذوقی پُر درد و الم را بدھر — اصل سرور است رُخ مصطفیٰ
ذوقی پر درد و الم کے لئے — خوشیوں کا چشمہ ہے رُخ مصطفیٰ

قصیدۂ نعتیہ

ای از تو مباہات عرب را و عجم را — وی مرہم و ریش از تو کرم را و ستم را
اے وہ کہ آپ پر عرب و عجم کو فخر ہے — اور اے وہ کہ آپ سے کرم کو مرہم اور ستم کو زخم حاصل ہے
تا بحر کفت جوش زاد از شورش سائل — حاجت بسوئی آب نشد ابرو دیم را
جب سائل کے مانگنے پر آپ کی ہتھیلی کے سمندر میں جوش آیا — تو سمندر اور بادل کو پانی کی حاجت نہ رہی

چوں از طلب سیم و زرت بود تنفیر — سودی تہہ پایکسرہ دینار و درم را
چوں کہ سیم و زر کی طلب سے آپکو نفرت تھی — آپ نے دینار و درم کو پاؤں تلے روند ڈالا
نزسد فلک از ہیبت تو چون ہزا سد — کز نصفتِ تو پوست کشید ند ستم را
آسمان آپ کی ہیبت سے ڈرتا ہے اور کیوں نہ ڈرے — کہ آپ کے انصاف نے ظلم کی کھال کھینچ لی ہے
ذوقی نہ جنانست فگارندۂ مدحت — کارز وہ کند از قمش لوح و قلم را
ذوقی آپ کا ایسا مدح نگار نہیں ہے — کہ اپنی تحریر سے لوح وقلم کو آزاد کردے
لوح و دل سازد آنگہ قلم از جان — تاوصف کند مملکت چوں تو حکم را
وہ اپنے دل کو لوح اور جان کو قلم بنا تا ہے — تا کہ آپ جیسے حاکم کی مملکت کا وصف لکھے

اَفگن نظر لطف بریں بندہ عاصی
تا دور کند از تن خاطر شب غم را
اس گنہگار بندے پر لطف کی نگاہ کیجئے
تا کہ اپنے خاطر سے شبِ غم کو دور کرے

قصیدۂ نعتیہ

مازاغ بود سُرمۂ عِسنای محمد
کحل بصرم خاک کف پایٔ محمد
ماداغ ہوا سرمہ عسنائی محمد
سرمہ ہے مجھے خاکِ کفِ پائے محمد
شاہ فلک از چشم بُرد ہر رہ آنکس
کز دیں کند کفش کف پای محمد
مہر آنکھیں بچھا دیتا ہے اس راہ میں جس نے
آنکھوں کو کیا کفش پائے محمد
خور زرد شد از تابش رُخسار میزش
مہ کاست تن خود بہ تو لای محمد
خورشید ہے زرد آپ کے رخسار کے آگے
اور مہ ہوا لاغر بہ تولائی محمد
مردم نگہ لطف ازاں دیدہ بدیدند
ہر چند و دیدند بایذ ای محمد
ان لوگوں پر بھی لطف و کرم کی تھیں نگاہیں
رہتے تھے جو ہر دم پئے ایذا محمد
اشعار بلند من سرپست فروتر
گردیست زدرگاہ معلاّئے محمد
مجھ پست وفروتر سے یہ گردوں صفت اشعار
ہے صدقۂ درگاہِ معلای محمد

قصیدۂ نعتیہ

تادین است روے ترا انور آفتاب
چوں زلف مضطر تو بود مضطر آفتاب
جب سے روشن آفتاب نے آپ کا چہرہ دیکھا ہے
آپ کی بیقرار زلفوں کی طرح آفتاب بیقرار ہے
تاپَر توِ شب تو بمہتاب اوفتاد
گردید ہمچو آئینہ اکدر آفتاب
جب سے آپ کی زلفوں کا سایہ مہتاب پر پڑا ہے
آفتاب مکدّر آئینہ کی طرح ہوگیا ہے
برکردم از برای ثنای تو دوش شمع
بیروں زیردہ ساخت رُخ انور آفتاب
کل رات میں نے آپ کی مدح لکھنے کے لئے شمع روشن کی
آفتاب نے اپنا روشن چہرہ پرا ے سے باہر نکالا

واخر دعوانا عن الحمد لله رب العالمین۔

☆☆☆

حضرت مولانا نثار احمد نثاؔر فدائی باقوی (بنگلور)

جنوب ہند کے باکمال استاد شاعر علامہ فدوؔی باقوی ویلوری رحمۃ اللہ علیہ

ایک عظیم مداح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(پیدائش ۱۹۲۸ء۔وفات ۱۹۹۳ء)

نام ونسب اور پیدائش

جنوب ہند کے مشہور ومعروف شاعر وادیب، بے نظیر محقق، بیسویں صدی کے استاذ سخن حضرت علامہ فدوؔی باقوی ویلوری نے ۱۳۴۷ھ/مطابق ۱۹۲۸ء میں بمقام ویلور اس جہانِ آب وگل میں ورود فرمایا، شہر ویلور ضلع آرکاٹ صوبۂ مدراس (تملناڈو) کا ایک اہم تاریخی، علمی دینی اور روحانی ثقافت سے مالا مال ویلور دارالسرور کے عنوان سے مشہور ومعروف مردم خیز شہر ہے، جس کے قلب میں جامعہ باقیات صالحات اور مدرسہ لطیفیہ حضرت مکان قطبؔ ویلور موجود ہیں۔ جہاں علمی دینی اور روحانی فیضان صدیوں سے آج تک برابر جاری وساری ہے۔حضرت فدوؔی باقوی کا پورا نام نثار احمد عرف انور پاشا، فدوؔی تخلص اور باقوی جامعہ باقیات صالحات کی طرف علمی نسبت ہے۔خاندانی پس منظر نہایت شاندار ہے، علم وادب سے مالا مال تاریخ ساز خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔آپ کے جدامجد حضرت مولانا شاہ شرف الدین آتوری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کی اوّلین دینی تعلیمی درسگاہ جامعہ باقیات صالحات، ویلور کے بانی حضرت علامہ شاہ عبدالوہاب قادری قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۳۷ھ) خلیفۂ خاص حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری معروف بہ قطب ویلور (متوفی ۱۲۸۹ھ) کے علاتی بڑے بھائی ہیں جن کے ذریعہ پانچویں واسطہ میں آپ (حضرت فدوی رحمۃ اللہ علیہ) کا سلسلۂ نسب بانئ جامعہ باقیات صالحات ویلور شمس العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری رحمۃ اللہ علیہ سے متصل ہوجاتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

استاذی حضرت مولانا نثار احمد عرف انور پاشا متخلص بہ شہیر فدوی باقوی رحمۃ اللہ علیہ بن

حضرت مولانا ابوالکمال مفتی محمد حبیب اللہ باقوی ندوی بن استاذ الکل علامہ ابوالجلال محمد غلام محی الدین استاذ و مفتی جامعہ باقیات صالحات ابن حضرت مولانا شاہ شرف الدین آتوری رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا حافظ شاہ عبدالقادر آتوری (ثانی) والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بانی جامعہ باقیات صالحات ویلور (متوفی ۱۳۳۷ھ)۔

علامہ فدوی باقوی کے والد گرامی قدر

علامہ فدوی باقوی کے والد گرامی قدر مولانا مفتی ابوالکمال محمد حبیب اللہ باقوی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سابق استاذ مدرسہ فرنگی محل، لکھنؤ وسابق صدر مدرس ومفتی مدرسہ قوۃ الاسلام، بنگلور (متوفی ۱۳۹۱ھ) نے اپنے فرزند دلپذیر (حضرت فدوی باقوی) کی ولادت (۱۳۳۷ھ/مطابق ۱۹۲۸ء) کی خوشی ومسرت میں ایک گلدستۂ تہنیت تحریر فرما کر شائع کیا تھا، جس میں اردو، فارسی اور عربی زبان میں تاریخی قطعات اور مبارکبادی پر مشتمل منظومات شامل ہیں جو خود مولانا ندوی کی کمالات علمی وادبی کے علاوہ تینوں زبانوں پر یکساں قدرت کا خوبصورت برملا اظہار ہیں۔ سعادت آثار فرزند دلبند کے حق میں صاحب علم باپ کی زبان سے علوم وفنون اسلامیہ کا تاریخی پس منظر رکھنے والے خاندان کی جھلک صاف عیاں محسوس کی جاسکتی ہے۔ اردو، فارسی اور عربی کے کئی اشعار اور مصرعہائے دلپزیر مادۂ تاریخ سے منور ہیں جن کا تذکرہ علم وادب دوست حضرات کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں، آپ بھی ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیے۔ گلدستہ کے سرورق پر حسب ذیل کلمات درج ہیں:

واماّبنعمت ربّك فحدث

نذر حبیب

تحفۂ تبریک پر میمنت تحریک اشعار زرّیں افکار تاریخ تہنیت آمیز بہ اسلوب احسن و دلآویز بہ ولادت سعادت آثار برخوردار نثار احمد عرف انور پاشا پسر مولانا مولوی ابوالکمال محمد حبیب اللہ عفی عنہ ندوی ویلوری۔

دل کا ارمغاں یعنی بادۂ حبیب کا تمغہ

۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء

اس گلدستہ میں شامل عربی کے دوشعر دیکھئے:

نحمدہٗ و نستعینہٗ مالکنا لیوم دین ربّ لکلّ عالم حسب عبادٍ و رشدِی

یھدی من یشاءُ قطّ فلا تضِلّ لہٗ ضلّ سبیل ومن اضل بئس لکل ملحدِی

اور پھر عربی کا یہ قطعۂ تاریخ ولادت ملاحظہ ہو:

حمدتُ ربّی علا مکانا شکرت للّٰہ جل شانا
علی عطاءٍ عظیم شانٍ حکی الفواد بہ لسانا
وجَدت ابنأ کمثل بدرٍ علا سما العلا مکانا
کانہٗ یوسف حسین عدیم مثل بناز مانا
علی ان لا اکون انسیٰ عطاء رب الجلیل شانا
فقلت ندوی لعامِ ارخہ
نثار احمد لنعم شانا

۱۳۴۷ھ

ایک قطعۂ تاریخ ولادت نثار احمد فارسی بھی ملاحظہ فرمالیں:

بحمد للہ ز لطف کرد گار آمد بہ باغِ زندگی باد بہار آمد
زہے قسمت کہ مارا یادگار آمد شگفتہ اک گل گلزار کار آمد
مبارک نامورچہ نامدار آمد نثار احمد کہ ذاتش جاں نثار آمد
تعالیٰ اللہ خر سندم بہ فرزند چہ فرزندم کہ فخرِ روز گار آمد
ز خوش قسمت عجب نعمت نصیبم شد ز صدفم صاف دُر آبدار آمد
مبارک باد ایں دولت مبارکباد بہ آب و رنگ خوش نقش و نگار آمد
چو شد ماہِ ربیع الاوّل آں مولود مقدس نامِ او احمد نثار آمد
مبارک سالِ ہجری گفتم ایں ندوی
نثار احمد پسر با کار آمد

۱۳۴۷ھ

حضرت مولانا ابولکمال حبیب اللہ باقوی ندوی کے قطعاتِ تاریخ عیسوی بحق فرزند نثار احمد (فدوی باقوی)

فرزند حسیں مبارکش طلعت پیدا شد بے نظیر لا ثانی
ندوی پے سن عجب چہ خوش گفتم بو یوسف بے نظیر لا ثانی

۱۹۲۸ء

فکری وفنی خوبیوں، نادر تشبیہات واستعارات کا برجستہ استعمال، شعری نزاکت خیال ونفاست فکری سے چشم ماروشن ودل ماشاد، شاد کیسے ہوسکتا ہے، درج ذیل قطعہ سے سمجھا جاسکتا ہے، جس کے آخری شعر کے پہلے مصرعہ میں قران السعدین یعنی تاریخ ہجری وعیسوی کو کیسے لایا جاسکتا ہے اور اس کا استخراج کس قدر فنی چابکدستی کا متقاضی ہے، وہ بھی ایک باپ خوشیوں میں پھولے اپنے لخت جگر کی ولادت پر سوسو طرح نثار ہورہا ہے ملاحظہ فرمائیں:

مرحبا اهلاً و سہلا مرحبا یا للفرح — شد رحمت چشم ماروشن دل ماشاد شاد
غنچۂ گل شد عقدہ حل شد راز سربستہ کشود — مژدہ گو بادِ صبا مرغِ گلشن داد داد
زال ہمّی زاد قلبی بہجۃً مرضیّۃً — قد اتی من فضل ربی الا بن لی بالزاء داد
روز شنبہ آخرِ ماہِ ربیع الاوّل آں — نیک طالع ماہوش وقت غروب زاد

اختر قوم، چراغ خاندان آبادی است

۱۳۴۷ھ..................۱۹۲۸ء

ندویا نور علی نور سنش آباد باد!!

اب آخر میں اردو کے بھی دو مصرعے ہجری تاریخ کے ملاحظہ ہوں:

سن مولود ہے فرزند فرخ فال — ہے یہ لخت دل مہ پارہ
۱۳۴۷ھ — ۱۳۴۷ھ

حضرت مولانا ابوالکمال حبیب اللہ ندوی باقوی ویلوری (متوفی ۱۳۹۱ھ) کے عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر یکساں قدرت ودسترس اور کمالات علمی وفنی کے اظہار میں ان کی طبع رواں اور بھرپور استعداد کا مذکورہ قطعات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور اپنے نومولود فرزند ارجمند کے لئے ان کے احساسات اور ان کے حق میں کیا کیا مبشرات متخیل ہیں، نومولود کی بلندیٔ اقبال کے آرزومند باپ کا گہربار ثمرہ خود حضرت علامہ فدوی باقوی کی علمی، ادبی اور شعری کمالات وبصیرتوں سے معمور نادرۂ روزگار شخصیت ہے جس کے جوہر جتنے کھولیں، کھلتے جائیں گے۔

والد گرامی حضرت مولانا ندوی کی طرح حضرت فدوی باقوی کو بھی فن تاریخ گوئی میں یدطولی حاصل تھا، آپ نے مختلف مواقع پر فن تاریخ گوئی میں اپنی تخلیقی قوت وطباعی کا ثبوت دیا ہے۔ اپنے والد گرامی حضرت علامہ ندوی کی وفات حسرت آیات کے موقع پر تاریخ منقوط کہی تھی: ''سر ما برفت ظل پدر'' ۱۳۹۱ھ، ایسے ہی اپنے چھوٹے بھائی نورالحسن ممتاز کی اچانک رحلت پر برمحل ''رحلت برادر ہردل

عزیز'' سے ہجری تاریخ ۱۳۷۸ھ اور داغ جواں نورالحسن ممتاز'' جیسے موزوں مصرعے سے عیسوی تاریخ (انیس سوستیاسی) ۱۹۸۷ء کا استخراج کیا ہے، خود اپنی شادی خانہ آبادی کی خوبصورت تاریخ خود ہی کہی ہے۔ رباعی ملاحظہ ہو:

ہر سانس پیام شادمانی ہے آج ہر گام نوید کامرانی ہے آج
برجستہ یہ اپنے عقد کی ہے تاریخ ''آغاز بہار زندہ گانی ہے آج''

(تیرہ سواٹھتر) ۱۳۷۸ھ

(باقیات ایک جہاں، ص:۲۲۱، مطبوعہ ۲۰۱۳ء، مرتب: ڈاکٹر راہی فدائی)

یہاں ایک اور واقعہ کا اظہار بھی ناگزیر لگتا ہے، جس سے آپ کی طباعی، تخلیقی قوت اور کمال ہنر مندی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ بھی دیکھئے اور لطف لیجئے:

''ملک کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم سبیل الرشاد میں حضرت علامہ ضیاء الدین احمد امانی باقوی کی رحلت پر ایک تعزیتی جلسہ بتاریخ ۶/رجب المرجب ۱۳۸۶ھ/مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۹۶۶ء بروز جمعہ منعقد ہوا تھا جس میں شوقؔ بنگلوری، ڈاکٹر حکیم عبدالمنتقم خان دانشؔ، حضرت ابوالکلام شاد زیبائی، حضرت مولانا تاجؔ ترچناپلوی، حضرت مولانا نیر ربانی، حضرت مفتی اشرف علی سعودی باقوی وغیرہ اہل نظر واصحاب ہنر تشریف فرما تھے۔ اس مجلس میں قلمکار شرکاء نے اپنے اپنے انداز میں اور اپنی اپنی صواب دید کے مطابق تاریخیں کہیں، مگر حسن اتفاق دیکھئے کہ حضرت تاجؔ فدویؔ کے مادہائے تاریخ توارد کا شکار ہوگئے، مذکورہ دونوں حضرات بالترتیب ''شیخ ملت آہ'' اور ''آہ شیخ ملت'' سے سالِ وفات ۱۳۸۶ھ برآمد کیا تھا۔ حضرت تاجؔ باقوی نے حضرت فدویؔ سے پہلے اپنا کلام اور مذکورہ مادۂ تاریخ بیان کردیا تھا، جب حضرت فدوی کی باری آئی تو آپ نے اپنی تعزیتی فارسی نظم سناتے ہوئے ''آہ شیخ ملت'' (۱۳۸۶ھ) سے ہجری تاریخ سن ایک ہزار تین سو چھیاسی بیان کردیا۔ پھر ساتھ ہی اپنے لئے تخصیص کی یہ صورت نکالی کہ اسی مادۂ تاریخ کے ساتھ ''علامہ روزگار'' کا مناسب لاحقہ بڑھا کر ''آہ شیخ ملت علامہ روزگار'' سے مطلوبہ عیسوی تاریخ ۱۹۶۶ھ کا برمحل اور برموقع اخراج کیا۔''

(سالنامہ نفیر ویلور۔ شمارہ ۱/ص:۴۳/مطبوعہ ۱۹۸۸ء)

حضرت کاوش بدری ونمباڑی ضلع شمالی آرکاٹ ت (ملناڈو) کا شمار ملک کے بڑے شعراء وادباء میں ہوتا ہے، وہ بیک وقت شاعر، ادیب اور اردو شعر وادب کے ممتاز نقادان میں موصوف کا شمار ہوتا ہے، موصوف نے لفظ گاہ کے استعمال سے متعلق علامہ فدوی باقوی سے استفسار کیا تھا، حضرت والا نے جو جواب دیا اس کی تفصیل خود موصوف ہی کی زبانی سنئے۔

راقم الحروف کی درخواست پر ماہنامہ منزل، مدراس کے لئے مولانا فدوی نے ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ''کچھ لفظ گاہ سے متعلق'' لکھا جو مذکور ماہنامے میں ۱۹۵۹ء کو شائع ہوا۔ اردو دنیا میں یہ مقالہ اس قدر مشہور ہوا کہ یہی مقالہ دوبارہ سالنامہ، صفیر مطبوعہ ۱۹۷۴ء میں ڈائجسٹ ہوا۔ اس مقالے کے وہ اقتباسات ملاحظہ ہوں جہاں فارسی ادب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

''عزیزی کاوش (مدیر ماہنامہ منزل، مدراس) سلام ورحمت......تم نے مجھ سے قریبی ملاقات میں استفار کیا تھا کہ ''مقتل گاہ'' صحیح ہے یا غلط؟ ساتھ ہی کہا تھا کہ کسی جگہ فیض احمد فیض نے ''مقتل گاہ'' باندھا ہے۔ یہ مقتل کے ساتھ گاہ کیا ہے؟ ہاں تمہارا کہنا بجا ہے، آبِ زمزم کا پانی شب برأت کی رات بالکل غلط ہے...... یادش بخیر حضرت نیاز فتح پوری نے حضرت سیماب اکبرآبادی کی ایک نظم صبحِ بنارس کے مطلع پر بھی:

طلوعِ آفتابِ صبح سے گنگا کے ساحل سے　　حسیں جس طرح کوئی جھانکتا ہو چاکِ محمل سے

طلوعِ آفتاب کے ساتھ صبح کے لفظ کو حشو قبیح کا اعتراض کیا تھا۔ بجا و بے جا کی باتیں اہل فن کی ہیں۔

''گاہ'' فارسی میں علامتِ اسم ظرفِ زمان و مکان مستعمل ہونے کے علاوہ مزید علیہ یعنی زائد بھی آتا ہے۔ جلوہ گاہ، سحرگاہ کے ساتھ منزل گاہ، جائے گاہ بھی بہ کثرت مستعمل ہیں...... ذیل میں اس سے متعلق چند فارسی امثال پیش کرتے ہوئے اس کا فیصلہ تمہیں پر چھوڑتا ہوں کہ اس کے بعد جو بھی تمہارے خیال میں آئے اس کے تم مجاز ہو۔

'منزل' عربی لفظ ہے اس کے معنی لغت میں جائے نزول کے ہیں۔ بذات خود یہ اسمِ ظرفِ مکان ہے اس کے ساتھ گاہ کا اضافہ ملاحظہ ہو۔ خواجہ آصفی فرماتے ہیں:

ناقہ را میراند بیجا سوئے منزل گاہِ خویش　　ساربان دررہ حدی می گفت مجنوں می گریست

اور خواجہ شیراز حافظ کا یہ شعر تو بہت مشہور ہے۔ لیکن لفظ ''منزلگہ'' شاید نظری رہا ہو:

کس ندانست کہ منزلگہِ معشوق کجاست　　ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

لگے ہاتھ صائب کی رائے پر بھی نظر ڈال لیجئے:

از نزولِ کاروانِ خطِ منزل گاہِ حسن دل بروں می آید از چاہِ زنخداں غم مخور

اورخواجہ نظامؔی کا اضاطہ پراضافہ یعنی یائے اضافی کے ساتھ قابلِ دیدوشنید ہے:

ہبیں حالِ منزل گہی چوں بود کہ زندانیِ منزلِ خوں بود

لفظ ''مکتب'' جس سے ہم اورتم ہی نہیں قریب قریب ہرکوئی گزر کے ہی آتا ہے، عربی لفظ اور بذاتِ خوداسمِ ظرفِ مکان ہے۔اس کے ساتھ بھی '' گاہ'' کا اضافہ مقتل گاہ کا نہیں تو کیا ہے۔

حکیم زلالؔی اپنے نسخے میں یوں فرماتے ہیں:

چو غنچہ سوئے مکتب گاہم آہنگ بغل بر جز و دل تنگی بصد رنگ

طرفہ تماشہ یہ کہ لفظ خانہ بھی اسی طرح گاہ کا ہم خانہ رہتا آیا ہے۔جیسے میخانہ دولت خانہ وغیرہ وغیرہ۔لیکن یہاں تو بات مکتب کے ساتھ خانہ کی ہے۔نورالدین ظہورؔی کا فرمان ملاحظہ ہو:

کفم درعشق مکتب خانۂ خودکوہ و ہاموں را بیا موزم طریقِ عاشقی فرہاد و مجنوں را

ذرااس خانہ سے بھی باہرنکل آئیں تو پتہ چلے گا کہ کیسے کیسے گل کھل رہے ہیں، جائے تو جائے ماننے سے کس کمبخت کا انکار ہوگا۔ یہاں گاہ کا اضافہ انتہائی دریا دلی نہیں تو کیا ہے؟ نہ معلوم اس سے متعلق علمائے شعروادب کیا فتویٰ صادر فرمائیں؟ صاحب آنندراج اور بہارِعجم کومستدرک مزید علیہ کہتے ہی بن پڑی، ناطقہ سربگریباں ہےاسے کیا کہئے؟

خیرعلی قلی بیگ خراسانی فرماتے ہیں:

در آفتاب نہ گردم کہ سایہ پروردم بپائے سرو روان ست جائیگاہ مرا

اس صفت میں خواجہ نظامؔی کوبھی دیکھئے:

چوں آتش فروگشت زاں جائیگاہ رواں کرد سوے سپاہاں سپاہ

اورسعدؔی کوبھی پوری شخصیت کے ساتھ جلوہ گردیکھئے:

جائیگاہ لنگ و تیمار کش ازاں بہ کہ پیشِ ملک پارکش

آخر میں فارسی کے اس معجون مرکب کے بعدآپ جیسے اردو کے مریضوں کے لیے تیر بہ ہدف نسخہ پیش کرنے سے پیشتر اب '' گاہ'' کے علامتِ ظرفِ زمان ہونے کے علاوہ زائدلائے جانے کا تصرف بھی ملاحظہ کرلیں۔صاحب بہارعجم رقم طراز ہیں کہ بدیع تر تصرف ایں است کہ باوصف لفظِ ''گاہ''وقت ہم آرند:

وقت سحرگاہ زخیل دعا بر سپہ غصہ شب خوں می زنم

متذکرہ بالا اقتباسات سے اہل نظر واہل بصر پر یہ عیاں ہو چکا ہوگا کہ تمل ناڈو کے ایک کلبۂ احزاں میں ایک ایسا عظیم محقق فارسی عربی اور اردو بھی پوشیدہ ہے جو بیک وقت مختلف زبانوں پر بڑی قدرت رکھتا ہے۔

ایک صاحب فکر ونظر ہم عصر نقاد کے متذکرہ بالا اقتباسات جو براہِ راست حضرت علامہ فدوی باقوی سے استفار کی ایک صورت معلوم ہوتی ہے، لفظ گاہ، سے متعلق استفسار پر علامہ موصوف نے ایک پورا مقالہ سپرد قلم فرما کر مستفسر الیہ کو بھیج دیا جو ماہنامہ ''منزل'' مدراس (موجودہ نام چنئی) میں ۱۹۵۹ء کے ایک شمارے میں شائع ہوا، جس کے صرف دو اقتباسات زیرنظر اپنی تحریر میں جناب موصوف حضرت کاوش بدری نے پیش کرتے ہوئے تحقیق وتنقید کے جس پیرایہ میں داد وتحسین پیش کی ہے وہ اس امر واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ علم وادب اور زبان دانی، تحقیق زبان وادب کی دشوارترین راہوں میں جس کا قلم بے تکان و بے تکلف چلتا ہو، اہل فکر ونظر میں، زبان ولغت کے ماہرین میں حضرت علامہ فدوی باقوی کے بلند مقام کا تعین کچھ مشکل کام نہیں ہے، جاننے والے تو کچھ نہ کچھ ضرور واقف ہیں، غیر متعارف حلقوں تک حضرت علامہ کے علمی وادبی کارناموں کو پہنچانا ضروری ہے، جو اہل فکر ونظر کو حیران اور نگاہوں کو خیرہ کردے۔ جیسا کہ حضرت کاوش بدری خود تاسف کا اظہار کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں ''موصوف (علامہ فدوی) کے مقالے چند ہی سہی (جو شائع ہوئے) ایک مقالہ بعنوان ''صاحب گلشن سیرت شیخ الملّت'' مدرسہ لطیفیہ، ویلور کے سالنامہ اللطیف مطبوعہ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوکر بے حد مقبول ہوا، اسلامیہ کالج، وانمباڑی کے سیمینار نمبر، سالنامہ صفیر اور سالنامہ نفیر وغیرہ میں موصوف (علامہ) کے لاجواب علمی وادبی مقالے شائع ہوئے، افسوس کہ آج یہی محسوس ہوتا ہے کہ مولانا فدوی کو چند بھیڑیے لے اڑے۔ (کلیات فدوی باقوی مطبوعہ: ۲۰۱۳ء ص: ۲۵۲)

حضرت علامہ فدوی باقوی بچپن ہی سے علم وادب کے جویا، انتہائی زکی وفہیم، قوی حافظہ کے مالک، قوت مدرکہ بھی ایسی کہ جو شئے (علم ومتعلقات) بھی نظر سے گزری وہ حافظہ میں گویا ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی، آپ کے عم محترم حضرت العلام مولانا محمد جعفر حسین فیضی صدیقی استاذ حدیث وفقہ، نحو، جامعہ باقیات صالحات، ویلوری راوی ہیں کہ کمسنی میں ایک ادبی ماہنامہ قلمی ''گلاب'' جاری کیا تھا جس کے کاتب بھی وہی تھے، ناشر بھی وہی، ان کے اپنے حلقۂ ادب وتعارف میں جتنے لوگ اس ماہنامہ کو حاصل کرنا چاہتے خود اپنے ہاتھ سے نقل درنقل کے ذریعہ کتابت سے مزین کرکے شائقین کو ہر ماہ پابندی سے پہنچاتے، شوق کا یہ عالم تھا حضرت فدوی باقوی نے اپنی شخصی محنت وجستجو، ریاضت، طبعی ذوق

وشوق انفرادی کی جدوجہد، خداداد ذکاوت وفراست اور غیر معمولی قوت اکتساب وانجذاب سے فن شاعری میں ملکہ حاصل کیا اور استاذ شعر وسخن کہلائے، بقول حضرت علامہ فیضی صدیقی (متوفی ۱۴۳۱ھ)

> ''اگر میں یہ دعویٰ کروں تو بیجا نہ ہوگا کہ آج جنوبی ہند میں آپ کی ٹکر کا کوئی اور ادیب نہیں ہے اس فن میں آپ کو استاذ کا درجہ حاصل ہے۔''
>
> (باقیات ایک جہاں، ص: ۱۶۷، مطبوعہ ۱۹۸۰ء)

حضرت فیضی صدیقی کے اس محولہ بالا قول پر تبصرہ کرتے ہوئے صدیق محترم ڈاکٹر راہی فدائی نے صاف الفاظ میں کہا اور سچ کہا ''اگر خدا لگتی کہوں تو راقم الحروف کی رائے میں علامہ فدوی باقوی کے مقابلہ کا کوئی استاد سخن جنوب کیا شمال میں بھی ڈھونڈنے سے ملنا مشکل ہے، اس کی تفصیل کرتے ہوئے وہ مزید رقم طراز ہیں:

> ''یہ اسی لئے کہ آپ کو نہ صرف اردو، فارسی ادبیات بلکہ تمل، ملیالم، زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا، وسعت مطالعہ کا یہ عالم کہ کسی بھی لفظ کی تحقیق آپ سے کی جائے تو اس کی اصل، اس کی تذکیر وتانیث اور اس کے صحیح تلفظ کے ثبوت میں اساتذہ کے بیسیوں شعر فوراً پیش کردیتے، جس سے سائل مطمئن ہوجاتا، علاوہ ازیں متقدمین اساتذہ کے دواوین آپ کی نوکِ زبان پر رقصاں رہتے اور محاسن سخن اور معائب سخن پر آپ کی گہری نظر رہتی، بنابریں شاعری کے رموز وحقائق اور اسرار ولطائف سے آپ کماحقہٗ آگاہ تھے۔ بالخصوص علم عروض پر مجتہدانہ تصرف آپ کو حاصل تھا، اردو اور فارسی کے محاورات وضرب الامثال آپ کو ازبر تھے۔ آپ کی زبان دانی کو دیکھ اہل زبان انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ اور آپ کی ژرف نگاہی کی نہ صرف داد دیتے تھے بلکہ آپ کا لوہا بھی مانتے تھے۔''
>
> (باقیات ایک جہاں، مرتب ڈاکٹر راہی فدائی ص ۲۱۹، مطبوعہ ۲۰۱۳ء)

حضرت علامہ فدوی باقوی ویلوری علیہ الرحمہ کے علمی وادبی پس منظر اور موصوف کی ہمہ جہت شخصیت، زبانِ اردو وفارسی کے قدیم وجدید ماخذوں تک ان کے ذہن رسا کی رسائی کی مختصر روئداد، کچھ مختصر سوانح وادبی اقدار کی پیش کش کے بعد استاذ محترم حضرت علامہ کی نعتیہ شاعری کی طرف راقم الحروف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہے جو اس ساری گفتگو کا ماحصل اور اصل موضوع ہے۔

اب اس وقت حضرت علامہ مرحوم کا مختلف شعری اصناف پر مشتمل ترتیب و طباعت دونوں اعتبار سے صاف ستھرا، دیدہ زیب مجموعۂ کلام ''کلیات فدویؔ'' پیش نظر ہے حضرت مرحوم کے ایک ممتاز شاگرد، اعلیٰ ذوق کے حامل، علم وادب کے گوہر یکتا، محدث جلیل حضرت مولانا مفتی محمد اشرف علی باقوی، سعودی، فاضل دیوبند، سابق شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد، بنگلور و امیر شریعت، کرناٹک دوم (۱۹۴۰۔۲۰۱۷ء) نے اس مجموعۂ کلام کی ترتیب وتدوین فرمائی ہے اور اس کی اشاعت جامعہ باقیات صالحات ویلور کی طرف سے ڈیڑھ سو سالہ اجلاس جامعہ باقیات صالحات ویلور ۲۰۱۳ء منعقدہ کے یادگار موقع پر عمل میں آئی۔

اس مجموعہ کلام ''کلیاتِ فدویؔ'' میں شامل دیگر اصناف سخن سے صرف نظر کرتے ہوئے حضرت علامہ مرحوم کے نعتیہ کلام کا ایک طالب علمانہ جائزہ پیش کرنا مقصود تھا، لیکن رباعیات سیرت کا کچھ حصہ بھی چونکہ اس میں شامل اشاعت ہے، سر دست رباعیات سیرت پر ایک ہلکا سا مطالعہ پیش خدمت ہے۔

اطلاع کے مطابق حضرت مرحوم نے تین سو تیرہ (۳۱۳) بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کی تعداد کا لحاظ کرتے ہوئے تین سو تیرہ رباعیات سیرت لکھی ہیں جن میں تاریخی ترتیب 'داددار' کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ خلقِ عظیم کے مختلف جہات وابعاد اور نمونوں کو رباعی جیسی مشکل صنف شاعری میں نزاکت شعری و نفاست مضمون کو سمونا واقعتاً چیز ے کمال است کے مترادف ہے، جس کی جتنی بھی سراہنا کی جائے کم ہے۔

تین سو تیرہ رباعیات کے ذخیرہ سے صرف سترہ رباعیات سیرت ''کلیات فدویؔ'' میں حمد یہ نظم ''ثنائے ذوالجلال'' کے بعد بطور مشتے نمونہ از خوارے، شریک اشاعت کی گئی ہیں۔ پہلی رباعی ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ رباعی جیسی مشکل صنف شعری پر شاعر کو مکمل گرفت اور کامل دسترس حاصل ہے۔ تخیل کی بلند پروازی بے تکلف اظہار خیال میں ڈھل کر سادگی و پرکاری کا اعلیٰ پیکر تراشی میں ممد کیسے ثابت ہوتی ہے، حسن بیان کی داد دئے بغیر ملاحظہ فرمایئے، وجد آجائے تو اپنے آپ کو سنبھالئے اور مسلسل رباعی کے چاروں مصروں کو دہراتے ہوئے لطف شعری میں اضافہ اور حلاوت کا خود بخود ایک عجیب سا احساس ہوگا۔ رباعی ملاحظہ ہو؛

اَصنافِ سخن میں ہے رباعی مشکل سیرت کا بیان پھر انتہائی مشکل
یارب تو کشائندۂ ہر مشکل ہے تھی ورنہ مجھے تو لب کشائی مشکل

شاعر محترم کو احساس ہے نہ صرف احساس بلکہ یقین کی پختگی تک شدت احساس کی آنچ پہنچی

ہوئی ہے کہ اصناف سخن میں رباعی مشکل ترین صنف سخن ہے، لیکن اس کے باوجود وارفتگی شوق مشکل پسندی کے اظہار کے لئے بیتاب ہے، اس اعتراف کے ساتھ کہ رباعی کے فارم میں سیرت کا بیان پھر انتہائی مشکل ہے اور شاعر کو یہ بھی عرفان ہے کہ اس مشکل کا حل کیا ہے اور اس کا خوبصورت حل کیسے نکالا جا سکتا ہے اور اسکا حل، حل المشکلات سے کس عجز وانکسار اور یقین سے معمور قلب متجلی اپنا مقصود و مطلوب کیسے پاتا ہے، رباعیٔ مذکور کے آخری دو مصرعے ورد زبان لائیے، کشائندۂ ہر مشکل نے لب کشائی آسان تر کردی، کشائندہ، کھولنے والا، کشائندہ اور لب کشائی کتنا برمحل اور برجستہ استعمال ہوا ہے، صنعت لفظی کے پیرائے اظہار میں کتنی عمدہ ترکیب اور پیکر تراشی نے افہام وتفہیم کو بہت ہی آسان بنادیا ہے، اس پر لطف زبان متزاد۔

دوسری رباعی جس میں آمد سرکار عالی سے قبل دنیا کی کیا حالت تھی، ظلم وکفر کے طغیان میں کیسے ساری عالم انسانیت ڈوبی ہوئی تھی اور یہ طغیان بالخصوص مرکز وحدت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا مقام پرورش اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول خاتم النبیین احمد مرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام مولد بننا مقدر ومسلم تھا، وہ کفر وشرک اور جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، انسانیت نام کی کوئی چیز وہاں کے معاشرے میں باقی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کا عظیم المرتبت گھر بیت اللہ بیت العزیٰ جیسے معبودان باطل سے معمور تھا، طوافِ کعبہ مرد وزن سراپا برہنہ فخر ومباہات کے ساتھ بغیر کسی احساس شرم وحیا کے کیا کرتے تھے، شر وفساد ایسا کہ وہاں کے قبائل ہمیشہ آپسی جنگ وجدال کیلئے آمادہ، وہاں کا پورا معاشرہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے طریقۂ کار پر عمل پیرا تھا، اس کا پورا نقشہ چار مصرعوں میں آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو علامہ مرحوم کی درج ذیل رباعی مرکز نگاہ بنالیجئے:

چھایا ہوا ہر سمت اندھیرا تھا یہاں　　ابلیس کا ہر قدم پر ڈیرا تھا یہاں
توحید سے سر بسر تھی دنیا خالی　　اڑتا ہوا کفر کا پھریرا تھا یہاں

پہلے مصرعہ میں ہر سمت اور دوسرے مصرعہ میں ہر قدم کہہ کر شاعر نے اُمّ القریٰ مکہ سمیت پورے حجاز مقدس کو اپنے فکری دائرے میں لے لیا ہے، پھر تیسرے مصرعہ میں ''توحید سے سر بسر تھی دنیا خالی'' کہہ کر حتمی طور پر پوری دنیا کو توحید سے سر بسر خالی بتا کر حقیقت بیانی سے کام لیتے ہوئے چوتھے مصرعہ میں ''اڑتا ہوا کفر کا پھریرا تھا یہاں'' صاف طور پر کفر وشرک کی حکمرانی کو ایک عالمگیر وبائی شکل میں پیش کردیا ہے، پھریرا بمعنی فلاگ، جھنڈا، ہوا میں لہرا کر اپنا نشان، اپنی ایک مخصوص پہچان دنیا پر ظاہر کرنے والا۔

تیسری رباعی ملاحظہ ہو:

محبوب خدا، صاحب اسریٰ تم ہو سر بستہ رموزِ حق کے دانا تم ہو
بچھتا ہے تمہارے لئے عرش کا فرش واللہ کہ کونین کے آقا تم ہو

اللہ رب العالمین نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا، سارے عالم میں یکتا، حضرت آدم صفی اللہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ روح اللہ اور محبوب رب العالمین محمد رسول اللہ، تمام انبیاء کے صفات عالیہ اور اخلاق محمودہ کے جامع:

آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

کے مصداق!

پہلے مصرعہ کے دوسرے حصے میں صاحب اسریٰ تم ہو، اسریٰ کہتے ہیں رات میں چلنے کو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پندرہویں پارے سبحٰن الذی کی پہلی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا: "**سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجدالحرام الی المسجدالاقصی**" پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام (مکہ معظّمہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس، فلسطین) لے گیا (پہنچایا) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو اسریٰ کہتے ہیں، یہ سفر زمینی ہے جو براق کے ذریعہ پورا ہوا جس کی نکیل حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تھامے ہوئے تھے، یہ سواری خاص آپ کے لئے جنت سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام لے آئے تھے جو صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص تھی اور آپ کا ربّ العزت کی طرف سے خاص الخاص اعزاز تھا، براق کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں آدمی کی نگاہ اپنی آخری حد پر پہنچ کر ٹھہر جاتی اس کا پہلا قدم تھا، اللہ اکبر۔

رباعی کا دوسرا مصرعہ ہے ''سر بستہ رموز حق کے دانا تم ہو'' سر بستہ، پوشیدہ، چھپے ہوئے، ایسے خفیہ ''رموز حق'' (رمز کی جمع رموز) کے جاننے اور ان کے حقائق سے آگاہی رکھنے والے بس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی دانا ہیں، کسی بھی ذہن رسا کی رسائی وہاں تک ممکن ہی نہیں۔

تیسرے مصرعہ میں شاعر نے بڑے ہی فنکارانہ انداز میں بہت ہی اونچی بات کہہ دی، سبحان اللہ، فرمایا، ''بچھتا ہے تمہارے لئے عرش کا فرش'' ہے کوئی اور قسمت والا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدمقابل اولادِ آدم میں۔۔؟؟ جس کے لئے عرش کا فرش بچھتا ہو، واللہ کوئی نہیں، کوئی نہیں، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، شاعر نے کتنے سادہ الفاظ میں آسمان سے بڑھ کر بلندیٔ مفہوم کو سمو دیا ہے، شاعر محترم علامۂ مرحوم کے بلندیٔ فکر و خیال کی داد اہل نظر ہی دے سکتے ہیں۔

اب کیا باقی رہ جاتا ہے کہنے کے لئے اس کے سوا:
واللہ کہ کونین کے آقا تم ہو (چوتھا مصرعہ)
''واللہ کہ کونین کے آقا تم ہو''

چوتھی رباعی جس میں شاعر گرامی قدر نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو مظہر حسن ذات قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اے مظہر حسنِ ذات، اے نورِ خدا اے رونق ہر فردپر، اے شمع ہدیٰ
مٹ جاتی ہے ہر کلفت دنیا اس سے ہے نام بھی کیا نام ترا صلِّ علیٰ

اے مظہر حسن ذات۔ حسن ذات کے مظہر حسین و مظہر جمیل کے جمال جہاں آراء کا مصداق جب یہ حال ہو کہ 'یا صاحب الجمال ویا سید البشر، من وجھک المنیر لقد نور القمر' کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روشن چہرے سے چاند روشنی مستعار لے کر روشن ہوتا ہو، جس کے روشن چہرے کی نسبت سے دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ 'ورفعنا لک ذکرک' کی صداؤں سے عالم امکان و عالم ملکوت کے درمیان رشتہ ہمیشہ استوار رہتا ہے، مظہر حسن ذات کے صدقہ وطفیل میں حسن ذات تک رسائی بندگانِ خدا کے لئے ممکن ہوسکتی ہے، رحمت عالم کی نسبت قرآن مجید نے صریحاً ایک جگہ ''نور'' کہا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ''نورٌ وکتاب مبین'' لقد جاءکم کی تاکید کے ساتھ فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں اللہ کی ذات اعلیٰ واکبر کے لئے ''جمیل'' کا لفظ آیا ہے اللہ جمیل ویحب الجمال، اللہ تعالیٰ حسن وجمال میں یکتا ہیں، لیس کمثلہٖ، ان کے جیسا کوئی نہیں، اس لئے شاعر نے حسن ذات کا لفظ استعمال کیا ہے کہ ان کا حسن بالذات ہے کسی اور کا بخشا ہوا، دیا ہوا عطا کردہ نہیں ہے یا بالواسطہ نہیں ہے، یہاں شاعر نے بہت عمدہ، خوبصورت، بامعنی ترکیب خود سے وضع فرمائی ہے، ''اے مظہر حسن ذات، عبد ومعبود'' دونوں کا ادب ملحوظ رکھا گیا ہے، مصرعہ کے دوسرے جز میں اے نور خدا کہہ کر معنوی توسع پیدا کردی گی ہے۔

اب رباعی کا دوسرا مصرعہ بغور مطالعہ کی دعوت دے رہا ہے ''اے رونق بزم دہر، اے شمع ہدیٰ'' روشنی کی دھارا شاعر کے خلاقانہ ذہن کو کس ترتیب پر لے آتی ہے، مظہر حسن ذات کو نور خدا کا جلوہ بکھیرتے ہوئے رونق بزم دہر ہونا ہی تھا، اس طرح آپ اس عالم امکان کیلئے مجسم ہدایت کی شمع بن گئے، چہار طرف نور ہی نور پھیل گیا، سبحان اللہ، بلندیٔ فکر اور پاکیزگیٔ طبع نے حسن مجسم اور نور مکرم کی تشبیہ وتحلیل کے ذریعہ جلوۂ جہاں نما کو الفاظ میں منقش کردیا، رباعی کے آخری دو مصرعے اس کا لازمی تلازمہ ٹھہرے:

مٹ جاتی ہے ہر کلفت دنیا اس سے　　ہے نام بھی کیا نام ترا صلّ علیٰ

پانچویں رباعی جس میں شاعر نے سفر طائف کی تلخیاں سمیٹی ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

طائف پہ شہ ھدیٰ ﷺ کا ہوتا ہے نزول　　توحید کا پہنچاتے ہیں پیغام رسول
اخوان شیاطیں کے دلوں نے نہ کئے　　ایمان کے، عرفان کے انوار قبول

دائرہ اسلام میں جیسے جیسے لوگ، آس پاس کے قبائل اور اطراف مکہ معظّمہ سے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، قریش مکہ کے مظالم مسلمانوں پر بڑھنے لگے، مسلمان جان کی امان کیلئے ہجرت پر مجبور ہوئے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی سخت حالات کے پیش نظر مکۂ معظّمہ سے ہجرت کی اجازت دیدی، تاریخ اسلام کے ابتدائی آزمائشی دور میں حبشہ مسلمانوں کی بڑی تعداد ہجرت فرمائی، اوّل، دوم دونوں ہجرتیں حبشہ کی طرف ہوئیں جن میں مرد عورتیں دونوں شریک تھے، اسی عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست حضرت ابوطالب اور آپ کی زوجۂ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے گئے، جس کے سبب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا، جسکی وجہ سے نبوت کے دسویں سال کو تاریخ اسلام میں عام الحزن (غموں کا سال) قرار دیا گیا ہے، یہ وہ نازک موقع تھا جب کہ مکۂ معظّمہ میں کبار صحابہ میں سے کوئی نہیں تھا، مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد رہ گئی تھی، نبی علیہ السلام پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے، سرزمین مکہ اپنے چہیتوں اور پیاروں پر مسلسل تنگ ہوتی جارہی تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر طائف کا ارادہ فرمایا کہ شاید باغات کے علاقوں کی سرزمین قدم چومے اور نئے مسافر مہمانوں کا اپنے روایتی انداز میں اہلاً وسہلاً کہہ کر استقبال کرے، مکہ کی عسرت وکلفت کچھ کم ہوسکے لیکن وہاں جو کچھ ہوا، تاریخ کا ایک دردناک باب ہے، کائنات کے سب سے معظم، مکرم محترم مہمان گرامی جس کے انفاس اقدس اور قدموں کی برکت سے مستقبل میں دنیا کے لالہ زاروں میں سب سے بڑھ کر باغ و بہار ہونے کا اعزاز پانے والا مقام، دکھوں کے مداوا کی بجائے دکھوں کا ایک اور سخت تپش کا صحرا دے گیا، حضرت علامہ فدوی باقوی ویلوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس درد کو اپنی اس رباعی میں کیسے نرم ریشمی الفاظ کا جامہ پہنا کر دیدۂ عبرت نگاہ بنادیا ہے، پانچویں رباعی جو اوپر مرقوم ہے پھر ملاحظہ فرمالیں۔ درج ذیل ہے:

طائف پہ شہِ ھدیٰ ﷺ کا ہوتا ہے نزول　　توحید کا پہنچاتے ہیں پیغام رسول
اخوانِ شیاطیں کے دلوں نے نہ کئے　　ایمان کے، عرفان کے انوار قبول

چھٹویں رباعی اپنے اندر بہت ہی دلچسپ دلربائی، دل نوازی اور دلداری کا ایک انوکھا انداز

لئے ہوئے ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

دل نے سیکھی ہے دل نوازی تجھ سے پائی ہے نظر نے پاکبازی تجھ سے
ممنون نہ ہو کیوں بشر، ملی ہے اس کو یہ عظمت و شان و سرفرازی تجھ سے

رُباعی کے چاروں مصرعے دل نوازی کی اداؤں سے بھرپور ہیں، رباعی کے چاروں مصرعوں نے سیرت پاک کے بہت بڑے حصے کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اپنوں، بیگانوں حتیٰ کہ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں اور مخالفین کے ساتھ بھی مختلف مواقع کی نسبت سے دلداری و دل نوازی، غمخواری و درگزر، فضل و احسان، عطایا و بخشش کی رہی ہے۔ فتح مکہ معظّمہ سے کچھ عرصہ قبل مکہ و آس پاس کے علاقوں میں کئی سال بارش نہ ہونے سے سخت قحط پڑا تھا۔ قریش نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سفارت بھیج کر درخواست کی تھی کہ قبیلہ اوس کے پاس ہماری سفارش فرمائیں کہ وہ ہمارے پاس تجارت و خوراک فراہمی اور مکہ، شام وغیرہ تجارتی قافلوں کی آمد و رفت میں راہ مسدود نہ کرے، نبی پاک علیہ السلام نے اہل اوس کو فوراً خط بھیج کر سفارش و ہدایات فرمائیں کہ قریش کے ساتھ نرمی و محبت کا معاملہ فرمائیں اور خود بھی خوراک، کھانے پینے کے سامان، کھجوروں کی بڑی مقدار اور روپیہ پیسہ عجلت کے ساتھ مکہ معظّمہ روانہ فرمایا۔ اس طرح قریش کی دلدہی و دلداری کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ فتح مکہ کا واقعہ مشہور عالم ہے کہ اہل مکہ کے لئے عام معافی کا اعلان فرمایا گیا۔ تاریخ کی کتابوں میں تفاصیل بھری پڑی ہیں، یہاں صرف اشارہ مقصود ہے۔ شاعرگرامی مرحوم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام دل نوازیوں، انسانیت نوازیوں کی طرف گویا اشارہ فرماتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اے سرتاپا محسن انسانیت آپ کی سیرت پاک کے کس کس پہلو کی خوبیاں، کیا کیا عنوان سے میں بیان کروں بس اتنا عرض کردوں کہ ’’دل نے سیکھی ہے دل نوازی تجھ سے‘‘ اخلاق حسنہ کی جامع کمالات شخصیت کو کس طرح شاعر نے ایک لفظ، ایک جملہ میں، گویا سمندر کو کوزے میں بند کردیا ہے، قابل غور ہے۔۔ اور پھر نظر کا پاک باز رہنا انسانی کمالات میں سے ہے‘‘ یہ نظر کی پاک بازی کہاں سے ملی ہے، یہ دولتِ کم یاب بلکہ عنقا، یہ بھی درِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے مل سکتی ہے۔ سلسلہ بسلسلہ آپ علیہ السلام کے غلاموں سے دنیا کو میسر آسکتی ہے، اسی بات کو اپنی اس رباعی کے دوسرے مصرعے میں شاعر نے بیان کیا ہے:

’’پائی ہے نظر نے پاک بازی تجھ سے‘‘

رباعی کے آخری دو مصرعوں میں شاعر نے بڑے ہی طمطراق اور سرشاری کے ساتھ جمیع اولادِ آدم

کوایک نکتہ پر جمع کر دیا ہے اور فرماتے ہیں:

ممنون نہ ہو کیوں بشر، ملی ہے اس کو یہ عظمت و شان و سرفرازی تجھ سے

جو کچھ مقام ومرتبہ، دولت ایمان وعرفان، دنیاوی واخروی سعادتیں، زمینی خزانوں سے بھرپور مملکتیں وسلطنتیں، علم وادب کے وسیع تر ذخائر، امت کے درمیان حکمت ومعرفت کی سلسبیلیں، ہر دور کے تقاضوں کے مطابق حاملین سیادت وقیادت افرادامت کی موجودگی، علمائے امت وعوام الناس کے درمیان دینی وابستگی اور مرکزیت، علموم دینیہ وشرعیہ کے نظام کا تسلسل دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کی ہموار ونا ہموار راہوں میں کام کرنے کی وہبی قوت وجستجو اور طریقۂ کار یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اوراتباع میں تا قیامت انجام پاتا ہے۔ رباعی کے آخری دو مصرعے پھر سے نظر جما کر دیکھ لیں:

ممنون نہ ہو کیوں بشر، ملی ہے اس کو یہ عظمت و شان و سرفرازی تجھ سے

اب چند رباعیات سیرت بغیر تشریح وتعبیر وتفصیل کے ملاحظہ فرمائیں اور خود سے لطف لے کر محظوظ ہوں:

وہ تابشِ چشم، جس پہ قرباں صد طور وہ طرز تو کل کہ ملائک مسحور
کرتا ہوں ثنا کہ پڑھ رہا ہوں قرآں وہ گیسوئے واللیل، وہ روئے النور

☆

ہر بزم نظر میں روشنی تجھ سے ہے ہر انجمن دل میں زندگی تجھ سے ہے
یہ دانش وعلم و آگہی بشر میں کب تھی یہ دانش وعلم و آگہی تجھ سے ہے

☆

وہ مہر کہ مہر جس سے ضو پاتا ہے وہ ماہ کہ ماہ جس سے شرماتا ہے
دنیا میں ہے جس سے نور مطلق کی نمود دنیا میں وہ نور جلوہ فرماتا ہے

☆

خواہش نہیں سر مستی میں سرمد کہلاؤں یا صاحبِ فن ثانیِ امجد کہلاؤں
اتنی ہی بس آرزو ہے میری فدوی کہلاؤں تو مداحِ محمد ﷺ کہلاؤں

الحمدللہ رباعیات سیرت کے مطالعہ سے ابھی ابھی آپ شاد کام ہوئے، دلِ بامراد ہوئے، رباعیات سیرت، سیرتِ سرورکائنات کی جلوہ ریزیاں دل ونگاہ کے لئے تجلیات نور ہوئیں، انھیں جلوہ ریزیوں کے درمیان حضرت والا کی نعتوں سے قلب وذہن کو منور اور دامن فکر کو معطر کیجئے، حضرت والا

کی طویل طویل نعتوں کے درمیان تین شعروں پر مشتمل گوہر آبدار کی طرح روشن روشن آنکھوں کے لئے تجلی طور بنی ہوئی ایک مختصر سی نعت شریف ہے، ملاحظہ ہو:

بت کدۂ حیات میں حق کا ظہور آپ ﷺ ہیں ظلمتِ کائنات میں مشعلِ نور آپ ﷺ ہیں
سارے شعور آپ سے، عین شعور آپ ﷺ ہیں وجہ شعورِ ماسویٰ میرے حضور آپ ﷺ ہیں
عرفان نفس تھا کسے، عرفان حق رہا کسے موسیٰ قلب کے لئے جلوۂ طور آپ ﷺ ہیں

مذکورہ بالا نعت شریف جو صرف تین اشعار پر مشتمل ہے، ان اشعار میں مستعمل الفاظ اور تراکیب اور ان کی وسعتِ افلاک معنویت پر ذرا غور وفکر فرمالیں، کیسی کیسی گرہیں کھلنے لگتی ہیں آپ خود حیران وششدر رہ جائیں گے، میں اشارہ کردوں؟

ذیل کے الفاظ وتراکیب پر غور فرمالیں: بت کدۂ حیات، حق کا ظہور، ظلمتِ کائنات، مشعل نور، عرفان نفس، عرفان حق اور موسیٰ قلب، جلوۂ طور، وجہ شعورِ ماسویٰ میرے حضور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

انسانی زندگی کے اس پیش آمدہ لق ودق صحرا میں انسان ایک گم گشتہ شئے (ہستی) کی مانند خود اپنے آپ کو دیکھتا ہے اس وسیع تر کائنات میں اس کی ہستی ایک نقطہ کی مانند نظر آتی ہے، رفتہ رفتہ اس کی سوچ اپنی ہستی کے نقطہ کو پھیلتے اور بڑھتے ہوئے دیکھتی ہے، اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس وسیع تر کائنات میں اس کا وجود محض حرف غلط کی طرح نہیں ہے جسے مٹا دیا جائے۔ بلکہ میں ہوں، میرا وجود اس کائنات میں ایک حقیقت ہے اور وہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، جس سے انکار ممکن نہیں، ۔اردو کے بڑے قدآور، انسانی نفسیات کی گرہ کشائی کرنے والے پر پیچ راہوں کے عظیم شاعر حضرت مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کو اپنے ہونے نہ ہونے پر اثبات ونفی کے حدود اربعہ کو ناپنے کی ذہنی اپچ کی تفکراتی بلند آگہی نے یہ کہنے پر مجبور کردیا تھا کہ:

ڈوبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

''نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا،'' یہی کیا ہوتا، حضرت علامہ فدوی باقوی کی اختیار کردہ ترکیب میں مرکب ہوکر ''بت کدۂ حیات'' کی صورت گری کی شکل میں سامنے آتا ہے، اسی بت کدۂ حیات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق کا ظہور ہیں۔

''بت کدۂ حیات میں حق کا ظہور آپ ہیں'' حضرت والا نے بت کدۂ حیات کہہ کر کیسی بلیغ تشبیہ کیسی بامعنی ترکیب سے آشنا کیا ہے۔ دوسرا مصرعہ ملاحظہ ہو ''ظلمتِ کائنات میں مشعل نور آپ ہیں'' جب بت کدۂ حیات ہے تو ظاہر ہے کہ وہاں ظلمت ہی ظلمت ہوگی، اب اسی ظلمت کو دور کرنے کے لئے

روشنی کی ضرورت ہے، نور کی ضرورت ہے، اب شعر محولہ بالا کا دوسرا مصرعہ دہرا کر شعر مکمل کر لیجئے:

بت کدۂ حیات میں حق کا ظہور آپ ﷺ ہیں ظلمتِ کائنات میں مشعل نور آپ ﷺ ہیں

تین شعری نعت کا دوسرا شعر حسن مطلع ہے، حسن مطلع عجیب حسن سے مرصع ہے، مزین ہے، پہلے مصرعہ کا صدر حصہ ''سارے شعور آپ سے'' کتنا بلیغ جملہ ہے، کسی کا علم، کسی کا شعور، کسی کا قول، کسی کی نگاہ، کسی کا اصول، کسی کا فیصلہ، کسی کا دعویٰ کسی کا رتبہ، کسی کا مقام، کسی کی خوشی، کسی کی عید، کسی کا غم، کسی کی محبت، کسی کی عظمت، کسی کی دعوت اور کسی کا مشورہ، کسی کا سفر، کسی کا قیام اور کسی کا رکوع وسجدہ اس وقت تک معتبر ومستند نہیں، نہ لائق دلیل اور نہ منظور نظر، جب تک صاحب ختم نبوت کی تصدیقی مہر نہ لگے، پھر سے مصرعہ کا صدر حصہ پڑھئے، سارے شعور آپ سے، زندگی کی ساری جلوہ سامانیاں آپ سے، بس آپ ہی سے شعور، آپ ہی سے علم اور وراثت علم، آپ ہی سے عقل وخرد کی تمام تابناکیاں، خذ ماصفادَع ما کدر کا طریقہ واصول بھی آپ ہی سے اخذ کردہ ہے۔ ما اٰتکم الرّسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھو (الآیہ) بس بس بس، اب یہاں مجال قیل وقال کہاں ہے، یہاں ہیں عقل وہوش گم، سوال کیا، جواب کیا۔ مصرعہ کا دوسرا جز ہے، عین شعور آپ ہیں۔ حسن مطلع کا مصرعہ اوّل مکمل ہو، عقل وشعور، دانش وآگہی، علم وبصیرت، حکمت وموعظت کا چشمہ بلکہ سرچشمہ آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔

شعر کا دوسرا مصرعہ جس کے بغیر شعر مکمل نہیں ہوتا، ملاحظہ فرمالیں:

''وجہ شعورِ ماسویٰ میرے حضور آپ ہیں'' وجہ شعور ماسویٰ......اس کے سوا اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، یہ مذکورہ شعر بھی اپنے اندر معانی ولطائف کی ایک دنیا سموئے ہوئے، اللہ تعالیٰ حضرت استاذ گرامی کو غریق رحمت فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم بارگاہ میں آپ کی نعتوں کو درجۂ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مذکورہ سہ شعری نعت شریف کا آخری اور تیسرا شعر ہے جس میں عرفان نفس اور عرفان حق کی دونوں عظیم نعمتیں بس آپ کے واسطے انسان کو عطا ہوئیں ہیں ورنہ ساری انسانیت شر وفساد اور ظلم و عدوان کا شکار تھی، جہل وظلمت انسان کا مقدر بنا ہوا تھا، دولت ایمان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر گروہ انسان وقبائل کو متمتع ہونے کے مواقع عطا فرمائے، ہر مومن کے قلب کو نور ایمان سے منور فرما کر ہر قلب مومن کو جلوۂ طور بنا دیا۔ ان مختصر تشریحات کے بعد حضرت استاذ گرامی علامہ مرحوم کی چند معرکۃ الآرا نعتیں ملاحظہ فرمالیں، اس بندۂ ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیں:

شاہ دیں، شاہ ہدیٰ شافعِ روز جزا
دونوں عالم کی ضیا رحمتِ ہر دو سرا
آپ پر جاں فدا
میرے محبوب خدا

آپ ہیں ارض و سما آپ ہیں لطف و عطا
نازشِ کون و مکاں شانِ لولاک لما
آپ پر جاں فدا
میرے محبوبِ خدا

کن کے رتبے ہیں سوا کون ہے بعدِ خدا
میرے آقا کے سوا مرحبا، صل علیٰ
آپ پر جاں فدا
میرے محبوبِ خدا

آپ ہیں نور خدا کفر کافور ہوا
دہر پُرنور ہوا حق سے معمور ہوا
آپ پر جاں فدا
میرے محبوبِ خدا

ہوا وحدت کا ظہور کیا بیدار شعور
ہر نظر جلوہ بدوش اور دل وادی طور
آپ پر جاں فدا
میرے محبوبِ خدا

لطف کی ایک نظر میرے آقا ہو ادھر
ہوگئے سخت گراں ہجر کے شام و سحر
آپ پر جاں فدا
میرے محبوبِ خدا

☆

نہیں آپ سا کوئی بعدِ رب، شہِ انس و جاں، شہِ بحر و بر
بہ صفات آپ تمام تر، ہیں بذات آپ کمال پر

میرے مصطفیٰ ﷺ، مرے مجتبیٰ، شہِ انبیا، شہِ دوسرا
یہ عجیب شان ہے آپ کی بنے نور سے، کہیں پھر بشر

نہ شعور کا تھا شعور کچھ، نہ تھی اپنے آپ کی کچھ خبر
جو بنی تو آپ سے ہی بنی میری فکر، فکر، نظر، نظر

نہیں جس میں آپ کا واسطہ، نہیں جس کو آپ سے رابطہ
کوئی بات ہو کوئی ذات ہو، نہیں مستند نہیں معتبر

میں ہوں اپنی دھن میں مگن رواں، مجھے کیا مکاں مجھے کیا زماں
ہے مرا رفیق غم آپ کا، ہے خیال آپ کا ہم سفر

کوئی اپنا اس میں قصور ہے، کوئی اس میں دخلِ شرور ہے
جو ہیں آپ کے، رہیں بے نوا، جو ہیں آپ کے، پھریں دربدر

نہیں آپ کا، نہیں رب کا وہ، ہے مآلِ قہر و غضب کا وہ
کسی خیر کے نہ سبب کا وہ، یہی ماحصل یہی مختصر

کریں ذکرِ وادیِ طور کیا، ہو بیان پرتوِ نور کیا
کہیں اور وصفِ حضور کیا، ہوئے آپ عرش پہ جلوہ گر

تھا ہمیں سے وقت رواں دواں، تھا ہمیں سے نظمِ مکاں زماں
جسے اپنی کہہ سکیں اب یہاں، کوئی شام ہے نہ کوئی سحر

مجھے باریابیِ بارگاہ شرف ملی تو ضرور ہے
مگر اپنے دل کی تڑپ وہی ہے برابر آج بھی تیز تر

رہِ زندگی میں قدم قدم رہِ آرزو میں نفس نفس
ہیں خیال و یاد و غم آپ کے مرے ہم نشیں مرے ہمسفر

بخدا ہے دیر سے منتظر، کریں اک نگاہِ کرم ادھر
وہی آپ کا جو غلام ہے وہی فدوی ہے جو گدائے در

☆

ہے وہی آوارگی دل، نظر یا مصطفیٰ ﷺ
یونہی کب تک ہم رہیں شوریدہ سر یا مصطفیٰ ﷺ
کیا غم دنیا و دیں ہے کیا غمِ عرفانِ حق
کوئی غم جز آپ کے کب معتبر یا مصطفیٰ ﷺ
اسوۂ حسنہ نے آساں کردیا ہے کس قدر
زندگی کا جادۂ دشوار تر یا مصطفیٰ ﷺ
دہر میں پھر آدمی گم کردہ منزل ہوگیا
تک رہی ہے آپ کو نوع بشر یا مصطفیٰ ﷺ
دیکھیے وارفتگوں کا دیکھیے یہ حال زار
پھر رہے ہیں چاک داماں در بدر یا مصطفیٰ ﷺ
آپ کا دل میں تصور، آنکھ تر، ورد زباں
یا محمد ﷺ رات، دن، شام سحر یا مصطفیٰ ﷺ
کیا پڑا فکر و نظر پر اک ذرا عکس جمیل
ہر نظر ہے کہکشاں کی رہگذر یا مصطفیٰ ﷺ
آپ کے ہوتے ہوئے اے رحمۃ للعالمیں
آپ کا فدوی پھرے کیوں دربدر یا مصطفیٰ ﷺ

☆

آپ محبوب خدا آپ کے کیا کہنے ہیں
مرتبے سارے رسولں میں سوا آپ کے ہیں
آپ کے سوا شہ کونین سوا دیتے ہیں
آپ کے سرور دیں لب کے سوا رہتے ہیں
بعثتِ پاک کا صدقہ ہے وجود عالم
ان کے انوار زمیں ہو کہ زماں پھیلے ہیں
نقشِ پا آپ کا، آنکھوں سے لگایا جس نے
عالَم کون و مکان اس کے قدم لیتے ہیں
وہ بشر جس کو ملا قرب الٰہی کا کمال
فرش سے جس کے یہاں عرش رسا جلوے ہیں
آپ کے اسوۂ حسنہ کا بیاں ہم سے ہو کیا
دشمنِ دیں ہیں مگر آپ کے گن گاتے ہیں
ذہنِ انساں کو ملا آپ سے وہ نور شعور
بن گئے جلوۂ معنی کے دل آئینے ہیں
آپ سے پہلے یہاں دینِ مکمل کب تھا
دینِ کامل کو لیے ختم رُسل ﷺ آئے ہیں
دشمنِ دیں نے نہ دی آپ کو ایذا کیا کیا
اپنی امت کے لیے آپ نے دکھ جھیلے ہیں
بعد مدت کے سنو! مدح سرا ہے فدوی
خاص الطاف یہ اس پر شہِ والا کے ہیں

☆

حضرت علامہ کی چند تصانیف: تصانیف حضرت علامہ فدوی باقوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۹۹۳ھ)

(۱) ''مجدد جنوب'' (مختصر سوانح حیات شمس العلماء حضرت علامہ مولانا عبدالوہاب قادری، بانی جامعہ باقیات صالحت، ویلور) ۱۹۷۴ء میں جشن صد سالہ باقیات کے موقع پر شائع ہوا۔

(۲) ''حاصل مطالعہ'' تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل تحقیق وتنقید کا مجموعہ (غیر مطبوعہ)

(۳) ''کلیات اردو وفارسی'' (غیر مطبوعہ)

(۴) ''تاریخ عربی مدارس وسخنورانِ ویلور'' (غیر مطبوعہ)

۵) مجموعہ رباعیات وقطعات فارسی واردو'' (غیر مطبوعہ)

۶) ''کلیات فدوؔی باقوی'' (مطبوعہ ۲۰۱۳)

جامعہ باقیات صالحات، ویلور کے جشن تشکر ڈیڑھ سوسالہ ۲۰۱۳ء کے موقع پر شائع ہوئی، اسی موقع پر اجراءِ عمل میں آیا اور تقسیم کاری بھی اسی اجلاس کے دوران عمل میں آئی۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری (فتح پور، یو پی)

نعت نبی اُمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ''عکسِ معرفت'' کا محاسبہ

اصل مضمون پر خامہ فرسائی سے پیشتر اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ نعت کے اوّلین تخلیق کار اور حزب ناعتین کے گل سر سبد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمّ محترم جناب ابو طالب ابن عبد المطلب ہیں۔ جناب ابو طالب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول خاتم الانبیاء والرّسل ہونے کا علم اس وقت سے تھا جبکہ آپ کو سفر شام کے دوران کتب سماویہ کے عالم بحیرہ راہب نے آپ کے خاتم الانبیاء والمرسلین ہونے کی بشارت دیتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تحفظ کی تاکید کی تھی (ترمذی بحوالہ مشکوۃ المصابیح، ص ۵۴۰) اس وقت آپ کی عمر شریف صرف ۱۲ر سال تھی (المشکوٰۃ، ص ۵۴۰ حاشیہ نمبر ۱) اس طرح جناب ابو طالب کا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اذعان وایقان کتب سماویہ کی اطّلاعات نیز اپنے تجربات ومشاہدات پر مبنی تھا۔

جناب ابو طالب نے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کئی قصائد تخلیق کئے تھے۔ آپ کا اوّلین نعتیہ قصیدہ جس کے سات اشعار ابن ہشام نے سیرۃ النبی میں نقل کئے ہیں دنیائے نعت کی پہلی نعتیہ کاوش ہے۔ اس نعت کا گل سر سبد درج ذیل شعر ہے:

وان فخرت یوماً فان محمداً ﷺ والمصطفیٰ من سرّھا و کریمھا

(ترجمہ) اور اگر بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں، تو وہ محمد صلی الہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جو سب میں منتخب ترین، باعثِ عظمت اور موجب سر بلندی ہے۔

آپ کا دوسرا نعتیہ قصیدۂ نعت، وہ قصیدہ ہے، جس میں اشعار کی تعداد ۹۵ر ہے، جس کے سات اشعار ابن ہشام کی سیرۃ النبی میں منقول ہیں۔ اس قصیدۂ نعت کا بلند ترین شعر درج ذیل ہے۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجھہٖ ثمال الیتٰمیٰ عصمة للارامل

(ترجمہ) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روشن چہرے والے ہیں، جن سے بادل، برسنے سے پہلے اجازت طلب کرتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتیموں کے والی اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

قصیدۂ محولہ بالا کے اس شعر کا ذکر جناب نبی امی وعربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جمعہ کے خطبہ کے دوران کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک جمعہ کو جب آپ خطبۂ جمعہ کے لئے منبر پر جلوہ افروز تھے کہ ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قحط کا ذکر کرتے ہوئے، دعا کی درخواست کی، جس کے ثمرہ میں فوری طور پر بارش ہونے لگی، دوسرے جمعہ کو اسی اعرابی نے یا کسی دوسرے اعرابی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسلسل بارش کے نزول کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کے باعث اُس کے زحمت بن جانے کی بات کرتے ہوئے بارش بند ہوجانے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دعائیہ الفاظ کے ثمرہ میں کہ " **اَللّٰھُمَّ حَوَالَینَا لَا عَلَینا** " خدایا ہمارے ارد اردگرد پانی برسایئے، ہم پر نہیں، بارش موقوف ہوگئی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس منظر کو دیکھ کر فرمایا کہ اگر اس وقت میرے چچا ابوطالب باحیات ہوتے تو وہ اپنے قصیدہ کو عملی جامہ پہنے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس جملے پر عرض کیا کہ غالباً آپ کا اشارہ جناب ابوطالب کے اس شعر کی جانب ہے:

و ابیض یستسقی الغمام بوجھہٖ ثمال الیتٰمیٰ عصمة للارامل

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک! (بخاری و مسلم بحوالہ المشکٰوۃ، ص ۵۳۶، ابن ہشام ج ۱، ص ۲۱۳، الروض الانف، ج ۲، ص ۹۵۵، البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۴۲۲)

(ترجمہ) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روشن وتابناک چہرے والے ہیں، جن کے روشن چہرے کے صدقہ، بادل برسنے کی اجازت چاہتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتیموں کے والی اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

اس قصیدے کے اشعار سے جناب ابوطالب کے اذعان وایقان کے کامل ہونے کا اعلان ہوتا ہے۔ جناب نبی امی مکی ومدنی کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح بھی آپ نے پڑھایا تھا۔ جناب ابوطالب نے اس نکاح میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہر پانچ سو طلائی درہم مقرر فرمایا تھا۔ بروایت دیگر یہ مہر بیس جوان اونٹنیاں تھا۔

جناب ابوطالب کو اپنے بھتیجے نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ آپ بحیرہ

راہب کے وقعہ کے بعد، جس میں انہوں نے جناب ابوطالب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے کی بشارت دیتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کی تاکید کی تھی، آپ یعنی ابوطالب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ بالالتزام والاہتمام سُلاتے تھے اور آپ نے ایک موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہہ دیا تھا کہ بھتیجے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا تبلیغی کام، جس طرح چاہیں کریں، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں، آپ کے دشمن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کچھ بھی نہ بگاڑ پائیں گے۔

نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل مخرج ومنبع کلام الٰہی ہے، لہٰذا اس میں مثالی حزم واحتیاط کی احتیاج ہے۔ آپ کی نعت مقدسہ میں معانی، کے حسن کے ساتھ ساتھ حُسنِ الفاظ کا بھی انتخاب لازمی ہے۔ نبی اُمی وعربی نے سبعہ معلقہ کے ممتاز شاعر زُہیر بن ابی سلمیٰ کے، جو جمہور شعراء وادباء اور ناقدین کے نزدیک سبعہ معلقہ کے شعراء کے مابین درجہ سوم پر اور حضرات شیخین کے نزدیک درجۂ اوّل پر فائز تھے، پسر ارجمند جناب کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مشہور قصیدۂ نعت ''بانت السعاد'' کے اکیاونویں شعر پر اپنی چادر مرحمت کی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کے اسقام کا ازالہ کرتے ہوئے اس میں دو اصلاحات بھی فرمائی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انعاماً بردہ (چادر) عنایت کرنے کے باعث قصیدۂ مذکور، قصیدہ بردہ نام سے مشہور ہے۔

شاعر موصوف نے اپنے اس قصیدۂ نعت کے اکیانویں شعر کے بعد منقبت صحابہ میں سات اشعار کہے تھے۔ آپ نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قصیدے کو از اوّل تا آخر سماعت کر کے شاعر موصوف سے فرمایا تھا کہ کاش تم اس میں منقبتِ انصار میں بھی اشعار کہتے، کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں، شاعر موصوف نے منقبت انصار میں مزید گیارہ اشعار کہہ کر قصیدہ میں اشعار کی تعداد ۶۹ رکردی۔ یہ گیارہ اشعار جمع ومنع کے باب میں اپنی آپ مثال ہیں۔ اس قصیدۂ نعت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نعت میں منقبت مہاجرین کے ساتھ منقبت انصار مدینہ کا شمول ہر ناعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے منشائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ایک مستحسن فعل ہے۔

واضح ہو کہ حضرت کعب بن زُہیر، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں بھیس بدل کر حاضر ہوئے، تو ایک انصاری نے انہیں پہچان کر، ان کو دبوچ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے چھوڑیے کہ میں اس اللہ کے دشمن کی گردن ماردوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو چھوڑ دو، یہ توبہ کر کے آیا ہے۔ حضرت مولوی ذوالفقار علی شارح قصیدۂ مذکور کی

رائے ہے کہ کعب نے اسی واقعہ سے غصہ ہو کر قبیلۂ انصار کو منقبت میں شامل نہیں کیا تھا، لیکن نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش کے احترام میں منقبتِ انصار میں گیارہ اشعار بہت ہی شاندار کہے، جس میں شاعر موصوف نے اصل و نسل انصار کی بابت قابلِ مدح اشعار کہے ہیں۔ انصاری صحابی نے شاعر کعب کو اس لئے دبوچا تھا کیونکہ انہیں کعب کی توبہ اور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو کی اطلاع نہ تھی، وہ کعب سے اس لئے بھی ناراض تھے، کیونکہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمِ محترم ابو طالب کی صاحبزادی فاختہ کو جو ام ہانی کی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں اپنے قصیدے کی تشبیب میں استعمال کیا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کما حقہ نعت کہنا ایک دشوار امر ہے، اسی لئے نعت کے ہر مقتدر شاعر کا نعت کے باب میں اعتراف عجز کرنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے لے کر دور حاضر کے ذی اقتدار شاعر نعت حضرت صبیح رحمانی کا مستحسن وتیرہ ہے۔ ذیل میں چند شعرائے نعت کے اعتراف عجز سے متعلق اشعار درج ہیں:

جناب علی ابن طالب:

اللّٰہ یعلم شانہ و ھو علیم بیانہ   یا ربّ صحح سقمۂ بالفضل دمّر جرمۂ

اللہ تبارک وتعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کو جانتے ہیں اور آپ کی ذاتِ اقدس سے واقف ہیں۔ خدایا اس نعت کے اسقام کو درست فرمائیے۔ اس کے اسقام کی اپنے فضل سے بیخ کنی فرمائیے۔

فارسی کے بے نظیر شاعر عراقیؔ نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایک حسین نعت حوالۂ قرطاس کرتے ہوئے اعترافِ عجز کا مضمون بایں طور نظم کیا ہے:

چوں شدم عاجز ز مدح احمد ممدوحِ خلق   باز گردم بر درِ قدوس اکبر مستجیر
اے مقدس ذات تو از ہر وصف ناپاک و پاک   وے منزہ ذات تو از نعت نادان وخبیر

(کلیات عراقیؔ ص ۶)

فارسی کے ایک قادر الکلام شاعر عرفیؔ نے ایک بنیادی بات اس طرح عرض کی ہے:

عرفیؔ مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است   آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را
ہوشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن   نعت شہِ کونین و مدیح کے و جم را

غالبؔ جیسے مقتدر شاعر نے اس بھاری پتھر کو چومتے ہوئے کہا ہے:

غالبؔ ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم   کہ آں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

اسی باب میں علامہ صبیح رحمانی ایک حسین شعر درج ذیل ہے:

خدائی بھر میں خدا ساز کثرتِ جلوہ   خدا سے پوچھو مقام محمد ی کیا ہے

اعتراف عجز کے باب میں حفیظ مسؔت سیتا پوری کا نادر اقدام عجز ملاحظہ فرمائیں: علامہ موصوف نے یہ قابل مدحت فعل خیر اپنے مجموعہ کے اسم بامسمیٰ میں بایں طور ادا کیا ہے کہ انہوں نے اس مجموعہ کا نام ''عکسِ معرفت'' رکھا ہے، جو بایں معنی اعترافِ عجز ہے کہ معرفت کا اظہار ناممکن ہے، ہاں ''عکسِ معرفت'' کے ذریعہ معرفت کا مزہ چکھا جا سکتا ہے۔

علامہ مسؔت سیتا پوری ایک جدت پسند شاعر ہیں۔ آپ نے اپنے حمدیہ مضامین میں بھی ایک جدت پسند شاعر کے مظاہر پیش کئے ہیں۔ آپ کے حمدیہ سرمایہ میں حسب ذیل دو حمدیہ اشعار لائق صد افتخار ہیں:

وہ ہو اور کوئی نہ ہو جب اپنے پاس   زندگی کا ایسا لمحہ خوب ہے
(عکسِ معرفت، ص ۲۸)

لا مکاں ہو کر بھی ہے دل میں مکیں   اس کا جلوہ اس کا پردہ خوب ہے
(عکسِ معرفت، ص ۲۹)

ان دونوں مندرجہ بالا اشعار میں مسؔت صاحب کا انتخاب الفاظ حسین کا ہنر قابلِ مدحت اور نا قابلِ تقلید ہے۔ شعر اوّل میں ''ہو، اور'' نہ ہو' اور پھر ''ایسا لمحہ' زندگی' کو' 'خوب'' کہنا نیز اس کو لا مکاں بتلا کر اسے ''دل میں مکیں'' بتلانا اور اس کے جلوہ نیز ''اس کے پردہ'' کو خوب کہنا انتخاب الفاظ کا یہ تانا بانا موصوف کا ایک نادرۂ روزگار حسین عمل ہے۔

مسؔت رحمانی کی، اضداد جمع کر کے، ایک معنی خیز نتیجہ اخذ کرنے کی حسین ادا اُن کی ایک مستحسن جبلت ہے، جس کا بخوبی اظہار ایک دشوار گزار عمل ہے، اور اس کا با آسانی و بخوبی اظہار بھی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار میں مسؔت رحمانی صاحب کا اللہ پاک کی ذات اقدس کے سامنے ساری دنیا کو ہیچ سمجھنے کا جذبہ اور ساری دنیا کے روٹھ جانے کی پروا نہ کرنے کا اُن کا حوصلہ، قابلِ صد ستائش ہے اور بایں طور صرف اور صرف رضائے الٰہی کی عطا و بخشش کی خواہش، ایک مردِ مومن کی علامت اور نشانی ہے۔

شاعر موصوف کی قرآنی و احادیثی معلومات، اس باب میں ان کی لیاقت و قابلیت اور اس سے استفادہ و استفاضہ کی ان کی اخاّذیت قابل داد ہے۔ تلمیحات پر ان کی زبردست قدرت بھی لائقِ صد ستائش ہے، جو شاعر موصوف کی دینی و مذہبی مطالعہ کی وسعت اور اس کے عمق کی واضح دلیل ہے۔

قرآنی تلمیحات کے باب میں آیت مقدسہ 'اهدنا الصراط المستقيم' کاورد کیجئے، تواشعار مندرجہ ذیل کی عظمت کا احساس خود بخود ہوجائے گا:

سیکڑوں ہیں راستے چاروں طرف ایک سیدھا راستہ دے اے خدا
روٹھ جائے ساری دنیا غم نہیں اپنی مرضی و رضا دے اے خدا
(عکسِ معرفت ص۳۱)

یہ حقیقت ہے کہ شاعر کو علم معانی و بیان و بدیع پر زبردست قدرت حاصل ہے اور ان کی علم العروض کی واقفیت بھی لائق صد ستائش ہے۔ وہ یقیناً تلمیحات کے شہنشاہ ہیں۔ "**لولاك لما خلقت الافلاك**" کے مضمون نظم کرنے میں ان کی فنّی حذاقت ملاحظہ ہو:

وہ نہ ہوتے، تو نہ ہوتی کائنات ان کی خاطر وسعت ارض و سما
(عکسِ معرفت ص۳۵)

مستؔ سیتاپوری حضرت حسّان کے شعری مرتبہ کی بلندی سے بخوبی آگاہ ہیں۔ کفار مکہ نے جب شعر و شاعری کو اپنے غلط منصوبوں کے لئے بطور آلۂ کار استعمال کرنے کا آغاز کیا تو اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب رجوع کیا، کیونکہ ان کے والدِ محترم نعت رسول کے ایک کامیاب شاعر رہ چکے تھے اور خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی علیہم السلام نے 'باب دارالحکمت' کے اہم خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کام کے لئے تیار ہوں لیکن رضائے پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درکار ہے، جب یہ مسئلہ بارگاہ نبوی تک پہنچا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی نہیں، یہ کام بھی انصار کریں گے، جنہوں نے میری مدد تلوار سے کی ہے اور آپ کی نظرِ انتخاب حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مختصر سے انٹرویو کے بعد اُن کو منتخب کرتے ہوئے ان کو اجازت دے دی کہ 'اُہجہم و جبرئیل معک' تم ان کی ہجو کرو جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں۔ شاعر بے نظیر مستؔ سیتاپوری کی علمی عظمت کو محسوس کیجئے اور پھر ان کے حسب ذیل اشعارِ نعت گنگنائیے:

ہو گویائی مری حسّان کی سی نظر کر دے مری سلمان کی سی
(عکسِ معرفت، ص۳۹)

ہمیں تو پیروئی حضرت حسّان کرنی ہے غزل کو چھوڑ دیں گے، مدحِ پیغمبر نہ چھوڑیں گے
(عکسِ معرفت، ص۶۳)

رشک فردوسِ بریں پھر یہ مرا گھر ہوتا پیروی حضرت حسّان کی ہوتی مجھ سے

(عکسِ معرفت، ص ۶۵)

حضرت مستؔ سیتاپوری کا یہ عقیدۂ برحق ہے کہ نعت نبوی کا ماحصل وخلاصہ ہے:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

چنانچہ وہ اسی مفہوم کو اپنی مخصوص ادا میں اس طرح نظم کرتے ہیں:

خدا کے بعد بس اعلیٰ ہی اعلیٰ میرے آقا ہیں کوئی تعریف اب اس کے سوا ہو ہی نہیں سکتی

(عکسِ معرفت، ص ۴۷)

علامہ مستؔ کا یہ برحق عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، اظہار ادا کی ندرت ملاحظہ ہو:

آپ ہی ٹھہرے ہیں ختم المرسلیں میرے حضور وجہ تخلیقِ دو عالم آپ ہی کی ذات ہے

(عکسِ معرفت، ص ۴۸)

حضرت مستؔ سیتاپوری کے بارے میں راقم کا نظریہ بالکل درست ہے کہ موصوف کا تاریخی و مذہبی مطالعہ لائق رشک ہے۔اس کی شہادت میں علامہ مستؔ کا حسب ذیل نظریہ، جو مرقومہ ذیل شعر میں درج ہے، ملاحظہ فرمائیں:

آ گئے وہ آ گئے میرے قریب میرے حضور پوچھنا ہے اے نکیرین آپ کو اور مجھ سے کیا

(عکسِ معرفت، ص ۴۹)

اس شعر میں یہ نکتہ بھی ملاحظ ہو کہ ہر میت سے نکیرین یعنی منکر اور نکیر لقب سے ملقب دو فرشتے تین سوالات کریں گے۔(۱) **من ربك** (تمہارا رب کون ہے؟)(۲) **ما دينك** یعنی (تمہارا دین کیا ہے؟)(۳) **ما تقول فی هذا الرجل** یعنی اس مرد کے بارے میں تمہیں کیا کہنا ہے؟

تیسرے سوال کے دوران میت اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کے سارے حجابات اُٹھا دیئے جاتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی اتنی قریب ہوتی ہے کہ نکیرین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے "**هــذا**" لفظ استعمال کرتے ہیں، جو اشارۂ قریب ہے۔ بعید کی جانب اشارہ کے لئے اشارۂ بعید یعنی ذالک کا اشارہ مستعمل ہے، جیسا کہ "**الـم ذالك الـكـتـاب**" میں قرآن شریف کی عظمت کے باعث اشارۂ بعید مستعمل ہے۔اس تیسرے سوال میں ''الرجل'' لفظ مستعمل ہے۔ الف لام تخصیص کے لئے ہے، رجل اس ذات کو کہتے ہیں جو جسم وروح کا مجموعہ ہو۔اس سے اس حقیقت

کی غمازی ہوتی ہے کہ آپ افعال حیات پر مکمل قدرت کے ساتھ آج بھی باحیات ہیں۔

مستؔ سیتاپوری کے مندرجہ بالا شعر میں نکیرین کے تیسرے سوال کے جواب میں ان کا تیور بے نظیر اور عدیم المثال ہے۔شاعر بے نظیر نے ،اس دل کے لئے جس میں ذات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہو،شہر خموشاں کی ترکیب استعمال کی ہے، جومبنی برصداقت ہے اور نادر بھی ہے۔شعر محوّلہ بالا ملاحظہ ہو:

ہو نہ جس دل میں قیام مصطفیٰ ﷺ وہ بھی ہے شہرِ خموشاں کی طرح

(عکسِ معرفت،ص۵۱)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلوب عشاق میں وجود کے لئے لفظِ قیام حسین ہے۔

اکثر وبیشتر شعرائے نعت نے گنبد خضریٰ کی ترکیب استعمال کی ہے جو راقم کے نزدیک ناروا ہے، اس لئے کہ عربی وفارسی میں موصوف وصفت کی ترکیب میں تذکیروتانیث وتعریف وتنکیر یعنی معرفہ و نکرہ میں مطابقت ضروری ہے۔’’گنبد‘‘ خالص فارسی لفظ ہے، جو مذکر ہے جبکہ خضریٰ خالص عربی لفظ ہے اور مونث ہے،خضرا اخضر کا اسم تفضیل ہے اور مونث کا صیغہ ہے۔

نظر جس سمت اُٹھے گنبد خضرا نظر آئے مرے مالک کرم کردے، مجھے ایسا نظر آئے

(عکسِ معرفت،ص۷۶)

موت آئے مجھے گنبد خضرا پہ نظر ہو اب کوئی نہیں اس کے سوا دل کی تمنا

(عکسِ معرفت،۸۷)

خودکومیں بھول گیا بھول گیا آج کی رات صرف نظروں میں رہا گنبد خضرا کا جمال

(عکسِ معرفت،۱۰۳)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت مستعمل ہونے والی صفات اور آپ کی جانب راجع ضمائر کا بلند وبالا اور عظیم وفخیم ہونا ضروری ہے،لیکن بہت افسوس نیز صد افسوس ہے کہ ان میں بالخصوص ضمائر کے بارے میں اردو کے اکثر شعراء نے بڑی بداحتیاطی کا مظاہرہ کیا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں وہ ضمیریں استعمال کی ہیں جو باہمی بول چال میں عام آدمی بھی اپنے احباء واصدقاء کے لئے استعمال نہیں کرتا مثلاً’’اُن‘‘،’’تو‘‘،’’تم‘‘،’’وہ‘‘،’’ان کا‘‘وغیرہ ضمائر:

عرش سے بہتر ہے جن کی خاک پا ہاں مگر اُن کا ہوں ادنیٰ امتی

(عکسِ معرفت،ص۳۴)

جن کی خاکِ پا عرش سے بہتر ہے اُن کا اُمتی ،جس کو اپنے ادنیٰ ہونے کا اعتراف بھی ہے،

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعلیٰ شخصیت کے لئے ''اُن'' کا استعمال کرے عیاذ اًباللہ!

وہ نہ وہوتے تو نہ ہوتی کائنات ان کی خاطر وسعتِ ارض و سماں

(عکسِ معرفت، ص ۳۵)

اس میں ''وہ'' اور ''اُن کی'' ضمائر کا استعمال نا قابلِ برداشت ہے۔

''ذکر اُن کا قلب کی معراج ہے'' (عکس معرفت، ص ۳۵)

میں ''اُن کا'' کی ضمیر دل میں کھٹکتی ہے:

تم آئے آ گیا دورِ بہاراں یا رسول اللہ گلستاں ہو گیا رشکِ گلستاں یا رسول اللہ ﷺ

(عکس معرفت، ص ۷۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ''تُم'' کا استعمال خار کی طرح چبھتا ہے۔

اسی طرح مصرع

''ظلم اعدا کا دیا تم نے تبسم سے جواب'' میں ''تم'' کا استعمال قوّت برداشت سے باہر ہے۔ (عکس معرفت، ص ۸۲)

یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے اور ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کے باب میں جو لفظ بھی استعمال کئے جائیں، وہ بہت ہی معظم و مکرم اور عظیم وفخیم ہوں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کی بابت جو ضمیریں استعمال کی جائیں وہ بھی اعلیٰ وافضل ہوں۔ اللہ پاک کو نبیِ معظم و مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے انتہائی درجہ کا پاس وادب درکار ہے۔

جب حضرات شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی آوازیں باہمی گفتگو میں پیشِ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند ہو گئیں، تو اللہ پاک نے پارہ ۲۶/سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۲/نازل فرما کر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ نبیِ معظم و مکرم کے حضور تکلم کے آداب کیا ہیں:

جلالین شریف میں پارہ ۲۶/سورۂ الحجرات کی آیت نمبر ۲ کی شانِ نزول کی بابت رقم ہے کہ:

" نزلت فی مجادلة ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما علی النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فی تامیر الاقرع بن حابس اوالقعقاع ابن معبد و نزل فیمن رفع صوته عند النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم۔ جلالین، صفحہ ۴۲۶

ترجمہ: یہ آیت حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقرع بن حابس اور قعقاع بن معبد کو آمر (گورنر) بنائے جانے کے بارے میں بحث ومباحثہ (لغوی معنی آپس میں لڑنا، جنگ کرنا۔

فرہنگ عامرہ، ص ۴۵۵) کی بابت نازل ہوئی، جس میں ان کی آوازیں پیشِ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلند ہوگئی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قعقاع بن معبد کے حق میں، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقرع بن حابس کے حق میں تھے۔ اسی بحث میں ان کی آوازیں بلند ہو جانے پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر جمل وجلالین شریف ص ۴۲۶ وحاشیہ ۲۹)

واضح ہو کہ جلالین شریف کی تفسیر کو جلال الدین محلی (۷۹۱ھ تا ۸۶۴ھ) ابوعبداللہ محمد ابن احمد ملقب بہ جلال الدین نے سورۂ اسرء سے ختم قرآن تک مع سورۂ فاتحہ کی تفسیر رقم کیا تھا، پھر اس کی تکمیل ان کے شاگرد رشید علامہ جلال الدین سیوطی نے کی تھی۔ صاحب جلالین نے ص ۴۲۶ کے حاشیہ نمبر ۳۰/ میں لکھا ہے کہ اوّل سورہ سے **لَا تَشْعُرُوْنَ** تک کی آیات ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، یہی کمالین میں بھی ہے۔

واضح ہو کہ کنز الایمان میں حضرت مولانا محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت مافی البحث کی شرح میں اس کی شانِ نزول کی بابت لکھا ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس خطیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو اپنی آواز اونچی ہونے کی وجہ سے گھر میں بیٹھ رہے تھے اور کہتے تھے کہ میں جہنمی ہوگیا، کیونکہ میں سب سے زیادہ بلند آواز ہوں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (کنز الایمان، ص ۷۴۵ حاشیہ نمبر ۴ ف) مولانا کے الفاظ سے عیاں ہے کہ یہ الفاظ نزول آیت کے بعد کے ہیں جبکہ شانِ نزول قبل نزولِ آیت کے واقعہ سے متعلق ہوتا ہے اور نزول کے بعد کا وقعہ یا تو بطور اطاعت آیت ہوتا ہے یا مخالفت آیت سے متعلق ہوتا ہے۔

مولانا کے اس سلسلہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔''

اس طرح مولانا محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت مافی البحث کی بابت شانِ نزول کے تحت جو باتیں بروایت حضرت ابن عباس نقل کی ہیں وہ باتیں تو صحیح ہیں، لیکن انہیں اس روایت کو شان نزول کے تحت لکھنا نادرست ہے۔ خطیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزول آیت مافی البحث کے بعد گھر بیٹھ گئے اور انہوں نے حضرت سعاد بن معاذ کو بحکم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر بیٹھنے کی وجہ بتلائی تھی، جس پر نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ زور سے بولیں وہ جنتی ہیں کیونکہ ان کی آواز فطرتاً وطبعاً وعادۃً بلند تھی، وہ خطیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔

المختصر: ترجمۃ القرآن وتفسیر کلام الٰہی میں ہوش مند ذہن اور ضروری معلومات کی احتیاج ہے ،جس میں چوک کی بنا پر مفسر اعظم حضرت مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے قرآن پاک کی محولہ بالا آیت کی شان نزول میں ایک غلطی کا ارتکاب ہوگیا اور انہوں نے

زید کی ٹوپی عمرو کو پہنا دی۔ نیز اسی ہوشمندی کے فقدان کے باعث حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت میں عربی قواعد کی ان دیکھی کر کے معطوف ومعطوف علیہ یعنی'' دار'' اور'' ایمان'' کو مضاف و مضاف الیہ میں بدل کر دو یعنی دار اور ایمان کو ایک یعنی (دارالایمان) کر دیا۔

واضح ہو کہ مولانا اشرف علی تھانوی کا محولہ بالا ترجمہ رقم ذیل ہے:

''اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی مال میں حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں، جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے۔(القرآن الحکیم :ترجمہ وتفسیر، اختصاص شدہ بیان القرآن از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، ص ۶۵۸)

جبکہ مولانا اشرف علی تھانوی سے پیشتر اردو کے اوّلین مترجم قرآن، حضرت مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ قرآن پاک کے پارہ ۲۸ رسورۂ الحشر (۵۹) کی نویں آیت کا صحیح ترجمہ کر چکے تھے، جو حسب ذیل ہے:

''اور واسطے ان لوگوں کہ، کہ جگہ پکڑی ہے گھر ہجرت کے میں یعنی مدینے میں اور ایمان میں پہلے ان سے، دوست رکھتے ہیں ان کو جو وطن چھوڑتے ہیں طرف ان کی''

مندرجہ بالا ترجمے کے اس فقرے سے کہ'' مدینے میں اور ایمان میں پہلے ان سے عیاں ہے کہ انصار کو مدینہ اور ایمان دونوں کو اختیار واستقرا کرنے میں مہاجرین پر تقدم وتفوق حاصل ہے۔اس کا سن تصنیف ۱۲۰۵ھ = ۹۱ -۱۷۹۰ء ہے موضح قرآن اس کا تاریخی نام ہے۔ (جادۂ ادب ص ۵۰، از ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری۔ سن طباعت ۲۰۱۴ء)

اردو کے متاخرین مترجمین وشارحین قرآن العظیم میں حضرت مولانا محمود الحسن وحضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی آیت محولہ بالا کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بالکل درست کی ہے۔انہوں نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ'' اس آیت میں (الدار) سے مراد مدینۃ النبی اور (الذین) سے مراد انصار مدینہ ہیں، جو مہاجرین کی ہجرت سے قبل ترک وطن کر کے مدینے میں سکونت اختیار کر چکے تھے اور جو مہاجرین سے پیشتر ایمان وعرفان کی راہ پر مضبوطی سے قائم تھے۔ (عکسی قرآن مجید مترجم ومحشیٰ الشیخ الہند مولانا محمود

الحسن ومولانا شبیر احمد عثمانی، مطبوعہ مدینہ پریس، بجنور، ص ۷۰۹- ف ۳، ۴، ۵)

حضرت سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اپنے ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی، ص ۸۱۷ میں آیت محولہ بالا کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''اور وہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے'' قرآن مجید، ص ۸۱۷''

علامہ مودودی نے مہاجرین پر تفوق انصار ایمان و مدینہ دونوں میں بتلایا ہے، جو بالکل درست ہے۔

کتب تواریخ اس امر پر شاہد ہیں کہ انصار مدینہ کے اسلاف کے سربراہ تبع مغرب کی جانب واقع ممالک کو زیر کرنے کی غرض سے اپنے لشکر کے ساتھ، جس میں چار سو علمائے تورات بھی شامل تھے یمن سے یثرب پہنچے، جہاں ان چار سو علمائے یہود نے نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ کے آثار دیکھ کر یثرب (مدینہ) میں ٹھہر جانے کا عزم کیا اور تبع کے ساتھ مزید کہیں جانے سے انکار کر دیا، چنانچہ تبع نے ان چار سو علمائے یہود کے لئے ایک ایک مکان تعمیر کرائے، ان کو کثیر زر و جواہر دئے، ان کی خدمت کے لئے باندیاں مقرر کیں اور مکہ میں بیت اللہ کے لئے پہلی بار قفل و کلید اور غلاف کعبہ کا انتظام و انصرام بھی کیا۔ انہوں نے ایک مکان بھی نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تعمیر کرایا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تشریف آوری پر اس میں نزول فرمائیں، ساتھ میں اس نے انہیں ایک منظوم نامہ بھی دیا جس کے دو اشعار دست برد زمانہ سے محفوظ رہ پائے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

شهدت علیٰ احمد انه رسول من الله باری النسم
فلو مدّ عمری الیٰ عمره لکنت وزیراً له وبن عم

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے شک اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نطفوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری عمر، آپ کی عمر تک دراز ہوئی، تو میں آپ کا وزیر اور چچازاد بھائی ہونگا۔ (جذب القلوب الیٰ دیار حبیب۔ الشاہ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۵۸/۵۷)

یہ نامۂ مبارک اس ہدایت کے ساتھ ان چار سو علماء و مکانات کے متولی شاؤل یا شامول کو اس ہدایت کے ساتھ دیا تھا کہ اگر وہ عہد نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پائے تو وہ خود ورنہ جو بھی متولی نبی معہود کے عہد مبارک کو پائے تو وہ (یہ نامہ) نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش کر دے۔ یہ نامہ سربہ مہر تھا، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری نے جو شاؤل کی اولاد میں سے تھے اور جو اس

وقت متولی کے عہدے پر فائز تھے۔ اس نامۂ مبارکہ کو حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پہنچا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خط کو لے کر تبع کے ایمان کا اعلان کرتے ہوئے اسے ابن عم کے لقب سے ملقب بھی کیا۔

واضح ہو کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی لئے اپنی ناقہ قصویٰ کی بابت فرمایا تھا" **خلی عن سبیلها فانها مامورة من اللّٰه** "یعنی اونٹنی سے چھیڑ چھاڑ مت کرو کیونکہ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہے۔

جہاں تک عربی زبان کے تراجم کا تعلق ہے، وہ اس قبیل کے اسقام سے پاک وصاف ہیں۔ کیونکہ صاحب تراجم اہل زبان تھے۔

علامہ جلال الدین محلی نے اس آیت مقدسہ کی تفسیر بایں طور کی ہے "**والـذیـن تبـو والدار المدینه والایمان ای الفوه**" (الزموہ ویختاروا۔ از راقم) **وهم الانصار۔من قبلهم یحبون من هاجر الیهم** ۔ (جلالین شریف، ص ۴۵۵)

راقم کو جناب مستؔ سیتاپوری کی حمدیہ ومناجاتیہ شاعری میں کوئی معترض علیہ شعر نہیں ملا۔ المختصر قرآن پاک کے مترجمین کے لئے لازم تھا اور ہے کہ وہ عربی زبان کے، جس میں قرآن پاک کا نزول ہوا ہے اور اس زبان کے جس میں ترجمہ کیا جا رہا ہے نیز علم القواعد، علم اللغات پر مکمل دسترس حاصل کریں اور یہ کام ذہنی بیداری اور ذہنی حضور کے ساتھ کریں، یہی ہوش مندی، ہوشداری اور علوم وفنون پر قدرت نعت نویسی میں بھی درکار ہے، چونکہ نعت کے باب میں بھی افراط وتفریط دونوں ہی مہلک ہیں۔

متعلقہ آیات کریمہ درج ذیل ہیں:

یٰـاَیُّهـا الّـذِیـنَ اٰمَنُوا لَا تَرفَعُوآ اَصوَاتَکُم فَوقَ صَوتِ النّبِی وَ لَا تَجهَرُوا لَهٗ بِـالـقَـولِ کَجَهرِ بَعضِکُم لِبَعضٍ اَن تَحبَطَ اَعمَالُکُم وَ اَنتُم لَا تَشعُرُون☆اِنّ الّذِینَ یَـغُـضّـونَ اَصـوَاتَهُم عِندَ رَسُولِ اللّٰهِ اُلٰئِکَ الّذِینَ امتَحَنَ اللّٰهُ قُلُو بَهُم لِلتّقوٰی لَهُم مَغفِرَةٌوّ اَجرٌ عَظِیمٌ☆ (القرآن پارہ ۲۶ سورۂ الحجرات آیات ۲،۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر تک نہ ہو۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس دبی ہوئی آواز میں بولتے ہیں، ان ہی لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ادب کی تخم ریزی کے لئے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لئے معافی اور بڑا ثواب ہے۔

ان آیاتِ کریمہ کا اقتضاء النص یہ ہے کہ نعت خوانی ونعت گوئی میں بھی حددرجہ ادب ملحوظِ خاطر رکھا جائے اور انبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسے الفاظ وضمائر منتخب نہ کی جائیں جن میں حددرجہ ادب نہ ہو۔ اکثر شعراء جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے "تم"، "تو"، "وہ"، "اُن"، "تمہارا" اور "اُن کا"، قبیل کی ضمیریں استعمال کرتے ہیں وہ سوءِ ادب کے حامل ہیں اور قطعی طور پر مذموم ہیں۔ ہمارے یہاں آپس میں بھی بوقتِ گفتگو اس قبیل کی ضمیریں استعمال نہیں کی جاتیں، تو اُن ضمیروں کا استعمال اُس ذات کے لئے جو بعد از خدا بزرگ ترین ہے، کیسے قابلِ برداشت ہوگا۔ ہم سبھی کو ان سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

بفضل الٰہی راقم کو بہت سے اچھے ناعتین کے نعتیہ اشعار سننے اور پڑھنے کے مواقع دستیاب ہوئے، لیکن ان کے سرمایۂ نعت میں ایسا کوئی شعر نظر نواز نہیں ہوا، جس میں آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی بے نظیر قدرت کی تبیین ہو، جس سے خلائق خداوندی عاجز ہو۔ عمومی الفاظ استعمال کر کے، عمومی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدرت کے اظہار میں بہت سے اشعار مل جائیں گے، لیکن جیسا کہ عربی کے ممتاز شاعر متنبّی نے کہا ہے کہ " **و باضدادھا تتبین الاشیاء** " یعنی اشیاء کی وضاحت اپنے اضداد سے ہوتی ہے، راقم کو اردو نعتیہ سرمایہ میں ایک بھی ایسا شعر نظر نواز نہیں ہوا، جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ایسا فعل یا عمل بیان ہوتا، جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ ساری خلائق عاجز ہو۔ کہنے کو تو جناب مستؔ حفیظ رحمانی صاحب نے بھی کہا ہے:

نہ ہوتے آپ تو کچھ بھی نہ ہوتا ہر ایک شئے پر ہے احسان محمد ﷺ
(عکسِ معرفت، ص۴۴)

کوئی تعریف اب اس کے سوا ہو ہی نہیں سکتی خدا کے بعد بس اعلیٰ ہی اعلیٰ میرے آقا ہیں
(عکسِ معرفت، ص۴۷)

محو حیرت ہوئے آسمان و زمیں دیکھ کر آپ کا مرتبہ مصطفیٰ ﷺ
(عکسِ معرفت، ص۵۳)

خدا نے مرتبہ بخشا وہ تم کو خدا کا جو بھی ہے، وہ ہے تمہارا
(عکسِ معرفت، ص۱۱۴)

لیکن اردو کی نعتیہ شاعری میں ایسے اشعار کا فقدان ہے، جن سے صاف پتہ چلتا ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے نظیر شخصیت، اپنے بہت سے افعال واعمال میں، اپنے سوا کے لئے معجز ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دو اعمال میں اعجز المعجزین کی بات کرتے ہوئے "اَیُّکُم

مِثلِی" فرمایا ہے۔یعنی تم میں سے کون مجھ جیسا ہے۔؟ یہاں استفہام انکاری ہے،یعنی کوئی نہیں ہے۔ یہ جملہ آپ نے دومواقع پر استعمال فرمایا ہے۔اوّل،صوم وصال میں دوسرے خلع نعال کے موقع پر۔ ویسے تو بہت سارے ایسے بے راہ رو ہیں، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے" اَیُّکُم مِثلِی" ؟ کے با وجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام بشر گردانتے ہیں۔عیاذاًباللہ!

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فقرہ کی توضیح کی بابت اس حدیث کی شانِ ورود کو جاننا ضروری ہے۔ بخاری ومسلم میں مرقوم ہے اس حدیث کا متن ذیل میں مندرج ہے:

نبیِ مکرم محمد اُمی وعربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئی کئی دنوں تک متواتر بغیر سحری وافطار روزے رکھتے تھے۔اس قبیل کے روزہ کو صوم وصال کہتے ہیں ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس روزہ کی بابت معلومات حاصل کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کئی اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنا شروع کیا،لیکن وہ دو ہی دنوں کے بعد لاغری اور بے قوّتی کے باعث قدم قدم پر گرنے لگے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت کی،تو آپ کو بتلایا گیا کہ یہ صومِ وصال رکھ رہے ہیں،تب نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا"اَیُّکُم مِثلِی "تم میں سے کوئی مجھ جیسا نہیں ہے۔اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو صوم وصال سے منع کرتے ہوئے فرمایا" اَیُّکُم مِثلِی اِنّی اَبِیت یُطعَمنِی رَبّی وَ یُسقِینِی " (بخاری ومسلم) میں رات اس حالت میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلا پلا دیتا ہے اس طرح یہ اختصاصاتِ نبویہ میں سے ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فقرہ کو ایک دوسرے موقع پر بھی استعمال کیا ہے۔اب کے بار کی شانِ ورود حسبِ ذیل ہے:

''جبرئیل نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دورانِ صلوٰۃ یہ اطلاع دی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مبارکین میں معمولی سی نجاست ہے ، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مبارک نعلین اُتار دیں۔شیدائے رسول مبارک علیہ التحیۃ والتسلیم نے بھی اپنی اپنی جوتیاں اُتار دیں۔ بعد اختتام صلوٰۃ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے شیدائیوں سے دریافت فرمایا کہ میں نے تو جبرئیل علیہ السلام کی اس اطلاع پر اپنے نعلین اُتار دئے تھے کہ اس میں جوں کا خون ہے۔(کنز الایمان ص۵۰۹) لیکن تم نے اپنی جوتیاں کیوں اُتار دیں تو انہوں نے عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقلید میں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فقرۂ سابقہ "اَیُّکُم مِثلِی "کا اعادہ فرمایا تھا۔

''نورالانوار'' کے مصنف مُلّا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ حدیث مقدسہ اس سیاق وسباق

میں نقل کی ہے کہ چند امور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی نہ ہوگی، کیونکہ وہ اختصاصات نبویہ ہیں اوران کی پیروی بشری قوّت سے باہر ہے۔یعنی ان کی پیروی کوئی بشر نہیں کرسکتا (نورالانور۔مصنفہ مُلا احمدؔ جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،التوفی ۱۱۳۰ھ مدفون قصبہ امیٹھی، یوپی، بھارت،ص ۲۶ رمع حواشی ۸و۹)

عشقِ نبی وعشق اصحابِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں جناب مستؔ سیتا پوری کی شخصیت قابلِ فخر ہے۔آپ کے وہ اشعار،جن میں آپ نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت یا اصحاب نبی آخرالزماں کی منقبت سپرد کی ہے،ان میں آپ (عالی جناب مستؔ سیتاپوری) کا خلوص اور تیور دیدنی ہے،آپ کی بابت راقم ماسبق میں بھی کہیں عرض کر چکا ہے کہ آپ شہنشاہ صنائع وبدائع ہیں،جس کے ثبوت میں درج ذیل اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں:

بزم سرکار میں حاضر جو ہوا آج کی رات ہوش کو بھی نہ مرے ہوش رہا آج کی رات
(عکسِ معرفت،ص۱۰۲)

کہوں کیا میں درِ سرکارﷺ سے کیا لے کے آیا ہوں اندھیرا لے کے پہنچا تھا اُجالا لے کے آیا ہوں
(عکسِ معرفت،ص۱۲۰)

اس میں ’’اندھیرا‘‘ اور ’’اُجالا‘‘ نیز ’’لے کے پہنچا‘‘ اور ’’لے کے آیا ہوں‘‘ میں تضاد ہے اسی طرح ’’پہنچا تھا‘‘ اور ’’آیا ہوں‘‘ میں بھی تضاد ہے۔واضح ہو کہ تضادات کا یہ اجتماع قابل ستائش ہے اور جناب مستؔ کی علم البدیع پر زبردست قدرت کا مظہر ہے:

یہ اہلِ عقل ہی جانیں انہیں کیا کیا نظر آیا ہم اہل عشق ہیں ہم اُن کا جلوہ دیکھ آئے ہیں
(عکسِ معرفت،ص۱۲۲)

یہاں ’’اہلِ عشق‘‘ اور ’’اہلِ عقل‘‘ میں تضاد ہے۔اسی طرح ’’نظر آئے‘‘ اور ’’دیکھ آئے‘‘ میں معنوی تضاد ہے:

الٰہی سکھا دے مجھے یہ قرینہ رٹوں رات دن میں مدینہ مدینہ
(عکسِ معرفت،ص۱۲۳)

یہاں ’’رات‘‘ ’’دن‘‘ میں تضاد ہے اور ’’مدینہ مدینہ‘‘ کی لفظی تکرار بہت حسین اور مظہرِ عشق ہے۔
’’باخبر‘‘ اور ’’بےخبر‘‘ کا تضاد جناب مستؔ حفیظ رحمانی کے درج ذیل شعر میں ملاحظہ فرمائیں:

مرے کریم عطا کردے معرفت اپنی میں بےخبر ہوں مجھے خود سے باخبر کردے
(عکسِ معرفت،ص۱۲۵)

یہاں معرفت الٰہی کی التجا اور عنوان کتاب ''عکس معرفت'' کی بات میں تصادم ہے اور اس طرح تضاد بھی ہے۔

مصرعہ ثانیہ میں ''بے خبر'' اور ''باخبر'' کے تضاد کی برجستگی ملاحظہ کریں۔ یہاں ''باخبر'' سے مراد معرفت ذات الٰہی کا زینہ ہے۔ کیونکہ ''من عرف نفسہ عرف ربہ'' یعنی جس نے اپنے کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

جمالِ مصطفیٰ ﷺ ہے اور میں ہوں زمیں سے آسماں تک دیکھتا ہوں

(عکسِ معرفت، ص ۱۲۹)

شعر مذکورہ بالا میں ''زمین'' اور آسمان'' نیز ''سے'' اور ''تک'' میں تضاد ہے۔

نعت کے باب میں نبی خاتم النّبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوئے مرتبت کے بارے میں اس حقیقت کی وضاحت مناسب ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے خصائص ایسے ہیں، جن میں آپ کا کوئی سہیم وشریک نہیں ہے۔ مثلاً صومِ وِصال اور خلع نعال سے متعلق واقعات، جن کی بابت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا ہے ''اَیکُم مِثلِی''، تم میں سے کون میرے مثل ہے؟ یعنی کوئی نہیں ہے۔

راقم نے موصوف کو شہنشاہِ صنائع بدائع کہا ہے۔ فی الواقع حقیقی تضاد کے لئے آٹھ شرطیں درکار ہیں۔ مستؔ سیتاپوری کے یہاں تلمیحات کا بھی بکثرت استعمال ہوا ہے۔ جو ان کے مطالعہ کی گہرائی و گیرائی کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس قبیل کے چند اشعار ہدیۂ قارئین وناظرین ہیں:

ابرہا اٹھا ہے پھر کعبہ ڈھانے کے لئے جذبۂ مُطّلبی کی ہے ضرورت دل میں
پھر ابابیل بھی آئیں گی بچانے کے لئے عجز سے ہاتھ اُٹھاؤ تو خدا کی جانب

(عکسِ معرفت، ص ۱۳۰)

تلمیح کے باب میں جناب مستؔ سیتاپوری کا منقبت خدیجہ میں نظم کردہ درج ذیل شعر لاثانی ہے:

عورتوں میں سب سے اونچا ہے خدیجہ کا مقام سب سے پہلے آپ کو ایمان کی دولت ملی

(عکسِ معرفت، ص ۱۳۹)

مندرجہ بالا شعر دیدہ ریزی کے ساتھ وسعت مطالعہ کا بھی مقتضی ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذاتِ گرامی وہ شخصیت ہے جو واقعۂ حرا کے بعد، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئی تھیں، جن

کا کتب سماویہ، تورات وانجیل کا علم ، بحرِ ذخّار کے مانند وسیع وعمیق تھا۔ آپ نے غارِ حرا کے وقعات سماعت کر کے کہا تھا کہ آپ سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جوشخصیت غارِ حرا میں آئی تھی، وہ انہی گبرئیل یعنی جبرئیل، کی شخصیت ہے، جو رُسل سابقہ کے پاس وحی لے کر آیا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی، اتنا سنتے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور سب کے بہی خواہ ہیں، تو حضرت ورقہ نے فرمایا کہ یقیناً یہی ہوگا، کیونکہ تورات وانجیل میں یہی مرقوم ہے۔ اس طرح حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے صحابی رسول ہیں کتب اسماء الرجال میں بھی آپ کو صحابیِ رسول رقم کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو: **المشکوٰۃ المصابیح ۔ فصل فی الصحابه ورقه بن نوفل: ورقه بن نوفل بن اسد القرشی کان تنصّر، فی الجاهلیة و قرء الکتاب و کان شیخاً کبیراً قد اعمیٰ و هو ابن عم خدیجه اُمّ المومنین** (اکمال فی اسماء الرجال، ص ۶۲۱، ۶۲۲)

ترجمہ از راقم: ورقہ بن نوفل ۔ ورقہ بن نوفل بن اسد۔ آپ قریشی ہیں۔ آپ زمانۂ جاہلیت (زمانہ ماقبلِ اسلام، زمانۂ جاھلیت کہا جاتا ہے) میں نصرانی تھے۔ آپ کتب سماویہ، توراۃ وانجیل کے عالم کبیر تھے۔ آپ (اس وقت) عمر دراز شیخ تھے، آپ نابینا ہو چکے تھے اور آپ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا کے صاحبزادے تھے۔ معلوم نہیں کس بنا پر صاحب اسماء الرجال ، صاحب مشکوٰۃ نے حضرت خدیجہ کے باب میں آپ کے تعارف کے مابین رقم کیا ہے کہ ''وہی اوّل من اٰمن کافۃ الناس ذکرہم واناثہم (وہ تمام لوگوں میں خواہ ان کا تعلق طبقۂ رجال سے ہو یا طبقۂ اناث سے ہو پہلی ایمان والی ہیں، سیرت کی متعدد کتابوں میں مرقوم ہے کہ سب سے پہلے حضرت ورقہ بن نوفل: نے غار حرا سے متعلق واقعات سماعت کر بتلایا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آنے والی شخصیت حضرت جبرئیل کی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ حیثیت نبی مرسل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شناخت کی تھی۔ موصوف نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرتے ہوئے ، ہجرت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معاونت کی تمنا اور اس کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوّلین مومن اور سب سے پہلے صحابی ہیں۔ جنابہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری مومنہ اور دوسری صحابیہ ہیں۔ دونوں کے انساب یوں ہیں۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد اور ورقہ بن نوفل بن اسد۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق، علامہ مستؔ سیتاپوری کا شعر ملاحظہ ہو:

اک مدبر اک مفکر حضرت سلمان ہیں آ رہی ہے آج بھی ہر ایک خندق سے صدا
(عکسِ معرفت، ص ۱۳۸)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منقبت میں جناب حفیظ رحمانی مستؔ سیتاپوری کا ذیل میں منقول شعر قرآنی تلمیحات کے ضمن میں ایک اچھا شعر ہے، جو عمیق مطالعے کا متقضی ہے:

پاکبازی کی سند دی عائشہ کی شان میں مالکِ قرآن کا یہ آپ پہ لطف وکرم
(عکسِ معرفت، ص ۱۳۹)

علامہ حفیظ رحمانی نے اپنے اس شعر میں ''قد افلح المومنون'' پارہ ۱۸، سورہ نور کی اُن اٹھارہ آیتوں کی جانب تلمیح کی ہے، جو برأت عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر عیاذاً باللہ تہمت لگائی تھی۔ منافقین نے یہ جھوٹا بے بنیاد الزام ۵ھ میں لگایا تھا۔ اللہ پاک نے منافقین کی اس تہمت کو قرآن پاک کی سورۂ نور کی سولہویں آیت میں، بڑا بہتان قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ ''سبحانک ھذا بہتان عظیم'' اور اس قسم کے الزامات لگانے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں عذاب الیم کی وعید سنائی ہے۔

مستؔ سیتاپوری کا اللہ پاک کے لئے ''مالکِ قرآن'' کا فقرہ بھی ایک بلیغ فقرہ ہے۔ حضرت حسان کی شعری فضیلت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہیں منبر پر بیٹھالنا اور اس طرح حضرت حسان کو شہنشاہ نعت کا خطاب مرحمت فرمانا اور اس سرفرازی کا یہ ثمرہ کہ لفظ حسان نے وصف کی شان اختیار کرلی ہے، عطائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نتائج ہیں۔ چنانچہ ہر عظیم شاعر نعت کو حسّان کہا جانے لگا، جس طرح ہر سخی کو حاتم اور ہر بہادر کو رُستم کہا جاتا ہے، اسی طرح ہر اچھا نعت گو حضرت حسّان کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے، جیسے ایرانی شاعر افضل الدین خاقانؔی کو حسّان العجم اور مولانا غلام علی آزاؔد بلگرامی کو حسّان الہند کہا جاتا ہے۔

راقم نے جناب حفیظ رحمانی مستؔ سیتاپوری کو علم البلاغت اور علومِ معانی بیان و بدیع پر ان کی قابلِ تعریف مہارت کے باعث بجا طور پر شہنشاہ صنائع و بدائع کہا ہے۔ علم البلاغت کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ کثرت تکرار اور تتباع اضافات مخل فصاحت ہیں، لیکن عظیم شعراء کے یہاں پہنچ کر، یہی مخلِ فصاحت چیزیں ذرائع ازدیاد فصاحت بن جاتی ہیں۔ جیسے غالبؔ کے یہاں تتابع اضافات کی جلوہ گری ملاحظہ ہو:

نینداس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہوگئیں

اب قادر الکلام شاعر اور پیکر صنائع و بدائع کے یہاں تکرارِ الفاظ کی ہنرمندی ملاحظہ ہو:

گزرنا ہے تو موجِ خوں گزر ہی جائے اب سر سے　　نبی کا در نہ چھوڑا ہے نبی کا در نہ چھوڑیں گے
ہمیں تو پیروی حضرت حسّان کرنی ہے　　غزل کو چھوڑ دیں گے مدحِ پیغمبر نہ چھوڑیں گے
(عکسِ معرفت، ص۶۳)

روز و شب ہیں نور کے ، ہے لمحہ لمحہ نور کا　　ہم جہاں ہیں اس جگہ ہے ذرہ ذرہ نور کا
دیکھنا ہے اس لئے آنکھیں یہ کر دے نور کی　　اُن کا جلوہ نور کا ہے اُن کا پردہ نور کا
ہر طرف سے نور کا سیلاب ہے آیا ہوا　　قطرہ قطرہ نور کا ہے ، دریا دریا نور کا
دل کی آنکھوں سے اگر دیکھیں، تو آئے گا نظر　　ہر طرف بکھرا ہوا ہے ایک سایہ نور کا
(عکسِ معرفت، ص۱۰۴)

تکرار الفاظ وتتابع اضافات کے باب میں بڑے بڑے شاعروں کا ناطقہ ایک دو اشعار کے بعد ہی بند ہو جاتا ہے لیکن قادر الکلام شاعر حضرت مستؔ حفیظ رحمانی اپنی نعتوں میں اس قبیل کے باب میں اشعار پر اشعار کہتے چلے جاتے ہیں، پھر بھی ان کی قوّتِ گویائی جواب نہیں دیتی۔ راقم کے نزدیک وہ اس فن یعنی تکرار الفاظ کے ذریعہ، جو اکثر علمائے بلاغت وفصاحت کے نزدیک مخل فصاحت ہے، کلام میں حُسن پیدا کرنے کے فن میں ماہر ہیں۔

جناب مستؔ سیتاپوری کی ایک یہ طرز بھی لائق مدحت ہے کہ آپ نے حسب موقع کہیں کہیں پر ہندی کے سبک الفاظ بڑے سلیقہ سے نظم کئے ہیں۔ مثال میں اسی قبیل کے چند الفاظ کا استعمال ملاحظہ ہو:

پُنہ:

پنہ اے رحمتِ عالم عطا ہو　　کہاں جائے یہ غم کا مستؔ مارا
(عکسِ معرفت، ص۱۱۵)

پروت بمعنی پہاڑ:

اپنی حقیقت جان گیا ہے ذرہ بھی اور پروت بھی　　ایسی اک آواز لگائی میرے کملی والے نے
(عکسِ معرفت، ص۱۲۳)

یہاں ’’ذرہ‘‘ و ’’پروت‘‘ کا تضاد بھی دیدنی ہے۔

تلووَں اور تلے:

بس یہی اک التجا ہے اپنے تلووَں کے تلے مجھ کو بھی دے دیجئے دو گز زمیں میرے حضور
(عکسِ معرفت، ص۴۹)

پاپ بمعنی گناہ:

بخش دے یارب مرے ماں باپ کو جسم سے دھو دے مرے ہر پاپ کو
(عکسِ معرفت، ص۱۰۹)

سُدھ = ہوش وحواس:

عجیب ایک نور سا فضا میں یوں بکھر گیا نہ سوچنے کی سدھ رہی نہ دیکھنے کی تاب ہے
(عکسِ معرفت، ص۱۱۲)

عکسِ معرفت میں کئی سلام شامل ہیں۔ راقم نے اپنے پی ایچ۔ڈی کے مقالے میں سلام گوئی سے متعلق یہ فیصلہ کیا تھا کہ راقم کو فارسی وار دو کی نعتیہ شاعری میں علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامؔی سے قبل سلام کی ساخت میں نعتیہ اشعار دستیاب نہیں ہوئے اس لئے وہ،

علامہ جامؔی کو سلام کا موجد مانتا ہے۔ راقم ڈگری یافتہ ۲۴/مارچ ۱۹۸۴ء۔

راقم کو عکسِ معرفت میں کئی اچھے سلام نظر نواز ہوئے ہیں۔ علامہ مست حفیظ رحمانی نے کئی لائقِ تعریف سلام، شامل مجموعہ حمد ونعت ومنقبت کئے ہیں، جن میں سوز وگداز وفورِ شوق، شیفتگیٔ جذبات، عشقِ رسولِ مکرم کا والہانہ پن، وجد آفریں ہے۔ اس قبیل کے چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:

خدا فرشتے یہ جن وانساں سبھی کا ٹھہرا ہے مشغلہ یہ تو کہہ رہا ہے یہ عرشِ اعظم درود تم پر سلام تم پر
یہ مستؔ اشعار پڑھ رہے ہیں یہی تو تھی آرزو ہماری ہمارے آقا ﷺ ہمارے ہمدم درود تم پر سلام تم پر
(عکسِ معرفت، ص۱۱۸)

نعت کے ممتاز شاعر کے اُس سلام میں، جو ان کے مجموعہ حمد ومناجات ونعت ومنقبت کے ۱۳۳ و۱۳۴/صفحات میں شامل ہے، کئی فنی اغلاط درآئے ہیں، جن پر اجمالی بحث درکار ہے۔ اس سلسلہ میں اوّلاً یہ عرض ہے کہ سلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا ذکرِ خیر تغلیباً واصلاً ہوتا ہے یعنی سلام کی فضائے پاک میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر حاوی ہوتا ہے اور آپ کے علاوہ کو سلام میں ضمنی حیثیت دیتے ہوئے شامل کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کے پیش کردہ سلام میں غیر نبی کا استیلا ہو

جائے تو شاعر کا یہ فعل، فعل غیر محمود، بلکہ فعل مذموم ہوگا۔

مسؔت سیتاپوری کے زیر بحث سلام میں صرف ایک شعر نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے، بقیہ گیارہ اشعار میں خلفائے اربعہ اور حضرت امام حسن، سیدالشہدا حضرت امیر حمزہ، سردار جنت جنابہ فاطمہ لختِ جگر رسول پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صلاح الدین ایوبی، فضل رحمانی نیز مسؔت سیتاپوری خود شامل نعت ہیں۔ اس طرح یہ سلام مقتضیات سلام پر کھرا انہیں اُترتا اور راقم کے نزدیک یہ سلام، سلام کے نظریہ سے ساقط المعیار رہے۔

سلام مافی البحث کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے اوّلین شعر میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بایں طور سلام پیش کیا گیا ہے:

اپنے سرکار دو عالم کی رسالت کو سلام میرے آقاﷺ آپ کی شان کی امامت کو سلام

(عکسِ معرفت، ص۱۳۳)

اس ایک نعتیہ شعر کے بعد چار اشعار خلفائے اربعہ کی منقبت میں اس طرح شامل ہیں کہ ہر خلیفہ کے بارے میں ایک ایک شعر درج ہے، مزید برآں نویں شعر میں خلفائے اربعہ کی اجتماعی منقبت اس طرح کی گئی ہے کہ ان کے حوصلہ کا ذکر کرتے ہوئے انہیں افضل پا کبازان رسالت بتا گیا ہے۔ ساتواں شعر حضرت حسن کی بابت ہے، لیکن ان کا ذکر خلیفہ کی حیثیت سے نہیں کیا گیا بلکہ اُن کا ذکر ایک حکمراں کی حیثیت سے ہے، جبکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعدد احادیثِ نبویہ کی رو سے خلیفۂ خامس بھی ہیں۔

واضح ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الخلائق خداوندی نے کبھی شئی کا تعین عدد کے ذریعہ کیا ہے، جیسا کہ عشرہ مبشرہ کے باب میں اور کہیں کسی شئی کو ایام و ماہ وسنین کے ذریعہ محدود کیا ہے، جیسا کہ خلفاء کے باب میں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلفاء کی تعداد کو مرورِ مدت کے ذریعہ محدود کیا ہے، اس سلسلہ میں تین احادیث مذکور ہیں جن میں سے ایک کے راوی حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور یہ حدیث سنن ابی داؤد میں کتاب السنہ، کے عنوان کے تحت باب الخلفاء کے ضمن میں منقول ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں "و الخلافة فی امتی ثلثون سنه ثم ملك بعد ذالك " یعنی خلافت میرے بعد تیس سالوں تک چلتی رہے گی، پھر اس کے بعد شہنشاہیت کا دور شروع ہوگا، آپ کا وصال ۱۲/ربیع اوّل ۱۱ھ میں ہوا، چنانچہ مدت خلافت ۱۲/ربیع اوّل ۴۱ھ کو اختتام پذیر ہوئی اور اس مدت معینہ میں خلفاء کی تعداد پانچ ہے، نہ کہ چار۔ حضرت مسؔت سیتاپوری نے خلفاء کی تعداد کو چار میں

محصور کر کے حدیث کی خلاف ورزی کی ہے۔

مدت خلفاء کے بارے میں دیگر دو احادیث نبویہ ابن کثیر نیز البدایہ والنھایہ میں مذکور ہیں۔ جن میں سے ایک کے الفاظ "**الخلافة بعدی ثلثون سنة بعدها ملكا عضوضا**" ہیں یعنی خلافت میرے بعد تیس سالوں تک چلتی رہے گی، اس کے بعد وہ کٹی سلطنت میں متبدل ہو جائے گی۔

فی الواقع علامہ مستؔ سیتاپوری کی بہت ساری نعتیہ کاوشیں کافی اچھی اور معیاری ہیں، جو آپ کی مساعی جلیلہ کی باعث قابلِ قدر و وقیع ہیں اور اردو ادب میں ایک گراں مایہ سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ راقم شاعر نعت کو دل کی گہرایؤں سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

☆☆☆

سید غلام علی بیابانی (اچلپور۔مہاراشٹرا)

علاقۂ ودربھ کا اوّلین اور مکمل نعتیہ دیوان

(دیوانِ امجد فی مدحِ احمد)

حضرت ابوالفتح ضیاءالدین محمد عرف سید امجد حسین خطیب غزنوی الانبازی (ولادت 1248ھ / بمطابق 1832ء، وفات 1323ھ / بمطابق 1905ء)، اُس لائقِ صد تکریم و تعظیم شخصیت کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی ہے جسے باشندگانِ برار و دکن آج تک آفتابِ برار کی عرفیت ثانی سے یاد کرتے ہیں۔ علاقۂ برار و دکن کی ادبی و ثقافتی تاریخ میں آپ کی تمام مطبوعات، تالیفات اور قلمی مخطوطات زبردست کارنامے ہیں اور یادگار ورثہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

''دیوانِ امجد فی مدحِ احمد'' بھی موصوف کا ایک اہم ترین نعتیہ شاہکار ہے۔ جو آپ کے خلفِ اکبر سید عظمت حُسین خطیب کے زیرِ اہتمام 1313ہجری میں مطبع فیض منبع چودھویں صدی راولپنڈی سے پہلی بار منصۂ شہود پر آیا تھا۔

یہ دیوان خطیب امجد حُسین صاحب کے نعتیہ قصائد و دیگر منظوم تقدیسی تخلیقات پر مشتمل ہے۔ مذکورہ دیوان پر ہمہ پہلو تبصرے سے قبل تمہیداً صنفِ نعت کی تعریف اور اس کے آغاز و ارتقاء سے متعلق اجمالی تذکرہ پیش ہے۔

''نعت'' ایک عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی مدح، ثنا اور تعریف و توصیف کے ہیں۔ لیکن اس لفظ کے لغوی و اصطلاحی معنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور ذکر و ثنا سے مخصوص ہیں۔ اسی لئے اس صنف کو ہمیشہ ہی سے ایک نہایت برگزیدہ صنفِ ادب تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ جس کا تقدس ازل سے جاری اور ابد تک قائم و دائم رہے گا۔

صنفِ نعت کی برگزیدگی، تقدس اور اہمیت کی مثالوں کے لئے شعراء کے دواوین کھنگالنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ''قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی خود نعت خوانی فرمائی۔ خلّاقِ کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد و احمد و محمود کے نام سے مشرّف فرمایا ہے اور قرآن میں خود ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی احمد و محمد و محمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو (میری اتباع و فرمانبرداری میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پورے ادب و احترام اعزاز و اکرام کے ساتھ بھیجو " **اللّٰھم صل سید نا و نبینا محمد و علی آل سید نا محمد و بارك و سلم تسلیما کثیراً کثیره**"(۱)

اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے خود خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تعریف فرمائی۔ جو قرآن میں جابجا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس طرح نعت کی برگزیدگی از خود ثابت ہو جاتی ہے۔

''ضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کے ان دعائیہ اشعار کو بھی نعت میں شمار کیا جانے لگا ہے۔ جو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کرتے وقت فرمائے تھے:

اعیذ با للّٰہ ذولجلال　　　مِن شر مامر علی الجھال

حشی اراہ حامل الحلال　　　و بفعل العرف الی الھلال

یعنی ''میں اپنے نورِ نظر کو اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں، یہاں تک کہ میں اس کو اونٹ پر سوار دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور ناداروں کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آنے والا ہے۔''(۲)

عربی شاعری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مندرجہ ذیل شعر بھی اپنی مثالِ آپ ہے:

اللّٰہ یعلم شانہٗ　　　وھوالعلیم بیانہ

(''اللہ پ کی شان جانتا ہے اور وہ آپ۔۔۔۔ کے بیان سے باخبر ہے'')

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدحِ نبوی میں سب سے پہلے نعت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"**من راہ بدیھه حصا بهٗ و من خالطه معرفۂ احبه یقول نا عته لم ارا قیله و لا بعده مثاله**"

(جس شخص کی نظر آپ (رسولِ خدا پر یک بارگی پڑتی وہ ہیبت کھاتا ہے، جو آپ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ ملاقات کرتا رہتا وہ آپ (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرنے لگتا، اور ''ناعت'' (نعت کہنے والا) یہ کہہ اٹھتا ہے کہ اُس نے آپ (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کے مثل نہ اس سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ بعد میں''(۳) (جامع ترمذی۔ ص:567)

نعت گوئی کا آغاز عہدِ نبوی سے ثابت ہے نعت گوئی کی تاریخ میں حضرت ابوطالب کو اوّلین نعت گو ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی آپ کے تئیں اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار منظوم پیرائے میں کیا۔حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اپنے والدِ محترم کی شانِ اقدس میں کہے گئے نعتیہ اشعار بھی نعت گوئی کی تاریخ کا انمول سرمایہ ہیں۔علاوہ ازیں بقول ڈاکٹر عمر فاروق:

''کہا جاتا ہے کہ خود حضور نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کعب بن زہیر، لبید بن ربیعہ، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت وغیرہ سے اپنی نعتیں سماعت فر مائیں تھیں۔''(۴)

اس طرح عہدِ نبوی کی یہ نوزائیدہ صنف ادب ''نعت'' بتدریج ارتقاء پذیر ہوئی اور عظمت و تقدیس کی امین بن کر اُبھری، اور بہت جلد چہار دانگِ عالم میں اس کا ڈنکا بجنے لگا۔

عربی زبان کے ساتھ دنیا کی دیگر زبانوں میں صنفِ نعت کے اثر و نفوذ کا تحقیقی جائزہ لینے پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فارسی اور ترکی زبان میں رائج ہونے کے بعد اُس نے دنیا کی تمام زبانوں میں بتدریج قبولِ عام کی سند حاصل کر لی۔ بقول ڈاکٹر نسیم اقتدار علی:

''حبشی زبان میں بھی نعت گوئی کے کچھ اچھے نمونے پائے جاتے ہیں''

فارسی ادبیات کی تقلید کے زیرِ اثر اس تقدیسی صنف نے اردو شعر و ادب میں نہایت وقار اور دبدبے کے ساتھ قدم رنجہ فرمایا اور تقریباً ہر شعری تخلیق کے باضابطہ آغاز سے قبل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں والہانہ جذبات سے لبریز خراجِ عقیدت کا اظہار ضروری امر قرار پا گیا۔

اردو میں نعت گوئی کے ابتدائی نمونے ہمیں صوفیائے کرام کی شعری تخلیقات میں ملتے ہیں۔نعت گوئی کا پہلا نمونہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حُسینی کے نام سے منسوب ہے۔خواجہ صاحب کی نعت کے چند اشعار بطورِ نمونہ درج ہیں:

فاضل افضل جتنے مرسل ساجد مسجود آئے   اُمّت رحمت بخش ہدایت تشریف پائے
اے محمد صہجل و جسم جسم جلوہ تیرا   ذات تجلّی ہوے گی سیس سپورنہ سہرا
لولاک لما خلقت الافلاک خالق بالائے   فاضل افضل جتنے مرسل ساجد مسجود آئے
اُمّت رحمت بخش ہدایت تشریف پائے

دکن کے بادشاہوں میں پہلے صاحبِ دیوان شاعر قلی قطب شاہ (وفات 1611ء) نے صنفِ

نعت میں بھی طبع آزمائی فرمائی تھی۔ان کا صرف ایک شعر بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

"باتاں گہرسیاں نڑلیاں واریا جو تیرے نانوں پر سوجائے کر' آسماں پر یک بچن تارا ہوا''

قلی قطب شاہ کے بعد عبداللہ قطب شاہ (وفات 1672ء) نے بھی کئی نعتیں لکھیں۔نمونہ کلام:

لکھ فیض سوں پھر آیا دن دینِ محمد کا آفاق صفا پایا دن دینِ محمد کا
جو باراں اماماں ہیں لاکھ اُن پہ سلاماں ہیں ہم اُن کے غلاماں ہیں دن دینِ محمد کا

پنجاب (سندھ) کے ایک صوفی شاعر بلّھے شاہ (وفات 1758ء) نے بھی نعت کے ذریعے اپنے والہانہ جذبات کا اظہار فرمایا:

احد احد وچ فرق نہ بلیہا یک رتا بھیت مروڑی وا
عین غین دی ہکا صورت وچ نقطے شور مچایا ہے
تسی سبھانی بھکھی تھیندے ہو تم تمام بھیوں میں موجود ہو
تم ہر جگہ دکھائی دیتے ہو

سید سراج الدین سراؔج اورنگ آبادی (وفات 1763ء) دکن کے ایک معروف شاعر ہیں۔ انھوں نے صنفِ نعت میں بھی طبع آزمائی فرمائی۔نمونہ کلام:

نام تیرا مطلع فہرست ہے دیوان کا ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا
کر سراسر شوق میں بے ہوش مجھ کو یا حبیب دے مجھے بھر کر پیالہ نشۂ عرفان کا

اس کے بعد شعرائے دکن میں سب سے اہم اور ممتاز شاعر ولؔی دکنی کا نام سامنے آتا ہے۔ ولؔی نے تمام ہمعصر شعراء کو متاثر کیا اور صنفِ غزل کو شہرت دوام عطا کی لیکن دیگر اصناف کے ساتھ صنفِ نعت میں بھی طبع آزمائی کی۔اُن کے چند نعتیہ اشعار:

عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے ہو فنافی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یا محمد دوجہاں کی عید ہو تجھ ذات سوں خلق کو لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے
عارفاں بولیں گے جان و دل سے لاکھوں آفریں جب ولؔی تیری مدح میں گوہرافشانی کرے

ولؔی دکنی کا غزلیہ کلام دہلی پہنچنے پر تمام شعراء نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ نیز غزل اور دیگر اصنافِ سخن کے ساتھ ساتھ عقیدتاً صنفِ نعت کا دامن بھی تھامے رکھا۔اس طرح دبستان لکھنؤ کے تقریباً تمام شعراء نے اپنی مثنویوں اور دواوین کی ابتداء حمد' نعت اور منقبت پر مبنی تقدیسی اشعار سے کرنے کی روایت کو اپنے لئے باعثِ فخر اور وسیلۂ نجات جان کر نہایت اہتمام اور عقیدت کے ساتھ جاری رکھا۔

اُس زمانے کے کچھ معروف شعراء کے نعتیہ کلام کا نمونہ (بہ لحاظ ترتیب زمانی) پیش ہے:

☆ محمد رفیع سوداؔ (متوفی 1195ھ بمطابق 1780ء):

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آبِ محمد کا — جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحابِ محمد کا
ہوا ہے کیا کچھ اہلِ بیت پر سوداؔ نہ دَم مارا — خدا بن کون ہے آگاہ آدابِ محمد کا

☆ میر تقی میرؔ (متوفی 1225ھ بمطابق 1810ء):

حرم کی گوشہ مکینی یا رسول اللہ — اور خاطر کی حزینی یا رسول اللہ ﷺ
کھینچوں ہوں نقصان دینی یا رسول اللہ — تیری رحمت ہے یقینی یا رسول اللہ ﷺ
رحمۃ العالمینی یا رسول اللہ — ہم شفیع المذنبینی یا رسول اللہ ﷺ

☆ میر حسن (مثنوی سحرالبیان) (متوفی 1786ء):

نبی کون؟ یعنی رسولِ کریم — نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
ہوا گو کہ طاہر میں اُمی لقب — یہ علم لُدنی کھلا دل پہ سب
بغیر از لکھے اور کئے بے رقم — چلے حکم پر اُس کے لوح و قلم
جہاں فیض سے ان کے ہے کامیاب — نبی آفتاب و علی مہتاب

☆ شیخ قلندر بخش جرأت (متوفی 1810ء):

رکھے ہے منزلت بہ آساں سرورِ عالم — اُسی کے عشق میں پابند اُلفت رہ ولا ہر دم
اُکہ فخر سلطنت ہے مرتبہ واں کی گدائی کا — کہ ہووے گا یہی روزِ جزا موجب رہائی کا

☆ شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ (متوفی 1824ء):

محمد عربی معجزوں کا کس جس کے کبھی — نہ کر سکے فلک پیر کا شمار انگشت
چمن میں اس کی رسالت کا جب کچھ آئے ہے ذکر — علم کرے ہے شہادت کی شاخسار انگشت
کرے جو وصف وہ اس تاجِ انبیاء کی رقم — قلم کی جوں نئے نرگس ہوتا جدار انگشت

علاوہ ازیں نظیرؔ اکبرآبادی (متوفی 1830ء)، شیخ امام بخش ناسخؔ (متوفی 1838ء)، مثنوی گلزارِ نسیم از دیا شنکر نسیمؔ (متوفی 1843ء)، میر انیسؔ، مرزا دبیرؔ، حکیم مومن خان مومنؔ، ذوقؔ، بہادر شاہ ظفرؔ، مرزا غالبؔ، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہؔ، داغؔ، امیر مینائیؔ، اور محسنؔ کاکوروی وغیرہ خصوصی طور پر قابلِ ذکر شعراء ہیں، جنہوں نے صنفِ نعت کو اپنے جواہر پاروں سے جزوی اور کلّی طور پر مزین کیا۔

نعت گوئی کے عصری ادبی منظر نامے اور عمومی جائزے سے قطع نظر علاقۂ برار میں عربی، فارسی،

اردو، دکنی اور براری ادب کا جائزہ لینے پر بہمنی، عماد شاہی، نظام شاہی، مغلیہ، آصفیہ ادوارِ حکومت برطانوی عہد حکومت اور آزادی ہند کے بعد جدید دور تک بے شمار شعراء وادباء کے اسمائے گرامی سامنے آتے ہیں جنہوں نے اپنی انتھک محنت اور ہمہ وقتی خدمات ادب کے طفیل اس سنگلاخ اور کوہستانی علاقہ پر مشتمل سرزمینِ برار کے شعری وادبی سرمائے کے سدابہار اور لازوال گلہائے رنگارنگ کو ایک پروقار دبستان ادب میں تبدیل کر کے ملک کے کسی بھی دبستان سے آنکھ ملانے کا دم خم پیدا کر دیا۔ ان شعراء وادباء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

بہمنی دور کے حکمراں محمد شاہ اول (المتوفی 1230ء) ملا قطب الدین کرمانی اور شاعر شیخ آذری (برار میں آمد بعہد احمد شاہ ولی بہمنی 1422ء) اچلپور کے سندھی علماء واولیاء (بعہد دریا عماد شاہ) شیخ قاسم (متوفی 1573ء) شیخ طاہر محدث برادر بزرگ شیخ قاسم (متوفی 1595ء) شیخ مبارک برادر خورد شیخ عیسٰی جنداللہ (متوفی 1580ء)، شیخ طیب (متوفی 1585ء) شیخ اسحٰق قلندر (متوفی 1601ء) شیخ عیسٰی جنداللہ مسیح الاولیاء فرزند شیخ قاسم (متوفی 1031ھ بمطابق 1621ء) شیخ سلیمان سیفی سندھی البراری البرھانپوری فرزندِ شیخ قاسم برادر خورد شیخ عیسٰی جنداللہ (متوفی 1597ء)، خواجہ محمد دہدار فانی (متوفی 1607ء) بشمول اشرف میراں جی اور جانم، سید بلاقی (تصنیف معراج نامہ 1056ھ بمطابق 1646ء) شاہ عبدالرحمٰن قادری تصنیف مثنوی باغ حُسینی 1141 ہجری بمطابق 1727ء (جو سولہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے) آقا محمد امین وفا (متوفی 1193ھ بمطابق 1779ء) شیخ غلام مصطفٰی انسان (متوفی 1143ھ)، محمد ماہ محرم (متوفی 1166ھ مطابق 1752ء)، ابوالحسن رسا بالاپوری (متوفی 1150ھ) شاہ باقر حُسین باقر (متوفی قیاساً 1790ء)، نورالدین خان رنگین (متوفی 1170ھ)، سید شاہ شمس الدین (متوفی 1172ھ) بالاپوری، سید شاہ معصوم شی متوفی 1297ھ، خواجم قلی خان موزوںؔ (وفات 1179ھ مطابق 1765ء) شیخ نور محمد عاصی (متوفی 1175ھ مطابق 1761ء) خواجہ ایوب (متوفی 1179ھ مطابق 1765ء) جان محمد رسا (متوفی 1174ھ بمطہ 1760ء)، سید محمد درویش درسی انجن گانوی (وفات 1185ھ)، نصیرالدین خاں دانا (انتقال تقریباً 1185ھ بمطابق 1771ء)، مبارک خان مبارک (وفات 1190ھ مطابق 1776ء) میر عبدالحئی خاں صارم (وفات 1169ھ بمطابق 1781ء) غلام قادر سامی، میر لطف علی لطفی (وفات 1200ھ مطابق 1785ء)

محمد غازی میاں مولف جنگ نامہ، محمد دائم ایلچپوری مولف، جنگ نامہ نواب اسمٰعیل خاں بہادر

(1776ء) شاہ غلام حُسین چشتیؒ (المتوفی 1210ھ مطابق 1795ء) میاں سید موسیٰ موسوی مہدوی (المتوفی 1235 ہجری)، نواب محمد نامدار خاں جرنیل (وفات 1260ھ مطابق 1844ء) (جرنیل کے ہمعصر شعرائے کرام: باقر، فضل عباس، امداد، جانباز، حافظ، دائم، ظفر، رضا، صنم مضطر اور زار)، احسنؔ، دائم، عمر دراز خاں ثاقب ثالث، سلیمان خاں عشاق، محمد پناہ طرفہ، سید غلام رسول عرف جیوا میاں پیرزادہ، عمدہ میاں امداد، طاہر بیگ فریاد، میر امام الدین قلق، سید موسیٰ میاں عرفان وفات 1294ھ، میر حیدر محزوں، یوسف میاں پیرزادہ، عبدالوہاب جانی، محمد عظیم حاذقؔ، پاپا راجہ شفق، ہاتھی خاں حیرتؔ، مراد خاں مرادؔ، ابراہیم خاں عدیل، کرم خاں بخش، نعیم الدین صیّاد، مرزا دین محمد بیگ اعزاز ملکاپوری (وفات 1277ھ بمطابق 1860ء)، میر شمس الدین محمد فیضؔ (وفات 1283ھ) قاضی خواجہ محمد ناقصؔ ملکاپوری (وفات 1293ھ بمطابق 1876ء)، محمد عنایت اللہ عنایت (قیاساً عہد شاعری 1775ء تا 1800ء)، بھوانی پرشاد نفیس (المتوفی 1295ھ) منشی حشمت رائے جانبازؔ (عہد 1229ھ)، منشی رام سیوک شگرفی، حکیم عبداللہ خاں شہیر و وفات 1318ھ، ابوالفتح ضیاالدین عرف امجد حُسین خطیب (وفات 1323ھ بمطابق 1905ء) سہیل (منظوم مترجم تاریخ امجدی بابِ چہارم در بیان سلطنت شاہان بہمنیہ)، عبدالوہاب اسعدؔ پاتوروی (وفات 1911ء)، محمد عبدالجبار خاں صوفی ملکاپوری، شیخ عبدالجلیل مسرور باسموی (وفات 1920ء) انباپرشاد طرب (وفات قیاساً 1929ء) وغیرہ وغیرہ۔

علاقہ برار کے مذکورہ بالا تمام شعراء کرام ابتدائی دور سے خطیب امجد حُسین صاحب اور ان کے ہمعصر شعراء اکرام کے زمانے تک ہی محدود ہیں لیکن ان تمام شعراء کے تعارف اور نمونۂ کلام کیلئے بھی ایک علیحدٰہ اور نہایت ضخیم تالیف کی ضرورت درکار ہے۔ لہٰذا مجبوراً یہاں صرف انہیں شعراء کا تذکرہ اور نمونۂ کلام پیش کیا جارہا ہے جو خطیب صاحب کے قریبی زمانے سے تعلق رکھتے ہیں تاکہ اس مخصوص دور کی نعت گوئی کے تناظر میں خطیب صاحب کے زیر نظر ''دیوانِ امجد فی مدح احمد'' کا مقام و مرتبہ متعین ہو سکے۔

☆ شاہ سید غلام حُسین چشتیؒ: (المتوفی 1210 ہجری بمطابق 1795ء)

علاقہ برار و دکن کے معروف ترین دکنی شاعر شاہ سید غلام حُسین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''دیوانِ حُسین'' میں بے شمار منقبت، مثنویاں تقدیسی کلام اور غزلیات کے ساتھ ہی نعتیہ اشعار بھی پیش کئے ہیں۔ نمونۂ کلام:

محمد ہیں سرتاج ہر دو جہاں شۂ اولیاء خاتم الانبیاء

محمد کی تعریف میں کیا کروں　　کیا آپ اللہ نے اُن کی ثناء
حبیب ِ خد ا شافعِ روزِ حشر　　شفیع الامم اسم خیر الوراء
نہیں دل کو غولِ بیاباں کا ڈر　　محمد سا ہے مجھ انگے رہنما
ہوا اُن کو معراج جس رین کو　　زمیں سوں کیا پل میں سیر سا
محمد نے بولے ہیں سانچے حدیث　　پروئے ہیں سلکِ گہر بے بہا

شاہ غلام حُسین کی بیشتر غزلیات میں بھی نعتیہ عناصر بطورِ خاص شامل ہیں:

جب ہو یدا احد کا نور ہوا　　جلوۂ احمدی ظہور ہوا
اُس کے چہرے سوں میم کا گھونگھٹ　　اب اُٹھانا ہے تجھ ضرور ہوا
دیکھنے کوں محمدی برزخ　　زنگ مجھ آرسی کا دور ہوا
ہوفنا فی الرسول حق کوں دیکھ　　دیکھتا نئیں تو بے شعو ر ہوا
جب احد کا نور پیدا ہو رہا　　مظہر احمد ہو یدا ہو رہا
میمِ احمد ہے محمد کا جمال　　عالم دل اس پوشیدا ہو رہا
نحن و اقرب کے چراغِ نور سوں　　طاق چشماں میں اوجالا ہورہا

☆

اللہ کی راہ کے تم رہبر ہو یا محمد　　پیغمبروں کی صف کے سرور ہو یا محمد
دونوں جہاں کی حق نے بخشا ہے بادشاہی　　اُمت کے سیس کے تم چھتر ہو یا محمد
سورج ہوا ہے تاباں تمنا سوں نور پاکر　　تم دین کے گگن کے چندَر ہو یا محمد
دونوں جہاں کے حق نے لکھ جب کتاب بھیجا　　تم اس کے بیچ اول سطّر ہو یا محمد
اُس جوہری نے چن چن نبیوں کی پروئی لڑیا　　تم سب سے بیش قیمت جوہر ہو یا محمد
اسلام کوں جگائے سب کفر زیر کرکر　　تم حق کے شیر برحق صفدر ہو یا محمد
کلمے کا حرف پھڑ (پڑھ) کرسب علم دھوکے سٹنا　　ہمنا کوں بس نمن ایک اچھّر ہو یا محمد
شیطان کے دغا سوں وسواس نئیں ہے ذرّہ　　تم سر بسر ہمارے سر پر ہو یا محمد
ٹل جائیں کُل بَلایاں اوس نام کیلئے سوں　　آسیب کوں مجرب منتر ہو یا محمد
عاجز حسین اب کیوں میٹھے بچن نبولے (نہ بولے)　　تم اس کے مکھ میں گو یا شکّر ہو یا محمد

☆

☆ شاہ باقر حُسین باؔقر:-

شاہ باقر حُسین نام اور تخلص باؔقر تھا۔وہ صلابت خاں ناظم برار (متوفی 1790ء) کے دربار سے وابستہ تھے۔اور اُنہیں تقربِ شاہی بھی حاصل تھا۔صاحب دیوان شاعر تھے۔ان کے تقریباً تمام اشعار عشقِ حقیقی کے آئینہ دار ہیں۔اُن کے دیوان کا ایک نسخہ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد میں محفوظ ہے اور اُسی کا دوسرا قلمی نسخہ راقم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی محفوظ ہے۔نموتاً اُن کا کچھ نعتیہ کلام درج ذیل ہے:

کیوں نہ ہوئے پنجتن کی ذات سے دل کو یقین　　دم بہ دم تقواہی (ہے) مجکو (مجھ کو) رسول اللہ کا

☆

منّ رانی کا جو کوئی شاہد ہوا با جان و دل　　اُسپہ (اُس پہ) کلمہ کہل (کھل) گیا ہیگا رسول اللہ کا

☆

ظہورِ پنجتن اور دو جہاں کا　　ہوا ذاتِ محمد سے ہو یدا

☆

معراج کا بیان تو سب پر عیاں ہوا　　پردیسے ہات (پردے سے ہاتھ) نکلا پیمبر سے مل گیا

☆

ہے کلامِ اللہ میں تم دیکہہ (دیکھ) کر سجدہ کرو　　مَن رانے ہی (ہے) سخن دیکھو رسول اللہ کا

☆

کیا جب کُن سے اُس نے سب کو اظہار　　دکھایا نقش احمد کا ہے دیدار

☆

خدا کی جو خُدائی ہے رسول اللہ کرتے ہیں　　اور اُس کی سب مددگاری علی اللہ کرتے ہیں

☆

اب ذکر تیرے میں ہر دم مدام ہوں　　اور عارفوں سے تیرے ہی میں ہمکلام ہوں
مجھ کو تو دل سے ہیگی محبت تمام اب　　احمد کی بندگی میں، میں کرتا سلام ہوں
کرتا ہے عرض شاہ کی خدمت میں دم بدم　　یو ں جبرئیل بولا تمہارا پیام ہوں

☆

خُدا نے منّ رانی احدیت سے　　محمد کو ملا و حدیت سے

هوا معراج ختم المرسلیں کوں | کہا جب کُن کوا سنے قربیت سے
دکھایا جب شتر کی وہ قطاریں | کیا ہے عرض جبرئیل عبدیت سے
پڑا ہوں فکر میں یہ کیا ہے اسرار | کروا کہ (آگاہ) مجھے اس ماہیت سے
یہ بولے سب بھرا ہے وجہُ اللہ | خبر نئے ہے تجھے اس معرفت سے
دکھایا جب قطب تارے میں سب شان | جُھکا یا سرکوں اس نے محویت سے
یہ دیکھا جب سے ہے شانِ ولایت | کیا سجدہ ہے باؔقر عبدیت سے

☆

☆ موسوی مہدوی المتوفی 1235ھ:-

موسوی مہدوی برار کی دکنی ایوان شاعری کا ایک اہم ترین ستون ہے۔اُن کے تقریباً 8ہزار اشعار پر مشتمل مجموعہ کلام ''روضۃ الواصلین'' (1199ہجری) اور تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار اشعار پر مشتمل دوسری تالیف ''شواہدالولایت'' (قیاساًمابعد 1200ہجری) کے اساسی (شاعر کے خود کتابت کردہ) مخطوطات راقم کے ذاتی کتب خانے کی زینت ہیں، روضۂ الواصلین کا نہایت تفصیلی تعارف خاکسار نے سب سے پہلے بمورخہ 4 جنوری 1997ء مہاراشٹر اردو اکادمی کے ذریعہ رحمانیہ ہائی اسکول اچلپور میں منعقدہ سیمینار میں پیش کیا تھا۔ یہ مقالہ ''اچلپور تاریخ وثقافت'' مولفہ خواجہ غلام السیدین ربّانی مطبوعہ 2001ء میں بطورِ خاص شامل ہے۔نیز معروف محقق ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل نے بھی اپنی تالیف ''برار کی تمدنی وعلمی تاریخ'' میں صفحہ 150 تا 151 پر راقم کے حوالہ کے ساتھ اسے درج کیا ہے۔

موسوی مہدوی نے جملہ مروجہ اصناف سخن کے ساتھ ہی تمام قدیم اصناف مثلاً چھند' دوھرہ' سورٹھ' اور کبت وغیرہ میں بھی اپنے والہانہ جذبات کا اظہار نہایت کامیابی کے ساتھ کیا ہے۔اپنی تصنیف ''روضۂ الواصلین'' کی ابتداء کرتے ہوئے شاعر نے ''چھند'' کی صورت میں حمد ومناجات اور نعت ومنقبت پر مبنی کئی اشعار تحریر کئے ہیں۔ جسے علاقۂ برار ودکن کی شاعری کا بہترین مثالیہ اور اردوئے قدیم ودکنی کا ایک نادرونایاب نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

ملاحظہ ہو:- (قوسین میں اسکے معنی ومفہوم، جومحترمی ڈاکٹر سید یحیٰی نشیط صاحب (کلگاؤں، ایوت محل) کی خصوصی رہنمائی اور مساعئ جمیلہ کا نتیجہ ہیں، موصوف کے خصوصی شکریے کے ساتھ ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔)

اِک چھت ایک نرنتر نئین نراکار نرنجن کرِت و نک و روپ

اس میں ہندو فلسفہ ونظریے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات بیان ہوئی ہیں۔

ہمیشہ متواتر رہنے والا = نرنتر

جس کی کوئی شبیہہ نہ ہو = نراکار

کاجل/ سرمے کے بغیر = نرنجن

بنی ہوئی = کرِت

2) پرَسّن پیم نام محمد تو کارن

رچیو سیہنسار نک پر کہٹ

خوش ہو کر = پرَسّن

محبت = پیم

وجہ = کارن

تخلیق کی گئی = رچیو

سنسار۔ دنیا = سھنسار

سنسار۔ دنیا = پرگھٹ

(اس شعر میں لولاک لما خلقت الافلاک کی طرف اشارہ ہے یعنی ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اس کائنات کو پیدا کیا۔)

3) کینو پریم بہنڈار (بھنڈار) نک انتر پریت نرنتر کینے نور ولایت

کینو	=	کسی کی	پریم بھنڈار	= محبت کا خزانہ
انتر پریت	=	چھپا ہوا		
نرنتر	=	متواتر۔ مسلسل ظاہر کرنا		
کینے	=	کیا گیا		

یعنی محبت کا خزانہ چھپا ہوا تھا۔ ہم نے نورِ محمدی کے ذریعے اسے آشکار کیا)

4) نبوّت دیئے جیۓ ھ آپنی آپ کھی کہر کرتار نک ھ لیل لہر

کرتار = خدا، خالق لیل لہر = رات دن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ایسی دی گئی کہ خود خالق آپ کی منشا کا لحاظ دن رات رکھتا ہے۔)

5) تر بھون سینہہ سار رنک

پریم اوپایو پیت پیار رنک

(تینوں جہاں یعنی جہانِ اعلیٰ، جہان اوسط اور جہانِ اسفل اللہ تعالیٰ نے خلق کیئے۔ یہ تینوں دنیا ملائک وجن وانس کے واسطے ہیں اسی طرح عشق کا ظہور بھی تین مدارج میں ہوا۔ عشق کا پہلا درجہ حب اللہ، دوسرا حبِ رسول اور تیسرا درجہ تابعد مہدی کے لئے۔ عشق کے ان تین مدارج کو شاعر نے پریم، پیت اور پیار کہا ہے۔)

6) من محمد رچیو سینہہ سار رنک

جئی رچنا تر بھون کریو

من = کے واسطے رچیو = تخلیق کیا گیا سنسار = دنیا

تر بھون = تینو عالم رچنا = تخلیق کرنا / بنانا کریو = کرنا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تینوں عالم کی تخلیق کی گئی۔ اس شعر میں بھی لولاک لما خلقت الافلاک کی جانب اشارہ ہے۔)

7) کارن منت رسول سرب تیجہ شامین تنوں نام نام احمد مؤل

کارن = سبب منت = مناتے ہیں سرب = سنسکرت سرو سب تمام

تیج = روشنی مول = بنیاد، سب سے اول

محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ابتدأ نور تھے۔ (سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا گیا۔) اسی نور سے سورج، روشنی اور شمع نے نور پایا)

8) مہدی نام مٹھاس بھرونچو وے کرتار پریم لیل پرسد پت

ونچو وے = ویسے ہی پریم = محبت مٹھاس = شیرینی

کرتار = خالق لیلا = کرامت پرسِّدِ = مشہور

پت = راستہ

مہدی کے نام میں خالق نے ویسے ہی شیرینی بھردی ہے جیسا کہ اس کا (بندوں سے) عمل رہا ہے۔ یہی محبت کی راہ ہے جو معروف ہے۔)

☆

علاوہ ازیں مخطوطہ روضۂ الواصلین کے صفحہ 62 پر درج ایک نعت ملاحظہ فرمائیں:-

بعنوان: هـذ الـنـعت خاتم الانبياء برهان الاصفياء سرور كائنات خلاصئه موجودات محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

اَما بعد ھی نعتِ محمد
احد بی میم ہی یعنی اواحمد
(اما بعد حمد ہے نعتِ محمد
احد بے میم ہے یعنی اواحمد)
شفیع ''شافع ہی او نبی''
رحیم ''راحم ہی عاربی''
(شفیع ''شافع'' ہے او نبی
رحیم ''راحم ہے عاربی'')
علیم ''عالم'' او مجتبیٰ ہے
فضیل ''فاضل'' او مصطفیٰ ہے
(علیم ''عالم'' او مجتبیٰ ہے
فضیل ''فاضل'' او مصطفیٰ ہے)
مطاعٌ ہی او مدنی ہی مکی ہی
حلیمٌ سَلّمہٗ خاتم نبی ہی
(مطاعٌ ہے او مدنی ہے مکی ہے
حلیمٌ سلمہٗ خاتم نبی ہے)
ہی من کُلِّ خَلَق خیر البشر او
ہی والی شافعٌ یوم الحشر او
(ہے من کُلّ خلق خیر البشر او
ہے والی شافع یومِ الحشر او)
اول جس ذات کیتا ربی پیدا
کیا مخلوق کُل بعد از ھویدا
(اول جس ذات کیتا رب نے پیدا

کیا مخلوق کُل بعد از ہویدا)

اچھی جس ذات پر یو امر رحمان

تو ہوگا کیوں نہ او محبوبِ سبحان

(اچھے جس ذات پر یو امر رحماں

تو ہوگا کیوں نہ او محبوب سبحاں)

خلافت رب سیں لیکر انس و جانکا

ہو آیا والیٔ کونو مکانکا

(خلافت رب سیں لے کر انس و جاں کا

ہو آیا والئی کون و مکاں کا)

او آیا خلق کوں کرنی کمالی

کمالت سوں دیکھانی حق جمالا

(او آیا خلق کو کرنے کمالا

کمالت سوں دکھانی حق جمالا)

کھان تجہ نعت کھنی مجہ کوں طاقت

کرم کر فضل سوں تیری شفاعت

(کہاں تجھ نعت کہنے مجھ کو طاقت

کرم کر فضل سوں تیری شفاعت)

☆

غزل کی صورت میں موسوی مہدوی کے نعتیہ جذبات کا نمونہ بھی پیش ہے:

عنوان: **هذ الغزل فی المدح معشوق سبحانی خلیفه رحمانی محمد۔**

مکہہ سوں دور اپنی جن نقاب کیا

آشنا کر جمال حجاب کیا

(مکھ سوں دور اپنے جن نقاب کیا

آشنا گر جمال حجاب کیا)

لطف معشوق دیکہہ عام کتیں

بی بھا خاص کوتراب کیا
(لطف معشوق دیکھ عام کتیں
بے بہا خاص کوتراب کیا)
دو جہاں میں لجا کوھر یک دم
سا کن عالم بقا شتاب کیا
(دو جہاں میں لجا کو ہر یک دم
سا کن عالم بقا شتاب کیا)
خلعت اُسکوں دیا خلافت پھے
جُملہ عالم میں یہہ خطاب کیا
(خلعت اسکو دیا خلافت پھی (پھر)
جملہ عالم میں یہ خطاب کیا)
دشمن او سکے کوں طوق لعنت ھم
ڈال تس کل خراب خراب کیا
(دشمن اسکے کو طوق لعنت ہم
ڈال تس کل خراب خراب کیا)
نازنیں اپنا جان اوس پر اُو
ملک اپنا فدا شتاب کیا
(نازنین اپنا جان اس پر اُو
ملک اپنا فدا شتاب کیا)
موسوٰی دو جہاں میں فارغ ہو
مقصد یک فضل کامیاب کیا

موسوی مہدوی نے اپنی دوسری تالیف ''شواہدالولایت'' کے آغاز میں حمد و مناجات اور نعتیہ اشعار پیش کیے ہیں نموتناً صرف چند اشعار درج ہیں:

ثنا حمد خاص ہی (ہے) اوسکوں سزاوار
عدم میں جن کیا اظہار سینار

سواُو خیر البشر شۂ انبیا ہے
ثنا میں عاجزی جنّنے (جن نے) کیا ہے
محمد اوسہی معشوق رب کا
شفیعؐ حامیؐ والی ہے سب کا
درود او سپر بھی او سکے آل پر خاص
صحاباں پر کہوں سب پر با خلاص
یہی اُمید بس مجہ کوں ہے (مجھ کو ہے) دن رات
ہے اوسکیے (اسکی) آلکی (آل کے) دامن پو مجہ (مجھ) ہاتھ
سوا اومہدیے محمد جیسے جی خاصہ
خدا کیے ھے خدائی کا خلاصہ
درود اں اُوس پر بھی آلِ شاہدیں پر
صحاباں پر درود اں اجمعیں پر

محمد غازی میاں غازی

محققین محمد غازی میاں غازؔی کو (قیاساً) شاہ غلام حُسین چشتی کے معاصرین میں شمار کرتے ہیں۔ اُن کی تصنیف منظوم جنگ نامہ شاہ دولہا رحمٰن غازؔی کا مخطوطہ ڈاکٹر عبدالرحیم نے مرتب کر کے 2001ء میں شائع فرمایا ہے۔

جنگ نامے کی ابتداء میں کچھ نعتیہ اشعار بھی درج ہیں:

سردار سروروں کے خیر البشر مُلقّب　　درگاہ کبریا کے ہیں گے بڑے مقّرب
اُس بارگاہ میں ایسی کس کی پہنچ نہیں ہے　　اُن کا مکان سب سوں بالا و برتری ہے
سرکار ایزدی میں اس قدر منزلت کا　　عمدہ بلندرتبہ دیکھانہ کوی سُنا تھا
باوصف اس بزرگی اور خوبی و بڑائی　　چھوٹوں بڑوں سے اُن کو ہے مہر آشنائی
اون کے وسیلے سیتے ہے جائے رتبہ سب کو　　خاطر عزیز اُن کی منظو رہیگی رب کو

سہیؔل

سہیؔل نامی کسی غیر معروف شاعر نے خطیب امجد حُسین کی معرکتہ الآرا تاریخی تصنیف 'تاریخِ امجدی' کے باب چہارم ''دربیان سلطنتِ شاہان بہمنیہ'' کا فارسی نثر کا اردو منظوم ترجمہ کیا تھا جسے محمد

عبداللہ چغتائی نے مرتب کر کے انجمن ترقی اردو سے شائع کروایا۔ سہیلؔ نے تالیف کے آغاز میں حمد نعت اور معراج سے متعلق بھی چند اشعار قلمبند کئے ہیں۔ نعتیہ اشعار:

جنابِ محمد شہٖ مرسلیں — سدا سے جو ہیں اول و آخریں
شفیع الامم رحمتِ کردگار — ازل سے ہیں محبوب پروردگار
کریم الشیم اور ستودہ صفات — رسولِ خدا سرورِ کائنات

بیان معراج

سنو حال معراج خیرالبشر — زمیں سے فلک پر ہوئے جلوہ گر
ہوا جانب حق سے جو اشتیاق — سواری کو حاضر ہوا ایک براق

سہیل نامی اس غیر معروف شاعر کو خطیب امجد حسین کے معاصرین میں قیاساً شمار کیا جاسکتا ہے۔

سیّد یوسف میاں پیرزادہ

سید یوسف میاں پیرزادہ فرقۂ مہدویہ کے داعی و امام تھے۔ ڈاکٹر سید عبدالرحیم صاحب کے جدامجد تھے۔ تذکروں سے ان کی ایک معروف نعت نموناً درج ہے:

رتبہ احمد کا فزوں سب سے خدا نے رکھا — جن کی دہلیز پہ سر شاہ و گدا نے رکھا
حق نے بنوا کہ ازل سے یہ بساطِ مہ وخور — شبِ معراج کو قدموں میں بچھانے رکھا
راہِ چلنے میں نظر آپ کی جب نیچی ہوئی — سر کو قدموں پہ وہیں لا کے حیا نے رکھا
یہ وہ احمد ہیں کہ عیسٰی نے دعا کرٔ امید — اس کی امت میں پھر اک بارگی آنے رکھا
وہ مراتب ہے محمد کا کہ افلاک پہ جا — گر درہ عرش پہ اُن کے کفِ پا نے رکھا
خاکِ پا آپ کی رضوان نے جنت میں لیجا — سرمہ کر آنکھوں میں حوروں کے پنہانے رکھا
تاج لو لاک محمد کے سر اوپر حق نے — حشر کے دن کا شہنشاہ بنانے رکھا
فرق احمد واحد میں نہیں ہے کچھ' یہ فقط — پردۂ میم کو ظاہر میں دکھانے رکھا
شکر بس یہ ہی کیا چاہیے ہر دم یوسفؔ — پیروِ دین نبی ہم کو خدا نے رکھا

عبدالوہاب جانیؔ عرف جانیا

عبدالوہاب جانیؔ عرف جانیا کا شمار خطیب امجد حسین صاحب کے ہمعصروں میں کیا جاسکتا ہے۔ اُن کے غیر رثائی کلام کا نمونہ خطیب امجد حُسین نے تاریخِ امجدی جلد دوم (بحوالہ برار میں اردو

زبان وادب کا ارتقاء ڈاکٹر آغا غیاث الرحمٰن) میں درج کیا ہے۔ اُن کے چند منتخب نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں۔ ؎

ہے جس قدر حدیثِ شفیع الامم لذیذ مصری نہیں ہے ویسی خدا کی قسم لذیذ
حمدِ خدا و نعتِ حبیبِ خدا لکھوں تا ہووے دوستو میری جملہ رقم لذیذ
تحریرِ نعت میں ہے عجب لطف و ذائقہ جس کے سبب ہوئی ہے زبانِ قلم لذیذ

☆

مرغِ جاں اپنی مدینہ میں گذر ہوتی نہیں کاش اتنی قوّتِ بازو و پر ہوتی نہیں
ہوں مشرف کس قدر رویا میں اُن کے نور سے ایک نظر بھی بند چشم منتظر ہوتی نہیں
چلئے بس سوئے عرب ملکِ دکن سے جانیا اب گوارا فرقتِ خیرالبشر ہوتی نہیں

☆

کاش مجھ کو نہ مدینہ میں خدا نے رکھا مضطرب ہجر میں محبوبِ خدا نے رکھا
نہ زیارت سے مشرف ہوا بیداری میں نہ تو رویا میں مُفتّخر کفِ پا نے رکھا
چرخ نے ملک عرب میں نہ لجا کر نا حق ہند میں آتشِ ہجراں سے جلانے رکھا
جناب شافعِ محشر سادین و دنیا میں نہ ہے نہ ہووے گا نہ واللہ کوئی ثانی تھا
سقر کا خوف نہیں مستحقِ جنّت ہوں ازل سے عشقِ محمد نصیبِ جانؔی تھا

☆

تحریر حمد ونعت میں مصروف جو رہے کیوں کر نہ ہوگا شاعر و اُس کا سخن لذید

☆

علاوہ ازیں عبدالوہاب جانی کے نام اور کلام کا تذکرہ راقم کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ انبا پرشاد طرب کے رثائی مخطوطات میں بھی جا بجا درج ہے۔ اُسی مخطوطہ دفترِ طرب سے موصوف کے کچھ نعتیہ اشعار بطورِ نمونہ پیش ہیں:

حضرت کا نام سن کے پڑھو دم بدم درود بے شبہ و شک ہے دافع دردوالم درود
اُس پر کیوں نہ رحمتِ غفار ہو نزول جو شخص باوضو ہو پڑھے صبح دم درود
منکر اگرچہ ذبح کرے تیغ سے مجھے پڑھتا ہی جاؤں گا میں خدا کی قسم درود
ایمان اُس کے پڑھنے سے ہوتا حصول ہے کرتا ہے زنگِ کفر کو بھی منہدم درود

جاتی کی عرض ہووے پزیرہ جناب میں | پڑھتا ہوا میں جاؤں بہ باغِ ارم درود

مولوی محمد عبدالعزیز خان عزیز قادری کھولاپوری، تعلقہ بھاتکولی، ضلع امراوتی

مولوی عبدالعزیز خاں صاحب خطیب امجد حُسین اور خطیب عظمت حُسین صاحب کے ہمعصر اور اپنے زمانے کے معروف نعت گو شاعر تھے۔ کتب خانۂ خطیب جامع مسجد قلعہ اچلپور کے قلمی نسخوں کا جائزہ لینے پر یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ موصوف خطیب صاحب اور دیگر کاتبین کے ساتھ قلمی نسخوں کی کتابت میں بھی شریک رہتے تھے۔ اُن کی ایک نعتیہ تصنیف ''عزیز الکلام در نعت نبی علیہ السلام'' مطبوعہ 1910ء سے ماخوذ دو نعتیہ اشعار درج ہیں:

طیبہ کو جائیں کیونکر، پر ہیں، نہ پاس ہے زر | ہم سے ہے یاالٰہی محبوب دور تیرا
حرمت سے مصطفٰے کی عاصی عزیزؔ کمتر | بخشے گا حشر کے دن مولا قصور تیرا

عبدالوہاب اسعد پاتوروی غازی آبادی: المتوفی 1911ء

نعتیہ کلام کا نمونہ:

رہتی ہے یاد زلفِ پیمبر تمام رات | میں دیکھتا ہوں خواب میں عنبر تمام رات
دل ہے فراقِ طیبہ میں مضطر تمام روز | جاں ہے فراقِ کعبہ میں مضطر تمام رات
کٹتا ہے دن فراق میں طیبہ کے کس طرح | اسعد تری گذرتی ہے کیونکر تمام رات

☆

شیخ عبدالجلیل مسرور باسموی: المتوفی 1920ء

مسرور کے نعتیہ کلام پر مشتمل ''دیوانِ مسرور'' 1318ہجری بمطابق 1894ء میں شمس الاسلام پریس حیدرآباد سے شائع ہوا تھا۔

نمونۂ کلام:

دل کو جو عشق پیمبر میں جلا دیتے ہیں | قلب کو اپنے وہ اکسیر بنا دیتے ہیں
رُخِ روشن جسے اپنا وہ دکھا دیتے ہیں | اُس کی سوئی ہوئی قسمت کو جگادیتے ہیں
اپنے بیمارِ محبت کو تصور میں نبی | شربت وصل کبھی آ کے پلادیتے ہیں
مرحبا صلِ علیٰ کہتے ہیں شاعر اُس دم | جب غزل نعتیہ مسرور سنا دیتے ہیں

☆

انبا پرشاد طربؔ: المتوفی 1929ء (قیاساً)

علاقۂ برار سے متعلق نادر و نایاب مخطوطہ جات کے حصول کے سلسلے میں یہ خاکسار تقریباً نصف صدی سے کوشاں و سرگرداں ہے۔ تاکہ اس علاقے کے اہم ترین ماہرین فن کے تاریکی میں پڑے ہوئے تابندہ اور درخشاں کارناموں کی بازیافت سے زمانہ باخبر ہوسکے۔ لہٰذا انبا پرشاد طربؔ کے حاصل شدہ آب زدہ اور نہایت بوسیدہ لیکن بے پناہ شعری، نثری اور رثائی کلام پر مشتمل اساسی مخطوطات کی تاریخی شواہد اور مستند آثار و قرائن کی روشنی میں تحقیق و تدوین کے ذریعے طرب کو علاقۂ برار ہی نہیں بلکہ پورے علاقۂ ودربھ کا اوّلین صاحبِ دیوان ہندو شاعر ثابت کرنے میں کامیابی حاصل ہوچکی ہے۔

انبا پرشاد طربؔ نے غزلیات اور رثائی کلام کے علاوہ نعت میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اُن کے خطیب امجد حسین صاحب سے بھی اچھے تعلقات تھے اور وہ اپنے ابتدائی دور میں خطیب صاحب سے تبادلۂ خیال اور فنّی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اکثر جامع مسجد آتے رہے۔ طربؔ امجد حسین خطیب کی نعت گوئی کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے۔ اپنے کئی اشعار میں امجدؔ کی طرح نعت خواں بننے کی تمنا کا اظہار بھی کیا تھا۔ مثلاً:

اگرچہ ایسا ہونا ہیگا مشکل　　بنوں امجد کا میں ثانی ہے منظور

(کلیاتِ طربؔ مرتبہ سید غلام علی بیابانی صفحہ نمبر 210)

اسی طرح خطیب صاحب کے انتقال کے بعد اُن کی نعت گوئی کی اہمیت کا ذکر خیر کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے کہ:

بے شک یہ کار تو امجد پہ ختم ہے　　راہی عدم کا ہوگیا ملک دکن کا پھول

(کلیات طربؔ مرتبہ سید غلام علی بیابانی صفحہ نمبر 260)

جامع مسجد میں خطیب سید عظمت حسین (خطیب امجد حسین کے خلفِ اکبر) کی جانب سے ہر ماہ صحن مسجد میں انعقاد پذیر شعری نشستوں میں بھی بطور خاص شرکت کرتے تھے۔

ان کے نعتیہ کلام کا درج ذیل نمونہ خاکسار کی حالیہ تحقیقی تالیف ''کلیات طرب'' سے ماخوذ ہے۔

محمد پہ دل مبتلا ہو رہا ہے　　خدا جانے اس دل کو کیا ہورہا ہے

نہیں اُس کو مرغوب ہے بُت پرستی　　مرے سے مرا دل جُدا ہورہا ہے

پئے مدح خوانی حضورِ پیمبر　　طربؔ کا قلم اب فدا ہو رہا ہے

☆

تصویر اگر خواب میں آجائے محمد　　چوموں گا بصد شوق قدم ہائے محمد
تاریکیٔ دنیا کا نکل جائے اندھیرا　　گردستِ مہر سر پہ جو پھر جائے محمد
پوری ہو مرادِ دل مغموم ہماری　　گر دام محبت میں جو الجھائے محمد
مدت سے طربؔ اپنی تھی یہ آرزو دل میں　　اک بار تو دیدار کو دکھلائے محمد

☆

محمد کے خدمت گذاروں میں ہم ہیں　　یہ لگتا ہے کہ چاند تاروں میں ہم ہیں
انہیں سے شفاعت کا تقویٰ ہے جن کو　　وہی صدقِ مذہب براروں میں ہم ہیں
جواز صدقِ دل نام لیتے ہیں ہر دم　　طربؔ ہم بھی اُن عرض داروں میں ہم ہیں

☆

دلِ بستہ کی اب کلی کھل رہی ہے　　پئے مدح میری زباں ہل رہی ہے
نہ دکھلائے حضرت نے روئے مبارک　　مراد اپنی باقی ارے دل رہی ہے
طربؔ دید کی آرزو ہیگی ازحد　　لڑی سلکِ دنداں مسلسل رہی ہے

☆

صنفِ نعت پر تمہیداً اظہارِ خیال کے بعد ’’دیوانِ امجدؔ‘‘ پر ہمہ پہلو تبصرہ پیش کیا جاتا ہے:

علاقۂ برار و ودربھ کا اوّلین اور مکمل نعتیہ دیوان

زیرِ تبصرہ دیوان کی اوّلین اشاعت کا سن 1313 ہجری ہے۔ راقم کے ذاتی کتب خانے میں خطیب امجدؔ حسین صاحب کی خودنوشتہ ضخیم بیاض کا ایک نادر مخطوطہ بھی موجود ہے جس میں مطبوعہ دیوان کی بیشتر تخلیقات بہ مع سن تصنیف درج ہیں، جس کے تحقیقی جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوانِ ہٰذا میں شامل بیشتر تخلیقات کا سن تصنیف 1296 ہجری سے 1300 ہجری کے درمیان ہے۔ لیکن دیوان کے سن اشاعت 1313 ہجری تک بھی علاقۂ برار و ودربھ کے کسی بھی شاعر کے مکمل نعتیہ دیوان کی موجودگی کا ثبوت تلاشِ بسیار کے باوجود نہ مل سکا۔ کیونکہ صنف نعت کی ترویج کے بعد تقریباً تمام شعراء نے اپنی مثنویوں اور دواوین کی ابتداء حمد و نعت اور منقبت پر مبنی تقدیسی روایت کو اپنے لیے باعث فخر اور وسیلہ نجات جان کر نہایت اہتمام اور عقیدت کے ساتھ جاری رکھا، لہٰذا علاقہ برار و ودربھ میں بھی

کئی شعراء کے ایسے دیوان بھی موجود ہیں جو کچھ نعتیہ اشعار کے ساتھ منقبت اور دیگر تقدیسی کلام پر مشتمل ہیں لیکن زیرِ نظر دیوان دیوانِ امجد فی مدح احمد کے مماثل مکمل نعتیہ دیوان کی موجودگی تقریباً مفقود ہے لہٰذا یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ''دیوانِ امجد فی مدحِ احمدؐ'' کو علاقۂ برار و ودربھ کا اولین اور مکمل نعتیہ دیوان ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے اور آج تک دستیاب شواہد کی روشنی میں خطیب صاحب نہ صرف برار بلکہ برار سمیت تمام علاقۂ ودربھ کے اولین اور مکمل نعتیہ دیوان کے امین قرار پاتے ہیں۔ اور موصوف کی یہ حیثیت اُس وقت تک بلا شبہ برقرار رہے گی جب تک تحقیقی بازیافت کے نتیجے میں اس سے پہلے موجود کسی شاعر کے مکمل نعتیہ دیوان کا مخطوطہ حاصل نہیں ہو جاتا۔

فنّی وفکری محاسن

''دیوانِ امجدؔ'' میں شامل تمام نعتیہ تخلیقات کے بحور و اوزان پر سرسری نگاہ ڈالنے پر ہی اس حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ خطیب صاحب کو علم عروض پر بھی کامل دستگاہ حاصل تھی۔ موصوف نے تقریباً تمام مفرد اور مزاحف بحروں کا استعمال فنکارانہ چابکدستی ساتھ کیا ہے۔ نیز چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بحروں کو بھی نہایت بے تکلفی کے ساتھ برتنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اُن کا تقریباً تمام کلام رواں دواں اور مترنم بحروں پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے علاقۂ برار میں انعقاد پذیر میلاد خوانی کی محفلوں میں خصوصی طور پر پڑھا جاتا تھا اور میلاد خواں حضرات اپنی اپنی جماعتوں کے ذریعے بڑے ذوق وشوق اور جوش وخروش کے ساتھ پیش کر کے پسندیدگی خاص و عام کی سند حاصل کرتے تھے۔ علاقۂ برار میں میلاد شریف کی محفلوں کے تزک و احتشام کے ساتھ انعقاد کی ایک عام روایت رہی ہے۔ جس میں خطیب صاحب، قاضی حنیف الدین مسعوؔد، مولوی اکبر میاں اور بے شمار اچلپوری شعراء کا نعتیہ کلام بلاغت نظام بطورِ خاص پیش کیا جاتا۔ یہ صورت کسی نہ کسی درجے میں آج بھی جاری ہے۔

خطیب صاحب کے ایک ہمعصر شاعر مولوی محمد عبدالعزیز خاں صاحب عزیزؔ قادری کھولاپوری (تعلقہ ضلع امراوتی) اپنی تصنیف ''عزیز الکلام درنعت نبی علیہ السلام'' مطبوعہ 1910ء کے دیباچے میں خطیب صاحب کی نعتوں کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ملکِ برار میں نعتیہ ماحول بنانے اور میلاد منظوم کی پہل کرنے کا سہرا خطیب امجد حُسین صاحب کو حاصل ہے۔ اور اُن کی نعتوں کی شہرت کے باعث میلاد منظوم کو بھی اس علاقے میں مقبولیت حاصل ہو چکی ہے اور کئی شاعر اسی کے باعث اس صنف کی طرف متوجہ ہوئے۔'' جس میں شاعر مذکور بھی شامل ہے جس کا اس نے واضح طور پر دیباچۂ کتاب میں بڑے فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(5)

خطیب صاحب کا تمام کلام قرآن وفقہ، احادیث، شریعت اور اسلامی علوم پر محاکمہ کا آئینہ دار اور تشبیہات، استعارات وتلمیحات نیز جملہ شعری وفنی محاسن سے لبریز ہے۔ دکنی اور براری روزمرہ کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی کے ثقیل ترین الفاظ کا استعمال بھی اس خوبی کے ساتھ کیا ہے کہ فہم رسا پر ذرّہ برابر گراں نہیں گذرتا بلکہ قاری وسامع شعری جامے میں بیان کردہ نکات کی تہہ میں پہنچنے کے بعد لطف اندوزی کے احساس کی فراوانی کے طفیل عش عش کر اٹھتا ہے اور بے اختیار زبان سے سبحان اللہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ بقول شاعر:

سبحان اللہ چہ نکتہ دانی است یک حرف طلسم صد معانی است

الغرض خطیب صاحب کے فنی وفکری محاسن کے جائزے کے پیشِ نظر ''ان کی نعتیہ شاعری کو بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں شریعت اور فکر وفن کا حسین امتزاج کہا جا سکتا ہے۔''

☆

سہلِ ممتنع کے دلپذیر جلوے اور دلکش نظارے

خطیب صاحب کو فارسی عربی اور اردو زبان کے ساتھ ساتھ دکنی اور مروجہ براری زبان پر بھی مہارتِ کامل حاصل تھی۔ اُن کا کلام جہاں عربی و فارسی کی مشکل ترین اصطلاحات، تلمیحات و استعارات اور قرآن وحدیث اور فقہ کی افہام وتفہیم سے لبریز اشعار پر مبنی ہے وہیں اُن کے دیوان میں سہلِ ممتنع کے دلکش جلوے بھی وافر تعداد میں موجود ہیں۔ سادہ الفاظ پر مشتمل نہایت آسان اور دلپذیر بیان اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار نہایت والہانہ پیرایۂ اظہار کے سبب قاری اور سامع بے خود ہو کر جھومنے لگ جاتا۔ نیز روحانی بالیدگی، ایمان کی تازگی اور لازوال مسرت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

سہلِ ممتنع کی کچھ مثالیں بطور نمونہ از خروارے پیش ہیں:

آپ کو حق نے سنوارا یا رسول کرلیا اپنا پیارا یا رسول
آپ کو قرآن میں اللہ نے کن مراتب سے پکارا یا رسول
آپ ہیں چرخِ ہدایت کے قمر ہر صحابی ہے ستارا یا رسول
کون سا دن ہووے گا جو میں کروں سبز گنبد کا نظارا یا رسول
حشر میں غیر از تمہارے سیّدا ہے مجھے کس کا سہارا یا رسول
گم ہوا دونوں جہاں میں جو گیا چھوڑ کر دامن تمہارا یا رسول

ہم گنہگاروں کو حضرت تم سوا　　کون ہے بخشانے ہارا یارسول
ایک ذرّہ بھی نہیں اللہ کو　　آپ کی رنجش گوارا یا رسول
عرض امجؔد کیا کرے خود آپ پر　　منکشف ہے حال سارا یا رسول

☆

صورت بتادوحق کے پیارے　　پردہ اٹھا دو حق کے پیارے
فرقت کی سینے میں آتش لگی ہے　　اس کو بجھا دو حق کے پیارے
رویا میں اک شب روتوں کو حضرت　　آکر ہنسا دو حق کے پیارے
دردِ جدائی کب تک سہیں ہم　　اس کی دوا دو حق کے پیارے
باتیں تمہاری رب کا سخن ہے　　لب کوہلا دو حق کے پیارے
امجؔد کے دل کی حضرت مرادیں　　حاصل کرا دو حق کے پیارے

☆

لاکے آنحضرت پر ایماں دیکھئے　　خالصاً ہوکر مسلماں دیکھئے
اُن کا رتبہ دیکھنا چاہو اگر　　با وضو ہو کھول قرآں دیکھئے
حشر میں جب ہم کہیں گے چیخ کر　　یا نبی سوئے غریباں دیکھئے
پا برہنہ آئیں گے خود دوڑ کر　　امجؔد حضرت کا احساں دیکھئے

☆

عزیزو ! مدحتِ خیرالوریٰ سنوتو سہی　　حدیث عشقِ رسول خدا سنو تو سہی
بیان ہوتے ہیں اوصافِ سیدالکونین　　بگوش و ہوش مجبو ذرا سنو تو سہی
ملائک آتے ہیں افلاک سے یہ محفل میں　　ادب سے وصفِ شۂ انبیاء سنو تو سہی
فرشتے کہتے ہیں سن کر صدا قصائدکی　　چلوچلو صفتِ مصطفٰے سنو تو سہی
تمہارے واسطے خونِ جگر کو پی پی کر　　قصیدہ لکھتا ہے امجؔد نیا سنو تو سہی
آستانے پر بلاؤ یا حبیب　　روضۂ انور دکھاؤ یا حبیب
ہوں پیاسا آپ ہی کی دید کا　　وصل کا شربت پلاؤ یا حبیب
آپ کی دوری سے دل ویران ہے　　خانۂ دل کو بساؤ یا حبیب
آتشِ ہجراں ہے دل میں شعلہ زن　　پاس بلواکر بجھاؤ یا حبیب

ہوتی ہے ذی قسمتوں کی جوں طلب　　ویسا امؔجد کو بلاؤ یا حبیب

غرض سہلِ ممتنع کے بے شمار جلوے اور دلکش نظارے ''دیوانِ امجد فی مدح احمد'' میں چار سو جلوہ فگن ہیں۔

☆

براری روزمرہ اور مرّوجہ دکنی الفاظ کا استعمال

خطیب امجد حُسین صاحب نے اپنے کلام میں اردو، فارسی اور عربی روزمرہ کے فصیح و بلیغ الفاظ کے ساتھ ہی ساتھ علاقۂ برار میں مروجہ روزمرہ اور دکنی الفاظ بھی اس خوبی کے ساتھ ادا کئے ہیں کہ اشعار میں ضم ہونے کے بعد ان کی اجنبیت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ''دیوان امجد فی مدح احمد'' میں جن براری و دکنی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے ان اشعار کو بہ مع صراحت ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

اندھارا = اندھیرا

ہوئے دفن زمیں میں جو شمسِ عرب تو زمیں میں اندھارا ذرا نہ رہا
نہیں عاصیوں ظلمتِ قبر کا غم کہ زمیں کا بھی حال چھپا نہ رہا

تھنڈی = ٹھنڈی۔سردی

سرد آہیں بھر رہا ہوں زائروں سے سن کے میں
کیا ہی شہرِ قدس میں تھنڈی ہوا تھی میں نہ تھا

لک ہا = لاکھوں

ہے التماس امجدِ ہجرت زدہ کی یہ　　لاؤں بنا کے مروجہ لک ہا درود کا

انجن = سرمہ

سنگ کوہِ طور کو کرتی جہاں سرمۂ چشم　　خاک پا احمدِ مرسل کی میں انجن سمجھا

پرگھٹ = ظاہر

نورِ احمد سے جہاں سب حق نے پرگھٹ کر دیا　　عرشِ اعلیٰ سے بھی اونچی اُن کی چوکھٹ کر دیا

تلپٹ = تباہ و برباد۔اوپر نیچے۔تہہ و بالا

آپ کی میلاد سے بت ہی نہیں اوندھے ہوئے　　بلکہ سب دینوں کو اگلے اُس نے تلپٹ کر دیا

صفاچٹ = بالکل صاف

آپ کی قربِ تولد کی شرافت کے سبب　　فیل ابابیلوں نے اک دم میں صفاچٹ کر دیا

غٹ پٹ = باہم۔مخلوط۔ملا دینا

چار میں سے ایک ہی مذہب کی ہے تقلید خوب　　راہ بھولا چار مذہب جس نے غٹ پٹ کر دیا

لَٹ پٹ = بغل گیر۔ ہم آغوش (دکنی لغت مرتبہ سیدہ جعفر)

کیوں نہ مہکے تیرے اشعاروں سے امجد سب جہاں　　عطرِ اوصافِ نبی سے خوب لٹ پٹ کر دیا

چوکوٹ = چاروں جانب۔ دنیا۔ عالم

آپ کا ثانی نہیں گر ڈھونڈ ھتے چوکوٹ جائیں　　دیکھ کر حسن آپ کا یوسف کے چھکّے چھوٹ گئے

پُرادیا = پُرو دیا

اس قصیدے کے لفظ اے امجد جیسے موتی پُرادیا کس نے

پرانے والے = پُرونے والے

نعت میں سلطانِ انبیاء کے جہاں کے شاعر ہیں شعر لکھتے

بیاں کے رشتے میں کہئے ان کو کہ ہیں یہ موتی پرانے والے

بیگی = جلدی۔ فوراً

دیدار ہووے سیّدا برار کا مجھے　　بیمار کو جدائی کی بیگی دوا ملے

دھول کھانا = خوف۔ ڈر

شفیع تیرے گناہوں کے امجد اوہ ہیں　　تجھے ہے حشر کی کیا کام دھول کھانے سے

ترانا = تیرانا کا مخفف

ہوتی ہے بحرِ فنا میں غرق کشتیٔ حیات　　یا نبی رحمت کا ہاتھوں سے ترانا چاہئے

الاہ = اللہ کا براری روزمرہ

چہرہ ہے ان کا آئینہ ذات حق نما　　دکھتی ہے جنکی شکل سے صورت الاہ کی

ہیگی = ہوگی

تو فکر مت کر ذرّہ بھی امجد کہ تلخیٔ حشر ہیگی بے حد　　جنابِ ساقیٔ حوضِ کوثر تجھے ہیں پانی پلانے والے

دوپارا = دو ٹکڑے

ماہِ انگشتِ شہادت سے دوپارہ ہو گیا　　صاحبِ اعجاز کو شمشیر کی حاجت نہیں

☆

قصیدہ در لہجۂ پوربی اور تضمین دوھرہ

خطیب صاحب کو اردو، فارسی اور عربی پر مکمل عبور حاصل ہونے کے علاوہ علاقے میں دیگر مروجہ

زبانوں پر بھی کامل دستگاہ حاصل تھی۔ جسکا بیّن ثبوت اُن کے دیوان میں موجود قصیدہ در لہجہ پوربی اور تضمینِ دوھرہ سے ملتا ہے۔

ایک دور تھا، جب علاقۂ برار و ودربھ اور قرب وجوار میں پوربی زبان اپنے مخصوص شیریں لب و لہجہ کے باعث خاصی مقبول تھی۔ جس سے متاثر ہو کر کئی شعراء، قوال، مرثیہ خواں اور میلاد خواں حضرات نے پوربی لب ولہجہ میں بھی بے شمار تخلیقات پیش کیں۔ جنھیں عوام الناس میں کافی پسند کیا جاتا تھا۔ لہٰذا خطیب امجد حُسین صاحب نے بھی پوربی لب و لہجے میں ایک نعتیہ قصیدہ تحریر کیا تھا (جو ردیف ''ن'' کے تحت شاملِ دیوان ہے۔) جسے علاقہ برار میں میلاد خواں حضرات اپنی اپنی جماعتوں میں نہایت ذوق وشوق کے ساتھ پیش کر کے مدّتِ دراز تک داد وتحسین حاصل کرتے رہے ہیں۔ قصیدۂ ھٰذا کے نموناً صرف دو شعر درج ذیل ہیں:

جگ موہن اُمّ الکرا (1) کو باسی گیو (2) بیت مُکدس (3) آنن میں
سبحان الذی اسریٰ سے ملے موہے وا کی کھبر (4) کر آنن (5) میں
آدم صفی یا عیسٰی نبی سگروہی (6) پکاریں گے نفسی نفسی
پر موہے نبی سلطان رُسل کہیں امتی اس میدانن میں

[(1) اُم القریٰ (2) گئے (3) بیت المقدس (4) خبر (5) قرآن (6) گروہ۔ سب]

تضمین دوھرہ

اسی طرح خطیب صاحب نے دوہے پر تضمین بھی لکھی ہے۔ جس سے دیگر زبانوں سے اُن کی دلچسپی اور علمی استعداد اور تخلیقی مہارت کا بہ خوبی اظہار ہوتا ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف دو بند پیش ہیں۔

کہو اُس بدرِ عالم سے کہ جب سے تو سدھارا ہے — پڑا چاروں طرف عالم میں اُس دن سے اندھارا ہے
تمہاری یا رسول اللہ مجھے فرقت نے مارا ہے — نیہہ لگو سندر سیں اور نا جانے کوے
یا جیو جانے اپنا باجن لاگے سوے — رسولِ پاک کی خاکِ کفِ پا کحلِ لا ثانی
وہ خاک ایسی کہ جس سے چشم حور العین نورانی — غلامِ بیدرم امجد رسولِ حق تمہارا ہے
ہے دونوں جہاں کی آبرو حسیبِ ایزدِ پاک — جو اُن کے در کی خاک نہیں سو اُن کے سر پر خاک

☆

مشکل ترین صنعتوں سے مُزّین کلام بلاغت نظام

علاقۂ برار سے متعلق نادر ونایاب مخطوطہ جات، شعری دواوین اور مجموعۂ کلام کے کئی قلمی نسخے راقم

کے ذاتی کتب خانے میں بہ حفاظت موجود ہیں۔ جن کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس علاقے کے کئی اساتذۂ فن شعراء اکرام نے عمومی ضائع بدائع کے ساتھ ہی مشکل سے مشکل ترین صنعتوں سے مُزّین بے شمار اشعار تخلیق کر کے اپنے فن کا لوہا منوالیا ہے۔

مشکل ترین صنعتوں سے مزین اشعار کو عرف عام میں ''صنعت دار'' کلام سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ علاقۂ برار میں ایامِ محرم کی مخصوص تقریبات کے سلسلے میں انعقاد پذیر ''حُسینی دنگل'' اور عام میلا دخوانی کی محفلوں میں شعراء کرام خصوصی طور پر اپنا مشکل ترین صنعتوں سے مزین کلام (صنعت دار کلام) پیش کر کے اپنی استادانہ ذہنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا کرتے اور بے پناہ داد و تحسین حاصل کرتے تھے۔ جن میں خصوصاً ''بندۂ رحمان،، ''ریحانؔ، عبدالوہاب جانی عرف جانیؔ، حکیم شیخ تراب طرّارؔ پرتواڑہ، محمد شجاعت عیاںؔ نیز انبا پرشاد طربؔ کے بے شمار شاگردانِ رشید، رفقاء اور ہمعصر شعراء شامل ہیں۔

اُس زمانے میں علاقۂ برار کی اس عام روش اور روایت سے متاثر ہو کر خطیب امجد حسین صاحب نے بھی ''دیوانِ امجد فی مدح احمدؐ'' کے لئے اپنے کئی نعتیہ قصائد میں ان مشکل ترین صنعتوں کا التزام بڑی کامیابی، خوش اسلوبی اور فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ کیا ہے۔ لہٰذا اس میدان میں بھی خطیب صاحب کی بے پناہ ادبی و شعری صلاحیتوں کا ثبوت بہم ہوتا ہے۔

خطیب صاحب کے نعتیہ قصائد میں پیش کردہ صنعتوں کا مختصراً تذکرہ درج ذیل ہے:

قصیدہ بے نقط: اس صنعت کی رو سے شاعر صرف ایسے اشعار تخلیق کرتا ہے جن میں نقطوں کا استعمال نہ کیا گیا ہو۔ بہ الفاظ دیگر پیش کردہ تمام اشعار بے نقطہ ہوتے ہیں۔

۱-قصیدہ بے نقطہ:

محمد سرور و سردار عالم　　محمد سرگروہِ وُلدِ آدم
محمد کو ہمہ عالم مُسلَّم　　محمد اکملِ اولاد آدم
لواءِ الحمد کا سردار محکم　　کُلاہ و کِلکِ کُل اسکو مُسلَّم
ہوا کسریٰ کا گھر اُسدم مہدَّم　　ہوا مہموم ہر مَطرُود اُس دم
عمامہ مہر اللہ کا معمَّم　　دوام اللہ اعلیٰ کا معلم
سوارِ ادھم لولاک و ارحم　　کُلوم دل کو اسکا رحم مرہم
وہ مَورَد سورۂ طاہا کا اور عم　　الٰی مرّالد ہر مرسوں ہر دم
محمد علم اللہ کا معلّم　　عَلَم وہ اور ہمہ عالم ہَوَا کم

هوا مُلکِ صمد اسکو مُسلّم | رکھا مَسِّ رسول اللہ مکرم
اِمامِ کُل عوالم اور آدم | رسول ﷺ اللہ وہ ماء و گِل آدم
امام کل مَلک صدرِ مکرم | دواء درد صلی اللہ وسلم
رَوَاح دہر ہو و اصل وَ مَاذُم | رسول اللہ کا مملوک اسدم
محمد کا سدا مملوک محکم | محمد سرور و سردار عالم
محمد ماہرِ اسرارِ مولا | محمد حامد و محمود و مسعود
محمد داور و داوار کُل کا | محمد دادگر دار الحکم کا
وہ مالک کل اور کل اس کا مملوک | ہوا مولود وہ سردار کُل کا
لگا روحِ عدو کو رُخ اِس کا | سوارِ راہوارِ راہِ ہموار
علوم اللہ کُل معلوم اس کو | ہُمام حومۂ احرارِ اِحمد
محمد گوہر لولوءِ لالا | کلام لا الہ کا مُکَلَّم
درودِ لاعدد اللہ کا اسکو | محمد عرعر و سرو مُطّرا
محمد صدر مرسل ماہِ کامل | حُسام و کِلک کا مالک محمد
مرحّل مرط اور حلس دروا کو | علمدار لواء الحمد و اللہ
مدار دورِ عالم مُوردِ کُل | محمد حومۂ مرسل کا سردار
گلِ احمر در داماء احمد | درود اللہ کا اس ماہِ سما کو
لکھا واللہ رسول اللہ کا احوال | رکھا کل مہملہ ہر گھر کا مصرع

حواشی:

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "**وَاَنَا اَکرَمُ الاَوَّلِینَ وَالآخِرِینَ وَلَا فَخرَ۔ (ترمذی)" وانا اکرم ولد آدم علی ربی۔** (رواہ دارمی)

۲- طیبی نے کہا ہے کہ مراد ''لواء الحمد'' سے آنحضرت کی شہرت وانفراد نحمد ومقام محمود ہے اور ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نشان ہو کہ اس کا نام لواء الحمد ہو صاحب مواہب طبرانی سے الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ میں ایک حدیث لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خبردار ہو کہ میری امت کا قیامت میں سب سے پہلے حساب ہوگا۔ پھر میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تم سب سے پہلے بلائے جاؤ گے اور سپرد کیا جائے گا لواء الحمد کہ آدم وتمام خلق میرے لواء کا قیامت میں سایہ ڈھونڈے گی۔ طولانی میرے لوا کی ایک ہزار چھ سو میل کی

مسافت کے برابر ہے۔ اس کا بھالا یعنی پھل یاقوت احمر اور قبضہ نقری سفیدے کا اور اس کی جڑ سبز موتی کی ہے اور خاص اس کو نور کے تین گیسو ہیں ایک گیسو مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا میانہ دنیا میں۔ اس میں تین مسطر سطور ہیں۔ سطر اول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دوسری سطر الحمدللہ رب العالمین اور تیسری سطر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ہر سطر کی درازی اور پہنائی ہزار سال کی۔ پس تم سیر کروگے۔ اے علی اس کو لئے ہوئے اور حسن تمہاری سیدھی جانب اور حسین بائیں جانب ہوں گے۔ (سید عظمت حسین)

۳۔ "**ومنها اعطى الله تعالىٰ له ملكا عظيما بحيث ملك سليمان تحت ملكه و ان كساء فى الظاهر حل العبد و ذلك ان ملكه الله تعالىٰ ارض الدنيا كلها و ارض الجنه وما فيها بل خزائن مملكة كلها واعطاء الحكم العام فله ان يقطع الارضى كيف يشاء ويحكم لمن يشاء على من يشاء و جعل ما سواه مفتقر اليه انتهى**" یعنی طریقۃ المسلمین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص وفضائل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلیمان علیہ السلام سے بھی بڑا ملک عطا فرمایا اور کل روئے زمین اور جنت ومافیھا کا مالک بنایا بلکہ اپنی کل بادشاہت کے خزانے آپ کو بخشے اور اپ کو اذن عام دیا کہ جہاں چاہیں رونق افروز ہوں اور جس کو جیسا چاہیں حکم دیں اور جس پر چاہیں حکم کریں اور ہر چیز کو آپ کا محتاج بنایا۔ (سید عظمت حسین)

۴۔ دیکھو دیوان ہذا کے دیباچے میں آیہ "**هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شئى عليم**" کے حاشیہ کو۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وعلمك ما لم تكن تعلم** اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **اذهبنى ربى فاحسن تاديبى**۔ (سید عظمت حسین)

۶۔ "**عن العرياض بن معاوية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انى عندالله مكتوب خاتم النبين و ان آدم لمنجدل فى طينة**۔" الحدیث (رواہ فی شرح سنہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس وقت کہ آدم اپنی طینہ میں تھے اُس وقت میں اللہ کے پاس خاتم النّبیین تھا۔

۷۔ "**قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من عسرت عليه حاجة....**" دلائل الخیرات یعنی جملہ دردوغم دور کرنے کی دوا درود شریف ہے اور حصول مراد اور کثرت رزق زیادہ درود شریف پڑھنے سے ہوتی ہے۔ اگر فضائل وخواص درود شریف زیادہ دیکھنا منظور ہو تو دلائل الخیرات اور مدارج النبوۃ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ (سید عظمت حسین)

II۔ قصیدہ منقوطۃ زیریں:

اس صنعت کے مطابق استعمال شدہ مصرعوں کے تمام الفاظ منقوطہ زیریں ہوتے ہیں۔یعنی مصرعوں کے تمام الفاظ میں نقطوں کا استعمال صرف نیچے کیا جاتا ہے۔خطیب صاحب کے دیوان میں صنعت منقوطہ زیریں کے تحت ۷ اشعار درج ہیں۔جو ردیف 'الیاء' کے تحت شامل دیوان ہیں۔؎

یا رب یہ جلد مجھ کو مرا مدعا ملے — طیبہ کی میرے جسم کو آب و ہوا ملے
عاصی دیار سید عالم کو دیکھ کر — گویا مری مراد ملے اور رجا ملے
واللہ ہیچ جو رَبِ سرور ملے اگر — ہووے سرور جیسا کسے کیمیاء ملے
یارب مری دعا یہی لیل و مَسَا صبح — رویا کے بیچ پیکرِ بدرالدجیٰ ملے
بر لاوے جلد میری مجیب الدعا امید — طیبہ کے بیچ جاکے مِہر سے سہا ملے
دیدار ہووے سید ابرار کا مجھے — بیمار کو جدائی کی بیکی دوا ملے
امجؔد کو بس ہے سایۂ جو رَبِّ مُحَمَّدا — کب ہے طلب کے سایۂ بالِ ہما ملے

III قصیدہ منقوطہ بالا:

اس صنعت کے تحت شاعر اپنے کلام میں صرف ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جن میں صرف اوپر نقطے لگے ہوں دیوانِ امجد میں قصیدہ بالا نقطہ کے تحت ۱۶ اشعار درج ہیں۔جو ردیف 'ل' میں شامل ہیں۔؎

رونق کون و مکاں نورِ خدا فخرِ رسل — ظلِ حق نام خدا رحمتِ خالق کا غمام۱
اس کا وہ خُلق کہ قرآن ہوا شاہد اس کا — گلشنِ کون و مکاں کا وہ نہالِ تازہ
اسکا رخسارہوا نوردہِ شمس و قمر — شافعِ روز فزع فخرِ زمن مقصدِ کُل
خمس الاوقات نوا زندۂ فرخندہ دُہُل — تخت رفرف کا شہنشاہ سوارِ۲ دُلدُل
روح کو شغل صفت اس کا مثالِ صلصل — گلشن خَلق خدا کا وہ ہوا نادر گُل
منتظم نقطۂ مافوق ہوا ہر فقرہ — غزلِ نقطۂ ماتحتِ محمد قُل قُل

حواشی:

۱- مسلم وبخاری میں "عَـن اَبـِی مُوسَی، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَثَلُ مَا بَـعَـثَـنِـی الـلَّہ بِهِ مِنَ الهدَی وَالعِلمِ، کَمَثَلِ الغَیثِ الکَثِیرِ اَصَابَ اَرضًا، فَکَانَ مِنهَا نَـقِیَة، قَبِـلَـتِ المَاءَ، فَاَنبَتَتِ الکَلَاَ وَالعشبَ الکَثِیرَ، وَکَانَت مِنهَا اَجَادِبُ، اَمسَکَتِ المَاءَ، فَنَفَعَ اللَّہ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوا وَزَرَعُوا. صحیح بخاری (سید عظمت حسین)"

۲- سرورالمحزون میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے تین خچر تھے جس میں سے ایک نام

دلدل ہے اس کا رنگ ''اشعب'' یعنی سفید مائل بسیاہی تھا۔ اور یہ پہلا خچر ہے کہ اسلام میں اس پر سواری کی گئی۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سواری میں تھا۔ بعض روایت میں ہے کہ دلدل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے تھے۔ مخفی نہ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سواری کے کسی گھوڑے کا نام دلدل نہیں تھا۔ جیسا کہ آج کل مزعوم ہے۔ اگر زیادہ اطلاع منظور ہو تو مدارج النبوۃ کو دیکھو۔ (سید عظمت حسین)

نثر اور نظم دونوں میں یکساں مہارت

خطیب صاحب کی جملہ تخلیقات، مطبوعات، مخطوطات اور تالیفات کو سرسری طور پر دیکھنے کے بعد ہی اس حقیقت کا ادراک ہو جاتا ہے کہ موصوف کو نثر اور نظم دونوں پر یکساں قدرت اور مہارت حاصل تھی۔ خطیب صاحب نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف میں اپنے والہانہ جذبات کا اظہار صنف نظم میں کیا ہے بالکل اُسی طرح صنف نثر میں بھی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے دریا بہادئے ہیں۔ ''دیوانِ امجد فی مدح احمد'' ان کے شعری کمالات کا مظہر ہے اُسی طرح غیر مطبوعہ قلمی مخطوطہ ''مولودِ امجدی'' ان کی نثری صلاحیتوں کا نادر و نایاب نمونہ ہے:

بقولِ خود: وصف میں حضرت کے امجد روز و شب شام و پگاہ
نظم میں ہوں جس طرح ویسا نثر میں ہوں حریض

شاعرانہ تعلّی

''دیوانِ امجد'' میں خطیب صاحب نے شاعرانہ تعلّی کے طور پر بھی کئی اشعار قلمبند کئے ہیں۔ لیکن خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں اُنکا والہانہ عشق اظہارِ عقیدت کا بے پناہ مظاہرہ، تمام عمر اطاعتِ خدا اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل عملدرآمد اور اُن کے زبردست ادبی کارناموں کے پیشِ نظر تخلیق کردہ تمام اشعار صرف تعلّی نہیں بلکہ حقیقت بیانی کی سچی تصویریں نظر آتی ہیں۔

کچھ مثالیں درج ہیں:

سخن کو تیرے ظفر جو سنتا تو امجد اُس کے صلے میں تجھ کو — وہ عندلیب برار کہتا سخنوروں کا امام کرتا
جس کی سمایا آنکھوں میں دیوانِ امجدی — اس کی نظر سے دوسرا دیواں نکل گیا
جو عزّ و شرف ہے تیرے اشعار کو امجد — عزّت کہیں پا سکتے ہیں لعل و گہر ایسی؟

امجد کے اشعار کے مطالب و مفاہیم کی رسائی قاری و سامع کے ذہن و دل پر فوراً ہوتی تھی۔

جس کا ایک زمانہ شاھد ہے۔ قاری و سامع ان کے کلام کے زیر اثر جھومنے لگ جاتا تھا۔ اس حقیقت کو اپنے مختلف اشعار کے ذریعے کیا خوب پیش کیا ہے ملاحظہ ہو:

جگر کو معتزل کے چاک کرتا ہے قلم اپنا　ترے خامہ کی سی امجد کہاں ہے آب خنجر میں
عجب اسرار ہے امجد ترے اشعار رنگیں میں　انہیں الہامِ حق سمجھیں طفیل مصطفٰے سمجھیں
مرے اشعار غالب ہیں طفیلِ نعتِ احمد سے　سخن سے ان کو ناسخ کے ملالے جسکا جی چاہے
از طفیلِ برکتِ توصیف شاہنشاہِ دیں　ہر طرف امجد کے ہے شعر و سخن کا اشتیاق

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف امجدؔ کا ہمہ وقتی مشغلہ تھا جسے وہ اپنے لئے باعثِ فخر اور وسیلۂ نجات تصور کرتے تھے:

فکر کیا ہے آتشِ دوزخ کی اے امجدؔ ہمیں　صرف مدحِ مصطفٰے میں کرتے ہیں افکار ہم
بہ محشر پلّہ نیکی گراں ہوگا میرا فوراً　اگر اک شعرِ نعتیہ رکھیں عصیاں کے دفتر میں
تجھے دوزخ کا غم کیوں کر ہو امجدؔ　کہ ہے تو، تو ثنا خوانِ محمد
بفیضِ نعتِ رسول کریم اے امجدؔ　مثالِ عطر مہکتی ہے اس سخن کی بو
ہم ہیں مداحِ نبی دنیا میں گو ہیں خاکسار　دوستو منصب ہمارا روزِ محشر دیکھنا
اِبلیس بھی دیکھ کے محشر میں کہے گا　اللہ رے کیا امتِ عاصی کی بنی ہے

اس حقیقت سے اہلیاں برار و دکن بخوبی واقف ہیں کہ خطیب صاحب کو اپنی عدیم المثال والہانہ نعت گوئی کے سبب علاقۂ برار اور قرب و جوار کے تمام علاقوں میں شہرۂ آفاق حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد جامع قلعہ اچلپو را اور شہر و بیرونِ شہر کی دیگر مساجد میں اپنے مخصوص اوقات میں منعقدہ میلا دخوانی کی محفلوں میں قرب و جوار کے تمام علاقوں سے نعت خوانی کے شائقین جوق در جوق حاضر ہوتے اور نہایت ذوق وشوق کے ساتھ خطیب صاحب کا نعتیہ کلام بلاغت نظام سماعت فرما کر محظوظ ہوتے۔ خطیب صاحب نے اپنے کئی اشعار میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ بھی کیا ہے:

مرے اشعار نعتیہ میں کچھ تاثیر ہے جب تو　طلب کرتی ہے خلقت بھیج کر پیغام سو سو کوس
تجھے تصنیف شعر نعت کا جو شغل رہتا ہے　اُسی سے امجدا تیرا گیا ہے نام سو سو کوس
جانتا کون تھا امجدؔ تجھے لیکن اب تو　ہوگیا شہرۂ آفاق ثنا خوانی میں
امجدؔ ترے کلام کے چوگرد اہلِ دیں　رہتی ہیں جیسے چیونٹیاں شکّر کے آس پاس
کیا قلم سے ٹپک رہی ہے شکر　نیش کر (نے شکر) مجھ کو لا دیا کس نے

خاموں پہ مرے نیش کر ہونے کا گماں ہے حرفوں میں ہے شیرینیٔ شکّر کئی دن سے
اس قصیدے کے لفظ اے امؔجد جیسے موتی پُرا دیا کس نے

جملہ صنائع بدائع کا نادر استعمال

خطیب صاحب نے اپنے دیوان میں بے شمار نادر تشبیہات، استعارات، تلمیحات اور جملہ صنائع بدائع کا استعمال نہایت خوبی اور ماہرانہ چابکدستی کے ساتھ کیا ہے۔ دیوان کے سینکڑوں اشعار صنائع بدائع کے نادر اور بے نظیر استعمال سے مزّین ہیں۔ جسکے باعث دیوان کی خوبصورتی اور رنگینی دوبالا ہو چکی ہے۔ یہاں نموتاً صرف چند اشعار پیش کئے جا رہے ہیں۔ وگرنہ ایسی مثالیں پورے دیوان میں جا بجا بکھری ہوئی ہیں:

تشبیہات

{مدّاحِ خدا ہے جو مداحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے نسبت بہم دو میں جیوں حرفِ مُشدّد ہے
{ہیں محمد مصطفیٰ ذاتِ خدا میں مختلط جس طرح فانیذ ہو آبِ صفا میں مختلط
(فانیذ عربی میں سفید شکر یا دانہ چینی کو کہتے ہیں)
{پسِ طواف مدینہ پھرے یوں عاشقِ راز کہ پہلے روز کی دُلہن تبار سے نکلے
{اوڑھتے چادر تھے جس دم احمدِ مختار سُرخ گویا دِکھتا تھا شفق میں ماہِ پُر انوار سُرخ
{وہ مشکیں لحیۂ اقدس بگرد روئے بیضاوش گویا تفسیر بیضاوی چڑھی اطرافِ قرآں پر
(لحیۂ اقدس = داڑھی اقدس)
{تمام انوار انبیاء کے ہیں نورِ خیر البشر کے نیچے ستارے جیسے ہوں آسماں پر شبِ بدر میں قمر کے نیچے
{یوں انبیاء ہیں میرے پیمبر کے آس پاس تارے ہوں جس طرح مہِ انور کے آس پاس
{خواب میں چہرۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا مصحف دکھا دیا کس نے

صنعتِ استعارہ

{ماہِ روشن لمعۂ رخسارِ تاباں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سترِ کعبہ سایۂ زلفِ پریشاں آپ کا
{مہر ہے جاروبِ نورانی گلی ہے کہکشاں تازیانہ برق ہے برّاقِ یکراں آپ کا
{عارضِ ماہ جدا آپ کے رخسار جُدا سنبلِ خُلد جدا موئے گھونگر دار جدا
}رخسار مصطفیٰ کا ہے جب سے مجھے خیال واللہ ہے طلوع مرے سر میں آفتاب
{قامت ہے رشکِ عرعر و چہرہ ہے رشکِ حور کیا خوب دِکھ رہا ہے صنوبر پر آفتاب

{وصفِ احمد سنا دیا کس نے کان میں دُر پنہا دیا کس نے

صنعتِ تلمیح

{مُعلّم تھا ملائک کا کیا لاکھوں برس سجدہ ہوا ملعون جب اُن کی طرف سے دل میں کیں آیا

{جس دن سے مکہ مولد خیر الوریٰ ہوا اُس کا لقب زمانے میں امّ القریٰ ہوا

{جس خشک جھاڑ نیچے ہوا آپ کا گذر وہ یک بیک نہال بنا اور ہرا ہوا

{امامِ انبیاء در مسجدِ اقصیٰ ہوئے حضرت ہوا قرآں میں وارد کہ سبحان الذی اسریٰ

{آپ پہنچے عرش پر اور وہ حضیضِ چاہ میں فرق کتنا ماہِ بطحا ماہِ کنعاں میں رہا

{جدِّ امجد کا رسول پاک کے گھسنا عقَب ہے خروجِ چشمہ سارِ آبِ زمزم کا سبب

{اُس پائے نازنیں پر آماس آ گیا کرتے تھے یوں قیام پیمبر تمام رات

{مکّے سے جب مدینہ چلے شاہ انبیاء بستر پہ مصطفیٰ کے تھے حیدر تمام رات

{نو لاکھ برس کر کے عبادت ہوا ملعون ابلیسِ لعین آپ کی تحقیر کے باعث

دیوانِ امجد میں صنعتِ تلمیح سے مزین بے شمار اشعار موجود ہیں جس میں قرآن و حدیث، اسلامی فقہ اور تاریخ اسلام سے متعلق کئی نکات اشارات اور واقعات کو نہایت کامیابی کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں شاعر نے اپنے زمانے کے کچھ اہم ترین، سبق آموز حیرت انگیز اور یادگار حقیقی واقعات کو بھی بطور تلمیح پیش کیا ہے۔ نموتاً صرف ایک شعر پیش کیا جا رہا ہے۔

{ کہہ رہا ہوں اللہ والوں کا سُنا ہے جب سے حال کیا اُنہیں کی شہر طیبہ میں قضا تھی میں نہ تھا

اس شعر کے ذریعے شاعر نے عشق رسول سے متعلق اپنے زمانے کے جس اہم ترین حقیقی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اُسکا مختصراً احوال درج ذیل ہے:

حضرت مولانا مولوی عبیداللہ صاحب برہانپوری (جن کی عرفیت اللہ والے صاحب تھی) کو 1292 ہجری میں بیماری کی حالت میں خواب نظر آیا کہ وہ خود مدینہ منورہ میں حاضر ہیں۔ وہاں انھیں نمازِ جنازہ کا ایک منظر دکھائی دیا۔ جس میں کثیر تعداد شریک تھی۔ انھوں نے وہاں موجود افراد سے صاحبِ جنازہ کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ''یہ جنازہ مولوی عبیداللہ برہانپوری کا ہے۔'' تب تو آپ چونک پڑے اور اپنی والدہ سے اجازت لے کر حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ زیارت سے مشّرف ہونے کے بعد جب قافلہ کوچ پر آمادہ ہوا تب اس عاشق زار نے (پیروں سے معذور ہونے کے سبب) اپنی چار پائی روضۂ مبارک کے روبرو رکھوائی اور زار زار ہو کر چیخ اٹھے کہ

''اے مولا میں یہاں سے واپس جانے کے لیے نہیں آیا تھا اور اس غریب کو ایسی امید نہ تھی کہ یہاں سے نکالا جاوے'' بعدہٗ آپ اپنے مقام پر لائے گئے اور کچھ دیر بعد ہی آپ کا انتقال ہو گیا اور اپنے خواب کے موافق آپ کا جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا اور تخمیناً دس ہزار آدمیوں سے نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ سبحان اللہ۔ اس طرح شاعر نے اپنے زمانے کے اس حقیقی واقعہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنی دیرینہ خواہش اور آرزو کی عدم تکمیل کے دردِ نہاں کو نہایت آسان زبان میں شعر کا جامہ پہنا کر اپنے حقیقی جذبات کی ترجمانی کا بھی حق ادا کر دیا کہ کہہ رہا ہوں اللہ والوں کا سُنا ہے جب سے حال کیا اُنہیں کی شہرِ طیبہ میں قضا تھی میں نہ تھا

سبحان اللہ۔۔۔۔

صنعتِ تضاد

{ہوتی ہے بحرِ فنا میں غرق کشتیِ حیات یا نبی رحمت کے ہاتھوں ترانا چاہیئے
{امجدؔ کی آرزو ہے کہ دیکھے بعین خواب اس سر کو پشت پائے نبی پر دھرا ہوا
{ گو مریں گے یا رسول اللہ پکارے جائیں گے مرگ ہو یا زیست ہو صدقے تمہارے جائیں گے
{امجدؔ احضرت کی گر ہو گی توجہ کی نظر کام سب بگڑے ہوئے اپنے سدھارے جائیں گے

قیامت کے دن انبیاء کرام اپنی اُمتوں کی شفاعت سے معذور رہیں گے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کے باعث اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے سفارش کے اہل ہونگے۔ بروز قیامت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خصوصی امتیاز کی ترجمانی عربی زبان کے دو باہم متضاد الفاظ ''لا'' (بمعنی ''نہیں'') اور ''نعم'' (بمعنی ''ہاں'') کے ذریعے شاعر نے اس خوبی اور مہارت کے ساتھ ادا فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بروزِ قیامت امتیازی خصوصیت بھی ظاہر ہو گئی اور زیرِ نظر شعر صنعت تضاد کا بہترین مثالیہ بھی قرار پا گیا۔ مذکورہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

شفاعت میں ''لا'' دیکھتے ہیں سبھوں کا مگر مصطفیٰ کا ''نعم'' دیکھتے ہیں۔

صنعتِ حسنِ تعلیل

{سنگِ اسود ہو گیا کالا اسی غم سے کہ وہ دور دہلیزِ محمد سے کئی فرسنگ ہے
{مدتوں رگڑا قدم پر آپ کے سر امجدؔ تب فروغ اب تک جبینِ ماہ تاباں میں رہا
{باغ میں جا کے اگر نام محمد لے لوں نغمۂ صلِّ علیٰ شورِ عنادل ہوگا

{مہر و مہ کا جو لئے کاسہ فلک پھرتا ہے شاید حضرت سے کسی چیز کا سائل ہوگا

{ہر روز چومتا ہے فلک عتبۂ نبی کھاتا ہے چرخ روضۂ اطہر پہ آفتاب

{جاروب کش ہے روضہ کا سورج تمام دن رہتا ہے ماہ چاندنی گستر تمام رات

{امجدؔ ہوئی موجود موالیدِ ثلاثہ حضرت کی فقط عزت و توقیر کے باعث

زیرِ بحث ''دیوانِ امجد فی مدح احمد'' میں مذکورہ صنعتوں کے ساتھ ہی تقریباً تمام صنائع بدائع سے آراستہ مثالوں پر مبنی بے شمار اشعار موجود ہیں۔ لیکن بخوفِ طوالت انہیں درج کرنے سے گریز کیا جارہا ہے۔

صنائع بدائع سے مزین ان تمام اشعار پر تنقیدی نظر ڈالنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خطیب صاحب کو داخلی و خارجی جذبات اور خواہشات کو دلپذیر و خوب صورت اسلوب عطا کرنے پر کامل مہارت حاصل تھی۔

''دیوانِ امجد فی مدح احمد'' اردو ادب کا ایک اہم ترین اثاثہ اور یادگار ورثہ

خطیب صاحب کا پورا دیوان توصیفِ خدا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دار ہے۔ آپ کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور کیوں نہ ہو کہ یہی عشق ایمان اور ایمان کی جان ہے۔ عشقِ مصطفٰے مومن کا ایک عظیم سرمایہ ہے۔ اسوۂ رسول سے دل و نظر کی روشنی لئے بغیر کوئی انسان سچا مومن نہیں ہوسکتا۔ خطیب صاحب نے اپنی تمام تر زندگی عشقِ خدا و رسولِ برحق کے لیے وقف کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا تمام کلام اللہ کی حمد و ثنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی تبلیغ، تلقین اور تشہیر سے لبریز ہے۔ نیز آپ کی خداداد تخلیقی صلاحیت، اندازِ بیان اور موضوعات میں تنوع، خیالات میں جدّت جذبات میں روانی اور الفاظ میں اثر آفرینی کے سبب آپ کی ہر شعری و نثری تخلیق ادب کے ایک اہم ترین اثاثے اور یادگار ورثے کی حیثیت رکھتی ہے۔

ذیل میں موصوف کے مختصراً نمونۂ ہائے کلام بہ مع تبصرہ پیش ہیں، امجدؔ نے اپنے کلام کے ذریعے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا اور حضور ختم مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کا حق ادا کر دیا ہے۔ دونوں کے تقابل کا انداز بھی نہایت خوبصورت اور اپنی مثال آپ ہے۔ ملاحظہ ہو:

خدا و مصطفٰے اے دل تو کہہ دونوں کو کیا سمجھیں خدا کو نور سمجھیں آپ کو نورِ خدا سمجھیں

کوئی تشبیہہ دنیاوی سریع الفہم بہتر ہے خدا کو بادشاہ اُن کو وزیرِ بادشاہ سمجھیں

مناسب اور بھی تشبیہ دینا چاہیئے اس جا خدا کو باغ سمجھیں آپ کو گل باغ کا سمجھیں
خدا کو گل اگر سمجھیں تو اُن کو بوئے گل سمجھیں خدا کو بحر گر سمجھیں اُن کو دُرِّ بے بہا سمجھیں
خدا کو فی المثل سمجھیں اگر خورشید نورانی توذاتِ پاک طاہا کو مہِ اوج سما سمجھیں
قدِا قدس تھا بے سایا خلافِ فطرتِ عالم اسی حُجّت سے بالائے نبی ظِلِّ خدا سمجھیں
پڑے نعلین کا سایہ ملے کونین کی شاہی نبی کے جفتِ کفشِ پا کو ہم جفتِ ہُما سمجھیں
عجب اسرار ہیں امجدؔ ترے اشعارِ رنگیں میں
اُنہیں الہامِ حق سمجھیں طُفیلِ مصطفٰے سمجھیں

☆ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کا غزلیہ کلام برصغیر ہندو پاک کے طول وعرض میں کافی مشہور رہا ہے۔ اردو کے کئی شعراء نے ظفرؔ کی غزلوں کی زمین میں بے شمار کلام بھی تخلیق کیا ہے۔ اُن کی ایک معروف ترین غزل کا زیرِ نظر مصرعہ آج بھی خاصہ مشہور ہے:

لائقِ پابوسِ جاناں، کیا حِنا تھی میں نہ تھا

خطیب صاحب نے بھی اس زمین میں ایک نعتیہ قصیدہ تحریر فرمایا جو ۶۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ اسی نعتیہ قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

لائقِ پابوسِ حضرت کفشِ پا تھی میں نہ تھا ہائے کیا اُس چرم کی قسمت رسا تھی میں نہ تھا
کیا سُبک کرتی ہے آمدورفت روضے پر نسیم شرف یابِ بوسۂ گنبد صبا تھی میں نہ تھا
جسمِ خوشبودار سے حضرت کے ہے ہے فیضیاب حلس تھا مرط مُرحّل تھی رِدا تھی میں نہ تھا
(حلس = ٹاٹ، مرط مُرحّل = کالی کملی، رِدا = چادر)
کل پڑھے جاتے تھے امجدؔ کے قصیدے بزم میں چوطرف غُل غلِ صلّی علی تھی میں نہ تھا

ویسے تو خطیب صاحب کا جملہ نعتیہ کلام حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور والہانہ جذبات سے لبریز ہے لیکن اس نعتیہ کلام کی بھرپور پذیرائی ہوئی۔ ہر میلا دخوانی کی محفل میں میلا دخواں حضرات ایک زمانے تک بطورِ خاص اسے ہر محفل میں پیش فرماتے اور بے تحاشہ داد وتحسین حاصل کرتے سرزمین ایلچپور اور برار ودکن کے ہر عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سراور آنکھوں سے لگایا اور عقیدت سے چوما، نتیجتًا یہ نعتیہ قصیدہ بہادر شاہ ظفر کی غزل سے بھی کئی گُنا زیادہ مقبول ثابت ہوا۔ اسی حقیقت کی طرف خطیب صاحب نے اپنے بیشتر شعروں میں بھی اشارہ فرمایا ہے کہ

{سخن کو تیرے ظفر جو سنتا تو امجدؔ اس کے صلے میں تجھ کو وہ عندلیب برار کہتا سخنوروں کا امام کرتا

{دیکھ لے امجد کا گر دیوانِ نعتِ مصطفٰے شاید اپنا بوظفر دیواں کتر کر پھینک دے
{گر ہوائے فضلِ ربّانی کا اک جھونکا چلے جاپڑے خاکِ عرب میں خاک ایلچپور کی

☆

☆ روزِ ازل آدمِ خاکی پر معترض ہوکر ابلیسِ لعین کے سجدہ نہ کرنے کے واقعے سے ہم سبھی واقف ہیں لیکن اس زبان زدِ خاص وعام واقعہ کو خطیب صاحب نے اس قدر دلآویز انداز میں پیش کیا ہے کہ زبان سے بے ساختہ صدائے مرحبا وآفرین بلند ہوجاتی ہیں:-

آدم کو مَلک کہتے تھے سفّاک بنے گا سمجھے تھے کہ وہ مفسد وناپاک بنے گا
ہر فردِ ملکِ تیری خلافت کے ہیں شایاں نائب تیرا کیا ہوگا جو از خاک بنے گا
معلوم نہ تھا اُن کو کہ خالق کے کرم سے مولودِ ثلاثہ کی یہی ناک بنے گا
(مولودِ ثلاثہ: یعنی حیوانات، نباتات وجمادات)
جاہل تھے فرشتے کہ اس آدم کی نسل سے معراج کی شب عارجِ افلاک بنے گا
یعنی خلفِ آدمِ خاکی شۂ کونین مولائے جہاں صاحبِ لولاک بنے گا
سرِ منزلِ فردوس وہی پہنچے گا جلدی
امجد جو رہِ وصف میں چالاک بنے گا

☆

☆ شاعر توصیفِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کا احساس ہر کس و ناکس کے جاگزیں کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نطق یا قوت گویائی کی ودیعت کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ نعتِ نبی میں مصروف رہے۔ یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے لئے خدا نے ہمیں زبان عطا کی ہے۔ اسی طرح انسان کی پیدائش کا مصرف بھی اطاعت خدا اور رسول کے سوا کچھ نہیں۔ شاعر کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

روزہ نماز حج وزکوٰۃ امرِ خیر سب بے اُلفت رسولِ خدائے جہاں عبث
ہے وہ زباں کہ نعتِ نبی میں رواں رہے بے نعت مصطفٰے ہے دہاں میں زباں عبث
طاعت کرو خدا کی کہ جانا ہے ایک روز کیا جانتے ہو پیدا ہوئے ہو یہاں عبث
امجد جہاں تلک ہو صفاتِ رسول لکھ
مت ہو کسی کی مدح میں رطب اللساں عبث

☆ خطیب صاحب زندگی بھر عشق رسول میں سرشار رہے اور اتباع خدا واتباع رسول کو زندگی

بھر اپنا شعار بنائے رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اسی لئے بروزِ قیامت اُنکا اپنی خوداعتمادی کے اظہار کا انداز بھی خوب ہے:

کس کی اُمت میں ہے تو مجھ سے فرشتو نہ کہو میرے مالک بھی تو حاضر ہیں اُنہیں سے پوچھو
امجدؔ خستہ جگر آپ کا ہندی ہے غلام خواب میں اس کو کسی رات وہیں سے پوچھو

☆

☆ شاعر کے بقول خداوند قدوس کے دربار میں وہی دعا قبولیت کا درجہ حاصل کرتی ہے جس میں صلوٰۃ اور درود شریف شامل ہو۔

وہ دعا ہوتی ہے اکثر پاسِ حق کے مستجاب جو کہ ہو صلوٰۃ اور صلِ علیٰ میں مختلط

☆ اسی طرح شاعر دنیا کے طبیبو سے کہتا ہے کہ دردِ دل کے واسطے خاکِ طیبہ شفائے کلّی کا درجہ رکھتی ہے اس لئے اس شہر کی خاک کو دوا میں مختلط کرنا چاہیے:

خاکِ طیبہ کی شفا ہے دردِ دل کے واسطے اے طبیبو کیجئے اُسکو دوا میں مختلط

☆ حضرت محمد کے نور کی جلوہ فرمائی کا ذکر شاعر کی زبانی ملاحظہ ہو:

نور سے حضرت کے امجدؔ کوئی شئے خالی نہیں آپ کا ہی نور ہے مہر وسہا میں مختلط
(سہا عربی زبان میں بنات النعش کے ایک چھوٹے سے ستارے کو کہا جاتا ہے)

☆ شاعر عشق رسول سے سرشار ہے اس لئے اُسے بُرّاقِ نازنین سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در کے کُتّے سے ارتباط پسند ہے کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر بیٹھتا ہے:

جس کو ہو حضرت کے کلّبِ درنشیں سے ارتباط اسکو کب ہووے بُرّاقِ نازنین سے ارتباط

☆ اسی طرح وہ حضرت کے زلفِ عنبریں کے مقابلے میں مشک ختن کو چولھے میں جھونک دینا مناسب سمجھتا ہے:

جھونک دے مشک ختن کو کیوں نہ وہ چولھے کے بیچ جسکو ہو حضرت کے زلفِ عنبریں سے ارتباط

☆

☆ احکامِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین بھی دیوان میں جابجا درج ہے۔ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔ دنیا کی کامیابی ہیچ ہے۔ اُخروی زندگی میں عیش وعشرت کی تمنا ہے تو ضروری ہے کہ ہم دنیا میں فرمانِ خداوندی پر پوری طرح عمل پیرا ہوں۔ دنیا میں راہ نیک اپنانے کی تلقین انوکھے انداز میں کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ اگر ہمیں جنّت میں شرابِ طہور کی

خواہش ہے تو آج دنیا میں شیشے کی گردن توڑنا اور پیانہ پھوڑنا ضروری ہے۔ بقولِ شاعر:

ہمدمو گر تم کو کل ہے راوقِ جنت کا شوق توڑ دو شیشے کی گردن پھوڑ دو پیانہ آج

☆ اسی کے ساتھ انسان کی فطرت میں پوشیدہ نفسِ امّارہ کی مکّاریوں سے محفوظ رہنے کی دعا کا انداز بھی خوب ہے۔

دیوِ شریر سے تو خدایا بچا مجھے پیچھا کیا ہوا ہے یہ مکّار کس طرح

☆ تمام اُمّت مسلمہ کو حضرت محمد مصطفٰے کی مکمل اتباع اور وفاداری کی تلقین و ترغیب کا خصوصی انداز بھی خوب ہے۔

مت کرو اپنا کسی کو نہ کسی کے ہو رہو جس کی اُمّت میں ہوا امجدؔ بس اُسی کے ہو رہو

☆ شاعر عشقِ احمد میں تمام عمر سرشار رہا اُسے نہ تو قصرِ جنّت کی خواہش ہے نہ ہی جنّت کی نہ حور وغلماں کی، اُسے تو بس محبوبِ خدا کا ساتھ پسند ہے۔

بحشر امجد احقر مَعیّت خواہ ست بغیر تو چہ کُند قصر و حور و غلماں را

☆

☆ چونکہ دورو شریف کے ورد کو فضیلت کا نہایت اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے اس لئے خطیب صاحب تا زندگی اس پر عمل پیرا رہے اور ہمیشہ اس کی تلقین بھی کرتے رہے۔ درود شریف کی فضیلت سے متعلق دیوان میں شامل اشعار:

احمد پہ ورد رکھتا ہے اللہ درود کا ہے زمرۂ مَلِک میں بھی چرچا درود کا
فرمانِ ایزدی ہے یہی تم پہ مومنو بھیجو مدام آپ پہ تحفہ درود کا
ہوتے ہیں آسماں سے فرشتے نزول جلد اُٹھتا ہے جس مکان سے غوغا درود کا
محفل کو ڈھانک لیتے ہیں پھر بال و پر میں وہ دیکھو تو کس طرح سے ہے رتبہ درود کا
جس کو نہ ہووے مرشد کامل یہاں حصول کرتا ہے اولیاء اُسے پڑھنا درود کا
بعد از کلامِ خالقِ یکتائے لازوال پیدا نہیں ہے ہمسر و ہمتا درود کا
لغزیدہ ہو صراط سے دوزخ میں کیوں گروں عاصئ ناتواں کو ہے اعصاء درود کا
ہے التماسِ امجدِ ہجرت زدہ کی یہ
لاؤں بنا کے مروحہ لک ہا درود کا

☆

☆ خطیب صاحب کا دیوان ردیف وار ہے۔ جس میں تمام ردیفوں (الف تا یے) میں نعتیہ قصائد موجود ہیں۔ علاوہ ازیں موصوف نے دیگر اصنافِ سخن مثلاً مثلث، مخمس، مسدس، ترجیع بند، متفرق طبع زاد قصائد بہ زبانِ عربی و فارسی، نیز عربی فارسی تخلیقات کے منظوم تراجم، اور مشاہیر شعرائے اردو، فارسی و عربی کے اشعار پر تضمینات میں بھی اپنے مخصوص اور بے مثال نعتیہ جذبات کے اظہار کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ نے جن صاحبِ معرفت اور صوفی منش بزرگانِ دین کے اشعار پر تضمینات اور ترجیع بند تحریر کیا ہے ان میں حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ، مولانا جامی علیہ الرحمہ، مولانا کافی علیہ الرحمہ، مولانا قدسی علیہ الرحمہ، شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت غوث الاعظم دستگیر قدس سرہٗ، سعدی شیرازی وغیرہ بطورِ خاص شامل ہیں۔ ان تمام تخلیقات میں بھی خطیب صاحب کا منفرد اندازِ نظر، تازگی، شگفتگی اور زبان و بیان کا عالمانہ استعمال قابلِ صد ستائش و آفرین ہے۔

موصوف کی تخلیق شعری کی بھرپور استطاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفیس والہانہ عقیدت سے لبریز جذبات کی بے نظیر عکاسی کا مظاہرہ دیکھ کر قاری محوِ حیرت اور انگشت بدنداں ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ بقول اقبال:

خشک سیروں تنِ شاعر کا لہو ہوتا ہے
تب نظر آتی ہے اک مصرعِ تر کی صورت

ردیف الواوَ:

فدا کردوں اگر دیکھوں مدینے کے بیاباں کو
بنا جاروب میں جھاڑوں حریمِ روضۂ اطہر

کروں انگشتِ معجز کے زُلال پاک پر قرباں
مدینے 1؎ کی گلی پر سے تصدق کیجئے اے دل

کروں شرمندہ رو رو کر فراق سرور دیں میں
ہلال گنبدِ اخضر پہ کرتا ہے فلک صدقے

ہمارے بخش دے یارب طفیل سرور عالم
لب و دندان حضرت نے کیا بے نور عالم میں

نسیما روضۂ احمد پہ لے جا کر تصدق کر
دکن سے جلد لے جا کر الٰہی مجھ کو دکھلا دے

صبا لاکر بسا دے بوئے گیسوئے محمد سے
زیارت گر نہ ہو حاصل تو مَر بے مارِ حسرت سے

کیا 2؎ چشم خدا بیں نے حبیبِ حق کی شرمندہ
میرے اشعار جاتے ہیں طفیل نعتِ احمد سے

نکالے آپ کعبہ سے بزور تیغ پر صولت
فراق سید عالم میں میں ہمدم سمجھتا ہوں

اگر نقشِ قدم پاؤں تو رگڑوں اس پہ خوش ہو ہو
حبیبِ پاک کی امت پہ حق نے کر دیا ٹھنڈا

خودی کو، ہوش کو، دانائی کو، تشریف انساں کو
عمامہ کو، رِدا کو، ریش کو، زلفوں کو، مژگاں کو

گہر کو، آبرو کو زنجبیل اور آبِ حیواں کو
چمن کو، باغ کو، گلشن کو، گلبن کو، گلستاں کو

فرات و دجلہ کو، جیجوں کو یم کو ابرِ نیساں کو قمر کو مہر و انجم کو ہلالِ عیدِ رمضاں کو
تکبر کو، خطا کو، حقد کو، نخوت کو، عصیاں کو گہر کو، اختروں کو، برق کو، ہیرے کو، مرجاں کو
سخن کو، شعر کو، مجلس کو، سامع کو، سخنداں کو حرم کو، طیبہ کو، مسجد کو، گنبد کو، خیاباں کو
رواں کو، روح کو، رگ رگ کو، دل کو، جسم کو، جاں کو کٹاری کو، چھری کو، بانک کو، خنجر کو، پیکاں کو
ہرن کو، نرگسِ شہلا کو، موسٰی ابنِ عمراں کو دکن کو، ہند کو، پنجاب کو، چیں کو، خراساں کو
ہبل کو، لات کو، ود کو، بتوں کو، بت پرستاں کو شقاوت کو، الم کو، یاس کو، حسرت کو، خسراں کو
جبیں کو، ناک کو، ہونٹوں کو، سر کو، چشمِ گریاں کو جہنم کو، سقر کو، ہاوِیہ کو، حُبِّ احزاں کو
بنایا رب نے اے امجد رسول اللہ کے باعث زمیں کو، آسماں کو، عرش کو، حوروں کو، غلماں کو

حواشی:

1- چنانچہ جذب القلوب میں ہے۔ حسنہ نیز از اسمائے اوست کہ حسن حسنی بسبب اشتمال برحدائق دبستانین وعیون وآبار وجبال رفیع وفضائے وسیع وقباب عمارات ومشاہدہ ومزارات باشتمال واحاطہ نور رونق وحضور باجمیع راکن ونواحی ایں بقعہ موفوالسر در وحسن معنوی بہجت وجود قدس شہود حضرت ختمی کہ شاہد ومشہود حضرت پروردگار ومقصد ومقصود کافرابرا دو جود آل واصحاب واتباع او کہ جامع تمامہ برکات وشامل جمیع کرامات اندر دوئے مخصرات ''عرف من زاق ووجد من عرف'' (سید عظمت حسین)

2- شب معراج میں آنحضرت صلعم کے بے طلب بچشم ظاہری دیدار الٰہی نصیب ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود طلب روئت انوار الٰہی کے متحمل نہ ہوسکے چنانچہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ "**وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِيٓ أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَـٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ**" (الاعراف:143)

طور سے حضرت موسیٰ جو گرے غش کھا کر جلوۂ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہے

زلال = آبِ خوش گوار، حقد = کینہ، حرم = کعبہ، طیبہ = مدینۂ رسول، مسجد = گنبدِ خضریٰ،

قصیدہ عربی:

الٰهی الٰهی بفضل العميم یا اللہ یا اللہ ساتھ فضلِ تمام کے
وان قل يوماً الى طيب اور اگر پہنچے گی تو ایک دن طرف مدینے کے
فقولی له انما عبدك پھر عرض کیجو آپ کو کہ نہیں مگر غلام آپ کا

اذاهبّــت الــريح مـن روضتك	جب چلی ہوا روضے سے آپ کے
الــى ايـن ابكــى على هجـرك	کہاں تک روؤں میں آپ کی جدائی میں
متـى امشـى بـاالراس الى ربعك	کب چلوں گا میں سر سے طرف منزل آپ کے
اَرِنِــى ديــار الــرسول الكـريم	دکھا مجھے ملک یا گھر رسولِ کریم کا
فبــلــغ سـلامـى اليــه الـنسيم	پس پہنچائیو سلام میرا آپ کی طرف اے بادِ نسیم
فـى الارض البـر اربـحال يهيم	زمین میں برار کے ہے ساتھ حال پریشان کے
يـعشفى المريض العليل السقيم	البتّہ شفا پاوے بیمار اور ماندہ اور دکھی
وانــــى اراك بــقــلــب كـظيـم	اور کہاں دیکھوں میں آپ کو ساتھ دل پراز غم کے
متـى انـظـر حيـث انـت الـمقيم	کب دیکھوں گا میں وہ جگہ جہاں آپ رہتے ہیں
متــى اكتَــحَــل غبـره الـطيّـب	کب سُرمہ لگاؤں گا میں مدینے کی خاک کا
عــرجــت السموات فـى سـاعة	چڑھے آپ آسمانوں پر بیچ ایک ساعت کے
ومـــا كـــان فـى كـون مثـل لك	اور نہیں ہے بیچ کائنات کے مثال واسطے آپ کے
ولــولاك يــا نـور مـا كـان قـط	اور اگر نہ ہوتے تم اے نور نہ ہوتا کبھی
فــلا خشيــه لـى مـن الهـاويــه	پَس نہیں ہے خوف مجھے دوزخ سے
وان لــم از رقبـرك يــا حبيب	اور اگر نہیں زیارت کیا میں آپ کی قبر کی اے حبیب
الــلهــم عــطـر ضـريح الـنبى	اے اللہ مُعطّر کر قبر نبی کی
هيـا امـجـد الـخلق خير الورىٰ	اے بزرگ تر خلق کے نیک لوگوں کے
فــا نـقـد مـن الـنــار يـا سيدى	پَس نِکالو آگ سے اے سردار میرے
متـى استـلـم حجر حرم الحريم	کب چوموں گا میں پتھر مکانِ بزرگ کا
وطيت من الكوث عرش العظيم	روندے آپ نے نعلین سمیت عرشِ عظیم کو
وفـى فـضـلك ليـس احد سهيم	اور بیچ فضیلت آپ کے نہیں ہے کوئی شریک
الافــلاك والابــحــرو الـعـقيـم	آسمان اور دریا اور ابر و باد بھی
لان الشــفـيـعـى رؤف الـرحيـم	واسطے اس بات کے شفیع میرا مہربان ہے
ولــكــن ثـم الـحشـا مستـديـم	ولیکن وہاں دل ہمیشہ رہتا ہے
بــعــرف شـذى وفـوح شـمـيـم	ساتھ بولوں اچّھے کے اور خوشبوؤں کے

اتیــــت الیك ببــــال الیــم	آیا ہوں میں طرف آپ کے ساتھ دلِ دردناک کے
واد خـلـنـی الـخـلـد دار النعیم	اور داخل کرو مجھے بہشت میں کہ دارنعیم ہے
مـکــب عـلــی بــابك امـجـد	سرنگوں ہے دروازے پر آپ کے امجد
لَــه مَـن سِـوَاكَ ولـی الـحـمـیـم	اس کے واسطے کون ہے سوائے آپ کے دوست حمایت کرنے والا

قصیدہ بتاریخ نہم ربیع الاول 1299ھ

نوٹ:- زیرنظر ''قصیدہ عربی'' دیوانِ امجد فی مدح احمد اشاعت اوّل مطبوعہ 1313ھ میں بلا ترجمہ درج ہے لیکن راقم کے ذاتی کتب خانے میں موجود ایک اہم اور مستند بیاضی مخطوطے سے اشاعتِ ثانی میں اسکا ہو بہو اردو ترجمہ بھی شامل کردیا گیا ہے۔ جو بذاتِ خود خطیب امجد حسین صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ (مرتب)

سلام

یا رسول آپ پر ہزار سلام	یا نبی تم پہ لاکھ بار سلام
یا حبیب آپ پر کروڑ درود	اے شفیع تم پہ بے شمار سلام
آپ کے اس رخِ منوّر پر	آپ کے گیسوئے معنبر پر
آپ کے سب تنِ معطر پر	کردے یا رب مرے نثار سلام
ہینگے عالم میں جس قدر اشجار	ہر شجر میں ہیں جتنے برگ و بار
اور عالج کے ریگ کی مقدار	صد درود اور صد چہار سلام
اے پیمبر کے یارِ غار سلام	اے عمر معدلت شعار سلام
ابنِ عفّانِ با وقار سلام	اے علی اہلِ ذوالفقار سلام
یا نبی آپ کے عمامے کو	آپ کی چادر اور جامے کو
اُس کمر بند خوش شمامے کو	پہنچے امجد کا بار بار سلام

دیوانِ امجد فی مدح احمدہ کے تقریباً تمام اشعار ذکرِ مدینہ اور عشقِ رسول سے لبریز اور سرشار ہیں۔

حواشی:

1) مقالہ ''غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم'' از مفتی ابوالعرفان میاں فرنگی محلی۔ مطبوعہ ماہنامہ ''نیا دور'' لکھنؤ دسمبر 2017ء صفحہ:11

2) ''نعت گوئی کے آداب'' از فاروق جائسی کانپور مطبوعہ سہ ماہی دارالسرور، برہانپور، جنوری تا مارچ 2018ء صفحہ:73۔
3) نعت کا تاریخی پس منظر از شاھد کمال مطبوعہ ماہنامہ ''نیا دور'' دسمبر 2015ء صفحہ:7-8-9۔
4) ''اصطلاحاتِ نقد'' از ڈاکٹر عمر فاروق صفحہ 262 بحوالہ مقالہ اردو نعت گوئی: ایک جائزہ مطبوعہ اردو دنیا بابتہ ماہ ڈسمبر 2012 (صفحہ 32 تا 34)۔
5) عزیز الکلام در نعتِ نبی مطبوعہ 1910 عیسوی در مطبع قیومی کانپور۔

کتابیات:

مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں مندرجہ ذیل مخطوطات مقالات تحقیقی کتب اور مجموعہ ہائے کلام سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا:-

الف) مخطوطہ روضہ واصلین: از موسوی مہدوی
ب) مخطوطہ شواہد الولایت: از موسوی مہدوی
ج) مخطوطہ دیوان باقر حُسین باقر
د) دیوانِ حُسین مرتبہ ڈاکٹر عبدالرحیم
ھ) ایلچپور کے چند قدیم اردو شعراء: از ڈاکٹر وسیم دردانہ باسط
و) برار میں اردو زبان و ادب کا آغاز و ارتقاء: از ڈاکٹر آغا غیاث الرحمٰن
ز) منظوم سلاطینِ بہمنیہ از سہیل مرتبہ عبداللہ چغتائی۔
ح) منظوم جنگ نامہ شاہ دولہا رحمٰن غازی مرتبہ ڈاکٹر عبدالرحیم 2001ء
ط) کلیاتِ طرب: از انبا پرشاد طرب مرتبہ سید غلام علی بیابانی۔

☆☆☆

خواجہ کوثر حیات (اورنگ آباد، دکن۔ بھارت)

ودربھ کا اوّلین نعتیہ دیوان: دیوان امجد فی مدح احمد

'دیوان امجد فی مدح احمد' علاقہ ودربھ کا اوّلین نعتیہ دیوان ہے۔ جو ابوالفتح ضیاء الدین محمد عرف سید امجد حسین خطیب غزنوی الانباری کی ایک عظیم شعری تخلیق ہے۔ یہ پورا مجموعہ کلام عظمت رسول و عشق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار ہے۔ اس نعتیہ دیوان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اطہر میں شوکت الفاظ سے آراستہ و پیراستہ بے لوث محبت، احترام، تڑپ و شدت جذبات سے لبریز لکھے گئے نعتیہ قصائد ہیں جو ۳۲۳ر صفحات پر مبنی ہے۔ اس دیوان میں سید امجد حسین خطیب کے اردو، عربی، فارسی اور پوربی زبانوں میں لکھے نعتیہ قصائد ہیں جو اپنے آپ میں منفرد انداز لئے ہوئے ہیں۔ ہر کلام اپنی انفرادیت سے مزین ہے جیسے سہل ممتنع پر مبنی نعتیہ کلام، صنعت دار کی خوبی سے آراستہ کلام قصیدہ بے نقط، قصیدہ منقوط زیریں، قصیدہ بالا نقطہ، قصیدہ محذوف الف قابل ذکر ہیں۔ سید امجد حسین خطیب کا دل عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معمور تھا۔ اس لئے ان کے کلام کے ہر لفظ سے محبت و عقیدت، شیفتگی اور وارفتگی عیاں ہے۔

'دیوان امجد فی مدح احمد' کی پہلی اشاعت ۱۳۱۳ھ میں مطبع فیض ممع چودھویں صدی، راولپنڈی سے منصۂ شہود پر آئی۔ اس ادبی اثاثہ کو سید امجد حسین خطیب کے پڑپوتے اور راقم کے ماموں جان پروفیسر ڈاکٹر خطیب سید ابرار حسین (امام وخطیب جامع مسجد و عیدگاہ اچل پور، ودربھ) وخطیب سید مکرم حسین کی توجہ اور عرق ریزی کے باعث دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔ (ڈاکٹر خطیب سید ابرار حسین نے بحیثیت لیکچرر شیواجی سائنس کالج، امراوتی میں خدمات انجام دی۔ آپ کے ۳۵ر تحقیقی مقالے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کو صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے 2011ء سے 2015ء تک جامعہ ملیہ اسلامیہ سینٹرل یونیورسٹی، دہلی کی مجلس منتظمہ کے رکن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔) نیز جیسے اعلیٰ پائے کے محقق، شاعر و ادیب محترم سید غلام علی بیابانی نے مرتب کر کے آنے والی نسلوں کے لیے اس بے نظیر اثاثے کو کتابی شکل میں محفوظ کیا ہے۔ غلام علی بیابانی علاقہ ودربھ کے محقق ہی نہیں شاعر، ادیب اور

مخطوطہ شناس ہونے کے ساتھ آپ کو تاریخ گوئی میں مہارت حاصل ہے۔ 'دیوان امجد فی مدح احمدؐ' کی دوبارہ تدوین واشاعت آپ کا اہم کارنامہ ہے۔

شہر اچلپور جو کبھی برار کا دارالخلافہ رہا ہے اور ہر دور میں تہذیبی، ثقافتی، ملی و ادبی اور تعلیمی لحاظ سے وسط ہند میں اپنی مخصوص شناخت رکھتا ہے۔ اس شہر کے متعلق ڈاکٹر سیف صفدر رقمطراز ہیں:

''اچلپور ایک شہر ہے، شہر جو عبارت ہوتا ہے۔ اپنی تہذیب وثقافت اور علمی و ادبی روایات سے۔ اچلپور شہیدوں، غازیوں، قلندروں اور سربلندوں کی سرزمین ہے۔ عالموں، زاہدوں اور عابدوں کی سرزمین ہے۔ جاری ادب کا سرچشمہ بھی رواں ہے۔ اور ماضی کی بازیافت کا سلسلہ بھی دراز ہے۔''

(شہادت الانوار: مرتبہ غلام علی بیابانی ص ۳)

آج ہم اسی شہر اچلپور سے وابستہ خطیب سید امجد حسین امجد کے نعتیہ دیوان پر بات کریں گے۔ تقریباً سو سال قبل لکھا گیا یہ دیوان ودربھ کا پہلا نعتیہ دیوان ہے۔ خطیب سید ابرار حسین لکھتے ہیں:

''خطیب سید امجد حسین امجد بڑی خصوصیت کے حامل تھے۔ آپ عبدالملک ثنیٰ کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ عبدالملک ثنیٰ جن کا سلسلہ نسب گیارہویں پشت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ محمود غزنوی کے بھانجے شاہ عبدالرحمٰن غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں اچلپور تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت عبدالملک ثنیٰ کی بتیسویں پشت میں ابوالفتح ضیاء الدین محمد عرف خطیب سید امجد حسین امجد غزنوی الانباری ہیں۔ خطیب سید امجد حسین ۱۲۴۸ھ بمطابق ۱۸۳۲ء میں اچلپور میں پیدا ہوئے۔ وہ حافظ قرآن، عالم دین اور صوفی منش انسان تھے۔''

(بحوالہ تذکرۃ الانساب۔ سید عبداللہ گلشن آبادی اور شجرۂ خطیبیہ)

اسی طرح خطیب سید مکرم حسین آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''دادا حضرت (خطیب سید امجد حسین امجدؔ) علم وادب، دینی اقدار، عبادت اور نفاست کے علم بردار تھے۔ دنیا کے مقابلے میں دین کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ حق گو و بے باک تھے۔'' (بحوالہ دیوان امجد فی مدح احمدؐ۔ اشاعت ثانی۔ سن اشاعت: ۲۰۱۹ء۔ صفحہ نمبر ۲۹۰)

اردو، عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر امجد حسین امجد ایک قادرالکلام شاعر اور ادیب تھے۔ آپ

کو مراٹھی اور پوربی زبانوں پر بھی دسترس حاصل تھی۔ تاریخ آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ ''تاریخ امجدی'' آپ کی ایک معروف تصنیف ہے۔ جو فارسی زبان میں خورشید پریس، حیدرآباد سے ۱۸۶۴ھ میں شائع ہوئی۔ بعد میں اسے امجد حسین نے خود ہی اردو کے قالب میں ڈھالا اور پھر ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن، برار کی ایماء پر اسکول و مدارس کے لئے اسے مختصر کر کے ''چراغ برار'' نام دیا۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ ڈاکٹر خطیب سید ابرار حسین کی سربراہی میں (مجلس ادارت کے تعاون سے) مذکورہ تاریخی و دستاویزی اساسی مخطوطہ ''تاریخ امجدی (اردو)'' بہ ماہ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بمطابق ماہ دسمبر ۲۰۱۶ء بحسن و خوبی شائع ہو چکا ہے۔

خطیب سید امجد حسین امجدؔ کو تاریخ سے بے حد دلچسپی تھی۔ 'تاریخ امجدی' آپ کی معروف تصنیف ہے جو پہلے فارسی میں ۱۲۸۱ء میں شائع ہوئی اور بعد میں خود امجد حسین خطیب نے ہی اسے اردو میں بھی تحریر کیا۔ سید غلام علی بیابانی اچلپور (محقق، مخطوطہ شناس، تنقید نگار، شاعر و ادیب) رقمطراز ہیں:

> '' حضرت ابوالفتح ضیاء الدین محمد عرف سید امجد حسین خطیب غزنوی الانباری اس لائق صد تکریم و تعظیم شخصیت کا نام نامی اور اسم گرامی ہے جسے باشندگان برار و دکن آج تک آفتاب برار کی عرفیت ثانی سے یاد کرتے ہیں۔ علاقہ برار دکن کی ادبی و ثقافتی تاریخ میں آپ کی تمام مطبوعات، تالیفات اور قلمی مخطوطات ایک زبردست کارنامہ ہے اور یادگار ورثہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔''
>
> (بحوالہ 'دیوان امجد فی مدح احمدؐ' اشاعت ثانی۔ سن اشاعت: ۲۰۱۹ء، صفحہ نمبر ۱۶)

'دیوان امجد فے مدح احمدؐ' ۱۳۱۳ء میں حضرت خطیب سید عظمت حسین صاحب کی سرپرستی میں راولپنڈی سے پہلی بار شائع کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں جناب غلام علی بیابانی (محقق، مخطوطہ شناس، تنقید نگار اور شاعر و ادیب) نے تمام میلاد خواں حضرات کے پاس موجود قصائد امجد یہ پر مبنی دفاتر سے استفادہ کیا اور اپنے پاس موجود سید امجد حسین خطیب کے خود نوشت بیاضی مخطوطہ جات اور دیگر مستند ذرائع کی آمد سے اس کی ترتیب و تدوین فرمائی۔ مبسوط مقدمہ تحریر کیا اور تحقیقی دیانت داری اور نہایت دلجمعی کے ساتھ بہ حیثیت مرتب ذمہ داریوں کو بہ حسن و خوبی تکمیل تک پہنچایا۔ اسی طرح جناب حیدر بیابانی نے اس کام میں بھرپور اعانت فرمائی۔

''نعت'' ایک عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی مدح، ثنا اور تعریف و توصیف کے ہیں۔ لیکن اس لفظ کے لغوی و اصطلاحی معنی حضور کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور ذکر و ثنا سے مخصوص

ہیں۔اسی لئے اس صنف کو ہمیشہ ہی سے ایک نہایت برگزیدہ ادب تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔جس کا تقدس ازل سے جاری اور ابد تک قائم ودائم رہے گا۔

صنف نعت کی برگزیدگی، تقدس اور اہمیت کی مثالوں کے لئے شعراء کے دواوین کھنگالنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ''قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب ترین بندے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خود نعت خوانی فرمائی۔خلاق کائنات نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محمد واحمد ومحمود کے نام سے مشرف فرمایا ہے اور قرآن میں خود ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی احمد ومحمد ومحمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو (میری اتباع وفرمابنرداری میں) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام پورے ادب واحترام،اعزاز واکرام کے ساتھ بھیجو"**اللھم صل سید نا ونبینا محمد علیٰ آل سید نا محمد و بارك وسلم تسلیما کثیراً کثیرہ۔**"

اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے خود خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تعریف فرمائی۔جو قرآن میں جا بجا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔اس طرح نعت کی برگزیدگی از خود ثابت ہوجاتی ہے۔اردو میں نعت گوئی کے ابتدائی نمونے ہمیں صوفیائے کرام کی شعری تخلیقات میں ملتے ہیں۔نعت گوئی کا پہلا نمونہ خواجہ بندہ نواز گیسودراز سید محمد حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے منسوب ہے۔خواجہ صاحب کی نعت کے چند اشعار بطور نمونہ درج ہیں:

فاضل افضل جتنے مرسل ساجد مسجود آئے امت رحمت بخش ہدایت تشریف پائے

اے محمد صہجل وجسم جسم جلوہ تیرا ذات تجلی ہوئے گی سیس سپورنہ سہرا

لولاک لما خلقت الافلک خالق بالائے فاضل افضل جتنے مرسل ساجد مسجود آئے

اُمّت رحمت بخش ہدایت تشریف پائے

دکن کے بادشاہوں میں پہلے صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ (وفات ۱۶۱۱ء) نے صنف نعت میں بھی طبع آزمائی فرمائی تھی۔ان کا صرف ایک شعر بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

باتاں گہرسیاں نرلیاں واریا جو تیرے نانوں پر سوجائے کر آسماں پر یک بچن تارا ہوا

سید سراج الدین سراج اورنگ آبادی (وفات ۱۷۶۳ء) دکن کے ایک معروف شاعر ہیں۔انہوں نے صنف نعت میں بھی طبع آزمائی فرمائی۔نمونہ کلام:

نام تیرا مطلع فہرست ہے دیوان کا ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا

کر سراسر شوق میں بے ہوش مجھ کو یا حبیب دے مجھے بھر کر پیالہ نشۂ عرفان کا

اس کے بعد شعرائے دکن میں سب سے اہم اور ممتاز شاعر ولؔی دکنی کا نام سامنے آتا ہے۔ ولؔی نے تمام ہمعصر شعراء کو متاثر کیا اور صنف غزل کو شہرت دوام عطا کی۔ لیکن دیگر اصناف کے ساتھ صنف نعت میں بھی طبع آزمائی کی۔ ان کے چند نعتیہ اشعار:

عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے　　ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یا محمد دو جہاں کی عید ہو تجھ ذات سوں　　خلق کو لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے
عارفاں بولیں گے جان و دل سے لاکھوں آفریں　　جب ولؔی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

ولؔی دکنی کا غزلیہ کلام دہلی پہنچنے پر تمام شعراء نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ نیز غزل اور دیگر اصناف سخن کے ساتھ ساتھ عقیدتاً صنف نعت کا دامن بھی تھامے رکھا۔ اس طرح دبستان لکھنو کے تقریباً تمام شعراء نے اپنی مثنویوں اور دواوین کی ابتداء حمد، نعت اور منقبت پر مبنی تقدیسی اشعار سے کرنے کی روایت کو اپنے لئے باعث فخر اور وسیلۂ نجات جان کر نہایت اہتمام اور عقیدت کے ساتھ جاری رکھا۔ اس زمانے کے کچھ معروف شعراء کے نعتیہ کلام کا نمونہ (بہ لحاظ ترتیب زمانی) پیش ہے:

محمد رفیع سوؔدا (متوفی ۱۱۹۵ھ بمطابق ۱۷۸۰ء)

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمد کا　　جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمد ﷺ کا
ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سوؔدا نہ دم مارا　　خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمد ﷺ کا

میر تقی میؔر (متوفی ۱۲۲۵ھ، بمطابق ۱۸۱۰ء)

حرم کی کھوشہ مکینی یا رسول اللہ ﷺ　　اور خاطر کی حزینی یا رسول اللہ ﷺ
کھینچوں ہوں نقصان دینی یا رسول اللہ ﷺ　　تیری رحمت ہے یقینی یا رسول اللہ ﷺ
رحمۃ العالمینی یا رسول اللہ ﷺ　　ہم شفیع المذنبینی یا رسول اللہ ﷺ

میر حسؔن (مثنوی سحر البیان) (متوفی ۱۷۸۶ء):

نبی کون؟ یعنی رسول کریم　　نبوت کے دریا کا در یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں امی لقب　　پہ علم لُدنی کھلا دل پہ سب
بغیر از لکھے اور کئے بے رقم　　چلے حکم پر اسکے لوح و قلم
جہاں فیض سے ان کے ہے کامیاب　　نبی آفتاب و علی مہتاب

شیخ قلندر بخش جرأؔت (متوفی ۱۸۱۰ء):

رکھے ہے منزلت بہ آساں سرور عالم　　کہ فخر سلطنت ہے مرتبہ واں کی گدائی کا

اسی کے عشق میں پابند الفت رہ دلا ہردم کہ ہووے گا یہی روز جزا موجب رہائی کا

شیخ غلام ہمدانی مصحفی (متوفی ۱۸۲۴ء):

محمد عربی معجزوں کا کس جس کے کبھی نہ کرسکے فلک پیر کا شمار انگشت

چمن میں اسکی رسالت کا جب کچھ آئے ہے ذکر علم کرے ہے شہادت کی شاخسار انگشت

کرے جو وصف وہ اس تاج انبیاء کی رقم قلم کی جوں نئے نرگس ہوتا جدار انگشت

علاوہ ازیں نظیر اکبرآبادی (متوفی ۱۸۳۰ء) شیخ امام شیخ ناسخ (متوفی ۱۸۳۸ء) مثنوی گلزارنسیم از دیاشنکر نسیم (متوفی ۱۸۴۳ء)، میر انیس، مرزا دبیر، حکیم مون خان مومن، ذوق، بہادر شاہ ظفر، مرزا غالب، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، داغ، امیر مینائی اور محسن کاکوروی وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر شعراء ہیں جنھوں نے صنف نعت کو اپنے جواہر پاروں سے جزوی اور کلی طور پر مزین کیا۔

نعت گوئی کے عصری ادبی منظرنامے اور عمومی جائزے سے قطع نظر علاقہ برار میں عربی، فارسی، اردو، دکنی اور براری ادب کا جائزہ لینے پر بہمنی، عماد شاہی، نظام شاہی، مغلیہ، آصفیہ ادوار، حکومت برطانوی عہد حکومت اور آزادی ہند کے بعد جدید دور تک بے شمار شعراء و ادباء کے اسمائے گرامی سامنے آتے ہیں جنھوں نے اپنی انتھک محنت اور ہمہ وقتی خدمات ادب کے طفیل اس سنگلاخ اور کوہستانی علاقہ پر مشتمل سرزمین برار کے شعری و ادبی سرمائے کے سدابہار اور لازوال گلہائے رنگا رنگ کو ایک پر وقار دبستان ادب میں تبدیل کر کے ملک کے کسی بھی دبستان سے آنکھ ملانے کا دم خم پیدا کر دیا۔

خطیب صاحب کے ایک ہمعصر شاعر مولوی محمد عبدالعزیز خاں صاحب عزیز قادری کھولا پوری (تعلقہ ضلع امراوتی) اپنی تصنیف ''عزیز الکلام درنعت نبی علیہ السلام'' مطبوعہ ۱۹۱۰ء کے دیباچے میں خطیب صاحب کی نعتوں کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'' ملک برار میں نعتیہ ماحول بنانے اور میلا دمنظوم کی پہل کرنے کا سہرا خطیب سید امجد حسین صاحب کو حاصل ہے اوران کی نعتوں کی شہرت کے باعث میلا دمنظوم کو بھی اس علاقے میں مقبولیت حاصل ہو چکی ہے اور کئی شاعر اسی کے باعث اس صنف کی طرف متوجہ ہوئے۔'' جس میں شاعر مذکورہ بھی شامل ہے جس کا اس نے واضح طور پر دیباچہ کتاب میں بڑے فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان کا کلام جہاں عربی و فارسی کی مشکل ترین اصطلاحات، تلمیحات واستعارات اور قرآن وحدیث وفقہ کی افہام وتفہیم سے لبریز اشعار پر مبنی ہے۔ نعت گوئی کے سبب علاقہ برار اور قرب وجوار کے تمام علاقوں میں شہرہ آفاق حاصل تھا۔

خطیب صاحب کو علم عروض پر کامل دستگاہ تھی۔ آپ نے چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی

بحروں کا استعمال فنکارانہ انداز سے کیا ہے۔ یہ دیوان مترنم و رواں بحروں میں کہی گئی نعتوں پر مشتمل ہے جنہیں برار میں منعقد ہونے والے میلادخوانی کی محفلوں میں نہایت ادب واحترام اور ذوق وشوق سے پڑھا جاتا تھا۔ خطیب صاحب کا تمام کلام قرآن وفقہ، احادیث، شریعت اور اسلامی علوم پر محاکمہ کا آئینہ دار اور تشبیہات، استعارات و تلمیحات و جملہ شعری محاسن سے لبریز ہے۔

مدحت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار آپ کا کلام دل کو چھو لینے والا ہے۔ سہل ممتنع میں تادیر حافظے میں محفوظ رہنے والے کلام کے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں:

آپ کو حق نے سنوارایا رسول ﷺ　　کرلیا اپنا پیارا یا رسول ﷺ
آپ کو قرآن میں اللہ سے　　کن مراتب سے پکارا یا رسول ﷺ
آپ ہیں چرخ ہدایت کے قمر　　ہر صحابی ہے تمہارا یارسول ﷺ
کون سا دن ہووے گا جو میں کروں　　سبز گنبد کا نظارہ یا رسول ﷺ
عزیز ! مدحت خیر الوریٰ سنو تو سہی　　حدیث عشق رسول خدا سنو تو سہی
بیان ہوتے ہیں اوصاف سید الکونین　　بگوش و ہوش محبو ذرا سنوتو سہی

دکنی اور براری روزمرہ کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی کے ثقیل الفاظ کا استعمال بھی اس فنکارانہ انداز سے کیا گیا ہے کہ پڑھ کر لطف اندوزی کا احساس ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں جہاں اردو، فارسی اور عربی کی آمیزش ملتی ہے وہیں روزمرہ کے فصیح وبلیغ الفاظ کے ساتھ علاقہ برار میں مروجہ اور دکنی الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جیسے:

ہوئے دفن زمیں میں جو شمس عرب تو زمیں میں اندھارا ذرا نہ رہا
نہیں عاصیوں ظلمت قبر کا غم کہ زمیں کا بھی حال چھپا نہ رہا

ہے التماس امجدؔ ہجرت زدہ کی یہ　　لاؤں بنا کے مروحہ لک با درود کا

☆

سنگ کوہ طور کرتی جہاں سرمۂ چشم　　خاک پا احمد مرسل کی میں انجن سمجھا

خطیب سید امجد حسین کے 'دیوان امجد فی مدح احمدؐ' کے نادر و نایاب مجموعہ کلام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شاعر نے مشکل سے مشکل صنعت کا استعمال کرتے ہوئے بھی اشعار پیش کیے ہیں جسے عرف عام میں صنعت دار کہتے ہیں۔ آپ نے کئی نعتیہ قصائد میں مشکل ترین صنعتوں کا التزام خوبصورتی سے کیا ہے جس سے ان کی شاعرانہ فنکاری وفنی مہارت کا ثبوت ملتا ہے جس کی نظیر ملنا مشکل

ہے۔ جیسے قصیدہ بےنقط ۔

اس صنعت کی رو سے شاعر نے اپنے اشعار میں ایسے اشعار تخلیق کئے ہیں جن میں نقطے والے حروف کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ تمام اشعار بےنقطہ ہیں۔ سید امجد حسین خطیب نے اس صنعت میں ۲۶ ؍اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جو دیوان میں 'ردیف المیم' کے تحت پیش کیا ہے۔ قصیدہ بےنقطہ کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

محمد ﷺ سرورو سردار عالم — محمد ﷺ مالک و سالار اکرم
محمد ﷺ ماہر اسرار مولیٰ — محمد ﷺ سرگروہِ ولد آدم
محمد ﷺ حامد، محمود ومسعود — محمد ﷺ کو ہمہ عالم مسلّم
محمد ﷺ داور و داوار کُل کا — محمد ﷺ اکمل اولادِ آدم
محمد ﷺ دادگر دار الحکم کا — لواءِ الحمد کا سردار محکم
وہ مالک کل اور کل اس کا مملوک — کُلاہ و کِلکِ کُل اسکو مُسلَّم
ہوا مولود وہ سردار کُل کا — ہوا کسریٰ کا گھر اُسدم مہدَّ م
لگا روحِ عدو کو رخ اس کا — ہو امھوم ہر مَطرود اُس دِم
سوارِ راہوارِ راہِ ہموار — عمامہ مہر اللہ کا معَّمم
علوم اللہ کُل معلوم اس کو — دوام اللہ اعلیٰ کا معلم
ہُمام حومہَ احرارِ احمد — سوارِ ادھم لولاک و ارحم
محمد ﷺ گوہر لولوءِ لالا — کُلُوم دل کو اسکا رحم مرہم
کلام لا الہ کا مُکلَّم — وہ مَورد سورہَ طاہا کا اور عم
درودِ لا عدد اللہ کا اسکو — الی مرّ الدہر مرسوں ہردم
محمد ﷺ عرعر و سروِ مُطرّا — محمد ﷺ علم اللہ کا معلّم
محمد ﷺ صدر مرسل ماہِ کامل — علم وہ اور ہمہ عالم ہَوّا کم
حُسام و کِلک کا مالک محمد ﷺ — ہوا مُلکِ صمد اسکو مُسلَّم
مرحّل مرط اور حلس دروا کو — رکھا مَسّ رسول اللہ مکرم
علمدار لواء الحمد و اللہ — اِمامِ کُل عوالم اور آدم
مدار دورِ عالم موردِ کُل — رسول اللہ وہ ماء و گِل آدم

محمد ﷺ حومۂ مرسل کا سردار — امام کل مَلک صدرِ مکرم
گل احمر در داماء احمد ﷺ — دواء درد صلی اللہ و سلم
درود اللہ کا اس ماہِ سما کو — رواح دہرہو واصل و مَادم
لکھا واللہ رسول اللہ کا احوال — رسول اللہ کا مملوک اسدم
رکھا کل مہملہ ہر گھر کا مصرع — محمد ﷺ کا سدا مملوک محکم
لکھا بے نقطہ امجدؔ نے قصیدہ — وصلی اللہ علیٰ احمد و سلم

صنعت منقوطہ زیریں کے مطابق تخلیق کردہ مصرعوں کے تمام الفاظ منقوطہ زیریں ہوتے ہیں۔ یعنی مصرعوں کے تمام الفاظ میں نیچے کے نقطوں والے حروف کا استعمال کیا گیا ہے۔ خطیب صاحب کے دیوان میں صنعت منقوطہ زیریں کے اشعار ردیف 'الیا' کے تحت شامل دیوان ہے۔ جیسے:

یارب یہ جلد مجھ کو مرامد عا ملے — طیبہ کی میرے جسم کو آب و ہوا ملے
عاصی دیار سید عالم کو دیکھ کر — گویا مری مراد ملے اور رجا ملے
واللہ ہیچ جورب سرور ملے اگر — ہووے سرور جیسا کسے کیمیاء ملے
یارب مری دعا یہی لیل و مَسَاصبح — رویا کے بیچ پیکرِ بدرالدجیٰ ملے
برلاوے جلد میری مجیب الدعا امید — طیبہ کے بیچ جا کے مِہر سے سُہا ملے
دیدار ہووے سید ابرار کا مجھے — بیمار کو جدائی کی بیگی دوا ملے
امجدؔ کو بس ہے سایہ جو رب محمدؐا — کب ہے طلب کہ سایۂ بالِ ہما ملے

'قصیدہ منقوطہ بالا' اس صنعت کے تحت شاعر اپنے کلام میں صرف ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جن میں صرف اوپر نقطے لگے ہوں۔ دیوان امجدؔ میں قصیدہ بالا نقطہ کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

رونق کون و مکاں نورِ خدا فخر رُسل — شافعِ روزفزع، فخرِ زمن مقصد کُل
ظل حق نام خدا رحمت خالق کا غمام — خمس الاوقات نوازندہ فرخندہ و دہُل
اس کا وہ خلق کہ قرآن ہوا شاہداس کا — تخت رفرف کا شہنشاہ سوار دلدُل
گلشن کون و مکاں کا وہ نہال تازہ — روح کو شغل صفت اس کا مثال صلصل
اس کا رخسار ہوا نوردہ شمس و قمر — گلشن خلق خدا کا وہ ہوا نادر گل
منتظم نقطۂ مافوق ہوا ہر فقرہ — غزل نقطۂ ماتحت محمد قُل قُل

'قصیدہ محذوف الالف' اس صنعت کی رو سے صرف ایسے اشعار پیش کئے جاتے ہیں جس میں

الف کا استعمال ہی نہ کیا گیا ہو۔اس صنعت کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔ جو ردیف 'ک' میں دیوان میں شامل ہیں:

محمد ہیں شئہ کونین بے شک گل سرسبد و نور عین بے شک
تھے فکر مغفرت میں مومنوں کے گرفتہ دل بہت بچین بے شک
وہ ہیں سب مومنوں کے سر دیہیم جو پہنچیں عرش پر نعلین بے شک
کرے جو ورد حضرت کے علم کو تو دھووے دل سے زیغ درین بے شک

خطیب سید امجد حسین کی جملہ تخلیقات و مطبوعات پڑھنے پر احساس ہوتا ہے کہ خطیب صاحب کو نثر و نظم دونوں پر یکساں یدِ طولی حاصل تھا۔آپ نے خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں نہایت دلفریب انداز میں کی ہے۔ملاحظہ کیجئے:

خدا اور مصطفیٰ اے دل تو کہہ دونوں کو کیا سمجھیں خدا کو نور سمجھیں آپ ﷺ کو نورِ خدا سمجھیں
کوئی تشبیہہ دنیاوی سریع الفہم بہتر ہے خدا کو بادشاہ ان ﷺ کو وزیر بادشاہ سمجھیں
مناسب اور بھی تشبیہہ دینا چاہئے اس جا خدا کو باغ سمجھیں آپ ﷺ کو گل باغ کا سمجھیں
خدا کو گل اگر سمجھیں تو ان ﷺ کو بوئے گل سمجھیں خدا کو بحر گر سمجھیں ان ﷺ کو درِ بے بہا سمجھیں

چونکہ خطیب صاحب نثر اور نظم دونوں میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔آپ نے صنف نثر میں بھی خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف کے لا متناہی سلسلے خوبصورت انداز میں قلم بند کئے ہیں۔'دیوان امجد فے مدح احمد' ان کے فن شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔اسی طرح ان کے نثری اثاثے کا نادر و نایاب مجموعہ 'مولود امجدی' کے نام سے زیرِ طبع ہے۔وہ خود اپنے شعر میں فرماتے ہیں:

وصف میں حضرت کے امجد روز و شب شام و پگاہ
نظم میں ہوں جس طرح ویسا نثر میں ہوں حریض

خطیب صاحب کی تمام عمر اطاعت ربّانی اور اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گزری جس کی بنیاد پر ان کے ادبی کارناموں کے پیش نظر شاعرانہ تعلّی سے مزین چند اشعار پیش ہیں جو ان کی زندگی کی حقیقی عکاسی کرتے ہیں:

سخن کو تیرے ظفر جو سنتا تو امجد اس کے صلے میں تجھ کو وہ عندلیب برار کہتا سخنوروں کا امام کرتا

☆

جس کی سمایا آنکھوں میں دیوان امجدی اس کی نظر سے دوسرا دیوان نکل گیا

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفؔر کا غزلیہ کلام کافی مشہور ہے۔ان کی ایک معروف ترین غزل کا مصرعہ:

''لائق پابوس جاناں، کیا حنا تھی میں نہ تھا''

اس زمین میں خطیب صاحب نے نعتیہ قصیدہ جو بارہ اشعار پر مشتمل ہے لکھا جس کی بھرپور پذیرائی ہوئی۔ میلادخواں حضرات اسے بطور خاص ترنم واحترام سے پڑھتے اور داد تحسین وصول کرتے۔اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

لائق پابوس حضرت کفش پا تھی میں نہ تھا — ہائے کیا اس چرم کی قسمت رسا تھی میں نہ تھا
کیا سبک کرتی ہے آمد ورفت روضہ پر نسیم — شرف یاب بوسۂ گنبد صبا تھی میں نہ تھا
جسمِ خوشبودار سے حضرت کے ہے فیضیاب — حلس تھا مرط مُرحّل تھی ردا تھی میں نہ تھا

خطیب سید امجد حسین نے اپنے اشعار میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی فقہ اور تاریخ اسلام سے متعلق کئی نکات وواقعات پیش کئے ہیں۔ چند اشعار اس طرح ہیں:

معلّم تھا ملائک کا کیا لاکھوں برس سجدہ — ہوا ملعون جب ان کی طرف سے دل میں کیں آیا

☆

جس دن سے مکہ مولد خیرالوریٰ ہوا — اس کا لقب زمانے میں ام القریٰ ہوا
مکّے سے جب مدینہ چلے شاہ انبیاءﷺ — بستر پہ مصطفیٰ کے تھے حیدر تمام رات

ودربھ کے معروف شاعر انبا پرشاد طربؔ امجد حسین خطیب کی نعت گوئی کو بہت پسند کرتے تھے۔اپنے اشعار میں انہوں نے امجؔد کی طرح نعت خواں بننے کی تمنا کا اظہار کیا تھا:

اگرچہ ایسا ہونا ہیگا مشکل — بنوں امجؔد کا میں ثانی ہے منظور

اسی طرح خطیب صاحب کے انتقال کے بعد ان کی نعت گوئی کی اہمیت کا ذکر خیر کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

بے شک یہ کار تو امجؔد پہ ختم ہے — راہی عدم کا ہوگیا ملک دکن کا پھول

(بحوالہ کلیات طرب۔مرتب سید غلام علی بیابانی۔صفحہ نمبر ۲۱۰ اور صفحہ نمبر ۲۶۰)

جس طرح مرزا رفیع سوؔدا اپنے گراں قدر قصائد کے باعث اردو زبان وادب کے امام قصائد کہلاتے ہیں اسی طرح امجد حسین امجؔد کو ان کے قصائد کے باعث علاقہ برار کا امام قصائد قرار دیا جاسکتا ہے۔رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراپائے اقدس اور اعضائے مبارکہ کی تعریف وتوصیف میں ہمارے متعدد شعراء بھلے ہی اپنی سخن فہمی کی معراج کو پہنچ گئے ہوں لیکن امجد کے فکر وفن نے سراپائے

رسول کو جو دلنشیں پیرایہ عطا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس نوع کے چند اشعار بطور ثبوت ملاحظہ ہوں:

مہتاب کس پہ صدقے ہے اور کسی پر آفتاب　　مہ ایک پر تو عارض دیگر پر آفتاب
قامت ہے رشک عرعرہ چہرہ ہے رشک حور　　کیا خوب دکھ رہا ہے صنوبر پر آفتاب

دیوان امجد کے صفحات پہ نادر ونایاب ردیف وقوافی کی بہار جابجا کھلی ہوئی ہے۔ ذیل میں دئے گئے ان اشعار میں ان کی قافیہ پیمائی اور ردیف شناسی کی داد دئے بغیر نہیں رہا جا سکتا:

نور احمد سے جہاں سب حق نے پرگھٹ کر دیا　　عرش اعلیٰ سے بھی اونچی ان کی چوکھٹ کر دیا
گر کیا موسیٰ نے پانی سنگ سے جاری تو کیا　　میرے پیغمبر نے ہر انگلی کو پنگھٹ کر دیا
لوٹنے کا جس نے پایا تیرے کوچے میں مزہ　　ترک اس نے تخت شاہی و چھپرکھٹ کر دیا
آپ کی خاطر خدا کو کس قدر منظور ہے　　تم نے جو چاہا خدا نے اسکو جھٹ پٹ کر دیا

خطیب سید امجد حسین کا دیوان 'دیوان امجد فی مدح احمد' ردیف وار ہے جس میں ردیف 'الف' تا 'ے' میں نعتیہ قصائد موجود ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف نے دیگر اصناف سخن مثلاً مثلث، مخمس، مسدس، ترجیع بند، متفرق طبع زاد قصائد کے ذریعے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار کیا ہے۔

بخاری اور مسلم شریف کی حدیث کا مفہوم ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری محبت تمہارے دل میں اولاد، والدین اور پوری انسانی کنبے کی محبت سے بڑھ کر نہ ہو۔'' سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکت تمام ظاہری و باطنی کمالات کا مخزن ومنبع ہے اور خطیب سید امجد حسین کا دل عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معمور تھا۔ دیوان میں آپ کے کلام میں احکام خداوندی اور سنت رسول صلی الہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی جابجا تلقین ملتی ہیں۔ اپنے کلام کے ذریعے خطیب صاحب نے نہ صرف درود کے ورد کی فضیلت بیان کی بلکہ وہ تاحیات اس پر عمل پیرا رہے:

احمد پہ ورد رکھتا ہے اللہ درود کا　　ہے زمرہ ملک میں بھی چرچا درود کا
فرمان ِ ایزدی ہے یہی تم پہ مومنو　　بھیجو مدام آپ پہ تحفہ درود کا

ان کی زندگی کا خلاصہ اس شعر سے عیاں ہے:

مت کرو اپنا کسی کو نہ کسی کے ہو رہو　　جس کی امت میں ہوا مجدؔ بس اسی کے ہو رہو

یقیناً اس ادبی سرمایے یعنی 'دیوان امجد' کو پڑھنے کے بعد قارئین پر اس کے اسرار و رموز آشکارا ہوں گے اور ان کے دل بھی فخر دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، شافع محشر کے عشق سے لبریز ہو جائیں گے۔

☆☆☆

محمد ولی اللہ قادری (چھپرا، بہار)

واحد نظیر کی نعت گوئی ''مدحت'' کی روشنی میں

معاصر اردو شعراء میں عبدالواحد نظیر اس لیے میرے پسندیدہ شاعر ہیں کہ انھیں قادرالکلام شاعر بننے کا ہوس اور غرور نہیں۔ ان سے ملاقات اور گفتگو کے دوران اس دعوے کی دلیل مل جاتی ہے۔ ملاقات ہوتے ہی عام شعراء کی طرح انھیں شعر سنانے کا جنون نہیں۔ نئے ملاقاتی پر شاعر ہونے کا رعب و دبدبہ قائم کرنے کی لعنت سے بھی پاک وصاف ہیں۔ علاوہ ازیں اپنی کم گوئی اور عالمانہ گفتگو سے پہلی مرتبہ میں ہی ناآشنا کو اپنا بنا لیتے ہیں۔ کم گوئی کا ہی نتیجہ ہے کہ تیس بتیس سالہ شعری سفر طے کرنے والے واحد نظیر کا پہلا شعری مجموعہ حالیہ دنوں شائع ہوا ہے۔ حالاں کہ واحد نظیر کے ہم عمر بعض شعراء کی نصف درجن سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ یہ بات بھی قابلِ صد ستائش ہے کہ انھوں نے اپنا پہلا شعری مجموعہ ''مدحت'' کے نام سے شائع کیا جو نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے۔ ان کا یہ عمل ہر کلمہ گو شاعر کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

پیش نظر کتاب ''مدحت'' میں سو نعوت شامل ہیں۔ علاوہ ازیں چار عدد حمد و مناجات کی بھی شمولیت ہوئی ہے۔ یہ دیگر بات ہے کہ حمدیہ اشعار میں بھی نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے قاری معطر ہو رہا ہے۔ اور ہو بھی کیوں نہیں کہ واحد نظیر کی آرزو اور دعا ہے کہ:

میں تیری حمد لکھوں، نعتِ مصطفیٰ لکھوں ۔۔۔ یہی شعار مرا، اے مرے خدا کر دے
حمد لکھنے کا سلیقہ سیرتِ سرکار میں ۔۔۔ نعت گوئی کے لیے قرآن پڑھنا چاہیے

مدحت کے مطالعے سے قاری کو پہلا تاثر یہی ملتا ہے کہ نعت گوئی کے جو احتیاطی تقاضے ہیں، ان کو شاعر نے بھرپور طریقے سے برتا ہے اور اپنی نعت گوئی کا مرکز اور محور ذات و نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے اور اپنی شاعری کو قرآن پاک کی آیات اور احادیث مبارکہ سے مدلل کیا ہے۔ افتتاحی صفحات پر ہی نمونے کے طور پر ایسے اشعار کی زیارت ہو جاتی ہے کہ اس کی حلاوت آخری صفحات تک قاری محسوس کرتا ہے۔ اشعار ملاحظہ کریں:

نعت نبی کے نون کا نقطہ بھی چھو سکے کب یہ بساط قامتِ فکر و نظر کی ہے
بشر سے مدحت محبوب جیسا کام لینا تھا شرف اللہ نے یونہی نہیں بخشا نیابت کا

پہلے شعر میں شاعر نے اپنی اور دیگر نعت گو شعراء کی کم مائیگی کی طرف اشارہ کیا ہے وہیں مقام مصطفیٰ کی حقیقت کو بھی آشکار کیا ہے۔ دوسرا شعر کئی لحاظ سے ہماری فکر و نظر کو جلا بخشتا ہے۔ شاعر نے انسان کی پیدائش کے مقاصد کے سلسلے میں جو نظریہ پیش کیا ہے وہ نہایت ہی عمدہ اور منفرد ہے۔ انسان کی پیدائش کے سلسلے میں قرآن پاک کی جو آیات وارد ہیں، ان کی تفسیر میں علما نے اگر عبادت قرار دیا ہے تو صوفیائے کرام نے معرفت الٰہی کا نظریہ پیش فرمایا ہے۔ ان نظریات کو تسلیم کرتے ہوئے واحد نظیر نے انسان کی پیدائش کا ایک مقصد مدحت سرکار مدینہ کو بھی قرار دے کر جہاں حدیث ''لولاک'' کی بھرپور ترجمانی کی ہے، وہیں آزاد خیال مفکرین کو ایک اہم سبق بھی دیا ہے۔

ادبی دنیا اور عصری دانش گاہوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے، جن کا خیال ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد حکومت اور ریاست کا قیام ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں کی فکری اصلاح کے مقصد سے بھی شاعر نے یہ شعر کہا ہے۔ کیوں کہ شاعر کا بھی تعلق عصری دانش گاہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی سے ہے۔ موصوف وہاں کے ایک موقر استاد ہیں۔ بہرحال شاعر نے ایمان افروز جو فکر پیش کی ہے، وہ قابل تحسین ہے۔ ایسا عمدہ شعر راقم کے مطالعہ میں آج تک نہیں آیا۔ یہ شعر جس نعت کا ہے اس کا مطلع اور مقطع کے علاوہ ایک شعر پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

سہارا لاکھ لے کوئی فصاحت کا، بلاغت کا یہ ممکن ہی نہیں ہے حق ادا ہو ان کی مدحت کا
فرشتے میری میت کو مدینے منتقل کر دیں مرا دل ہے مدینے میں، ہوں باشندہ میں بھارت کا
نظیر اتنا سمجھ لو آیتِ یحببکم اللہ سے بغیر حبِ احمد کچھ نہیں حاصل عبادت کا

''مدحت'' کے مطالعہ کے دوران شاعر کی کائنات مطالعات کی وسعت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ شاعر نے اپنی نعت نگاری میں عالمانہ اور صوفیانہ افکار کا ایسا سنگم تیار کیا ہے کہ اس کی سیر سے قاری کو عجب لطف آتا ہے اور ایمان و عقیدے میں پختگی بھی آ جاتی ہے۔ معجزات کی پیش کش میں شاعر نے انفرادی شان پیدا کر دی ہے۔ واحد نظیر کی شاعری میں موضوعات کا تنوع ہے۔ شاعر اپنے نعتیہ اشعار میں بعض ایسے نکات کو سامنے لایا ہے جن کی مثال تاریخ نعت گوئی میں خال خال نظر آتی ہے۔ انفرادی نکات کی پیش کش کا ثبوت تو شاعر کے درجنوں اشعار میں مل جاتا ہے۔ لیکن یہاں دو چار مثالیں پیش کرنے کی گنجائش ہے۔ معجزۂ سایہِ ابر کو بہت سے نعت گو شعرا نے پیش کیا ہے، لیکن واحد نظیر نے اس

سلسلے میں بالکل منفرد نظریہ پیش کیا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر ابر کا سایہ کرنا ہر چند فضیلت ہے لیکن ابر نے سایہ کر کے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو محض معطر نہیں کیا ہے بلکہ ابر نے سورج پر احسان عظیم کیا اور اس کو شرم ساری سے بچا لیا۔ اس قبیل کے محض دو شعر ملاحظہ فرمائیں:

بچایا ابر نے سورج کو شرم ساری سے — جدھر نبی گئے بن کر وہ شامیانہ گیا
اس لیے اوٹ میں بادل کی چھپا رہتا تھا — روبرو ہونے میں سورج کو حیا آتی تھی

سورج کے سلسلے میں شاعر کا جب یہ نظریہ ہو، تو چاند کا کیا پوچھنا؟ شاعر نے چاند کے بننے کی حکمت کو جہاں اجاگر کیا ہے وہیں ایک مقام پر شاعر نے چاند کو سبق بھی دیا ہے اور متنبہ بھی کیا ہے کہ تو غلامِ نبی اور عاشق مصطفیٰ کے چہرے کی رونق کا مقابلہ تب ہی کر سکتا ہے کہ ان کی طرح تو بھی کوئے نبی کی خاک سے اپنے چہرے کو مزین کر لے:

بے کار ہی تو میرے مقابل ہے ماہتاب — چہرے پہ خاکِ کوئے نبی پہلے مل کے آ
لوگ چاہے جو بھی بولیں چاند کے ٹکڑوں کو تم — آمنہ کے لال کا ٹوٹا کھلونا بولنا
چاند سورج کے بنانے کا سبب اِک یہ بھی تھا — آمنہ کے لال کو کوئی کھلونا چاہیے
لکھ شبِ دیجور کو، تو عکسِ گیسوئے نبی — چودھویں کے چاند کو، عکسِ رخِ سرکار لکھ

چاند اور سورج کا مسکن آسمان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل اس کی حیثیت کیا ہے؟ اس کو بھی واحد نظیر نے طے کر دیا ہے۔ نعت کے اشعار میں عرش و کرسی کا مضمون ضرور ملتا ہے البتہ آسمان کا بہت کم۔ اس کی مثال اعلیٰ حضرت کے یہاں ملتی ہے۔ یہاں شاعر نے اپنی شاعری کو عروج بخشتے ہوئے آسمان کا مقابلہ ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا ہے بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موزہ سے کیا ہے اور آں حضرت کے موزہ کو آسمانوں سے اونچا قرار دینا واحد نظیر جیسے خوش عقیدہ شاعر کا ہی حصّہ ہو سکتا ہے:

کس کی اوقات نظیرؔ ان کی ثنا لکھ پائے — آسمانوں سے بھی پیزار نبی اونچا ہے

نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں بہت سے شعرا کے کلام مل جائیں گے۔ خود واحد نظیرؔ کا ایک شعر ہے:

نعلین مصطفیٰ سے کریں خود کو سربلند — خواہش یہی فقیر کی ہے، تاج ور کی ہے

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزۂ پاک کے فضائل کو اس اہتمام سے شاعری کا حصّہ بنانا اس

بات کا غماز ہے کہ شاعر کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فیض کا وافر حصّہ ملا ہے۔ کیوں کہ امام اعظم نے اپنے عہد میں خف پر مسح کرنے کو سنیت کی علامت قرار دیا تھا۔ اِس عہد میں واحد نظیر کا منشا ہے کہ اصل عاشق وہی ہوسکتا جو آسمانوں سے بہتر اور افضل پیزار نبی کو تسلیم کرے۔

انگشت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پانی کا جاری ہونے والا معجزہ بہت مشہور ہے۔ اس معجزے کو بہت سے شعراء نے شعری جامہ پہنایا ہے لیکن اس معجزہ کی پیش کش میں شاعر نے اپنی شعری صلاحیت کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ یہاں شاعر کا صوفیانہ رنگ ظاہر ہوا ہے۔ شعر ملاحظہ کیا جائے:

کیوں نہ دریا پیاس کی مانگے دعا اللہ سے — انگلیاں سرکار کی رشکِ سمندر ہو گئیں
انگلیو ں سے ہیں ندیاں جاری — مسئلہ حل ہے بحر کم تر کا
چشمۂ رحمت ہے جاری انگلیوں سے شاہ کی — مچھلیاں باہر نکل آئیں نہ دریا چھوڑ کر

مذکورہ بالا اشعار میں ''رشک سمندر، اور'' بحر کم تر'' کی تراکیب اوران کے مفاہیم معنی خیز ہیں۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ ان اشعار میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی فکر کی برکات شامل ہوگئیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا یہ شعر لازماً یہاں یاد آ رہا ہے:

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر — ندیاں پنج آبِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

یہاں اعلیٰ حضرت کا شعر پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اہالیان علم واحد نظیر کا شعر پڑھ کر فیصلہ کریں کہ فکر رضا کی پیش کش میں واحد نظیر عہد حاضر میں سرفہرست ہیں یا نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی بات آ گئی تو یہ بات قابل ذکر ہے کہ واحد نظیر کی کتاب ''مدحت'' پر اعلیٰ حضرت کی شاعری کے واضح اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت اوران کے برادر عزیز استاد شاعر مولانا حسن رضا بریلوی کی زمین پر کہی گئی نعتیں بھی واحد نظیر کی شاعری کا حصّہ بنی ہیں۔ بعض مقامات پر اعلیٰ حضرت کی فکر کو من وعن بیان کر دیا گیا ہے البتہ لہجہ اور اسلوب شاعر کا اپنا ہے۔ واحد نظیر کی نعتوں کے مطالعے سے اعلیٰ حضرت سے شاعر کی عقیدت کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت سے شاعر کی عقیدت کو دیکھیں:

گلشن ایماں کو رکھّے تازہ جنت کی بہار — ہو جو ہونٹوں پر سلامِ علیٰ حضرت کا گلاب
سبھی رسول کہیں اذھبوالی غیری — انا لھا مرے آقا ہیں مشتہر کرتے
مرقد ہو، پل صراط ہو، میدان حشر ہو — کیا خوف اُسے جو آپ کے زیرنگیں رہے

واحد نظیر نے اپنی نعت گوئی میں عقائد اہل سنت و جماعت کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔ اختیارات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت عمدہ طریقے سے اجاگر کیا

ہے۔اس قبیل کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

لٹائے چاند ستاروں میں روشنی کی زکوٰۃ یہ کس کے صدقے میں سورج ہے مال دار بہت
انگشت مصطفیٰ کا تصرف ہے یہ نظیر جنبش ہوئی تو آئی شکن ماہتاب میں
عبث ہی لوگ ترازو اٹھائے بیٹھے ہیں عطا کیا ہے انھیں رب نے اختیار بہت
تصرفات یہ ادنیٰ ہیں ان کی انگلی کے قمر دونیم ہے سورج پلٹ کے آیا ہے

شاعر نے اختیاراتِ مصطفیٰ کے علاوہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ بھی سامنے لایا ہے۔ شاعر نے اسی پر بس نہیں کیا ہے بلکہ بدعقیدوں کے نظریۂ بشریت کا زبردست رد بھی کیا ہے۔ یہاں شاعر کے اسلوب نعت گوئی کی داد دینا ہوگا کہ عام شعراء کے برعکس بدعقیدہ فرقوں کا نام لینا بھی ضروری نہیں سمجھا ہے۔شاعر نے اپنے اشعار میں بدعقیدوں کے نظریات پر جس عالمانہ انداز میں طنز کیا ہے،اسے ملاحظہ کریں:

رہنے دو، تم نہ سمجھوگے اسرارِ مثلکم یہ امتحاں شعور کی بالیدگی کا ہے
ہے کیا ہی عقدہ کشا مثلکم کی آیت بھی یہ کھول دیتی ہے، عرفان وابلہی کا سچ
آقا کو اپنی مثل کہے اور کہاں چلے کھارے کو میٹھا کرکے دکھاؤ لعاب سے
نہ کھاتے دھوکہ کبھی مثلکم سے تم ناداں ذرا ساغور جو یوحیٰ الیّ پر کرتے
معمہ مثلکم کا تم سمجھ پاؤ یہ ناممکن سمجھتے ہیں وہی جو واقفِ اسرار ہوتے ہیں

واحد نظیر کے مذکورہ بالا اشعار میں طنز کے ساتھ ساتھ زورِ بیان کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔شاعر نے بعض مقامات پر گستاخِ رسول کے لیے"**اشداء علی الکفار**"کا ترجمان پر ان کی اوقات بتادی ہے۔کہیں کہیں ان بدقسمتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے اور للکارا بھی گیا ہے:

سمجھو بوجہل سے رشتہ ہے یقیناً اس کا سن کے جو مدحِ نبی چیں بہ جبیں ہوجائے
ترے نصیب پہ ماتم کروں کہ سر پیٹوں سلام تجھ سے وہاں جاکے بھی پڑھا نہ گیا
بوجہلِ زماں! جان لے تو خوئے بلالی گھٹی میں غلامانِ محمد کی پڑی ہے
اعدا نثار ہونے کو کہتے ہیں شرک ہے دھوکے میں دل نہ تو سخنِ بے محل کے آ
پروانہ وار شمعِ رسالت پہ ہو نثار عاشق عدو کے سینے پہ یوں مونگ دل کے آ
کس طرح تری اُنگلی اٹھی ان کی ذات پر گستاخ وہیں ہو نہ گئیں انگلیاں قلم
عشق رگ رگ میں ہے نہ جائے گا کوششیں لاکھ اے عدو کرلے

لگام اپنی زباں پر لگائیں بوجہلی — ابھی معاذ کے زندہ ہیں پیروکار بہت
کلمہ گو شاعر ہے تو اور نعت ہی لکھتا ہی نہیں — کیا ہوا غیرت کو تیری، توبہ استغفار، لکھ

واحد نظیر کی نعت گوئی کا یہ اسلوب بھی بہت خوب ہے کہ روزمرہ میں استعمال ہونے والے محاورات اور مقولے کو بہت ہی انوکھے انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کی ایک مثال اوپر والے ایک شعر میں موجود ہے کہ شاعر نے عاشق کو یہ پیغام دیا ہے کہ دشمن احمد کے ''سینے پر مونگ دل دے۔'' علاوہ ازیں ایک دو اور مثالیں حاضر کر رہا ہوں:

دم اٹکنا کس کو کہتے ہیں یہ ان سے پوچھیے — لوٹنا پڑتا ہے جن کو شہرِ طیبہ چھوڑ کر
ریت پر ایوان کی تعمیر کے مصداق ہے — سربلندی کی تمنا، ان کا اسوہ چھوڑ کر
صبحِ بنارس، شام اودھ کیا خاک ہمیں للچائیں گی — یادِ رخِ سرکار قبائے شام وسحر ہو جائے گی
اے نظیر آقا کی باتیں باادب با ہوشیار — ہو نہ جائے ہو نہ ہو یہ بولنے کا بولنا

واحد نظیر کی نعتیہ شاعری پر شاعر مشرق اقبالؔ کے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ شاعری میں سوال و جواب اور مکالماتی انداز اقبالؔ کے یہاں خوب ملتا ہے۔ اقبال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی روح سے بھی مکالمہ کیا ہے۔ واحد نظیر کی شاعری میں بھی اقبالؔ کے اس انداز شاعری کا نمونہ خوب ملتا ہے:

نماز اقصیٰ میں دیکھا ہے آپ نے موسیٰ — بتائیں میرا نبی بے مثال ہے کہ نہیں
ٹھیک ہے جنت کی خواہش بھی مگر اے زاہدو — پہلے جا کے شہر طیبہ دیکھ لینا چاہیے
آپ نے دیکھی ہے جبریلِ امیں جنت بھی — کیسی لگتی ہے وہ طیبہ کی گلی کے آگے
میانِ طالب و مطلوب کیا ترا واعظ — بساطِ عشق اگر ان کا آستاں ٹھہری
وہ عبادت تھی خدا کی، رخ تھا کعبے کی طرف — یہ نمازِ عشق ہے، دل جانبِ طیبہ کریں

ذات اور صفات رسول اور ان کے معجزات کے بعد مدینہ شہر کی فضیلت پر زیادہ تر نعت کے شاعر نے زور دیا ہے۔ واحد نظیر کی کتاب ''مدحت'' میں ارض مدینہ کے موضوع پر درجنوں ایسے اشعار ہیں جو ادبی و مذہبی دنیا میں انشاءاللہ زندہ جاوید رہیں گے۔ ان میں سے چند اشعار ملاحظہ کیا جائے:

مجھے یہ لگتا ہے جنت ہے دیکھی بھالی سی — مدینہ جب سے میں تیری گلی سے واقف ہوں
مدینے سے آیا مرا جسم لیکن — بہ شکلِ دل و جاں وہیں میں ابھی ہوں
اسیر کر کے مدینے میں ڈال دے مجھ کو — کہ طے ہو میری جزا یا سزا مدینے میں

خدا کا، خود کا، خودی کا پتا یہیں سے ملا　　بہت عزیز ہے ان کی قیام گاہ مجھے
سلیقہ دیکھ کے کوئے نبی کے ذرّوں کا　　فلک ستاروں کو ترتیب دیتا رہتا ہوں

عہد حاضر میں جو نعتیں کہی جارہی ہیں، ان میں دو طرح کے نظریات سامنے لائے جارہے ہیں۔ ایک طبقہ بشارت مصطفیٰ اور معجزات پر زور دے رہا ہے یہاں تک کہ غیر صحیح روایت کو نعت کا حصہ بنایا جارہا ہے۔ جب کہ دوسرا طبقہ محض کردار مصطفیٰ اور وہ بھی مکّہ کی زندگی کے واقعات پر اکتفا کر رہا ہے۔ راقم الحروف کی نظر میں دونوں نظریات کی شاعری افراط وتفریط کی شکار ہے۔ "مدحت" کے مطالعہ کے دوران یہ باتیں دیکھنے میں نہیں ملتیں۔ واحد نظیر کے یہاں توازن ہے۔ اشعار دیکھیں:

دشمن کے پتھروں سے زخمی ہے جسم لیکن　　کہتے ہیں یھدی ک اللہ سرکار مسکرا کے
عبادتوں میں ہے لازم طریق مصطفوی　　یہی ہے فرض کی، سنت کی، واجبات کی روح
رہے یہ روح نظیرؔ ان کی نعت خوانی میں　　قرار پائے قیامت میں یہ نجات کی روح
نبی نے درس دیا ہے مجھے بھلائی کا　　لبوں پہ اپنے اجالے دعا کے رکھتا ہوں
نخوت، انا، غرور، رعونت، ریا، خودی　　اس بارگاہ ناز میں سب کو کچل کے آ
آیت فاتبعونی ہے جنہیں بھی معلوم　　لو لگاتے ہیں وہ محبوب خدا سے پہلے

واحد نظیر معتبر ومستند شاعر کے علاوہ ایک محقق اور ناقد بھی ہیں۔ ایک درجن کے قریب ان کی نثری کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی تحقیقی اور تنقیدی لیاقت پر 'اسلحے، سکے اور ڈاک میں اسلامیات' اور "ادب کشا" شاہد عدل ہیں۔ اس کتاب میں بھی ان کی تحقیقی وتنقیدی صلاحیت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ شاعر نے کتاب کے سلسلے میں اپنی رائے "پس منظر" کے عنوان سے قلم بند کیا ہے۔ نعت گوئی کی تاریخ پر اور اس کے موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے اردو کے پہلے ناقد الطاف حسین حالؔی کے سلسلے میں جو باتیں بتائی ہیں وہ ہمارے علم میں اضافہ ہیں۔ واحد نظیر رقم طراز ہیں:

"..... عظمت رسول کی تخفیف کرنے والے شعراء کی تعداد بھی کم نہیں۔ اعتقادیہ کے بیان میں مبالغہ اور تخفیف دونوں ہی ایمان کے لیے خطرناک ہیں۔

حالؔی کی نعت "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" ہم میں سے کس کو یاد نہیں۔ لیکن اس شاعر کا جب یہ شعر سامنے آتا ہے کہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم　　کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم

تو پھر صاف پتا چل جاتا ہے کہ اعتقادیہ کی شکوحیدگی نے کیا گل کھلائے ہیں اور شاعر نے کس

طرح یہ عقیدہ نظم کردیا ہے کہ رسول پاک نبی مختار نہیں، نبی مجبور ہیں (نعوذ باللہ)۔''

اسی تحریر کا نتیجہ ہے کہ واحد نظیر نے نبی پاک کے اختیارات پر بہت زیادہ زور دیا ہے، جس کی مثال سے پوری کتاب پُر ہے۔

''مدحت'' کا مقدمہ اردو زبان وادب کی عظیم شخصیت پروفیسر صفدر امام قادری نے لکھا ہے۔ مقدمہ کا عنوان انھوں نے شاعر کے ایک مصرع کو بنایا ہے؟

نعت گوئی کیا ہے، شہر علم کا فیضان ہے!

مقدمہ نگار نے اپنے مقدمہ میں جہاں نعت گوئی کی تاریخ اور اردو شعراء کی نعتیہ شاعری کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے، وہیں واحد نظیر کی نعتیہ شاعری کا بھر پور تجزیہ پیش کیا ہے۔ یہاں شاعر کی خصوصیت اور انفرادیت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ مقدمہ نگار رقم طراز ہے:

> ''واحد نظیر کے اس مجموعے میں صرف دو نعتیں غزل کی ہیئت میں نہیں ہیں۔ ایک نعت کا آہنگ گیت کا ہے۔ باقی سارا کلام غزل کی ہیئت میں ہے۔ غزل کی ہزار شیوگی سے کون انکار کرسکتا ہے۔ مگر معاملہ جب نعت گوئی کا ہوتو یہاں جبریل کے پر جلتے ہیں۔ اقبالؔ کی بعض غزلوں میں جس طرح نعتیہ مضامین علاحدہ رنگ وآہنگ سے ڈھل کر ایک نئے لہجے کی تخلیق کرتے ہیں، واحد نظیر نے بھی اپنی نعتوں میں بیان کا ایک ایسا طرز ایجاد کیا جہاں ہماری غزل کی بہترین روایت اور انداز واسلوب یا مزاج پورے طور پر نعت کا حصّہ ہیں۔ یہ شاعر کی حیثیت سے بہت مشکل مرحلہ تھا اور راستوں میں کانٹے بچھے ہوئے تھے۔ کسی ایک پہلو سے شاعر سے کوتاہی ہوئی اور وہ خاک کا پتلا بن گیا۔ واحد نظیر انفرادی رنگ کے موجد ہیں۔ اس لیے اس خطرے کو انھوں نے آزمانے میں ہمت دکھائی۔''

''مدحت'' کے مطالعہ کے بعد قاری نعت کے ہر شعر سے خوب محظوظ ہوتا ہے۔ ساری نعتیں انتخاب کا درجہ رکھتی ہیں۔ پوری کتاب میں ایک بھی شعر بھرتی کا معلوم نہیں ہوتا۔ اس طرح غیر شرعی امور یا غلط روایات سے بالکل احتراز کیا گیا ہے۔ مزید دیگر اختصاصات سے قطع نظر چند اور اشعار بلاتبصرہ حاضر خدمت ہیں تاکہ اہالیان علم ان اشعار کے مطالعہ کے بعد واحد نظیر کی نعتیہ شاعری پر بے روک ٹوک رائے قائم کرسکیں:

آپ کے قدموں کی برکت نے مدینہ کر دیا
کیسے یثرب کا نصیب اللہ اکبر جاگ اٹھا

میرے سرکار ہیں عرش و کرسی رسا
ہے عبث قصۂ جامِ جم محترم

یہ دید کی گھڑی ہے نکرین جایئے
ضائع نہ کیجیے وقت سوال وجواب میں

امّی لقب وہی ہے، وہی شہر علم بھی
اک روشنی ہے پھوٹ رہی ہے حجاب سے

خدا نے آمنہ کے گھر عجب امّی اتارا ہے
وہ جن کے علم وحکمت سے جہالت پارہ پارہ ہے

کھلا ہے علّم القرآن سے امّی کا یہ مطلب
سراپا علم و حکمت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

ظلمت نبی سے پہلے، اجالا نبی کے بعد
تاریخ کائنات ہے بس دو ہی بات میں

عدو کی مٹھی میں محصور کنکروں نے بھی
خدا گواہ کہ نعت نبی سنایا ہے

تری آمد سے ظلمت نور میں بدلی تو حیرت کیا
تری خواہش پہ مولیٰ بندوں کا قبلہ بدلتا ہے

نظام دنیا میں آیا رسول رحمت کا
زمانہ تیرا اب اے طرزِ آمرانہ گیا

مختصر یہ کہ ''مدحت'' کے مطالعہ کے بعد ''دیر آید درست آید'' والا مقولہ صدفی صد صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ عالم اسلام میں اعلیٰ حضرت صدی کی دھوم ہے۔ اعلیٰ حضرت کے عقیدت منداپنی اپنی بساط کے مطابق اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت صدی کے موقع پر یہ کتاب ایک اہم پیغام دیتی ہے۔ ''مدحت'' کو عہد حاضر کا ''حدائق بخشش'' قرار دینے میں شاید مبالغہ نظر آئے لیکن راقم کو پورا وثوق ہے کہ اس کتاب سے اعلیٰ حضرت کی روح بہت خوش ہوگی اور اعلیٰ حضرت کا روحانی فیض اس کتاب کے لیے معاون ثابت ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ اعلیٰ حضرت کے روحانی فیض کی برکت کی وجہ سے اہالیان علم واحد نظیر کی اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور ان کی شاعری کی داد دیں گے۔ اس نعتیہ مجموعہ کی اشاعت پر راقم مصنف کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ واحد نظیر کو دونوں جہاں میں مالا مال کرے اور اس کتاب کو ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆

ڈاکٹر شاہد احمد جمالی (جے پور)

عالم گیر کیفؔ ٹونکی اور شرابِ عشقِ نبی:
دیوانِ کیفؔ کی روشنی میں

کیفؔ ٹونکی۔(۱۸۶۰ء۔۱۹۴۰ء)

''پورا نام عالم گیر خاں تھا۔۱۸۶۰ء میں ٹونک میں پیدا ہوئے۔والد کا نام جہانگیر خاں تھا۔ ابتدائی تعلیم اصغر علی آبرو سے حاصل کی۔ٹونک کے شعری ماحول میں کیفؔ کا ذوق شاعری پروان چڑھا۔ پہلے امیرؔ مینائی سے اور بعد میں اسدؔ لکھنوی سے فیض حاصل کیا۔اسدؔ لکھنوی نے ان کو'امام الشعراء' کا لقب دیا۔ان دنوں ٹونک میں ملازم تھے۔کیفؔ، پاٹن (جھالا واڑ) کے دربار سے وابستہ ہو گئے تھے۔مہاراجہ بھوانی سنگھ ان کی قدر کرتے تھے۔کچھ عرصہ کیفؔ کا قیام لکھنؤ میں بھی رہا۔اس لئے لکھنؤ کے رنگ شاعری سے بخوبی واقف تھے۔وہ فن عروض کے ماہر اور قادر الکلام شاعر تھے۔انھوں نے نعت، غزل، قصیدہ، رباعی اور قطعات وغیرہ پر طبع آزمائی کی۔خاص طور پر نعت گوئی ان کا میدان تھا۔''وسیلۂ شفاعت'' کے نام سے ان کا نعتیہ مجموعہ شائع ہو چکا ہے اور غزلوں کا مجموعہ ''دیوان کیفؔ'' کے نام سے منظر عام پر آیا۔

راقم الحروف نے کیفؔ کا یہ مختصر تعارف اپنے مرتب کردہ تذکرے ''تذکرہ شعرائے راجپوتانہ'' میں مختلف حوالوں سے نقل کیا ہے، زیادہ حالات ان کے پردۂ خفا میں ہیں۔

''وسیلۂ شفاعت'' مطبع انوار محمدی، آگرہ سے، ۱۳۲۸ ہجری، مطابق ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا۔ ۱۶۲ رصفحات کا دیوان نعتیہ کلام پر مشتمل ہے۔اس میں ۱۷۴ رنعتیں، تضامینی قطعات ۴۰ر، غزل ۶ر، منقبت ۴ر، اور کچھ متفرق نظمیں شامل ہیں۔

اس کائنات میں خالقِ حقیقی کے بعد اگر کوئی ذاتِ پاک، تعریف و توصیف کے لائق ہے تو وہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے، جن کے سبب یہ کائنات وجود میں آئی۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے ایک مصرع میں اس کا تصفیہ بھی کر دیا۔

''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ خدا جس کی تعریف وتوصیف بیان کرے بھلا پھر انسان کی کیا مجال ہے کہ اپنی زبان سے کچھ کہہ سکے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عاشق کے دل میں جب سچے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو اس کی اپنی استعداد کے مطابق اور ادب ملحوظ رکھتے ہوئے وہ جذبات شعر میں ڈھل جاتے ہیں اور شاعر دل میں ایک خوش گوار سکون محسوس کرتا ہے:

پی کے شرابِ عشقِ نبی کہہ رہا ہے کیفؔ یہ مئے بہت مفید ہے مے خوار کے لئے

جوشِ الفتِ احمد کا دل سے نہ گیا دم بھر مئے کیفؔ کے پیالے میں ہر وقت بھری نکلی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہی وہ ذات پاک ہے جس پر عاشقانِ صادق نے اپنا سب کچھ قربان کر کے بڑے بڑے مراتب پائے۔ عشقِ نبی کائنات کی وہ عظیم ترین دولت ہے کہ جس کے لئے ہر شے قربان کی جا سکتی ہے۔ عشقِ نبی جہاں ایک طرف نجات کا وسیلہ ہے وہیں ایمان کو تازہ رکھنے کا ذریعہ بھی ہے۔ شاید اسی لئے کیفؔ نے اپنے نعتیہ دیوان کا عنوان ''وسیلۂ شفاعت'' رکھا ہے۔ کیفؔ کی کئی نعتیں نعت خواں حضرات اکثر پڑھتے رہتے ہیں۔ مذکورہ دیوان نبیٔ آخر الزماں کی محبت اور سرشاری سے معمور ہے:

ازل سے روح اس کی ساقیٔ کوثر کی عاشق ہے یہ کیفؔ بادہ کش نکلا پرانے بادہ خواروں میں

راقم الحروف نے اسی موضوع کو یعنی ''شرابِ عشقِ نبی'' کو اس مضمون کے لئے منتخب کیا ہے۔ کیوں کہ جو شخص شرابِ عشقِ نبی سے سرشار ہو جائے پھر اسے دنیا کے آلام و مصائب کی کیا فکر ہوتی ہے۔ مگر اس کی شرط یہ بھی ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس کے قابل بنائے، بقول کیفؔ:

کیفؔ! کیا پینا شرابِ عشق کا آسان ہے ظرفِ عالی چاہئے اس مئے کشی کے واسطے

اور یہ کہ اس شراب کا حقدار وہی ہے جو بقول کیف:

جنت کا راستہ ہے شریعت رسول کی آئینۂ خدا ہے حقیقت رسول کی

پر یقین رکھتا ہو اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت، آپ کا مقام و مرتبہ، آپ کی سیرت، آپ کا خاندانی پس منظر، گویا ہر اس چیز سے جو آپ سے تعلق رکھتی ہے بخوبی واقف ہو:

دونوں عالم کی ابتدا ہو تم رحمتِ حق کی انتہا ہو تم

ہر مرض کے لئے دوا ہو تم ہر گرہ کے گرہ کشا ہو تم
(کیفؔ ٹونکی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الفت و محبت ہو جانے بعد عاشق اپنی حیثیت بھی پہچاننے لگتا ہے، جیسے:

جاروب کش اس در کا اعلیٰ بھی اعلیٰ ہے اچھوں سے بھی اچھا ہے بیمار محمد ﷺ کا

عشقِ نبی میں ایک والہانہ پن، ایک وارفتگی ہونی چاہئے، اور سمجھنا چاہئے کہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اب کسی چیز کی آرزو نہیں رہی۔ بقول کیفؔ:

ملا قسمت سے اے خوش قسمتی دامن محمد کا نہ چھوڑوں گا نہ چھوڑوں گا کبھی دامن محمد کا

درِ نبی پر پڑا رہوں گا، پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
کبھی تو قسمت پھرے گی میری کبھی تو میرا سلام ہوگا

یہ اشعار تو اُن جذبات کے مظہر ہیں جو ایک عام مسلمان میں پائے جاتے ہیں، لیکن جب عشقِ نبی سے سرشار ہو کر شعر کہے جاتے ہیں تو ان کی تاثیر، ان کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ عالمِ محشر ہو، حوضِ کوثر ہو، روضۂ رسول ہو، مدینے کی فضا ہو، ہر ماحول میں عاشقِ صادق جامِ عشقِ محمد کا طلبگار ہوتا ہے اور یہ طلب مختلف شکلوں میں، مختلف جذبات کے طاری ہونے پر، ظاہر ہوتی ہے، ملاحظہ کیجئے:

لے تو چل کیفؔ مجھے ساقیِ کوثر کے حضور میں تو چلّو ہی سے پی لوں گا پیالہ کیسا
پھیلا کے ہاتھ کیفؔ کہے گا حضور ﷺ سے دینا ادھر بھی ساقیِ کوثر بڑھا کے ہاتھ
کیفؔ مے خوار ہے اور ساقیِ کوثر تم ہو بس عنایت اسے ایک جام خدا را ہو جائے

اور جب شرابِ حقیقی کی طلب ہو تو شاعر اس طرح کہہ اُٹھتا ہے:

مرے خمیر میں ہے عشقِ احمد اے کیفؔ ازل سے ہے مری عادت شراب پینے کی
اے کیفؔ مئے عشقِ نبی دل میں بھری ہے لبریز کیا ہے مرے ساغر کو خدا نے
شرابِ عشق وہ ہے کہ دو عالم کو بھلا دے گی بڑھے گی اور بھی اے کیفؔ بیہوشی، ابھی کیا ہے
میں اپنے حال میں اے کیفؔ مست رہتا ہوں شراب کا سا مزا عشقِ مصطفیٰ ﷺ نے دیا
سنو کیفؔ وہ کونسی ہے شراب مئے عشقِ احمد ﷺ پیا چاہئے

سرشاری، سرور اور مستی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ شاعر ہمہ وقت اپنے آپ کو اس کے نشے میں غرق پاتا ہے:

ساقی بنی ہوئی ہے محبت رسول ﷺ کی اے کیفؔ میں شرابِ تصور میں ہوں
کہ اے رندو، شرابِ پاک طینت ایسی ہوتی ہے مئے عشقِ نبی پی پی کے اے کیفؔ کہتا ہوں
جسے تم ہو کیفؔ پیئے ہوئے وہ شراب نشے میں ہلکی ہے مئے عشق کا تو یہ لطف ہے کہ رہیں نہ ہوش و حواس کچھ

جو عاشقِ صادق ہوتا ہے اسے اپنے عشق پر بھی پورا بھروسہ ہوتا ہے اور وہ گمان رکھتا ہے کہ آخرت میں بھی اس کا یہ سچا عشق اس کے کام آئے گا:

پیوں گا کیفؔ میں اس ساقیٔ کامل کے ہاتھوں سے بنا ہے چشمۂ تسنیم جس ساقی کا مے خانہ
لو آؤ ہم لگا دیں پیالہ تمہارے منھ سے اے کیفؔ یوں کہیں گے مجھ سے وہ حشر کے دن
پھر وہ بھر دیں گے جو ہو گا مرا ساغر خالی پی کے مانگوں گا پھر ان سے سرِ کوثر اے کیفؔ

آخر میں اس دعائیہ شعر پر اپنی بات ختم کرتا ہوں:

شرابِ پاک طینت سے ہر وقت یہ ساغر بھرا نکلے نہ جائے دل سے عشقِ مصطفیٰ اے کیفؔ جیتے جی

☆☆☆

ڈاکٹر رضوان الرّضا رضوانؔ علیگ (ملیح آباد)

عنبؔر بہرائچی اوران کی نعتیہ شاعری

(ولادت ۵/جنوری ۱۹۴۹ء - وصال ۷/مئی ۲۰۲۱ء)

عنبؔر بہرائچی کا نام شاعری اور سنسکرت شعریات کے حوالے سے بہت اہم ہے۔آپ نے اپنی زندگی کے زیادہ تر اوقات کو تین خانوں میں بانٹ رکھا تھا جن میں پہلا حصہ نعت خوانی اور نعت گوئی کے لئے وقف تھا جو آپ کے بچپن سے لے کر زندگی کے آخری ایام تک محیط ہے۔ دوسرا حصہ سول سروس سے متعلق تھا جس کی بنیاد پر آپ کو مختلف شہروں میں رہ کر وہاں کی علمی ادبی اور مذہبی شخصیات سے ملنے ان کے قریب ہونے اوران کو اپنے قریب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوں اور اساتذہ سے استفادہ کرنے کا موقع حاصل ہوا۔اس ضمن میں بہرائچ،لکھنؤ، الہ آباد، رائے بریلی، جونپور،علی گڑھ، اناؤاور پھرآخر میں بہرائچ وطن مالوف یعنی ایک چھوٹے سے گاؤں میں واپسی جہاں کچھ دنوں رہ کرآپ نے بچپن کی یادوں کو تازہ کیا۔کھیتی اور کسانی کا کام دیکھا اور گاؤں دیہات کی آب وہوا، وہاں کی سوندھی مٹی جوان کے ضمیر میں شامل تھی اس کوایک تازہ احساس کے ساتھ اپنے دل ودماغ میں بسا کر دوبارہ لکھنؤ آ گئے اورغزل آشرم میں (مکان کا نام) میں رہ کر زبان وادب اورتہذیب وثقافت کی روشنی جو مدھم پڑتی جارہی تھی اسے ایک نئی زندگی عطا کی اور ساہتیہ اکیڈمی سے وابستہ ہو گئے۔

محمد ادریس عنبؔر کے دادا مرحوم مولوی دوست محمد صاحب اور مرحومہ دادی شہزادی صاحبہ نے آپ کو بچپن میں ہی مذہبی محفلوں، بطور خاص محفل میلاد میں نعت شریف پڑھنے کی طرف رغبت دلائی اورآپ کی ذہن سازی کی۔اسی طرح آپ کے والد گرامی مرحوم (مولانا) جمیل احمد جمیل خود نعت کے بہت اچھے شاعر تھے اور آپ کا ایک نعتیہ دیوان بھی عنبر صاحب نے مرتب کیا ہے۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے رگ وریشے میں نعتیہ شاعری کے جوعناصر رچ بس گئے تھے وہ آخرعمر تک اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ نمائی کرتے رہےاور یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے آپ نے چند نعت اور قطعات ونعتیہ نظم کہنے

کے بعد باقاعدہ طور پر سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایک طویل رزمیہ کلام تخلیق فرمایا جو فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی مشہور نعت "لم یاتِ نظیرك فی نظر" کے عنوان سے کتابی شکل میں منظر عام پر آیا اور ادبی حلقوں میں اس کی بڑی پذیرائی ہوئی جو اردو ادب میں اپنی نوعیت کی ایک منفرد تخلیق مانی اور سمجھی جاتی ہے۔اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوکر داد وتحسین حاصل کر چکے ہیں۔

صوبۂ اتر پردیش اپنے مخصوص لب و لہجے اور زبان و بیان کے اعتبار سے ہندوستان کے دیگر صوبوں سے کافی منفرد اور متاثر کن ہونے کے ساتھ اپنی شیریں زبان سے بھی کافی بھلا مانا جاتا ہے۔ بالخصوص یہاں کی اودھی اور بھوجپوری زبان جو لکھنؤ، فیض آباد، بہرائچ، بستی، گونڈہ کی مخصوص دیہی زبان مانی جاتی ہے، جب اس زبان میں شاعر کوئی نعت، غزل، گیت یا نظم وغیرہ تحریر کرتا ہے اور اسے عوام میں پیش کرتا ہے تو لگتا ہے جیسے کانوں میں شہد گھولا جارہا ہو اور بعض غیر مانوس الفاظ بھی اتنے رسیلے اور من موہک معلوم ہوتے ہیں جیسے زندگی کی تلخ راہوں میں بیلے اور چمیلی کی خوشبو بکھر گئی ہو۔

ہندوستان کی آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد نعتیہ شاعری کے حوالے سے جن چند اہم شعراء کا نام سرفہرست ہے ان میں حضرت اجملؔ سلطان پوری، حضرت بیکلؔ اُتساہی بلرامپوری، جناب حقؔ بنارسی مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوریؔ علیہ الرحمہ اور مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی (المتخلص عبیدؔ رضوی) علامہ کوثرؔ جائسی اور پروفیسر ابوالحسنات حقی، رازؔ الہ آبادی اور محترم ربابؔ رشیدی شاہجہانپوری، کشفیؔ لکھنوی اور اقبالؔ سہیل وغیرہ شامل ہیں۔ان کے علاوہ حضرت امیرؔ مینائی، حیاتؔ وارثی، شمسؔ الہ آبادی اور ہمسرؔ قادری کے نام بھی بعد کے نعت گو شعراء میں اہمیت کا مقام رکھتے ہیں۔

چونکہ عنبرؔ بہرائچی ابتدا میں اجملؔ و بیکلؔ مرحومین سے متاثر رہے لہٰذا اکثر و بیشتر نعتیہ مشاعروں میں ان حضرات کی ہمراہی کا شرف بھی ملتا رہا بطور خاص الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی، مبارکپور میں جماعت اہلسنّت کے موقر علمائے کرام اور صاحبان علم وادب سے نہ صرف نیاز حاصل کیا بلکہ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ اور حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کی دعائیں بھی حاصل کیں۔

یوں تو ادبی دنیا میں عنبرؔ بہرائچی ایک اچھے شاعر اور ماہر سنسکرت شعریات کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو ان کے شعری مجموعوں میں ''دوب'' ''خالی سیپوں کا اضطراب'' ''گمنام جزیروں کی تمکنت'' ''لم یات نظیرک فی نظر'' ''سوکھی ٹہنی پر ہریل'' ''مہا بھنشکرمن'' (سنسکرت شعریات تنقید وتحقیق) کے علاوہ نعت پاک کا ایک اہم مجموعہ ''روپ انوپ'' کے نام سے شائع ہوکر ادبی حلقوں میں نہ صرف پذیرائی حاصل کر چکے ہیں بلکہ ان پر مضامین،

مقالے، تبصرے کے ساتھ تحقیقی کام بھی کئے جا چکے ہیں۔ ''سوکھی ٹہنی پر ہریل''، نظموں کے مجموعے پر آپ کو ۲۰۰۰ء میں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ بھی مل چکا ہے اس کے علاوہ بھی آپ کئی ادبی وسرکاری انعامات واعزازات سے نوازے جا چکے ہیں۔

عنؔبر صاحب کی زندگی کا تیسرا ادبی پہلو یہ ہے کہ وہ سول سروسیز میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہوئے کبھی بھی خود کو تخلیقی و تصنیفی کاموں کے ساتھ زبان وادب کی ترویج واشاعت سے الگ نہ کر سکے اور ان کے کاموں میں نہ ادب حائل ہوا اور نہ ادبی سرگرمیوں میں ان کی ملازمت وخدمات ہی مانع ہوسکیں۔ اس درمیان اور اس دوران انہیں متعدد بڑے کل ہند مشاعروں کا کنوینز بھی بنایا گیا بالخصوص جب وہ علی گڑھ میں A.D.M. سول سپلائیز کے عہدہ پر فائز تھے۔ انہوں نے کل ہند مشاعروں کے انعقاد میں ہمیشہ عالمی شہرت یافتہ جینوئن مشاعروں کو ترجیح دی اور مشاعروں کی شرکت سے گریز کیا۔ مجھے کہنے میں مسرت کا احساس ہورہا ہے کہ اس وقت جب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا طالب علم تھا اور شعرگوئی کی طرف تیزی سے قدم آگے بڑھ رہے تھے تو پہلی مرتبہ نمائش کے آل انڈیا مشاعرے میں مرحوم عنؔبر بہرائچی ہی نے مجھے شرکت کا موقع عنایت فرمایا تھا جس کی نظامت ڈاکٹر بشیر بدر نے کی تھی۔

عنؔبر صاحب نے اردو زبان وادب میں ہندی اور سنسکرت کے شعراء پر تنقیدی وتحقیقی مضامین لکھے جو ''سنسکرت شعریات'' کے نام سے شائع ہوکر اردو ادب میں گرانقدر اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

''روپ انوپ''، جو عنؔبر بہرائچی کا خالص نعتیہ دیوان ہے، اس میں نعت پاک نعتیہ گیت اور نعتیہ نظم کے علاوہ مناقب اہلبیت واصحاب کرام بھی شامل ہیں۔ نعتیہ نظموں اور گیتوں میں تقریباً وہی لہجہ جو اجمؔل سلطانپوری اور بیکلؔ اُتساہی مرحوم کے یہاں اکثر وبیشتر پایا جاتا ہے موجود ہے مگر ان تخلیقات میں عنؔبر صاحب نے اپنی ایک انفرادیت بھی پیدا کی ہے اور اردو الفاظ کے ساتھ فارسی تراکیب کا بھی خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا ہے:

عبداللہ کے راج محل میں کوؤ امرت برساوت ہے
دائی حلیمہ کے آنگن میں جنت شیش نواوت ہے

ان کا حسن جمالِ الٰہی ان کی بنیاں وحی الٰہی
ان کی رحمت فضل الٰہی کن کن کا چمکاوت ہے

لالہ و نسریں، لعل یمنی، مشک ختنی، داعدنی
سب پر اپنا مکی مدنی چندا نور لٹاوت ہے

آبی خاکی نوری ناری عرشی فرشی، عربی عجمی
رحمت عالم ساقی کوثر سب کی پیاس بجھاوت ہے

قوس وقزح یا حسنِ سحر ہو کاہکشاں یا شمس وقمر ہو
بھولا بھالا ان کا تبسم سب کی مانگ سجاوت ہے

صدقے کاؤں اس ممتا پر سووت جاگت سانجھ سویرے
امت کی بخشش کی خاطر کوؤ پر بہاوت ہے

حشر میں بھولے میرے سرور عنبرؔ دیکھ ادھر آ مت ڈر
حشر ہے لیکن میں تو یہیں ہوں کیوں اتنا گھبراوت ہے

اس نعتیہ کلام میں اردو، فارسی، عربی اور اودھی کے مخصوص الفاظ جتنی خوبصورتی کے ساتھ پروئے گئے ہیں، یہ عنبرؔ بہرائچی کا خاصہ ہے۔جشنِ آمد رسول پوری دنیا میں جس تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے اس کی مثال شاید ہی کسی دوسرے مذہبی پیشوا یا شخصیت کی ولادت کے موقع پر دیکھنے کو ملے۔ولادت مصطفیٰ کی خوشی اور آپ کی دنیا میں تشریف آوری ازل ہی سے منائی جارہی ہے جس کا ثبوت قرآن پاک، ویدوں اور دوسری مذہبی کتابوں میں کسی نہ کسی مضبوط اور ناقابل تردید حوالے وارشادات میں پایا جاتا ہے۔اب ولادت کا تصور کیجئے اور یہ نعتیہ گیت ملاحظہ کیجئے:

دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن
ان کی زلفوں کے سائے میں دھرتی مگن

اجلی اجلی پھبن ہیں بجھی چاندنی
میٹھے میٹھے سروں میں اڑی راگنی
بھینی بھینی مہک میں بسی کامنی
گارہی ہے بیریا نبی کے بھجن

دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن

صرف بلبل کو معلوم ہے ناز گل
صرف بھنورے کو معلوم ہے راز گل
صرف شبنم کو معلوم ہے ساز گل
رب ہی جانے مقامِ شہہ ذوالمنن

دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن

نور کی دلکشی اک نئے روپ میں
عرش و کرسی سبھی اک نئے روپ میں
روپ کا روپ بھی اک نئے روپ میں
کتنا وجد آفریں ان کا شبھ آگمن

دھیرے دھیرے بدلنے لگا ہے چمن

نعت گوشعراء کے یہاں نعت کے چند مخصوص موضوعات جیسے حضور کی آمد، آپ کا بچپن، آپ کی سیرت، آپ کے اخلاق و کردار، آپ کے معجزات اور آپ کی معراج کے علاوہ مکہ اور مدینے کی مقدس سرزمین یہاں کی دلکش آب و ہوا وغیرہ کثرت سے پائے جاتے ہیں یہ تمام اوصاف حمیدہ اور محاسن کثیرہ عنبر بہرائچی کی نعتیہ شاعری میں بھی ملتی ہیں مگر ان کے کلام میں ایک خاص بات یہ پائی جاتی ہے کہ ہر نعت ایک جدید لب و لہجے اور منفرد رنگ و آہنگ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے جو انہیں دوسرے شعراء کے کلام سے ممتاز کرتی ہے:

یکتائی صناعی ضوبار پہ قرباں — اے خلاقِ عالم ترے شہکار پہ قرباں
جبریل امیں بھی ہیں ترے در کے فدائی — اے سرور عالم ترے دربار پہ قرباں
ہر لفظ سے قرآن کی تفسیر عیاں ہے — اے منبع دانش تری گفتار پہ قرباں
جنت کی بہاروں کو بھی بخشے ہے ادائیں — اے حسن مکمل تری مہکار پہ قرباں
طائف کے مظالم پہ بھی ہر گام دعائیں — اے لطف کے پیکر ترے کردار پہ قرباں
پھلتی رہی عنبر کی ہر اک شاخِ تمنا — آقا ترے الطافِ گہربار پہ قرباں

نعتیہ شاعری کی دنیا میں فارسی شعراء بالخصوص حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ جامی کا کلام اکثر و بیشتر بزرگوں کی بارگاہوں اور صوفیاء کی خانقاہوں کی زینت رہا ہے۔ تصوف و معرفت سے لبریز عشق رسول میں ڈوبے ہوئے والہانہ انداز میں جب فارسی کلام پڑھا جاتا ہے تو عاشقان رسول پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ شیخ سعدی کا یہ عربی کلام ''بلغ العلا بکمالہٖ'' جو مقبول بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایک ایسی نعت ہے جس کی بحر میں متعدد فارسی اور اردو کے شعراء نے اشعار کہے ہیں اور تضمین کے طور پر اسے اپنے کلام میں شامل کیا ہے۔ چنانچہ عنبر بہرائچی نے بھی اس زمین میں نعت کہی اور فارسی کے ان چاروں مصرعوں کو اپنے مصرعوں میں بڑی فنکاری کے ساتھ ہم آہنگی کرنے کی کوشش کی ہے:

وہ جبیں کہ مطلع مہر دیں　　وہ جبیں کہ گنج در یقیں
وہ جبیں کہ باعث آن و ایں　　وہ جبیں کہ شان مجدی

بلغ العلا بکمالہ

وہ نظر کہ دافعِ رنج و غم　　وہ نظر کہ صبح شب الم
وہ نظر کہ داد رس امم　　وہ نظر کہ رحمت دائمی

بلغ العلا بکمالہ

وہ قدم کہ سجدہ گہ سماں　　وہ قدم کہ حسن کفِ جناں
وہ قدم کہ منزل کاملاں　　وہ قدم کہ نازشِ رہبری

بلغ العلا بکمالہ

وہی ذات سرور اوّلیں　　وہی ذات خواجۂ آخریں
وہی ذات عنؔبر صدق بیں　　ہے کمالِ حمت داوری

بلغ العلا بکمالہ

وہ سخن کہ نغمۂ سرمدی　　وہ سخن کہ ترجمہ وحی
وہ سخن کہ منبعِ راستی　　وہ سخن کہ قاسم آگہی

بلغ العلا بکمالہ

اس کلام میں ''وہ'' یعنی ذاتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کا اعجاز اور آپ کے وہ تمام کمالات جو پیغمبری اور نبوی صفات سے متصف ہیں پوری کائنات کی بالخصوص عالم انسانیت کی فلاح و بہبود اور حصول منزل مقصود پر منحصر ہے۔ شاعری کے وہ لوازمات جو بلاغت کا خاصہ ہیں ان اشعار میں بخوبی نمایاں نظر آ رہے ہیں۔

عنؔبر بہرائچی کی ایک اور نعت ''مرحبا سید مکی مدنی العربی'' جو دراصل نعتیہ گیت کی شکل میں ہے مگر یہ بھی بہت مشہور مصرعہ ہے اور کئی نعت گو شعراء نے اس مصرعے میں تضمینی کلام لکھا ہے۔ گیت اور نظم کے ملے جلے لہجے میں عنؔبر صاحب کی یہ نعت بھی نہ صرف قلب و دماغ کو روشن کر رہی ہے بلکہ بعض اشعار میں نعتیہ گیت کے مخصوص الفاظ ایوانِ نعت میں خوشبو بکھیر رہے ہیں:

حسن لبہائے نبی نازش صد لعل یمن
خوشبوئے جسم لبی فخر دم مشک ختن

بزم دندانِ نبی ناز صفِ در عدن
حسن کردار بہ ہر رنگ ہے اکمل اجمل

مرحبا سید مکی مدنی العربی

جلوۂ نور ازل روپ انوپم نرملی
ان کا ہر ایک چلن پھول سا کومل کومل
ان کے ہر گام پہ رحمت کا سہانا آنچل
ان کے انوار سے آ کاش پہ نوری چھل بل

مرحبا سید مکی مدنی العربی

آپ کی یاد مدھرتا بھری چت چور بکل
چشم مومن میں سجاتی گئی نوری کاجل
قلب عنبرؔ میں کھلاتی گئی ایماں کے کنول
آپ کا نام لیا قبر ہوئی شیش محل

مرحبا سید مکی مدنی العربی

معراجِ نبوی نعت کا ایک اہم موضوع رہی ہے اور معراج کے مختلف گوشوں کو نعت میں پرو کر اسے مؤثر بنانا اور شب اسریٰ عرش کا فرش سے سفر کرنا جنت و دوزخ کا نظارا کرنا وغیرہ ایسے حقائق ہیں جو بشری تقاضوں سے ہٹ کر نبوی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، عنبرؔ صاحب نے ''اسریٰ'' کے عنوان سے بھی ایک طویل نظم کہی ہے جس میں مناظر فطرت کی منظر کشی بہت خوبصورتی سے کی گئی ہے:

بسنت رنگ سلسلے ہر اک طرف کھلے ہوئے
خلاؤں میں پھریرے لالہ فام ہیں تھرک رہے
یہ شب ہے کون سی بھلا کہ جس کے دست ناز میں
نوازشوں عنایتوں کا بحر بے کنار ہے

☆☆☆

ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری (جاورہ ضلع رتلام۔ایم.پی)

ادبؔ گلشن آبادی: شخصیت اور نعتیہ شاعری

ادبؔ گلشن آبادی جاورہ (گلشن آباد) کے مہکتے ادبی پھول تھے۔ان کا نام جاورہ کے صاحبِ کمال اور بے مثال شعراء، علماء، ادباء، صوفیاء اور نثر نگاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس حسین پھول میں کئی خوشبوئیں اور بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔یوں موصوف کی ذات کئی صفات کا مجموعہ تھی۔

ادبؔ گلشن آبادی کا پورا نام محمد سلطان جیلانی اور ادبؔ تخلص تھا۔انہوں نے غلام ہندوستان میں جب ہر طرف افراتفری کا ماحول تھا۔سول نافرمانی تحریک چل رہی تھی۔خلاافت تحریک عروج پر تھی۔بی اماں کا نعرہ بلند ہو رہا تھا۔ان کے فرزندان مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہرؔ ہندوستان کو آزادی دلانے کے درپے تھے۔جاورہ میں بھی تحریک آزادی کو لے کر کچھ حضرات متحرک تھے۔ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ادب نے ۱۹۲۱ء میں مدھیہ پردیش کے علمی اور ادبی شہر جاورہ میں خواجہ حافظ غلام حیدر نقش بندی، مجددی (میاں حضور) کے یہاں علم وفضل سے مزین خاندان میں آنکھیں کھولیں۔والد حضرت حافظ غلام حیدر خاں نقشبندی، مجددی، چشتی، قادری، سہروردی عرفیت چھن میاں المعروف میاں حضور کا شمار جاورہ کے جید علماء، صوفیاء اور شعراء میں ہوتا تھا۔وہ حافظ قرآن تھے۔اردو، ہندی، فارسی اور گجراتی زبان میں مہارت رکھتے تھے۔ساتھ ہی انگریزی میں بھی واقفیت رکھتے تھے۔میاں حضور کی تعلیم کے متعلق قاری عطاالرحمٰن نے تحریر کیا ہے:

> ''(میاں حضور) فارسی، اردو، ہندی اور گجراتی زبان پر کافی دسترس رکھتے تھے۔انگریزی کی تعلیم آپ نے مشن ہائی اسکول (اندور) سے حاصل کی تھی'' ۲

ادبؔ کے خاندان کے متعلق پروفیسر خالد اقبال جیلانی نے لکھا ہے:

> ''جہاں تک ادب صاحب کی تعلیم وتربیت کا تعلق ہے تو آپ نے ایسے گھرانے میں شعور کی آنکھ کھولی جو علم وعمل کا گہوارہ تھا۔آپ کے والد ماجد

کو عربی، فارسی، انگریزی، اردو، ہندی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اردو اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ مائل گلشن آبادی تخلص کرتے تھے۔ گھر کے علمی و ادبی ماحول میں ادب صاحب نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا'' [۳]

ادبؔ صاحب نے تعلیم و تربیت اور پرورش و پرداخت کی منزلیں جاورہ میں طے کیں۔ بچپن سے گھر میں علمی، شعری اور روحانی ماحول ملا۔ گویا ادب نے علم و ادب کے پر بہار موسم میں تربیت پائی۔ نیک صحبتوں کے میسر آنے سے وہ مذکورہ ماحول میں ایسے رنگے کہ ادب کا شاہ کار بن گئے۔

گھر میں دادا حضور فولاد خاں اور والد محترم حافظ غلام حیدر دونوں ہی صوفیانہ مزاج کے مالک تھے۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسے سرشار ہوئے کہ شب و روز درود و سلام کی محفلیں رونما ہوتیں۔ ان محفلوں میں گھر، خاندان کے افراد کے علاوہ جاورہ شہر کے شعراء، ادباء اور عاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مجمع سا رہتا تھا۔ گویا اسی شعری و ادبی ماحول نے ادبؔ کو متاثر کیا اور اس سے انہیں ایسی جِلا ملی کہ آخری سانس تک علم و ادب کا چراغ بن کر چمکتے رہے۔

ادبؔ صاحب کو مطالعے کا غایت درجہ شوق تھا۔ یہ ذوق انہیں اپنے والد صاحب سے ورثے میں ملا تھا۔ قدیم و جدید ہر طرح کی کتابیں ان کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ ادبی کتابوں کے علاوہ طب کی کتب کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔ یوں بھی ایک عام آدمی اپنی زندگی میں صرف ایک زندگی جیتا ہے مگر پڑھا لکھا شخص ایک زندگی میں کئی زندگیاں جیتا ہے۔ اس کا سبب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ چناں چہ ادبؔ نے کئی زندگیاں جی ہیں۔

ادبؔ صاحب کی تعلیم اور مطالعے کے ذوق کے متعلق پروفیسر خالد اقبال جیلانی نے تحریر کیا ہے:

''(ادب صاحب نے) میٹرک کے بعد ادیب فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات بھی پاس کئے۔ اس کے علاوہ فاضل طب، ہومیو پیتھک طریقہ علاج کی بھی با قاعدہ سند حاصل کی ...ادب صاحب کا مطالعہ نہایت گہرائی و گیرائی اور ہمہ رنگی کا حامل تھا۔ ایک کتاب کو کئی کئی مرتبہ پڑھتے...آپ کی لائبریری بہت وسیع اور ہمہ رنگ تھی جس میں قدیم و جدید علوم وفنون منطق و فلسفہ، قرآن وحدیث، فقہ واصول فقہ، اخلاق وتصوف اور سیاست و معاشرت سمیت مختلف نظریاتی موضوعات پر نہایت قیمتی، گراں قدر اور مستند کتابیں موجود تھیں۔ اپنے اس شوق کے متعلق خود فرمایا کرتے تھے کہ 'میں نے روٹی کم کھائی ہے اور کتابیں زیادہ خریدی ہیں'' [۴]

ادبؔ گلشن آبادی نہایت ہی شفیق، خلیق، مخلص، بااخلاق، ملنسار اور سادگی کا پیکر تھے۔ مذکورہ خصوصیات کے سبب موصوف کے اردگرد شاگردوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ کوئی شاعری میں اصلاحِ سخن لیتا تھا تو دوسری جانب ایم۔اے۔ اردو اور ایم۔اے۔ فارسی کے طلبہ بھی آپ کی ذات سے فیض یاب ہوتے تھے۔ گویا موصوف سے مستفیض ہونے والوں میں بہت سے حضرات عالم، فاضل، شاعر، ادیب اور طبیب بن گئے۔ ایسا نہیں کہ اصلاح کسی ایک مقام اور کسی مقررہ وقت میں کرتے بلکہ جو تشنگانِ علم جب چاہتا، جہاں چاہتا انہیں وہیں سیراب کرتے تھے۔ گویا موصوف چلتی پھرتی درس گاہ تھے۔ ۵

ادبؔ صاحب کی سیرت و شخصیت کا خاکہ جمیل احمد خاں نقشبندی، نبیرہ میاں حضور نے بڑے اچھے انداز میں کھینچا ہے:

> ''ادب گلشن آبادی فطرتاً انتہائی منکسر مزاج، انتہائی خودّار، انتہائی صابر اور قناعت پسند انسان تھے، صوفیانہ مزاج اور قلندرانہ طبیعت کے مالک تھے۔ کبر و غرور، رشک و حسد، حرص و ہوس، طمع و لالچ، بددیانتی اور بدعہدی، اسراف و بخل، خوشامد اور چاپلوسی جیسی برائیوں سے انہیں شدید نفرت تھی۔ تقویٰ و اخلاص، صداقت و پاکیزگی، دیانت داری، سخاوت و ایثار، صبر و شکر اور فکر و قناعت جیسی صفات سے ان کی شخصیت مزین تھی'' ۶

ادبؔ صاحب کو گھر اور باہر دونوں ہی مقامات پر علمی، ادبی اور شاعرانہ ماحول میسر ہوا تھا۔ ایسے ادب پرور ماحول میں ادبؔ کو ادب سے لگاؤ ہونا فطری تھا۔ لہٰذا اس ادبی ماحول کا اثر اُن پر یوں پڑا کہ تیرہ (۱۳) برس کی کم سنی ۱۹۳۳ء میں شعر گوئی کا آغاز کیا۔ استاد عبدالعلیم خاں گرامیؔ گلشن آبادی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے۔ گھر میں دادا حضور اور والد صاحب کو شاعری کرتے دیکھا۔ گھر کے باہر جاورہ جیسے علمی و ادبی شہر میں اس وقت شفیعؔ گلشن آبادی، خستہؔ گلشن آبادی، خطیبؔ گلشن آبادی اور سیف الدین سیفؔ وغیرہم کی شاعری کے چرچے تھے۔ مذکورہ شعراء میں شفیعؔ گلشن آبادی اور خطیبؔ گلشن آبادی بطور خاص نعتیہ شاعری میں طبع آزمائی کر رہے تھے۔ ادبؔ کو بھی تصوف سے لگاؤ ہوا اور انہوں نے بھی نعتیہ ادب پر زیادہ توجہ مرکوز کی۔ یوں تو ادبؔ نے شاعری کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی لیکن نعت پاک کو شاعری کا مرکز بنایا۔ ادبؔ صاحب کو نعت سے عقیدت ورثے میں ملی تھی۔ دادا حضور اور والد صاحب دونوں ہی حضرات کو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قلبی لگاؤ اور گہری عقیدت تھی۔ دادا حضور فولاد خاں صوفی اور سچے عاشقِ رسول تھے۔ ایک مرتبہ محفلِ سماع میں شریک تھے کہ ذیل کا شعر سن کر اُن پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہیں اُن کی روح پرواز کر گئی۔ شعر

اس طرح ہے:

کہنے کو تو کہتے ہیں کہ محبوب خدا ہو　　کھلتا نہیں یہ راز کہ تم کون ہو کیا ہو۸؎

تقسیم ہند کے بعد ادبؔ کراچی، پاکستان چلے گئے تھے۔ وہاں استاد رئیسؔ امروہی سے اصلاح سخن لی۔ آپ کے کراچی جانے کا ذکر ڈاکٹر خلیل احمد صدیقی مشیرؔ نے اس طرح کیا ہے۔

''۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۳ء تک آپ (ادبؔ) کا قیام میر پور خاص میں رہا ۔بعد ازاں تا وصال ۱۹۹۰ء آپ کراچی میں مقیم رہے''۹؎

ادبؔ گلشن آبادی کو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے انتہا عشق تھا۔ فنا فی الرسول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نعت کا ایک مجموعہ 'حریم اسریٰ' ۲۰۰۱ء یادگار چھوڑا ہے اور دوسرا مجموعہ 'نقش ادب' ۲۰۰۳ء میں طباعت کی روشنائی سے منور ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔

'حریم اسریٰ' پورا مجموعہ سرشاری عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مستغرق ہے۔ موصوف کی نعتیں شائستگی، شگفتگی، دل بری، دل ربائی اور قلبی کیفیت کی ترجمان ہیں۔ زبان و بیان میں سادگی اور لطافت ہے۔ موصوف کی نعتوں میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وصفات کا بیان والہانہ انداز میں ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ذرّہ ذرّہ بن گیا جلوہ نمائے مصطفیٰ　　اب نظر آتا نہیں کوئی سوائے مصطفیٰ

☆

ترا تذکرہ ہے دہن دہن بلغ العلیٰ بکمالہٖ　　کشف الدجیٰ بجمالہٖ تری روشنی ہے چمن چمن

ادبؔ کی نعت گوئی کے متعلق پروفیسر خالد اقبال جیلانی نے تحریر کیا ہے:

''ادب صاحب کے والد ماجد حضرت خواجہ غلام حیدر شاہ صاحب نقشبندی مجددی اپنے وقت کے عظیم صوفی بزرگ تھے۔ انہیں کے فیض تربیت سے عشق رسول کی نعمت ادب صاحب کو ورثے میں ملی تھی۔ آپ اپنی روزمرّہ زندگی میں سختی سے پابندِ شریعت تھے اور باطنی نسبت میں بھی شریعت وطریقت کو ایک سمجھتے تھے قول وعمل کی اس یکسانیت نے ان کی نعتوں میں عجیب کیف و سرور پیدا کر دیا ہے''۱۰؎

ادبؔ کی نعت گوئی کی عکاسی ایک سطر میں پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے یوں کی ہے:

''حضرت ادبؔ کی نعت میں کیف وسرور ومستی زیادہ ہے اور سادگی و پرکاری عام ہے''۱۱؎

ادبؔ گلشن آبادی طریقت سے وابستہ تھے۔ اس لئے کلام میں تصوف و تغزل کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ عشق میں تصوف و تغزل کا امتزاج جب شدت کو پہنچتا ہے تو شعروں میں کیف و سرور کی لذت طاری ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

دستِ حق نے روئے احمد سے اِدھر الٹا نقاب اور اُدھر زیرِ حجاب آئے صنم خانوں کے رخ

نعت: دراصل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق کا تحفہ ہے۔ عشق کی کوئی منزل، منزلِ آخر نہیں ہوتی۔ اس لئے جہاں تک جس کی جیسی کوشش ہوتی ہے۔ پہنچتا ہے۔ لیکن مذہبی امور میں اس کی حدیں متعین ہیں۔ ماضی کی شاندار روایتیں یہ بتاتی ہیں کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔ ادبؔ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں حالاں کہ درج ذیل مضمون کو گذشتہ اساتذہ نے بڑی بلندی سے باندھا ہے۔ ادبؔ کا انداز دیکھئے:

نبوت ابتدا کوئی نہیں ہے رسالت انتہا کوئی نہیں ہے
خدا کے بعد بزمِ کن فکاں میں محمد ﷺ سے بڑا کوئی نہیں ہے

جائے ولادت جسے وطن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہر انسان جذباتی طور پر اس مقام سے وابستہ ہوتا ہے۔ لیکن جب عشق کی آگ زور پکڑتی ہے۔ کمزور راہ میں رُک جاتے ہیں۔ منزل انہیں نصیب ہوتی ہے جو آگ کے دریا سے ڈوب کر نکلتے ہیں۔ ان کے نعرے، نعرۂ مستانہ بنتے ہیں اور اُن کی جان، جاں نثاروں میں شمار کی جاتی ہے۔ ادبؔ کا نعرہ دیوانگی اور جاں نثار ہونے کی کیفیت ملاحظہ کریں:

وطن ہو ہمارا دیارِ مدینہ نگاہیں ہوں ہر دم نثارِ مدینہ
ادبؔ کاش پوری ہو دل کی یہ حسرت بنے اپنا مدفن دیارِ مدینہ

عشق کی کیفیتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ کبھی شدت آمیز اور کبھی مسرور کن۔ محسوس کرنے والا، جس طرح محسوس کرتا ہے۔ اسے ویسا ہی ماحول اور وہی کیف و مستی، سرشاری اپنے اطراف میں دکھائی دیتی ہے۔ گویا عاشق پر ایک نشہ سا طاری رہتا ہے۔ کبھی محبوب کو مالک اور کبھی خود گرد بن کر محبوب کے قدموں میں بچھنے کی تمنا پیدا ہوتی ہے۔ کبھی راہِ فراق میں دل کو دِیا بنانا پڑتا ہے۔ کہیں آنکھوں سے زم زم ٹپکتا ہے۔ گویا ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ اس کی ایک جھلک ادبؔ کے یہاں بھی ملتی ہے:

سبو انہی کا، صراحی ان کی، ان ہی کا مینا ہے، جام ان کا
تمام عالم کے وہ ہیں مالک، یہ میکدہ ہے تمام ان کا

......

ہجر کی شب میں یاد سے تیری پلکیں روشن دل میں چراغاں
کتنی حسیں ہے میری شب غم صلی اللہ علیک وسلم

محبوب پر جان و دل نثار کرنے کی آرزو رکھنے والا بھلا کسی اور چیز سے کیسے بہل سکتا ہے۔ کیوں کہ جب ابتداء محبوب، انتہا محبوب اور درمیان بھی محبوب تو منزل کا تصور بے جا ہے۔ ظاہر ہے مقصد کی تحصیل کے بعد منزل کی جستجو بے معنی ہے۔ ایسے احساسات ادبؔ کے یہاں شعروں میں یوں ڈھلتے ہیں:

نہ کوثر چاہئے آقا نہ جنت چاہئے آقا ﷺ ادبؔ کی آرزو تم ہو ادبؔ کا مدعا تم ہو
خودی آگاہ، خود آگاہ، آگاہِ خدا تم ہو رہِ منزل بھی تم، منزل بھی تم، منزل نما تم ہو

ادبؔ نے نعتوں میں لفظوں کی تکرار سے ایک طرح کی سرگم سے کام لیا ہے۔ گویا موسیقیت کا سماں باندھنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی ہی ایک کوشش ملاحظہ کیجئے:

افق افق سورج فضا فضا کرنیں نبی نبی ﷺ لب پر وہی وہی دل میں
ازل ازل عارض ابد ابد زلفیں ارم ارم شامیں حرم حرم صبحیں
ہرا ہرا گنبد حسیں حسیں جالی نفس نفس دیکھیں نظر نظر چومیں

اسی تناظر میں دوسری نعت کا ایک شعر دیکھئے:

شمعِ حرم کی لَو تھی کم کم جلوے تھے سارے مدھم مدھم
آئے نہ جب تک نورِ مجسم صلی اللہ علیک وسلم

ادبؔ صاحب کو آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ اُن کے شہر مدینہ سے بھی حد درجہ انسیت تھی۔ مدینہ جہاں کی مٹی میں شفا ہے۔ وہ مدینہ جسے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا آخری مدفن بنایا۔ ادبؔ بھی مدینے کو آخری مدفن بنانا چاہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی اس دلی خواہش کو پورا کیا اور انہیں ان کی زندگی ہی میں انتقال سے غالبًا چالیس (۴۰) سال پہلے خواب میں بشارت ہوئی تھی، جو انہوں نے بذریعۂ خط اپنے والد صاحب کو بتایا تھا۔ اس خط کا ذکر پروفیسر اقبال جیلانی اور ڈاکٹر خلیل احمد صدیقی مشیرؔ نے کیا ہے۔ چند سطریں ملاحظہ فرمائیں۔

’’حضور قبلہ عالم! سلام مسنون!

خدا کرے جناب والا بعافیت ہوں جملہ کرم نامے موصول ہو گئے نسخہ انشاءاللہ آج بن جائے گا۔ ایک بہت بڑی خوشخبری سناتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ

انشاء اللہ موت مجھ پر گراں نہیں ہوگی رات خواب دیکھا کہ موت آئی ہے جس کا انداز ہ حاکمانہ نہیں نہایت مؤدبانہ ہے اور میں اس کے ساتھ بہترین لباس میں نہایت سکون اور اطمنان کے ساتھ مسرت کے عالم میں خراماں خراماں چل رہا ہوں.....

موت سے ہر ذی روح خوف کھاتا ہے لیکن میرا آخری وقت تک بلکل مطمئن رہنا شاید اس بات کی دلیل ہو کہ خدا میرا انجام بخیر کرے گا آمین ثم آمین اللھم آمین''۱۲

مدینے سے غایت درجہ محبت کی مثال میں چند نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

وطن ہے ہمارا دیار مدینہ ہے محبوب رب شہر یار مدینہ
مدینے کی عظمت تمہیں سے ہے آقا ہو تم باعث افتخار مدینہ

☆

ذوقِ قلب و جگر مدینہ ہے آرزوئے نظر مدینہ ہے
اس کی نورانیت کا کیا کہنا نور والوں کا گھر مدینہ ہے

بخشش کی سند لے آتے ہیں جنت کی بشارت پاتے ہیں
کیا ان کے مقدر کا کہنا جو لوگ مدینے جاتے ہیں

ادبؔ صاحب کی نعتوں سے یہ بات عیاں ہے کے انہیں مدینے سے بہت محبت اور عقیدت تھی اور وہ ہمیشہ کے لئے اپنا مدفن بنانا چاہتے تھے ان کی دلی خواہش پوری ہونے کے متعلق جمیل احمد نقشبندی رقم طراز ہیں۔

''ان (ادبؔ) کی اس آرزو کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ ۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۷را پریل ۱۹۹۰ء کو عمرہ و حج کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے آپ عازم سفر ہوئے۔ وہاں آپ نے عمرہ فرمایا...فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد ۱۰ر ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۲ر جولائی ۱۹۹۰ء عین عید الاضحیٰ کے دن...سرنگ 'المعصیم' کے حادثے میں شہید ہوگئے۔ اور اپنی دیرینہ آرزو کے مطابق سرزمینِ مقدس میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔''۱۳

آخر کار ادب کا یہ روشن چراغ ۱۹۹۰ء کو اس فانی دنیا سے اپنی روشنی بکھیر کر ہمشہ کے لئے گل

ہو گیا آپ کا قطعہ تاریخ وصال حضرت خطیبؔ گلشن آبادی نے لکھا:

یہ فیصلہ آخر ہوا قدرت کے ہاتھوں اے خطیبؔ
حضرت ادبؔ طے کر چلے اب منزلِ حدّ قیام
یہ بھی لکھا تھا کاتب تقدیر نے تقدیر میں
ان کی جگہ مخصوص ہے عرب حدِ بیت الحرام
حضرت ادبؔ طے کر چلے اب منزلِ حدِ قیام[۱۴]

۱۹۹۰ء

الغرض ادب گلشن آبادی ایک بہترین شاعر، ادیب، طبیب، صوفی، عالم اور مفکر تھے۔ جنہوں نے اپنی پوری زندگی علم وادب کے لئے وقف کر دی تھی۔ نہایت ہی سادہ لوح اور منکسر المزاج تھے۔ سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ نعت گوئی کو مخصوص صنف کا درجہ عطا کیا تھا۔ نعتوں میں شگفتگی، شائستگی، اور سادہ بیانی کے ساتھ ساتھ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار ملتا ہے، بہت سی نعتیں مدینے کے ذکر سے پر ہیں۔ مدینے کے ایسے دیوانے تھے کہ اسے آخری مدفن بنانا چاہتے تھے۔ دیوانگی رنگ لائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں مدینے میں شہادت کا مرتبہ عطا کیا یہ سعادت نصیب والوں کو ہی ملتی ہے۔

حواشی

(۱) حریم اسریٰ: ادبؔ گلشن آبادی بشمول **ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ** : خالد اقبال جیلانی، آستانہ حیدری نقشبندی کراچی ۲۰۰۱ء صفحہ ۸

(۲) ہمارے پیرومرشد: حضرت قاری عطاالرحمٰن، دیوگڑھ باریاضلع لاہور (گجرات) ۲۰۱۸ء صفحہ ۸

(۳) حریم اسریٰ: ادبؔ گلشن آبادی بشمول **ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ** : خالد اقبال جیلانی، آستانہ حیدری نقشبندی کراچی ۲۰۰۱ء صفحہ ۹

(۴) ایضاً صفحہ ۱۰

(۵) ایضاً صفحہ ۱۰ تا ۱۱

(۶) نقش ادب: ادب گلشن آبادی، بشمول پیش لفظ: جمیل احمد خاں نقشبندی، گیلیکسی ملٹی میڈیا جونا رسالہ اندور ۲۰۰۳ء صفحہ ۱۱

(۷) حریم اسریٰ: ادبؔ گلشن آبادی بشمول **ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ** : خالد اقبال جیلانی، آستانہ حیدری نقشبندی کراچی ۲۰۰۱ء صفحہ ۱۷

(۸) نقش ادب: ادب گلشن آبادی، بشمول پیش لفظ: جمیل احمد خاں نقشبندی، گیلیکسی ملٹی میڈیا جونا رسالہ اندور ۲۰۰۳ء صفحہ ۷

(۹) ایضاً صفحہ ۳۲

(۱۰) حریم اسریٰ: ادبؔ گلشن آبادی بشمول ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ: خالد اقبال جیلانی، آستانۂ حیدری نقشبندی کراچی ۲۰۰۱ء صفحہ ۱۹ تا ۲۰

(۱۱) نقش ادب: ادب گلشن آبادی، گیلیکسی ملٹی میڈیا جونا رسالہ اندور ۲۰۰۳ء صفحہ فلیپ کور

(۱۲) حریم اسریٰ: ادبؔ گلشن آبادی بشمول ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ: خالد اقبال جیلانی، آستانۂ حیدری نقشبندی کراچی ۲۰۰۱ء صفحہ ۲۵ تا ۲۶

(۱۳) نقش ادب: ادب گلشن آبادی، بشمول پیش لفظ: جمیل احمد خاں نقشبندی، گیلیکسی ملٹی میڈیا جونا رسالہ اندور ۲۰۰۳ء صفحہ ۱۲

(۱۴) ایضاً صفحہ ۱۰۹

☆☆☆

محمد عامل (علی گڑھ)

نعت انٹرنیشنل آن لائن کانفرنس کے موقع پر پروفیسر مولا بخش (مرحوم) کا خطبۂ صدارت

ہماری دانشگاہوں میں مرثیہ کو تو جگہ ملی ہے لیکن منقبت اور نعت جیسی صنفوں کو ہمارے نصاب میں جگہ نہیں ملی۔ اگر ہندوستان میں قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، نئی دہلی کو نعت کے سیمینار کے لیے کوئی عرضی دی جائے تو وہاں سے رقم کی منظوری نہیں مل سکتی۔ آخر اس کی کیا وجوہات ہیں؟ کیا ہم اس کو مذہبی شاعری میں شمار کر کے ایک طرف ہو جاتے ہیں؟ کیا ہمارا یہ رویہ صحیح ہے؟

جب ہم نعت کی شاعری کرتے ہیں یا اسے سنتے ہیں تو جب آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام آتا ہے تو ہم اپنا سر ہلاتے یا اپنا سر جھکاتے ہیں۔ ایسا کر کے ہم اس نعتیہ شاعری کا استقبال کرتے ہیں لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ نعتیہ شاعری کا صرف یہ مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ ہم جس طرح کا شعر چاہیں لکھ دیں اور اسے پیش کر دیں بلکہ Good poetry اور Bad poetry کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ یعنی ہم شاعری کرتے وقت اس کے معیار کو بھول جائیں ایسا کرنا ہرگز ممکن نہیں۔ اچھی شاعری کے لیے معیار کو برقرار رکھنا بے حد ضروری ہے کیوں کہ معیاری شعر ہی آپ کو اچھا لگے گا اور وہی شعر آپ کی زندگی میں انقلاب لائے گا۔ فن کاری اگر نعتیہ شعر میں ہوگی تو حضور کی ذات آپ کے اندر حلول کر جائے گی اور آپ کے اندر انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔ لہذا ہم نعتیہ شاعری کرتے وقت شاعری کے معیار کو برقرار رکھیں۔

حسان (کعب بن زہیر) عربی کے ایسے نعت گو شاعر ہیں جن سے قصیدہ بردہ وابستہ ہے۔ آقائے نامدار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرط مسرت میں اپنے ہی بارے میں نعت سن کے اپنی چادر مبارک انھیں عطا کر دی تھی۔ سوال یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیوں

کیا؟ اس لیے نہیں کہ یہ نعت آپ کی ذات پر کہی گئی تھی بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا اس لیے کیا کیوں کہ حضرت حسان (کعب بن زہیر) کے نعتیہ اشعار کے معیار نے آپ کو متاثر کیا تھا۔ اسی طرح جامؔی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ دنیائے ادب میں حسانؔ اور جامؔی اگر جانے جاتے ہیں تو وہ اپنی نعتیہ شاعری کی وجہ سے ہی جانے جاتے ہیں۔ اگر جامؔی اور حسانؔ نعتیہ شاعری کی وجہ سے جانے جاتے ہیں تو پھر اس شاعری کو ہم ادب میں جگہ کیوں نہیں دے سکتے؟ اور ہم اس شاعری کو نصاب کا حصہ کیوں نہیں بنا سکتے؟

مرثیہ کے شاعر کو ایک زمانے تک اس لیے درکنار کر دیا گیا کہ اس کا مطلب بگڑا شاعر ہوتا ہے لیکن بعد میں بڑی مشکل سے اسے قبول کیا گیا۔ اگر مرثیہ کو ادب یا نصاب میں شامل کیا جا سکتا ہے تو نعت کو شامل کیوں نہیں کیا جا سکتا ہے؟ جب کہ ہمارے بڑے شعراء نعت کی وجہ ہی سے جانے جاتے ہیں۔ مثلاً اردو شاعری کا بابا آدم خسؔرو بھی اسی وجہ سے مشہور ہیں۔ وہ نعت اور منقبت اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان کا شعری معیار قائم رہے۔ اسی لیے وہ کمال کی نعتیہ شاعری کرتے ہیں۔ یہیں سے ہماری روایات کا آغاز ہوتا ہے۔ حالؔی کا کارنامہ 'مدو جزر اسلام' اور اقبالؔ کی جملہ شاعری کیا ہے؟ یہ نعتیہ کلام ہی تو ہے۔ جب اقبالؔ کسی بھی طرح کا شعر کہیں تو آپ سمجھ لیجیے کہ یہ نعتیہ کلام ہی ہے۔

جب ہماری روایات کا آغاز اسی نعتیہ شاعری سے ہوتا ہے تو اس نعتیہ شاعری کو دوئم درجہ کا ادب سمجھ کر کنارہ کیوں کر دیا گیا؟ اس کو ہم اپنے نصاب میں داخل کیوں نہیں کر سکتے؟ ہماری سرکاری ایجنسیاں اس نام پر ہونے والے سیمنار پر اور اس نام پر نکلنے والے رسائل کو پیسے کیوں نہیں دے سکتیں؟ اس لیے کہ یہ شاعری مذہب کے لیے کی جاتی ہے؟ جب کہ ایسا بالکل نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ یہ شاعری دنیا کی سب سے عظیم شاعری ہے۔ جسے مذہبی شاعری کے خانے میں رکھ سکتے ہیں۔ ملٹن کی Paradise Lost اور Paradise Regained مذہبی شاعری کے بہترین نمونے ہیں۔ ان کے ادبا نے مذہب کو ایک طرف نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے شعراء کو اس حوالے سے جانا ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جہاں ہم نے نعت کی شاعری کی اسے ہم نے Religios یعنی مذہبی خانے میں رکھ کر الگ کر دیا۔ یہ شاعری کے ساتھ صحیح رویہ نہیں ہے۔ اگر چندر بھان خیالؔ 'لولاک' جیسی نعتیہ نظم اور عنبؔر بہرائچی طویل نعتیہ نظم لکھتے ہیں تو کیا یہ شاعری صرف اس لائق ہے کہ اسے صرف مذہب کے لوگ پڑھیں گے اور دوسرا کوئی نہیں۔ آپ چندر بھان خیالؔ کی نظم لولاک، عنبؔر

بحرا بجّی کی طویل نعتیہ نظم، رہؔبر جونپوری کی منظوم 'تاریخ اسلام' اور امیؔر مینائی کا 'کبوتر نامہ'، دکن کے شعرا مثلاً غواصؔی اور خاؔئی وغیرہ کا مطالعہ کیجیے۔ ان سبھی نے نعتیہ شاعری کی ہے۔ دکن کا ایسا کون سا شاعر ہے جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں۔

یہاں ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ غزل، نعت اور مرثیہ تینوں شاعری کا محرک عشق ہے۔ یعنی ہم کو کسی نا کسی ذات گرامی سے عشق ہوتا ہے اور اسی عشق کا Reflection ہماری شاعری میں نظر آتا ہے لیکن جس ذات سے عشق کیا جاتا وہ ذات شاعری کے اعتبار سے تبدیل ہوتی رہتی ہے مثلاً نعت کا محبوب آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ہیں اور مرثیہ کا محبوب حضرت حسن، حسین ہیں اور خانوادۂ رسول ہے۔ ان کی ذات گرامی سے ہم کو عشق ہی ہوتا اور اس عشق کے بدلے میں جس طرح غزل کی شاعری کی جاتی ہے اسی طرح نعتیہ شاعری بھی کی جاتی ہے۔ وہیں رعنائیاں جو غزل کی ہوتی ہیں اچھی نعتوں میں مل جائیں گی بلکہ اچھی نعتیں آپ کو مزید محبت کی وجہ سے اور اپنی زبان کی وجہ سے جھومنے پر مجبور کرتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر نعت کیا ہے؟ نعت کی شعریات کیا ہوسکتی ہیں؟ ان تمام باتوں پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے؟ نعت اور مرثیہ کی شعریات میں ایک بات مشترک ہے کہ دونوں میں عشق کی پابندی لازم ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ غزل کی شاعری میں کیا پابندی عائد ہوتی ہے؟

حالؔی اپنے ماقبل شعراء پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ ایسے غلو سے کام لیتے ہیں، جو وہم وخیال میں بھی نہ ہو۔ ایسے بعید از قیاس استعارے استعمال کرتے ہیں جو خواب و خیال میں بھی نہ ہوں اور کلام میں خوامخواہ کی بلاغت پیدا کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارہ لیتے ہیں۔ جب کہ غزل میں اس طرح کی شاعری کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ اگر نعت گو شاعر سے یہ امید کی جائے یا اس پر یہ پابندی عائد کی جائے کہ آپ نعت کہہ رہے ہیں یعنی آپ کوئی آزاد شاعری نہیں کر رہے ہیں تو کیا نعت گو شاعر کے ساتھ ایسا کرنا صحیح ہے؟ میرے خیال میں ہرگز نہیں۔ خدا اور رسول کی ذات کو ایک نہیں کیا جانا چاہیے۔ خدا اور رسول کی ذات دونوں کو الگ الگ خانوں میں رکھ کر دیکھنا چاہیے۔ خدا کا مرتبہ الگ ہے اور رسول کا مرتبہ الگ۔ مثلاً گیہوں کبھی چاول نہیں ہوسکتا ہے یا چاول کبھی گیہوں نہیں ہوسکتا ہے۔ دونوں الگ الگ ہیں۔ دونوں کو ایک نہیں کرسکتے۔ دونوں کا معیار الگ ہے یعنی دونوں کی شعریات الگ ہیں۔ نعت کی شاعری میں اسی غلو سے بچنے کی تلقین کی جاتی ہے اور اسی غلو سے بچنے کی تلقین غزل میں بھی کی جاتی ہے۔

نعت دراصل آقائے نامدار کی منظوم سوانح کا نام ہے جسے ایک شعر سے لے کر ایک دفتر کی صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔جیسا کہ ہمارے شعراء مثلاً چندر بھان خیالؔ، عنبرؔ بہرائچی اور ابرارؔ کرت پوری نے کیا ہے۔ چندر بھان خیالؔ کی نظم 'لولاک' بہت مقبول ہوئی اور جسے تمام مسلمانوں نے پڑھا ہے۔ ہمارے عہد میں 'مدو جزر اسلام' کی یاد دلانے والی یا اس کو Deconstruct کرنے والی شاعری 'لولاک' کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ایک ایسا آدمی جو ہماری صفوں سے نہیں ہے وہ اس نوعیت کی نظم لکھتا ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور کی ذات کسی مذہب میں اور کسی خاص قید میں نہیں ہے بلکہ حضور سب کے ہیں اور وہ انسانیت کے دیوتا ہیں۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا علامہ اقبالؔ 'مسجد قرطبہ' جیسے لافانی اور اردو کی سب سے بڑی اور طویل نظم مذہبی شعور کے بغیر لکھ سکتے تھے؟ یا فرض کیجیے وہ دہریہ ہوتے تو کیا وہ اس نوعیت کی نظم لکھ سکتے تھے؟ آپ کا جواب ہوگا بالکل نہیں لکھ سکتے تھے۔اسی بات سے اندازہ لگا لیجیے کہ مذہب ہمارے لیے کتنا ضروری ہے؟ اور یہی مذہب آپ کے لیے محرک ثابت ہوا یعنی بغیر مذہب کے اس نوعیت کی شاعری پیش نہیں جا سکتی ہے۔اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مذہب میں عشق کا وہ جذبہ وجنون ہوتا ہے جو آپ سے اعلیٰ درجے کی شاعری کر وا سکتا ہے۔اسی لیے 'مسجد قرطبہ' جیسی شاہکار نظم ایک غیر مذہبی شاعر کے قلم سے نہیں ٹپک سکتی تھی۔

کیا مابعد جدیدیت میں عقیدے پر زور دیا گیا ہے؟ ۱۹۸۰ء کے بعد کے شعراء کے یہاں عقیدے کی بات کیوں کی گئی؟ جب کہ جدیدیت میں دہریہ پن پر زور تھا۔ترقی پسندوں نے کارل مارکس کے دم پر مذہب کو افیون کہہ دیا۔ بڑے بڑے مدبرین کا خیال ہے کہ مذہب کو کسی فرد واحد کی زندگی سے نہیں نکال سکتے یعنی یا تو وہ مذہبی ہوگا یا دہریہ ہوگا۔ مذہب کی وجہ سے ہی سارا کام (چاہے وہ ادبی ہو یا سماجی) ممکن ہوتے ہیں۔

بعض ادبا مذہب کا نام سن کر ناک بھوئیں سکڑاتے ہیں۔ مذہبی شاعری یعنی نعتیہ شاعری کو ہمارے ادارے قبول نہیں کرتے اور اسے فنڈ نہیں دیتے۔ یہ کس طرح کا تماشہ ہے؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے عملی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ہم لوگ ایک قرارداد پاس کر کے ہندوستان کی ادبی انجمنوں کو ایک لیٹر لکھیں گے اور دریافت کریں گے کہ آخر نعتیہ شاعری کو نصاب کا حصہ کیوں نہیں بنا سکتے؟ اور نعت کے نام پر منعقد ہونے والے سمینار یا اس حوالے سے نکلنے والے رسائل کو گرانٹ کیوں نہیں دے سکتے؟ ہمارا خیال ہے کہ اسے ہمارے شعر و ادب کا حصہ بنایا جائے

اور اسے پڑھایا جائے۔ اسے کسی خاص طبقے کے لیے مخصوص نہ کیا جائے کیوں کہ نعت حضور کی ذات سے منسلک ہے اور حضور کی ذات Universal ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہیں بلکہ وہ پورے عالم کے لیے رحمت بن کر آئے تھے تو اس رحمت سے دوسروں کو مایوس نہ کیا جائے اور ان کے بارے میں جو شاعری کی جائے اس سے دوسروں کو محروم نہ کیا جائے۔

اس سیمنار کے اختتامیہ پر ہم لوگ ایک قرارداد پاس کریں گے اور ہندوستان کی ادبی انجمنوں کو ہم ایک لیٹر لکھیں گے کہ ہم نعتیہ شاعری کو نصاب کا حصہ کیوں نہیں بنا سکتے؟ اور آپ ہمیں گرانٹ کیوں نہیں دے سکتے؟ اسے ہمارے شعر و سخن کا حصہ بنایا جائے اس کو پڑھا پڑھا جائے کیوں کی یہ ایک یونیورسل جاب ہے۔ لولاک اور ابرار کرت پوری کی تخلیقات کو کورس میں شامل کیا جائے۔ نعتیہ شاعری کو ادب میں شامل کیے جانے کے بارے میں ہم کوشاں رہیں گے۔

نوٹ: یہ خطبہ صدارت ڈاکٹر سراج احمد قادری، مدیر، مجلّہ ''دبستان نعت'' کی فرمائش پر تحریر کیا گیا ہے، جس میں ڈاکٹر غوثیہ سلطانہ صاحبہ (ایگزیکیوٹو چیف انجمن علم وادب، شکاگو) کا بھرپور تعاون رہا۔ یہ خطبہ انجمن علم و ادب اور ساؤتھ ایشین کلچرل سوسائٹی آف شکاگو بہ اشتراک پاکستان آسٹریلیا لٹریری فورم کے زیر اہتمام 27-12-2020 کو منعقد ہونے والی کانفرنس بعنوان 'نعت انٹرنیشنل آن لائن کانفرنس'' میں پیش کیا گیا تھا۔

☆☆☆

حاجی سید محمد مفیض الدین قادری (شاہجہانپور)

خانوادۂ عثمانی کے مشائخ کی نعتیہ شاعری ایک مطالعہ

ہندوستان میں خانوادۂ عثمانی تقریباً آٹھ صدیوں سے مقیم ہے اس خانوادے کے مورثِ اعلیٰ حضرت قاضی دانیال قطری رحمۃ اللہ علیہ سلطان شمس الدین التمش کی فوج کے ساتھ قطر سے بدایوں تشریف لائے تھے۔آپ کا سلسلہ نسب جامع القرآن امیر المومنین ذوالنورین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔مفتی عبدالحکیم نوری مصباحی ''تاج الفحول حیات و خدمات'' مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں حضرت قاضی دانیال قطری کے سلسلۂ نسب کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں۔

مولانا قاضی القضاۃ شیخ دانیال قطری بن مولانا حاجی شہید بن مولانا ابراہیم بن مولانا محمد اسحاق بن مولانا عبدالکریم بن مولانا محمد شریف بن مولانا نوراللہ بن مولانا عبدالحق بن مولانا محمد فردوس بن مولانا انیس محمد بن مولانا محمد رافع بن مولانا عبدالکریم بن مولانا عبدالرحیم بن مولانا عبدالرحمٰن بن مولانا ابوسعید حضرت ابان بن مولانا امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت قاضی دانیال قطری حضرت سیدنا خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔آپ عالم و فاضل اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔۲۹/ربیع الثانی ۶۱۸ھ کو بدایوں میں وصال ہوا۔مزار مبارک پیر مکہ صاحب کے احاطے میں واقع ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبی تعلق رکھنے کی وجہ سے یہ خانوادہ برصغیر میں ''خانوادۂ عثمانی'' کہلاتا ہے۔تصنیف وتالیف، درس وتدریس،صحافت وخطابت،علم وفکر،امامت وقیادت،شعرو شاعری، رشدوہدایت، دعوت وتبلیغ وغیرہ اس خانوادے کے اوصاف ہیں۔ ہر دور میں ملک وملت، دینِ متین کی خدمت اس خانوادے کے افراد کا امتیاز رہا ہے۔دنیا بھر میں اس خانوادے کی خدمات تاریخ کا روشن باب ہے۔اور آج بھی اس کے اکابرین کی خدمات آفتاب ومہتاب کی طرح چمک رہی ہیں۔اس خانوادے کی عظمت واحتشام کے اعتراف میں ''تذکرہ اکابر اہلسنّت'' میں مولانا

عبدالحکیم شرفؔ قادری تحریر فرماتے ہیں۔

(خانوادۂ عثمانی)''شریعت وطریقت کے اعتبار سے نہ صرف بدایوں بلکہ پورے ہندوستان میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔مسلک اہلسنّت و جماعت کی ترویج واشاعت اورفرقِ باطلہ کی تردید میں اس خاندان کی مساعیٔ جمیلہ ناقابلِ فراموش ہیں۔''

''بدایوں کے مہر و ماہ'' میں چودھری صغیر حسن صدیقی لکھتے ہیں:

> ''بزرگوں کی اس خاندان کے لئے ایسی دُعا ہے جومقبولِ بارگاہ بھی ہے کہ کئی سو برسوں کے بعد بھی اس کی فضیلت اور برتری برقرار ہے جوعلمیت، ریاضت، روحانیت کے ساتھ ذہانت، خوش طبعی اروصبر وتحمل اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔''

ہم یہاں اسی خانوادے کی چند نا قابل فراموش شخصیات کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ کریں گے۔

(۱) سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی

حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی کی ولادت ماہ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام''ظہور محمدی'' ہے۔آپ کے والد ماجد حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید قادری بدایونی متوفی ۱۲۶۳ھ کا شمار اپنے زمانے کے اکابر علماء مشائخ میں ہوتا تھا۔سیدالواصلین حضرت سید شاہ آل احمد ابوالفضل اچھے میاں قادری مارہروی قدس سرّہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز کئے گئے۔مرشد کی جانب سے''عین الحق'' لقب سے نوازا گیا۔فتح المنان شرح فارسی، جواہر الرحمٰن وشرح فارسی، کتاب الصلوٰۃ ومحافل الانوار ورسالہ ردِّ وہابیہ ورسالہ رَدِّ روافض آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی نے ابتدائی تعلیم اپنے جدامجد حضرت مولانا شاہ عبدالحمید قادری بدایونی متوفی ۱۲۳۳ھ سے حاصل کی۔اور بارہ سال کی عمر میں پیادہ لکھنؤ کا قصد فرمایا۔فرنگی محل میں حضرت مولانا نورالحق صاحب سے تحصیل علوم فرمائی۔چار برس میں جملہ علوم وفنون معقول ومنقول سے فارغ ہوگئے۔استادِمحترم نے قصبہ ردولی میں حضرت مخدوم شاہ عبدالحق قدس سرّہٗ کے مزاراقدس کے سامنے اُس وقت کے اکابر علماء کی موجودگی میں دستار بندی ادافرمائی۔

تذکرہ علمائے ہندمطبوعہ ۱۹۶۱ء میں مولوی رحمان علی صاحب نے لکھا ہے کہ ردولی میں دستار بندی کے وقت مولوی عبدالواسع ،مولوی عبدالواجد خیرآبادی،مولوی ظہوراللہ فرنگی محلی وغیرہ علماء موجود

تھے۔ دستار بندی سے فراغت کے بعد جب اپنے وطن بدایوں واپس آئے تو معلوم ہوا والد محترم شاہ عین الحق مارہرہ مطہرہ میں اپنے پیرومرشد کی قدم بوسی کے لئے تشریف لے گئے ہیں لہٰذا مارہرہ حاضر ہوئے۔ شمس مارہرہ نے فرحت مسرت سے گلے لگایا اور علم طب کی تحصیل کا حکم دیا۔ اُس زمانے میں حکیم سید ببر علی موہانی کا علم طب میں پورے ہندوستان میں شہرہ تھا۔ ببر علی موہانی سے دو سال کی محنت کے بعد فنِ طب کے کلیات پر مہارت حاصل کر لی۔ اکمل التاریخ میں حضرت مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی نے ایسے بہت سے واقعات لکھے ہیں کہ آپ نے جس بیمار کو بھی نسخہ عطا کیا اللہ کے حکم سے اُس نے شفا پائی حتیٰ کہ مٹی بھی دی تب بھی اللہ نے صحت بخشی۔ مردانِ خدا مطبوعہ ۱۹۹۰ء میں جناب ضیاء علی خاں اشرفی لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ بہادر شاہ ظفر ایسے علیل ہوئے کہ زندگی کی توقع نہ رہی۔ جب شاہی اطبا علاج سے قاصر ہوگئے، آپ کو بلایا گیا۔ آپ نے بادشاہ کا علاج کیا تھا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے وہ صحت یاب ہوگئے تھے اس کے صلے میں بادشاہ نے آپ کو موئے مبارک رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دیا تھا جو ایک ہاتھی پر دہلی سے بدایوں لایا گیا تھا راستے میں ٹول کا فرش بچھایا گیا تھا۔ وہ موئے مبارک اب تک قادری درگاہ کے تبرکات میں ہے۔''

حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ بغداد شریف حاضری کے موقع پر سجادہ نشین دربار غوثِ الاعظم حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خاص طور سے خود اجازت مرحمت فرمائی اور اپنے والد ماجد حضرت شاہ عین الحق عبد المجید قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال ۱۷ر محرم الحرام ۱۲۶۳ھ کے بعد خانقاہ عالیہ قادریہ مجیدیہ بدایوں شریف کے پہلے سجادہ نشین مقرر کئے گئے۔ بے شمار مخلوقِ خدا آپ کے علمی اور روحانی فیض سے مستفیض ہوئی۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کی خدمات بے نظیر نظر آئی ہیں۔ بوارق محمدیہ، تصحیح المسائل، معتقد منتقد، سیف الجبار، فوز المومنین، احقاق حق، شرح فصوص الحکم، رسالہ طریقت، حاشیہ میر زاہد، تلخیص الحق، حاشیہ ملا جلال، طب الغریب، حرز معظم، فصل الخطاب، زیارت روضۂ رسول، تبکیت النجدی وغیرہ آپ کی معروف تصانیف ہیں۔

ردِّ وہابیت میں آپ کو خاص شہرت حاصل ہے۔ محققین کی تحقیق کے مطابق لفظ ''وہابی'' کا استعمال سب سے پہلے آپ ہی نے کیا تھا۔ وہابی تحریک کے ردّ میں اُس وقت کے جو چند علماء کے نام

نظر آتے ہیں اُن میں حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی کا نام ممتاز ہے۔ آپ نے اپنی زبان وقلم سے وہابیوں کے عقائد باطل کا ردفرمایا۔

مولوی محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین (مطبوعہ نظامی پریس ۱۹۴۵ء) میں رقمطراز ہیں:

> ''بالخصوص ہنگام اقامت دکن میں وہابیہ وشیعہ بکثرت آپ کے دست مبارک پر تائب ہوکر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اور نیز جماعت کثیر مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرف اسلام حاصل ہوا تمام مشائخ کرام و علمائے عظام بلاد اسلام کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت و طریقت کا امام مانتے ہیں۔''

آپ کی تصانیف غور سے پڑھی جائیں تو اس میں زیادہ تر کتابیں احقاق حق وابطال باطل سے متعلق ہیں۔ پوری زندگی آپ عقائد اہلسنّت کا پرچم بلند فرماتے رہے اور یہ کام آپ کے متعلقین اور احباب نے بھی کیا اور آج بھی بدایوں میں آپ کے قائم کردہ مدرسے ''مدرسہ قادریہ'' سے علم کی شمع روشن ہے۔ ہزاروں تشنگان علوم یہاں سے فیضیاب ہوئے اور یہ علم کا سمندر آج بھی رواں دواں ہے۔

آپ کا وصال ۲ رجمادی الثانی ۱۲۸۹ء/ ۸ راگست ۱۸۷۳ء میں ہوا۔ مزار مبارک درگاہ قادری بدایوں میں باب معینی سے داخل ہوتے ہی دائیں جانب زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ ۲ رجمادی الثانی کو ہر سال درگاہ قادریہ میں نہایت شان وشوکت کے ساتھ عرس منعقد ہوتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی شعروسخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ ''مستؔ'' تخلص فرماتے تھے۔ مجموعہ نعت ومناقب ''مولود منظوم'' مع انتخاب نعت ومناقب ماضی قریب میں تاج الفحول اکیڈمی نے دسمبر ۲۰۰۹ء میں شائع کیا ہے اس سے ایک صدی قبل بھی یہ مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔

شعرائے بدایوں دربار رسول میں (مطبوعہ ۱۹۹۷ء) میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے لکھا ہے

> ''یہ کلام صوفیانہ، حکیمانہ اور مبلغانہ رنگ لئے ہوئے ہے عام طور سے نعتیں مسلسل پائی جاتی ہیں۔ مزاج میں بلا کی شیفتگی ہے زبان ثقیل، عربی و فارسی تراکیب ولفظیات کا استعمال بہ کثرت ہے۔''

اُردو کے علاوہ عربی، فارسی میں بھی آپ کا کلام ہے۔ ابتدا میں بہاریہ شاعری بھی آپ نے کی لیکن وہ کلام زیادہ محفوظ نہ رہ سکا۔ کچھ اشعار ہی سوانح نگاروں نے نقل کئے ہیں۔ کلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کلام فنِ عروض کا نمونہ ہے۔ ایک نعت کے اشعار حاضر ہیں:

ہوجائے جو سو جان سے قربانِ مدینہ مل جائے یہ جان اپنی بجانانِ مدینہ
سو جان سے جو ہوگیا قربانِ مدینہ واصل ہوئی جاں اُس کی بجانانِ مدینہ
خدمت کو میں اپنی کبھی رضواں سے نہ بدلوں واللہ جو ہوجاؤں میں دربانِ مدینہ
اُتری ہوئی نظروں سے نظر آتی ہے جنت یاد آئے ہے جب لطفِ بیابانِ مدینہ
ہو صاد سے صحت کی مسجّل نہ خط حج جب تک کہ نہ حاضر ہو بدیوانِ مدینہ
اللہ کا گھر مکہ، یہ محبوب کا اُس کے اس وصف سے ہوتی ہے عیاں شانِ مدینہ
ذوقیست کہ حقش بجز از حق کہ شناسد در بوسۂ لب ہائے ثنا خوانِ مدینہ
سن کر یہ غزل مستؔ ہو، گانے لگی ہر روح قربانِ مدینہ اجی قربانِ مدینہ

(۲) تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۷؍رجب المرجب ۱۲۵۳ھ میں بدایوں میں ہوئی تاریخی نام ''مظہرحق'' ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے جدامجد حضرت مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قادری بدایونی سے حاصل کی۔ حضرت مولانا نوراحمد بدایونی۔ استاذ مطلق حضرت علامہ فضلِ حق خیرآبادی، سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی اور حضرت مولانا شیخ جمال عمر صاحب حنفی المکی سے جملہ علوم منقول ومعقول کی تکمیل کی۔ شمس العلماء حضرت علامہ عبدالحق خیرآبادی آپ کے بارے میں فرماتے تھے کہ ''ہر سہ تلامذہ کسی خاص فن میں یکتائے عصر اور وحید روزگار ہیں مگر مولانا عبدالقادر بدایونی کا تبحر اور جامعیت تمام علوم وفنون میں ہے۔''

علوم وفنون کی تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی سے مرید ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز فرمائے گئے والد بزرگوار کے وصال کے بعد خانقاہ عالیہ قادریہ مجیدیہ بدایوں شریف کے دوسرے سجادہ نشین مقرر کیے گئے۔ متعدد بار زیارت حرمین شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے۔ دوران حج صفا پر سعی فرماتے ہوئے بچشم حضرت سیدنا غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہٗ کی زیارتِ بابرکت سے مشرف ہوئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضاخاں قادری بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے قصیدہ ''چراغ انس'' میں اسی طرف اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں:

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے روز سعی صفا محبّ رسول

پورے قصیدہ ''چراغِ انس'' میں ۱۰۵-اشعار ہیں یہ قصیدہ اُردو شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ متعدد بار

چھپ چکا ہے۔ ہمارے کتب خانے میں عرس قادری بدایوں کے موقع پر ۱۹۵۳ء میں چھپا نسخہ محفوظ ہے۔

حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر درس و تدریس، وعظ وتقریر، تصنیف وتالیف اور احقاقِ حق کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی تصانیف میں الکلام السدید (عربی) احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام عربی، تحفۂ فیض (فارسی) سیف الاسلام علی المتاع العمل المولد والقیام (فارسی) شفاء السائل بتحقیق المسائل، ہدایت الاسلام، ردروافض، سیف الاسلام مولود وقیام وغیرہ مشہور کتابیں ہیں۔

۱۷ر جمادی الاول ۱۳۱۹ھ/ مطابق ۱۹۰۱ء بروز اتوار وصال فرمایا اور درگاہ قادری بدایوں میں اپنے پیرومرشد اور والد بزرگوار کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں۔ ۱۷ر جمادی الاول کو ہر سال عرس شریف منعقد ہوتا ہے۔ آپ کے وصال کے بعد بڑے صاجبزادے حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی خانقاہ عالیہ قادریہ مجیدیہ کے تیسرے سجادہ نشین منتخب ہوئے۔

شاعری کا شوق آپ کو اپنے والد سے وراثت میں ملا تھا۔ فقیر اور کبھی فقیر قادری تخلص فرماتے تھے۔ عربی، فارسی اور اُردو تین زبانوں میں کلام محفوظ ہے۔ حمد، نعت اور منقبت پر مشتمل یہ کلام نہایت مرصع ہے ہمارے آبائی کتب خانہ ''قادریہ بشیریہ'' شاہِ جہاں پور میں آپ کے چار دیوان محفوظ ہیں۔ (۱) بہارستانِ عقیدت۔ (۲) بہارستانِ منقبت (دیوان منقبت فارسی) (۳) گنجینۂ مظہر حق دیوان نعت ومناقب ۴) دیوان تاج الفحول اس دیوان میں نعت کے علاوہ حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں مناقب حروف تہجی کے اعتبار سے یا غوث اور محبوبِ سبحانی کی ردیف میں ہے۔ ان چار دیوان کے علاوہ بھی تذکرہ نگاروں نے اور بھی دیوان کا ذکر کیا ہے لیکن راقم الحروف کی نظر سے یہ دیوان نہیں گزرے۔ ڈاکٹر شمس بدایونی نے لکھا ہے ''نعتیہ شاعری میں عقیدت کے ساتھ والہانہ پن ہے اور ایک طرح کی خودسپردگی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ ایک عالم کی شاعری جیسی کچھ ہوتی ہے ویسی ہی ان کی شاعری ہے۔

تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی کی شاعری پر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے تمام کلام عشقِ رسالت اور عشقِ غوث کا نمونہ ہے۔ تخیل کی بلند پرواز، سوز وگداز کی کیفیت ہر ہر مصرعہ میں نظر آتی ہے۔

زندگی کے معمولات کے علاوہ نعت ومنقبت گویا آپ کا شغل تھا۔ بڑا مشہور واقعہ ہے مردم شماری کے کارکنوں نے تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ فارم میں پیشے کے خانے میں کیا لکھا جائے آپ نے فرمایا نعت خواں لکھ دو'' یہ بڑا اعزاز ہے کہ سرکار دوعالم کی ثناخوانی آپ نے اپنا پیشہ بتایا ایسا

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم باری تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو عطا فرمائے۔ آمین

مدتوں تک دل وحشی کو بہت بہلایا — دھوکے بھی اس کو پئے اور بہت پھسلایا
جب کہ دیکھا کہ نہیں جاتی ہے اس کی وحشت — محو و مشتاقِ مدینہ اُسے بے حد پایا
دفعتاً گھر سے چلا بے سروساماں تب میں — لطفِ حضرت مجھے پھرتا درِ حضرت لایا
یا رسول دوجہاں تیرے کرم کے صدقے — مجھ سے بیکس کو در پاک تلک پہنچایا
درِ پرنور کے قابل تو نہ تھیں یہ آنکھیں — چشم رحمت نے تری جلوہ مگر دکھلایا
کیا ترے روضۂ انور کا کلس ہے جس نے — ماہ و مہر و دُر و یاقوت کو ہے شرمایا
چاند ٹکڑے ہوا سورج بھی پھرا مغرب سے — جب کہ انگشتِ مبارک کا اشارہ پایا
سب جہاں طالبِ حق آپ ہیں مطلوب اُس کے — حق نے معراج میں تا عرش اُنہیں بلوایا
تیری رفعت کو لکھے کیا یہ فقیؔر خستہ — شان میں تیری رفعنا لک ذکرک آیا

(۳) حضرت مولانا ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی

حضرت مولانا ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی کی ولادت ۴ر شعبان المعظم ۱۳۰۴ھ / ۲۸ر اپریل ۱۸۸۷ء کو بدایوں میں ہوئی۔ منظورِ حق تاریخی نام ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حکیم عبدالقادر شہیر قادری بدایونی متوفی ۱۳۱۸ھ بن حضرت حکیم مرید جیلانی متوفی ۱۲۹۷ھ بن حضرت مولانا محی الدین قادری بدایونی متوفی ۱۲۷۰ھ بن سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی متوفی ۱۲۸۹ھ کا شمار اُس زمانے کے ممتاز علماء مشائخ میں ہوتا تھا۔ عربی، فارسی، اردو کے اچھے شاعر تھے۔ جوشؔ تخلص تھا۔ رسالہ شفاعت، فضائل الشہور، بیان علم عروض، تدبیر معالجات مرضیٰ وغیرہ تصانیف ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔

حضرت مولانا ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی نے مکمل تعلیم اپنے آبائی مدرسہ قادریہ میں حضرت مولانا عبدالمجید مقتدری انولوی، حضرت مولانا مفتی ابراہیم قادری بدایونی، حضرت مولانا محبّ احمد قادری بدایونی اور حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی سے حاصل کی۔ اس کے بعد حکیم غلام رضا خاں کے پاس طب کی تکمیل کی۔ مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اور خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

آپ کو فنِ خطابت میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ سامعین کے قلب پر آپ کے خطاب کا ایک مثبت اثر ہوتا تھا۔ سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

''مرحوم کی قوتِ خطابت غیر معمولی تھی ان کی تقریر سے جذباتِ
اسلامی کی ترجمانی ہوتی تھی۔'' (معارف اعظم گڑھ۔ جنوری ۱۹۳۲ء)

مولانا ماہر القادری نے لکھا ہے:

''مولانا عبدالماجد بدایونی مرحوم تقریر و خطابت میں مولانا ابوالکلام
آزاد اور مولانا آزاد سبحانی کی صف میں شمار ہوتے تھے ان کے وعظ و تقریر کے
سارے زمانے میں دھوم تھی۔'' (یادرفتگاں جلد دوم)

ہندوستان کی آزادی میں بھی آپ نے ایک قائدانہ کردار ادا کیا اور اپنے زمانے کی تمام سیاسی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ جمعیۃ علماء ہند کے بانیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اپنی سیاسی بصیرت سے قوم و ملت کی بے لوث خدمت انجام دی۔ اپنی معروف زندگی میں علم و ادب کی بھی شاندار خدمت کی اور ایک بڑا علمی ذخیرہ آپ کی یادگار رہے۔

ماہنامہ شمس العلوم بدایوں کے مدیر کی حیثیت سے بھی آپ نے کام کیا۔ اور خلاصۃ المنطق، العقائد، خلاصۃ الفلسفہ، فلاحِ دارین، دربارِ علم، فتویٰ جواز عرس، القول السدید، عورت اور قرآن کے علاوہ بیس سے زائد کتابیں لکھیں۔

۳؍شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ/ ۱۳-۱۴؍دسمبر ۱۹۳۱ء کی درمیانی شب میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ ۱۵؍دسمبر ۱۹۳۱ء کو درگاہ قادری بدایوں کے جنوبی دالان میں اپنے پیر و مرشد کے پائنتی سپردِ خاک کئے گئے۔

حضرت مولانا بدایونی کو شعر و شاعری کا شوق اپنے خاندانی وراثت میں ملا تھا۔ منظور تخلص تھا۔ نعت و منقبت کے علاوہ بہاریہ شاعری بھی کرتے تھے۔ آپ کا کلام عرس قادری بدایوں کی رودادوں، مختلف رسائل اور بیاضوں میں محفوظ ہے۔ مستقل دیوان کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔ نمونۂ کلام۔ رباعی

سردارِ رسل حضورِ والا ٹھہرے واللہ کہ سب جہاں سے اعلیٰ ٹھہرے
منظورؔ ملا انہیں کو یہ رتبہ پاک محبوبِ خداوندِ تعالیٰ ٹھہرے

(۴) حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری بدایونی

حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری بیدایونی کی ولادت ۱۱؍شوال المکرّم ۱۳۱۱ھ میں ہوئی۔ ''محمد ظہور حق'' تاریخی نام ہے تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں والد ماجد کے سایۂ پدری سے محروم

ہوگئے۔ بڑے بھائی حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی کی نگرانی میں تعلیم و تربیت پائی۔حضرت مولانا فضل احمد قادری،حضرت مولانا محبّ احمد قادری،حضرت مولانا حافظ بخشش قادری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے روبروزانوئے تلمذ طے کیا۔اپنے بڑے بھائی سے مرید ہوئے اور پیرو مرشد نے ۱۳۳۱ھ ماہِ جمادی الآخر کواجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی کے وصال ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ کے بعد خانقاہ عالیہ قادریہ مجیدیہ بدایوں کے چوتھے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبار زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا۔ بغدادِ معلیٰ کی حاضری ہر سال کا معمول تھا۔خانہ کعبہ کے غسل میں بھی آپ کوشرکت کا شرف حاصل ہوا۔حرم نبوی اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت خاص میں بھی باریابی ہوئی۔مسجد اقصیٰ میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کے بے حد اصرار پر آپ نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی نیز مدینہ منورہ میں بھی بادشاہ کے اصرار پر مسجد نبوی میں بھی نماز جمعہ پڑھائی، بادشاہ کے حکم سے روضہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جالی شریف کوکھولا گیا وہاں آپ نے ایک رات گزاری۔ بغداد شریف ہر سال پیرانِ پیر حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے اور مزار اقدس پر غلاف پوشی اپنے دست مبارک سے فرماتے تھے۔مردان خدا میں مولانا ضیا علی خاں اشرفی نے لکھا ہے کہ''ایک بار حضور غوثِ پاک کے دیدار سے بھی مشرف ہوئے۔

ریاست حیدرآباد دکن کی عدالتِ عالیہ میں پندرہ یا سترہ سال تک مفتی اعظم کے عہدے پر فائز رہے۔راقم کا خیال ہے کہ اگر اُن فتویٰ کو شائع کردیا جائے جو وقتاً فوقتاً عدالتِ عالیہ میں صادر فرمائے تھے یقیناً بڑی دینی خدمت ہوگی۔

ہندوستان کی آزادی میں انگریزوں کے خلاف لڑائی میں بھی پیش قدم رہے اور انقلابی جماعت کی سرپرستی فرمائی۔مشہور کاکوری کیس میں شہیدان کاکوری میں جوش عمل پیدا کیا اور اُن کی پوری رہنمائی فرمائی۔

۳ر شوال المکرّم ۱۳۷۹ء/ ۳۱ر مارچ ۱۹۶۰ء کو بدایوں میں وصال فرمایا۔اور درگاہ قادری میں اپنے بڑے بھائی اور پیرومرشد کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔۳ر شوال المکرّم کو درگاہ قادری میں عرس کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔آپ کے وصال کے بعد جب آپ کے صاحبزادے اور خانقاہ عالیہ

قادریہ مجیدیہ کے پانچویں سجادہ نشین حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی، حضرت غوث الاعظم کے عرس شریف میں شرکت کے لئے بغداد معلیٰ گئے تو نقیب الاشراف حضرت پیرزادہ سید محمد ابراہیم گیلانی نے حضرت غوثِ پاک کے مزار اقدس کا غلاف یہ کہہ کر پیش فرمایا، حضرت پیرانِ پیر نے خواب میں بشارت دی ہے کہ ہمارے مولوی ہر سال ہماری قبر پر غلاف چڑھاتے تھے اب ان کی قبر پر ہمارا غلاف چڑھایا جائے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

شئہ عبدالقدیر پاک کا اعزاز کیا کہنا کہ ان کو غوث اعظم کا غلاف آیا سلام آیا

شعر گوئی خاندانی وراثت میں ملی تھی نعت اور منقبت کہتے تھے قدیرؔ تخلص تھا کہیں کہیں۔ تخلص میں قدؔر بھی استعمال کیا ہے۔ نعت ومناقب میں عشق سے لبریز اشعار ہیں جو دل پر اثر کرتے ہیں۔ مثنوی غوثیہ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ ۹۴؍اشعار پر مشتمل یہ مثنوی کئی بار چھپ چکی ہے۔ آپ کے پچاسویں یوم وصال پر ۳؍شوال ۱۴۲۹ھ/ اکتوبر ۲۰۰۸ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی پوتے شہید بغداد حضرت مولانا اُسید الحق محمد عاصم القادری محدث بدایونی نے آپ کے ۳ خطبات کا مجموعہ خطبات صدارت عنوان سے شائع کیا تھا۔ نمونۂ کلام:

نور حق آ گیا آئینہ وحدت بن کر چمکی تقدیر جہاں عالم کثرت بن کر
ہوگئے شاہ، گدائے در دولت بن کر باڑے باٹا کئے سب تیری بدولت بن کر
سب رسولوں کو ہدایت کی سند دی تم نے سب کے محضر میں رہے مہر نبوت بن کر
اُن پہ مٹ جائیں گنہ گار تو زندہ ہو جائیں جان پروانہ بنے شمع ہدایت بن کر
دور گردش ہو جو خورشید کو مل جائے بقیع بیٹھ جائے کہیں شمع سر تربت بن کر
کلمہ پڑھنے لگا ابروئے شہ کامۂ نو دی گواہی کبھی انگشت شہادت بن کر
اُن کی طلعت سے وہ ذرّہ کا ستارا چمکا مہر محشر بھی رہا دیدۂ حیرت بن کر
اپنی نظروں سے گرا آپ تو عزت یہ ملی پائی آغوش کرم اشکِ ندامت بن کر
اُن کے جلوہ سے ہے غوغائے قیامت بھی عزیز دل زخمی میں کھبا شور ملاحت بن کر
شور ہے عالم بالا میں مچی ہیں دھومیں نکلے قدسی سحر عید ولادت بن کر
عید میلا میں اے قدؔر ملے گی عیدی عرش سے آئے گی پروانۂ عزت بن کر

(۵) حضرت مولانا شاہ عبدالحامد قادری بدایونی

حضرت مولانا شاہ عبدالحامد قادری بدایونی کی ولادت ماہ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں

ہوئی۔ محمد ذوالفقار حق تاریخی نام ہے۔ آپ حضرت مولانا ابوالمنظور عبدالماجد قادری بدایونی کے چھوٹے بھائی ہیں تعلیمی مراحل مدرسہ قادریہ بدایوں، مدرسہ شمس العلوم بدایوں، مدرسہ الٰہیات کانپور میں مکمل کئے۔ اساتذہ میں حضرت مولانا محبّ احمد قادری بدایونی، مولانا حافظ بخش قادری آنولوی، مولانا مفتی ابراہیم قادری بدایونی، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا عبدالسلام فلسفی اور حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول، محمد عبدالقدیر قادری بدایونی کے نام کا ذکر ملتا ہے۔ تکمیل علوم کے بعد مدرسہ شمس العلوم بدایوں کے نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری بدیوانی سے خلافت اور اجازت کے مجاز ہوئے۔

حضرت مولانا اُسیدالحق محمد عاصم قادری محدث بدایونی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

آپ نے اپنی علمی زندگی کا آغاز مدرسہ شمس العلوم کے نائب مہتمم کی حیثیت سے کیا۔ پھر اپنے بڑے بھائی مجاہد آزادی مولانا عبدالماجد قادری بدایونی کے ساتھ ملی اور قومی تحریکات سے وابستہ ہوگئے۔ تحریک خلافت و ترک موالات کے سرگرم اراکین میں شامل رہے، بعد میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوگئے اور قیام پاکستان کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا، آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شریک ہوئے اور ناظم نشر و اشاعت کی حیثیت سے اس تحریک کو مضبوط کیا۔ تقسیم کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے۔ وہاں مہاجرین کی بازآبادکاری کے لئے مخلصانہ جدوجہد کی ۱۹۴۸ء میں مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی قیادت میں پاکستان کے لئے اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کیا اور اس کے نفاذ کا مطالبہ لے کر بانی پاکستان محمد علی جناح صاحب سے ملاقات کی، قوم پاکستان کی دینی رہنمائی کے لئے جمعیۃ علماء پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ آپ ابتداء سے جمعیۃ کے سرگرم رکن رہے، بعد میں جمعیۃ علمائے پاکستان کے صدر منتخب کئے گئے اور اپنی وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔ سعودی عرب، مصر، ایران، عراق، لبنان، شام، بیت المقدس، روس، چین، برطانیہ، امریکہ اور سوئٹزرلینڈ سمیت دنیا کے بے شمار ملکوں کا دورہ کیا اور تبلیغ اسلام کا عظیم فریضہ انجام دیا۔

تحفظ گنبدِ خضرا کے سلسلے میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں جب سعودی حکومت کی جانب سے بقیع شریف اور جنت المعلیٰ کے مزارات کے انہدام اور دیگر آثار و مشاہد کو ڈھانے اور مٹانے کی مہم شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی نے عملی جدوجہد کی۔ اس کی تفصیل کے لئے مولانا کی تصنیف الجواب المشکور علی اسئلۃ القبور کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

دعوت عمل، نظام عمل، کتاب وسنت غیروں کی نظر میں، تصحیح العقائد، اسلام کا زراعتی نظام، اسلام کا معاشی نظام، مشیر الحجاج، فلسفہ عبادات اسلامی وغیرہ کے علاوہ ہماری معلومات کے مطابق آپ کی تصانیف ڈیڑھ درجن سے زیادہ ہیں۔

۲۰/جولائی ۱۹۷۰ء کو کراچی پاکستان میں وصال ہوا۔ اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

شعر وسخن کا بھی شوق تھا۔ حامدؔ تخلص فرماتے تھے دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ اور اتنی مصروف زندگی کے بعد قلمی خدمات بھی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق آپ کا کوئی دیوان زندگی میں شائع نہیں ہوسکا۔ بعد میں حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی کے پوتے نے کراچی سے ''جذباتِ حامدؔ'' کے نام سے آپ کا نعت ومناقب پر مشتمل کلام دو حصوں میں شائع کیا ہے۔

نمونۂ کلام:

لکھیں گے ہم حضور کا وصفِ جمال کیا؟ — ہم کیا ہماری فکر، ہمارا خیال کیا
کس نور پر قمر کا فلک پر دماغ ہے — دھبّا ہو جس کے دل میں وہ صاحبِ جمال کیا؟
اُمت تمام سایۂ ابر کرم میں ہے — خورشید حشر آنکھ دیکھائے مجال کیا؟
دربار شہ میں جاتے ہی یہ بےخودی ہوئی — پوچھا حضور سے کی کریں ہم سوال کیا؟
زاہد ہیں عاصیوں کو حقارت سے دیکھتے — مخصوص اُن پہ ہے کرمِ ذوالجلال کیا؟
پروانہ وار شمع حرم پر گرا ہے دل — دم بھر میں خاک جل کے ہوا یہ وصال کیا؟
حامدؔ حضورِ شاہ میں چل کر پڑھو غزل — گھر بیٹھے کام آئے گی یہ بول چال کیا؟

(۶) حضرت مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی

حضرت مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی کی ولادت ۱۳/رجب المرجب ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء کو بدایوں میں ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر تھے۔ تعلیمی مراحل اپنے آبائی مدرسے مدرسہ قادریہ واقع محلّہ مولوی ٹولہ بدایوں میں طے کیا۔ اساتذۂ کرام میں حضرت والد صاحب کے علاوہ حضرت مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی اور حضرت مولانا عزیز احمد قادری بدایونی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے بچپن میں ہی بیعت ہوگئے تھے۔

آپ نے اپنی علمی زندگی کا آغاز ایک معلم کی حیثیت سے کیا مدرسہ قادریہ بدایوں، جامعہ عثمانیہ

حیدرآباد اور نظام کالج حیدرآباد سمیت مختلف اداروں میں عربی ادب کے استاذ رہے نظام کالج حیدرآباد کے شعبہ عربی سے استاذ کے عہدے سے ۱۹۷۸ء میں سبکدوش ہوئے۔

اُردو، عربی، فارسی، تینوں زبانوں میں نثری اور شعری کاوش موجود ہیں۔ نعت ومناقب کے دو مجموعے ''نغمہ قدسی اساس'' اور خرابات حضرت الحاج فرید اقبال قادری عثمانی نے کراچی سے شائع کئے ہیں۔ بہاریہ کلام خمیازۂ حیات۔ تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے ستمبر ۲۰۰۹ء میں شائع کیا ہے۔ اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت مفتی اکرام احمد قادری لطف بدایونی متوفی ۱۳۶۲ھ سے کلام پر اصلاح لی۔ ہادیؔ تخلص ہے۔

ہادیؔ صاحب فرماتے تھے: ''شعور سے پہلے ہی غیر شعوری طور پر شعر سے رشتہ ہموار ہوا'' قلندرانہ طبیعت کے مالک تھے اپنے کئی شعری مجموعے نذر آتش کردیئے۔ کئی اہم موضوعات پر نہایت عالمانہ کتابیں یادگار ہیں۔ دسمبر ۲۰۰۹ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے دو کتابیں مختصر سیرت خیر البشر، اور احوال ومقامات شائع کی ہیں۔ حضرت مولانا اُسید الحق محمد عاصم القادری محدث بدایونی نے دسمبر ۲۰۰۹ء میں حضرت ہادی صاحب کے مفاضین اور مکاتیت کے علاوہ عربی فارسی اردو نعت ومناقب کو باقیاتِ ہادی کے عنوان سی شائع کیا ہے۔

۱۱ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ/۲۲ر جون ۱۹۹۴ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور درگاہ قادری بدایوں میں اپنے پیرومرشد کے پائیں آرام فرما رہے ہیں۔

نمونۂ کلام:

جامِ دل ٹوٹ کے قیمت مانگے ‏ تیری صہبائے محبت مانگے
شوقِ نظارہ قیامت مانگے ‏ یعنی صبح شبِ فرقت مانگے
کس لئے اجرِ عبادت مانگے ‏ مانگنا ہی ہے تو رحمت مانگے
عرصۂ حشر میں جس کو دیکھو ‏ سایۂ دامنِ رحمت مانگے
اچھے اچھوں نے سیہ کاروں سے ‏ گوہر اشکِ ندامت مانگے
چارہ گر کس لئے فکرِ درماں ‏ درد ہی در کی لذت مانگے
تم سے اے خاک نشیں ہادیؔ زار ‏ تھوڑی خاک درِ دولت مانگے

(۷) تاجدار اہل سنت حضرت مولانا شاہ شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری بدایونی

تاجدار اہلسنّت حضرت مولانا شاہ شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری بدایونی کی ولادت ۲۶ر شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ/ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ جب آپ کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبد القدیر قادری بدایونی عدالتِ عالیہ مملکت آصفیہ حیدرآباد دکن میں ''مفتی

اعظم'' کے عہدے پر تھے۔ صرف آٹھ سال کی عمر میں حضرت حافظ عبدالوحید قادری مقتدری سے قرآن مجید حفظ کیا۔ اپنے آبائی مدرسے مدرسہ قادریہ بدایوں میں والد ماجد کے علاوہ حضرت مفتی ابراہیم فریدی سمستی پوری اور حضرت مفتی اقبال حسن قادری سے علم کی تحصیل کی۔

اپنے بزرگ والد کے دستِ حق پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت حاصل ہوئی۔ حضرت عاشق الرسول رحمۃ اللہ علیہ کے وصال ۳؍شوال المکرّم ۱۳۷۹ھ کے بعد خانقاہ عالیہ قادریہ مجیدیہ کے پانچویں سجادہ نشین منتخب ہوئے اور مسند سجادگی کو رونق بخشی۔ تصنیف وتالیف شعر وشاعری کا ذوق خاندانی وراثت میں ملا تھا ایک مصری عالم کمال احمد عون کی کتاب اولیاء اللہ بین الموالین والجافین کا ترجمہ محبت برکت اور زیارت کے نام سے شائع کرایا تھا۔ جو پہلی بار ادارہ مظہر حق بدایوں سے شائع ہوا یہی نسخہ ہمارے آبائی کتب خانۂ قادریہ بشیریہ شاہجہانپور میں محفوظ ہے۔ چار نعت اور مناقب پر مشتمل دیوان (۱) نوائے سروش مطبوعہ ۱۹۹۱ء (۲) معراج تخیل مطبوعہ ۱۹۹۸ء (۳) مدینے میں مطبوعہ ۲۰۰۸ء (۴) حدیثِ محبت ۲۰۱۴ء شائع ہوکر مقبول خاص و عام ہو چکے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ کلام ہے عشق رسول سے سرشار اشعار ایمان میں نور پیدا کرتے ہیں۔ سالمؔ تخلص فرماتے تھے۔ ہندوستان بھر کے تمام اولیائے کرام کے علاوہ دیگر ممالک کے اولیائے کے مقدس مزارات پر حاضر ہو چکے ہیں۔ بالخصوص حضرت پیران پیر غوث الاعظم کے آستانے عالیہ پر پچاس سے زیادہ بار حاضر ہوئے تھے۔ نہایت تقویٰ شعار عابد وزاہد شریعت وطریقت کا نمونہ، بااخلاق، مہمان نواز شخصیت کے مالک تھے۔

راقم الحروف کے والد ماجد اور پیر ومرشد حضرت مولانا الحاج قاری سید محمد معز الدین قادری شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بچپن کے زمانے میں جب بزرگانِ دین کے واقعات سناتے تھے تو یہ واقعہ کئی بار سنایا۔ فرماتے تھے ہماری رہائش گاہ پر فروری ۱۹۸۷ء میں بعد نماز عصر حضرت تاجدار اہلسنّت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایوں تشریف لائے۔ نماز عشاء کی جماعت مکان پر ہوئی بعد نماز محفل نعت ومناقب بھی منعقد کی گئی۔ اس کے بعد حضرت اقدس ہمارے والد کے مخصوص کمرے میں آرام کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں والد صاحب کی کتب حدیث اور بہت سی دینی کتب تھی۔ جب نماز فجر کے لئے دروازہ پر خدام نے دستک دی اور کہا حضور وضو کے لئے پانی وغیرہ تیار ہے۔ حضرت نے فرمایا میں وضو سے ہوں تم لوگ جماعت کی تیاری کرو۔ اس کے بعد راقم کے والد فرماتے تھے کہ حضرت اقدس شب بھر عبادت میں مصروف رہے اور بعض وقت وہاں موجود کتب کو بھی پڑھتے رہے۔

۹؍مئی ۲۰۲۱ء/ ۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ بروز اتوار صبح ۳ بجے کر ۵۱؍منٹ پر آپ کا وصال ہوا۔

درگاہ قادری بدایوں میں باب مجیدی میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب دالان میں آخری آرام گاہ ہے۔

نمونۂ کلام:

میں قربان ترے رب کو دیکھ آنے والے — تجلی رب سب کو دکھلانے والے
بشارت دی ہر دور میں انبیاء نے — کہ ہیں سیدالانبیاء آنے والے
کھلے ہیں جو گل گلستانِ نبی میں — کبھی بھی نہیں ہیں یہ مرجھانے والے
کہے گا جہاں پر نبی نفسی نفسی — وہاں پر وہی تو ہیں کام آنے والے
حلال و حرام اب تیرے حکم پر ہے — سراقہ کو کنگن پہنوانے والے
ہے آرامِ جاں راحتِ رُوح تجھ سے — مدینے میں آرام فرمانے والے
میں جاؤں گا ہر سال طیبہ کو سالم — سلامت رہیں مجھ کو بلوانے والے

(۸) حضرت مولانا اُسیدالحق محمد عاصم قادری محدث بدایونی

حضرت مولانا اُسیدالحق محمد عاصم قادری محدث بدایونی کی ولادت ۲۲ر ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ/ ۶ر مئی ۱۹۷۵ء کو بدایوں میں ہوئی آپ تاجدار اہلسنّت حضرت مولانا شاہ شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر تھے۔تعلیمی مراحل اپنے آبائی مدرسے مدرسہ قادریہ بدایوں، دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور ضلع فیض آباد اور جامعہ ازہر قاہرہ مصر میں مکمل کئے۔اساتذہ کرام میں والد ماجد کے علاوہ امام علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی کا نام سرفہرست ہے۔

مولانا فروغ القادری جام نور اپریل ۲۰۱۴ء کے عالم ربانی نمبر میں ''لوگ صدیوں میں اتنا کام نہیں کر پاتے'' عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''اُسیدالحق قادری کے علم اور معلومات کا دائرہ ان کی کم عمری کے باوجود حیران کن ہے، ان میں تقریباً ہر موضوع پر کلام کرنے کی باضابطہ صلاحیت موجود تھی، خواہ وہ مذہب ہو، یا پھر زبان وادب ہو، ہر موضوع پر اُن کی رائے علم ودانش سے بھرپور اور دل پذیر ہوتی۔ان کی ذات میں وسیع وعریض علم کے ساتھ ساتھ ایک فقید المثال علمی توازن اور فکری اعتدال بھی موجود ہے۔طرز استدلال کی جامعیت اور لب ولہجے کی انفرادیت سے ان کی بے پناہ صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔وہ کبھی بھی جذبات کو دلائل پر اثرانداز ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

مدرسہ قادریہ میں تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ نشر واشاعت تصنیف وتالیف اور اپنے اکابرین اور علماء بدایوں اور علماء مدرسہ قادریہ کی صدیوں پرانی کتابوں کو جدید تحقیق وتخریج کے ساتھ

شائع کرانا آپ کا یہ ایسا کارنامہ ہے جو کئی صدیوں پر محیط ہے۔ نہایت شریف، خوش خلقی، شرفا نوازی، دیانت داری، صغیر و کبیر سے یکساں سلوک وغیرہ اوصاف خاندانی وراثت میں ملے تھے۔ اپنے بزرگ والد کی طرح ذی علم اور شریعت و طریقت کا نمونہ تھے۔

حضرت تاج دار اہلسنّت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے نیز وارثِ پنجتن حضرت سید شاہ یحییٰ حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی۔

۲۰۰۴ء میں جامعۃ الازہر الشریف قاہرہ مصر سے تحصیل علوم کی فراغت کے بعد اپنی شہادت تک ایک قلیل مدت میں تصنیف و تالیف، ترتیب و تقدیم کے ساتھ اپنے اکابرین کی سو سے زیادہ کتابیں شائع کرانا ایک کرامت ہے۔ آپ کی تصانیف میں قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ۲۰۰۸ء، حدیث افتراق اُمت تحقیقی مطالعے کی روشنی میں ۲۰۰۸ء، احادیث قدسیہ ۲۰۰۹ء، خامہ تلاشی تنقیدی مضامین ۲۰۰۹ء، اسلام ایک تعارف ۲۰۱۱ء، عربی محاورات مع ترجمہ و تعبیرات ۲۰۱۱ء، خیرآباد ۲۰۱۱ء، تذکرہ شمس مارہرہ ۲۰۱۲ء، فرزدق تمیمی کا قصیدۂ میمیہ، ایک تحقیقی مطالعہ ۲۰۱۳ء کتب شائع ہوئیں۔ شہادت کے بعد آپ کے دو مضامین کے مجموعے افہام و تفہیم ۲۰۱۵ء نقد و نظر ۲۰۱۶ء تاج الفحول اکیڈمی نے شائع کئے ہیں۔

اپنے والد بزرگوار کے ساتھ بغداد شریف حاضر تھے کہ اچانک ۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ مطابق ۴؍مارچ ۲۰۱۴ء بروز منگل کو آپ کی کار پر کسی دہشت گرد نے گولی چلائی۔ جس کی زد میں آپ شہید ہو گئے۔ ۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۶؍مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعرات آپ کے والد ماجد نے نماز جنازہ پڑھائی اور احاطۂ غوثِ اعظم بغدادِ معلیٰ کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ ۴؍مارچ کو درگاہ قادری بدایوں میں سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔

شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا عاصمؔ تخلص فرماتے تھے کہیں کہیں تخلص میں اُسید بھی استعمال کیا ہے۔ مستقل کوئی دیوان تو شائع نہیں ہوا لیکن کلام صوفیانہ اور عارفانہ رنگ لئے ہوئے ہے۔ سلیس اور عام فہم انداز میں نہایت نفیس کلام ہے۔ جام نور دہلی نے اپریل ۲۰۱۴ء کے عالم ربانی نمبر میں آپ کا کلام گوشۂ حدیث دل میں شائع کیا ہے۔ نمونۂ کلام:

سنا ہے لالۂ طیبہ کی تازہ کاری کو — لباسِ گل سے شگوفے نکل کے دیکھتے ہیں
سنا ہے طیبہ کے ذرات ایسے روشن ہیں — کہ مہر و ماہ انہیں آنکھ مل کے دیکھتے ہیں
خرام ناز پہ نبضِ جہاں ٹھہرتی ہے — فرشتے عرش کے پہلو بدل کے دیکھتے ہیں

وہ بخش دیتے ہیں قدموں پہ گرنے والوں کو　　سوہم بھی قدموں پہ اُن کے مچل کے دیکھتے ہیں
اُسیؔد پلے پہ دیوان نعت رکھ دیجئے　　جو اپنے نیک عمل آپ ہلکے دیکھتے ہیں

(۱۰) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محمد عطیف قادری بدیوانی

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محمد عطیب قادری بدایونی کی ولادت ۸؍شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ/ یکم جون ۱۹۸۲ء کو ہوئی تعلیمی مراحل اپنے آبائی مدرسے مدرسہ قادریہ بدایوں اور دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور سے طے کئے اور مزید علوم وفنون کی تکمیل جامعہ ازہر قاہرہ مصر سے کی۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی زبان وادب میں ایم.اے.کی ڈگری حاصل کی۔ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اور اجازت خلافت کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔موجودہ وقت میں آپ خانوادہ عثمانی کے اکابرین کے علوم کے وارث ہیں۔

نہایت خوش مزاج ہیں آپ کی زندگی میں آپ کے والد بزرگوار کی زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ اپنے والد ماجد کے وصال ۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ/ ۹؍مئی ۲۰۲۱ء بروز اتوار کے بعد خانقاہ عالیہ قادریہ مجیدیہ بدایوں کے چھٹے سجادہ نشین ہیں۔اور مسند سجادگی کو رونق بخش رہے ہیں۔تصنیف وتالیف اور شعر وسخن کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ عتیقؔ تخلص ہے۔حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم قادری بدایونی متوفی ۱۳۱۸ھ کے مضامین کا مجموعہ مضامین شہید ترتیب وتخریج کے ساتھ نومبر ۲۰۰۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں سے شائع کرایا ہے۔اور سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی متوفی ۱۲۸۹ھ کی مشہور زمانہ کتاب سیف الجبار کو جدید تقدیم وتحقیق تخریج کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور اکتوبر ۲۰۱۷ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں کے زیر اہتمام شائع کرایا۔ یہ کتاب تیرہویں صدی ہجری کا ایک علمی اور تحقیقی شاہکار ہے۔ یہ کتاب ہندوستان میں فتنۂ تجدیہ واسماعیلیہ کے رد میں لکھی گئی تھی۔ آپ کا مستقل کلام نظر سے نہیں گزرا لیکن راقم نے عرس قادری بدایوں میں بارہا کلام سنا ہے ایک شعر راقم الحروف کو یاد ہے جو نمونۂ کلام کے طور پر حاضر ہے:

تیری مرضی ہے ہمیں خلد عطا کردے مگر　　میرے مولا تیری قدرت میں مدینہ بھی تو ہے

(۱۱) حضرت مولانا شاہ فضل رسول محمد عزّام قادری بدایونی

حضرت مولانا شاہ فضل رسول محمد عزّام قادری بدایونی کی ولادت ۳؍جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۲؍فروری ۱۹۸۶ء میں بدایوں میں ہوئی، اپنے برادر اکبر حضرت مولانا شاہ اُسید الحق محمد عاصم

قادری محدث بدایونی سے تحصیل علوم کی تکمیل مدرسہ قادریہ میں کی۔ اپنے اسلاف کے علمی ادبی اور اخلاقی شرافت کا نمونہ ہیں۔ والد ماجد تاج دار اہلسنّت حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں اور خلافت و اجازت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری نوری برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے بھی خلافت و اجازت حاصل ہے۔

شعروشاعری کا بھی ذوق اپنے والد سے وراثت میں ملا ہے۔ نعت و مناقب کہتے ہیں۔ قدسی تخلّص ہے۔

شمس مارہرہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ کے کمالات و کرامت پر مشتمل اوّلین فارسی کتاب ہدایت الخلوق کا اُردو ترجمہ تنبیہ الخلوق حدیث ترتیب و تحقیق کے ساتھ نومبر ۲۰۱۴ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں سے شائع کرایا ہے۔ یہ تصنیف حضرت مولوی مجاہدالدین ذاکر بدایونی کی ہے۔ مدرسہ قادریہ بدایوں کے طلبہ کا سالانہ علمی مجلّہ اُفق ۲۰۱۰ء کے آپ مدیر مسئول بھی رہے یہ مجلّہ طلبہ کے گراں قدر مضامین کا مجموعہ ہے۔ نمونۂ کلام:

تمہارے لطف و کرم کا کوئی شمار نہیں　　یہ در ہے وہ جہاں سائل کو انتظار نہیں
بغیر عشق رسالت کرے گا جو سجدہ　　میرا یقین ہے سجدہ وہ پائے دار نہیں
درِ حضور پہ اب سر ہے مائل سجدہ　　میں کیا کروں کہ مجھے دل پہ اختیار نہیں
عوض میں اُن کی گدائی کی سلطنت توبہ　　نہیں، نہیں میں کہوں گا ہزار بار نہیں
کلی ہے غنچہ ہے، گل ہے، بہار ہے قدسی　　یہ وہ چمن ہے جہاں پر خزاں و خار نہیں

☆☆☆

زاویہ نگاہ

کثرتِ علم سے ہے عقل بھی حیراں حیراں
عیب کی تندی و تیزی سے مہر کانپے ہے
ڈاکٹر ارشدؔ اعظمی

اقبال اعظمی، گھوسی (مئو)

دبستان نعت۔۵ پر ایک نظر

مدیر محترم!

''دبستان نعت'' شمارہ۔۵ رکی دو کاپیاں موصول ہوئیں۔کرم فرمائی کا شکریہ! یہ دیدہ زیب شمارہ ۶۸۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔آپ، سیفی صاحب اور آپ کی ٹیم کو مبارک باد!۔

آپ کا اداریہ عمدہ ہے۔''مدینہ منورہ'' کے موضوع پر مقالات اور ''مدینہ'' ردیف پر کہی گئی نعتوں کو شائع کرنا آپ کا قابل تحسین قدم ہے۔اللہ عزوجل آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

''حمد باری تعالیٰ'' کے عنوان کے تحت شائع شدہ تینوں حمد عمدہ ہیں، ''گوشئہ مدینۃ النبی'' کے تحت لکھے گئے تینوں مضامین عمدہ ہیں۔

''مدحت مدینہ منورہ'' ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی صاحب کا مضمون عمدہ ہے۔مندرجہ ذیل مصرعوں میں کمپوزنگ کی خامی ہے:

ہوائے گرم میں بھی ہے جو خوئے دل نوازنہ (۶۳)

نوازنہ کی جگہ نوازانہ ہونا چاہیے۔

از راہ کرم آقا ہم کو بھی بلا لیجیے (۶۶)

لیجیے کی جگہ لیجے ہونا چاہیے۔

نقش ہے مرے دل پر ہرا دا مدینہ کی (۶۸)

مدینہ کی جگہ مدینے ہونا چاہیے۔

نگاہ محبت دم طوف کعبہ (۶۸)

طوف کی جگہ طواف ہونا چاہیے۔

نسیم خلد کہتی ہے یہ مشتاق طیبہ سے

تصور میں فضائے لامکانی دیکھتے جاؤ (۶۸)

مندرجہ بالا شعر بحر ہزج سالم پر ہے جس کے اوزان : مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن ہیں۔لہٰذا پہلے مصرعے میں طیبہ کی جگہ مدینہ ہونا چاہیے۔

مریض حجر کا دار الشفا ہے(۶۹)

حجر کی بجائے ہجر ہونا چاہیے۔

بہزاؔد لکھنوی کے یہ دونوں مصرعے محلِ نظر ہیں:

مرا دین اور مرا ایماں مدینہ

غرض ہے مرا دین و ایماں مدینہ(۶۹)

شہر مدینہ کے فضائل بے شمار ہیں مگر مدینہ دین و ایمان نہیں۔

مرے دل کا حال یہ ہے کہ مو بمو مدینہ(۶۹)

''کہ'' کے بعد ''ہے'' چھوٹ گیا ہے۔

ذرہ ذرہ کی منزل مدینہ میں ہے(۷۰)

''ذرے ذرے کی منزل مدینے میں ہے'' ہونا چاہیے۔

ناامیدوں! تم اتنے پریشاں نہ ہو۔(۷۰)

''ناامیدو!'' ہونا چاہیے۔

بیکلؔ جسے بھی راہ مدینے کی مل گئی رفعت اسے تو عرش کے زینے کی مل گئی
آتی ہے آج کوئے مدینے سے بھی ہوا لذت نفس نفس کو تو جینے کی مل گئی

(بیکلؔ اتساہی،ص:۷۵)

پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں ''تو'' اور دوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں ''بھی'' اور دوسرے مصرعے میں ''تو'' حشو ہیں۔

باغ ارم کی کوئی خواہش نہیں مجھے صد مرحبا بہا رمدینہ نظر میں ہے

(کرمؔ شاہ جہاں پوری،ص:۷۹)

پہلا مصرع ساقط الوزن ہے۔''ارم'' کی جگہ بہشت لکھنے پر وزن صحیح ہو رہا ہے۔

جب شاہ دو عالم ہوئے سلطان مدینہ خود بڑھ کے مشیت ہوئی قربان مدینہ

(سادھو رام آرزوؔ سہارن پوری،ص:۱۰۴)

''شاہ مدینہ'' جب سلطان مدینہ ہوئے، کہنا نامناسب ہے، کیوں کہ ''سلطان مدینہ'' شاہ دو عالم

ہیں۔دوسرا مصرع بھی نا مناسب ہے۔مشیت کے معنیٰ دیکھیں:

مشیت (ع۔ا۔مؤنث): (۱) مرضی، (۲) قسمت (فیروز للغات خرد،ص:۶۳۶)۔''مشیت ہوئی قربان مدینہ'' سے پتا نہیں چلتا کہ کس کی مشیت قربان مدینہ ہوئی ؟ اگر مشیت ایزدی یعنی اللہ کی مرضی قربان مدینہ ہوئی، مراد ہے تو یہ اللہ عز وجل کی شان میں گستاخی ہے۔

خاک روطیبہ کی ہیں تاثیر کے قائل (۱۱۷)

''رہ'' کی جگہ رو چھپ گیا ہے۔

نعت کا تری اکبر لفظ موتی ہے

نعت پہ غزل تیرے موتیوں کی مالا (۱۱۷)

پہلے مصرعے میں ''لفظ لفظ'' ہونا چاہیے۔اور ''مالا'' کے بعد ''ہے'' ہونا چاہیے۔

اکبر کو مدینے میں بلا لو شہ مکی

رنجیدہ ہے وہ ہند میں دل اس کا خراب ہے (۱۱۷)

پہلا مصرع یوں ہونا چاہیے: ''اکبر کو مدینے میں بلا لو شہ بطحا''۔دوسرے مصرعے میں ''خراب'' کی ''ب'' گر رہی ہے۔

بلا لیجیے اب مدینے میں مجھ کو

کہ دل ہند میں اب لگتا نہیں ہے (۱۱۸)

دوسرے مصرع میں ''اب'' کے بعد ''تو'' ہونا چاہیے۔

اسے ہے میرے دل میں تمنا کوئے احمد کی

مگر حسرت نہ یہ دل سے الہ العالمیں نکلی (ص:۱۱۹)

پہلا مصرع یوں ہونا چاہیے: ''ہے برسوں سے مرے دل میں تمنا کوئے احمد کی''

یہاں کی زمیں رحمتوں کی امیں ہے

مدینہ نہیں، بہشت بریں ہے (۱۲۰)

دوسرے مصرع میں ''بہشت'' کے پہلے ''یہ'' ہونا چاہیے۔

مری نظر نے لی بال و پر مدینے سے (۱۲۰)

''بال و پر'' مذکر ہیں، اس لیے ''لی'' کی جگہ ''لیے'' ہونا چاہیے۔

صد رشک آفتاب ہے وہ ذرہ جہاں

ان کے خرام ناز سے جو پائمال ہے (۱۲۰)

پہلا مصرع ساقط الوزن ہے۔

بلالو مدینے میں یا بادشاہ مجھ کو

مرا ہند میں دل بہلتا نہیں ہے (۱۲۱)

''یا بادشاہ'' کی جگہ ''یا شاہ'' ہونا چاہیے۔

یہ مہر جس کے حسن کی عالم میں ہے دھوم (۱۲۱)

''یہ مہر جس کے حسن کی عالم میں دھوم ہے'' ہونا چاہیے۔

دیکھیں گے ہم بھی گلشن سرورِ انبیاء (۱۲۲)

سرور کی جگہ ''سردار'' ہونا چاہیے۔

خواہاں نہیں یا شاہ ہوں میں ظل ہما کا (۱۲۴)

''یا شاہ میں خواہاں نہیں ہوں ظل ہما کا'' ہونا چاہیے۔

اب میرے خیال میں نہ دنیا ہے، نہ دیں ہے (۱۲۷)

''اب میرے تصور میں نہ دنیا ہے نہ دیں ہے'' ہونا چاہیے۔

ہے دیارِ نبی کا معاملہ، یہ درِ رسول کی بات ہے (۱۳۸)

''دیار'' کی جگہ ''در'' ہونا چاہیے۔

کیا اللہ نے مخاطب جس کو پیارے ناموں سے

وہ طٰہٰ وہ مدثر وہ مزمل ہے مدینے میں

پہلا مصرع یوں ہونا چاہیے ''کیا اللہ نے جس کو مخاطب پیارے ناموں سے''۔

دوسرا مصرع ساقط الوزن ہے؛ مُدّثِّر اور مُزّمِّل دونوں مفعولن کے وزن پر ہیں۔ جب کہ اس مصرعے میں مدثر اور مزمل بروزن فعولن مستعمل ہیں۔

ڈاکٹر محمد آصف (امراوتی) کا مضمون ''شعرائے ودربھ کی نعتوں میں ذکر مدینہ'' صفحہ: ۱۱۳/ سے صفحہ ۱۴۳/ تک ہے۔ مضمون عمدہ ہے مندرجہ بالا اشعار کے علاوہ اس میں اور بھی اشعار ہیں جن میں کمپوزنگ کے علاوہ دیگر خامیاں ہیں جن سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

فاروق احمد جائسی صاحب کا مضمون صفحہ ۱۴۶/ سے صفحہ ۱۷۰/ تک ہے۔ مضمون اور منتخب اشعار عمدہ ہیں، بعض اشعار میں کمپوزنگ کی خامیاں ہیں جن سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

اللہ ان شعراء کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔(۱۴۷) ''اپنی بارگاہ میں'' زائد ہے۔

نعتوں کا نذرانہ پیش کیے ہیں۔(۱۴۷)۔''کا نذرانہ'' کی جگہ ''کے نذرانے'' ہونا چاہیے۔

''ہمارے کھجوروں میں برکت دے'' (ص:۱۴۸)۔''کھجور'' مؤنث ہے، لہٰذا ''ہمارے'' کی جگہ ''ہماری'' ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر رضوان انصاری صاحب کا مضمون ''سیتا پور کے نعت گو شعراء'' عمدہ ہے۔ یہ ۱۷۱/ سے ۱۹۴/ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اس مضمون میں ضلع سیتا پور کے ان نعت گو شعراء کا ذکر ہے جن کا تعلق آزادی کے بعد کے دور سے ہے، ڈاکٹر رضوان صاحب نے صرف ان نعت گو شعراء کا ذکر کیا ہے جن کے کلام میں شہر مدینہ کا ذکر ہے۔ مضمون عمدہ ہے۔

الحاج سید محمد مفیض الدین قادری صاحب نے اپنے مضمون میں مدینہ منورہ کے مقدس مقامات پر بھر پور روشنی ڈالی ہے، مضمون عمدہ ہے۔

''سرزمین مدینہ اور نعت گو شعرا'' ڈاکٹر شاہد احمد شاہد جمالی کا مضمون مختصر مگر جامع ہے۔

ڈاکٹر معین الدین شاہیؔن کا مضمون ''اردو نعت گوئی میں ذکر مدینہ'' بھی مختصر مگر جامع ہے۔

گریباں میں منہ اپنا ڈال کر دیکھے (۲۱۷)

''گریباں میں منہ ڈال کر دیکھیے'' ہونا چاہیے۔

پروفیسر عبدالحق صاحب کا مضمون ''حدیث رسول ﷺ اور شعر اقبال'' پر مغز اور قابل ستائش ہے۔

چوں کہ پروفیسر صاحب نے حوالے کے طور پر اقبالؔ کے متعدد اشعار پیش کیے ہیں اس لیے ''شعر اقبال'' کی جگہ ''اشعار اقبال'' ہونا چاہیے۔

کیوں از کہ خدا محبوب تر گردد نبی (۲۲۱)

یہ مصرع یوں ہونا چاہیے: ''از خدا محبوب تر گردد نبی''۔ (خدا کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوب تر ہیں۔)

تمام عالم کو عیال اللہ کہا گیا ہے (۲۲۶)

پروفیسر صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ کس نے تمام عالم کو عیال اللہ کہا اور یہ کہ عیال اللہ کا کیا مطلب ہے؟

یہ ایک حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "**الخلق کلھم عیال اللہ**" (حلیۃ الاولیاء،۲/۱۱۹) یعنی تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ یہاں عیال سے مراد بندے ہیں۔

طریق استلال (۲۲۲)۔استلال کی جگہ ''استدلال'' ہونا چاہیے۔

بالسین (۲۲۳)۔''بالصین'' ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کا مقالہ ''امام بوصیری کی نعتیہ شاعری'' ایک طویل مقالہ ہے، جس میں مقالہ نگار نے عربی نعتیہ شاعری میں امام بوصیری رضی اللہ عنہ کے بلند مقام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی والہانہ محبت کا ذکر کیا ہے، اس کے ساتھ ہی اپنے نیچری عقائد کا اظہار بھی کیا ہے، جیسا کہ اپنے سابقہ مضامین میں بھی کر چکے ہیں۔

پہلے کمپوزنگ اور دیگر خامیوں پر نظر ڈالتے ہیں: ''توجہ برتی ہے'' (۲۷۱) ''توجہ دی ہے'' ہونا چاہیے۔ ''نراڈھنگ'' (۲۷۱): ''نرا'' کی جگہ ''نرالا'' ہونا چاہیے۔ ''فراوں'' (۲۹۰)۔''فراواں'' ہونا چاہیے۔

''یہی بے خودی تو حب رسول اور جزء ایمان ہے'' (۲۹۰)۔حب رسول جزء ایمان نہیں بلکہ اصل ایمان ہے۔

فـاغثـنـا یا من ھو الغوث والغیث اذا اجھـــد الـــــریٰ الـــلآواءُ

(اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مدد کیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے مددگار ہیں، جب مخلوق کو شدت ہوتی ہے تو بارش خوب ہوتی ہے۔)

مندرجہ بالا شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: بوصیری نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غوث قرار دیا جو قرآنی استعانت کے برعکس ہے۔(۲۹۳/۲۹۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کا ثبوت قرآن سے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **و لـو انهـم اذ ظـلـمـوٓا انـفسهم جآء وك فاستغفروا اللّٰه و استغفرلهم الرسول لوجدو اللّٰه توابا رحيماً** (پ:۵، سورہ: النساء، آیت: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔(کنز الایمان)

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریف کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے کہ: **و لــو انهــم اذ**

ظَلَمُوٓا...... میں نے بیشک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے، اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی، اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لیے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعۂ کامیابی ہے۔ مسئلہ: قبر پر حاجت کے لیے جانا بھی ''جاءوک'' میں داخل اور خیر القرون کا معمول ہے۔ مسئلہ: مقبولان حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کا ثبوت احادیث سے:

(۱) جابر کے بچوں کو زندہ کیا:

مدارج النبوۃ باب المعجزات میں ایک فصل باندھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کتنے مردے زندہ ہوئے ان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لڑکوں کا بھی ذکر کیا۔ اسی طرح حضرت عمر احمد خرپوتی شارح قصیدہ بردہ نے " لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهٗ آیَاتُهٗ عِظَمًا أحْیَ اِسْمُهٗ حِیْنَ یُدْعَی دَارِسَ الرِّمَمِ " کی بحث میں بھی یہ واقعہ نقل کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، کھانے کی تیاری ان کی بیوی کر رہی تھیں کہ ان کے ایک لڑکے نے دوسرے کو ذبح کر دیا، کیوں کہ والد کو جانور ذبح کرتے ہوئے دیکھا تھا، لڑکپن کا زمانہ تھا، اس ذبح کی نقل کی اور اپنے بھائی کو ذبح کر دیا، پھر والدہ کے خوف سے اوپر چھت پر بھاگ گیا، مگر وہاں سے پاؤں پھسلا تو نیچے گر کر انتقال کر گیا۔ صابرہ ماں نے دعوت کی وجہ سے دونوں لاشوں کو چھپا دیا اور کھانا تیار کر لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانا ملاحظہ فرمانے کے لیے دستر خوان پر تشریف فرما ہوئے، حضرت جابر سے فرمایا: بچوں کو بلاؤ ہم ان کے ساتھ کھانا کھائیں گے، تب اس پاک بی بی نے سارا ماجرا عرض کیا۔ ان بچوں کی لاشوں کو چھپا کر لائی، بچے زندہ ہوئے اور کھانے میں شریک ہوئے۔

(۲) دعا سے بارش برسائی اور روکی:

ایک سال قحط سالی واقع ہوگئی، جمعہ کا خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کی: حضور بارش نہیں ہوتی، اسی حال میں دعا کے لیے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اٹھ گئے، آن کی آن میں بادل آ گیا اور بارش شروع ہوگئی، دوسرے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی، جب دوسرے جمعہ کے خطبہ کے لیے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پہ قیام فرمایا، تو انہیں صحابی نے یا کسی دوسرے صحابی نے عرض کی: کہ راستے بند ہوگئے، مکانات گر رہے ہیں، بارش بہت زیادہ

ہو چکی۔تب دعا فرمائی" **اللھم حوالینا لا علینا** "اے اللہ! اب ہمارے آس پاس بارش ہو، ہم پر نہ ہو۔ یہ فرما کر جو انگلی کا اشارہ بادل کی طرف کیا تو مکہ معظّمہ میں اس اشارۂ انگشت سے چاند چرا تھا، یہاں بادل پھاڑ دیا، جس طرف انگلی گھمائی ادھر ہی بادل پھٹ گیا۔(شان حبیب الرحمٰن : مؤلفہ: مفتی احمد یار خان نعیمی، ص:۱۳۱/۱۳۲)

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں اور پردہ فرمانے کے بعد بھی مومنین کے حق میں مفید ہے، کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں ہے؟ اصلاحی صاحب آیت کریمہ کے اس مفہوم کو شاید نہ مانیں کیوں کی نیا چہرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسم کے فضائل کی تمام آیات قرآنیہ کا مطلب اپنے طور پر گڑھ کر اور قرآن میں معنوی تحریف کر کے حضور صلی اللہ عدلیہ وسلم کے فضائل کے منکر ہیں۔

امام بوصیری رضی اللہ عنہ کے زیر بحث شعر میں بارش کا جو ذکر ہے وہ اسی حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے جو مندرجہ بالا سطور میں مذکور ہوئی۔

نیا چہرہ نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی آیتوں کے مفہوم گڑھ لیے، یوں ہی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں جو احادیث ہیں انہیں موضوع مانتے ہیں۔اس لیے مذکورہ احادیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مردہ بیٹوں کو زندہ کرنا، آپ کی دعا سے موسلا دھار بارش کا ہونا اور پھر اس بارش کو روکنا، ان واقعات کو نیا چہرہ کیوں کر تسلیم کر سکتے ہیں۔

امام بوصیری رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل شعر کا ترجمہ اور اس پر تبصرہ جو اصلاحی صاحب نے کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ ؎

و لقلبی فیك الغلو و اتی لـلسانی فی مدیحك الغلواء

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں میرے قلب میں غلو ہے اور میری زبان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں غلو بردار ہے)(۲۹۴)

غلو عدل کا مخالف ہے، قرآن کریم کا تقاضا ہے کہ اوصاف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی غلو کے منظوم کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتایا ہے کہ مجھے صنم بنا کر میری پرستش نہ کی جائے۔(۲۹۴)

حل لغات: **لـقلبی:** میرے دل میں۔**فیك:** آپ کے لیے۔**الـغلو:** بےحد۔**اتیٰ لـلسانی** : میری زبان پر آتی ہے۔**مدیحك:** آپ کی مدح۔**الـغلو و الغلواء:** حد سے گزرنا، کہا

جاتا ہے: **خَفِّض من غلوائِكَ:** اپنی سرکشی اور حد سے گزرنے کو پست کر۔ (مصباح اللغات، مؤلفہ: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، ص: ۶۰۷)

مذکورہ شعر کا صحیح ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

اور آپ کے لیے میرے دل میں بے حد عزت و محبت ہے اور میری زبان پر آپ کی مدح حد سے زیادہ آتی ہے۔

حافظ ذکاء اللہ سعیدی نے اس شعر کا ترجمہ یوں کیا ہے:

میرے دل میں آپ کی محبت بہت زیادہ ہے اور میں اپنی زبان سے آپ کی تعریف میں زیادتی کرتا ہوں۔ (بہت زیادہ تعریف کرتا ہوں) (دیوان امام بوصیری مترجم، ص: ۱۲۲، از: حافظ محمد ذکاء اللہ سعیدی)

راقم الحروف کا ترجمہ اور حافظ ذکاء اللہ صاحب کا ترجمہ ایک جیسا ہے۔ اصلاحی صاحب نے ''غلو'' اور ''الغلواء'' کا ترجمہ نہیں کیا، الغلواء کا ترجمہ ''غلو بردار'' کردیا۔ اصلاحی صاحب نے غلو لفظ کو دین میں غلو سے جوڑ دیا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ گویا امام بوصیری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود کے درجے پر فائز کردیا، اسی لیے تو کہا: آپ ﷺ نے خود بتادیا ہے کہ مجھے صنم بنا کر میری پرستش نہ کی جائے (ص: ۲۹۴)

غلو: ان استحال عقلاً و عادۃً (دروس البلاغۃ، ص: ۴۳، مطبع: مجلس برکات مبارکپور) ترجمہ: ایسا دعویٰ جو عقلاً و عادۃً محال ہو۔ جیسے:

تکاد قسیة من غیر رام تمکن فی قلوبھم النبالا

(قریب ہے کہ کمانیں تیر چلانے والوں کے بغیر ہی دشمنوں کے دلوں میں تیر چبھا دیں۔)

غلو کو انگریزی میں Hyperbole کہتے ہیں۔

Hyperbole: From a Greek word meaning " excess" , is a figure of speech that uses extreme " exageration " to make a point or show emphasis . It is the opposite of understatement.

ترجمہ: غلو یا مبالغہ (Hyperbole) یونانی لفظ ہے جس کے معنیٰ زیادتی کے ہیں، صنعت کلام ہے، جس کا استعمال انتہائی مبالغہ کے طور پر ہوتا ہے، نکتہ پیدا کرنے کے لیے یا زور پیدا کرنے کے لیے۔ یہ استخفاف کا متضاد ہے۔

غلو بطور صنعت:

روروکے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں　　　اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
(حدائق بخشش ۔ از اعلیٰ حضرت)

I fall upon the thorns of life I bleed (P.B .Shelley)

ترجمہ: میں زندگی کے خارزار پر گر پڑا ہوں، میرے جسم سے خون بہتے ہیں۔
اس شعر میں استعارہ (Metaphor) کے ساتھ غلو بھی ہے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے　　　رستم کا جگر زیر کفن کانپ رہا ہے
(سلامت علی دبیرؔ)

بطور صنعت غلو کا استعمال شعر میں حسن پیدا کرتا ہے۔ غلو کا تعلق اسلوب شعری (Poetic diction) سے ہے۔ بطور صنعت غلو کے استعمال سے عربی، اردو، فارسی ہندی وانگریزی شاعری بھری پڑی ہے۔

دین میں غلو: ممدوح کے مرتبے اور مقام کو حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کرنا جس کو انگریزی میں Overstatement (مبالغہ) کہتے ہیں، جس کا متضاد Understatement (استخفاف) ہے۔ دین میں غلو اور استخفاف دونوں ہی عدل کے منافی ہیں۔ جب کہ اصلاحی صاحب کہتے ہیں: ''غلو عدل کے خلاف ہے''۔ استخفاف سے انہوں نے صرف نظر کر لیا۔ نعت کے تعلق سے دین میں غلو کی مثال شاید ہی ملے مگر استخفاف کی مثالیں بہت زیادہ ہیں:

استخفاف کی مثال:

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم　　　کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بڑائی　　　کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی
(حالیؔ)

پڑا سوتا ہے کوئی گنبد خضرائے یثرب میں　　　کہ جس کا بندۂ فرماں زمیں سے آسماں تک ہے
(مولوی شبلی نعمانی بحوالہ نعت رنگ، شمارہ:۲۴، جولائی ۲۰۱۴، ص: ۴۳۱/۴۳۲۔ ماخوذ از نظم: ہستی مسلم کی رہائی)

قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے **یا ایھا الذین آمنو ا صلوا علیه و سلموا تسلیما** (اے مومنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام بھیجو۔) آیا ہوا ہے جس کا

مفہوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت مدح کی جائے (ص:۲۹۴)

دیکھا آپ نے ؟ اصلاحی صاحب کے نزدیک درود وسلام کا مفہوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت مدح کرنا ہے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں التحیات کے بعد جو درود ابراہیمی پڑھی جاتی ہے اسے نہ پڑھ کر اصلاحی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام علمائے ربانیین نے درود وسلام کا جو مفہوم بتایا اس کو اصلاحی صاحب نے Null and Void (کالعدم) کر دیا اور اپنے نیچری مزاج کے مطابق مفہوم گڑھ لیا۔

دین میں غلو آیت قرآنیہ کی روشنی میں: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم و لا تقولوا علی اللّٰہ الا الحق انما المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ و کلمتہ القٰھا الی مریم و رح منہ** (نساء،آیت:۱۷۱)

ترجمہ: اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ۔ مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح۔

نصاریٰ نے جب حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر تثلیث کا عقیدہ وضع کیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر: اس آیت میں اہل کتاب کو ہدایت کی گئی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں افراط وتفریط سے باز رہیں،خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہیں اور ان کی تنقیص بھی نہ کریں (خزائن العرفان)

اصلاحی صاحب کے نیچری عقائد دبستان نعت کے شماروں میں: (۱) کسی در سے استعانت خلاف اسلام ہے۔(دبستان نعت،شمارہ ۳،ص:۵۵)۔(۲) **عسی أن یبعثك ربك مقاماً محمودا** (بنی اسرائیل ۱۷/۷۹) قریب ہے کہ اللہ تجھے ایک ایسے مقام میں پہنچا دے جو نہایت پسندیدہ مقام ہو۔(دبستان نعت،شمارہ ۲،ص:۵۱) اور بلا شبہہ محمودیت کا مقام دنیا وآخرت دونوں کے لیے ہے۔ (دبستان نعت،شمارہ ۲،ص:۵۳)(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی شفاعت کریں گے جس کی اللہ کی طرف سے اجازت ہوگی۔(دبستان نعت،شمارہ ۴،ص:۱۲۱)۔(۴) بالعموم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفیع الامم ہیں۔اپنی شفاعت سے ملت اسلامیہ کے گناہوں کی معافی فرمائیں گے جب کہ یہ تصور قرآن کریم سے متصادم ہے۔(دبستان نعت،شمارہ ۴،ص ۱۴۲)

فرقۂ نیچریہ کا اجمالی تعارف:

یہ فرقہ نیچر (Nature) کی طرف منسوب ہے، یعنی طبیعت۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز

مقتضائے طبیعت کے خلاف نہیں ہوسکتی۔اس لیے یہ لوگ معجزات کے قائل نہیں کہ یہ خلاف نیچر اور خلاف فطرت ہے۔اس فرقہ کے بانی کا نام سرسید احمد خاں دہلوی ہے۔ان مسائل کی ایک فہرست ان کے بڑے معتقد اور سوانح نگار الطاف حسین حالی نے حیات جاوید، جلد:۲،ص:۳۸۷ پر سپرد قلم کیا ہے، ان میں کی بعض باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں:

(۱) اجماع حجت شرعی نہیں۔(۲) قیاس حجت شرعی نہیں۔(۳) تقلید واجب نہیں۔(۴) قرآن کا کوئی حکم دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوا ہے۔(۵) شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے اس سے کوئی وجود خارج عن الانسان مراد نہیں۔(۶) معراج اور شق صدر دونوں رویا (خواب) میں واقع ہوئے نہ بیداری میں۔(۷) ملک یا ملائکہ کے الفاظ جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں، ان سے یہ مراد نہیں کہ وہ کوئی جدا مخلوق انسان سے بالاتر ہے۔(۸) آدم، ملائکہ اور ابلیس کا قصہ جو قرآن میں بیان ہوا ہے، یہ کسی واقعہ کی خبر نہیں بلکہ یہ ایک تمثیل ہے۔(۹) معجزہ دلیل نبوت نہیں ہوسکتا۔(۱۰) قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں۔(۱۱) قرآن میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے، جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پہ اٹھایا جانا ثابت ہو۔(۱۲) شہدا کی نسبت جو قرآن میں آیا ہے کہ ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ درحقیقت زندہ ہیں۔(۱۳) صور کا لفظ جو قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے، اس سے فی الواقع کوئی آلہ مثل نرسنگے یا سنکھ یا ترئی یا قرن مراد نہیں ہے، بلکہ یہ محض استعارہ ہے۔(۱۴) خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسماء وافعال کے متعلق جو کچھ قرآن وحدیث میں بیان ہوا ہے، وہ سب بطریق مجاز واستعارہ وتمثیل کے بیان ہوا ہے، اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے، جیسے بعث ونشر، حساب وکتاب، میزان، صراط، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہے، نہ کہ حقیقت پر۔(۱۵) قرآن میں جو خدا کا آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے، اس سے کسی واقعہ کی خبر دینا مقصود نہیں ہے۔(۱۶) خدا کا دیدار کیا دنیا میں، کیا عقبیٰ میں، نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن ہے نہ دل کی آنکھوں سے۔(۱۷) قرآن مجید میں جو جنگ بدر وحنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا۔(۱۸) حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔(۱۹) قرآن سے جنات کا ایسا وجود جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہوائی آگ کے شعلے سے پیدا ہوئے ہیں، اور ان میں مرد وعورت دونوں ہوتے ہیں، جس شکل میں چاہتے ہیں ظاہر ہوسکتے ہیں، ثابت نہیں ہوتا۔(بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت، ج:۴،ص:۹۱/۹۲/۹۳)

اس کے بعد حالی صاحب نے مولوی امداد العلی کے تین استفتا ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں بھیج کر سرسید کے کفر وارتداد کے فتوے حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے۔ (ایضاً ص:۹۴)

شاہین اور کرگز (ص:۳۰۲)۔ ''کرگز'' کی جگہ ''کرگس'' ہونا چاہیے۔

ان (صحابۂ کرام) کے مابین موازنہ کرنا، فضائل ومناقب کی بنیاد پر انہیں درجات میں تقسیم کرنا مناسب نہیں ہے (**نعوذ باللّٰہ من ذٰلك**)۔ (ص:۳۰۴/۳۰۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: " **لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قٰتل، اولٰئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قٰتلوا** " (پ:۲۸، الحدید:۲۹) ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ (کنز الایمان)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

اصلاحی صاحب قرآن مقدس کے متبحر عالم ہیں، مندرجہ بالا آیت کریمہ ان کی دور بین نگاہوں سے نہ گزری ہو ایسا متصور نہیں ہوسکتا۔ ''ان کے مابین موازنہ کرنا، فضائل ومناقب کی بنیاد پر انہیں درجات میں تقسیم کرنا مناسب نہیں ہے''۔ (ص:۳۰۴/۳۰۵) کہہ کر اصلاحی صاحب نے اس آیت قرآنیہ کی تکذیب کی اور اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اس نے صحابۂ کرام کو فضیلت کی بنیاد پر درجات میں تقسیم کرکے مناسب نہیں کیا۔ (**نعوذ باللّٰہ من ذٰلك**)

قارئین حضرات! اصلاحی صاحب کی تحریروں سے ہوشیار رہیں، ان کی اس طرح کی تحریریں ایمان کے لیے سمّ قاتل ہیں۔ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور اپنے مراسلے کے ذریعے ایسی تحریروں سے اپنی برأت کا اظہار کریں، صرف ستائش نامے پر اکتفا نہ کریں۔

پاکستان میں مولانا امین احسن اصلاحی کو مستقل طور سے دائرۂ اسلام سے خارج کیا جارہا ہے، اس سے قبل ان کے استاذ مولانا فراہی اور علامہ شبلی کو دائرۂ اسلام سے بدر کیا گیا جو مقام تأسف کے سوا اور کیا ہے؟ (ص:۳۰۵)

اصلاحی صاحب کے مضمون کا عنوان ہے: ''امام بوصیری کی نعتیہ شاعری'' اس عنوان سے اور اصلاحی صاحب کے بزرگوں کی تکفیر سے کیا نسبت؟۔ اسی طرح کی Irrelevant (غیر متعلق) باتیں موصوف اپنی سابقہ تحریروں میں بھی کرتے رہے ہیں اور اپنی باتوں کو پہیلی بنا کر چھوڑ دیتے ہیں

تاکہ قارئین حضرات بوجھا کریں۔آیئے دیکھتے ہیں کہ ان حضرات کی تکفیر کس نے اور کیوں کی؟

مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمیدالدین فراہی پر تھانوی صاحب کا کفر کا فتویٰ:۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی کتاب ''حکیم الامۃ'' میں مولانا امین احسن اصلاحی کا ایک خط نقل کیا ہے۔ یہ خط اس دور کا ہے جب کہ مولانا اصلاحی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ کے منتظم تھے۔موصوف کے خط کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے:

> ''مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہوگیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمیدالدین فراہی کافر ہیں،اور چوں کہ مدرسہ انہیں دونوں کا مشن ہے،اس لیے مدرسۃ الاصلاح مدرسۂ کفر و زندیق ہے۔ یہاں تک کہ جو علما اس مدرسہ کے (تبلیغی) جلسوں میں شرکت کریں، وہ بھی ملحد و بے دین ہیں'' (حکیم الامۃ، ص:۴/۵۔ماخوذ از تبلیغی جماعت مولفہ علامہ ارشدالقادری،ص:۱۱۴/۱۱۵)

اصلاحی صاحب کا یہ خط موصول ہونے کے بعد مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک مفصل خط تھانوی صاحب کو لکھا جس میں انہوں نے مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمیدالدین فراہی کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے ان کی عبادت اور ریاضت اور نماز تہجد وغیرہ کا ذکر کرکے ان کے ایمان و تقویٰ کا اظہار کیا تھا۔

تھانوی صاحب نے ان کے خط کا یہ جواب دیا:

''یہ سب اعمال واحوال ہیں،عقیدہ ان سے جداگانہ چیز ہے۔صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال واحوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت احوال و اعمال جمع ہوسکتا ہے (حکیم الامۃ،ص:۴/۶، ماخوذ از تبلیغی جماعت مولفہ علامہ ارشدالقادری)

والکرامات منهم معجزات　　حازها من نوالك الاولیاء

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازش سے فیض یافتہ اولیائے کرام کی کرامات دراصل معجزات کی مانند ہیں۔)

یہاں بوصیری کے اس خیال سے اختلاف ضروری ہے کہ اولیائے کرام کی کرامات معجزات کی طرح نہیں ہیں،کرامات اولیاء کا ہمارے عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بوصیری کا یہ تصور نعت گوئی میں مخل ہوتا ہے۔(۲۹۵)

اصلاحی صاحب کے اقوال آیات قرآنیہ سے متصادم ہیں:

ارشادِ ربانی ہے: قَالَ الَّذِیْنَ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا آتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ۔ فَلَمَّا رَآہُ مُسْتَقِرّاً عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّی۔ (پ:۱۹، النمل:۴۰)

ترجمہ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا، ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا، کہا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (کنزالایمان)

تفسیر: آپ کے وزیر آصف بن برخیا اللہ کا اسم اعظم جانتے تھے، عرض کی: میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو آپ کے حضور حاضر کردوں گا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: حاضر کرو۔ آصف نے عرض کیا: آپ نبی ابن نبی ہیں، آپ دعا کریں تو وہ آپ کے پاس ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو، دعا کی، اسی وقت تخت زمین کے نیچے چل کر سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نمودار رہوا۔

(خزائن العرفان تحت الآیۃ المذکورۃ)

حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا یہ عرض کرنا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو آپ کے حضور حاضر کرسکتا ہوں، اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی، دعا کرتے ہی تخت سلیمان علیہ السلام کے حضور حاضر ہوگیا۔

کیا آصف بن برخیا کی کرامت حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزے کی مانند نہیں ہے؟ ضرور ہے، اسی کو بوصیری رضی اللہ عنہ نے کرامات اولیا کو معجزات انبیا کی مانند فرمایا۔

(۲) وَاضْرِبْ لَھُمْ مَثَلًا اصحٰبَ الْقَرْیَۃِ اِذْ جَاءَ ھا الْمُرْسَلُوْن۔ اِذْ أَرْسَلْنَا اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْھُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّا اِلَیْکُمْ مُرْسَلُوْن۔ (پ:۲۲، یٰسین:۱۴)

ترجمہ: اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے (رسول) آئے جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا اب ان سب نے کہا کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ (کنزالایمان)

تفسیر: اس شہر سے مراد انطاکیہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو حواریوں صادق وصدوق کو انطاکیہ بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو جو بت پرست تھے دین حق کی دعوت دیں، جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے، اس شخص کا نام حبیب نجار تھا، اس نے ان کا حال دریافت کیا، ان دونوں نے کہا: ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں۔

تمہیں دین حق کی دعوت دینے آئے ہیں کہ بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرو۔ حبیب نجار

نے نشانی دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ نشانی یہ ہے کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں اور اندھوں کو بینا کرتے ہیں، برص والے کا مرض دور کرتے ہیں۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا انہوں نے اس پر ہاتھ پھیرا وہ تندرست ہو گیا۔ حبیب ایمان لائے۔ (خزائن العرفان)

صادق و مصدوق کی یہ کرامات عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی مانند ہیں، کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ، مبروص کو صحت منداور بیماروں کو اچھا کر دیا کرتے تھے۔ صادق و مصدوق نے بھی بیمار کو اچھا کیا اور مردے کو زندہ کیا۔

اسی آیت کی تفسیر میں آگے ہے: بادشاہ نے دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارے معبود کو مردے کو زندہ کر دینے کی قدرت ہوگی تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔ بادشاہ نے ایک لڑکے کو منگایا جس کو مرے ہوئے سات دن گزر چکے تھے اور جسم سے بدبو پھیل رہی تھی، ان کی دعا سے اللہ نے اس کو زندہ کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

(۳) **كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً۔ قَالَ يَمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔** ترجمہ: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں: وہ اللہ کے پاس سے ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس گرمی کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں موجود ہوتے۔ (تحفۃ المرید للامام برھان الدین الیجوری، ص۳۶۳)

اصحاب کہف کا تین سونو (۳۰۹) سال تک بغیر کھائے پیے رہنا بھی کرامت کی دلیل ہے۔ (ایضاً)

کیا حضرت مریم اور حضرات اصحاب کہف کی کرامتیں قرآن سے ثابت نہیں؟ ضرور ثابت ہیں۔

کیا حضرت مریم اور حضرات اصحاب کہف کی کرامتوں کا انکار قرآن کا انکار نہیں ہے؟ ضرور ہے۔

کیا اصلاحی صاحب کا یہ کہنا کہ: ''اولیائے کرام کی کرامات معجزات کی طرح نہیں ہیں، کرامات اولیا کا ہمارے عقائد سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔'' قرآن کی تکذیب نہیں؟ ضرور ہے۔

خلاصہ یہ کہ خرق عادت امور اگر نبی سے ظاہر ہوں تو وہ معجزہ اور اگر وہی کسی مومن صالح سے ظاہر ہوں جو مدعی نبوت نہیں تو وہی کرامت ہے، تو معلوم ہوا کہ معجزہ اور کرامت خرق عادت ہونے میں مشترک ہیں لہٰذا یہ کہنا کیوں کر درست ہوگا کہ ''کرامات معجزات کی طرح نہیں ہیں''۔

واضح رہے کہ ہم بس مثلیت ثابت کر رہے ہیں نہ کہ عینیت، کیوں کی کرامت اور معجزہ ایک چیز

نہیں جیسا کہ علما نے تصریح کی ہے لیکن مثل ضرور ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: اصطلاح شریعت میں کرامت وہ عجیب وغریب چیز ہے جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔حق یہ ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ بن سکتی ہے وہ ولی کی کرامت بھی بن سکتی ہے، سوا اس معجزہ کے جو دلیل نبوت ہو جیسے وحی اور آیات قرآنیہ۔(مرآۃ المناجیح، ج:۸،ص:۲۶۸)

کیا واقعی کرامات اولیاء کا ہمارے عقائد سے کوئی لینا دینا نہیں؟

کیوں نہیں، ضرور ہے جو ایسا سمجھتے ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے: کرامات اولیا قرآن وسنت سے ثابت ہیں، معتزلہ اور بدعتیوں کے کرامات اولیاء کا انکار کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔(شرح فقہ اکبر،ص:۱۴۱)

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کرامات اولیاء کا انکار گمراہی ہے(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴،ص:۳۲۴)

من دنوء و شهود و سر بأن عنه كل واش و غابا

(اس قرب سے، اس حاضری سے اور اس راز سے ہر پردہ اور ہر غیب ان پر سے ہٹ گیا)

قرآن میں جس دنو(قربت) کی بات کہی گئی ہے وہ قربت حضرت جبرئیل علیہ السلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کی ہے نہ کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کی۔اسی طرح جو" **فكان قاب قوسين او ادنىٰ** " (پس وہ دو کمان کے بقدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم) آیا ہے، اس امر کا وقوع بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے نہ کہ درمیان اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم۔اس لیے اس آیت کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ ہر غیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے منکشف ہو گیا مناسب نہیں ہے۔"**الذين يؤمنون بالغيب**" (وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں) کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہوگا۔علم غیب کسی اور کو حاصل نہیں۔اس لیے بوصیری کا یہ تصور کہ تمام مغیبات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں آگئے یہ درست نہیں ہے۔(۳۰۰/۳۰۱)

ثم دنىٰ فتدلىٰ فكان قاب قوسين أو أدنىٰ۔ (پ:۲۷،النجم،آیت:۹)

ترجمہ: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا، تو اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔(کنزالایمان)

ثم دنىٰ کی تفسیر: اس کے معنی میں بھی مفسرین کے کئی اقوال ہیں(۱) یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہونا مراد ہے کہ وہ اپنی صورت اصلی دکھانے کے بعد حضور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں حاضر ہوئے (۲) دوسرے معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق کے قرب سے مشرف ہوئے (۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا اور یہی صحیح تر ہے۔

فتدلّٰی کی تفسیر: اس میں بھی چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ نزدیک ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عروج وصول مراد ہے اور اتر آنے سے نزول و رجوع۔ تو حاصل معنیٰ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہوکر خلق کی طرف متوجہ ہوئے۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت رب العزت اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ (۳) تیسرا قول یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرب درگاہ ربوبیت ہوکر سجدۂ اطاعت ادا کیا (روح البیان) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قریب ہوا جبار رب العزت الخ (خازن بحوالہ خزائن العرفان)

فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی تفسیر: یہ اشارہ ہے تاکید قرب کی طرف کہ قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب احبا میں جو نزدیکی متصور ہوسکتی ہے وہ اپنی غایت کو پہنچی (خزائن العرفان)

باادب احبا کی توضیح: بادب احبا سے مراد اللہ عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

معراج میں کیا ہوا؟ اس کا مختصر واقعہ یہ ہے جو کہ بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث میں بیان ہوا کہ رجب کی ستائیسویں شب ہے، رات کا آخری حصہ ہے محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ہمشیرہ ام ہانی بنت ابی طالب کے دولت خانہ میں آرام فرما رہے ہیں کہ حضرت جبرئیل امین براق اور برات لے کر حاضر ہوئے، پیغام الٰہی لائے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا، رب کا پیغام پہنچایا، سینۂ پاک کو چاک فرما کر آب زمزم سے قلب مبارک دھویا اور سینۂ فیض گنجینہ کو حکمت و نور سے بھر دیا پھر کوثر کے پانی سے غسل کرایا، حلۂ بہشتی پہنایا، براق حاضر کیا حضرت جبرئیل نے اس کی لگام پکڑی، حضرت اسرافیل پیچھے کھڑے ہوئے ملائکہ نے چار طرف سے براق کو گھیر لیا، فرشتوں کے جھرمٹ میں معراج کے دولہا کی سواری مکہ معظّمہ سے روانہ ہوئی آن کی آن میں بیت المقدس سامنے آیا۔ واقعہ بہت طویل ہے پورا واقعہ جاننے کے لیے بخاری و مسلم شریفین کا مطالعہ کریں (شان حبیب الرحمٰن ص ۱۰۴/۱۰۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام معراج کے لیے ایک ساتھ روانہ ہوئے، اس طرح دونوں حضرات میں پہلے ہی قربت ہو چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوتی تھی اس دوران بھی دونوں حضرات علیہما السلام میں قربت رہتی تھی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل

علیہ السلام کے درمیان قربت کی تخصیص کا مدار ''منزلِ فکان قاب قوسین'' اور ''معراج'' پر کیوں ٹھہرے؟

امام بوصیری رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا شعر میں مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی طرف اشارہ کیا ہے" **ما کذب الفؤاد ما رئیٰ** "ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ (کنز الایمان)

تفسیر: آپ نے یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک سے دیکھا۔ معنیٰ یہ ہیں کہ: آنکھ سے دیکھا، دل سے پہچانا اور اس رؤیت و معرفت میں شک و تردد نے راہ نہ پائی اب یہ بات کہ کیا دیکھا؟ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل کو دیکھا۔ لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا اور یہ دیکھنا کس طرح تھا چشم سر سے یا چشم دل سے؟ اس میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کو اپنے قلب مبارک سے دو بار دیکھا۔ (رواہ مسلم) ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب عز وجل کو حقیقتاً چشم مبارک سے دیکھا۔ یہ قول حضرت انس بن مالک اور حسن وعکرمہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔

" **لقد رآیٰ من آیات ربه الکبریٰ** " ترجمہ: بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (کنز الایمان)

تفسیر: یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج عجائب ملک وملکوت کا ملاحظہ فرمایا اور آپ کا علم تمام معلومات غیبیہ، ملکوتیہ پر محیط ہوگیا جیسا کہ حدیث اختصام ملائکہ میں وارد ہوا ہے اور دوسری اور احادیث میں آیا ہے۔ (روح البیان بحوالہ تفسیر خزائن العرفان)

مندرجہ بالا دونوں آیتوں کی تفسیر کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے ایک شعر میں نظم فرمایا ہے:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا   جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

(حدائق بخشش، حصہ دوم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت قرآن سے: ارشاد ربانی ہے: " **ما کان اللّٰہ لیذر المؤمنین علیٰ ماأنتم علیه حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب و ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب و لٰکن اللّٰہ یجتبی من رسله من یشاء فآمنوا باللّٰہ و رسله و ان تؤمنوا و تتقوا فلکم أجر عظیم** " (پ:۴، آل عمران:۱۷۹)۔ ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال پہ چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ تو ایمان لاؤ اللہ

اوراس کے رسولوں پر اوراگر ایمان لاؤ، پرہیز گاری کروتو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے(کنزالایمان)

تفسیر: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں، مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی۔ ہم کو بتادیا گیا کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ان لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر ومؤمن کی پرکھ بتادی گئی۔ ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہم کو نہیں پہچانتے۔ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثنا کی اور پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے؟ کیا ہمارے علم میں طعنے کرتے ہیں؟، اب سے قیامت تک کی کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں طعنے کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قیامت کے واقعات سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہیں(مترجماً تفسیر خازن، بحوالہ جاءالحق، مصنفہ مفتی احمد یار خان نعیمی، ص:۷۱/۷۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت حدیث سے:(ا)''عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا، رب تعالیٰ نے اپنے دست قدرت ہمارے سینے پر رکھا جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی، پس تمام آسمان وزمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔''(مشکوٰۃ باب المساجد، ص:۷۲، بحوالہ جاءالحق، حصہ اول، ص:۶۸)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرمادیا، پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھ رہے ہیں(شرح مواہب لدنیہ للزرقانی، بحوالہ ایضاً)۔(۳) مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہے: ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پر بھی نہیں ہلاتا مگر اس کا ہم کو علم بتادیا(ایضاً)۔(۴) مسلم سے بروایت ثوبان رضی اللہ عنہ ہے: اللہ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی، پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا۔(مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین بحوالہ ایضاً)

شارحین حدیث کے اقوال: مرقات شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا ملا علی قاری و زرقانی شرح مواہب، نسیم الریاض شرح شفا میں حدیث نمبر۴ میں ہے " **و حاصله انه طوی له الارض و جعلها مجموعة کهیئة کف فیه مرء ة ینظر الیٰ جمعها و طواها بتقریب بعیدها**

الی قریبھا حتیٰ اطلعت علیٰ ما فیھا " اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو ایسا جمع فرما دیا گیا جیسے ایک ہاتھ میں آئینہ ہو اور وہ شخص اس پورے آئینے کو دیکھتا ہو۔ اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کر دیا اور اس کے قریب کی طرف یہاں تک کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

ثم دنیٰ فتدلّٰی آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام مغیبات کا منکشف ہونا بیان نہیں ہوا ہے بلکہ "**لقد رئٰ من آیاته الکبریٰ**" (پ:۲۷،النجم،آیت ۱۸) میں بیان ہوا ہے۔ مذکورہ شعر میں امام بوصیری رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی ترجمانی کی ہے۔

نیا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سے متعلق احادیث کو موضوع مانتے ہیں اور ''وحی'' کو ''استعارہ''۔ لہٰذا مذکورہ بالا دلائل نیا چہرہ کے گلے سے کیوں کر اتریں۔

اصلاحی صاحب کا امام بوصیری رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل شعر کا ترجمہ اور اس پر تبصرہ:

و له من قاب قوسین ماشرف   قوسین بذکر و قابا

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کہ جن کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوسین سے شرف یاب کیے گئے اور قرب کی عزت ملی)

تبصرہ: اس شعر میں بوصیری نے قرآن کریم کی صحیح ترجمانی نہیں کی ہے، کیوں کہ ''قاب قوسین'' کا تعلق اللہ سے نہیں بلکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ (ص:۳۰۱)

''اس شعر میں بوصیری نے قرآن کریم کی صحیح ترجمانی نہیں کی ہے'' اصلاحی صاحب کے امام بوصیری رضی اللہ عنہ پر اس الزام کا جواب مندرجہ بالا سطور میں ''قاب قوسین'' کے ترجمے اور تفسیر میں گزر چکا۔

أنت سر اللّٰہ فی الخلق و السر   علی العمی اشد احتجابا

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں اللہ کے راز ہیں اور راز داریاں اندھوں سے بہت زیادہ مخفی رہتی ہیں۔)

اس تناظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر اللہ کہنا غیر قرآنی نقطۂ نظر ہے۔ (ص:۳۰۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر اللہ ہیں:

قرآن سے ثبوت:

ارشاد ربانی ہے: **فَأَوحیٰ اِلیٰ عَبْدِهٖ مَا أَوحیٰ۔** (پ:۲۷،النجم:۱۰)۔ ترجمہ: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (کنز الایمان)

تفسیر: اکثر علمائے مفسرین کے نزدیک اس کے معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی۔ (جمل)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی، یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا و رسول عز و جل و صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسرار ہیں، جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں ملی۔ بعلی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا وحی فرمائی اور محبّ و محبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر روح البیان)

"**أنت سر اللّٰہ فی الخلق**" کا مجازی معنیٰ یہ ہے کہ یہ اللہ عز وجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے اسرار ہیں جن کو تمام خلق سے اللہ عز وجل نے مخفی رکھا ہے۔

حدیث شریف سے ثبوت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "**لا یعرف حقیقتی غیر ربی**" [(**النفحات الاقدسیة فی شرح الصلوٰة الاحمدیة**، مؤلفہ: عارف باللہ شیخ محمد بہاء الدین البیطار الشامی المیدانی، ص: ۴۶۰) ترجمہ: میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

کیا یہ حدیث مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ''سر اللہ'' ہونے پر دلالت نہیں کرتی؟ ضرور کرتی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھلی کتاب بھی ہیں اور سرِ الٰہی بھی، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں ایک امت کے حق میں ہادی و رہبر کی۔ اس حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کھلی ہوئی کتاب ہے، اور ایسا اس لیے ہے تا کہ لوگوں کو آپ کی دعوت حق قبول کرنے میں کسی قسم کا کوئی شبہہ نہ رہے اور ایمان لائیں اور جو ایمان نہ لائیں ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ اور دوسری حیثیت وہ ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام اتباع میں کھلی کتاب ہیں اور مقام حقیقت میں ''سر اللہ'' ہیں۔ لہٰذا اب کوئی تضاد نہ رہا۔

دبستان نعت شمارہ: ۲ رمیں ابوسفیان اصلاحی صاحب نے اپنے مضمون بعنوان ''سیرت ابن ہشام کے کچھ سیرتی مباحث اشعار کی روشنی میں'' میں ابو طالب کا نام آٹھ بار لکھا اور ہر جگہ ابو طالب کے نام کے پہلے ''حضرت'' لکھا، جب کہ ابو طالب کا کفر پر مرنا احادیث سے ثابت ہے۔ اس طرح

اصلاحی صاحب نے قارئین دبستان نعت کو فتنے میں ڈالا۔اصلاحی صاحب نے اپنے زیرِ نظر مضمون میں حضرت امام بوصیری رضی اللہ عنہ کا نام ساٹھ (۶۰) بار لکھا اور ہر جگہ بوصیری لکھا، ایک جگہ بھی حضرت بوصیری نہ لکھا۔اس سے قارئین حضرات بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اصلاحی صاحب کی محبت وعقیدت کا معیار کیا ہے۔

ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری کا مضمون بعنوان ''جاورہ میں اردو ادب اور نعت گوئی کا ارتقاء'' عمدہ مضمون ہے، جس میں جاورہ (ایم، پی) کے نعت گو شعرا کا تعارف کے ساتھ ان کے منتخب نعتیہ اشعار پیش کیے گئے ہیں، بعض اشعار میں کمپوزنگ کی خامیاں در آئی ہیں:

پڑھ لیا فوراً درود مصطفیٰ خوف کا جنگل جو لق لق ہوا

دوسرا مصرع یوں ہونا چاہیے: خوف کا جنگل جو لق لق ہوا۔

ہے تصور میں مدینہ آرزوئیں محو نظر (ص:۴۳۷)

آرزوئیں کی جگہ ''آرزو'' ہونا چاہیے۔

سرنگوں ہو کر قلم سجدہ بھی کرتا ہے

یہ مصرع ساقط الوزن ہے

یہ سعادت میرے اللہ دے ایک بار مجھے

خواب میں سرور عالم کا دیدار مجھے (ص:۴۳۷)

''یہ سعادت میرے اللہ دے اک بار مجھے

خواب میں سرور عالم کا ہو دیدار مجھے'' ہونا چاہیے۔

عکس معراج کبھی ذہن سے نکلتا ہی نہیں (ص:۴۳۸)

ذہن کا ''ن'' گر رہا ہے۔

خدا جب ہے خود کلام محمد (ص:۴۳۸)

یہ مصرع ساقط الوزن ہے اور مہمل بھی۔

یا نبی ہم گنہ گاروں کو (ص:۴۳۹)

''گنہ گاروں'' کی جگہ ''گناہ گاروں'' ہونا چاہیے۔

ہے زبان نبی زبان خدا (ص:۴۳۹)

اللہ عزوجل زبان سے بے نیاز ہے۔

قمر الزماں صدیقی صاحب کے مضمون کا عنوان ''حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بلبل: ہندی ہے''۔ بلبل ہندی سے مضمون نگار کی مراد علامہ اقبالؔ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ میں بلبل ہندی علامہ اقبالؔ رہا کرتے تھے؟ جواب نفی میں ہے، لہٰذا ایسا عنوان قائم کرنے کی ضرورت مضمون نگار کو کیوں پیش آئی؟

قمر الزماں صدیقی صاحب رقم طراز ہیں:

ڈاکٹر صاحب کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، محبت الٰہی پر غالب آ گئی تھی'' (۴۵۰)۔ صدیقی صاحب کے پاس کون سا پیمانہ ہے جس سے انہوں نے اقبالؔ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت الٰہی کو ناپ لیا یا تول لیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ ''ڈاکٹر صاحب کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، محبت الٰہی پر غالب آ گئی تھی'' (۴۵۰)

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اطاعت سے ثابت ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے: **مَنْ يُطِعِ الرسولَ فَقَدْ أطاعَ اللّٰه** (پ:۵،النساء:۸۰) ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا، بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ عز وجل کی محبت ہے، دونوں میں تفریق کرنا آیات قرآنیہ کے خلاف ہے۔

''اقبالؔ اپنی منزل کی طرف گامزن تھے کہ تبھی صدائے جبرئیل نے ان کو مزید آگے بڑھنے سے روک دیا اور ساتھ ہی پیغام بھی سنایا کہ ''چوں کہ تیری نسبت اہل فراق سے ہے اس لیے تجھے روا نہیں کہ تو اس مقام سے آگے بڑھے اور منزل وصال سے ہم کنار ہو''۔ لہٰذا اقبالؔ نے اسی زمین پر کھڑے ہو کر بارگاہ نبوی میں اپنا شاہکار پیش کرتے ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب'' (ص:۴۵۱)

صدیقی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ علامہ اقبالؔ فلسطین سے اپنی منزل مقصود یعنی مدینہ کی طرف گامزن تھے کہ جبرئیل نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ یہ قول من گڑھت اور جبرئیل علیہ السلام پر افترا اور ''وحی'' جو اللہ کے رسولوں پر نازل ہوتی ہے، اس کو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے ڈاکٹر اقبالؔ پر نازل ہونا بتایا، اس طرح ایک عام شخص پر ''وحی'' کا نزول بتا کر صدیقی صاحب نے ''وحی'' کا مذاق اڑایا ہے۔ پھر یہ بھی کہ جبرئیل علیہ السلام نے اقبالؔ کو عمرہ کرنے یا حج کا مہینہ رہا ہو تو حج سے روک دیا۔ جبرئیل علیہ السلام پر یہ کتنا سنگین الزام ہے۔

صدیقی صاحب آگے فرماتے ہیں:

یہی وہ کیفیات تھیں جن کے سبب اقبال کے قریبیوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ''یہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے، وہیں جاں بحق ہو جائیں گے''۔(۴۵۱)

اقبال کے قریبیوں کا یہ قول آیت قرآنیہ سے متصادم ہے:

وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِأَیِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ۔ (پ:۲۱،لقمٰن:۳۴)۔ترجمہ:اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین پر مرے گی۔(کنزالایمان)

جواب شکوہ کے تمام بند الہام ربانی کی شان سے آراستہ ہیں (ص:۴۵۳)

یہ کہنا غلط ہے کہ اقبال پر الہام ربانی ہوتا تھا، اس کی کیا دلیل ہے؟

بقول عبدالسلام ندوی:''ڈاکٹر صاحب نے ان نعتیہ اشعار کی ابتدا خدا کے حکم سے کی ہے'' (ص:۴۵۳)۔خدا کے حکم سے ان نعتیہ شعار کی ابتدا کی کیا دلیل ہے؟

میرے مضمون میں مندرجہ ذیل جملہ کمپوزنگ کی خامی کی وجہ سے غلط چھپ گیا ہے:

''مندرجہ ذیل شعر پر تبصرہ نہ کیا'' (ص:۵۵۱)۔''مندرجہ ذیل'' کی جگہ ''مندرجہ بالا'' ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر چاند نظامی، مولانا عابد چشتی اور حلیم صابر صاحبان کے مضامین عمدہ اور قابل ستائش ہیں۔

نعتیہ کلام عمدہ ہیں، مگر بعض اشعار میں کچھ خامیاں در آئی ہیں:

یثرب کے خس وخار ہیں رشک گل فردوس (ص:۶۳۱)۔

''یثرب'' کا استعمال ممنوع ہے، یثرب کی جگہ ''طیبہ'' لکھنا چاہیے۔''یثرب'' اور ''طیبہ'' دونوں کے اوزان یکساں ہیں۔

احسان مجسم پہ ہے احسان مدینہ (ص:۶۳۲)

احسان مجسم سے کیا مراد ہے؟

جو دیکھے محمد کو دیکھے خدا کو

نہ جائے وہ جنت جو جائے مدینہ (ص:۶۳۵)

یہ شعر نامناسب ہے۔

(۱) نسیم آہ وہ بھی کوئی روز ہوگا

ہو بلبل دل فدائے مدینہ (ص:

۲) نبی مکرم سے تھی وہ محبت
بچھے پڑتے تھے تاجدار مدینہ (ص:۶۳۹)
(۳) بتا رہی ہے یہ پیچکی ہواؤں کی
نبی کی زلف شکن در شکن مدینہ ہے (ص:۶۴۳)
(۴) ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ ہو ارزل ہو کہ بالا ہو
ہر ایک کی بنتی ہے، ہر بات مدینے میں (ص:۶۴۴)
(۵) اس بندۂ مومن کی کیا بات کرو ہو
جس بندۂ مومن کو سفر آئے مدینہ (ص:۶۵۳)
(۶) جو چھتنار برگد ملا راستے میں
وہ کافر تھا ساجد نثار مدینہ (۶۵۴)
(۷) ہر صاحب ایماں کی ہے جنت کی تمنا
جنت کی نظر آتی ہے طلب گار مدینہ (ص:۶۶۰)
(۸) اے خدا تر سر تاج کشور
ساکن عرش قرآن پیکر (ص:۶۶۱)
(۹) زندگی کا بھروسہ ہی کیا ہے
جو ہوا کا فقط بلبلہ ہے (۶۶۱)
(۱۰) دن رات دعا ہے کہ زباں پر یہی آیا
مجرم ہیں تیرے حکم نہ کوئی بجالایا (ص:۶۶۴)
(۱۱) قرآن کی تفسیر بھی قرآں کا بدل بھی
تو صبح ازل آئینۂ حسن ازل بھی (ص:۶۶۵)
(۱۲) ہو سر دہر اک آدمی کا جوش عداوت
قرآن کے پاروں کی شب و روز تلاوت
(۱۳) تو کفر کے ان حامیوں کو گھیر خدایا
ہر سمت برائی کا ہے اندھیرا خدایا (۶۶۶)
(۱۴) کفار زبردست کو کر زیر خدایا

اس امت عاصی سے نہ منہ پھیر خدایا (۶۶۶)

مندرجہ بالا اشعار محل نظر ہیں:

(۱) پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں ''ہو'' کے پہلے ''کہ'' ہونا چاہیے۔ (۲) دوسرے شعر کا دوسرا مصرع غلط ہے ''تاجدار مدینہ بچھے پڑے تھے'' کہنا ''تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے، پہلے مصرع میں ''نبی مکرم سے تھی وہ محبت'' ہے۔ نبی مکرم ہی تاجدار مدینہ ہیں۔ پروفیسر عبدالمنان طرزی اپنے مطلع کے پہلے مصرعے میں کہہ چکے: ''جو ہوں مہرباں تاجدار مدینہ''۔ اگر مذکورہ مصرعے میں تاجدار مدینہ سے مراد کوئی اور شخص ہو تو یہ ممکن نہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی تاجدار مدینہ کہتے ہیں۔ (۳) تیسرے شعر کے پہلے مصرعے میں ''پیچگی'' کہ جگہ ''پیچیدگی'' ہونا چاہیے، دوسرا مصرع غلط ہے۔ مدینہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف پر شکن نہیں، ایک شہر ہے۔ (۴) چوتھے شعر کے پہلے مصرع میں لفظ ''ارزل'' کی جگہ ''ارذل'' ہونا چاہیے۔ (۵) پہلا مصرع ساقط الوزن ہے۔ (۶) دونوں مصرعے مہمل ہیں۔ (۷) دوسرا مصرع مہمل ہے۔ (۸) پہلا مصرع مہمل ہے۔ دوسرے مصرعے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پیکر کہا گیا ہے جو غلط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''نور پیکر'' کہا جاتا ہے۔ (۹) دوسرے مصرعے میں زندگی کو ''ہوا کا بلبلہ'' کہا گیا ہے، پانی کا بلبلہ ہونا چاہیے۔ (۱۰) دونوں مصرعے مہمل ہیں۔ (۱۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''قرآن کی تفسیر'' اور ''قرآن کا بدل'' کہنا غلط ہے۔ (۱۲) پہلا مصرع ساقط الوزن ہے۔ (۱۳) پہلا مصرع ساقط الوزن ہے۔ (۱۴) اللہ عزوجل کے لیے ''نہ منہ پھیر خدایا'' کہنا نامناسب ہے، اللہ عزوجل جسم وجسمانیت سے پاک ہے۔

میں نے شمارہ ۳ر میں اپنے مضمون میں سلامت علی دبیؔر کے کلام کو میر انیسؔ کے نام سے سہواً منسوب کر دیا؛

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے (شمارہ:۳رص:۴۸۱)

یہ بند، یوں ہے:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے — رستم کا جگر زیر کفن کانپ رہا ہے
ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے — سب ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

(مرزا سلامت علی دبیؔر)

جناب ایم نصراللہ نصر صاحب کا ''دبستان نعت شمارہ:۴'' پر تاثراتی جائزہ عمدہ ہے، اپنے مضمون میں انہوں نے اداریہ پر گفتگو کی ہے، اوور فروغ نعت کے حوالے سے مدیر دبستان نعت اوراس کے نگراں کی مساعی جمیلہ کی تحسین فرمائی ہے۔

فروغ نعت کے تعلق سے آپ فرماتے ہیں:

''یونیورسٹیاں اب نعت گوئی کو بھی اپنے نصاب میں شامل کررہی ہیں اب نعت پر تحقیق کا کام بھی چل رہا ہے۔ ہاں اسے مستحکم کرنے کے لیے آواز بلند کرنا اور آپ کا اس تحریک سے جڑنا لازمی ہے۔(۶۱۸)

صحرا میں نخلستان:(Oasis in desert)

برصغیر ہندو پاک میں جو حضرات فروغ نعت کے لیے کوشاں ہیں اور اردو ادب میں نعت کو بطور صنف سخن تسلیم کرانے کے لیے سعی بلیغ کررہے ہیں ان کے لیے یہ خبر مژدۂ جاں فزا ہے:

جے پرکاش یونیورسٹی، چھپرا کے شعبۂ اردو کے ریسرچ اسکالر محمد پرویز عالم نے اپنا مقالہ بعنوان ''تاج الشریعہ اختر رضا خاں کی شخصیت اور ادبی خدمات'' مکمل کرلیا ہے، دوسرے ریسرچ اسکالر رجب عالم غوثی نے امام احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیف ''حدائق بخشش'' پر اپنا مقالہ مکمل کرلیا ہے۔ یہ خبر مؤقر اردو روزنامہ ''انقلاب'' میں مؤرخہ ۱۲؍فروری ۲۰۲۱ء بروز جمعہ شائع ہوئی ہے:

چھپرا: جے پرکاش یونیورسٹی چھپرا کے شعبۂ اردو میں صدر شعبۂ اردو پروفیسر ارشد مسعود ہاشمی کی صدارت میں جمعرات کے روز تین مختلف موضوعات پر پی، ایچ، ڈی کے لیے بالمشافہ امتحانات کا انعقاد ہوا۔ محمد پرویز عالم نے اپنا مقالہ بعنوان ''تاج الشریعہ اختر رضا خاں کی شخصیت اور ادبی خدمات'' مکمل کیا تھا۔ دوسرے ریسرچ اسکالر رجب علی غوثی نے شعبہ کے سبک دوش استاذ ڈاکٹر عبدالمالک کی نگرانی میں امام احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیف ''حدائق بخشش'' پر اپنا مقالہ مکمل کیا۔

☆☆☆

فاروق جائسی (کانپور)

دبستان نعت ۔۵ میں اہل قلم کے خیالات

اللہ کا شکر ہے کہ ''دبستانِ نعت'' کا پانچواں شمارہ دستیاب ہوا۔ میں ڈاکٹر سراج احمد قادری اور محترم فیروز سیفی ہر دو صاحبان کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، ان کی صحت وسلامتی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی سعادتوں اور برکتوں سے نوازے کہ یہ حضرات رب ذوالجلال کے محبوب کے اسوۂ حسنہ کو مومنین کے دلوں میں راسخ فرمانے کے لئے دامے درمے قدمے سخنے لگے ہوئے ہیں۔

پہلے چاروں شماروں کی طرح یہ شمارہ بھی خوب سے خوب تر کی طرف مائلِ پرواز ہے۔ اس میں بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ جن کو بار بار پڑھا جانا چاہئے۔ اس لئے میں اس مضمون میں اپنی بات کم اور مقالہ نگاروں کے اقتباساتِ مضامین اور شاعروں کے اشعار زیادہ شامل کر رہا ہوں جسے قندِ مکرر کے طور پر قارئین مطالعہ کرنا چاہیں گے۔

مجلّے کا بے حد سادہ مگر خوبصورت سرِ ورق پر نامِ ''احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' دامن دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے کہ نام ''احمد'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی وہ نام ہے جس کے وسیلے سے حضرتِ آدم کی لغزش کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا تھا۔ کتاب کھولنے پر سب سے پہلے گنبدِ خضرا کی نورانی تصویر ہے جہاں ہماری عقیدتوں کے مرکز، ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ اسی ورق کے دوسری طرف علامہ اقبالؒ کا مشہور شعر اعلانیہ کہہ رہا ہے؛

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اس مہتم بالشان مجلّہ میں ''گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' بڑے تزک واہتمام کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ جس صفحے پر یہ اطلاع درج ہے اسی پر دبستان نعت ۔۵ کا مکمل تعارف بھی ہے جس میں نگراں کے طور پر محترم فیروز احمد سیفی (مقیم نیویارک) کا اسم گرامی اور ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب کا نام بطور مدیر رونق افروز ہے۔ اسی صفحے پر مجلس مشاورت کے طور پر ۱۲/نام درج ہیں جس

میں مجھ ہیچمداں فاروق جائسی کا نام بھی شامل ہے جس پر میں فخر کروں تو بجا ہے۔اسی ورق کے دوسری جانب جناب رسول صادق صاحب کا یہ شعر موجود ہے:

شـاھنشـہِ ارض و سمـا بلـغ العـیٰ بکمالہ
وصفِ رخِ ا و والضحیٰ کشف الدجیٰ بجمالہ
قرآں باخلاقش گواہ حسنت جمیع خصالہ
صدقاَ یقیناَ راسخاَ صلو علیہ وآلہ

یہ یادگار مجلّہ ''مدینہ منورہ کے ان جاں نثاروں کے نام معنون ہے جنہوں نے تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق و وارفتگی کا ایسا نمونہ پیش کیا جو عشاقان جہاں کے لئے ایک بہترین اسوہ ہے نیز اس خاک مدینہ کے نام جو عرش اعظم سے افضل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہے۔''

(ڈاکٹر سراج احمد قادری مدیر دبستانِ نعت)

''نور و نکہت'' کے ذیل میں ڈاکٹر سراج احمد قادری کا قابلِ قدر اداریہ اور دیگر ذیلی عنوانات کے تحت تحمید و تقدیس، گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تابش نظر/ افکار روشن، زاویۂ نگاہ، گل ہائے عقیدت اور ستائش نامے شامل کئے گئے ہیں۔ڈاکٹر سراج احمد قادری نے اپنے گراں قدر کام کا محاسبہ بہت ہی انکسار کے ساتھ کیا ہے، یہ ان کی اعلیٰ ظرفی کا بین ثبوت ہے۔اداریہ میں آگے فرماتے ہیں:

''مدینہ طیبہ درحقیقت نعت گو شعراء کے لئے وہ مرکزِ عقیدت اور دلگیر موضوع ہے جو جانِ ایمان کا درجہ رکھتا ہے اور صرف انہی کے لئے نہیں بلکہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر شیدائی کے لئے جانِ ایمان ہے۔۔۔۔کونین کی وہ کون سی عظمت و رفعت ہے جو مدینہ طیبہ میں نہیں ہے۔اس سے بڑی عظمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ مدینہ طیبہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسد اقدس خاکِ مدینہ سے مس ہے۔۔۔۔مدینہ کے وہ ذرات جو میرے آقا کے جسم اقدس سے مس ہیں عرشِ اعظم سے بھی افضل ہیں۔۔۔مدینہ نام ہے عشق و عقیدت کے اس مرکز کا جس نے سسکتی اور بلکتی ہوئی دنیائے انسانیت

کی مسیحائی کی ہے۔ مدینہ طیبہ تہذیب و ثقافت کے اس عروج و ارتقاء کا نام ہے جو عروجِ آدمِ خاکی کی آخری منزل ہے۔''

(اداریہ دبستانِ نعت ۔۵/از ڈاکٹر سراج احمد قادری)

اپنے مندرجہ بالا دعوے کی دلیل کے طور ڈاکٹر سراج احمد صاحب نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب'' کے اردو ترجمہ سے جو طویل اقتباس پیش کیا ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ یہ اقتباس ڈاکٹر سراج احمد قادری کے اداریہ کی توثیق کرتا ہے:

''نعت کی تحقیق و تنقید اور روایت و درایت اور اس کے مآخذ کا مستند ہونا لازمی ہے۔۔۔ غیر معتبر روایت سے معاشرے میں ایک غلط چیز کے فروغ کا امکان بڑھ جائے گا اس لئے حمد و نعت میں حفظ مراتب کی پاسداری کے ساتھ روایت کی پاسداری بھی لازمی ہے۔۔۔ حمد و نعت میں شریعت کی پاسداری ناگزیر ہے۔ حمد و نعت کے ناقدین کے نزدیک خلاف شرع کوئی بھی کلام مقبول نہیں چاہے اس میں کتنی ہی شعریت کیوں نہ ہو۔۔۔ حمد و نعت کی انفرادیت، اس کے مزاج کی نازکی کا عالم یہ ہے کہ یہاں 'ذومعنی' الفاظ کی بھی گنجائش نہیں ہے۔۔۔ محترم شمس الرحمان فاروقی صاحب نے لے لیجئے، قبول کر لیجئے، قبول فرما لیجئے کی جو مثال پیش کی ہے یہ اصناف ادب اس سے کہیں زیادہ حفظ مراتب کی پاسداری کی متقاضی ہے۔۔۔۔''

(اداریہ دبستانِ نعت ۔۵/از ڈاکٹر سراج احمد قادری)

۔۔۔۔(چوتھے شمارہ میں) ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری نے اپنی تحقیق انیق سے ثابت کر دیا ہے کہ 'مثنوی چندراین' اردو زبان کی اوّلین تخلیق ہے جسے اردو کے آغاز میں 'ہندکی' کہا جاتا تھا۔ نیز انہوں نے (شمارہ ۔۵ میں) اس کا لسانی مطالعہ پیش کر کے اس کے پوربی، اودھی اور ہندی وغیرہ دیگر زبانوں میں ہونے والے تمام تر امکانات کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔۔۔۔

۔۔۔دبستانِ نعت کے شیدائی اور قلمی معاون محترم جناب قاری محمد رفیق فائزؔ فتح پوری (راجستھان) کا اس دنیا سے چلے جانا ہمارے لئے بہت دکھ اور خسارے کی بات ہے۔''

(اداریہ دبستانِ نعت ۔۵ از ڈاکٹر سراج احمد قادری)

''تحمید وتقدیس'' کے تحت جناب پرنمؔ الہ آبادی کی یہ رباعی بارگاہِ خداوندی میں سر بہ سجود ہے:

اے خالقِ کل حاصلِ مقصد تو ہے نبیوں کا خدا رب محمد ﷺ تو ہے
جز تیرے ہر اک بات کی حد ہے (موجود) حد کوئی نہیں جس کی وہ بے حد تو ہے

حمد باری تعالیٰ میں یہ اشعار بھی بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے:

دشتِ ایمن میں مجھے خاک نظر آئے گا مجھ میں ہو کر نظر آتا نہیں جلوہ تیرا
(علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی)

یہ ادنیٰ حمدِ خالق میں ہے آدابِ رقم میرا کہ چلتا ہے تو سر کے بل ہی چلتا ہے قلم میرا
(حضرت احسنؔ مارہروی)

مندرجہ بالا رباعی اور حمد کا انتخاب ڈاکٹر سراج احمد قادری کی مدیرانہ صلاحیتوں نیز شعر فہمی اور فنی واقفیت پر دال ہے۔

☆

''طیبہ مسلمانوں کا محبوب شہر'' کے عنوان سے ڈاکٹر احمد القاضی (قاہرہ، مصر) نے 'ثنیات الوداع' نامی جگہ کے بارے میں بہت اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ ہم جیسے عام مسلمان:

طلع البدر علینا مین ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعا للہ داع
ایھاالمبعوث فینا جِئت بالا مرالمطاع
جئت شرفت المدینۃ مرحباً یاخیر داع

('ثنیات الوداع' سے ہمارے سامنے چودھویں کا چاند طلوع ہوا/ جب تک اللہ کی طرف بلانے والا بلا تار ہے گا ہم پر شکر واجب ہے/ اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ایسا حکم لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت کی جائے گی/ آپ نے تشریف لاکر مدینہ (اس شہر) کو شرف بخشا ہے، اے اللہ کی طرف سب سے بہتر بلانے والے! آپ کو خوش آمدید)

کو سن کر عقیدت سے سر خم کر دیتے ہیں اور بس۔ مگر ڈاکٹر احمد القاضی نے اپنے مضمون میں بتایا ہے کہ (ثنیہ الوداع) یثرب نامی شہر کے داخلی راستہ پر تھا۔ ''جس کے متعلق یہودیوں نے بہت سی باتیں گڑھ لی تھیں۔۔۔۔۔سب سے عجیب بات یہ تھی کہ جو اس راستے سے گزرے گا اس پر لازم ہے کہ یا تو وہ گدھے کی آواز نکالے یا پھر موت کے منہ میں چلا جائے۔۔۔اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو

اسے بیماری آ پکڑے گی اور ہوسکتا ہے وہ اس کی زندگی کا خاتمہ کردے۔۔۔(یہ مقام) 'ثنیہ' ایک چھوٹے سے ٹیلے کے پاس واقع تھا۔جنوبی ثنیہ کے بارے میں۔۔۔عرب کے ہاں بہت سی من گڑھت باتیں (یہودیوں کے ذریعہ) مشہور تھیں۔۔۔لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نے قصواء اونٹنی کو 'ثنیہ الوداع'' کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُنٹنی کے اردگرد لوگوں کو کہا تھا کہ 'اسے چھوڑ دو یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے'۔ یہ سب اسلئے تھا تا کہ مشرکین کی خرافات اور یہود کا جھوٹ ثابت ہو جائے اور اوس وخزرج کا خوف ختم ہو جائے نیز یہ بات بھی ثابت ہو جائے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا دین حق لے کر آئے ہیں جو من گڑھت باتوں کا خاتمہ کرتا ہے'' (ڈاکٹر احمد القاضی)

'مدحت مدینہ' کے عنوان سے ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی (علی گڈھ) نے شہر مدینہ کی جغرافیائی محل وقوع، اس کی آب وہوا، رقبہ اور اس شہر کے قیام پر بہت ہی معلوماتی مضمون سپرد قلم کیا ہے فرماتے ہیں:

''یہ شہر دنیا کے قدیم آباد شہروں میں سے ایک ہے۔ایک روایت کے مطابق طوفان نوح کے بعد سب سے پہلا شخص جس نے یہاں رہائش اختیار کی وہ فائنہ بن مہلا بیل ابن عبیل تھا۔۔۔دوسری روایت کے مطابق اس شہر کو عمالیق نے آباد کیا تھا جو ۳۲۰۰ ق م میں مصر کے حکمراں تھے جب ان کا وہاں زوال ہوا تو یہ۔۔۔رفتہ رفتہ یہاں بس گئے۔۔۔جب بخت نصر کے ہاتھوں بنی اسرائیل کو سخت ہزیمت اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے بعد بہت سے قبائل یہاں آباد ہو گئے۔۔۔یہود کے علاوہ یثرب میں اوس وخزرج نام کے دو بڑے قبیلے آباد تھے جو سیل العرم (طوفان) کے بعد یمن سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔۔۔یثرب میں ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا مہمان بنائے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ناقہ کو آزاد چھوڑ دینے کا حکم دیا بالآخر وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی۔روایت کے مطابق یہ مکان اسی مقام پر تھا جہاں سات سو سال قبل والیِ یمن 'تبع' نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک محل بنوایا تھا اور ایک تحریر لکھ کر یہاں رکھ دی تھی کہ جب کبھی وہ یہاں تشریف لائیں تو یہیں قیام فرمائیں وہ تحریر نسلاً بعد نسلٍ چلی آ رہی تھی جو (حضرت ابویعلیٰ کے بدست) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

حضور پیش کی گئی ۔۔۔آپ کی تشریف آوری کے بعد یثرب (کا نام) مدینۃ ا
لرسول ہوگیا۔'' (ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی)

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی صاحب نے بہت خوبصورتی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہودیوں کے معاندانہ رویوں، ان کی ریشہ دوانیوں اور معاہدہ شکنیوں کا محاسبہ کیا ہے۔ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق وغیرہ کا ذکر بہت اختصار مگر جامعیت کے ساتھ کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد شیخین کریمین، امیر معاویہ، حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، یزید پلید کی تخت نشینی، واقعہ حرہ، یزید کی موت کے بعد عالم اسلام کے دو حکومتوں بنی امیہ اور بنی عباسیہ میں بٹ جانے کا ذکر بھی کیا ہے:

''جب ترکی کے عثمانی سلاطین کو عروج حاصل ہوا تو پورا عالمِ اسلام ان کے زیرِ تسلط آ گیا۔۔ یہ کیفیت ۱۹۱۵ء تک رہی۔ (اس کے بعد) انگریزوں کے زیرِ اثر حسین بن علی شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی، حجاز میں شریف مکہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ مدینہ منورہ بھی اسی کے ماتحت تھا۔ جلد ہی نجد میں قائم اور ابھرتی ہوئی طاقت آلِ سعود اور اور سعودی حکومت (شریف مکہ) سے ان کا ٹکراؤ شروع ہوگیا۔ (آلِ سعود کی) سعودی افواج نے۔۔۔ ۱۹۲۵ء میں حجاز پر قبضہ کر لیا۔ آج تک حجاز اور حرمین شریفین سعودی حکومت کے زیرِ تسلط ہے'' (ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی)

ڈاکٹر فاروقی نے مختلف ادوار میں مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع، اس کی تزئین کاری، گنبد خضرا کی تعمیر اور اس سلسلہ میں ترکی سلاطین کی عقیدتمندانہ کوششوں اور کاوشوں کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ مدینہ منورہ کے خاص خاص مقامات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مضمون میں کہیں بھی نہ تو تشنگی کا احساس ہوتا ہے اور نہ کہیں زبان و بیان میں ناہمواری اور گنجلک پن کا شائبہ نظر آتا ہے، ہر جملہ آئینہ کی طرح صاف ہے۔

☆

قاری محمد رفیق قاضی فائز فتح پوری (راجستھان) جن کے نام کے ساتھ مرحوم لکھنے میں کلیجہ منہ کو آتا ہے، نے اس دنیائے فانی کو مورخہ ۲۳ رجون ۲۰۲۰ء مطابق یکم محرم ۱۴۴۱ھ کو خیر باد کہا اور عالم سنیت ایک بہترین قاری، عالم، محقق اور دانشور سے محروم ہوگیا۔ اللہ انہیں غریقِ رحمت فرمائے، پس ماندگان اور اعزء و اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے:

سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے

قاری قاضی فائزؔ فتح پوری (اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے) کا موقر مضمون بھی دبستان نعت شمارہ۔۵ میں بہ عنوان ’’تاسیس وعظمت مدینہ شریف‘‘ شامل ہے۔اس میں بہت تفصیل سے یثرب پر بادشاہ تبع حمیری کے حملہ، اس کو تاراج نہ کرنے کی وجہ، بادشاہ کے حکم سے پیغمبرِ آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک عالیشان محل کی تعمیر، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خط تحریر کرنے اور آنے والی نسلوں کو وصیت کا ذکر بہت پیارے انداز میں کیا ہے۔یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں لوگوں کی نسل میں سے تھے جو اس خط کی حفاظت پر معمور تھے۔قاضی صاحب اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں:

> ’’انہوں نے وہ خط ’ابویعلیٰ‘ کو دیا کہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ وہ خط لے کر ’ابویعلیٰ‘ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھتے ہیں فرمایا۔۔ابویعلیٰ تو ہے۔۔عرض کی جی ہاں۔۔فرمایا تبع حمیری اوّل کا جو خط میرے نام ہے وہ مجھے دے دو۔۔۔ابو یعلی یہ سن کر حیران رہ گئے۔۔۔ابو یعلی نے عرض کی آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔۔فرمایا میں محمد رسول اللہ ہوں لاؤ وہ خط مجھے دے دو۔(یثرب شہر کی تاسیس کے متعلق قاری قاضی فائزؔ لکھتے ہیں) حضرت نوح علیہ وعلیٰ نبینا الصلاۃ والسلام کے بیٹے سام کے پڑپوتے کا نام ’یثرب‘ تھا انہوں نے اپنے نام پر اس بستی کو بسایا تھا۔جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بستی میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے اس بستی کا نام یثرب سے مدینہ میں تبدیل فرما دیا۔۔۔قرآن میں اسے دار ایمان کہا گیا ہے۔ تورات میں اس کے دس نام ذکر کئے گئے ہیں۔ طیبہ، طابہ، مرحومہ، مسکینہ، عذرا، جابرہ، مجبورہ، قاصمہ، محبوبہ اور علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں مدینہ شریف کے ۲۹ ؍نام ذکر کئے ہیں۔۔۔ہمیں مدینہ شریف کو یثرب کہنے سے منع کیا گیا ہے۔آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے ایک مرتبہ یثرب کہا تو اسے چاہئے کہ کفارے کے طور پر دس بار مدینہ شریف کہے۔‘‘

قاری محمد رفیق قاضی فائزؔ فتح پوری نے اپنے مضمون میں مدینہ منورہ کی عظمتوں کا بیان بہت

تفصیل سے کیا ہے۔ مدینہ شریف کا قرآن میں ذکر، اعزاز مدینہ، مدینہ شریف کے فضائل، مدینہ شریف میں مرنے کی فضیلت، مدینہ شریف میں مکہ شریف سے دوگنی برکتیں، مدینہ شریف کی خاک میں شفا، مدینہ شریف کی مسجدِ جمعہ، مسجدِ قبلتین، مسجد الغزالہ وغیرہ کے ذیلی عنوانات کے تحت بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

اس سلسلہ میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے جس سے ان کے مضامین میں رقم واقعات ومعاملات کی توثیق ہوتی ہے مسجد الغزالہ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں قاری محمد رفیق قاضی فائزؔ فتح پوری کی یہ تحریر ہم لوگوں کے لئے چشم کشا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانوروں کی فریاد بھی سنی اور ان کی امداد بھی فرمائی۔ قاضی صاحب رقمطراز ہیں:

> ''یہ مسجد مدینہ شریف کے قریب وادی روحاء کے آخر میں واقع ہے۔ اس مسجد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں آپ نے ہرنی کی فریاد سنی تھی۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وادی میں تھے کہ غیب سے 'یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین مرتبہ آواز سنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرف توجہ فرمائی تو دیکھا کہ ایک ہرنی رسی میں جکڑی ہوئی تھی اور پاس ہی ایک اعرابی چادر اوڑھے سو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرنی سے فرمایا تمہاری کیا حاجت ہے؟ ہرنی نے عرض کی مجھے اس اعرابی نے پکڑ لیا ہے میرے دو چھوٹے بچے اس پہاڑ پر بھوکے ہیں آپ مجھے آزاد فرمادیں میں ان بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد فرمادیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی بیدار ہوگیا اس نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ اس ہرنی کو آزاد کردو۔ اس اعرابی نے ہرنی کو آزاد کیا تو ہرنی یہ کہتی ہوئی صحرا میں دوڑ گئی "**اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله**۔"

یہ حدیث امام طبرانی نے معجم الاوسط میں، ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور ابن کثیر نے شمائل

الرسول میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ للبیہقی میں مختلف اسناد سے اور مختلف متن کے ساتھ روایت کی ہے۔۔۔۔۔۔ جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا وہاں مسجد تعمیر ہونا اور اس مسجد کا نام بھی 'مسجد غزالہ' ہرنی والی مسجد رکھنا یہ ثابت کرتا ہے۔۔۔ کہ یہ واقعہ ظہور پزیر ہوا ہے۔۔۔لہٰذا کچھ اوہام پرستوں کے نہ ماننے سے حدیث تھوڑی ترک کر دیں گے۔۔۔۔۔۔اس شہر مدینہ کی عظمت و تقدس کوئی زبان و قلم سے کیا بیان کرسکتا ہے جس کی زیارت کے لئے مومنین کا وظیفہ ہے:

دکھادے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے جہاں پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے''

☆

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی (نئی دلی) کا مضمون ''غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ 'مدینہ' کا استعمال'' ایک اہم تحقیقی مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے۔صاحبِ مدینہ منورہ، اسمائے مدینہ منورہ، عظمتِ مدینہ منورہ، امتیازات مدینہ منورہ، کے ذیلی عنوان کی تفصیل کے بعد اصل مضمون ''غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ مدینہ'' پر گفتگو شروع کی ہے۔مندرجہ بالا ذیلی عنوانات کے تحت بہت قیمتی معلومات سے قارئین کو مطلع کیا ہے:

> ''پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات، ستودہ صفات کل عالم کے لئے سراپا رحم و کرم کا مجسمہ بن کر آئی تھی۔۔۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ رسالت مآب میں دنیا کے تمام ادیان و مذاہب اور اقوام کے اہل علم و دانش حضرات اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔۔۔ ہندوستانی غیر مسلم اقوام میں۔رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شیدائی ضرور پائے جاتے ہیں۔۔ہندو مسلم دیرینہ تعلق کی وجہ سے غیر مسلم شعراء اسلام اور اس کے شعائر و تعلیمات کو کافی قریب سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔(اس لئے) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ۔۔اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب شہر مدینہ منورہ کی بھی عکاسی نظر آتی ہے۔''

بابو شمبھو دیال دانش کی مشہور نظم 'اخلاقِ محمدی'

تلوک چند محرومؔ کا شاہکار کلام 'ایک یہودی کے جنازہ' سے متعلق پربھو دیال مشر کا منظوم کلام 'نعتِ عاشق'، منشی شنکر لال ساقیؔ کا 'معراج نامہ' پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا مشہور کلام 'سلام اس پر جو آیا رحمت اللعالمیں بن کر'، رانا بھگوان داس بھگوانؔ کا 'السلام اے خسروِ نورانساں' ہمت رائے شرما کی نظم

'عیدِ میلادِ بانیِ اسلام' گوپی ناتھ امنؔ لکھنوی کا 'پرتو'۔۔ ہزاراں سلام' رام داس مشرا کا نعتیہ قصیدہ اور دیانند پرشاد کا 'جنم گیت' بزبان ہندی اس (عقیدت) کی بہترین مثالیں ہیں۔''

میری رائے میں ہم مسلمانوں نے ہندو شعراء سے صرف نظر کیا ہے اسی لئے موجودہ دور میں ہندو نعت گو شعراء کا نام پہلے کے مقابلہ میں بے حد کم ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم حیاتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ملک میں بسنے والے غیر مسلموں کے سامنے رکھیں۔ تا کہ وہ بھی اپنے پیشرووں کی طرح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت کو استوار کر سکیں:

> ''ہندوستان میں نعت گوئی کی روایت کی توسیع، تنوع اور ارتقاء میں یوں تو سیکڑوں غیر مسلم شعراء نے حصہ لیا ہے لیکن اس سلسلہ میں ڈاکٹر آزاد نے جو حقیقی، تاریخی اور نعتیہ ادبی خدمات انجام دی ہیں وہ امتیازی اہمیت کی حامل ہیں۔۔۔ 'ہمارے رسول' کے عنوان سے غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام کی جو تاریخ رقم کی ہے پوری دنیا کے کسی ملک یا زبان کے غیر مسلم کو یہ انفرادی مقام حاصل نہیں ہے۔''
>
> (غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ مدینہ کا استعمال۔ از ڈاکٹر محمد احمد نعیمی)

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی نے بہت سے غیر مسلم شعراء کا تذکرہ اور ان کا نمونۂ کلام بھی اپنے مضمون میں پیش کیا ہے۔ یہ بہت مشکل اور عرق ریزی کا کام ہے۔ اس حقیقت کو میں نے تب محسوس کیا جب میں اپنے مرحوم بزرگ دوست محترم سلیم عنایتی کے ساتھ مل کر ''تذکرۂ شعرائے کانپور'' کی تصنیف کے مراحل سے گزرا۔ ڈاکٹر محمد احمد نعیمی کے مضمون میں بہت سے شعراء کے وہ اشعار بھی شامل کئے گئے ہیں جو غیر مسلموں کی عقیدتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مدینہ منورہ سے محبت کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

سرمہ کی طرح آنکھوں میں سالکؔ میں لگالوں ۔۔۔ ہاتھ آئے جو خاکِ درِ مولائے مدینہ
(سالک رام سالکؔ)

چھا جائے مری قبر پہ رحمت کی بدریا ۔۔۔ دُربار شب و روز ہوں انوارِ مدینہ
(بابو روشن لال نعیمؔ)

آنے کو تو سنسار میں آئے ہیں نبی اور ۔۔۔ آیا ہے نہ آئے گا محمد سا نبی اور
(رمیش نرائن سکسینہ گلشنؔ)

لڑاتا ہے نظر سورج سے ہر ذرہ مدینے کا
رسول اللہ سے اتنا بڑھا رتبہ مدینے کا
(وشنو کمار شوق لکھنوی)

پائیں گے وہی روزِ جزا رتبۂ عالی
کہتی ہے جنہیں خلق غلامانِ مدینہ
(وشنو کمار ماتھرا کبر آبادی)

قدسی سے سنو روضۂ اطہر کی بزرگی
عرشی سے سنو رتبۂ والائے مدینہ
(لکشمی نارائن سخا جے پوری)

سو جنتیں اور ایک بیابانِ مدینہ
سو پھول اور اک خارِ مغیلائے مدینہ
(بہاری لال شانت)

مکہ میں ہے اللہ کا گھر خوب ہے لیکن
کاشانۂ محبوبِ خدا کوئے مدینہ
(ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ آزاد)

حاصل ہوئی کونین کی دولت اسے اختر
حاصل ہوا جس شخص کو دیدارِ مدینہ
(ہری داس اختر)

محمد نے فرمائی مکہ سے ہجرت
نمایاں ہے یہ افتخارِ مدینہ
(شیام سندر باصر کشمیری)

یہ فیض نبی کا ہے یہ ان کی ہے کرامت
بگڑی ہوئی بنتی ہے ہر بات مدینے میں
(راجیند رنارائن سکسینہ بسمل شمس آبادی)

نبی ہے کون ؟ یہ پوچھا تو کہہ دیا احمد
کسی نے آرزو پوچھی، کہا مدینے کی
(چندر جے پوری)

کوئی مجھ سے پوچھے وقارِ مدینہ
ہے اکسیر ہر غم غبارِ مدینہ
(نرائن داس ٹنڈن دیا بریلوی)

میری بھی تمنا ہے کہ درشن کروں جا کر
فردوسِ بریں ہے تہِ دامانِ مدینہ
(رام ناتھ شرما رمن امروہوی)

اے موجبِ صد شان وطن جانِ مدینہ
اے رنگِ وفا زینتِ ایوانِ مدینہ
(تیجونت رائے ساحر سنامی)

کس شخص کو ہوسکتی ہے انکار کی جرأت
ہر گوشۂ عالم پہ ہے احسانِ مدینہ
(گوبند سرن نگم نفیس لکھنوی)

سرچشمۂ انوار ہے مینارِ مدینہ صد زینتِ کونین ہے دربارِ مدینہ
(جگدیش لال زتشی شوقؔ مرادآبادی)

سو گیا تھا میں مدینے کا تصور کر کے رات بھر اشکؔ مری ذات سے خوشبو آئی
(مہیندر ناتھ اشکؔ نجیب آبادی)

یہ ربط نبوت اور وحدت ہر حال میں یکساں رہتا ہے
جھکتی ہیں جبیں کعبے کی طرف اور دل میں مدینہ ہوتا ہے
(کشن بہاری نورؔ)

ڈاکٹر محمد آصف، امراوتی کا مضمون ''شعرائے ودربھ کی نعتوں میں ذکرِ مدینہ'' بھی میری نظر میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مضمون بھی ایک تحقیقی مضمون ہے جس پر بے حد محنت کی گئی ہے۔ صوبہ مہاراشٹر میں واقع ودربھ کا محل وقوع اور اس کی تاریخی اہمیت کا تفصیل سے محاسبہ کیا گیا ہے۔ دکن، گونڈوانہ، برار، ناگپور اور میسور کا تاریخی پس منظر اور اس علاقہ میں اردو کی نشو نما پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مضمون میں اردو کے ابتدائی نعت گو شعراء اور مثنوی نگاروں کے سلسلہ میں معلوماتی احوال سپردِ قلم کئے گئے ہیں۔ ۱۹۰۰ء کے بعد اردو کی صورت حال کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے بعد کے نعت گو شعراء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یعنی شعراء کے اصل نام، تخلص، کوائف، ان کے اساتذہ کا نام، تاریخ پیدائش، اگر متوفی ہیں تو تاریخ وفات، مجموعات کے نام ان کے نعتیہ اشعار کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ تذکرہ کے لئے شعراء کے کوائف یکجا کرنا بہت ہی جاں فشانی کا کام ہے۔ متذکرہ مضمون کے لئے مضمون نگار نے کم و بیش چالیس کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ودربھ کے شعراء نے بھی مدینہ طیبہ کے حوالے سے اپنی عقیدتوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ چیدہ چیدہ اشعار قارئین کے لئے حاضر ہیں:

چلئے بس سوئے عرب ملک دکن سے جانیاؔ اب گوارا فرقتِ خیر البشر ہوتی نہیں
(عبدالوہاب جانیاؔ)

دل ہے فراق طیبہ میں مضطر تمام روز جاں ہے فراق کعبہ میں مضطر تمام رات
(عبدالوہاب اسعدؔ پاتوری)

جنت سے غرض مجھ کو نہ حوروں کی ہوس ہے مطلوب ہے اکبرؔ مجھے بستانِ مدینہ
(اکبر میاں اکبرؔ)

خدا یا مدینے میں جا کر مروں میں سوا اس کے کوئی تمنا نہیں ہے
(فتحیاب خاں عاصیؔ)

مدینہ اس لئے صد رشکِ طور آج بھی ہے — کہ اس میں نورِ خدا کا ظہور آج بھی ہے
(محمد حسن ندیم ناگپوری)

نہ کیونکر خاک چھانیں اہل دل کوئے پیمبر کی — اسی کوچے سے تو ہے راہِ فردوسِ بریں نکلی
(نہال چند پرتاپ شاہ آبادی)

یہاں کی زمیں رحمتوں کی امیں ہے — مدینہ نہیں یہ بہشت بریں ہے
(آصف الہ آبادی)

مری نگاہ نے لی بال و پر مدینے سے — حریم عرش کو چھو آئی دل کے زینے سے
(آذر سیمابی)

صد رشک آفتاب ہے وہ ذرۂ جہاں — ان کے خرامِ ناز سے جو پائمال ہے
(سالم ناگپوری)

ہم جو قسمت سے دیارِ شہِ طیبہ دیکھیں — پھر پلٹ کر نہ کبھی جانبِ دنیا دیکھیں
(یٰسین نیر)

اگر ہو یاد سے خالی تو خار ہے دنیا — جو دل میں عشقِ نبی ہو تو پھول ہے دنیا
(کلیم الدین شاد)

سبز گنبد سے گزرنے کی ادا جانتی ہے — ان کی تعظیم کے درجات ہوا جانتی ہے
(اظہر حسین اظہر)

جاگزیں مرے دل میں عظمتِ مدینہ ہے — مغفرت کی منزل؛ کا اک یہی تو زینہ ہے
(خلیل انجم)

میری کمبختی تو دیکھو اس مبارک سال میں — روضۂ احمد پہ اک خلقِ خدا تھی میں نہ تھا
(امجد حسین خطیب)

رضواں ہوں فدائے چمنِ کوئے محمد ﷺ — کس کو ہے ترے خلد کے گلزار کی خواہش
(سعید کامٹوی)

کیسی فردوسِ بریں کیسی تمنائے نجات — آؤ شاطر شہِ کونین کا روضہ دیکھیں
(شاطر حکیمی)

پیشِ نگہِ شوق مدینہ کی زمیں ہے — اب میرے خیالوں میں نہ دنیا ہے نہ دیں ہے
(طرفہ قریشی)

پہلے تو مدینہ میں تھی آنے کی تمنا
پہنچا، تو نہیں لوٹ کے جانے کی تمنا
(صابر براری)

تصور میں ہے ماہتابِ رسالت
چمکنے لگا دل نگینے کی صورت
(صابر کوثر)

ہائے ان کی حسرتِ طیبہ رہی
جانے والوں کو جو پہنچانے چلے
(مولانا سعید اعجاز کامٹوی)

طیبہ کو جاؤں دیکھوں دیارِ نبی کو میں
اپنی جبیں کو رکھ دوں مدینے کی دھول پر
(مولانا رحمت اللہ راشد)

وہ، جنت جسے دیکھنی ہو زمیں پر
بہر طور اک بار آئے مدینہ
(منشاء الرحمان منشا)

پہنچ جائے کسی صورت سے یہ طیبہ کے ساحل پر
ملے طوفاں میں راہی کو کنارا یا رسول اللہ
(شرف الدین ساحل)

آئی ہے جب بھی یاد دیارِ رسول کی
میرے تخیلات میں خوشبو سی بھر گئی
(ڈاکٹر محبوب راہی)

سر کے بل چل کے مدینے کو چلا آؤں گا
حکم تو دیجئے اک بار مدینے والے
(قاضی سید صولت حسین)

جی تو یہ چاہا پرندہ بن کے جا پہنچوں ابھی
جب تصور میں مرے شہرِ مدینہ آ گیا
(اقبال خلش)

ہوتا ہے سکوں حاصل انساں کو وہاں بیشک
رحمت سی برستی ہے ہر آن مدینے میں
(خلش تسکینی)

نبی کا در ہو، ہم ہوں، زندگی کی شام ہو عاقب
میاں واپس وہاں سے زندہ گر آئے تو کیا آئے
(خان حسنین عاقب)

ڈاکٹر سراج احمد قادری، مدیر ''دبستانِ نعت'' نے خاکسار، راقم الحروف فاروق جائسی کا مضمون بھی اس شمارہ میں شامل کر کے مجھے مفتخر کیا ہے۔ یہ مضمون ''کانپور کے چند نعت گو شعراء کا تذکرہ'' کے عنوان سے شاملِ اشاعت ہے۔ کانپور کا قیام جب سے عمل میں آیا تب ہی سے یہاں شعر و شاعری کا

رواج رہا ہے جس میں نعتِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معتد بہ حصہ ہے۔اس شہر کانپور کے تقریباً ہر شاعر نے نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر اپنی بخشش کی امید کو جلا بخشی ہے۔'' کانپور کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں مداحانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک روشن کہکشاں ہمیشہ موجود رہی ہے۔استاذی حضرت علامہ کوثرؔ جائسی، علامہ شارقؔ ایرایانی، حضرت حقؔ بنارسی، نشورؔ واحدی، منشی راج بہادر شریواستو، طیشؔ صدیقی، ساحر ہاشمی ادیبؔ، رمزؔ سیتاپوری، جلیلؔ فتح پوری، ناظرؔ صدیقی، قمرؔ سلیمانی اور شاہ منظور عالم جب تک بقید حیات رہے نعتیہ تخلیقات میں تواتر کے ساتھ مصروف رہے۔یہی نہیں ان کی تحریک سے دیگر ہم عصر شعراء نے بھی قابلِ رشک نعتیہ کلام تخلیق کیے۔'' کانپور کے سبھی شاعروں کا تذکرہ شامل کرنا طوالت کو دعوت دینا تھا اس لئے صرف گیارہ شعراء کے تذکرے تک اس مضمون کو محدود کرلیا تھا۔

متذکرہ مضمون میں کانپور کے ایک زود گو شاعر اور میرے بہت ہی عزیز دوست سید وسیمؔ الحسن ہاشمی کے نعتیہ اشعار شامل اشاعت ہیں۔افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ 'کرونا' کی منحوس وبا کے زیر اثر انھوں نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ان کی وفات مورخہ ۳۰؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات، مطابق ۱۳؍مئی ۲۰۲۱ء کی شب میں تقریباً ڈھائی بجے ہوئی۔اب وہ نگر پالیکا قبرستان کانپور میں آسودۂ خاک ہیں۔سارے قارئین سے دست بستہ گزارش ہے کہ نیک سیرت و نیک طینت سید وسیم الحسن ہاشمی کی مغفرت کی دعا ضرور کریں۔اللہ دعا کرنے والوں کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔(آمین)

اس سے قبل ایک اور استاد شاعر الحاج نصیر ناداںؔ کا بھی انتقال ۲۲؍جنوری ۲۰۲۱ء ہو چکا تھا۔ نصیر ناداںؔ صاحب کا حلقۂ تلامذہ بہت وسیع ہے۔کانپور اور بیرونِ کانپور کے بہت سے شعراء ان سے فیض یاب ہوتے تھے۔ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کی گزارش ہے۔مجھے کب یہ احساس تھا کہ جب میں اپنے مضمون کے سلسلہ میں کچھ لکھنے بیٹھوں گا تو یہ حضرات راہیِ ملکِ عدم ہو چکے ہوں گے۔

چہرے مٹنے کیلئے ہیں چہرے سب مٹ جائیں گے آئینہ تھا، آئنہ ہے، آئنہ رہ جائے گا
(حضرت اقبال خلشؔ اکبرآبادی)

متذکرہ مضمون ''کانپور کے چند نعت گو شعرا کا تذکرہ'' میں سے بھی چند اشعار قارئین کی نذر ہیں:

برتر زِ عرش درگہِ عالم پناہِ کیست جبریل امیں طواف کنِ بارگاہِ کیست
(صوفی سید شاہ علی حسن احسنؔ جائسیؒ)

قید کے حکم کی تحریر مدینے سے چلے میں یہاں سے چلوں زنجیر مدینے سے چلے
(یاورؔ وارثی)

میں نے جب مانگا خدا سے جوہرِ جاہ وحشم
میرے ہاتوں پر غبارِ کوئے سرور رکھ دیا
(مولانا الحاج قاسم حبیبی)

لگ رہا ہے جا رہا ہوں ساری دنیا چھوڑ کر
ہائے جاتا ہوں تجھے شہرِ مدینہ چھوڑ کر
(مولانا الحاج محمد میکائیل ضیائی)

کبھی ساحل پہ اپنا بھی سفینہ آ ہی جائے گا
سلامت جذبۂ صادق، مدینہ آ ہی جائے گا
(شاعر فتح پوری)

ان گناہوں پہ یہ گستاخیِ جاں تو دیکھو
چاہتی ہے کہ میں طیبہ کی ہوا سے کھیلوں
(الحاج سید ابوالحسنات حقی)

مرا بھی بلاوا مدینے سے آیا
خوشی صاحبِ بال و پر ہو گئی ہے
(الحاج داغ نیازی)

سوچا یونہی فاروق میں طیبہ کو پہنچ جاؤں
اڑتے ہوئے گزرے جو کبوتر مرے آگے
(الحاج فاروق جائسی)

پڑھ لیتا اگر طیبہ میں چالیس نمازیں
تو دل میں مرے جینے کی حسرت نہیں ہوتی
(الحاج نصیر نادان)

اے مالکِ کون ومکاں، اے شافعِ روزِ جزا
مجھ کو عطا ہو صدقۂ خاکِ مدینہ روزِ حشر
(سید وسیم الحسن ہاشمی)

یثرب نہیں ہے، شہرِ مدینہ کہو اسے
اب اس کے گوشے گوشے میں ہے مصطفیٰ کا رنگ
(ارشاد کانپوری)

مدینہ خطۂ عرشِ علا معلوم ہوتا ہے
یہاں کا ذرہ ذرہ آئینہ معلوم ہوتا ہے
(حافظ ظہیر کانپوری)

کہاں وہ بات مدینے کے سب مکانوں میں
جو بات حضرتِ ایوب کے مکان میں ہے
(آصف صفوی)

☆

جب تک دنیا قائم ہے ہمارے آقا ومولیٰ، دوعالم کے سردار، احمدِ مختار، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوتا رہے گا اور اس کی نسبت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرامگاہ

اور رشک فلک، زیارت گاہِ قدسیاں یعنی شہر مدینہ کا بھی ذکر ہوتا رہے گا۔ڈاکٹر رضوان انصاری کا مضمون ''آزادی کے بعد ضلع سیتا پور کے نعت گو شعراء کے کلام میں شہر رسول کا ذکر اور اس کی معنویت'' میں مرقوم ہے:

> ''رب العالمین نے آپ کے مزار اقدس پر دو طرح کے ملائکہ کو حاضر باشی کا حکم دیا ہے۔ پہلے قسم کے وہ ملائکہ ہیں کہ کائنات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو امتی آپ پر درود شریف پڑھتے ہیں ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ دوسرے وہ فرشتے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر صبح بعد نماز فجر حاضر ہوتے ہیں اور پھر نماز عصر کے بعد فجر کے وقت حاضر ہونے والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے حاضرِ دربارِ اقدس ہو جاتے ہیں۔ یہ فرشتے صرف ایک بار دربارِ رسالت میں آکر درود پاک پڑھتے ہیں دوبارہ آنے کا حکم نہیں۔ جو فرشتے دربارِ اقدس میں صبح و شام حاضر ہوتے ہیں ان کی تعداد ستر ہزار ہے۔''

اللہ کا کرم ہے کہ اس نے فرشتوں کو تو صرف ایک بار روضۂ مبارک پر حاضری کی اجازت دی تاکہ سارے فرشتوں کو اپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے مگر عام مسلمانان عالم کو بار بار حاضری سے نہیں منع فرمایا ہے۔اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار اس ضمن میں متذکرہ مضمون میں درج کئے گئے ہیں جو بار بار پڑھے جانے کے قابل ہیں:

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام — یوں بندگیِ زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے — رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
یہ بدلیا نہ ہوں تو کروروں کی آس جائے — اور بار گاہ، مرحمتِ عام تر کی ہے

(حضرت احمد رضا خان بریلوی)

لکھنؤ کے ارد گرد کے بہت سے قصبات، جو اب شہر کی حیثیت حاصل کر چکے ہیں، میں لکھنؤ کی ادبی فضا کے زیر اثر شعر گوئی کا بہت زیادہ رواج رہا ہے، ان میں کاکوری، بارہ بنکی، ردولی، بسواں، خیر آباد، لاہر پور، سندیلہ، ملیح آباد وغیرہ کے ساتھ ساتھ سیتا پور کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہاں کی خاک سے بھی بہت سے شعراء اٹھے اور اپنی نعتیہ شاعری سے عام لوگوں کے دلوں کو پر نور بنایا اور اپنے

لئےشفیع المذنبین کی شفاعت کا سہارا تلاش کرلیا۔ڈاکٹر رضوان انصاری رقمطراز ہیں:

''پوری دنیا کے نعت گوشعراء کی طرح ضلع سیتاپور کے اردو کے شعراء اپنے تقدیسی کلام سے روح کو بالیدگی اور توانائی عطا کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ خاص طور پر آزادی کے بعد ان شعراء کا رجحان تیزی سے اس جانب بڑھا ہے۔ان شعراء کا اجمالی تعارف کے ساتھ شہر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوراس کی معنویت پر مبنی کلام پیش کر کے جائزہ بھی لینے کی سعی کی جا رہی ہے۔''

''آزادی کے بعد ضلع سیتاپور کے نعت گوشعراء کے کلام میں شہر رسول کا ذکر اوراس کی معنویت'' میں ہر چند کہ بہت کم شعراء کوشامل کیا گیا ہے مگر جنہیں شامل مضمون کیا گیا ہے ان پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ صاحبِ مضمون نے گاگر میں ساگر بھر دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔خاص طور پر شعراء کے پورے اسمائے گرامی، تاریخ ولادت ووفات، شرف تلمذ، مجموعات کے نام اوران کے کوائف کو یکجا کرنے میں اپنی بھر پور صلاحیتوں کا استعمال کیا ہے۔پھر میں عرض کروں گا کہ یہ کام آسان نہیں ہوتا:

''ڈاکٹر رابعہ بصری کی تحقیق کے مطابق ۱۸۵۶ء سے لے کر اب تک تقریباً ۸۷رشعراء ہوئے ہیں جن میں ۳۶رہندوشعراء بھی مسلم شعراء کے دوش بدوش اردو کی خدمت میں پیش پیش رہے ہیں۔بحمدہ تعالیٰ آج بھی یہ دونوں قومیں اپنی سابقہ روایات پر عمل پیرا ہیں۔''

(ڈاکٹر رضوان انصاری سیتاپور)

متذکرہ مضمون میں روح کو جلا بخشنے والے اشعار بطورنمونۂ کلام پیش کئے گئے ہیں۔ چنداشعار قارئین کی نذر ہیں:

کعبہ ہومرے دل میں،آنکھوں میں مدینہ ہو
یا شاہِ مدینہ بس اتنی سی تمنا ہے
(جنبش خیرآبادی)

یہ جلووں کی ارزانی، رحمت کی فراوانی
جنت اتر آئی ہے کہنے کو مدینہ ہے
(ظہور بسوانی)

اے گہر بعد میں دیکھیں گے خدا کی جنت
پہلے سرکار کے روضے کی زیارت کر لیں
(گہر خیرآبادی)

اگر میں خاک بن جاؤں نبی کے شہرِ اقدس کی تو پاکیزہ ہوا کے ساتھ اڑنے میں مزا آئے
(ڈاکٹر شفیع سیتاپوری)

دنیا کی چمک دل میں ٹھہرے بھی تو کیا ٹھہرے جب دل میں مدینے کی تصویر بسا لی ہے
(حافظ مسعود محمود آبادی)

خانۂ دل یادِ آقا سے مرا معمور ہے کون کہتا ہے کہ آنکھوں سے مدینہ دور ہے
(محبوب خیر آبادی)

جہاں سب بلندیاں پست ہیں، جہاں ذرے خاک کے مست ہیں
وہ مرے حضور کا شہر ہے وہ نبی کا جائے قیام ہے
(الحاج مرزا شارق لاہرپوری)

☆

الحاج سید محمد مفیض الدین قادری، شاہجہاں پوری کا مضمون ''مدینہ منورہ کے مقدس مقامات پر ایک طائرانہ نظر'' معلومات سے بھرا ہوا ہے۔ مسجدِ نبوی، گنبدِ خضرا، ریاض الجنہ، محراب النبی، مسجدِ قباء، مسجدِ اجابہ، مسجدِ جمعہ، مسجدِ قبلتین، مسجدِ فتح، مسجدِ بنو قریظہ، مسجدِ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مسجد بنو ظفر، مسجدِ بقیع، مسجد طریق السافلہ، مسجدِ مصلیٰ، مسجدِ فتح، مسجد ذباب، مسجد سقیاء، مسجدِ میقات، جبل احد، جنت البقیع اور میدانِ خاک شفاء وغیرہ کے محل وقوع، وجہِ تسمیہ، ان مقامات کی اہمیت و عظمت، یہاں پر عبادات کا ثمرہ وغیرہ کے سلسلہ میں بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ کھجوروں کے اقسام جیسے شبلی، صفا، برنئی، عجوہ، حلوہ عنبری، صفاوی، بے دانہ، اور جلی وغیرہ کا نام لینے کے ساتھ ساتھ کچھ کھجوروں کی طبی صفات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مدینہ منورہ سے متعلق اپنے پسندیدہ اشعار سے مضمون کی تزئین کاری کی ہے۔ قلب وروح میں تازگی پیدا کرنے والے اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

تصدق ترے آمنہ کے دلارے ہے باقی تجھی سے وقارِ مدینہ
(اطہر حسین)

نظارہ خلد میں اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا وہی دیکھیں گے جنت میں جو دیکھا ہے مدینے میں
(سالم القادری بدایونی)

کرتے رہے ہیں بات مساوات کی حضور چھیڑی کبھی نہ کمتر و برتر کی کوئی بات
(ساغر وارثی، شاہجہاںپور)

مدینہ منورہ کے سلسلہ میں مضمون کے کچھ اندراجات بار بار پڑھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہیں:

''اس مقدس شہر (مدینہ منورہ) میں۔۔صرف مسلمانوں کو ہی داخل ہونے کی اجازت ہے۔اس مقدس شہر نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (ظاہری) زندگی کی دس بہاریں دیکھیں۔۔۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر روز صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھا لیا کرے اس دن اسے زہر اور جادو سے ضرر نہ پہنچے گا (بخاری)۔۔۔جبل احد کے قریب جہاں سدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے وہاں سڑک کے کنارے (جڑی) بوٹیوں کی دکانیں ہیں۔۔۔'نبی بوٹی' بے اولاد کو اللہ کے حکم سے صاحبِ اولاد بنا دیتی ہے۔'انجل' سانس کے مرض میں اور 'حرمَل' جسم کے درد میں شفا دیتی ہے۔'روغن بلسان' کئی بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔مدینے کی مہندی، سبزہ حلولی۔۔اور۔۔گلاب اپنی لطافت اور خوشبو کے لحاظ سے خاص ہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، مدینہ کے غبار میں شفا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں مدینہ میں فوت ہونے والے کی قیامت میں شفاعت کروں گا۔اس (شہر) میں طاعون کی بیماری اور دجال کا دخول محال ہے (بخاری ومسلم) (جہاں) روضۂ مبارک ہے (وہاں) ستر ہزار فرشتے صبح وشام ارمغانِ درود وسلام پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔علماء فرماتے ہیں پھر انہیں دوبارہ حاضری کا موقع صبح قیامت تک نہیں مل سکے گا۔جس نے مسجد نبوی میں چالیس وقتوں کی نمازیں پڑھیں اور کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو تو اس کے لئے دوزخ کی آگ سے نجات، عذاب سے برأت اور نفاق سے چھٹکارا لکھ دیا جاتا ہے (حدیث نبوی)۔(محراب النبی میں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ کو محراب کے اندر اس خوبی سے سمو دیا گیا ہے کہ اب نمازی کی پیشانی سجدہ کرتے وقت اس جگہ پڑتی ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک رہا کرتے تھے۔ سب سے پہلے اسی (مسجد قباء) کی بنیاد پڑی۔۔۔جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جان نثاروں کے ساتھ اعلانیہ باجماعت نماز پڑھی۔

جبل سلع کے غربی سمت میں پانچ مسجدیں ہیں۔(۱) مسجد فتح (۲) مسجد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) مسجد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) مسجد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵) مسجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تمام مساجد غزوۂ خندق کی یادگار ہیں۔(مسجد فتح کے علاوہ) بقیہ مساجد ان جگہوں پر ہیں جہاں اس نام کے صحابۂ کرام (دوران غزوہ) مقیم تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبل احد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔جبل احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شہدائے احد پر سلام پڑھو تا قیام قیامت (شہدائے کرام سلام) پڑھنے والے کو سلام کا جواب دیا کریں گے۔ان شہدائے احد کے قبور شریف خصوصاً سیدالشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف سے بارہا سلام کا جواب سنا گیا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہفتے میں ایک دن شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور اپنی امت کو قبروں کی زیارت کی تلقین فرمائی۔ روضۂ اقدس کے ٹھیک سامنے مدینہ منورہ کا قدیم قبرستان جنت البقیع ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اہل بقیع میں ستر ہزار بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔اس قبرستان میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا۔ سیدنا حضرت عباس۔۔سیدنا امام حسن۔۔حضرت اما زین العابدین۔۔حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (وغیرہ)۔۔کی قبور مقدسہ ہیں۔۔۔'میدان خاک شفا' مسجد شمس سے متصل ہے۔اس جگہ کی نشاندہی حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ زخمی اگر یہاں آ کر لوٹیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں شفا دے گا۔۔۔میدان خاک شفا کی کچھ خاک ہمارے آبائی کتب خانہ قادریہ بشیریہ، شاہجہاپور میں محفوظ ہے۔'' (سید مفیض الدین قادری کے مضمون سے اقتباس ''دبستان نعت'' صفحہ ۱۹۶ /تا ۲۰۷ /زیر ادارت ڈاکٹر سراج احمد قادری)

☆

ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب کو اللہ نے مدیرانہ صلاحتوں سے تو نوازا ہی ہے نیز ان کو یہ بھی ملکہ عطا فرمایا ہے کہ دبستانِ نعت کے لئے جس زاوئے سے چاہتے ہیں صاحبان قلم سے مضمون لکھوا لیتے ہیں۔ اسی لئے دبستانِ نعت میں شائع ہونے والے مضامین اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔ وہ بہترین لکھنے والوں کو اپنے قارئین سے روشناس کراتے رہتے ہیں۔ پرفیسر عبدالحق (دہلی) کا مضمون ''حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شعر اقبالؔ'' اسی نوعیت کا منفرد مضمون ہے۔ علامہ اقبالؔ کی شاعری میں پروفیسر صاحب قرآن و احادیث کے حوالے سے راقمطراز ہیں:

> ''سیرتِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعری ثقافت کا سب سے محترم موضوع سخن ہے۔ تقریباً ہر سخنور نے ذکرِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی تخلیق کو پرنور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اقبالؔ کے سرمایۂ قلم میں نہ نعت ہے نہ سیرتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی کتاب مگر تخلیقات میں ذکرِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نور فشانی ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ کہیں برملا و بے حجاب ہے تو کہیں پر اسرار حرفِ راز بن کے معنی کے نہاں خانوں میں پوشیدہ۔۔۔ اقبالؔ نے اپنے عشق کو وجدان والہام سے ہم آمیز کیا ہے۔ ان کے فکری نظام کا مصدرِ اعظم نبی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اقبالؔ معترف ہیں کہ عالمِ آب و خاک میں اسی کے ظہور سے سب کو فروغِ نظر حاصل ہے۔۔۔ اقبالؔ کے اشعار میں جگہ جگہ اسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا منصب نبوت کا تذکرہ ہے ساتھ ہی ذاتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کا حوالہ بھی منظوم ہوا ہے۔ فکر اقبالؔ کا سب سے اہم سرچشمہ قرآن ہے۔۔۔ اقبالؔ کی آرزو تھی کہ وہ قرآن کی تفسیر قلم بند کرتے۔۔۔ ''مضامین اقبالؔ'' میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مبارک پر ایک مقالہ قلمبند کیا ہے جو نظریۂ ادب کا سب سے اہم اور مہتم با لشان ضابطۂ تخلیق کی حیثیت رکھتا ہے۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امرأ القیس کی شاعری پر ارشاد فرماتے ہوئے کہا تھا کہ (وہ) ۔۔شاعروں کا سردار تو ہے مگر جہنم کے مرحلے میں ان کا سپہ سالار بھی ہے،، تخلیق کا یہ نصب العین نہیں کہ حقائق زندگی سے گریز سکھائے۔۔۔ گویا فن برائے فن ایک اندوہناک تصور ہے۔۔۔ اسی مقالے میں (علامہ اقبال

نے) مشہور شاعر عنترہ کے شعر پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعریفی کلمات کو نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عرب کی تعریف نے میرے دل میں اسکا شوقِ ملاقات نہیں پیدا کیا لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اس شعر کے نگارندے کو دیکھنے کو میرا دل بے اختیار چاہتا ہے۔۔۔عنترہ کا شعر صحت بخش زندگی کی جیتی جاگتی اور بولتی تصویر ہے جو تعیش کی جگہ سخت کوشی وجد و جہد کو دعوت دیتا ہے۔ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چودہ سو برس پہلے ادب برائے زندگی کو خوش آمدید کہا۔ اقبال نے احادیث سے اجتہادی استدلال بھی کیا ہے۔'' (پروفیسر عبدالحق)

پروفیسر عبدالحق نے جو یہ فرمایا ہے کہ ''حدیث پاک کے حوالوں کی کثرت فارسی شاعری میں ہے یہ اردو میں بہت کم منظوم ہوئے ہیں'' سے میں پوری طرح متفق نہیں ہوں اردو شاعری ایسے قصائد اور اشعار سے بھری پڑی ہے جس میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی کا برمحل اور خوبصورت استعمال ہوا ہے۔ مثال کے لئے صرف اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی ہی بہت کافی ہے۔ متذکرہ مضمون میں مجھے تشنگی کا بھی احساس ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر علامہ اقبال کے اشعار کا صرف ایک مصرع ہی لکھ دیا گیا ہے، جہاں دونوں مصاریع دئے گئے ہیں وہاں عربی لفظیات کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس لئے پوری بات ان ہی کی سمجھ میں آسکے گی جنھوں نے علامہ اقبال کے کلام اور قرآن وحدیث کا عمیق مطالعہ کیا ہوگا ورنہ مجھ جیسے کم علم کے لئے مفہوم ''دربطنِ مصنف'' ہوکر رہ جائے گا۔ مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ پروفیسر صاحب کہیں کہیں اپنے موضوع سے ہٹ کر احادیث کے ضعیف، اور موضوع ہونے یا اس کے مصدقہ ہونے پر گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ مجھ پر ان کے اس جملہ کا مفہوم بھی نہیں واضح ہو سکا کہ ''انہوں (علامہ اقبال) نے قوموں کی وحدت کو اندوہناک بتایا ہے'' یہاں اگر مثال دے دیتے تو شاید اس جملے کا مفہوم واضح ہو سکتا تھا۔ اشعار نقل کرنے میں کئی جگہوں پر اغلاط در آئی ہیں، اس وجہ سے مصرع ناموزوں ہو گیا ہے۔ صرف ایک مثال حاضر ہے:

'ضعیف' ایمان است و دل گیری است غم 'نوجوانا ! نیمۂ پیری است غم

(پہلے مصرع میں ''ضعف' اور دوسرے میں 'نوجواناں' کا محل ہے صفحہ ۲۲۷)

☆

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کا مضمون ''اردو کی اوّلین تخلیق 'مثنوی چنداین' کا لسانی مطالعہ'' ایک

تاریخی، تحقیقی، لسانی، فنی اور عروضی مبحث پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر آزاد ایسی شخصیت کا نام ہے جو کہنہ سال ہونے کے باوجود نوجوانوں جیسا دل و دماغ رکھتے ہیں۔ وہ لگاتار مذہبی اور ادبی کار ہائے نمایاں انجام دیتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مطالعہ اور زورِ استدلال سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ملّا داؤد کی تخلیق ''مثنوی چندائن'' ہی اردو ادب کی پہلی تخلیق ہے۔ انہوں نے اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر ایسے دلائل دیئے ہیں جن سے اگر مصنف خود بھی چاہے تو سرِ مو انحراف نہیں کر سکتا۔ ان کے اس دعوے کی دلیل کے لئے خود ملّا داؤد کے یہ دو مصرعے ہی بہت کافی ہیں:

پُن میں آکھر کی سدھ پائی　　ترکی لکھ لکھ ہندکی گائی

(پھر میں نے ان حروف کی حقیقت پائی، جسے ترکی یعنی فارسی رسم الخط میں لکھ کر ہندکی میں گایا)

شیخ احمد داؤد المعروف بہ ''ملا داؤد ڈلموی'' کی معرکۃ الآرا تصنیف مثنوی ''چندائن'' کی تصنیف کے بارے میں ڈاکٹر اسماعیل آزاد اپنے مندرجہ بالا مضمون میں فرماتے ہیں:

> ''شمسی حساب سے مثنوی چندائن کی تخلیق آج سے چھ سو چالیس سال پیشتر اور قمری اعتبار سے چھ سو ساٹھ سالوں پیشتر ۱۳۸۰ء۔۱۳۸۱ء (مطابق) ۱۳۷۹ھ۔۱۳۸۰ھ میں ہوئی تھی۔ یہ اردو اور ہندی دونوں زبانوں کا اوّلین اور قدیم ترین ادبی و لسانی نمونہ ہے، جسے ملّا داؤد نے تغلقی عہد میں کمال الدین فیروز شاہ تغلق کے عہد حیات ۷۰۹ھ تا ۷۹۲ھ، عہد سلطنت ۷۵۲ھ تا ۷۹۰ھ میں (ضلع) رائے بریلی کے ایک قصبہ ڈلموؤ میں تخلیق کیا تھا۔ جو کانپور سے ۶۱ رمیل، رائے بریلی سے ۴۴ رمیل اور فتح پور سے ۲۸ رکیلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ واضح ہو کہ ڈلموؤ کا قلعہ راجہ ڈال دیو کا تعمیر کردہ ہے۔ (سلطان) التمش ۶۰۷ھ۔ ۶۳۳ھ نے اس علاقہ ڈلموؤ کو عالم گیر شہرت عطا کی۔ ملّا داؤد کے بڑے پوتے شیخ تقی الدین واعظ ربانی نے اپنے وطن اصلی (قصبہ) 'رودولی' سے ہجرت کر کے دلی کی سکونت اختیار کر لی تھی اور درس و تدریس کر کے اپنا گزر بسر کرتے تھے۔ اہل علم نے (شیخ تقی سے) دریافت کیا کہ آپ اس مثنوی کے اشعار منبر کے اوپر سے کیوں پڑھا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس میں قرآنی آیات کی تشریح ہے، اس میں صوفیانہ مسائل کی توضیح ہے اور اس سے اہل اللہ کے قلوب کو تسکین ملتی ہے۔ اس سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ مثنوی عوام و خواص کے فہم کے اندر تھی۔ ورنہ

(شیخ تقی) واعظ ربانی وعظ کے درمیان نہ یہ ابیات پڑھتے اور نہ سامعین ان سے یہ سوال کرتے اور نہ ان کے جواب سے انہیں طمانیت قلب حاصل ہوتی۔ملاّ داؤد کے زمانے میں اس مثنوی کی زبان کا نام 'ہندکی' تھا جیسا کہ خود ملاّ داؤد ۔۔۔فرماتے ہیں پُن مَیں آکھر کی سدھ پائی ۔۔۔ترکی لکھ لکھ ہندکی گائی، یعنی پھر میں نے ان حروف کی حقیقت پائی۔ میں نے ترکی لکھ لکھ کر ہندکی گائی یعنی یہ کہ اس کی زبان ہندکی اور اس کا رسم الخط ترکی یعنی فارسی ہے۔یہی زبان عبدالقادر بدایونی کے عہد میں ہندوی کہی جاتی تھی اور اس کے بعد مختلف عہدوں میں ہندوستانی، ہندی، ریختہ اردوئے معلیٰ ناموں سے معنون ہوتے ہوئے اردو نام سے جانی جانے لگی ۔۔۔اس مثنوی میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کی زبانوں کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔اس زبان میں ہندوستان کے مختلف خطوں کی زبانوں کا خون شامل ہے اور یہ زبان برصغیر کی ہند آریائی زبانوں کی عادِ اعظم ہے۔"

(ڈاکٹر اسماعیل آزادؔ)

ڈاکٹر اسماعیل آزادؔ نے اس مثنوی 'چنداین' میں استعمال کیے گئے الفاظ کا بہت عرق ریزی سے مطالعہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ بہت سے وہ الفاظ جو چنداین میں استعمال کئے گئے ہیں وہ آج بھی اسی طرح ہندی اور اردو زبانوں میں مستعمل ہیں۔انہوں نے ہر دو زبانوں میں واحد و جمع، مذکر و مونث، ماضی حال و مستقبل، فعل و فاعل کے استخراج سے بحث کی ہے جو بہت ہی افادیت کی حامل ہے۔انہوں نے اس مثنوی میں استعمال ہونے والے صنائع بدائع، تشبیہ و استعارہ، مجاز و کنایہ، محاورہ و ضرب الامثال، روزمرہ اور فنی خصوصیات کا بہت تفصیل سے جائزہ لیا ہے اور جگہ جگہ مثنوی کی ابیات مثال کے طور پر پیش کی ہیں۔اگر ان ابیات کا ترجمہ بھی دے دیتے تو اس مضمون کی افادیت اور بڑھ جاتی کیوں کہ بہت سے الفاظ جو اس مثنوی میں استعمال ہوئے ہیں وہ اب لغت میں بھی دستیاب نہیں ہیں۔یہ کام علاقائی زبان پر دسترس رکھنے والا ہی کر سکتا ہے۔ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب کی اطلاع کے مطابق چنداین کا اردو ترجمہ دلی سے شایع ہو چکا ہے۔تشنگان علم اس سے استفادہ کر سکتے ہیں:

۔۔۔۔۔"ملاّ داؤد نے اپنی مثنوی میں اپنے عہد کی معاشرت اور ذہنی کشادگی نیز ہندو مسلم اتحاد کی بات بھی کی ہے ۔۔۔اس زمانہ میں معدلت پسندی، نرم خوئی مل جل کر رہنے کی خو، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر رحم کرنے

کی عادات مستحکم تھیں اور معتدل پسندی اس زمانہ کے لوگوں کی رگ رگ میں رواں دواں تھی لیکن اس زمانہ میں بھی بہت سے اسقام و معائب تھے مثلاً بچپن کی شادیاں۔۔۔ چندا (مثنوی کا مرکزی کردار) اور مینا دونوں ہی بال بیاہیاں ہیں۔۔۔۔ان کی عمریں، مثنوی میں ان کی سراپا نگاری کے دوران تخمیناً ۱۶/ اور ۱۴۔ ۱۵/ سال تھیں، جس کا علم مثنوی میں بیان کردہ ان دونوں کے مقیاس الشباب کی کیفیات سے بھی ہوتا ہے۔ ملاّ داؤد نے قسطاس الشباب کی بابت بکثرت، بالصراحت اور بے محابا بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ مقیاس الشباب کی موزونیت اور ان کی دلکشی، ان کی سیدھی، الٹی، ترچھی اور الجھی ہوئی رگوں کی رہین منت ہے، جن میں صحت مند، توانا اور جوان خون گردش کر رہا ہے۔ ملاّ داؤد نے اس زمانہ کے لوگوں کے معتقدات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ لوگ جادوٹونے اور گنیوں کے تنتر منتر کے قائل تھے۔ لیکن عام طور پر اس زمانہ کے لوگ سیدھے سادے اور مذہبی ہوتے تھے۔''

(ڈاکٹر اسماعیل آزاؔد)

ڈاکٹر آزاؔد نے مثنوی کی عروضی دروبست پر بھی نگاہ ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ اس کا ہر بند چھ ابیات (اشعار) پر مبنی ہے۔ پہلے پانچ ابیات میں ہر بیت کے ارکان کی تعداد آٹھ ہے مگر چھٹے (ٹیپ کے) بند میں بارہ ارکان ہیں اور اس مثنوی کی بحر، بحر متقارب ہے جس کا بنیادی رکن 'فعولن' ہے، یہاں تک تو بات درست ہے مگر میں مثال کے طور پر صفحہ ۲۶۵/ پر دیئے گئے بند کی تقطیع سے بالکل متفق نہیں ہوں۔ اس تقطیع میں بنیادی اغلاط ہیں۔ جیسے 'پرکھ' کی تقطیع 'فعول' کی گئی ہے جبکہ یہ 'فعل' کے وزن پر ہے۔ ان کی تقطیع سراسر اغلاط سے پر ہے۔ مصرع ''پرکھ پیکر سرجس اجیارا'' اور آزاؔد صاحب کی تقطیع (فعول فعلن فعلن فعلن) بالکل نامناسب اور غلط ہے۔ میرے خیال میں مصرع یوں رہا ہوگا؛۔ 'پورکھ پیکر جس اجیارا' اب اس کی تقطیع (فعلن فعلن فعلن فعلن) کی جاسکتی ہے اور معنی بھی واضح ہورہے ہیں۔ ویسے بھی علم عروض (جیسا کہ آزاؔد صاحب نے فرمایا ہے کہ تین دنوں میں سیکھا ہے) ایک بحر زخار ہے جسے تین دن کیا تیس سالوں میں بھی شاید ہی کوئی عبور کر سکے۔ آزاؔد صاحب نے ڈاکٹر اشفاق انجم کا نام اپنی عروض دانی میں نہ شامل کیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔

آزاؔد صاحب نے فرمایا کہ ''راقم کو چنداین میں فی الحال دو تسامحات نظر نواز ہوئے''۔۔۔ چہُ مہہ پنچواں اور نہ سنی (چاروں طرف پانچواں کوئی نہیں سنا یعنی پانچواں خلیفہ کا نام نہیں سنا) واضح ہو کہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ کے بعد چار نہیں پانچ خلفاء ہوئے ہیں۔ ملاّ داؤد نے خلفاء کی تعداد چار میں محصور کردی۔۔۔۔جو کہ نادرست ہے۔''

میں ناچیز عرض گزار ہوں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ ومنزلت سے کسے انکار ہوسکتا ہے،ان کی عظمت پر شک کرنے والے کا ایمان ہی خطرے میں پڑ جائے گا،مگر ہمارے اسلاف نے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں چار اصحاب کرام کا نام ہی شامل کیا ہے۔اسی لئے یہ شعر ایک زمانے سے بہت ہی مشہور اور زباں زدِ خاص و عام ہے؛۔میرا خیال ہے کہ ملاّ داؤد کو اس سلسلہ میں تسامح ہوا ہے:

چراغ و مسجد و محراب منبر ابو بکرو عمر عثمان و حیدر

ڈاکٹر آزاد،ملاّ داؤد کے دوسرے تسامح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ۔''پاپو لکھ نوا ٓکھر کارے،اس مصرع میں کلمۂ شہادت میں نو اکھر بتلائے گئے ہیں،جبکہ مختصر ترین کلمۂ شہادت میں نوا ٓکھر یا کھر نہیں بلکہ نو الفاظ ہیں'۔اس ضمن میں راقم عرض گزار ہے کہ یہ''مثنوی چنداین'اردو کی ابتدائی زبان میں ہے۔ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں اکھر بمعنی شبد یا لفظ بھی مستعمل رہے ہوں یا پھر علاقائی طور پر یہی صورت حال رہی ہو۔میں یہ نہیں سمجھتا کہ ملاّ داؤد کو شبد اور آکھر میں فرق نہ معلوم رہا ہو۔

پرانے وقتوں میں جب زبان تشکیل کے مراحل میں تھی تو بہت سے الفاظ کے وہ معنی نہیں لئے جاتے تھے جو اب لئے جاتے ہیں۔جیسے درجِ ذیل رباعی جو مشہور شاعر رودکی سے منسوب ہے:

در رہگزرِ باد چراغے کہ تراست ترسیم بمیرد از فراغے کہ تراست

بوئے جگرِ سوختہ عالم بہ گرفت گرتو نہ شنیدی زہے دماغے کہ تراست

میں لفظ'شنیدی' سونگھنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے،اسی طرح ملاّ داؤد کے زمانہ اور علاقہ میں'اکھر' اور'شبد' ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتے رہے ہوں گے۔اسی لئے ملاّ داؤد نے بھی اسے ویسے ہی استعمال کیا جیسے کہ ان کے زمانے میں مستعمل تھا۔۔۔مندرجہ بالا مثال سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ملاّ داؤد کو یہاں بھی تسامح نہیں ہوا ہے۔ہاں ہندی ادیبوں کے سلسلہ میں انہوں نے جو انگشت نمائی کی ہے وہ درست ہے کہ'' ہندی ادب کے محققین کے یہاں فارسی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر متعدد اغلاط در آئے ہیں۔''

ان کا یہ جملہ بھی بہت قیمتی اور حق بجانب ہے کہ''۔۔۔ان سب کے باوجود ہندی والوں نے اس مثنوی پر جتنا کام کیا ہے وہ قابلِ قدر ہے۔۔۔چنداین کے سیاق وسباق میں ہندی والوں کو اردو

والوں پر تقدم زمانی حاصل ہے''۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد بہت ہی قابل، باعلم، باصلاحت، پرمغز اور بالغ نظر مصنف ہیں میں ان کی درازیِ عمر اور بہتر صحت کے لئے دعا گو ہوں۔

☆

پروفیسر ابوسفیان اصلاحی (علی گڑھ) کا مضمون ''امام بوصیری کی نعتیہ شاعری، دو قصیدوں کی روشنی میں''، رقمطراز ہیں کہ:

> '' آپ کی شہرتِ مدام کا سبب آپ کی نعتیہ شاعری بالخصوص آپ کا قصیدۂ بردہ ہے جس کا مطلع 'امن تذکرہ جیران بذی سلم' ہے۔۔۔۔ یہ قصیدہ بوصیری نے بحالت مرض منظوم کیا۔ جس کی برکت سے آپ کو شفا ملی۔ اس کی دوسری برکت یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں آئے۔''

پروفیسر ابوسفیان اصلاحی کے اس مضمون میں سب سے قابلِ اعتراض پہلو یہ ہے کہ انھوں نے اپنے بزرگوں اور ہم عصروں کا نام تو بہت احترام سے لیا ہے جیسے محترمہ ڈاکٹر رؤفہ اقبال، علامہ شبلی، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا فراہی، علامہ اقبال، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ حافظ ذکا اللہ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، اور باباصاحب امبید کر وغیرہ۔ متذکرہ سارے ناموں کے ساتھ احترامیہ لفظوں کا سابقہ ولاحقہ استعمال کیا گیا ہے مشہور بھی ہے کہ باادب بانصیب بے ادب بے نصیب، مگر انہوں نے حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام کم وبیش اسّی (۸۰) بار لکھا ہے اور غلطی سے بھی ان کے نام کے ساتھ احترامیہ الفاظ استعمال نہیں کیے، یہی نہیں حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم گرامی کے ساتھ بھی ان کا رویہ ویسا ہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کی نظر میں ان مداحانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بزرگوں کا کہنا سچ ہے کہ نام کا اثر شخصیت پر بہت گہرا ہوتا ہے۔

ایسی محترم شخصیت جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا، جو اپنے عصر کے قابل ترین عالموں میں شمار ہوتا تھا، جس کو بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انعام مرحمت فرمایا گیا اس کے نام کی اہمیت اصلاحی صاحب کی نظر میں کیا ہے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے اور ان کے باطن کا بھی پتہ دیتا ہے۔ ان کے اس رویہ پر تاسف کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر اصلاحی

صاحب نے امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بے جا اعتراضات کی جھڑی لگا دی ہے، ایسا لگتا ہے کہ اصلاحی صاحب کو امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ اسلامیات پر دسترس حاصل ہے اور وہ امام صاحب کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔

صفحہ ۲۷۱ پر اصلاحی صاحب نے لکھا ہے:

> ''معجزات کے متعلق بہت سی روایات نا قابلِ اعتبار ہیں۔عرب شعراء کا یہ خصوصی میدان رہا ہے۔ بہت سے معجزات استناد پر نہیں اترتے۔اردو شاعری میں معجزات کا ذکر نہیں کے برابر ہے بلکہ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ موضوعات اور تقدیم کے اعتبار سے اردو نعت گو شعراء کو عرب نعت گو شعراء پر تفوق حاصل ہے۔''

میں سوال کرنا چاہتا ہوں وہ کون سے معجزات ہیں جو نا قابلِ یقین ہیں۔اس کی کوئی صراحت اور مثال اصلاحی صاحب کے مضمون میں نہیں ہے۔معجزات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلے میں بہت سی کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔تعجب ہے کہ وہ اصلاحی صاحب کی نظروں سے نہیں گزریں۔میرا نیاز مندانہ مشورہ ہے کہ وہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور زمانہ تصنیف ''مدارج النبوۃ'' کا مطالعہ فرمالیں اس میں ایک پورا باب اس ضمن میں شامل ہے۔جناب سعید احمد کاظمی کا رسالہ بھی ان شکایت کو رفع کر سکتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ ''اردو شاعری میں معجزات کا ذکر نہیں کے برابر ہے'' تو اس سے بھی میں متفق نہیں ہوں۔ پتہ نہیں پروفیسر صاحب نے کتنے نعت گو شعراء کے کلام کا مطالعہ کر لیا ہے جس کی بنا پر وہ یہ بات کہہ رہے ہیں۔ میں ان سے جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کون سا معجزہ ہے جس کو اردو شاعروں نے نہیں نظم کیا ہے۔صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شاعری ہی کا مطالعہ کر لیتے تو ان کو اردو شاعروں سے یہ شکایت نہ رہ جاتی۔اردو شاعری تو معجزات کے بیان سے بھری ہے بس تجسس اور نگاہ ایمانی کی ضرورت ہے۔

صفحہ ۲۷۵ پر اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

> ''۔۔ان (کے) اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ'' وہ (حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جسمانی معراج کے قائل تھے۔قرآنِ کریم سے یہی مترشح ہوتا ہے۔سرسید نے اپنے مقالات میں ایک طویل مقالہ یہ ثابت کرنے کے

لئے تحریر کیا کہ معراج روحانی ہوئی تھی ۔''

مجھ ناچیز کا یہ عرض کرنا ہے کہ جب پروفیسر صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کریم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جسمانی معراج مترشح ہے تو پھر سرسید کی متنازعہ رائے کو سامنے لاکر قارئین کو وسوسہ میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا قرآن کریم پر سرسید کی رائے کو فوقیت دینا چاہتے ہیں؟ مجھے یہ بھی عرض کرنے دیجئے کہ 'سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ' میں عبد کا لفظ ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روحانی اور جسمانی معراج بیک وقت ہوئی ہے۔ کیونکہ روح اور جسم دونوں کے مجموعے پر عبد کا اطلاق ہوتا ہے صرف روح پر نہیں۔ اس حقیقت پر تو عالم اسلام متفق ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرش سے عرش تک لے جانے کے لئے براق کا اہتمام کیا گیا تھا تو کیا ''روح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کو عرش پر لے جانے کے لئے براق کا اہتمام کیا گیا تھا؟ ظاہر ہوا کہ معراج جسمانی تھی ورنہ صرف روح کے لئے براق کا اہتمام نہ کیا جاتا۔

صفحہ ۲۸۷ر پر سورہ شوریٰ کی آیت ۲۳ر کا ترجمہ انہوں نے یوں کیا ہے:

> ''کہہ دو کہ تم لوگوں سے کسی اجرت کا خواستگار نہیں ہوں۔ بجز قرابتداری میں محبت کے۔''

اصلاحی صاحب نے اس آیت کریمہ کا لفظی ترجمہ تو کر دیا مگر اس کے اصل مقصد کو نہ بیان کر سکے۔ 'بجز قرابتداری میں محبت کے' کہہ کر کے اس محبت کو عام کر دیا جبکہ یہ آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں ترجمہ کیا ہے، ''کہہ دو کہ تم لوگوں سے کسی اجرت کا خواستگار نہیں ہوں بجز قرابت کی محبت کے''۔ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں ہدایت وارشاد پر کچھ اجرت نہیں چاہتا لیکن قرابت کے حقوق تم پر واجب ہیں ان کا لحاظ کرو اور میرے قرابت والے تمہارے بھی قرابتی ہیں انہیں ایذا نہ دو۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قرابت والوں سے مراد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پاک ہے۔ (بخاری)۔۔۔۔ایک قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ اقارب مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔''

صفحہ ۲۸۸ر پر اصلاحی صاحب نے لکھا ہے:

> ''نعت گو شعراء کی نظریں محض مدینہ تک محدود رہتی ہیں جبکہ زندگی کی

ابتدائی اور اہم موڑوں کا تعلق مکہ مکرمہ سے ہے''۔

مجھے عرض کرنا ہے کہ صنف نعت کے شعراء، نقاد اور صاحبان نظر کا ماننا ہے کہ نعت کا مفہوم ہی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان سے تعلق رکھنے والی ہر شے کی تعریف وتوصیف کرنی اور شاتمان شان نبوت کا رد بھی کرنا شامل ہے۔ اب اس میں زیادہ تر گفتگو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مدینہ کے حوالہ ہی سے کی جائے گی کیونکہ مدینہ کی عظمت اپنی جگہ مسلم ہے اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام عمل بھی رہا ہے، ہاں جب اللہ جل جلالہُ کی حمد کی جائے گی تو مکہ مکرمہ کی عظمت اور کعبۃ اللہ کی شان کا بیان ضرور کیا جائے گا۔

صفحہ ۲۹۰/ پر اصلاحی صاحب کہتے ہیں:

> ''حبّ رسول آنکھوں سے پرنالہ بن کر بہتی ہے۔ حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رستے ہوئے زخموں کے اندمال کا تصور لا حاصل۔''

مجھے عرض کرنا ہے کہ مندرجہ بالا دونوں جملے بے انتہا بھونڈے، رکیک اور اہانت آمیز ہیں۔ پروفیسر صاحب! حبّ رسول میں آنکھوں سے پرنالہ نہیں بہتا بلکہ گوہرِ انفعال اور حاضری کی خوشی کے موتی جاری ہو جاتے ہیں، نیز حبّ رسول سے زخم نہیں رستے بلکہ رستے ہوئے زخموں کا اندمال ہوتا ہے۔ اصلاحی صاحب کو محبانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذرا بھی پاس ولحاظ ہوتا تو یہ جملے ضرور سنبھال کر لکھتے جیسے کہ اپنے گروپ اور ہم عقیدہ لوگوں کے سلسلہ میں احتیاط سے القاب وآداب والے جملے تراشے ہیں۔

صفحہ ۲۹۰/۹۱/ پر امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قصیدے پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اس قصیدے میں بوصیری نے آل بیت سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔۔۔ بنوامیہ کو ہدفِ تنقید بھی بنایا ہے۔۔۔ واقعۂ کربلا کو صحیح تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ سیاسی تناؤ کے سبب وجود میں آنے والی روایات کو پرکھنے کی حاجت ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے تعلق سے صداقت ودیانت سے کام لینے کا تقاضا ہے۔۔۔ آل بیت اور بنوامیہ پر لکھتے ہوئے انسان معروضیت کو نظر اندازِ کر دیتا ہے ایسا کچھ بوصیری کے یہاں بھی محسوس ہوتا ہے۔ مولانا ابوالحسن ندوی کی ''المرتضیٰ'' بھی معروضیت سے خالی ہے۔۔۔ صحابہ کرام کے تئیں آپ کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے حوارین سے صحابہ کرام کا درجہ بلند ہے اور دور اندیشی میں ان

کا رتبہ برتر ہے۔''

میں اصلاحی صاحب کی ہمت و جرأت اور شقاوت قلبی کا قائل ہو گیا کہ وہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے عالم و شاعر کو ہدفِ تنقید بنا رہے ہیں جن کو ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سندِ پسندیدگی حاصل ہو چکی ہے اور وہ اس کے صلہ میں انعام سے بھی نوازے جا چکے ہیں۔اس واقعہ کو استناد کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔۔۔گویا اصلاحی صاحب کو (خاکم بدہن) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ فنِ شعر پر عبور و دسترس حاصل ہے۔

اصلاحی صاحب کو معلوم ہو کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نعتیہ شاعری قرآن و احادیث کی پابندی کے ساتھ تخلیق ہوئی ہے۔قصیدۂ بردہ شریف ہو یا پھر وہ دونوں قصائد جن پر اصلاحی صاحب نے اپنے زیرِ نظر مضمون میں کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے، ان سارے قصائد کے نفس مضامین تقریباً ایک ہی جیسے ہیں۔اس سلسلہ میں قصیدۂ بردہ شریف کی شرح لکھنے والوں کو بھی نظر میں رکھا جانا چاہئے کہ یہ سارے قصائد قرآن اور احادیث کے دائرہ ہی میں ہیں۔ان حضرات کے اسمائے گرامی محترم مولانا نفیس احمد مصباحی صاحب نے اپنی تصنیف ''کشف بردہ'' میں تحریر کئے ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

شیخ علی بن محمد بستامی شاہرودی، شیخ بدرالدین محمد بن محمد غزی، شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ، قاضی بحر بن رئیس بن الہارونی مالکی، مولانا عبیداللہ محمد بن یعقوب فناری، شیخ حسام الدین حسن عباسی، شیخ شرف الدین علی یزدی۔شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن زمردی، شیخ کمال الدین حسین خوارزمی، شیخ جمال الدین عبداللہ بن یوسف معروف بہ ابن ہشام نحوی، شیخ زین الدین خالد بن عبداللہ ازہری، شیخ جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی، شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر، شیخ خیرالدین خضر بن عمر عطوفی، شیخ زین الدین ابوالمظفر طاہر بن حسن، شیخ ابوعبداللہ بن احمد بن مرزوق تلمسانی، شیخ احمد بن مصطفیٰ، الشیخ الفاضل مسعود بن یحیٰ حسینی، شیخ یحییٰ بن منصور بن یحیٰ حسنی، امام فخرالدین احمد بن محمد بن ابوبکر شیرازی، شیخ محمد بن ملا ابوبکر بن محمد بن ملا سلیمان کردی سہرائی حنفی، شیخ جلال بن قوام بن الحکم، ملا نورالدین علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی، شیخ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، شیخ قاضی زکریا بن محمد انصاری، ملا عصام الدین ابراہیم بن عرب شاہ اسفرائنی، شیخ جلال الدین احمد بن محمد خجندی، شیخ یوسف بن ابی اللطف قدسی، شیخ عمر بن احمد آفندی خرپوتی شافعی، علامہ ابراہیم باجوری مصری، علامہ محمد نور بخش توکلی، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری وغیرہ جیسے اکابرین علمائے دین شامل ہیں، ان میں سے کسی شارح نے علامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر انگشت نمائی کا کوئی حوالہ اصلاحی صاحب نے اپنے

مضمون میں نہیں دیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے امام بوصیری کے اشعار پر کہ ان کی تنقید صرف تنقیص تک محدود ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید پلید کے سلسلہ میں اکابرین اسلام نے تحقیق کی رو سے سب کچھ صحیح صحیح لکھ دیا ہے اور سارے معاملات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکے ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کی تصنیف ''المرتضیٰ'' اس پر شاہد ہے۔ اب اس کے بعد کیا وہ یزید پلید کو (**نعوذ باللّٰہ من ذالک**) رحمت اللہ لکھنے کے متمنی ہیں، اور کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا حشر انکے یزید کے ساتھ ہو۔

صحابہ کرام کے ضمن میں امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو لکھا وہ سراسر درست ہے۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں جہانوں میں اللہ کے بعد سب سے افضل و برتر ہیں تو ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دیگر نبیوں کے حواریین سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ یہ تو ایک طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے مگر اصلاحی صاحب؟

صفحہ ۲۹۲ر پر مرقوم امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو اشعار پر، جن کا ترجمہ ہے، ''اے اللہ کے رسول ہماری مدد کیجئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہمارے مددگار ہیں، جب مخلوق کو شدت ہوتی ہے تو بارش خوب ہوتی ہے اور سخی ترین رسول کی وابستگی سے ہمارے غم دور ہوتے ہیں اور گناہ زائل ہوتے ہیں۔'' ان اشعار پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے صفحہ ۳۹۲ر پر اصلاحی صاحب معترض ہیں کہ:

> ''بوصیری نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غوث قرار دیا ہے
> جو قرآنی استعانت کے برعکس ہے۔ استعانت اور استمداد کا جواز صرف اللہ
> رب العزت سے ہے۔''

اس سلسلہ میں عرض گزار ہوں کہ ''جب کسی کو مظہر عونِ الٰہی تسلیم کرلیا جائے اور اس کے حق میں الوہیت یا لوازم الوہیّت کا کوئی عقیدہ نہ ہو تو اس کی امداد و استعانت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی مدد و استعانت ہوگی جو کہ "**ایاک نستعین**" کی مدلول ہے کیونکہ مقربان حق کی امداد، امداد الٰہی ہے، استعانت بالغیر نہیں۔ اگر اس آیت کے وہ معنی ہوتے جو وہابیہ (یا اصلاحی صاحب) سمجھتے ہیں تو قرآن پاک میں "**اعینو بالقوۃ**" اور " **استعینو باالصبر والصلاح** " کیوں وارد ہوتا اور احادیث میں اہل اللہ سے استعانت کی کیوں تعلیم دی جاتی''

(''عبادت واستعانت'' از: غزالیِ عصر۔ علامہ سید احمد کاظمی)

اسی ضمن میں اصلاحی صاحب کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر جو "**ایاک نستعین**" کے تحت ''تفسیر عزیزی'' میں مرقوم ہے ضرور دیکھ لینی چاہئے۔شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت طلبی درست اور اسلامی نظریہ کے عین مطابق ہے۔محدث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید رقمطراز ہیں:

> ''لیکن یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ غیر اللہ سے استعانت اس وقت حرام ہوگی جب اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اسکو عون الٰہی کا مظہر نہ جانے لیکن اگر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور غیر اللہ کو مظہر عون سمجھتا ہو اور اسباب و حکمتِ الٰہی کو پیش نظر رکھے اور غیر سے استعانت ظاہر کرے تو یہ عرفان الٰہی سے بعید نہیں اور شریعت میں بھی جائز ہے اس قسم کی استعانت انبیاء اور اولیاء نے بھی غیر اللہ سے کی ہے اور حقیت میں یہ استعانت غیر سے نہیں بلکہ خود حق تعالیٰ سے ہی ہے۔''
>
> (''تفسیر عزیزی''از: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پارۂ اوّل)

استغاثہ واستمداد کے سلسلے میں یہ بات نظر میں رکھنی چاہئے کہ''قرآن مجید اور احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ اللہ کے محبوب بندوں کے ذریعہ پریشاں حال لوگوں کی پریشانیاں دور ہوتی ہیں، حاجتمندوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ سورہ النساء میں فرماتا ہے''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (اور) تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے ان کا رسول،تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔(النساء ۶۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں''میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو،ان سے فضل طلب کرو،ان سے بھلائی چاہو رزق پاؤ گے،مرادوں کو پہونچو گے ان کے دامن میں آرام سے رہو گے ان کی پناہ میں چین کرو گے (کیونکہ) ان میں میری رحمت ہے''۔۔۔۔۔۔۔۔حوالہ؟

> ''حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حاجت پوری کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔امام طبرانی نے معجم کبیر میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے

لوگوں کی حاجت روائی کے لئے خاص فرمایا ہے، لوگ گھبرائے (ہوئے) اپنی ضرورتیں ان کے پاس لاتے ہیں، یہ بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔ ''(کشف بردہ۔ از مولانا نفیس احمد مصباحی صفحہ ۶۰)

صاحب درمختار علامہ علاء الدین حصکفی نے امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے 'قصیدۃ النعمان' کے اشعار نقل کئے ہیں (ترجمہ) اے جن و انس میں سب سے مکرم و محترم! اے مخلوقِ خدا کے خزانے! مجھ پر بخشش کیجئے اور اپنی خوشنودی سے مجھے بھی شادکام فرمایئے، میں آپ کی بخشش کا امیدوار ہوں آپ کے سوا لوگوں میں ابو حنیفہ کا کوئی نہیں۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک طویل قصیدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کہا، فرماتی ہیں ''اے اللہ کے رسول! آپ ہم سب کی امیدوں کا مرکز تھے اور آپ ہم پر مہربان تھے، سخت گیر نہ تھے۔''

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے 'قصیدہ نعمانیہ' میں فرماتے ہیں اے آقاؤں کے آقا! میں بالقصد آپ کے پاس آیا ہوں آپ کی خوشنودی کا امیدوار اور آپ کی پناہ گاہ میں پناہ کا خواستگار ہوں۔ اے مخلوق میں سب سے بہتر ہستی! بخدا میرا قلب مشتاق آپ کے سوا کسی اور کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اے جن و انس میں سب سے محترم شخصیت! اور اے خلق خدا کے خزانہ! اپنے جود و کرم کی مجھ پر بخشش کیجئے اور اپنی رضامندی سے مجھے شادکام فرمایئے۔''

(کشف بردہ۔ از مولانا نفیس احمد مصباحی صفحہ ۶۳)

مندرجہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت طلبی امتیوں کے لئے عین سعادت و کامرانی کا ذریعہ ہے۔ مجھے امید نہیں ہے کہ مندرجہ بالا حوالے اصلاحی صاحب پر اثر انداز ہو سکیں گے، مگر اس لئے نقل کر دیا کہ خوش عقیدہ لوگوں کے دلوں میں شیطان وسوسہ نہ ڈال سکے۔

صفحہ ۲۹۴ / پر امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شعر (ترجمہ) ''اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تئیں میرے قلب میں غلو ہے اور میری زبان بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں غلو بردار

ہے۔'' اس شعر پر بھی اصلاحی صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"....یاایھاالذین آمنو۔ اس آیت کریمہ سے یہ قطعاً نہیں نکلتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف واوراد کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا جائے۔غلوعدل کا مخالف ہے۔''

اس تنقیص پر مجھے یہ کہتے ہوئے چھوٹا منہ بڑی بات لگ رہی ہے رہی ہے کہ اصلاحی صاحب کو غلو کے مختلف معانی ہی نہیں معلوم بس ان کا 'ایک سوتری کاریہ کرم' یہ ہے کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار میں جائز یا ناجائز کمی نکال کر اپنی پیٹھ تھپتھپالیں۔ اصلاحی صاحب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ 'غلو' کے ایک معنی ہیں حد سے گزر جانا (فیروز اللغات)۔ میں عرض گزار ہوں کہ جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ سے تو بس اللہ ہی واقف ہے۔ ہمارے ذہن کی رسائی ان کے علوئے مرتبت تک ہو ہی نہیں سکتی تو کوئی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اب کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں حد سے گزر گیا۔ ظاہر ہوا کہ بحیثیت شاعر حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لفظ 'غلو' کو دوسرے معنوں میں استعمال کیا ہے جسکا مفہوم ہے بہت زیادہ تعریف کرنا۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لفظ غلو کو ان ہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا راہی فدائی کا مؤقر مضمون جو ''دبستان نعت'' کے پچھلے شمارہ میں شایع ہو چکا ہے کا مطالعہ بھی اصلاحی صاحب کے کام آسکتا ہے بشرطیکہ منصفانہ نظر سے مطالعہ کریں۔

صفحہ ۲۹۵ / حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شعر (ترجمہ) '' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نوازش سے فیض یافتہ اولیائے کرام کی کرامات دراصل معجزات کی مانند ہیں''۔ اس ضمن میں اصلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ ''بوصیری کا یہ تصور نعت گوئی میں مخل ہوتا ہے۔ مولانا فراحی کی ''حکمت القرآن'' سے ولایت کا مفہوم طے کیا جا سکتا ہے۔''

اصلاحی صاحب نے اس شعر کے ضمن میں بھی انصاف سے کام نہیں لیا ہے اور بے جا اعتراض جڑ دیا۔ مجھے عرض کرنے دیجئے کہ معجزہ ہونا اور معجزہ کی 'طرح' ہونا دونوں الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کرامات کو معجزہ نہیں کہا بلکہ یہاں کرامت کو معجزہ سے تشبیہ دی ہے۔ یہاں ولایت کا مفہوم طے کرنے کا کوئی مسئلہ بھی زیر غور نہیں تھا کہ انہوں نے اپنے دوست مولانا فراحی کی ''حکمت القرآن'' کی مشتہری کا موقع نکال لیا۔

صفحہ ۲۹۹ / ۳۰۰ پر امام بوصیری کا شعر (ترجمہ) '' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق میں اللہ کے

راز ہیں اور راز داریاں اندھوں سے، بہت زیادہ مخفی رہتی ہیں''۔اس شعر پر اصلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ:

> "**وان تولوا فانما عليك البلاغ**'' اس تناظر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سراللہ کہنا غیر قرآنی نقطۂ نظر ہے۔۔۔بوصیری کے اس شعر کی بنیاد غیر اسلامی عناصر پر ہے۔''

سبحان اللہ حضرت بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیسی سچی بات فرمائی ہے کہ راز داریاں اندھوں سے بہت زیادہ مخفی رہتی ہیں۔اس سلسلہ میں اصلاحی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ''خود سرکار نے اپنے سب سے قریب صحابی، خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا صدیق اکبر کو مخاطب کر کے فرمایا"**یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی**" (اے ابوبکر! میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کسی کو نہیں معلوم'' (بحوالہ کشف بردہ صفحہ ۳۹) معلوم ہوا کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مندرجہ بالا شعر حدیث کے میزان پر کھرا اترتا ہے اور اصلاحی صاحب کے اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

صفحہ ۳۰۰ ر امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شعر (ترجمہ)''اس قرب سے اس حاضری سے اس راز سے ہر پردہ اور ہر غیب ان پر سے ہٹ گیا۔''اس شعر پر اصلاحی صاحب کا کہنا ہے کہ:

> '' قرآن کریم میں جس'دنیٰ' کی بات کہی گئی ہے وہ قربت حضرت جبرئیل علیہ السلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہے۔نہ کہ درمیان اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔**الذین یو منون بالغیب** (وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں) کا اطلاق صرف اللہ پر ہوگا۔علم غیب کسی اور کو حاصل نہیں۔''

صفحہ ۳۰۱ ر پر ایک اور شعر کا ترجمہ''اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں جن کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ تھا۔چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوسین سے شرف یاب کئے گئے اور قرب کی عزت ملی''اصلاحی صاحب کا خیال ہے کہ:

> ''اس شعر میں بوصیری نے قرآن کریم کی صحیح ترجمانی نہیں کی ہے۔''

مندرجہ بالا دونوں اشعار کے سلسلہ میں مجھے عرض کرنا ہے کہ ان اشعار کے مفہوم اور بنیادی خیال سورۂ والنجم کی ترجمانی کرتے ہیں۔صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر''خزائن العرفان''میں فرماتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔۔۔ (رہی یہ بات کہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیدار کا انکار کیا ہے اور آیت کو جبریل علیہ السلام کے دیدار پر محمول کیا اور فرمایا کہ جو کہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور سند میں **'لا تدرکہ الابصار'** تلاوت فرمائی۔ یہاں چند باتیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عائشہ کا قول نفی میں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثبات میں اور مثبت ہی مقدم ہوتا ہے کیوں کہ نافی کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا نہیں اور مثبت اثبات اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا، تو علم مثبت کے پاس ہے۔ علاوہ بریں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا بلکہ آیت سے اپنے استنباط پر اعتماد فرمایا ہے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے ہے اور آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ رویت کی۔''

(خزائن العرفان از صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ بات بھی نظر میں رکھنے کی ہے کہ واقعۂ معراج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام مکہ سے تعلق رکھتا ہے اور اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ہجرت کے بعد ہوئی اس لئے حضرت ابن عباس کی روایت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری اہم بات یہ کہ "آیت **سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ**" میں لفظ عبد کا اطلاق تبھی ہوتا ہے جب جسم اور روح یکجا ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی یہ معراج جسمانی تھی۔ اسی لئے براق جیسی سواری کا انتظام اللہ کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اگر معاملہ صرف خواب کا ہوتا تو براق کی ضرورت ہی کیا تھی۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قائل ہوں حضور نے اپنے رب کو دیکھا اس کو دیکھا، اس کو دیکھا اسکو دیکھا، مام صاحب یہ فرماتے ہی رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہوگی۔ ظاہر ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات وانوار متفاوت ہیں۔ بعض انوار قاہرہ للبصر ہیں اور بعض نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رویت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شب معراج میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے موافق میسر ہوئی اور اب ہم غور کرتے رہیں:

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

صفحہ ۳۰۲؍ پر حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہمیت کو کم کرتے ہوئے اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

''بوصیری اور علامہ اقبالؔ دونوں کے یہاں تصور شاہین موجود ہے لیکن

شاہین کو اردو شاعری کا سہرا قرار دینے کا اعزاز علامہ (اقبالؔ) کو حاصل ہے۔'' یہاں اصلاحی صاحب کی قلبی وذہنی سختی اور حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دشمنی بھی دیکھنے کی چیز ہے کہ وہ شاہین کو شاعری میں متعارف کرانے والے امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نظر انداز کر رہے ہیں نیز جناب اقبالؔ کو علامہ لکھ رہے ہیں اور امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صرف بوصیری کہہ کر گزر گئے ہیں۔

صفحہ ۳۰۵ ؍ پر امام بوصیری کے شعر (ترجمہ) ''میں ان کی محبت میں غرق ہوں۔ میں ذرہ برابر کسی صحابی کی توہین نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان سے محبت کرنے والوں کی''۔ مندرجہ بالا شعر میں امام بوصیری صحابۂ کرام یا ان سے محبت کرنے والوں کے مراتب کم آنکنے والوں کی ہدایت فرما رہے ہیں، مگر اس شعر کی رو سے اصلاحی صاحب اپنا نکتۂ نظر پیش کرنے لگتے ہیں کہ:

''مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب 'خلافت وملوکیت' کی تالیف مناسب نہیں ہے۔ بہت سے مورخین کا خیال ہے کہ تاریخی اعتبار سے بھی مولانا کی یہ کتاب لائق اعتراض ہے۔ مولانا منظور احمد نعمانی نے علامہ خمینی اور ان کے حسب ونسب پر کتاب لکھ کر مثبت کردار ادا نہیں کیا۔''

واوین میں درج جملے میری نظر میں اصلاحی صاحب کے اپنے خیالات ہیں وہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نصیحت آموز شعر کے حوالے سے اپنے دل کی بات کہہ گئے ہیں جس کا کوئی محل نہیں ہے۔ وہ نہ حضرت مودودی کو کچھ سمجھتے ہیں، نہ سید ابوالحسن علی ندوی کو نہ ہی منظور احمد نعمانی کو۔ ہر ایک کی تصنیف وتالیف پر خط تنسیخ کھینچ دینا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ ہاں مولانا اصلاحی کو پاکستان میں دائرۂ اسلام سے خارج کئے جانے کے شاکی ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان کا بھی رویہ محبان رسول کی اہانت پر مبنی ہو۔ اصلاحی صاحب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو ان کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتا ہے، پھر وہ اپنے آگے کسی کو کچھ نہیں سمجھتے، خواہ وہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ صحابہ اور ان سے محبت کرنے والوں کے نام بھی اہانت آمیز طریقہ پر تحریر کرتے ہیں۔ اسی صفحہ پر ان کا یہ جملہ بھی محل نظر ہے۔

''لیکن شاہین کو شاعری کا سہرا قرار دینے کا اعزاز علامہ کو حاصل ہے''

جبکہ شاہین کی قوتِ پروازِ، اس کی ذہانت اور اس کے عزم وحوصلہ کو دنیائے ادب میں علامہ

بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی نے سب سے پہلے روشناس کرایا۔

صفحہ ۳۰۶ ؍ پر اصلاحی صاحب لکھتے ہیں۔

''۔۔۔یہ مقام افسوس ہے کہ مزارات ہمارے بعض بھائیوں کے لئے سجدہ گاہ ہیں۔''

میں یہاں بھی مضمون نگار کے خیال سے متفق نہیں ہوں کہ کوئی بھی مسلمان مزارات پر حاضری کے وقت دل میں یہ خیال نہیں رکھتا کہ وہ صاحب مزار کو اس طرح سجدہ کرتا ہے جیسے نماز میں خدا کو سجدہ کرتا ہے۔ زائر کی اس ہرکت کو احترام میں غلو کہہ سکتے ہیں اس پر شرک کا فتویٰ صادر کرنا ناانصافی ہے۔

صفحہ ۳۰۷ ؍ پر اصلاحی صاحب نے لکھا ہے۔

> ''بوصیری کا یہ نکتۂ نظر لائق تنقید ہے کہ کرامات کو معجزات کا حصہ قرار دیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو 'سر اللہ' قرار دینا غیر اسلامی نکتۂ نظر ہے۔''

ان دونوں نکات کا میں پہلے ہی رد کر چکا ہوں مندرجہ بالا سطور میں ملاحظہ فرما لیا جائے۔

صفحہ ۳۰۸ ؍ پر اصلاحی صاحب کا دعویٰ ہے کہ:

> ''ان دونوں قصیدوں میں بہت سے اشعار ایسے ہیں جن (علامہ حافظ محمد ذکا اللہ) کا ترجمہ درست نہیں ہے''۔

میرا خیال ہے کہ جن اشعار کے تراجم صاحب مضمون کی نظر میں ناقص ہیں انہیں قارئین کے سامنے لانا چاہئے تھا صرف اعتراض کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

☆

ڈاکٹر راہی فدائی (بنگلور) ایک بہت ہی قابل اور عالم باعمل شخص ہیں۔ بہترین شاعر اور نثر نگار ہیں۔ ان کے مضامین، غزلیں اور نعتیں اردو ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔ اسی لئے ''معارف''، ''دبستان نعت''، ''نعت رنگ'' اور ''شب خون'' جیسے موقر رسائل میں ان کی نگارشات بہ اہتمام شایع ہوتی رہتی ہیں۔ ''دبستان نعت'' میں ان کا مضمون ''نعت سرور کونین بزبان سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' شامل ہے۔ وہ اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں؛۔

''نعت درحقیقت ناعت (نعت کہنے والا) اور منعوت (جس کی نعت کہی گئی ہو) کے درمیان واقع ہونے والی نسبت مسعود کا نام ہے۔ جب خالق کائنات کا قول گرامی انّ **اللّٰہ و ملائکتہٗ**

یصلون علی النّبی نازل ہوا تو مخلوق کو پتہ چلا کہ اوّلین ناعت اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اقدس اور منعوت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت ہے۔"**ما سوا اللہ**" میں سکتا ہے جب تک کہ خدائے قدوس انہیں ظاہر نہ کرے یا اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے ارشاد نہ فرمائیں۔نعت گوئی کی یہ صفت ہر رنگ اور ہر ڈھنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔نعت پاک کی ایک اہم اور انوکھی خصوصیت وامتیاز یہ ہے کہ وہ بسا اوقات خود حضرت منعوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئی ہے۔حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لاکھوں صفات وجہات ہیں جن کا علم اور ادراک اسی وقت ہوسکتا ہے جب تک کہ خود خدائے قدوس انہیں ظاہر نہ کرے یا اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے ارشاد نہ فرمائیں۔مثلاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انا سید الناس یوم القیامۃ (میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا)

ا ناسید الناس (میں تمالوگوں کا سردار ہوں)

اوّل من ینشق عنہ القبر واوّل شافع واوّل مشفع (قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنی قبر سے برآمد ہوں گا اور محشر میں اوّلین شفاعت میری ہوگی اور میں ہی شفاعت شدہ رہوں گا)۔۔۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات دونوں معجزاتی ہیں۔۔۔

من رآنی فی المنام فقد ر آنی فانّ الشیطان لا یتمثّل بی (جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان ہرگز میری شکل نہیں اختیار کر پائے گا۔

بعث بجوامع الکلم و نصرت بالرعب (مجھے جوامع الکلم بنایا، اور میرا رعب قائم فرمایا)

کل سببِ ینقطع یوم القیامۃ الّا سببی ونسبی (ہر ایک علت اور ہر ایک نسبت قیامت کے دن ختم کردی جائے گی مگر میری نسبت اور مجھ سے تعلق وربط منقطع نہیں ہوگا)۔۔

۔۔۔حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی توصیف خود بیان فرمائی، یہ اس لئے کہ آپ کی عظیم شخصیت کے بارے میں امت کو واقف کرانا ضروری تھا، تاکہ وہ آپ کو کماحقہٗ پہچانے اور آپ کے ساتھ حسن عقیدہ رکھے، اور آپ کے احکام کی پیروہ کرے اور آپ کے بلند وبالا مرتبہ کے لحاظ سے آپ کی تعظیم کرے۔(امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عرفانِ محمدی سے روشناس فرمائے اور آپ کے قدوم مبارک سے ہماری نسبت قیامت کے بعد بھی قائم رکھے۔

ہندوستان کا دکنی حصہ ان معنوں میں بہت ہی اہم اور با برکت ہے کہ یہیں کے سواحل پر بزرگانِ دین کا قافلہ سب سے پہلے رونق افروز ہوا اور اسلام کی روشنی پورے ہندوستان میں پھیلی۔ سب سے پہلی مسجد اسی خطہ میں بنائے جانے کی تاریخ ملتی ہے۔

شہر 'ویلور' دکن ہی میں واقع ہے۔ یہاں کا دارالعلوم لطیفیہ اور خانقاہِ لطیفیہ ہند و پاک میں اپنے علمی اور ادبی کارناموں کی وجہ سے امتیازی حیثیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ یہاں سے جن روحانی فیوض و برکات کی گھٹائیں اٹھیں ان سے ایک زمانہ فیضیاب ہوا۔ یہاں کی علمی و ادبی فضا نے پورے ہندوستان کو اپنی روشنی سے منور کر دیا۔ آج بھی یہاں بے شمار صاحبان قلم ہیں جن کی ادبی اور مذہبی نگارشات سے لوگ مستفیض ہو رہے ہیں۔ یہاں کے علماء اتحاد بین المسالک کے علم بردار رہے ہیں اور آج بھی اسی راستے پر گامزن ہیں۔ یہاں کے شعراء نے بہت طویل مثنویاں بھی تخلیق کی ہیں۔ ان مثنویوں کا اختصاص یہ ہے کہ ان میں حمد خداوندی اور نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معتد بہ حصہ شامل ہے۔

ڈاکٹر بشیر الحق لطیفی کا اسم گرامی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ان کی عالمانہ حیثیت مسلم ہے۔ محترم ڈاکٹر بشیر الحق لطیفی کا گراں قدر مضمون ''نعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معنوی آغاز اور لفظی ارتقاء'' دبستان نعت کے پانچویں شمارے میں شامل ہے۔ یہ مضمون نعت کے حوالے سے بہت اہم ہے۔ اس مضمون کی بہت سے باتیں ایسی ہیں جنکو ہمیشہ نظر میں رکھنا باعث سعادت و باعث برکت ہونے میں کم از کم مجھے کوئی شک نہیں ہے۔ ڈاکٹر بشیر الحق صاحب نے نعت کے سلسلہ میں بڑا موقر مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ؛۔

''نعت عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا ایک عام معنی ہے اور ایک خاص معنی ہے۔ اسکا عام اور مطلق معنی تعریف وتوصیف، مدح وثنا کے ہیں اور اس کا خاص اور مقید معنی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور تفصیل وتوقیر بیان کرنا۔۔۔ عہد حاضر کے شعر و ادب میں اس لفظ کے خاص اور مقید معنی و مفہوم میں بڑی وسعت پیدا ہوگئی ہے چنانچہ نعت گوئی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ومحامد، شمائل وکمالات، آپ کی تعلیمات و ہدایات اور حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ نعت گو کے جذبات واحساسات، خیالات ونظریات اور احوال وکوائف بھی شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ معاشیات وسماجیات، اور سیاسیات و دیگر قومی وملی اور علمی وتحقیقی امور و مسائل اور مباحث بھی جگہ پا رہے ہیں اور نعت قدیم و جدید اسالیب اور ہیئتوں میں کہی جا رہی ہے۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ، تخلیق عالم سے پہلے ہو یا تخلیق کائنات کے

بعد،فرشتوں سے ہو یا انسانوں سے وہ سب نعت ہی ہے۔ارباب ادب سے باادب عرض ہے کہ صاحب رسالت کے محاسن وکمالات کا اظہار بصورت قصائد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں ہو یا یا بصورت مراثی آپ کی حیات باطنی میں ہو نعت ہی ہے۔۔۔نعت کا ایک مابہ الامتیاز اور عدیم النظیر پہلو یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آغاز سے آج تک کذب ودروغ،تکلف وتصنع اور غلو سے آلودہ اور داغ دار نہیں ہوئی۔۔۔(اللہ) کا جو بھی حکم نافذ ہوتا ہے وہ بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے ہوتا ہے اور اللہ کی جانب سے جو خیر مخلوق کی جانب پہنچتا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے ہی پہنچتا ہے۔حدیث قدسی ہے:۔

لولاك لما خلقت الافلاك (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو یہ کائنات بھی نہ ہوتی)

اوّل ما خلق اللّٰه نوری (اللہ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور ہے)

قد جائكم من اللّٰه نور و كتاب مبين (بے شک تمہارے پاس اللہ کا نور اور قرآن آ پہنچا)

عالم سماوی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت احمد سے ہوئی اور عالم ارضی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو رہی ہے۔۔۔قیامت قائم ہونے کے بعد آپ کی نعت کا ایک اور پہلو نمایاں ہوگا وہ ہے مقام محمود،**عسیٰ ان يبعثك ربك مقاما محمودا.** نعت کی شمع ماقبل زمان ومکان روشن رہی اور مابعد تخلیق کائنات روشن ہے اور اس کی ضوفشانی رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔۔۔عالم سماوی میں نعت احمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اظہار کی ایک سمت صلوٰۃ وسلام سے بھی متعین ہوتی ہے۔۔۔(اللہ تعالیٰ کے حکم سے) حضرت آدم علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیس مرتبہ درود پڑھا اس کے بعد حضرت حوّا اسے قریب ہوئے، یہی درود حضرت حوا کا مہر قرار پایا۔۔صلوۃ وسلام کے سوا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ،فرشتے اور اہل ایمان شامل ہیں۔۔۔نعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دوسرا دور اس وقت شروع ہوا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام اس عالم رنگ وبو میں تشریف لائے۔۔۔نعت کا تیسرا دور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے شروع ہوتا ہے۔۔۔نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں سب سے پہلی نعت محترم ابو طالب نے کہی۔۔۔۔یہ نعت (قصیدہ) ۹۴/اشعار پر مشتمل ہے۔ علامہ ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے اپنی کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ مکمل قصیدہ نقل کیا ہے اس قصیدہ کا ایک شعر۔۔۔ہے:

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمه لل ارامل

(محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ ان کے وسیلے سے بارش نازل ہونے کے لئے دعا کی جاتی ہے، وہ یتیموں اور بیواؤں کے ماویٰ وملجا ہیں) ابوطالب کا یہ قصیدہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔۔۔''ابن ہشام کی روایت ہے کہ اہل مدینہ پر انقطاع باراں کی بلا نازل ہوئی۔۔۔نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نے) منبر پر چڑھ کر بارش کے لئے دعا مانگی۔اتنی بارش برسی کہ لوگ دوڑے چلے آئے اور انہیں ہلاک ہونے کا خوف پیدا ہوگیا۔۔یہ دیکھ کر نبی کریم نے یہ دعا فرمائی **اللهم حوا لينا لا علينا** (اے اللہ ہم پر پانی نہ برسا، ہمارے اطراف واکناف میں برسا)۔۔۔سیاہ مطلع چشم زدن میں صاف اور روشن ہوگیا۔۔۔اس دلفریب حسین وجمیل منظر سے چہرۂ انور پر مسکراہٹ پھیل گئی زبان مبارک سے یہ جملہ نکل پڑا **لو ادرك ابو طالب هذا اليوم لسره** (کاش ابوطالب اس وقت موجود رہتے تو اس منظر سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں) یہاں کوئی ہے جو ان کے اشعار سنا سکے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد کے مذکورہ قصیدہ سے چند شعر نذر رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں نعتیہ شاعری کی شمع فروزاں تھی۔(اس سلسلہ) میں ورقہ بن نوفل کا نام سرِ فہرست ہے (جو) ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔ورقہ بن نوفل۔۔۔نے اپنی نعت میں جو باتیں کہیں ہیں وہ پیشین گوئی۔۔۔(جیسی) اہمیت ووقعت رکھتی ہیں (ورقہ بن نوفل نے فرمایا) میں نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعدد اوصاف سنے ہیں۔ میرا انتظار دراز ہو گیا ہے، عنقریب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے سردار ہوں گے ان کی جانب سے جو آدمی بحث کرے گا وہی غالب رہے گا اور جو آدمی بھی آپ سے جنگ کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا۔۔۔کاش ان واقعات کے ظہور کے وقت میں زندہ رہوں اور اس دین میں داخل ہو جاؤں۔۔۔اس دین کی روشنی ہر سو پھیل کر رہے گی اور لوگوں کو سیدھی راہ پر لے جائے گی۔۔۔

بعثت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد۔۔۔ابوطالب کے علاوہ کئی شعراء میدان میں آپہنچے۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں نعت گوئی کا رجحان اور میلان کا سبب۔(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے) غیر معمولی عشق تھا اور دوسرا سبب کفار ومشرکین کی ہجویہ شاعری ہے۔(ہجو کے خلاف) دفاعی شعری اقدام کی اجازت بارگاہ رسالت سے بھی مل گئی۔۔۔کفار ومشرکین کے لسانی و شعری حملہ کا دفاع کرنے والوں میں حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔۔۔حضرت حسان کو اس

شعری جہاد میں ثابت قدم رہنے کے لئے یہ دعا دی کہ اللہ جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ تمہاری مدد کرے۔''

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے تو انصار مدینہ کی بچیاں یہ اشعار والہانہ انداز میں پڑھ رہی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اشعار آج بھی مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہیں:

طلع البدرُ علینا من ثنیّات الوداع

(چودھویں رات کا چاند جنوب کی سمت واقع پہاڑوں سے ہم پر طلوع ہوا)

وجب الشکرُ علینا ما دعا للّٰہ داع

(ہم لوگوں پر اس اس عمدہ دین اور اعلیٰ تعلیم پر خدا کا شکر بجالانا ضروری ہے)

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ان کے محاسن بیان کرنے اور ان کی وفات پر اظہار افسوس کرنے کا ایک طویل شعری سلسلہ کتب تاریخ میں محفوظ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"یا عینی فابکی ولا تسامی وحق البکاء علی السید ﷺ

فصل الملیك ولی العباد ورب العباد علی احمد ﷺ

(اے آنکھ تجھے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق پر آنسو بہانے کا حق ہے لہٰذا تو خوب رو لے۔ دنیا کا بادشاہ بندوں کا والی اور پروردگار عالم (نے) سیدنا احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرمایا ہے)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لقد غشینا ظلمة بعد موته نهار آفقد زادت علی ظلمة الدجیٰ

(بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف سے ہماری دنیا گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوب گئی۔ ہمارے دن، رات بن گئے)''

مولانا ڈاکٹر بشیر الحق صاحب نے حضرت فاطمہ زہرا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حزنیہ اشعار بھی نقل فرمائے ہیں، وہ انہیں بھی نعتیہ شاعری کے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔ حسان بن ثابت، حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اشعار بھی مثالاً پیش کئے ہیں جو مولانا صاحب کے کثیر المطالعہ ہونے کی غمازی کرتے ہیں۔ آگے ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:۔

''صحابہ کرام کے دور میں نعتیہ شاعری مدینہ منورہ کی فضاؤں سے نکل کر سرزمین ایران میں داخل ہوئی تو وہاں کے اہل ایمان فارسی شعرا نے صنف نعت کو سر آنکھوں پر بٹھا لیا۔ فارسی نعتیہ شاعری

کسریٰ کی سرزمین سے نکل کر ارض ہند پہنچی تو یہاں کے صوفیائے کرام نے فارسی زبان میں نعتیہ شاعری کی روایت کو آگے بڑھایا چنانچہ جنوب اور شمال میں بے شمار صوفی شعراء کے نام ملتے ہیں۔

(مقتدر صوفیائے کرام کے علاوہ) ذوقی ویلوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساڑھے سات ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی 'معجزۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' کے نام سے لکھی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ بیان کی ہے۔

نعتیہ شاعری جب فارسی دنیا سے اردو دنیا میں داخل ہوئی تو یہ دور اردو زبان کی نشو نما کا دور تھا۔ بہت سے اہل علم کی رائے ہے کہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہلے (اردو) نعت گو شاعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔۔۔۔مولانا باقر آگاہ ویلوری نے قریب دوسو کے قریب رباعیارت لکھی ہیں ان میں بعض رباعیات نعت رنگ لئے ہوئے ہیں۔

عصر حاضر کے بعض (وہابی) علماء نے (مخاصمتاً) میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلسوں کو بدعت قرار دیا ہے جس کے باعث یہ ساری مجلسیں برخواست ہوگئیں اور اس کا نتیجہ سامنے آگیا ہے کہ موجودہ زمانے میں مسلم معاشرہ ربیع الاوّل کی آمد ورخصت کے احساس اور علم وآگہی سے بھی دور ہوگیا ہے۔(اگر اس ناپاک وہابی خیال کے خلاف مہم نہ چلائی گئی تو) شاید مستقبل میں مسلمانوں کی نئی نسل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے یوم اور ماہ سے پوری طرح ناآشنا اور نابلد ہوجائے''۔

یہاں یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ شیعہ حضرات، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب اور شہدائے کربلا کے واقعات وروایات کو ماہِ محرم میں لگاتار بیان کرتے رہتے ہیں، اس سے ان کے مسلک کہ نہ صرف ترویج واشاعت ہوتی رہتی ہے بلکہ ان کے بچے اپنے مسلک کی بھرپور معلومات رکھتے ہیں۔ جب سے ہم سنیوں نے وہابی تحریک کے زیر اثر میلاد کی محفل سے روگردانی شروع کی ہے تب سے ہمارے بچوں کا وہی حال ہو چکا ہے جس کی طرف ڈاکٹر بشیر الحق صاحب نے اشارہ کیا ہے یعنی ہمارے بچوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت کی معلومات صفر کے برابر ہوگئی ہے۔

☆

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ''دبستان نعت'' کا گلستان ڈاکٹر سراج احمد قادری اور محترم فیروز سیفی کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے جو دامِ دِ مے قدمے سخنے رات دن نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترویج واشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ ہندوستان ہی نہیں پاکستان اور دیگر بیرون ممالک کے صاحبان قلم کو ''دبستان نعت'' سے وابستہ کر لینے کا فن ان حضرات کو خوب آتا ہے۔اسلام آباد (پاکستان) سے

محترم کاشف عرفان کا مضمون ''نعت اوراکیسویں صدی کا تہذیبی آشوب'' اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔

مندرجہ بالا مضمون میں کاشف صاحب نے لکھا ہے:

''اردو میں نعت نگاری آغاز سے ہی موجود ہونے کے باوجود کبھی ایک صنفِ سخن کے طور پر خود کومنوا نہیں سکی''

یہ جملہ میرے تئیں عام قارئین کو بڑی غلط فہمی میں ڈالنے والا ہے۔نعت مبارک ہی وہ صنف سخن ہے جوغزل کے بعد سب سے زیادہ مقبول ومعروف، سب سے زیادہ لکھی جانے والی، سب سے زیادہ پڑھی جانے والی، سب سے زیادہ کہی جانے والی اورسب سے زیادہ سنی جانے والی صنف سخن ہے۔یہی وہ صنفِ سخن ہے جو شاید دنیا کی سب سے زیادہ زبانوں میں مستعمل ہے۔اگر کاشف صاحب کا مفہوم یہ ہے کہ یہ صنف سخن کالجوں اور یونیورسٹیوں کے علمی نصاب میں داخل نہیں ہے تو یہاں بھی میں ان سے متفق نہیں ہوں۔ ہندوستان، جہاں آجکل مسلمانوں کے ساتھ تعصب کا برتا جانا عام ہوگیا ہے وہاں بھی یہ صنف سخن کئی یونیورسٹیوں میں بحثیت صنف سخن داخل نصاب ہے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ بحثیت صنف سخن کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسے مرثیہ کے مقابلہ میں کم کم شامل کیا گیا ہے۔اس کی وجہ پر غور کرنے اوراس وجہ کودور کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ ہندوستان میں اسے بحثیت صنف سخن کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عمومی طور پر نعت کوشامل کرایا جاسکے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر سراج احمد قادری اوران کے رفقائے کار اپنے طور پر کوشاں رہتے ہیں اورانہیں اس میں کامیابی بھی مل رہی ہے۔گورکھپور یونیورسٹی، گوکھپور، روہیلکھنڈ یونیورسٹی، بریلی اور ہری سنگھ گوڑ یونیورسٹی، ساگر مدھیہ پردیش، میں نعت کوایک صنف سخن کے طور پر شامل نصاب کرلیا گیا ہے۔ان یونیورسٹیز میں پی ایچ ڈی کرنے کی سہولیات بھی دی جارہی ہیں۔

نعت نے ہر دور میں اپنے کوعوامی سروکار سے منسلک رکھنے میں بھی اہم کردارادا کیا ہے۔نعت گویوں کے مختلف ادوار میں اس کا رنگ وآہنگ عام مسلمانوں کے دل کا ترجمان رہا ہے۔محسنؔ کاکوروی، احمد رضاؔ خان صاحب، حالیؔ، حفیظؔ جالندھری، اور علامہ اقبالؔ نے اپنے اپنے مزاج کے مطابق اسلامی دائرہ میں رہتے ہوئے اس صنف سخن کوخوب برتا اوراس کی مدد سے اسلام کی ترویج و اشاعت کی ہرممکن کوشش کی۔ان حضرات کی نعتیہ شاعری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمہ گیر شخصیت اور روحانی پہلو پرخوب گفتگو ہوئی ہے جومسلمانوں کے لئے بلا شبہہ خیروبرکت اورفلاح دارین کا سبب ہے۔یہ بھی درست ہے کہ ''اقبالؔ اردو شاعری کی تاریخ میں وہ واحد شاعر ہیں جنہوں

نے تخلیقی سطح پر آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرکز بنا کر امت مسلمہ کے مسائل اور دکھوں پر بات کی ہے''۔میں ان کی اس بات سے متفق ہوں کہ نعت کی تنقید کے سلسلے میں نسبتاً کم کام ہوا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں نعت میں وہ اشعار بھی شامل ہو گئے ہیں جو قرآن اور احادیث کے میزان پر پورے نہیں اترتے۔

کاشف عرفان صاحب نے نعت کی تنقید کے حوالے سے محمد حسن عسکری، مجید امجد، عارف متین، شمیم احمد، ابوالخیر کشفی، جمال پانی پتی، انور سدید، اور رفیع الدین اشفاق صاحبان کی تصانیف کا حوالہ دیتے ہوئے ان کی کوششوں کی پزیرائی کی ہے۔کاشف عرفان صاحب نے موجودہ دور میں شان رسالت پر حملہ کرنے والوں اور اسلام کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرنے والوں کو نعت کے ذریعہ منہ توڑ جواب دینے کی ترغیب دی ہے۔یہی نہیں انہوں نے دنیا میں پیدا ہونے والے نئے نئے مسائل اور ٹکنالوجی کو بھی نعت کا موضوع بنانے کی وکالت کی ہے۔ان کا یہ خیال درست ہے کہ نعتیہ تخلیقات کے حوالے سے صحتمند تنقید اور گفتگو ہونی چاہئے۔یہاں یہ بات نظر میں رکھنے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی بار اشعار میں ذرا سے ردوبدل سے شعر کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا۔یہ حقیقت تاریخ اسلامی کا حصہ ہے۔اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ نعت کی تنقید سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہے جس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

☆

ڈاکٹر ایس ایم شکیل کا مضمون ''خاندیش کی نعتیہ شاعری اور اہم نعت گو شعراء'' میں اس علاقہ خاندیش کی نعتیہ شاعری پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔موجودہ دور کا جلگاؤں، دھولیہ اور نندوربار کے اضلاع کا علاقہ، فاروقی عہد سلطنت میں خاندیش کہلاتا تھا۔۱۳/فاروقی سلطانوں نے اس علاقہ پر کم و بیش ۲۲۵/سال حکومت کی۔گجرات کے فرمان روا سلطان احمد شاہ گجراتی نے ملک نصیر فاروقی کو'' خان'' کا خطاب عطا کیا تھا اسی لئے ان کے زیر نگیں علاقہ کو خاندیش کہا جانے لگا۔پھر اس علاقہ پر ۱۲۰/سال تک مغل بادشاہوں کی حکومت رہی۔یہ دونوں ادوار شاعری، خصوصاً اردو شاعری کے لئے بہت مسعود ثابت ہوئے۔

خاندیش کے بہت سے شہر اور شعراء کے نام آب زر سے لکھے جانے کے حقدار ہیں۔خاص طور پر برہان پور کا نام بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس شہر کو ملک نصیر نے ۸۰۹ھ مطابق ۱۴۰۶ء میں اپنے پیر ''شاہ برہان الدین'' کے نام پر بسایا تھا۔یہ شہر کئی معنوں میں تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔اسی لئے

اس کو انگریزی حکومت میں ''گیٹ وے آف دکن'' کہا جاتا تھا۔شہزادہ دانیال،عبدالرحیم خان خاناں اور شاہجہاں کا مرکز عمل یہی شہر تھا۔یہیں ممتاز محل کو تاج محل میں دفن کرنے سے قبل تقریباً چھ ماہ تک عارضی طور پر رکھا گیا۔افسوس ہے کہ ان تاریخی یادگاروں کو آج بھی حکومت کی بے اعتنائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔یہاں عبدالرحیم خان خاناں کا بنایا ہوا واٹرسسٹم آج بھی ریلوے اسٹیشن کے آس پاس کے علاقوں میں پانی کی سپلائی کا کام کر رہا ہے مگر اس کا رکھ رکھاؤ نہ ہونے کے برابر ہے۔کچھ دنوں میں یہ سسٹم حکومت کی متعصّبانہ چشم پوشی کی وجہ سے مکمل طور پر ختم ہو جانے والا ہے۔

> ''جہاں تک اردو شاعری کا تعلق ہے،خاندیش میں اردو شاعری کی روایت کافی قدیم ہے۔۔۔(ہندوستان کے دیگر مقامات میں اردو کی شاعری کی ابتدا سے قبل) خاندیش کے دارالخلافہ برہان پور میں معیاری شاعری ہو رہی تھی۔۔۔'' (ڈاکٹر ایس ایم شکیل)

''ولؔی دکنی۔۔۔۔سے دوسو سال قبل برہان پور کی فضا حضرت شاہ بہا ؤالدین باجنؔ کی اردو شاعری کے نغموں سے گونج رہی تھی۔۔۔حضرت شیخ سعدی دکنی نے برہانپور آباد ہونے سے پہلے اس کے قرب و جوار میں فارسی اور ہندی فقروں کو جوڑ کر گنگا جمنی اردو میں شاعری کی ابتدا کر دی تھی''۔(دارالسرور برہان پور از مولوی معین الدین ندوی)۔''دکن میں بھی ایک شاعر سعدؔی تخلص اس زمانے ہوا جبکہ ریختہ کی بنیاد پڑنی شروع ہوئی تھی''(حیات سعدی از الطاف حسین حالی)۔''امیر خسرو نے اپنی تصنیف خزائن الفتوح میں شیخ سعدؔی برہان پوری سے محبوب الٰہی کے دربار میں ملاقات کا ذکر کیا ہے''۔(وسط ہند میں اردو ادب۔از ڈاکٹر مہتاب عالم)

شیخ سعدی برہان پوری کا یہ کلام بہت مشہور ہے:

سعدی غزل انگیختہ،شیر و شکر آمیختہ   دَر ریختہ دُر ریختہ،ہم شعر ہے ہم گیت ہے
ہمنا تمن کو دل دیا،تم دل لیا ہور دکھ دیا   ہم یہ کیا،تم وہ کیا،ایسی بھلی کیا ریت ہے
(شیخ سعدؔی برہان پوری)

ڈاکٹر ایس۔ایم۔شکیل نے خاندیش کے بہت سے شعراء کا نہ صرف تذکرہ کیا ہے بلکہ ان کے نعتیہ کلام کے نمونے بھی تحریر کئے ہیں۔اس قابلِ قدر اور محنت طلب کارِ خیر کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔میں نے تذکرہ میں شامل کئے گئے منتخب اشعار میں سے قارئین کے لئے ایک ایک شعر کا انتخاب کیا ہے تا کہ ان کے کلام کے ادبی معیار کا تعین کیا جا سکے اور یہ بھی دیکھا جا سکے کہ ہمارے

اسلاف کا عقیدہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیا تھا:

باجنؒ تیراباولا تجھ کارن تھپے دھمکے بنی محمد مصطفےٰ ایس نورگ میں جھمکے
(حضرت شیخ باجنؒ)

سب بنی آدم کے وہ سردار ہیں بلکہ سب عالم کے وہ سالار ہیں
(میر شجاع الدین فقیرؔ)

پیدا ہوا جب سرورِ مکی مدنی ہے تب سے شروع محفلِ شاہِ زمنی ہے
(قادر خاں واثقؔ برہان پوری)

حبیب خالق اکبر شہِ گردوں جناب آیا مبارک ہو رسولانِ سلف میں انتخاب آیا
(فقیرالدین واصفؔ برہان پوری)

کفر کے نقش کو عالم سے مٹایا کیسا آپ نے سکّۂ اسلام جمایا کیسا
(مولانا ابوالحسن فیض پوری)

جس جگہ محفلِ میلاد کا چرچا دیکھا رحمتِ حق سے وہاں نور برستا دیکھا
(اطہرؔ جلگانوی)

شور ہوگا سرِ محشر جو نبی آئیں گے آگئے آگئے عیبوں کو چھپانے والے
(منشی دلشادؔ دھولیوی)

شبِ معراج رتبہ دیکھ کر میرے پیمبر کا فرشتوں میں بپا اک شور تھا اللہ اکبر کا
(حافظؔ دھولیوی)

زمیں سے عرش تک بجنے لگا ڈنکا محمد کا بنا ہے گنبدِ افلاک نقارا محمد کا
(حمیدؔ نذر آبادی)

جنت کو بھول جائے گی امت رسول کی محشر میں دیکھ لے گی جو صورت رسول کی
(موسیٰ کلیمؔ کریمی دھولیوی)

ترے قرباں یہ خوش اسلوبیٔ انصاب کیا کہنا ذہانت نے تری سلجھایا جھگڑا سنگِ اسود کا
(شرفؔ دھولیوی)

ہر ایک کی قسمت میں یہ اعزاز کہاں ہے اللہ بنائے جسے مہمانِ مدینہ
(حنیفؔ دھولیوی)

خدا کو احترام مصطفیٰ ملحوظ تھا کتنا
کیا قرآن نازل خاص عزت کے مہینے میں
(ماہر دھولیوی)

اگر زندگی میں مدینہ نہ دیکھا
برابر ہے آنکھوں نے دیکھا نہ دیکھا
(حسن نذر آبادی)

مرا دل بن گیا ہے جب سے کاشانہ محمد کا
زمانے بھر کو ٹھکراتا ہے دیوانہ محمد کا
(عارف رسول پوری)

الم نشرہ کی سورہ، سورۂ واللیل نے فردوس
حقیقت جلوہ گر کر دی ہے سردارِ دو عالم نے
(فردوس شہادوی)

موجوں کے تبسم سے چھلکے انوارِ الٰہی کے جلوے
ظلمات کے بہتے دھاروں میں اک نور کا دھارا آ ہی گیا
(منظر مصطفیٰ آبادی)

سرِ عرش لکھا ہے نامِ محمد
بعید از گماں ہے مقامِ محمد
(کامل منصوری شاہدوی)

آخری ہے یہ تمنا کہ مدینہ جاؤں
اڑ کے جاؤں مجھے جبریل کے شہپر دے دے
(جمیل مصطفیٰ آبادی)

سارے نبیوں میں ہوئے برتر نبوت کے امیں
ختم سرکارِ دو عالم پر فضیلت ہو گئی
(علیم شہادوی)

آمد سے ان کی زیر و زبر کفر ہو گیا
یکسر بساط الٹ گئی لات و منات کی
(سراج انصاری)

زمیں پہ گر گئے بت سارے سر کے بل عباس
سنی خبر جو رسولِ خدا کے آنے کی
(شیخ محمد عباس ساودی)

مدینہ یا الٰہی دہر میں کیا طرفہ بستی ہے
کہ عرشِ پاک سے جس خاک پر رحمت برستی ہے
(محمد عبداللہ اطہر ساودی)

یہ نسبت خدا کا کرم ہے سراسر
کہاں ہم کہاں تاجدارِ مدینہ
(انجم دھولیوی)

جلوۂ عشق محمد سے ہیں روشن جنکے دل
جگمگاتے ہیں مہ و خورشید بن کر آج بھی
(راشد ادیبی جامنیری)

زمیں نے پیر چومے آسماں نے پھول برسائے عرب کا چاند چمکا رحمت للعالمیں بن کر
(احسانؔ رسول پوری)

مرہمِ زخمِ جگر ذکرِ رسول راحتِ جانِ حزیں، حبِ رسول
(ساحرؔ ادیبی جلگانوی)

میں ایک بار تو کوچے سے ان کے ہو آؤں پھر اس کے بعد مجھے شوق سے قضا لے جائے
(میکش انور جلگانوی)

خیر البشر بھی رحمتِ پروردگار بھی جلتے سفر میں رویتِ سبزہ وہی تو ہیں
(مقیم اثرؔ بیالوی)

مشک و عنبر نہ کہو بادِ صبا کی خوشبو یہ تو ہے گیسوئے محبوبِ خدا کی خوشبو
(زاہدؔ نواپوری)

سب سے اوّل وہی، سب سے آخر وہی، سارے نبیوں میں افضل ہیں نادرؔ وہی
عرشِ اعظم پہ تھا نام جنکا لکھا، وہ حبیب خدا مصطفیٰ آگئے
(ممتاز نادرؔ دھولیوی)

دیوانہ ہوں طیبہ کا قابو میں نہ آؤں گا پہنا دو مجھے لاکر زنجیر مدینے کی
(ساجدؔ جامنیری)

نبی کی چاہ کا پیمانہ ہے اویس کا دل کہ کائنات میں جس کا کوئی جواب نہیں
(رفیق احمد راہیؔ)

اس کے آگے ہیچ ہے ایوانِ شاہی اے قتیلؔ جس میں رہتے تھے رسول اللہ وہ گھر اور تھا
(رئیس احمد قتیلؔ)

دل میں سمایا جب سے قرینہ رسول کا آنکھوں میں بس گیا ہے مدینہ رسول کا
(بسملؔ چالیس گانوی)

اصل میں صبح، صبح ہے اس کی جس کی طیبہ میں شام ہو جائے
(نعیم ابن علیم)

جب بھی ذکرِ رسول ہوتا ہے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے
(رئیسؔ فیض پوری)

عشرت نہیں ہے اس کے سوا دل کی آرزو کوئے رسول ہی میں مرا انتقال ہو

(عشرتؔ راشدی جامنیری)

روشنی ہوئی ایسی بت گرے ہیں منہ کے بل جب زمینِ کعبہ پر نور جگمگایا ہے

(سیدؔ تونڈاپوری)

علامہ اقبال اعظمی کے مضمون ''حفیظؔ جالندھری اور شاہنامۂ اسلام'' میں اپنے زمانہ کی مقبول ترین شعری شاہکار کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ علامہ اقبال اعظمی نے تحریر کیا ہے:

''۔۔۔حفیظؔ جالندھری کی پیدائش صوبہ پنجاب کے شہر جالندھر میں ۱۹۰۰ء میں ہوئی تھی۔۔۔تقسیم ہند کے بعد لاہور میں سکونت اختیار کی۔۔۔۲۴؍ برس کی عمر میں آپ نے شاہنامۂ اسلام لکھنا شروع کیا، جسکی پہلی جلد ۱۹۲۹ء میں، ۔۔۔دوسری ۱۹۳۳ء میں، تیسری ۱۹۳۵ء میں اور چوتھی جلد ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔۔۔ادیبوں اور ناقدین نے حفیظؔ کے شاہنامۂ اسلام کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا۔۔۔انگریزی ادب میں جان ملٹن کی ''پیراڈائس لاسٹ''ہندی ساہتیہ میں'' کامائنی''، اور اردو ادب میں حفیظؔ جالندھری کی ''شاہنامۂ اسلام'' طویل نظمیں ہیں۔''

شاہنامۂ اسلام کی پہلی جلد کی تقریب کے موقع پر رسالہ مخزن کے مالک بیرسٹر عبدالقادر نے اس کی اہمیت وافادیت کو ظاہر کرتے ہوئے پیش لفظ میں تحریر کیا ہے ''فردوسیؔ نے شاہنامہ لکھا اس حوصلہ پر کہ بادشاہ وقت سلطان محمود غزنوی اسے بیش قرار انعام دے گا۔ اس تحریص کے بغیر شاید اتنا بڑا کام انجام نہ پاتا۔ حفیظؔ ایسے زمانہ میں پیدا ہوا ہے کہ اس کے لئے اس کی قدردانی اردوداں پبلک ہی محمود بن سکتی ہے۔۔۔اگر اردو دانوں کو اپنی زبان میں ایسی کتاب ملے جو بہادران ورہبران اسلام کی یاد کو تازہ کردے جس طرح فردوسیؔ نے غیر معروف پہلوانوں اور آتش پرست بادشاہوں کی بھولی ہوئی کہانیوں کو تازہ کردیا تھا تو اردو ادب یقیناً عرصہ دراز تک حفیظؔ کا شرمندۂ احسان رہے گا۔ (بیرسٹر عبدالقادر، مالک رسالہ مخزن، لاہور)

''حفیظؔ نے اپنی تحریر میں اپنی بے مائیگی کا ظہار کیا۔ خاکساری اور عاجزی کے ساتھ فردوسیؔ کی سحر بیانی کا اعتراف کیا اور کہا کہ فردوسیؔ سے میں

تقابل کا دعویٰ کروں یہ طاقت میرے پاس نہیں ہے۔حفیظؔ نے عالم خیال میں اردو کے باذوق قارئین کو غزنوی کے روپ میں دیکھا اور یوں گویا ہوئے:

بتا دے اہل باطل کو کہ حق کا نام زندہ ہے وہی ایمان قائم ہے وہی اسلام زندہ ہے

فردوسیؔ کے شاہنامہ کا مقام فارسی ادب میں بہت بلند ہے لیکن اس کی افادیت نہ دنیوی ہے نہ اخروی۔ یہ تحریص انعام کے جذبے کے تحت لکھا گیا تھا۔ جبکہ حفیظؔ کے شاہنامۂ اسلام کی افادیت دنیوی بھی ہے اور اخروی بھی۔۔۔اگر چہ یہ اسلام کی مکمل منظوم تاریخ نہیں ہے (پھر بھی) ہزاروں اشعار۔۔کہے گئے ہیں جن میں شاعر کے جذبات (ایمانی) کی لہروں کا تموج اور انداز بیان کی روانی قارئین کے دلوں میں جوش ایمانی پیدا کرتی ہے''۔

(علامہ اقبال اعظمی)

شاہنامۂ اسلام سے چند اشعار قارئین کے لئے بطور قند مکرر پیش ہیں جن سے حفیظؔ جالندھری کی مذہبی معلومات، تاریخ اسلام پر ان کی مضبوط گرفت، عربی، فارسی، ہندی اور اردو زبانوں اور ان کے محاورات پر ان کی خلاقانہ قدرت اور اسلام کے لئے ان کے جذبۂ صادق کا قائل ہو جانا پڑتا ہے:

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

جہاں میں جشنِ صبحِ عید کا سامان ہوتا ہے
ادھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا ہے

ستوں مکہ میں قائم ہو گئے جب دینِ بیضا کے
گرے غش کھا کے چودہ کنگرے ایوانِ کسریٰ کے

سرِ فاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آن میں فارس کا پھر آتشکدہ ٹھنڈا

دلایا جس نے حق مزدور کو عالی تباری کا
شکستہ کر دیا ٹھوکر سے بت سرمایہ داری کا

یہی جلوہ ہے تخلیق جہاں کی علت غائی
اسی کی روشنی سے دیدۂ ہستی کی بینائی

نشاں اسلام کا اللہ نے عالم میں رکھا ہے
کہ نورِ احمدی پیشانیٔ آدم میں رکھا ہے

مسلمانو! مگر اس راہ میں اللہ کافی ہے
جہادِ فی سبیل اللہ میں اللہ کافی ہے

مقدر ہے اسی کو آخری پیغامِ دیں ہونا
مقدر ہے اسی کو رحمت اللعالمیں ہونا

ابو سفیاں نے چاہا آزمانا چاہئے اس کو
یہ اچھا وقت ہے اُلو بنانا چاہئے اس کو

یہ شیبہ بن ربیعہ کا ہے یہ زمعہ کا مقتل ہے
امیہ کا یہ مدفن اور یہ عتبہ کا مقتل ہے

یہ لے جائیں گے حسرت ہی دلِ ناپاک کے اندر | ابوجہل اس جگہ لوٹے گا خون وخاک کے اندر
محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے | اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا | پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا

حفیظ جالندھری نے شاہنامۂ اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کو بے شک حرارت بخشی ہے اور صالح عقائد کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دینے کا کام بہ طریق احسن انجام دیا ہے۔علامہ اقبال اعظمی نے اپنے مضمون میں یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سعی مشکور میں وہ پوری طرح کامیاب ہیں۔

علامہ اقبال اعظمی نے ''رطب ویابس'' کے ذیلی عنوان کے تحت حفیظ جالندھری کے کلام میں فنی اغلاط کی طرف بھی کچھ اشارے کئے ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ علامہ اقبال کو فن عروض اور نکات شاعری پر بھرپور دسترس حاصل ہے مگر ان کے سارے اعتراضات سے میں ذاتی طور پر متفق نہیں ہوں۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ علامہ اقبال اعظمی جیسی متبحر اور علمی شخصیت کو ان فروعاتی کام میں اپنا وقت نہیں ضایع فرمانا چاہئے ان کی ذات گرامی ان سے بہت زیادہ مرتبے والے کاموں کے لئے موزوں ہے نہ کہ کسی شاعر کے کلام میں رطب ویابس کی تلاش کے لئے۔ان کا فرمانا ہے کہ حفیظ جالندھری کے مندرجہ ذیل اشعار میں 'رکوع'، رجیع اور وسیع کے ''ع'' ساقط الوزن ہیں:

یہاں اہلِ رکوع آئیں یہاں اہلِ سجود آئیں | قیام ان کا رکوع ان کا سجود ان کا قعود ان کا
پڑی ضرب معونہ اور افتادِ رجیع ان پر | نظر آئی بظاہر تنگ دنیائے وسیع ان پر

مندرجہ بالا اشعار میں کوئی فنی اور عروضی سقم نہیں ہے۔ یہاں ع ساقط الوزن نہیں بلکہ الف کو واصل کرنے کی رعایت کا فائدہ لیا گیا ہے۔اس سلسلہ میں سید حسن کاظم عروضی، صاحبِ ''سراج العروض'' اپنی کتاب میں ''الف وصل'' کے تحت صفحہ ۱۸۳ پر فرماتے ہیں:

> ''یہ کسی لفظ آخر الساکن کے بعد آتا ہے مگر خود متحرک ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حرف کو گرا کر حرف ماقبل سے اس کی حرکت کا ملانا درست ہے''۔

اسی عروضی نکتے کو یاس یگانہ چنگیزی نے اپنی کتاب ''چراغ سخن'' میں، کمال احمد صدیقی نے اپنی کتاب ''عروض و آہنگ میں'' اور مولوی نجم الغنی نے اپنی کتاب ''بحر الفصاحت'' میں تحریر کیا ہے۔صرف دو اشعار مثال کے طور پر:

الا یا ایھاالساقی ادرکا ساوّنادلھا | کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلھا
(حافظ شیرازی)

مدینے کی گلی ہے باعثِ صبر و قرار اپنی اسی جانب کھنچی جاتی ہے پیہم جانِ زار اپنی
(فاروق جائسی)

مجھے عرض کرنے دیجئے کہ اگر الف وصل کا گرانا ناجائز ہو تو شاعری کا ایک چوتھائی حصہ بحر سے خارج قرار دے دیا جائے گا۔

حفیظ جالندھری کے مندرجہ بالا زیر بحث اشعار کی تقطیع یوں کرنی چاہئے تھی:

مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن
یہاں اہلِ رکوعائیں یہاں اہلِ سجودائیں قیامن کا رکوعن کا سجودن کا قعودن کا
پڑی ضربِ معونہ او رافتادِ رجی عن پر نظر آئی بظاہر تن گدنیائے وسی عن پر
اٹھی اک روز آواز بلند اللہ و اکبر کی سواری جانبِ یثرب چلی محبوبِ داور کی

علامہ اقبال اعظمی نے مندرجہ شعر کے ضمن میں فرمایا کہ ''لفظ یثرب کا استعمال ممنوع ہے۔ یثرب اور طیبہ دونوں ہم وزن الفاظ ہیں۔۔لہٰذا یثرب کی جگہ طیبہ کا استعمال کیا جاسکتا تھا'' یہ اعتراض بھی برائے اعتراض ہے۔ جب نبی کریم مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف کے لئے روانہ ہوئے تو اس شہر یا قصبہ کا نام یثرب ہی تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہاں تشریف آوری کے بعد اسکا نام طیبہ ہوا اور اس کے لئے یثرب نہ استعمال کئے جانے کو کہا گیا۔ حفیظ جالندھری نے یہاں یثرب کا استعمال برمحل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری ادھر چلی تو اس کا نام یثرب ہی تھا اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے:

نہ کثرت تھی نہ ساماں تھا ''وفا'' موجود ''تھا'' ان میں
خدا تھا اور محمد مصطفیٰ موجود تھا ان میں

اغلب ہے کہ پہلا مصرع یوں رہا ہوگا ''نہ کثرت تھی نہ ساماں تھا ''وفا'' موجود ''تھی'' ان میں۔ 'تھی' کی جگہ غلطی سے 'تھا' کمپوز ہوگیا ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ 'وفا' مذکر ہے اس سے صرف نظر کیا جاسکتا تھا۔ دوسرے مصرع میں ''خدا تھا'' میں بھی مجھے کوئی قباحت نہیں نظر آتی کیونکہ خدا تھا، خدا ہے اور خدا رہے گا، تینوں زمانوں میں خدا کی موجودگی کا استعمال ہوتا ہے۔ مثالیں بہت سی دی جاسکتی ہیں۔

خدا حافظ تھا اور ''تھا'' مالک و مختار بھی ان کا (اس مصرع میں شاید 'تھا' کمپوزنگ سے رہ گیا ہے)

محمد رہنما بھی تھا سپہ سالار بھی ان کا (اس مصرع میں بھی ماضی کا صیغہ درست ہے۔ حال کا صیغہ نامناسب رہے گا)

علامہ اقبال اعظمی نے لفظ عذر، عمامہ، لولاک، آیہ اور فزت کے غلط استعمال پر مناسب گرفت کی ہے۔ یہ بھی درست فرمایا ہے کہ دشمن کا قافیہ محسن اور کر کا قافیہ کا فر نہیں ہوسکتا، خلف اور نا خلف بھی جائز قافئے نہیں ہیں ان میں ایطائے جلی کا سقم ہے، مگر قاصد کا قافیہ مقاصد میرے نزدیک درست ہے۔ مثالاً بہت مشہور شعر حاضر ہے۔ اس صنعت تجنیس کا اردو شاعری میں خوب استعمال ہوا ہے:

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

ایک اور شعر:

فرشتے غرق حیرت تھے ادھر فرشی ادھر عرشی نظر آتا تھا لوہے کا سمندر لشکرِ قرشی

مندرجہ بالا شعر پر علامہ اقبال اعظمی کا اعتراض ہے کہ ''فرشتوں کو غرقِ حیرت بتانا مناسب نہیں ہے''۔ اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ ایسا اعتراض قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ شاعری میں بہت سی باتیں دو اور دو چار ہی نہیں ہوتیں اس سے بھی الگ بیان کی جاتی ہیں:

وہی ناری فرشتہ راندۂ دربارِ سرکاری ازل میں جو ہوا تھا سجدۂ آدم سے انکاری

مندرجہ بالا شعر میں علامہ اقبال کا یہ فرمانا درست ہے کہ ''ابلیس فرشتہ نہ تھا، جن تھا:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی

سلام اے ظل رحمانی سلام اے نور یزدانی ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

مندرجہ بالا اشعار کے بارے میں صاحبِ مضمون کا فرمانا ہے کہ یہ اشعار حفیظ جالندھری کے ''شاہنامۂ اسلام'' اور منظور حسین کی رزمیہ ''جنگ نامۂ اسلام'' دونوں میں مشترک ہیں۔ ان سے مجھے توقع تھی کہ وہ اس کے اصل خالق کی طرف رہنمائی فرماتے مگر ان کا مضمون اس سلسلہ میں ایک تشنگی چھوڑ گیا ہے۔

☆

قاضی محمد رفیق فائزؔ فتح پوری (راجستھان) کا نام تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ان کو مرحوم لکھتے ہوئے بہت سے اہل ایمان کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ۲۳/ جون ۲۰۲۰ء مطابق یکم محرم ۱۴۴۱ھ کو وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور عالمِ اسلام ایک متبحر عالم وصاحب بصیرت ادبی شخصیت سے محروم ہو گیا۔ شاید ''دبستانِ نعت'' (شمارہ ۵) میں شامل ان کا مضمون ''نعت گوئی اور مدافعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' ان کے ضو بار قلم سے نکلا ہوا آخری مضمون ہو۔ ''دبستان نعت'' اور اس کے مدیر ڈاکٹر سراج احمد قادری سے وہ بہت ہی محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ ان کا وصال فرمانا ''دبستان

نعت'' کے اغراض ومقاصد کا ایک بڑا خسارہ ہے:

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نو رستہ اس در کی نگہبانی کرے

اپنے موقر مضمون میں انھوں نے فرمایا ''جس کا نام ہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو،۔۔۔جس کو خالق کائنات نے ''عظیم'' کہا ہو،۔۔۔جس ذات والا صفات میں عیب ونقص ڈھونڈنے سے بھی نہ پائے جائیں تو حقیقت یہ ہے کہ اس ذات کریم کے حوالے سے کی جانے والی ہر بات پر ہی لفظ ''نعت'' کا اطلاق ہوگا۔۔۔کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے کی جانے والی ہر بات پر لفظ ''نعت'' احاطہ کئے ہوئے ہے۔۔۔مدافعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے اہم ہے کہ یہ سنتِ الٰہی ہے۔۔۔جب کفار ومشرکین یا یہود ونصاریٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں۔۔۔۔غیر رواقعی بات کہنے کی غرض سے زبان درازی (یا دل آزاری کی) تو۔۔غیرت الٰہی جوش میں آئی اور انہیں ایسے مسکت جواب دئے کہ ان کی پشتیں تک ادھیڑ کر رکھ دیں۔ ولید بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں (اسود بن یغوث، وراخنس بن شریق) نے آپ پر مجنون ہونے کا بہتان باندھا تو اللہ تعالیٰ نے اس (ولید بن مغیرہ) کے دس عیوب گنوا کر اسے جواب دیا۔ اسے، بہت قسمیں کھانے والا، جھوٹا، ذلیل، طعنے دینے والا چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، گناہ کرتے رہنے والا بدمزاج اور بداصل یعنی حرام کی اولاد کہا۔ (الحجر)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا کے حکم پر اپنے قرابت داروں کو دین حق پہچانے کے لئے جمع فرمایا تو ابولہب نے کہا ''کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔ تیری ہلاکت ہو''۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورت نازل فرمادی۔ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ اس کا مال اس کے کام آئے اور نہ وہ جو اس نے کمایا۔ وہ جلد ہی ایسی آگ میں پہنچے گا جو بھڑک رہی ہوگی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں رسی ہوگی جس سے وہ لکڑیاں باندھتی ہے۔'' **(سورہ تبت یدا)**

''آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے (حضرتِ قاسم) کا انتقال ہوا تو عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی محیط نے کہا کہ محمد ''ابتر'' ہوگیا۔۔۔۔یہ باتیں سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے تو (اللہ تعالیٰ) نے سورۂ کوثر نازل فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی اور ان (کافروں) کو دنداں شکن مسکت جواب دیا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی! ان کی باتوں کا غم نہ کرو) بے شک ہم نے تمہیں کوثر عطا فرمادیا، تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک آپ کا

مخالف ہی بے نشان رہے گا۔

مدافعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (صحابہٴ کرام) کے نزدیک نعت نبی کا حصہ تھی ان کی تلواروں کے ساتھ ساتھ ان کی زبانیں اور ان کے اشعار بھی دشمنان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے کاری زخم لگاتے جن کے لئے کوئی مرہم کارگر نہ ہوتا۔۔۔ہجو کا جواب اکثر و بیشتر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا، نتیجہ میں زبان رسالت سے اس طرح شاباشی لی؛۔

اللهم ابده بروح القدس

(اے اللہ تو روح القدس کے ذریعہ حسان کی مدد فرما۔

اصبح المشركين فان جبريل معك

(اے حسان! مشرکین کی ہجو کہو، بے شک جبریل تمہارے ساتھ ہے)

هجا هم حسان فشفى و استشفى

(حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین کی ہجو کر کے شفا دی اور شفا پائی)

مدافعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تین اشخاص تمام صحابہ میں پیش پیش تھے۔حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین'۔

جب ابوسفیان اور مغیرہ بن الوارث کی طرف سے بارگاہ رسالت میں ہجو اور گستاخی کے اشعار سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آئے تو آپ نے انہیں اس طرح جواب دیا:

الا ابلغ ابا سفيان منى انت مجوف نخب الهوا

(ابوسفیان تک میری بات پہنچا دو کہ تو اپنے منہ سے صرف گندی ہوا خارج کرتا ہے)

هجوت محمداً فا جبت عنه وعند الله ذات الجزاء

(تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو کی میں اسکا جواب دیتا ہوں اور اسکا بدلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے)

(مسلمانوں کی ایذا رسانی) لسانی ہو یا اور کسی طرح کی، ایسے لوگوں کے ساتھ شدت کرنا سنت الٰہیہ بھی ہے، سنتِ رسول اور سنتِ صحابہ بھی۔ایسے میں تمام صحابہٴ کرام کا طرزِ عمل وہی ہوتا تھا جسکا ذکر قرآن نے یوں بیان کیا ہے؛۔

محمد ا لرسول الله والذين معه اشد اء على الكفار

(محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں)

اسی بات کی طرف فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

یہ کہہ کر توجہ دلائی:

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑئے ہر بات میں چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

نعت گو اور نعت خواں صحابہ سے لے کر، امت کے تا حال نعت گو و نعت خوانوں کے زمرے میں انہیں بھی شامل کیا جانا چاہئے جنھوں نے نعت رسول کے اہم موضوع ''مدافعتِ رسول اور حمایتِ رسول'' پر روشنائی کے بجائے اپنے خونِ جگر سے اذیتیں رقم کیں ۔۔۔(ان کی) فہرست بڑی طویل ہے مگر ان میں چند متبرک نام یہ ہیں (ا) مرد غازی خدا بخش لاہوری (۲) مرد غازی عبد العزیز افغانی (۳) غازی علیم الدین شہید (۴) غازی وشہید عامر عبد الرحمان ۔۔(۵) غازی وشہید ملک ممتاز حسین اعوان قادری ۔۔۔رحمت اللہ علیہم اجمعین ۔

(انہیں حضرات کی) طرح جان دے کر یا جان لے کر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ہجو اور گستاخی کا جواب دیا جانا نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ضمن میں شمار ہو سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاکی اور ہجو کا جواب زبان وقلم سے نظم ونثر میں دینا غلامانِ مصطفیٰ کی سنت ہے تو ہاتھ پاؤں سے جواب دینا بھی انہیں کی سنت ہے ۔۔۔(جیسے) کعب بن اشرف جو ایک نامور شاعر اور یہودیوں میں بڑا معزز شخص تھا ۔۔۔اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف گستاخی اور ہجو کی تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے گھر جا کر اسے قتل کر دیا ۔۔۔غلامان مصطفیٰ کے اس جذبۂ دیوانگی کو مضمون نعت سے خارج نہیں کیا جا سکتا''۔

(قاری محمد رفیق قاضی فائز، فتح پوری)

☆

ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری صاحبہ کا مضمون ''جاورہ میں اردو ادب اور نعت گوئی کا ارتقاء''، ''دبستان نعت'' کے قارئین کو نئے جہانوں کی سیر کراتا ہے۔اس مضمون سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اب جہاں ایسے لوگوں کی حکومت ہے جو مسلم دشمنی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، وہاں کبھی مسلم بادشاہوں، نوابوں اور جاگیرداروں کی حکومت تھی مگر باہمی میل جول اور بین المذاہب رواداری کا عہد زریں جگمگا رہا تھا۔ان کے متذکرہ مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ؛۔

۱۸۱۸ء میں ’’جاورہ‘‘، مالوہ کی اہم ریاستوں میں شمار ہوتا تھا۔اب یہ مقام صوبہ مدھیہ پردیش میں واقع ہے۔اس کا قدیم نام ’’گلشن آباد‘‘ ہے۔ یہاں جید عالم،فقراء،صوفیاء،ادباء،اورشعراء نے جنم لیا۔ یہاں ہر طرف فن کار ہی فنکار اورفنون کی روشنیاں ہی روشنیاں دکھائی (دیتی تھیں)۔جس طرح صبح بنارس اورشام اودھ مشہور ہےاسی طرح شبِ مالوہ بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔جاورہ،موجودہ عہد میں بھی اپنی قدرتی آب و ہوا،سرسبز و شاداب ماحول کے سبب شبِ مالوہ کی لاج برقرار رکھے ہوئے ہے۔شہرجاورہ اب صوبہ مدھیہ پردیش کے ضلع رتلام کی تحصیل ہے۔جاورہ ایسے مقام پر واقع ہے جہاں صوبہ مدھیہ پردیش سے راجستھان اور گجرات صوبوں کی سرحدیں ملتی ہیں۔اسی لئے جاورہ میں ایک ملی جلی اور رنگارنگ تہذیب پائی جاتی ہے۔تاریخ کی مستند کتابوں جیسے تاریخ مالوہ،آثار مالوہ اور اردو ادب کی تاریخ وغیرہ میں جاورہ کا ذکر ’گلشن آباد‘ کے نام سے ملتا ہے۔یہاں نواب عبدالغفور،نواب غوث محمد خان،نواب اسماعیل خان اورنواب افتخارعلی خان نے کم وبیش ۱۵۰ ؍سالوں تک حکومت کی۔اس دور میں اردو یہاں کی سرکاری زبان تھی۔متذکرہ نوابین نہ صرف یہ کہ ادب نواز اورادب پرور تھے بلکہ خودسخنور،سخن شناس اورصاحب تصنیف تھے۔یہاں نوابین کی سرپرستی میں اردو ادب کوخوب فروغ حاصل ہوا۔قدیم چھاپہ خانوں میں جاورہ کے دارالمطبع کا نام بھی شامل ہے جہاں بہت سی اہم کتابوں کی طباعت عمل میں آئی۔اس مطبع کا انتظام وانصرام منشی نصراللہ کے سپرد تھا جومرزا عظیم بیگ کے چھوٹے بھائی اوربہترین خطاط تھے۔اسی مطبع سے ’’محتشم الاخبار‘‘ بھی شایع ہوتا تھا۔

نواب غوث محمد نے لکھنؤ،کانپور،بریلی،شاہجہانپوراوردلی وغیرہ کا سفرکیااوراپنا سفرنامہ ’سیر محتشم‘ کے نام سے تصنیف کیا۔نواب موصوف نے مذکورہ سفر سے واپسی پر اپنے ساتھ کانپور سے مرزاعظیم بیگ کو’جاورہ‘ لے آئے۔مرزاعظیم،مرزامحمد رفیع سوداؔ کے اہم شاگرداورصاحبِ دیوان شاعر تھے۔ تصنیف وتالیف کے سلسلے میں نواب غوث محمد کی شخصیت بہت معاون ومددگارتھی۔اردوکی مشہورلغت ’’غیاث اللغات‘‘ کی اشاعت میں نواب صاحب نے نہ صرف مالی معاونت کی بلکہ شائع شدہ جلدیں بذات خود’جاورہ‘ میں فروخت کرواکراس کی رقم مولوی غیاث الدین کوپہنچادی۔

نوابین کی سرپرستی،مرزاعظیم بیگ اورمرزانصراللہ وغیرہ کی موجودگی نے’جاورہ‘ میں اردوزبان و شاعری میں نکھار پیدا کیا۔صوفیاءکرام کی روحانی مجلسوں نے اہلِ جاورہ کونعتیہ شاعری کی طرف بھی راغب کیا۔اس دور کے نعت گوشعراء کا احوال ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری نے اپنے مضمون میں پیش کیا ہے۔نمونہ کےطور پران کے اشعاربھی رقم کئے ہیں۔میں ان کے مضمون سے چیدہ چیدہ اشعارقارئین

''دبستان نعت'' کی عقیدتوں کی نذر کررہا ہوں:

انہیں کے سبب سے زمین و زماں — خدا نے کیا ہے عدم سے عیاں
(شیخ قدرت اللہ قدرتؔ)

الف صلو علیٰ النبی عربی — سید الانبیاء و العجمی
(پیر جی محمد یوسفؔ)

حرم میں دیر میں کعبہ میں مسجد میں کلیسا میں — تصور میں نظر میں دل میں میرے جابجا تم ہو
(رحیم داد خاں شیدائیؔ)

حدیثِ خلق من نوری سے واللہ — ہے کل عالم گلستانِ محمد
(حیات اللہ خان عیشیؔ)

نہ تھا جز خدا کوئی معراج کی شب — رہا راز ہی ماجرائے محمد
(امبا سہائے فرحتؔ گلشن آبادی)

ثنائے حبیب خدا کر رہا ہوں — ادا سنتِ کبریا کر رہا ہوں
(ادبؔ گلشن آبادی)

خود ڈھونڈ رہی ہے مجھے اللہ کی رحمت — یہ رحمتِ عالم کی محبت کا صلہ ہے
(خطیبؔ گلشن آبادی)

فلک سے منجانب الٰہی فرشتے مژدہ سنا رہے ہیں — زمیں کے مالک زمیں پہ آکر زمیں کو جنت بنا رہے ہیں
(سیف الدین سیفؔ)

اک اشارے سے قمر جب شق ہوا — عقل کا چہرہ وہیں پر فق ہوا
(غیاث الرحیم شکیبؔ)

جود و سخا عطا کا سمندر رسول ہیں — لطف و کرم کا محورِ اکبر رسول ہیں
(سید افسوس رسول شبابؔ)

واقف کون و مکاں ہے رازدار کن فکاں — ہے احد احمد میں مضمر انتہائے مصطفیٰ
(واقفؔ حیدری)

محترم سب سے ہے وہ بعد خدائے برتر — اس کا اقرار ہے اقرار ہے اقرار مجھے
(ساحرؔ افغانی گلشن آبادی)

ایک ہی دل میں تقاضے ہیں محبت کے بہت
کربلا مانگے، نجف مانگے، مدینہ مانگے
(جہاں گیر نیازی)

کبھی جبریل بھی خموش کھڑے ہیں لیکن
جنبشِ لب کبھی سرکار نے کنکر میں رکھے
(یوسف سحر)

رضا مجھ کو دیکھا تو بولے ملائک
وہ آیا، وہ آیا، غلامِ محمد ﷺ
(احمد رضا گلشن آبادی)

مشکلیں دور ہو گئیں ساری
المدد یا نبی ! کہا ہے بس
(شاکر رضا)

صحابی تھے ستر، تھا اک شیر پیالہ
پیا سب نے جی بھر کے جامِ محمد
(شاد گلشن آبادی)

ڈاکٹر سراج احمد قادری اور محترم فیروز سیفی صاحبان کو اللہ نے یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ وہ ہم ''دبستانِ نعت'' کے قارئین کو ہندوستان کے ان نعت گو شعراء سے بھی روشناس فرما رہے ہیں جو ابھی تک پردۂ خفا میں تھے۔ یہ کام ''دبستانِ نعت'' کے ذریعۂ بحسن وخوبی انجام پا رہا ہے۔ اللہ ان دونوں صاحبان کو اور سارے حلقہ بگوشان ''دبستانِ نعت'' کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

☆

قمر الزماں صدیقی (گوالیار) کا مضمون ''حجرۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بلبلِ ہندی''، علامہ اقبال اور کلیات اقبال کے حوالے سے لکھی گئی پر مغز تحریر ہے۔ علامہ اقبال اور مرزا غالب دو ایسی شخصیات ہیں جنھوں نے اردو شاعری کو اپنی طرزِ ادا اور اسلوب سے بے پناہ متاثر کیا ہے۔ ان دونوں شعراء پر جس قدر لکھا جا چکا ہے کہ شاید اب اس سے زیادہ کچھ لکھا جانا آسان نہیں رہ گیا ہے۔ علامہ اقبال کو مرزا غالب پر اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ ان کی شاعری اسلام اور اسلامی اقدار کو دلوں میں راسخ کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ شاید ہی کوئی صاحب تقریر و صاحب تحریر ہو جس نے علامہ اقبال کی شاعری کی مدد سے اپنی بات میں زور پیدا کرنے کا کام نہ لیا ہو۔ علامہ اقبال کے اشعار کی شرحیں بھی اتنی لکھی گئیں ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔

قمر الزماں صدیقی اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں۔ "رفعتِ شانِ ورفعنا لك ذكرك"، ایک ایسا دائمی نظارہ ہے جس کا نور چشم اقوام عالم کو ازل تا ابد خیرہ کرتا رہے گا۔ مختلف زمانوں (اور

زبانوں) میں کئے گئے اعتراف کے اسی سلسلے نے جب منظوم شکل اختیار کی تو ایک پاکیزہ صنف سخن وجود میں آئی جسے 'نعت' کہا گیا۔۔۔عرب کے باشندوں کو اس صنف سخن کے اوّلین نقاش ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ صنف سخن عربی ناقہ سواروں اور حدی خوانوں کے ہم رکاب ہندوستان آئی۔ یہی وہ دور تھا جب دو اجنبی قومیں۔۔۔شیر و شکر ہو رہی تھیں۔۔۔اردو نعت کے خمیر میں نطق اعرابی کی فصاحت و بلاغت، شکوہِ ترکمانی کی عظمت و سطوت کے ساتھ ساتھ ذہن ہندی کا سوز و گداز اور پر خلوص حلاوت یکجا ہو چکی تھی۔ اردو نے صغیر سنی میں ہی اپنی توتلی زبان سے نعتیہ کلام کہنا شروع کر دیا تھا، جس نے بہت کم عرصہ میں عوام و خواص میں شہرت و مقبولیت کی سند حاصل کر لی۔ صوفیا نے اسے اپنی خانقاہی محافل کی زینت بنایا تو سلاطین دکن نے اس صنف کو اپنی نجات کا راستہ گردانا۔ (ہندوستان میں آئی) ایک سرخ فام قوم نے۔۔۔کہیں بادشاہوں کو تخت سے اتارا تو کہیں عوام کو دار پر چڑھایا۔۔۔اردو نعت کو آج بھی مراد آباد چوک کا وہ منظر یاد ہے جب زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک (وطن پرست اور حکومت وقت کی نظر میں) باغی سزائے موت کی ہم آغوشی سے چند لمحات قبل اس صنف سخن کے ازلی خزانے میں اپنی آخری نیاز گزار رہا تھا:

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ ولیکن حشر تک نعتِ حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا
(کافی علی کافیؔ مرادآبادی)

اسی پر آشوب دور میں غیر منقسم ہندوستان کے ایک قصبہ 'سیال کوٹ' میں بحر نعت کا ایک عظیم شناور 'محمد اقبالؔ' پیدا ہوا۔۔۔وہ شاگرد تو داغؔ دہلوی کا تھا مگر (اس کے) دل میں سرسید، حالیؔ، شبلیؔ اور امیرؔ مینائی جیسے اسیران حجاز کی عقیدتیں بھی موجزن تھیں۔۔۔اقبالؔ دنیا کے جس خطے میں بھی گئے وہاں کی نسبتِ حجازی کی خوشبو نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا'' (قمر الزماں صدیقی)

علامہ اقبالؔ کی پوری شاعری میں قوم و ملت کا درد سمویا ہوا ہے۔ ان کے اشعار میں جذبۂ ایمانی کے روشن مینار بہت صاف نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے بیشتر ماہ و سال قوم مسلم کو بیدار کرنے میں صرف کر دیا۔ ان کے ہر شعر میں ایمان کی گرمی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ سے محبت اور زمینِ حجاز سے عقیدت کی خوشبو بسی ہوئی ہے۔ قمر الزماں صدیقی نے علامہ اقبالؔ کے بہت سے اشعار مثال کے طور پر اپنے مضمون میں شامل کئے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نیاز مندی اور والہانہ عقیدت کا یہ انداز ملاحظہ ہو:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

مدینہ کے لئے یثرب کا استعمال ہمارے بزرگوں نے مناسب نہیں گردانا مگر علامہ اقبالؔ یثرب کا استعمال بے دریغ کرتے چلے گئے ہیں۔ شاید عشق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انہیں اس کے استعمال کی ممانعت کا خیال ہی نہیں رہا:

خوشا وہ وقت کہ ’یثرب‘ مقام تھا اس کا — خوشا وہ دید کہ دیدار عام تھا اس کا
خنجرِ رہزن اسے گویا ہلال عید تھا — ہائے ’یثرب‘ دل میں، لب پر نعرۂ توحید تھا
خوف جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز — ہجرت مدفونِ ’یثرب‘ میں یہی مخفی ہے راز
خوف کہتا ہے کہ ’یثرب‘ کی طرف تنہا نہ چل — شوق کہتا ہے کہ ’تو مسلم ہے بیبا کانہ چل
آہ ’یثرب‘ دیس ہے مسلم کا، تو ماویٰ ہے تو — نقطۂ جاذب تاثر کی شعاؤں کا ہے تو
توائے مولائے ’یثرب‘ آج میری چارہ سازی کر — مری دانش ہے افرنگی مرا ایمان زناری

قمر الزماں صدیقی نے علامہ اقبالؔ کے وہ بہت سے اشعار اپنے مضمون میں ضم کئے ہیں جو زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ یہ اشعار علامہ اقبالؔ کے دلی جذبات کا اظہار تو ہیں ہی مگر ان میں قومِ مسلم کی دردمندی کا برملا اظہار موجو ہے۔ میں بھی ان میں سے چند قارئینِ ’’دبستانِ نعت‘‘ کے لئے حاضر کرتا ہوں:

کرم اے شہِ عرب وعجم، کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم — وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری
کل ایک شوریدہ، خوابگاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا — کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
اوروں کو دیں حضور یہ پیغام زندگی — میں موت ڈھونڈتا ہوں دیارِ حجاز میں
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس — صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس
سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے — کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں
ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے — دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے
سالار کارواں ہے میرِ حجاز اپنا — اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
وہ دانائے سبل ختمِ رسل مولائے کل جس نے — غبار راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

مضمون کے آخر میں صاحب مضمون کے یہ جملے بار بار پڑھے جانے کے قابل ہیں ’’غرض کہ اقبالؔ نے اردو نعتیہ شاعری کی روایت میں کئی تجدیدی کارنامے انجام دئے ہیں۔ مثلاً نعت کو پیغام اور

پیغام کو نعت بنایا۔نعت کو فلسفیانہ ذہن،سوز و گداز اور عالمی بصیرت عطا کی۔اس فن پارینہ کو کرب انسانیت کا نسخۂ شفا تجویز کیا۔نعت کے رسمی، روایتی اور مقررہ مضامین سے اجتناب کیا۔اسے آفاقیت اور ابدیت جیسے امکانات سے روشناس کرایا۔عقیدت اور محاسن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں اک نئے باب کا اضافہ کیا جس کا مرکزی خیال ممدوح اور مداحوں کے نفوس کا انضمام وادغام تھا۔نعت کو مذہبی شاعری کے حصار سے نکالا اور ایک ایسی فضا قائم کی جس میں اردو نعت، دیگر اصناف سخن کے نہ صرف شانہ بشانہ چل رہی ہے بلکہ ایسا منارۂ نور بن چکی ہے جس کی روشنی سے متاخرین نعت گو ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں گے۔'' (قمرالزماں سدیقی)

☆

میں جب بھی ''دبستانِ نعت'' کی اشاعت کے سلسلے میں ڈاکٹر سراج احمد قادری کی جاں فشانی اور جناب فیروز سیفی صاحب کی نعت سے والہانہ عقیدت پر غور کرتا ہوں تو یہ شعر میرے ذہن میں قوس قزح کے طرح نمودار ہوجاتا ہے:

آغشتہ ایم ہر سرِ خارے بہ خونِ دل قانونِ باغبانیٔ صحرا نوشتہ ایم
(غالبؔ)

ہندوستان میں اردو کے کسی بھی مجلّہ کی لگاتار اشاعت ناممکن نہیں تو بہت ہی مشکل ضرور ہے اور جب مجلّہ خالص نعتیہ ادب پر مبنی ہو، اپنی ضخامت کے لحاظ سے چھ سات سو صفحات پر محیط ہو اور وہ اپنے ہی لوگوں کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا بھی ہو تو یہ کہنا پڑتا ہے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ
(حافظؔ)

بحر حال یہ مجلّہ بہت ہی آن بان شان سے شایع ہو رہا ہے۔بہت جلد اس نے بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی ہے۔میں کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان میں سید صبیحؔ رحمانی کی ادارت میں شایع ہونے والا رسالہ ''نعت رنگ'' اور ہندوستان میں داکٹر سراج احمد قادری کی ادارت میں شایع ہونے والے اس رسالہ ''دبستان نعت'' کا کوئی ثانی نہیں ہے۔یہ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص احسان ہے کہ اس مجلّہ کو سید صبیح رحمانی جیسے مداحِ رسول کی پرخلوص حمایت، ادبی اعانت، اشاعت کا تجربہ اور مخلصانہ مشورہ حاصل ہے۔ڈاکٹر سراج احمد صاحب کی تحریروں میں جگہ جگہ اس بات کا اعتراف اور متشکرانہ جملے دیکھے جا سکتے ہے۔**هل جزاء الاحسان الا الاحسان** شمارہ ۵؍ میں ڈاکٹر سراج احمد صاحب کا بہت ہی اہم اور نعت کے اسکالرس کے لئے بہت ہی افادیت کا حامل مضمون''

نعت ریسرچ سنٹر۔انڈیا اوراس میں فراہم تحقیقی، تنقیدی، حمدیہ ونعتیہ کتب و دواوین کا اجمالی تعارف‘‘ شامل ہے۔ڈاکٹر سراج احمد صاحب نے اپنے موقر مضمون میں نہ صرف نعت ریسرچ سنٹر میں موجود کتابوں کا تذکرہ کیا ہے بلکہ اس طرف بھی تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ یہ ادرہ ’’نعت ریسرچ سنٹر‘‘ کب، کیسے، کیوں اور کس طرح جناب فیروز سیفی صاحب کی ہمت افزائی سے وجود میں آیا۔ڈاکٹر سراج احمد صاحب اپنے مضمون میں فرماتے ہیں؛۔

’’نعت ریسرچ سنٹر۔انڈیا، نعتیہ ادب کے فروغ وارتقاء کئے لئے قائم کیا گیا ایک بین الاقوامی ادارہ ہے جس کی بنیاد ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں محترم فیروز سیفی (نیویارک) کے ہاتھوں رکھی گئی، وہی اس ادارے کے فاؤنڈرر ڈائرکٹر ہیں۔نعت ریسرچ سنٹر۔انڈیا کے قیام کا واحد مقصد ہنداور بیرونِ ہند ممالک میں نعت کے اس سرمایۂ جات کو ڈھوڈ نکالنا ہے جو ابھی تک اربابِ علم وفضل کی فکر وفن کا موضوع نہیں بن سکے ہیں مگران میں فکروفن کا موضوع بننے کی تمام تر صلاحیتیں موجود ہیں۔نیز نعت کی ادبی عظمت یونیورسٹیز اور کالجز کے ان اساتذہ اور دانشوروں کو بھی یہ باور کرانا ہے جنھوں نے آج تک اس مقدس صنف سخن کو ادب کی صنف کا درخوراعتنا سمجھا ہی نہیں۔۔۔نیز ملک اور بیرون ملک کی ان دیگر یونیورسٹیز اور تعلیمی اداروں کو بھی رغبت دلانا ہے جن کے یہاں نعت تاہنوز شامل نصاب نہیں۔

(پہلا یہ کہ) اسلاف عظام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے نعت کی محفلوں کا انعقاد۔۔۔عشق رسول کو تیز کرنے کے لئے کیا۔۔۔نعت کی دوسری جہت نغمہ سنجی ہے (جسے) قلب کو گرمانے اور روح کو (عشق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں) تڑپانے کا شرف حاصل ہے۔۔۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ ’’قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کیا کرو (سنن ابوداؤد)۔۔۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو اس سے نعت کی نغمہ سنجی کی عظمت اور دوبالا ہو جاتی ہے۔۔۔نعت ریسرچ سنٹر انڈیا۔۔۔کے ذریعہ ہم عصر حاضر کی نئی نسل اور آنے والی نسلوں کے سینوں کو اسوۂ رسول اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گنجینہ بنانا چاہتے ہیں‘‘۔ (ڈاکٹر سراج احمد قادری)

ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب نے، نعت ریسرچ سنٹر۔انڈیا کا قیام کیسے عمل میں آیا، پر اجمالی نظر ڈالی ہے۔دراصل نیویارک میں مقیم ایک غلامِ غلامان رسول جناب فیروز سیفی کے دل میں اس بات کی تمنا بار بار ابھرتی تھی کہ کاش ہندوستان سے بھی ’نعت رنگ‘‘ کے جیسا کوئی مجلّہ شایع ہو جو نعت رسول کی عظمتوں اور افادیات کو امت مسلمہ کے دلوں میں راسخ کردے۔اللہ نے فیروز سیفی صاحب کو ہندوستان میں ایک عاشقِ نعت ڈاکٹر سراج قادری کا فون نمبر فراہم کرا دیا اور دونوں میں ہندوستان سے نعتیہ رسالہ کے اجراء کے بارے میں متواتر گفتگو ہوتی رہی۔جب سیفی صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ

ڈاکٹر سراج قادری نے ''مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری'' پر پی ایچ ڈی کی ہے، نیز ان کے بیش قیمت مقالے ومضامین ہند و پاک کے مقتدر رسائل و جرائد میں متواتر شایع ہوتے رہتے ہیں توسیفی صاحب کی نظر میں ڈاکٹر سراج قادری کی عزت وتوقیر اور بھی بڑھ گئی۔ دونوں حضرات نے یہ طے کیا کہ کرناٹک سے شایع ہونے والے سہ ماہی رسالہ ''جہان نعت'' جو ڈاکٹر غلام ربانی فدا کی ادارت میں شایع ہو رہا ہے، کومل کر آگے بڑھانے کا کام کریں گے۔ مگر صرف دو شمارے شایع ہوئے تھے کہ غلام ربانی صاحب نے جنوری ۲۰۱۵ء میں بغیر کوئی وجہ بتائے اس کی اشاعت سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد فیروز سیفی اور ڈاکٹر سراج قادری نے خود اپنا نعتیہ رسالہ ''دبستان نعت'' کے نام سے شایع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اب یہ رسالہ متواتر قارئین کی نگاہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

اب تک رسالہ ''دبستانِ نعت'' کے ماشاءاللہ پانچ شاندار شمارے منصۂ شہود پر آ چکے ہیں۔ پہلا شمارہ حضرت علامہ نورالدین جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام، دوسرا شمارہ سید غلام علی آزاد بلگرامی کے نام، تیسرا شمارہ ناگ پور یونیورسٹی سے نعت کے مضمون پر پہلا مقالہ لکھنے والے ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری متوفی ۲۷ نومبر ۲۰۱۷ء کے نام، چوتھا شمارہ اردو کے پہلے تخلیق کار ''چندائن'' کے مصنف مولانا داؤد ڈلموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام اور پانچواں شمارہ مدینہ منورہ کے جاں نثاروں کے نام معنون کیا گیا۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری اور ان کے رفقائے کار، جس میں ڈاکٹر جمیل راٹھوی صاحب بھی شامل ہیں، کی مسلسل کوششوں سے اور دعاؤں سے اردو نعت کو درجِ ذیل یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کر لیا گیا ہے؛۔

۱۔ دین دیال اپادھیائے (گورکھپور یونیورسٹی) گورکھ پور
۲۔ ناگ پور یونیورسٹی ناگ پور
۳۔ روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی
۴۔ ساگر یونیورسٹی، ساگر، مدھیہ پردیش

''ہندوستان کی دیگر یونیورسٹیز میں حمد و نعت کے مختلف موضوعات پر اب تک تقریباً پچاس سے زاید تحقیقی وتنقیدی مقالے قلمبند کیے جا چکے ہیں اور مقالہ نگاروں کو ڈگری بھی تفویض ہو چکی ہے''۔ (ڈاکٹر سید جمیل الدین راٹھوی کی) کتاب ''خلق پیغمبری'' (ساگر یونیورسٹی، ساگر، مدھیہ پردیش) کے نصاب میں شامل (ہوگئی) ہے''۔ (دبستان نعت)

نعت ریسرچ سنٹر۔ انڈیا کا ایک اور قابلِ تعریف کام یہ ہے کہ ڈاکٹر سراج احمد قادری نے یہاں ایک لائبریری قائم کر دی ہے جس میں بہت ہی اہم اور قیمتی کتابیں موجود ہیں جو نعتیہ مضمون کی تخلیق

اور نعت پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ یہاں ایک ہی چھت کے نیچے طالب علموں کو بہت سارا مواد فراہم ہو جاے ٔ گا۔ ان کتابوں کی فراہمی میں نعت ریسرچ سنٹر، کراچی کے ڈائرکٹر اور مشہور نعت گو محترم صبیح رحمانی، نعت ریسرچ سنٹر۔انڈیا کے فاؤنڈر ڈائرکٹر جناب فیروز سیفی (نیویارک) اور دبستانِ نعت کے مدیر ڈاکٹر سراج احمد قادری کی رہین منت ہے۔ بہت سی کتابیں جو اس لائبریری میں موجود ہیں وہ پاکستان سے بھی فراہم کی گئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ کتابیں عام طور پر لوگوں کو ہندوستان میں دیگر مقامات پر نہ مل سکیں گی۔

ڈاکٹر سراج قادری صاحب نے اپنے مضمون میں یہ بتایا ہے کہ متذکرہ لائبریری میں تقریباً ۲۰۰۰ / ہزار کتابیں موجود ہیں۔ جو کتابیں خصوصاً نعتیہ مضامین پر مشتمل ہیں ان میں ۱۲۵ / تحقیقی، تنقیدی و تخلیقی کتب، ۱۵۹ / حمدیہ و نعتیہ دواوین و کلیات اور ۴۰ / مختلف رسائل و جرائد موجود ہیں۔ ان نعتیہ کتابوں کی اشاعت کے بارے میں مصنف، مرتب، ناشر، زمانۂ تخلیق اور تعداد صفحات کی تفصیلات بھی رقم کی گئی ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ نعت کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں ڈاکٹر سراج احمد قادری ایک پورے ادارے کا کام تنہا انجام دے رہے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ بچوں کو کا ذہن انٹرنٹ کی براؤزنگ اور سرفنگ سے ہٹا کر مذہبی کتابوں کے مطالعہ کی طرف منعطف کرایا جائے۔ یہ مطالعہ سایہ کی طرح نہیں جو جلد ہی ختم ہو جاتا ہے بلکہ دل و ذہن پر نقش جاودانی بنانے کا کام کرتا ہے۔ خاص کر ان مذہبی کتابوں کا مطالعہ دین و دنیا دونوں میں سرخروئی کا ضامن ہے۔ میں نعت ریسرچ سنٹر۔انڈیا اور ان سے جڑے ہوئے اصحاب کی صحت سلامتی اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

☆

''زاویہ نگاہ'' کے تحت علامہ اقبال (گھوسی، مؤ) کا معلوماتی مضمون ''دبستان نعت۔۴ / پر ایک عمیق نظر'' شامل ہے جسے رک رک کر پڑھا جانا چاہئے کہ اس میں بہت سی سخن گسترانہ باتیں موجود ہیں جو لوگوں کے عقائد کو درست کرنے، شعری و ادبی مشمولات پر صائب رائے معلوم کرنے اور کمپوزنگ کی اغلاط پر گرفت کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔

علامہ اقبال اعظمی نے خصوصاً پروفیسر ابوسفیان اعظمی کی تحریروں کو خوب آئینہ دکھایا ہے، قرآن کی آیات کا صحیح ترجمہ پیش کر کے ان کے غلط مطمحِ نظر کا رد کیا ہے۔ علامہ اقبال اعظمی کا پورا مضمون پڑھنے کے قابل ہے۔ میں ان کے چیدہ چیدہ جملے قارئین کے لئے حاضر کر رہا ہوں۔ وہ رقم طراز ہیں کہ

"...**ولا سوف يعطيك ربك فترضىٰ** اور بے شک قریب ہے کہ تمہیں اللہ اتنا دے گا کہ

تم راضی ہو جاؤ(کنزالایمان)۔۔۔حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سید عالم نے فرمایا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔۔۔تو (اس) آیت اور احادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت مقبول اور حسب مرضی مبارک گنہگاران امت بخشے جائیں گے۔۔۔اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے رسالہ'**اسماء الا ربعین فی شفاعة سید المحبوبین**" میں چالیس احادیث شفاعت کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔یہاں چند احادیث کا ذکر کریں گے۔۔۔مدینہ منورہ کو ہرگز یثرب نہیں لکھنا چاہئے، خواہ نثر ہو یا نظم۔نعت پر قلم فرسائی کرتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے کا لحاظ ضروری ہے۔خصوصاً وہابی جو توحید کی آڑ میں نثر و نظم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو عین اسلام اور ایمان سمجھتے ہیں۔سنی العقیدہ قارئین کو ان سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، ان کی حمایت ایک مسلمان کے ایمان کو سلب کر سکتی ہے۔۔۔آگاہ ہو جاؤ کہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے جسے ان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔۔۔مشرک کو مہاتما کہنا کیسا ہے؟؟ اس سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں' روحِ اعظم' جو خاص لقب سیدنا جبریل امین علیہ السلام کا ہے، مشرک کو اس سے تعبیر کرنا صریح مخالفت خدا اور رسول ہے۔۔۔امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قصیدۂ بردہ شریف فارسی میں نہیں عربی میں ہے۔۔۔(علامہ اقبال اعظمی)

علامہ اقبال اعظمی کی گرفت عروض و فن شاعری پر بہت مضبوط ہے، انہوں نے نون غنہ تک کے اغلاط کی نشاندہی کر دی ہے مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ ان کے سامنے اس سے کہیں زیادہ اہم کام سنی عقیدہ کی پاسبانی اور شان رسالت کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دینے کا ہے جس کو بروئے کار لانے کے لئے ہم جیسے بہت سے لوگ علامہ اقبال اعظمی کی طرف دیکھتے ہیں۔اللہ علامہ کے ذہن و صحت کو سلامت رکھے۔

☆

اس شمارہ کے دیگر مضامین تبصروں پر مبنی ہیں۔ چونکہ ان میں خود سیر حاصل گفتگو کر لی گئی ہے، بدعقیدگی کا پردہ فاش کر دیا گیا ہے اور توڑ مروڑ کر پیش کی گئی تحریروں کو آئینہ دکھا دیا گیا ہے، اس لئے اب مجھے ان تبصروں پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔اس شمارے کے آخر میں نعت گویوں کی نعتیں شامل کی گئی ہیں جو مرکزِ بارانِ رحمت اور آرام گاہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پسندیدہ شہر مدینہ منورہ کے حوالے سے تحریر کی گئی ہیں۔یہ نعتیں عاشقانِ رسول کے دلوں کو ہمیشہ منور و مجلّٰی فرماتی رہیں گی۔

☆☆☆

پروفیسرابوسفیان اصلاحی (علی گڑھ)

دبستانِ نعت-مختصر جائزہ

حالاتِ حاضرہ کا ہر تجزیہ نگار پورے اعتماد ویقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ پورے عالم بالخصوص ہندوستان کی ہوائیں ملت اسلامیہ کے لیے انتہائی مسموم ہیں۔ دنیائے استشراق تو قرآن کریم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے خلاف نت نئے فتنے بننے سے باز نہیں آرہی ہے، لیکن اب تک ناکامیاں ہی مستشرقین کا طوق بنتی رہی ہیں۔ یہ بھی جہانِ استشراق کے لیے ایک بڑی ناکامی ہے کہ رسوائے زمانہ سویڈن کا کارٹونسٹ لارس ولکس ایک بڑے سڑک تصادم میں ہلاک ہوگیا۔ یہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مستقل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹونز بنایا کرتا تھا۔ معاندین اسلام کے اشاروں پر ''فرقان الحق'' ترتیب دیا گیا تاکہ مستشرقین قرآن کی حقانیت اور اثر آفرینی کو دباسکیں لیکن انھیں منھ کی کھانی پڑی۔ عرب دنیائے استشراق کے اشاروں پر دم ہلاتے ہیں۔ خاص کر آیاتِ جہاد پر ان کی خاموشی لائق تنقید ہے۔ سعودی عرب ان کے ہر فرمان کو نافذ کرنے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔ اب وہاں خواتین باک ڈور سنبھالیں گی، کھیل کے میدان میں اپنے ہنر آزمائیں گی۔ کاریں وہی دوڑائیں گی، ان کے جم جانے پر کوئی قدغن نہیں ہوگی، اور درس قرآن دینے والی خواتین سلاخوں کے پیچھے ہوں گی۔ سعودی حکومت کے سیاسی فیصلوں پر اگر کوئی امام رائے زنی کرتا ہے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ سعودی حکومت ایسے تمام ملکوں کو درہم ودینار دیتی ہے جہاں ملت اسلامیہ کو تہہ تیغ کیا جارہا ہے۔ ان حالات میں قرآن کی بات کرنا، سیرت پاک کے تقاضوں کو پورا کرنا اور اردو کی بات کرنا جہاد سے کم نہیں ہے۔ جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ قرار دیا ہے۔ مذکورہ طویل تمہید کے بعد راقم فیروز احمد سیفی صاحب اور ڈاکٹر سراج احمد قادری کے لیے کلمات تہنیت لے کر حاضر ہے جن کی کوششوں سے ''دبستانِ نعت'' علمی حلقوں میں متداول ہے۔ اس کے تمام شمارے نظروں سے گزرتے رہے ہیں۔ محترم سیفی صاحب کی تشجیعی ہدایات قلم میں روح پھونک دیتی ہیں، بار بار فون کر کے ایسا تحریضی انداز اختیار کرتے ہیں کہ انسان دبستانِ

نعت کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوئے، سیفی صاحب کی محبتیں ہر محاذ پر جانے کا حوصلہ دیتی ہیں، خدا ان کی انسانیت، علم دوستی اور علم نوازی کو مزید فروغ دے، یہاں یہ تذکرہ ضروری ہے کہ بار بار محترم مدیر ''نعت رنگ'' صبیح الدین رحمانی سے التماس کرتا رہا کہ نعت رنگ کا اختصاص معروضی ہو اور اس کی شناخت تحلیل و تجزیہ ہو، وہ محاکمہ و محاسبہ سے پہچانا جائے، اس کا رنگ عادلانہ ہو اور کسی خاص مسلک و منہج کا ترجمان نہ ہو۔ نعت رنگ کی معروضیت تمام تر تو نہیں کسی حد تک ضرور لائق ستائش ہے۔ اس میں مختلف مکاتبِ فکر اہلِ قلم کی نمائندگی موجود ہے۔ یہ بات صداقت پر مبنی ہے کہ دنیائے نعت کی تاسیس اور نئے زاویوں کی تلاش میں اسے اولیت حاصل ہے۔ وہ طبقاتی مجادلے کا مؤید نہیں بلکہ علمی محاذ آرائی یا عربی زبان میں **"المعارك الادبية"** کا نقیب ہے۔ رحمانی صاحب کو اداریہ لکھنے کا سلیقہ ہے اور نعت گوئی میں انھیں ایک امتیاز حاصل ہے اگر دنیائے دنی سے اجتناب بڑھ جائے تو ان کی علمی سرگرمیاں مزید رنگ لائیں گی۔ اہلِ علم کو اسفار نہیں گوشہ نشینی عزیز ہے۔ علم جہد مسلسل اور استغراق و انہماک کا طالب ہے۔ اسی پانی سے علمی وادبی فصلیں لہلہاتی اور ثمر بار ہوتی ہیں۔

دبستانِ نعت کے مدیر سراج احمد قادری کی گفتگو اور انکسار دونوں سے لطف اندوز ہوتا رہا ہوں۔ آج ان سے کچھ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ جب آپ اداریہ تحریر کریں تو اس میں توقف و تدبر ہو، مکمل ہونے کے بعد اداریے کو بار بار پڑھا جائے، اس سے تحریر میں رصانت اور متانت آتی ہے۔ عرب شعراء اپنے قصائد کو لکھ چھوڑ دیتے، ان پر ایک سال گزر جانے کے بعد پھر غور کرتے تب ان کی شاعری اور اس کی کشش قارئین کو تحیر میں ڈال دیتی، بھٹے میں اینٹوں کی مانند جب تخلیقات پکائی جاتی ہیں تو ان میں نفوذ، بلوغ اور استحکام آتا ہے، مولانا آزاد پریس جاتے جاتے نگارشات میں اصلاحات کرتے یہی وجہ ہے کہ آج بھی ''الہلال'' کا رنگ پھیکا نہیں پڑا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آیات پر ڈیرہ ڈال دیتے، سورہ بقرہ پر آٹھ آٹھ سال تدبر و تفکر میں صرف کیے۔ تب گوہر مقصود ان کے ہاتھ آتے۔ شمارہ نمبر ۵ کا اداریہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تو احساس ہوا کہ ترتیب و تحریر دونوں میں مزید اعتناء کی ضرورت ہے۔ توجہ دی جائے کہ پروف کی غلطیاں نہ رہیں جو گرانی کا باعث ہیں۔ یہی غلطیاں ذوق پر بجلی بن کر گرتی ہیں۔ کوشش ہو کہ اسلوبیاتی ابتذال سے احتراز کیا جائے اور مقامی اثرات نہ آنے پائیں، ایک جگہ ''تلاشتی'' آیا ہے جو رعنائی تحریر کو گدلا کر دیتا ہے۔ اسی طرح آپ نے دنیائے تنقید کے امام شمس الرحمٰن فاروقی کے خیال سے اختلاف کیا ہے، اختلاف تو صحت مند روایت کے احیاء کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ فاروقی صاحب نے ایک بنیادی بات کہی ہے کہ اچھی شاعری یا نعت گوئی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ مستند روایت یا معیاری مآخذ پر مبنی ہو، انھوں نے قابل ذکر اور

قابل اعتبار شاعری کا صرف ایک اصول پیش کیا ہے جس کا ہر گز یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ غیر معتبر روایات یا غیر مستفید مراجع کی تائید کرتے ہیں۔ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء القیس کی ستائش کی ہے لیکن اس کے مضامین اور شعری عناصر کی ہر گز تائید نہیں کی ہے بلکہ اسے اہل جہنم کا قائد قرار دیا ہے۔ فاروقی خود ایک موحد تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی ثنا خواں۔

اس شمارے میں گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالے کے وقار میں اضافہ کیا ہے۔ اس میں ایک ایسے مقالہ کی ضرورت ہے جو صرف مستند احادیث پر مبنی ہو، حدیث کے مجموعوں کو کھنگالا جائے اور پھر مدینۃ النبی کی ایک محقق تصویر پیش کی جائے۔ مدینۃ النبی کی تاسیس، مسجد نبوی کی تعمیر و تزئین، صفہ کی توسیع و ترتیب اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بناء میں ترکوں کا اہم کردار رہا ہے لیکن افسوس کہ سلطنت عثمانیہ کی تضعیف میں عربوں کے تعصب کا خاصہ دخل رہا ہے۔ رشید رضا جیسا بڑا انسان بھی عرب تعصب کو ہوا دینے لگا۔ شرک اور قبروں کی پرستش کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، نہ ہی مقابر پر لاکھوں کروڑوں خرچ مناسب ہے لیکن اس کا سہارا لے کر آثار قدیمہ کو مسمار کیا گیا، ترکوں کی تعمیر کردہ بہت سی مساجد مقفل ہیں۔ خود مسجد نبوی کے پاس کچھ مساجد ویران پڑی ہیں۔ یہاں ایک مزید صراحت یہ ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت مکرم کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ اسی طرح بہت سے صحابہ کرام کے بیوت مقدسہ موجود تھے، لیکن انھیں بھی زمین بوس کر دیا گیا۔ یہ تاریخ اور آثار قدیمہ کے ساتھ کھلواڑ ہے اسی طرح جنت البقیع میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین وغیرہ کے قبور کی نشاندہی ترکوں نے کر دی تھی لیکن اسلامی تاریخ کے ان سنگہائے میل کو نیست و نابود کر دیا گیا جو ایک روح فرسا عمل ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے ''مشاہدات حرم'' میں اپنے اس قلق کا نہ صرف اظہار کیا ہے بلکہ سعودی حکومت پر شدید تنقید کی ہے۔ اور سعودی حکومت کو مخالف آثار قرار دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عصری تناظر میں بھی تعارف کیا جائے۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مختلف زبان کے حج ناموں میں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ حجاج کرام نے اپنے اپنے انداز سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کشی کی ہے۔ اگر اس حیثیت سے کوئی مقالہ آ جائے تو بہت اچھا کام ہو جائے گا، حج ناموں پر ڈاکٹر شہاب الدین شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی کا تحقیقی مقالہ ہے۔ اپنے موضوع پر یہ ایک قابل قدر کام ہے۔ یہاں ایک محبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرحوم عبدالوہاب خاں سلیم کا ذکر کرنا چاہوں گا جنھوں نے امریکہ میں حج ناموں کا جم غفیر یکجا کیا تھا اتنے حج نامے شاید ہی کسی کے پاس

رہے ہوں۔ آج یہ شیدائی سیرت مقدسہ دنیا سے جا چکا ہے۔ کاش کوئی ان کے کتب خانہ میں موجودہ حج ناموں پر ایک مقالہ تحریر کرتا تو بڑی چیز ہوتی۔

علامہ اقبال اعظمی نے اپنے زاویۂ نظر میں مولانا ظفر علی خاں کے متعلق یہ فتویٰ صادر کیا کہ انھیں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہا جائے کیوں کہ انھوں نے یہ تحریر کیا ہے کہ ''اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے''۔ یقیناً یہ چیز قابل اعتراض ہے اور ایک مشرک کے متعلق یہ کہنا غیر انسب ہے۔ لیکن علامہ اعظمی کے لیے ضروری تھا کہ اصل مرجع کو دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرتے۔ محقق ثانوی مرجع پر انحصار نہیں کرتا۔ مدیر ''زمیندار'' کے اس خیال کا ذکر انھوں نے مولانا ارشاد احمد مصباحی کے حوالے سے کیا ہے، جس کی تحقیق اجازت نہیں دیتی۔ مدیر محترم نے یہ بات کہاں کہی ہے؟ کس تناظر میں کہی ہے؟ اس کا جائزہ لینے کی ضرورت تھی۔ بات کو بغیر تناظر کے پیش کرنا تحقیقی دیانت کے برعکس ہے۔ اسی طرح علامہ نے علامہ شبلی نعمانی پر اعتراض کیا کہ انھوں نے یہ مصرعہ منظوم کیا کہ ''پڑا سوتا ہے کوئی گنبدِ خضرا کے یثرب میں'' یہاں ''پڑا سوتا ہے'' پر اعتراض کیا گیا کہ یہ گستاخانہ اسلوب ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ''اللہ کہتا ہے'' بہت سے لوگوں کے نزدیک یہ اللہ سبحانہ کی شان میں بے ادبی ہے، جب کہ سورہ اخلاص کی یہی روح ہے کہ ''اللہ کہتا ہے'' کہنا انسب ہے بالمقابل اس کے کہ ''اللہ کہتے ہیں''۔ اللہ کی وحدانیت کا تقاضا ہے کہ ''اللہ جانتا ہے'' زیادہ قرین قیاس ہے۔ علامہ اقبال اعظمی کو شاید پتا ہو کہ شبلی نے ''سیرت النبی'' کے ذریعہ جو سیرتی روح پھونکی ہے اس کی مثال ملنی دشوار ہے۔ یہاں بھی علامہ نے ثانوی مرجع پر انحصار کیا ہے۔ آپ کے شاگرد عزیز سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس، رحمۃ للعالمین اور نبیٔ رحمت کے ذریعہ سیرت مقدسہ کی مثالی خدمت انجام دی ہے۔ پروفیسر ریاض الرحمٰن شروانی اور پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی نے علامہ شبلی کے سیرتی اکتسابات کا عالمانہ جائزہ لیا ہے۔ پروفیسر صدیقی کی ''مصادر سیرت'' میں شبلی کے کارناموں کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ''مکاتیب شبلی'' خود علامہ کی سیرتی کاوشوں پر دال ہے کہ کس طرح تنکے تنکے جمع کر کے آشیانہ تعمیر کیا گیا ہے۔

پروفیسر فاروق احمد صدیقی نے اپنے زاویے میں ''حروف مقطعات'' کا مسئلہ چھیڑا ہے اس تعلق سے درخواست ہے کہ وہ نبت الشاطی کی معروف کتاب "**الاعجاز البیانی للقرآن**" کا مطالعہ کر لیں، اپنی اس معرکہ آراء کتاب میں انھوں نے حروف مقطعات پر مدلل گفتگو کی ہے۔ ان کے نزدیک شواہد کی بنیاد پر حروف مقطعات سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں، اگر کوئی اس خیال کا حامل ہے تو یہ قلت تدبر قرآن اور نظم قرآن سے سراسر بے اعتنائی ہے۔ یہاں یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ عربی حروف دراصل عبرانی زبان سے ماخوذ ہیں۔ یہ حروف معانی پر دلالت کرتے ہیں

مثلاً وہ تمام صورتیں جو"طٰ" سے شروع ہوتی ہیں اس میں قصہ موسیٰ علیہ السلام کی لٹھیا کے سانپ بن جانے کا ذکر ہے۔عبرانی زبان میں"طٰہ" کا مفہوم سانپ ہے۔اس لیے طٰہ سے"اے بندۂ خدا" یعنی اے رسولِ خدا کا مفہوم لینا غلط ہے۔مقطعات کا مفہوم وہی بتا سکتا ہے جو عبرانی زبان سے باخبر ہو۔ سرسید اور مولانا فراہی عبرانی زبان سے واقف تھے، اس لیے ان دونوں دانشوروں نے حروف مقطعات کے تعلق سے قابل قدر خیالات پیش کیے ہیں۔مولانا فراہی کے خیالات کی تفصیل مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر"تدبر قرآن" میں دیکھی جاسکتی ہے۔جو فلسفۂ نظم قرآن کی دنیا میں پہلی تفسیر ہے، جس کی ابتداء تا انتہا اسی نقطہ نظر سے مربوط ہے۔تدبر قرآن کی پہلی جلد میں حروف مقطعات سے متعلق یہ بحث موجود ہے۔مولانا بدرالدین اصلاحی نے مجلّہ"الاصلاح" میں"حروف مقطعات" کے عنوان سے ایک علمی مقالہ تحریر کیا ہے۔جو"قرآنی مقالات" (مرتب: اشتیاق احمد ظلی، ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ طبع اول، ۱۹۹۱ء/طبع ثانی ۲۰۱۲ء، ص:۱۲۱-۱۲۹) میں بھی دیکھا جاسکتا ہے سرسید نے "تحریر فی اصول التفسیر" میں حروف مقطعات پر روشنی ڈالی ہے۔اور لفظ"ق" کے تعلق سے ایک شعر نقل کیا ہے۔مولانا سید سلیمان ندوی کا ایک مقالہ اسی موضوع پر"نقوش سلیمانی" کی تیسری جلد میں دیکھا جاسکتا ہے۔مولانا ثناء اللہ امرتسری کا یہ خیال لائق اعتنا نہیں کہ"یٰس" سے"اے انسان کامل" مراد ہے۔ایسا اس لیے ہے کہ مولانا امرتسری عبرانی زبان سے واقف نہیں تھے اور نہ ہی"نظم قرآن" کی رعایت ان کے یہاں موجود ہے۔پروفیسر صدیقی سے درخواست ہے کہ صرف نص موضوع بحث ہو، شخصیت پر طنز و تضحیک سے گریز کیا جائے، یہی علمی چلن ہے۔پروفیسر صدیقی نے سورہ بقرہ کی آیت کریمہ "**یاایھا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم**" (اے ایمان والوں راعنا نہ کہا کرو بلکہ "**انظرنا**"کہو اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔) اس آیت کریمہ میں"راعنا" کہنے سے منع کیا گیا کیوں کہ مخالفین نبوت اسے "**راعینا**" بنا دیتے تھے۔یعنی یہ معاندین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء اور اکمل الناس قرار دینے کے برعکس نعوذباللہ نرا چرواہا تصور کرتے تھے۔یہاں دراصل غلیظ ذہنیت ہدف تنقید ہے۔ صاحب ایمان کی ذہنیت اور یہ ذلیل ترین سوچ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہو ہی نہیں سکتی۔اس لیے ایک پاکیزہ نیت کے تئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو"راعی" کہا جاسکتا ہے کیوں کہ راعی دراصل کنٹرول کرنے اور امت اسلامیہ کو ایک رخ دینے میں مہارت تامہ کا حامل ہے۔عربی زبان میں اس کا مفہوم صرف جانور چرانا ہی نہیں ہے۔بلکہ رعایا پر سیاست رانی کرنا بھی ہے جو مملکت کے دینی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کو دیکھتا ہے اور اس کا ایک مفہوم حفاظت کرنا بھی ہے۔گویا اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم ملت اسلامیہ کے تمام دینی اور معاشرتی امور کے مدبر اور منصرم و منتظم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نگہبان اور محافظ ہیں۔ جن کی امارت و اطاعت ہم پر لازم ہے۔ اس صراحت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راعی قرار دینا انسب ہے۔ راعی کا مفہوم محض مدبر، نگراں، امیر اور فیصلہ کرنے والا ہے اس نقطۂ نظر کی مزید تائید کے لیے کلام عرب اور ابن منظور کی لسان العرب کو دیکھا جا سکتا ہے۔

''دبستانِ نعت'' کی کوششیں اور مشقتیں لائق ذکر ہیں۔ دین اسلام اور سیرت مطہرہ کے تعلق سے یہ کارگزاریاں ہمیشہ زریں حروف سے مرقوم ہوں گی۔ محترم فیروز احمد سیفی اور ڈاکٹر احمد قادری نے جن علمی فرائض کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا ہے اللہ انھیں ضرور سرفرازیوں سے ہم کنار کرے گا۔ یہ ایک بڑا کام ہے۔ جو تدبر و توقف کا طالب ہے، دبستان نعت کو مزید توجہ درکار ہے۔ زاویہ نگاہ میں یہ چیز پیش نظر رہے کہ صرف مسائل موضوع بحث ہوں۔ اظہارِ خیال کرتے ہوئے مبصر قتال وجدال پر اتر نہ آئے، اصول نقد میں تحقیر و تذلیل نہیں آتی۔ باتیں سب کہی جائیں لیکن شائستگی کا دامن تار تار نہ ہونے پائے۔ اسلام نے دریدہ دہنی سے منع کیا ہے۔ "**قولوا للناس حسنا**" اس کا اصول اور میزانِ ہے۔ مدیر محترم سے درخواست ہے کہ ضخامت پر توجہ نہ دی جائے۔ پختہ، متین، مدلل اور مہذب مواد پر ارتکاز ہو۔ ضخامت معیار و میزان نہیں۔ اصل وزن فکری مواد کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو ''قول ثقیل'' کہا گیا ہے۔ یعنی یہ انتہائی صحت مند، اقوم اور قسطاس مستقیم ہے۔ اس میں رکاکت وابتذال نہیں۔ زاویۂ نگاہ میں بے شمار مقامات پر رکاکت اور غیر علمی انداز ہے۔ استدراک میں انکشافات، معارف کی بازیافت اور نئے فکری مناہل کی تفتیش و تشخیص ہوتی ہے۔ زاویۂ نگاہ میں ان بیش تر چیزوں کا فقدان ہے۔ ۵۸۵ سے ۵۸۸ تک صرف نام گنائے گئے ہیں۔ اس طرح ۶۲۱ - ۶۲۵ تک کے صفحات صرف اسماء گرامی پر مشتمل ہیں۔ زاویۂ نگاہ کو مقالات سے زیادہ بھرپور اور مدلل ہونے کی ضرورت ہے۔ چیزوں کو Review وہ کرتے ہیں جن کے یہاں وسعتِ مطالعہ ہو، غائر النظر اور دقیق النظر ہوں، مکتبی تنقید کے حامل نہ ہوں اور نقد میں متانت تو ہو لیکن رعایت ہرگز نہ ہو، لیکن ایسا کہاں ہے؟ مولانا احمد رضا خاں تمام تسامحات سے پاک ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی پر تنقید کرنا سوء ادب ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری پر اعتراض کرنا گستاخی ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے خیالات کی گرفت کرنا سراسر بدتہذیبی ہے اور مولانا مودودی کو نقد کا موضوع بنانے کا جواز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملت انتشار و افتراق کا شکار ہے۔ دنیا کی ذلیل ترین قوم ملت اسلامیہ ہے۔ ہم نے شخصیات کو اپنا ماویٰ و ملجا بنا لیا ہے۔ شخصیات پرستی ہمارا مزاج ہے۔ یہ علم و دانش کی راہ نہیں۔ ہم نے تفاسیر قرآن بھی بانٹ لی ہیں جس کی وجہ سے بچوں کے ذہنوں میں تنگی آ رہی ہے۔ جب کہ اسلام نے شرح صدر اور توسع کی

تعلیم دی ہے۔ ملت نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تقسیم کرڈالا ہے کسی کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ مردہ ہیں، کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں۔ یہ چیزیں ہمارے عقائد کا حصہ نہیں ہیں۔ ہم نے فقہ کو بھی دولخت کردیا جب کہ یہ چیز فقہ اسلامی کے برعکس ہے۔ آج کا طالب علم ابن رشد سے کہاں واقف ہے؟ وہ تو صرف دیوبندی اور بریلوی فقہ سے باخبر ہے۔ بات کچھ آگے نکل گئی مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ زاویۂ نگاہ کو فقہی رزم گاہ نہ بنایا جائے بلکہ یہ فکری کارزار ہو۔ کسی کو وہابی، دیوبندی اور بریلوی نہ کہا جائے صرف باعثِ التفات نصوص اور افکار و آثار ہوں۔ اسی پر گفتگو ہو، ہمارا انتساب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے جن کے متعلق قرآن نے بانگ دہل اعلان کردیا ہے:

مَـــاكَـــانَ اِبْـــرَاهِيـم يَهُـودِيًّـــا وَّلَانَـصْـرَانِيًّـا وَّلٰـكِـن كَانَ حَنِيْفاً مُسْلِماً۔ (آل عمران:۳/۶۷)

ابراہیم تو نہ یہودی تھے، نہ نصرانی تھے بلکہ وہ تو یک طرفہ مسلم تھے۔

یہاں ایک عرض داشت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی انسان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر اللہ کی اتباع بھی غیر معتبر ہے۔ بات یوں ہے کہ آج نعت گو شعراء کی ایک بڑی تعداد ہے، نعت خوانی عروج پر ہے، نعتیہ مشاعرہ کا چلن بڑھتا جارہا ہے۔ نعتیہ دواوین کا سلسلہ طویل ہے، نعتیہ مراکز قائم ہورہے ہیں، نعت پر تحقیقی مقالات تحریر کیے جارہے ہیں اور نعت سے متعلق مجلّات منظر عام پر آرہے ہیں، یہاں ایک سوال رہ رہ کر اٹھتا ہے کہ کیا تحمید و تقدیس رب العالمین کے تئیں بھی ہماری یہی سرگرمیاں ہیں؟ جب کہ کتاب الٰہی کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے ہوا ہے، اللہ کے ذکر کو تمام اذکار سے اکبر قرار دیا گیا۔ تسبیح ربانی کے حوالے سے بے شمار آیات ہیں، قرآن کریم میں اسماء حسنیٰ کے عدد کی بات کہی گئی ہے۔ "**وِلِلّٰـهِ الاسـمـاء الحسنىٰ فـادعـوه بهـا**" (اور اللہ کے لیے خوبصورت ترین نام ہیں، اسے انہی ناموں سے پکارو) بخاری کی حدیث ہے کہ جو اللہ کے ناموں کا ورد کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے۔ اللہ کی تسبیح کے حوالے سے قرآن کریم میں کلمات اور آلاء کے لفظ بھی آئے ہیں۔ جن سے یہ مطلوب ہے کہ ذکر الٰہی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ حدیث میں لا الہ الا اللہ کو افضل الذکر اور الحمدللہ کو افضل الدعا کہا گیا ہے۔ یہاں تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں پس صرف اتنا ہے کہ جس طرح اللہ نے کثرت سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے، اس سے کہیں زیادہ وہ خود اس کا مستحق ہے۔ لیکن افسوس کہ اس جانب ہماری توجہ نہایت کم ہے۔ کیا تسبیح و تذکیر کے لیے ہم کسی مذاکرے یا مباحثے کا اہتمام کرتے ہیں؟ کیا برصغیر میں حمد باری کے لیے کوئی مجلّہ مختص ہے؟ اسی طرح

یہ شکوہ بھی ہے کہ مدارس میں جس قدر توجہ تدریس حدیث پر ہے کیا یہی تدریسی اعتناء قرآن کریم لیے بھی ہے؟ اتنا کیا بلکہ تدریس قرآن پر بالکل نہیں ہے۔قرآن کے نام پر تفاسیر اور تراجم قرآن نصاب میں داخل ہیں جن کا تدریسِ قرآن سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ تدریس قرآن کا مطلب نص قرآن کا براہ راست مطالعہ ہے بہر کیف یہ ایک درد ہے جو چھلک پڑا ہے، حمد باری کے موضوع پر مختلف عربی شعراء کے حوالے سے خاکسار نے ایک مقالہ ''نعت رنگ'' میں تحریر کیا ہے۔اسی طرح ''عربی شاعری میں اللہ کا تصور'' کے عنوان سے راقم کا ایک مقالہ مجلّہ نقوش کے قرآن نمبر کی چوتھی جلد میں شامل ہے۔ بہر کیف یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ حمد باری تعالیٰ پر ہماری خصوصی توجہ ہو۔ مدیر محترم سے درخواست ہے کہ دو تین تحریریں حمد باری سے متعلق ہر شمارے میں ہوں کیونکہ قرآن میں آیاتِ کائنات کے حوالے سے اللہ کو یاد کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ ذکر الٰہی ہر وقت اور ہمہ آن ہو، قرآن میں مذکور ہے کہ "**وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها۔**" (ن:۳۹/۵)(اور تم تعریف کرتے ہوئے اپنے رب کی تسبیح پڑھو، طلوع آفتاب سے قبل اور غروب آفتاب سے قبل) ارشاد باری ہے:

واذكر ربك كثيراً وسبح بالعشي والإبكار (آل عمران:۳/۴۱)
تو اپنے رب کا ذکر بکثرت کر اور صبح و شام اسی کی تسبیح میں مشغول رہ۔

یہ احساس، غم واندوہ سے مملوء ہے کہ پاکستان کے معروف صاحب قلم، محقق اور دانشور جناب پروفیسر محمد اسحاق صاحب قریشی ۱۵ ستمبر کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ پروفیسر قریشی بنیادی طور پر ایک قابل قدر استاذ اور متبحر عالم تھے۔ پوری ایک نسل کی پرورش کی ہے۔علم و معرفت کی تشریح کی ہے۔ پاکستان کے اہل علم وفکر کا ایک بڑا طبقہ ان کے علمی محاسن کا معترف ہے، وہ محی الدین اسلامک یونیورسٹی کے شیخ الجامعہ بھی رہے۔ ان کی بنیادی شناخت عربی نعت گوئی کی مختلف جہتوں کی تلاش وتتبع ہے۔ وہ مختلف نعتیہ مراکز کے سربراہ بھی رہے۔نعت کے حوالے سے متعدد تصانیف بھی ترتیب دی ہیں۔آپ کا تحقیقی مقالہ ''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری'' ایک وقیع کام ہے۔ اس میں عرب شعراء کا بھی بالتفصیل ذکر ہے۔اس کتاب میں صوفیہ کرام کی نعتیہ شاعری بھی اور مغلیہ دورِ حکومت میں نعتیہ شاعری کے کیا عناصر رہے ہیں ان پر بھی توجہ دی گئی ہے اور دورِ جدید کے نعتیہ شعراء کے خصائص بھی پیش کیے ہیں، گویا یہ مقالہ مضامین مدح کا ایک تدریجی سفر ہے۔ جس سے شعراء کے لب ولہجہ اطراف واکناف، اور نعتیہ تصورات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پروفیسر قریشی کا یہ مقالہ نعتیہ شاعری کا ایک سنجیدہ تجزیہ ہے جس سے معاصر محققین کے سامنے مزید امکانات روشن ہوتے ہیں۔عربی نعتیہ شاعری کا ایک بڑا ذخیرہ آپ کے یہاں مستحضر تھا، عربی اشعار ارتجالاً پیش کرتے جس طرح عرب شعراء کے نعتیہ اشعار انھیں

یاد تھے اسی طرح اردو شعراء کا نعتیہ کلام بھی ان کی یادداشت کا حصہ تھا۔ پاکستان میں دنیائے نعت کو فروغ دینے میں آپ کا ناقابل فراموش حصہ ہے۔ پروفیسر قریشی کا خیال ہے کہ عربی زبان وادب کی معرفت نعت کو سنوارتی اور سنبھالتی دونوں ہے۔ خالق ومخلوق کا فرق ملحوظ نہ ہو تو انسان شرکیہ حدود میں داخل ہوجاتا ہے۔ عربی زبان کے بغیر قرآنیات اور سیرت مقدسہ سے واقفیت ناممکن ہے۔ نعت گو شاعر اگر ان دونوں مصادر سے براہِ راست واقف ہے تو نعتیہ شاعری میں انحراف وانہدام کا شکار نہیں ہوگا۔ ان دونوں چیزوں سے عدم واقفیت نعت گوئی کو مجروح کرتی ہے۔ اکثر نعت گو شعراء نعتیہ مصادر سے بے خبر ہیں جس کی وجہ سے نعتیہ اشعار تصویر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درست موقف اختیار کرنے سے قاصر ہیں۔ پروفیسر قریشی کا خیال ہے کہ اردو شعراء کے لیے ضروری ہے کہ شعراء الرسول کا مطالعہ کریں اس کی وجہ سے نعتیہ شاعری نکھرتی ہے۔ نئے مضامین سے اردو شعراء مالا مال ہوتے ہیں۔ اردو شاعری کو نئے بام ودر سے آگاہ کرنے والوں میں تین شخصیات مولانا عبداللہ عباس ندوی، پروفیسر سید رفیع الدین اشفاق اور پروفیسر محمد اسحٰق قریشی کو خصوصی درجہ حاصل ہے۔ اسی طرح مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی ''شعراء الرسول'' ایک وقیع مصدر ہے۔ جس سے اردو شعراء کو بہت کچھ نئے موادمل سکتے ہیں۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر صدر الحسن ندوی کا تحقیقی مقالہ ''دراسات فی المدائح النبویہ بالہند وباللغۃ العربیۃ'' ایک گراں قدر علمی وتحقیقی پیش کش ہے۔ جو ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹریٹ کی سند کے لیے پیش کیا گیا اور اب یہ مقالہ ۲۰۰۷ء میں شائع ہوکر اہل علم کے ہاتھوں میں ہے۔ انشاءاللہ دبستانِ نعت کے آئندہ شمارے میں پروفیسر قریشی کی نعتیہ خدمات پر ایک مقالہ سپرد قرطاس کروں گا جس میں عربی نعتیہ شاعری کے حوالے سے ان کا کیا کردار ہے؟ انھوں نے شعراء کے خیالات پر تبصرہ کیا ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو اس تحریر میں سمیٹنے کی کوشش کی جائے گی۔ پروفیسر قریشی نے یہ مسئلہ بھی اٹھایا ہے کہ اردو نعتیہ شاعری کس حد تک عربی نعتیہ شاعری سے مستفاد رہی ہے، اس مقالے میں انھوں نے اندلسی نعت گو شعراء کا بھی جائزہ لیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ دنیائے نعت کو اس کا نعم البدل ملے اور برصغیر کی نعتیہ شاعری برگ وبار لاتی رہے۔

چلتے چلتے چند معروضات یوں ہیں کہ مضامین کے سلسلے میں معتبر اہل قلم کی رائے لی جائے کہ کیا یہ مضمون اپنے عناصر اور اسلوب بیان کے اعتبار سے اشاعت کے قابل ہے؟ اس شمارے میں بہت سے مقالات جذباتی اور تاثراتی ہیں، دلائل وقرائن سے عاری ہیں، ایسی نگارشات یقیناً ناقابلِ اشاعت ہیں، اس کے بہت سے مقالات نیز زاویۂ نگاہ سے متعلق تحریریں حک واضافہ کی متقاضی ہیں۔ ستائش ناموں کو قطعاً اس میں جگہ نہ دی جائے، صرف تحقیقی استدراکات اور معروضی تاثرات ہی اس میں

شامل کیے جائیں۔ضخامت سے قطع نظر معیار پیش نظر ہو "**کم من فئة غلبت فئة كثيرة**" میں اہلِ علم کے لیے ایک پیغام ہے۔ایجاز کی اطناب سے کہیں زیادہ قدر و قیمت ہے۔فکر عالی،مغز اور گہر کی تلاش ہو۔شخصیات کو دیکھ کر تخلیقات کا اندازہ نہ کیا جائے بلکہ "**وزنوا بالقسطاس المستقيم**" کو مضامین کی خوبی اور خامی کا معیار بنایا جائے، باتیں بہت کی جاتیں، ارباب نگارشات کے اسماء گرامی بھی آتے،لیکن ہندوستانی اہل علم کے یہاں صبر و تحمل کہاں ہے؟ کاش "**استعينوا بالصبر والصلوة**" کو ہم اپنا لائحہ عمل بناتے،صبر کے بغیر معاملات اور نگارشات دونوں بگڑتے ہیں۔دبستانِ نعت کے مقالہ نگاران میں بعض وہ صاحبانِ مرتبت ہیں جنھیں قرآنیات،اسلامیات اور عربی ادبیات کے شائبہ سے بھی مس نہیں لیکن افتاء مزاجی سے ان کی زبان رواں رہتی ہے۔مناظروں اور تکفیری سرگرمیوں نے اتحادِ امت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔کاش انھیں معلوم ہوتا کہ "**فوق ذی کل علم علیم**" یعنی دنیا میں کسی کو یہ کہنے کا جواز نہیں کہ اسے دنیا میں تمام لوگوں پر تفوق حاصل ہے۔اس کا یہی درس اولیں ہے کہ استکبار سے اجتناب ضروری ہے۔پروف کی بے پناہ غلطیاں ہیں ان پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔دبستان نعت کا ایک فردِ عاجز و آثم یہ راقم بھی ہے۔اسے عربی نعتیہ ادب پر لکھنے کا اشتیاق یوں ہے کہ اخروی زندگی کا زادِ راہ کیا جاسکے۔میں اپنے سیفی صاحب اور قابلِ احترام قادری صاحب کی اس نعتیہ تحریک کا ایک ادنیٰ اور نحیف سا سپاہی ہوں،سیفی صاحب کی لطیف و لذیذ باتیں کانوں میں رس گھولتی رہتی ہیں۔میرا بیٹا ان کی شفقتوں کا دل سے قائل ہے۔ایک پردیسی کو انھوں نے جس طرح سے لگایا وہ ایک ناقابل فراموش کہانی ہے۔ایسے لوگوں کو تاریخ ایک زندہ جاوید کہانی بنا دیتی ہے، کہانی عمل، انسانیت اور ادب سے بنتی ہے۔نعتیہ ادب کے چراغ کو روشن رکھنے کا ایک ایندھنِ بے معنی ہوں۔اللہ سے دعا ہے کہ یہ قافلۂ دبستانِ نعت خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہے۔علم کو خواب گراں سے بیزاری ہے اور جہل کو تعیش و تساہل عزیز ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ سیفی صاحب اور قادری صاحب فتوحات پر فتوحات حاصل کرتے رہیں۔

☆☆☆

ڈاکٹر عقیل ہاشمی (حیدر آباد)

دبستان نعت شمارہ۔۵ کا ایک تفصیلی جائزہ

بعد از خیریت پچھلے دنوں رشید اختر صاحب سے ٹیلیفون پر گفتگو ہوئی، موصوف اس سے پیشتر بھی اس عاجز سے بات چیت کرتے رہے ہیں، خصوصیت سے ''دبستانِ نعت'' کے پانچویں شمارہ کی دستیابی کے بعد جہاں آپ نے از راہ کرم نوازی اس تازہ شمارہ کے ساتھ صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری (فکری وتنقیدی تناظر) کے علاوہ لولاک (چندر بھان خیالؔ) بھی بھیج دیا، جزاک اللہ کہنے دیجئے زمانۂ طالبعلمی سے ہی رسائل وجرائد کے خصوصی نمبر دیکھتا رہا ہوں بلکہ میرے علم میں یہ بات بھی ہے کہ اکثر ادارے اپنے تئیں سالنامے یا سالانہ مجلّے کا اہتمام کرتے اور اس میں خصوصی مضامین کے ہمراہ کسی شخصیت یا موضوع کے مدنظر ''گوشے'' بھی ترتیب دیتے رہے ہیں اسی طرح آپ اور جناب سیفی صاحب نے فروغ حمد ونعت کا کتابی سلسلہ کے زیرعنوان سالانہ ایک خصوصی دستاویزی حیثیت کا ''دبستانِ نعت'' شمارہ کی اجرائی عمل میں لائی الحمدللہ یہ پانچواں ضخیم (۶۸۰) صفحات پر مشتمل نمبر حاصل ہوا، نیز آپ کی اور رشید اختر صاحب کی توجہ دہانی پر اس تازہ شمارہ سے متعلق کچھ عرض کرنے کی جسارت کررہا ہوں۔

''دبستانِ نعت'' کا یہ شمارہ جاذب نظر سرورقِ سے پسِ ورق تک دیدہ وروں کے لئے ضیاء بارو متاثر کن ہے ''نور ونکہت'' کے تحت ذیلی عنوانات بھی اپنی تابناکی سے سکون ودلجمعی کا سامان مہیا کرتے ہیں جہاں تک جیسا کہ آپ نے بتایا ہے کہ اس شمارہ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع کو مقدم ومقتدر طور پر اختیار کیا گیا، چنانچہ ابتداء حضرت سعدیؔ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے قطعہ کی تضمینی کیفیت نور افزا رہی بعد ازاں انتساب میں شامل حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر فی الواقعی شعرائے حمد ونعت کے لئے اضطراب آمیز توجہ کا حامل رہا، یہ بات کسی وقت کسی زمانے میں بھی ثانوی نہیں رہی کہ کسی بھی رسالے، جریدہ خواہ ماہنامہ ہی کیوں نہ ہو اس کا ''اداریہ'' وقیع وجاندار ہوتا ہے شاید یہ بات بسا اوقات پندرہ روزہ، ہفتہ وار بلکہ روزنامہ کے لئے بھی کہی جاتی ہے ظاہر ہے اداریہ میں آپ

نے جن امور کی جانب اشارہ کئے ہیں وہ فکر انگیز بھی ہیں اور نافذ العمل بھی، نعت گوئی کے باب میں جہاں روایت و درایت کے استناد لازم ہیں وہیں عقیدہ اور عقیدت میں فرق و امتیاز ضروری ہے بقول آنجناب ''حمد و نعت میں شریعت کی پاسداری ناگزیر ہے حمد و نعت کے ناقدین (محبّین) کے نزدیک خلافِ شرع کوئی بھی کلام مقبول نہیں چاہے اس میں کتنی ہی شعریت کیوں نہ ہو۔'' آپ ہی کے کہنے کے لحاظ سے ''دبستانِ نعت'' کا یہ شمارہ بھی ماسبق شماروں کے مشمولات ہی پر مشتمل ہے جب کہ ''گوشۂ مدینہ طیبہ'' کا اختصاص نورٌ علیٰ نور سے جدا نہیں، مزید گل ہائے عقیدت کے تحت کم و بیش (۳۷) شعرائے کے نعوت اور ایک سلام ایمان افروزی و محبتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا موجب ہے، چوتھے شمارہ کی طرح اس مرتبہ بھی علاقائی شعراء میں رجحانِ نعت گوئی نیز اس کے فروغ و ارتقاء سے متعلق کوئی پانچ مضامین شامل ہیں شعرائے وردھ میں کئی ایک نامی گرامی شاعروں کے حالات اور ان کے کلام سے واقفیت ہوئی بطور خاص ڈاکٹر منشاء الرحمٰن منشاؔ، مولانا رحمت اللہ راشدؔ، مولانا سعید اعجاز کامٹوی، حکیمی غلام محی الدین شاطرؔ، ڈاکٹر محبوب راہیؔ، ڈاکٹر شرف الدین ساحلؔ، اقبال خلشؔ، خان حسنین عاقبؔ سمیت کوئی بتّیس حضرات کی نعتیں پڑھنے کا موقع ملا، اسی طرح کانپور کے ذی احترام شعراء جیسے یاورؔ وارثی، ابوالحسنات حقّی، سید وسیم الحسن ہاشمی و دیگر کی نعوتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضلع سیتاپور (خیرآباد) جیسے مردم خیز علاقہ کا تذکرہ اور وہ بھی محض آزادی کے بعد میں صاحبِ نگارش نے محض جنبش خیرآبادی کے کلام پر زیادہ توجہ دی، حضرت ریاضؔ خیرآبادی، حضرت مضطرؔ خیرآبادی، جناب وسیمؔ خیرآبادی اور جناب کوثرؔ خیرآبادی کی سرزمین سے اٹھنے والے عاشقانِ رسول کی تعداد کم نہ ہوگی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ دیگر شعرائے سیتاپور کے احوال بھی معلوم ہوتے۔ سلسلۂ تابش فکر و نظر یا افکار روشن کے تحت بھی خاندیش کی نعتیہ شاعری اور اہم نعت گو شعراء ایک جامع و قیع اور نسبتاً تحقیقی مضمون ادوار کی تقسیم اور اس کے اہم شعراء کا احاطہ کرتا ہے۔ ابتدا میں نعت گوئی کے حوالہ سے دکنی اور پھر مغلوں کی علمداری تک فاروقی خاندان کی حکمرانی کی وضاحت معلوم افزاء ہے۔ یقیناً خاندیش (برہان پور) کے بزرگ میں برہان الدین رازؔی کی شخصیت بھی فراموش نہیں کی جاسکتی جن کا مرید صادق مصاحب و وزیرِ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ عاقل خاں رازیؔ بھی تاریخی حیثیت سے غیر معمولی شہرت رکھتا ہے، اسی باب میں جادورہ میں اردو ادب اور نعت گوئی کا ارتقاء بھی ایک عمدہ اور کامیاب تسویدی کوشش ہے۔ حسنِ اتفاق اس عاجز کو پروفیسر آفاقؔ حسین صدیقی (سابق صدر شعبۂ اردو گورنمنٹ مادھو پی جی کالج (اُجین) سے یاد اللہ رہی جنہوں نے جاورہ کے ادبی ماحول کی توثیق کی تھی۔ ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری نے اس علاقہ کی

اہمیت وادبی سمت ورفتار کی خوبصورت وضاحت کی ہے۔

گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ''طیبہ'' مسلمانوں کا محبوب ترین شہر از ڈاکٹر احمد القاضی، ''مدحت مدینہ منورہ'' از ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی، ''تاریخ تاسیس وعظمت مدینہ شریف'' از قاری محمد رفیق قاضی فائز فتح پوری، ''مدینہ منورہ کے مقدس مقامات پر ایک طائرانہ نظر'' از الحاج سید محمد مفیض الدین قادری، ''سرزمین مدینہ اور نعت گوشعراء'' از ڈاکٹر شاہد احمد شاہد جمالی اور ''اردو نعت گوئی میں ذکر مدینہ'' از ڈاکٹر معین الدین شاہین اور ''غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ ''مدینہ'' کا استعمال'' از ڈاکٹر محمد احمد نعیمی، ان تمام مضامین میں آخر الذکر مضمون کے قطع نظر کم وبیش سبھی مضامین کو آپ سلسلۃ الذہب کہہ لیں تو غلط نہ ہوگا جب کہ مدحت مدینہ منورہ میں جہاں مدینہ شریف کی تاریخی وجغرافیائی جھلکیاں دیکھنے کو ملیں وہیں مداحینِ مدینۃ الرسول کی مختصر فہرست (صرف تیس شعراء) کی نعتیں پڑھنے کا شرف ملا، یقیناً ان منتخب شعرائے نعت میں قابل لحاظ اضافہ ممکن ہے ویسے بھی مدوّنہ فہرست میں جنوبی ہند کے محض دوشاعروں کا اندراج ملتا ہے، تاریخ تاسیس وعظمت مدینہ شریف اور مدینہ منورہ کے مقدس مقامات پر ایک طائرانہ نظر، لگتا ہے کہ ایک ہی مضمون کا تسلسل ہے البتہ تاریخی، تاسیس وعظمت مدینہ شریف میں مدینہ کے اوّلین نام یثرب اور اس کے پس منظر نیز قوم تبع حمیری اوّل کا ذکر اہم ہے۔ واضح رہے کہ دیارِ رسول کے اسمائے مبارکہ کا تذکرہ طویل ہے صاحبِ وفاء الوفا نے اس مقدس شہر کے (۹۴) نام بتلائے جب کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''جذب القلوب الی دیار المحبوب'' میں صرف ان ناموں کا ذکر کیا ہے جن کی دلالت اس مقام کی شرافت اور کرامت پر اظہر من الشمس ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ اور محبوب نام، طابہ طیبہ، طیّبہ (مشدد) ہے۔ مدینہ کے منجملہ اور ناموں کے ارض اللہ اور ارض الہجرت بھی ہے ان ناموں کی شہادت اس آیت کریمہ سے ملتی ہے **الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھاجروا فیھا۔**(۹۷/۴) مزید اس شہر کا نام ایمان بھی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد حق تعالیٰ ہے کہ **والذین تبوؤ الدار والایمان** (۹/۵۹) یہ شہر مکرم، مطّہر ومظہر ہے۔ ایمان کے احکام کا اور یہی ایمان کا سرچشمہ ہے۔ طبرانی سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **حرم ابراھیم مکۃ حرمی المدینہ**، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میرا حرم مدینہ ہے۔ (بحوالہ کتاب لیکن قسم خدا کی مدینہ کچھ اور ہے از ڈاکٹر میر کمال الدین علی خاں) اب رہی بات غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ ''مدینہ'' کا استعمال، اس ضمن میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ عرصہ پہلے غالباً ۱۹۹۸ء میں ''ہندو شعراء اور نعت پیغمبر

اسلام'' کے عنوان سے میرا ایک مضمون ہندوستانی زبان (ممبئی) سے شائع ہوا تھا اصل معاملہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ رحمت عالم سے عقیدت نے غیر مسلم اصحاب (شعراء و دانشور) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔اب چاہے وہ میکائل ایچ ہارٹ ہو، یا مہاراجہ سرکشن پرشاد شاؔد چنانچہ عہد قدیم سے لے کر عصر جدید تک کے اکثر غیر مسلم شعراء نے نہایت عقیدت سے نعت کہنے کی سعی مشکور کی ہے تاہم ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا اور ہمارے ہاں اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کی شرط بڑی واضح ہے:

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

تابش فکر ونظر/افکار روشن کا اوّلین مضمون حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شعر اقباؔل، پروفیسر عبدالحق کا تحریر کردہ ہے۔پروفیسر صاحب نے شمارۂ چار میں بھی ''ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور جمالیات قرآن وؔلی کے حوالے سے'' لکھا تھا، پروفیسر صاحب سے اس عاجز سے دو ایک ملاقاتیں رہیں۔۲۰۰۷ء میں مطبوعہ میری کتاب ''متاعِ اقبال'' آنجناب کی خدمت میں بغرض اظہال خیال پیش کیا تھا لیکن پروفیسر صاحب نے مجھ طالب علم کی حوصلہ افزائی کی خاطر اپنے ایک مکتوب سے سرفراز فرمایا، جہاں تک اقبالیات کا معاملہ ہے اس ذیل میں ڈاکٹر یوسف حسیؔن خاں، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، مولانا ابوالحسؔن علی ندوی، پروفیسر عبدالمغنؔی اور خود فرزند اقباؔل جسٹس جاوؔید اقبال کے نام غیر معمولی ہوں گے ویسے بھی علامہ اقباؔل اور ان کی شاعری سے متعلق یہ بات تو طے ہے کہ اقباؔل کے افکار کا سب سے بڑا اور اہم ماخذ قرآن کریم ہے۔قرآن مجید کے بعد احادیث نبوی اور دیگر روایات و اولیاء اللہ کی تعلیمات خصوصاً انہوں نے مولانا روؔم سے راست اکتساب کیا اس کے علاوہ دیگر فلاسفرز سے بھی استفادہ کیا چنانچہ افلا یتد برون القرآن کو اہم سمجھتے ہوئے تشکیل جدید الہیات اسلامیہ (Reconsteuction) کے مقدمہ کی ابتداء میں کہتے ہیں:

"The Quran is a book which enpheeijes deed .....

دراصل اقباؔل کی فکر کی بنیاد ہی قرآنی اندازِ فکر ہے۔وہ قرآن کو دنیا کا سب سے بڑا سرچشمہ رشد و ہدایت متصور کرتے۔وہ قرآن سے سوچتے قرآن سے بولتے اور اسی کی شرح کرتے نظر آتے ہیں۔پروفیسر عبدالحق نے بجا طور سے اقباؔل کے اسی محور کے گرد انسانی افعال اور فطرتِ کائنات کے ساتھ ساتھ روابط و معاملات و مشاہدات کے موضوع کو نہایت عمدگی سے اجاگر کیا ہے۔اقباؔل ہی کے

سلسلے میں ان کی محبتِ رسول کی کیفیت بہت ہی خوبصورت انداز سے تشریح کے لئے حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بلبل ہندی، قمرالزماں صدیقی کی کامیاب اور اثر آفریں کوشش ہے۔ سلسلۂ نعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی آغاز اور لفظی ارتقاء از ڈاکٹر بشیرالحق لطیفی، نعت سرورکونین بزبان سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم از ڈاکٹر راہی فدائی، بھی نعت گوئی کی عظمتوں ورفعتوں کی گواہی دیتے ہیں ڈاکٹر بشیرالحق لطیفی نے **لولاک لما خلقت الافلاک** کی حدیث قدسی، حضرت ابوطالب کا تائیدی قصیدہ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدۂ بردہ منامیہ اور مصر کے معروف شاعر احمد شوقی کے ساتھ ساتھ ہجرت کے موقع پر مدینہ شریف کی معصوم لڑکیوں کے خیر مقدمی اشعار نیز حضور تحیۃ السلام کے وصال پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے خزینہ اشعار کے اندراج کے بعد عجمی شعراء میں حضرات جامی، سعدی، معین الدین چشتی، نظام الدین اولیاء، امیر خسرو کے دوش بدوش دکنی زبان وادب کی شروعات پر نظر ڈالتے ہوئے خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ، شاہ میراں جی شمس العشاق رحمۃ اللہ علیہ، برہان الدین جانم رحمۃ اللہ علیہ، احمد گجراتی قربی ویلوری، باقر آگاہ، ذوقی ویلوری اور اس سے آگے نعت گوئی کے مزاج ومرتبہ کو واضح کیا، اسی طرح ڈاکٹر راہی فدائی نے اپنے عالمانہ مضمون میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں تعظیم وتوقیر کے قرینوں کو منور وتابناک طریق پر بیان کیا ہے، اسی باب میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری، پروفیسر ابوسفیان اصلاحی کا مقالہ اپنی علمی وادبی تحقیقی رفعت وکمال کا آئینہ دار ہے تاہم آج سے کوئی چالیس پینتالیس سال پہلے ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے ''عربی میں نعتیہ کلام'' میں عصراوّل سے لے کر موجودہ صدی تک کے عرب شعراء کے نعتیہ کلام کو پیش کیا تھا جس میں قصیدہ بردہ جس کا اصل نام ''الکواکب الدریۃ فی مدح خیرالبریۃ'' ہے اس کے علاوہ قصیدۂ ہمزیہ کا بھی تذکرہ کیا، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے اسی قصیدۂ ہمزیہ سے گفتگو کی ہے مخفی مبارکہ اس قصیدہ کے کوئی (۴۵۶) اشعار ہیں، علامہ اقبال اعظمی کا مضمون حفیظ جالندھری اور شاہنامہ اسلام (چار جلدیں) ایک جامع تعارف اور اس کے اثر ونفوذ کا احاطہ کرتا ہے، نعت اور اکیسویں صدی کا تہذیبی آشوب، کاشف عرفان، فی الواقعی چشم کشا اور فکر انگیز ہے گو کہ مضمون مختصر ہے لیکن جن نکات یا سوالات کا اظہار کیا گیا وہ نعت گو شعراء کے ہمراہ فروغِ حمد ونعت کے ضمن میں کئی ایک اداروں کے لئے بھی لمحہ فکر ہے۔

دبستان نعت شمارہ پانچ کا اگر سچ کہوں تو مختصر ترین مضمون ''طیبہ'' مسلمانوں کا محبوب ترین شہراز

ڈاکٹر احمد القاضی (قاہرہ،مصر) کا ہے اور طویل ترین مضمون (اشاریہ) نعت ریسرچ سنٹر انڈیا اور اس میں فراہم حمدیہ و نعتیہ کتب از ڈاکٹر سراج احمد قادری مدیر مجلّہ ہے یوں میری گفتگو اختتامی مراحل میں آ چکی ہے، پھر بھی زاویۂ نگار ہنوز اپنی طرف توجہ کا خواہاں ہے مگر تبصروں پر تبصرہ چہ معنیٰ دارد، اسی طرح گل ہائے عقیدت جو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں اس باب میں کیا کہا جا سکتا ہے مہکتے خیالات، پاکیزہ جذبات، حسین و جمیل تخیلات، تڑپتے مچلتے احساسات والہانہ پر جوش اشارات ربِّ ذوالجلال کی عنایات، حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی التفات وانعامات کس کس بات کا اظہار کیا جائے ہر شاعر ذی احترام کا ایک ایک لفظ صدفِ آبدار سراپا عجز وانکسار جذبۂ بے اختیار لئے درِ آقائے نامدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر شرفِ جاں نثاری آپ کی بندہ نوازی کے لئے بے چین و بے قرار آرزوؤں ارمانوں کے لاتعداد شعار سے سرشار، امیدوارِ شفاعت، رحمت، حضوری کا ملتجی ہے۔

عبارت مختصر دبستانِ نعت کا یہ پانچواں شمارہ اپنی تمام تر خوبیوں اعلیٰ علمی، ادبی، تحقیقی راسخ العقیدگی محبتِ رسول کی رعنائیوں گلفشانیوں تابناکیوں کے ساتھ عام قاری کو متاثر کرے گا ہی جب کہ اہل علم صاحبانِ ذوق وشوق کے لئے ایمان ویقین کے ہزار ہا نعمتوں کا موجب ہے۔ جناب کی حسن ترتیب وتہذیب وتزئین کا اعتراف نہ کرنا بددیانتی ہوگی۔اس سالانہ مجلّہ کی پیشکش کے لئے میں آپ اور سیفی صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ کس قدر لائق تحسین وستائش ہے کہ اس بولہبی ذہنیت کے دور میں اتنا معیاری خوبصورت وقیع ضخیم مجلّہ کی اشاعت آفریں صد آفریں۔

ایک آخری بات سرورق پر عموماً حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' درج کیا جاتا ہے مگر آپ نے اس شمارہ کے سرورق کو لفظ ''احمد'' سے مزین کیا، شمارہ (۵) کے مضمون غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ ''مدینہ'' کا استعمال کے حوالہ سے:

> ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ذاتی نام ہیں ایک محمد اور دوسرا احمد اور دونوں ہی نام، حد درجہ تعریف وتوصیف سے متصف ہیں چنانچہ سیرۃ حلبیہ میں مرقوم ہے کہ جب حضرت آمنہ کے شکم مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حمل کی صورت میں تھے تو اُن کو خواب میں حکم دیا گیا کہ وہ آپ کا نام نامی احمد رکھیں (یعنی اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا) لیکن ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ کا نام محمد رکھیں (یعنی وہ جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے)۔'' (ص:۹۴)

چنانچہ ماہ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ میں جناب تسلیم احمد صابری (پاکستان) نے ''کیا کیا فضیلتیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میم میں'' کے عنوان سے نئی نعت شریف (مسدس) پیش کی تھی اس سے میں بہت متاثر ہوا، بعدازاں خیال آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آسمانوں میں احمد بھی ہے جب کہ قرآن میں اسم احمد کو بوسہ دینے کی بات بھی آئی ہے، اس طرح اس کمترین نے مسدس ہی کی ہیئت میں ایک نعت شریف کہہ دی، جو اس تحریر کے ساتھ منسلک ہے آپ دیکھ لیں مناسب سمجھیں تو آئندہ شمارہ میں شریک اشاعت کرلیں، والسلام۔

☆☆☆

پروفیسر فاروق احمد صدیقی (مظفر پور، بہار)

دبستان نعت شمارہ-۵ پر ایک نظر

''دبستان نعت'' کا پانچواں شمارہ زیب نگاہ بنا۔ صمیم قلب سے شکریہ۔ مجلّہ صوری و معنوی دنوں لحاظ سے بے حد اہم اور گراں قدر ہے۔ اس کے تمام مشتملات قابل مطالعہ اور لائق استفادہ ہیں۔ اداریہ بھی آپ کا بہت ہی جاندار اور شاندار ہے آپ نے اس میں ''گوشۂ مدینہ'' کی شمولیت کی بشارت دی ہے اور یہ عملاً کر بھی دکھایا ہے بہت خوب، اردو کے ممتاز و محترم اسکالر جناب شمس الرحمٰن فاروقی کا آپ نے بہت صحیح تعاقب کیا ہے۔ ان کے اس خیال سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ:

''روایت غلط ہو جائے یا صحیح ترین ماخذ پر مبنی ہے شعر کی خوبی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

حمد و نعت کی روایت و درایت اور اس کے ماخذات کا معتبر اور مستند ہونا بہر حال لازم ہے ورنہ ایمان و عقیدے کی بنیاد متزلزل ہو جائے گی اس لئے روایت کی صحت پر نظر ضروری ہے۔ ہاں حمد و نعت میں حفظ مراتب کی پاسداری کے حوالے سے ''لے لیجئے'' کے مقابلے میں ''قبول فرما لیجئے'' یقیناً قابل ترجیح اور بے غبار ہے۔ زیر نظر شمارہ میں تینوں حمد یہ کلام بہت اچھے اور روح پرور ہیں۔

ڈاکٹر احمد القاضی کا مقالہ بعنوان ''طیبہ مسلمانوں کا محبوب ترین شہر'' عمدہ ہے اور اختصار میں جامعیت کا حسن رکھتا ہے۔ ''مدحت مدینہ منورہ'' کے عنوان سے ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی نے دریا بہا دیئے ہیں۔ دُربے بہا دیئے ہیں۔ اس طرح تاریخ، تاسیس و عظمت مدینہ کے موضوع پر قاری محمد رفیق قاضی فائزؔ فتح پوری نے (جن کا دبستان نعت شمارہ-۵ کی اشاعت کے قبل انتقال ہو گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے۔ آمین)۔ بہت عمدہ مواد فراہم کیا ہے۔ مضمون سنجیدہ مطالعہ کا مستحق ہے۔ گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ڈاکٹر محمد احمد نعیمی، ڈاکٹر محمد آصف، فاروق احمد جائسی، ڈاکٹر ضوان انصاری، سید مفیض الدین قادری، ڈاکٹر شاہد جمالؔی اور ڈاکٹر معین الدین شاہینؔ کی تحریریں بھی معلومات افزا ہیں۔

''تابش فکر و نظر'' کے تحت پروفیسر عبدالحق نے شعر اقبال میں احادیث پاک کے حوالوں کی

نشاندہی اوران کی فصاحت بڑے سلیقے سے کی ہے۔اقبالیات سے دلچسپی رکھنے والوں کو اِسے بغور پڑھنا چاہئے۔ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری نے اردو کی اوّلین تخلیق ''مثنوی'' کا لسانیاتی مطالعہ میں دقت نظر سے کام لیا ہے۔اپنے موضوع سے ان کا عشق قابل رشک ہے۔ پروفیسر ابوسفیان کا مقالہ ''امام بوصیری کی نعتیہ شاعری ان کے دوقصیدوں کی روشنی میں'' یقیناً بہت عمدہ اور عالمانہ ہے مگر حسب عادت انہوں نے پھر سواداعظم اہلسنّت و جماعت کے مسلک ومنہج سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی راہ الگ نکالی ہے۔مثال کے طور پر ان کا یہ قول کہ:

> ''کرامات اولیاء کا ہمارے عقائد سے کوئی علاقہ نہیں ہے بوصیری کا یہ تصورنعت گوئی میں مخل ہوتا ہے۔''(صفحہ:296)

صریحاً غلط اور نادرست ہے تمام مدارس اسلامیہ میں عقیدہ سے متعلق جو کتابیں داخل نصاب ہیں ان میں صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ اولیاء کی کرامتیں حق ہیں سردست ملاحظہ ہو۔ علامہ سعدالدین تفتازانی کی شرح العقائد جس میں رقوم ہے۔''کرامات الاولیاء حق۔''(صفحہ:1050) اسی مضمون کے حاشیہ نمبرے میں مزید یہ وضاحت موجود ہے کہ اولیاء کی کرامات حق ہیں یعنی کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔اس سے انکار وانحراف ہے تو صرف معتزلہ اور اہل بدعت کو جن کا کوئی اعتبار نہیں۔اور جن کی گمرہی مسلّم ہے۔اس لئے پروفیسر اصلاحی کا اس عقیدۂ حقہ سے انکار تعجب کی بات ہے۔ ہاں علمائے سلف کے درمیان اس امر پر اتفاق ہے کہ ظہور کرامت دلیل ولایت نہیں۔ ہمارے بزرگوں کا اجماع ہے کہ تمام اولیاءکرام میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کثیر الکرامات ہوئے ہیں اور حضرت خواجہ غریب نواز کی کرامتیں تو ہماری مذہبی تاریخ فی الھند کا اہم عنوان ہیں مگر:

آنکھ والے تیرے جلووٴں کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

چند سطور بعد اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

> ''بوصیری کے نقطۂ نظر سے مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب خلافت وملوکیت کی تالیف مناسب نہیں۔''(صفحہ:305)

اگر مناسب نہیں ہے تو کیا قیامت آ گئی حضرت بوصیری کا موقف ومسلک ہمارے نزدیک حقانیت کی دلیل اور ایمان کی روشن علامت ہے۔

پروفیسر اصلاحی اس بات پر بھی ماتم کناں ہیں کہ:

> ''پاکستان میں مولانا امین احسن اصلاحی کو مستقل دائرۂ اسلام سے

خارج کیا جارہا ہے۔...........استاد مولانا فراہی اور علامہ شبلی کو دائرہ اسلام
سے بدر کیا گیا جو مقام تاسف کے سوا اور کیا ہے۔'' (صفحہ:305)

میں کہتا ہوں پاکستان ہی نہیں ہندوستان میں بھی مولانا شبلی اور فراہی کی تکفیر ہو چکی ہے۔ خود شبلی کا بیان ملاحظہ ہو:

''الندوہ بند ہے۔ القاسم (دیوبند) کے نزدیک ہم لوگ کافر۔ کم از کم
مُضلّ گمراہ ہیں۔'' (بحوالہ شبلی کی آپ بیتی، صفحہ:282)

بحیثیت مجموعی اصلاحی صاحب کا مقالہ لائق مطالعہ واستفادہ ہے۔

ڈاکٹر راہی کا مقالہ نعت سرور کونین بزبان سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم بے حد وقیع اور گراں مایہ ہے۔ کاش ڈاکٹر صاحب نے اس کو مزید وسعت دی ہوتی۔ تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ ڈاکٹر بشیر الحق لطیفی کا مقام گفت............لفظی ارتقاء'' بھی بڑا عالمانہ اور محققانہ ہے۔ انہوں نے اپنے موضوع کے مالہ اور ماعلیہ کا اچھا احاطہ کیا ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت مسلّم ہے۔ کاشف عرفان صاحب نے ''نعت اور اکیسویں صدی کا تہذیبی آشوب'' کے عنوان سے اچھا مواد فراہم کیا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو صرف احمد رضا خاں لکھنا گراں گزرتا ہے۔ ایک عالم ربانی اور محبّ رسول کی شایان شان تعظیم وتوقیر ہونی چاہئے۔ ڈاکٹر ایس ایم شکیل نے خاندیش کے نعت گو شاعروں کا اچھا تعارف کرایا ہے۔ اس موضوع پر وہ ایک کتاب ہی لکھ ڈالیں تو یہ ان کا یادگار کارنامہ ہوگا۔

محترم اقبال اعظمی نے حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام کا جائزہ لیتے ہوئے عمدہ بحثیں کی ہیں۔ انہوں نے شاہنامۂ اسلام کے حوالے سے حفیظ کے شعروں میں عروضی ولسانی اسقام وعیوب کی صحیح گرفت کی ہے اور ان کا یہ خیال بھی درست ہے کہ رام اور کرشن کو ہادی کہنا اور یہ کہنا کہ ''ان سے ایمان کے جلوے چمکے تھے'' غلط ہے۔ میں ان کی صد فیصد تائید کرتا ہوں۔ ''نعت گوئی اور مدافعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' قاری رفیق قاضی فائز فتح پوری کا شاندار مقالہ ہے۔ (گمان غالب ہے کہ اس مقام کی ترسیل کے بعد ہی وہ واصل بحق ہوئے ہیں۔ آسمان ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے) جس میں اپنے موضوع کے تعلق سے قیمتی مواد فراہم کیا ہے۔ ان کی یہ سطریں غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان وایقان میں حرارت وتابندگی پیدا کرتی رہیں گی۔

جب کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (شان میں) گستاخی کی تو غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جان دینے اور جان لینے پر کمر بستہ ہو گئے۔

غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جذبۂ دیوانگی کو مضمون نعت سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔‘‘ صفحہ:410، ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری نے جاورہ میں اردو نعت کے ارتقائی سفر پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ جناب قمر الزماں صدیقی نے کلیات اقبال اردو کے حوالے سے اقبال کے نعتیہ اشعار کو ڈھونڈ کر یکجا کرنے کی مستحسن کوشش کی ہے۔ مقالہ محنت اور محبت سے لکھا گیا ہے۔ مدیرِ مجلّہ ڈاکٹر سراج احمد قادری نے نعت ریسرچ سنٹر اور اس میں موجود تحقیقی وتنقیدی دواوین وکلیات کا اجمال تعارف بڑے سلیقے سے کرایا ہے۔ اتنا اہم ذخیرۂ حمد ونعت ہندوستان میں شاید ہی کسی شخص یا ادارہ کے پاس ہو۔ اس لئے یقین ہے کہ شائقین حمد ونعت اور اس موضوع پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے نعت ریسرچ سنٹر انڈیا ایک مثالی ادارہ ثابت ہوگا۔

زاویۂ نگاہ کے تحت محترم اقبال اعظمی نے دبستان نعت-۴ پر واقعی عمیق نظر ڈالی ہے اور اغلاط و عیوب کو صحیح نشاندہی کی ہے اور عقیدہ شفاعت کے تعلق سے پروفیسر ابوسفیان اصلاحی کے عقیدہ باطل کی پُرزور تردید کی ہے۔ یہ عقیدہ ہرگز ہرگز قرآن سے متصادم نہیں ہے جیسا کہ اصلاحی صاحب کا خیال ہے۔

قاری رفیق قاضی فائز فتح پوری (علیہ الرحمہ) نے بھی دبستان نعت شمارہ ۴ پر عالمانہ نظر ڈالی ہے اور بہت ہی متوازن تبصرہ کیا ہے۔ پروفیسر مجید بیدار کا تبصرہ اگرچہ مختصر ہے مگر انہوں نے پورے شمارہ کی روح کشید کر لی ہے۔ جناب شہپر رضوی نے دبستان نعت شمارہ ۴ کا بہ نظر غائر مطالعہ کر کے اپنے خوبصورت تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی تنقیدی بصیرت بڑے موثر پیرائے میں بروئے کار آئی ہے۔ واقعی وہ ایک صاحب نظر مبصر ہیں۔ ڈاکٹر چاند نظامی کا مقالہ ’’دبستان نعت شمارہ ۴ نقد ونظر کے آئینے میں‘‘ سنجیدہ مطالعے کا متقاضی ہے۔ بعض مشتملات پر ان کی گرفت بالکل غیر جانبدارانہ اور ایماندارانہ ہے۔ وہ ایک منجھے ہوئے قلمکار ہیں۔ اس لئے بہت غور وفکر کے بعد ہی قلم اٹھاتے ہیں۔ عابد چشتی، ایم نصر اللہ نصر اور حلیم صابر صاحب کے تبصرے اور تاثرات بھی قابل مطالعہ اور فکر انگیز ہیں۔

گلہائے عقیدت کے تحت مدینہ کی ردیف میں آپ نے قابل قدر ذخیرہ اکٹھا کر دیا ہے۔ مبارکباد شہر مدینہ سے آپ کی بے پایاں عقیدت دیکھ کر ایک عربی شعر یاد آ گیا:

ومن مذهبی حب الدیار بلاهلها و فی الشق مما یعشقون مذاهب

(میرے مذہب میں دیار سے محبت کرنا۔ صاحب دیار کی وجہ سے ہے اور عشق میں لوگوں کے الگ الگ مذہب ہوا کرتے ہیں)۔

☆☆☆

شہیر رضوی (کھیری، یوپی)

جلوۂ نورِ خدا ’’دبستانِ نعت‘‘

سبحان اللہ والحمد للہ، واہ۔۔۔واہ، آنکھوں کی بینائی میں اضافہ، قوتِ متخیلہ کو رفعت و بلندی سے مشرف اور دل کو منور و مجلیٰ کرنے کے لئے فروغ حمد و نعت کا کتابی سلسلہ ’’دبستانِ نعت‘‘ شمارہ نمبر ۵ ر نظر نواز ہوا۔ حضرت عبد اللہ کے پیارے، حضرت آمنہ کے دُلارے، پیارے آقا جناب مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم معظم سرِ ورق کو رعنائیاں عطا کر رہا ہے۔ گنبد خضریٰ کی نورانی شعاعوں سے ’’دبستانِ نعت‘‘ روشن ہے۔ دنیا کے عظیم مفکر ڈاکٹر اقبال کے جواب شکوہ کا شعر اور انتخاب حسین تر ہے۔ صفحہ ایک پر مجلس مشاورت اور ’’دبستانِ نعت‘‘ کا پتہ لکھا ہے۔ صفحہ ۳ ر انتساب کا ہے۔ اس کے لئے حسّان الہند حضور امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا شعر انتخاب میں آیا۔ خوب ہوا۔ صفحہ ۴، ۵، ۶، ۷ پر مشمولات کی فہرست ہے۔

عالمی سطح کا عظیم دینی اور ادبی مجلّہ ’’دبستانِ نعت‘‘ کا عظیم اداریہ لکھنے والے عظیم مدیر ڈاکٹر سراج احمد قادری کے دل میں حمد و نعت کی ترقی کے لئے جو تڑپ، احساس اور تجسس موجزن ہے وہ شمارہ نمبر ۵ ر میں بھی صاف صاف دیکھا جا سکتا ہے۔

موصوف لکھتے ہیں کہ ’’یہ تجسس۔۔۔۔ادا ہو سکے۔‘‘ قادری صاحب نے احساس، حساس، فن، عروج و ارتقاء اور اقوام عالم کی بہترین توضیح و تشریح کی ہے۔ کسی بھی فن پر کام کرنے کا جو حوصلہ دیا ہے، لائق ستائش ہے۔ اس شمارے میں ایک خصوصی گوشہ ’’مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم‘‘ قائم کیا اور ’’گلہائے عقیدت‘‘ کالم کے تحت شائع ہونے والے نعتیہ کلام کے لئے ’’مدینہ‘‘ ردیف پر لکھی گئیں نعوت شامل کرنا، نعت کی ترقی کے لئے موصوف کی کامیاب کوشش ہے۔ مدینہ طیبہ کی عظمت بیان کرنے کے لئے حضرت عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کو کوڈ کیا اچھا لگا۔

سسکتی، بلکتی انسانیت کی مسیحائی کرنے والے، دنیا بھر کے مسلمانوں کا مرکز عقیدت، منبع

تہذیب وثقافت اور عروج آدمی کی آخری منزل، شہرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''مدینہ منورہ'' کے زائرین کی حاضری اور واپسی پر ان کے دل کی کیفیات، دوبارہ بُلانے کی التجائیں اور رُخصتی کا سلام، ان سب کے لئے حضرت علامہ حسنؔ رضا بریلوی کے اشعار کا انتخاب اداریہ میں سونے پہ سوہاگہ، کا کام کر رہا ہے خصوصاً:

جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسنؔ

''تحقیق وتنقید کی دنیا میں نظریئے تو پیش ہوتے رہتے ہیں۔ تحقیق وتنقید کی دنیا میں کسی بھی نظریہ کو آخری نظریہ نہیں قرار دیا جاسکتا ورنہ تحقیق وتنقید وہیں پر ٹھہر جائے گی۔'' ڈاکٹر سراج احمد قادری کی اس بات کا میں معترف ہوں۔ ہر ذی شعور محقق و ناقد کو بھی اعتراف کرنا چاہیے۔ اداریہ نگار کا یہ بھی بیان صداقت سے معمور ہے۔ ''حمد ونعت۔۔۔ کہے جاسکتے ہیں۔'' صفحہ ۱۳

مندرجہ بالا کے لئے جو مثال دی گئی وہ بھی بے مثال ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کی دلیل سے قادری صاحب کا متفق نہ ہونا حق بجانب ہے۔ انہوں نے اپنے دعوے کو مدلل بیان کیا ہے۔ فاروقی صاحب نے حمد ونعت میں حفظِ مراتب کی پاسداری کے حوالے سے ''لے لیجئے / قبول کر لیجئے / فرمالیجئے کی جو مثال دی اس کے جواب میں سراج احمد قادری نے حضور امام احمد رضا فاضل بریلوی کا شعر لکھا:

کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

اس پر محمد آصف (کان پور) کے اعتراض میں فاضل بریلوی کے دلائل ونظائر حتمی فیصلہ رکھتے ہیں۔

مدیر نے اداریہ کے آخر میں حضرت مُلّا داؤد ڈلمئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثنوی چنداین ''اردو کی اوّلین تخلیق کا لسانیاتی مطالعہ اور ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری پر بھی لکھا۔ جناب قاری محمد رفیق فائز فتح پوری کا دنیا سے کوچ کر جانا بے شک تکلیف وخسارے کی بات ہے۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری نے قلمی تعاون کرنے والے حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ کے شعر سے آئندہ کے لئے اختتام کیا:

دلِ داغدار میرا گلِ نیلو فر نہیں ہے غم عشق میں نبی ﷺ کے تروتازہ ہے ہمیشہ

دبستانِ نعت کا بابِ اوّل ''تحمید وتقدیس'' کا آغاز حضرت پرنمؔ الہ آبادی کے کلام سے کیا گیا ہے۔ حمد کے بہت اچھے اشعار ہیں۔ تیسرا مصرع بحر سے خارج ہوگیا ہے۔ ممکن ہے کمپوزنگ کی غلطی ہو۔ حضرت علامہ حسنؔ رضا بریلوی کی مشہور زمانہ حمد جو ۲۲ / اشعار پر مشتمل ہے جس میں چھ مطلع ہیں۔ دوسری حمد حضرت احسنؔ مارہروی کی ہے بندگی، عاجزی، انکساری، آرزو وتمنا اور معبودِ حقیقی سے بندے

کے رشتے کا بہت مضبوط ایمان وایقان کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ حالانکہ کہاں حضرت احسنؔ مارہروی اور کہاں یہ غلام جو موصوف کی توصیف کے لئے لب کشائی کرے، خاکم بدہن۔ تیسری حمد پاکستان کی سیدہ پروین زینب سروری کی ہے۔ سبھی اشعار ذہن ودل کو چھو رہے ہیں۔ نیا پن، جدت اور فکر ہے۔ شعر نمبر ۸/مفہوم کے اعتبار سے ربط میں نہیں ہے۔

''دبستانِ نعت'' کے مدیر نے اس بار ایک نئے گوشے کا انتخاب فرمایا۔ ''گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم''، جس کی افادیت وعظمت کا اندازہ فہم وادراک سے باہر ہے۔ سراج احمد قادری کی آواز پر قلم کاروں نے بھی تہہِ دل سے لبیک کہا۔ شہرِ اعظم ''مدینہ منورہ'' پر لکھا اور خوب سے خوب لکھا۔ مذکورہ باب میں دس مقالے شاملِ اشاعت کئے گئے۔ آٹھ اپنے عنوان کو بخوبی نبا رہے ہیں، دو مقالے عنوان سے ہٹ کر ہیں۔

گوشۂ بابرکت کی ابتدا لاہور کے ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کے شعر سے کی گئی ہے:

شعور زیست مدینے کی سر زمیں سے ملا چراغِ آگہی جس کو ملا یہیں سے ملا

گوشۂ ھٰذا میں پہلا مقالہ جامعہ ازہر، مصر کے صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر احمد القاضی کا ہے۔ بہت مختصر مگر جامع ہے۔ ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی کا مقالہ ''مدحتِ مدینہ منورہ'' جغرافیائی، تاریخی، علمی اور سماجی ہے۔ تیس نعت گو شعراء کی سوانح عمری اور کلام سے قارئین محظوظ ہو رہے ہیں۔ انتخابِ کلام خوب ہے، کچھ اشعار تو بہت اچھے ہیں:

یاد جب طیبہ کی آتی ہے مچل جاتا ہے دل پھر بہ فیضِ نعت گوئی خود بہل جاتا ہے دل
(جمیلؔ عظیم آبادی)

ہر خار طیبہ زینت گلشن ہے عندلیب نادان ایک پھول پر اتنا نہ کر دماغ
(حسنؔ بریلوی)

اے یاد مدینہ تری یادوں کے تصدق بخشی ہے ترے حسن نے ایمان کو زینت
(گلؔ اشرفی)

جب تصور میں مدینے کی طرف اٹھے قدم عرش کا جلوہ دلیل راہ بن کر آگیا
(ماہرؔ القادری)

خیال شوق مدینہ کی شاہ راہ میں ہے جمال گنبد خضریٰ مری نگاہ میں ہے
خدا ہی جانے وہ جنت کے پاس ہو کہ نہ ہو مزہ جو دوریٔ طیبہ کی اشک وآہ میں ہے

چوم کر جلوہ گاہِ شاہِ امم چاند سورج غروب ہوتے ہیں
(ہمسرؔ قادری لکھنوی)

پیام لے کے جو آئی صبا مدینے سے مریض عشق کی لائی دوا مدینے سے
مدینہ چشمہ آبِ حیات ہے یارو چلو ہمیشہ کی لے لو بقا مدینے سے
(حضور مفتی اعظم ہند نوریؔ بریلوی)

زندگی کا فقط سوال نہیں موت بھی چاہیے مدینے کی
حاصل ہو عمر نوح تو طیبہ میں کاٹ دوں پھر بھی یہی کہونگا کہ دن مختصر ملے
(حامدؔ مرزا)

سنگ ریزوں کا کہیں نام نہیں مٹی میں خاک طیبہ کو جو چھانا تو ستارے نکلے
تکتی رہتی ہیں رہ طیبہ مسلسل آنکھیں شوق دیدار میں ہو جائیں نہ پاگل آنکھیں
مجھ سے بڑھ کر مری آنکھوں کو مدینے کی طلب میں نہ جاؤں تو چلی جائیں گی پیدل آنکھیں
منظر شہر نبی آنکھومیں آئے اور پھر ایسی نیند آئے کہ ہوجائیں مقفل آنکھیں
تمنا ہے کہ میں خاکِ دیار مصطفیٰ بن کر ہمیشہ کے لئے اس شہر کا مہمان ہو جاؤں
(خالدؔ عرفان)

نہ آسماں کو یوں سر کشیدہ ہو نا تھا حضور خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا
نظارہ خاکِ مدینہ کا اور تیری آنکھیں نہ اس قدر بھی قمر شوقِ دیدہ ہونا تھا
کیامدینے سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج کچھ نئی بو بھینی بھینی، پیاری پیاری، واہ واہ
(حضرت رضاؔ بریلوی)

غموں کی دھوپ میں جلتی ہے کب سے زندگی اپنی کب آئیں گی مدینے سے گھٹائیں یارسول اللہ
(رازؔ الہ آبادی)

''تاریخ،تاسیس وعظمتِ مدینہ شریف'' کے مقالہ نگار حضرت قاری محمد رفیق فائزؔ فتح پوری علیہ الرحمہ ہیں۔خلاق کائنات سے دعا ہے کہ اپنے محبوب کے محبوب سرکار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے مرحوم کو جنت معلٰی میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان و متعلقین حضرات کو صبر جمیل،آمین۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری نے فون پر اطلاع دی کہ قاری صاحب دنیا سے کوچ کر گئے۔انا للہ وانا

الیہ راجعون۔ قاری صاحب کو'' دبستان نعت'' وسبھی ارکان سے بہت محبت تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مرحوم نے شمارہ نمبر۴/ پڑھنے کے فوراً بعد ہی آنے والے شمارہ نمبر۵/ کے لئے دو مقالے اور تبصرہ لکھ کرارسال کر دیا تھا۔ سراج احمد قادری نے سر آنکھوں پہ جگہ دی۔

تاریخ، تاسیس و مدینہ شریف کی عظمت پر بہت عمدہ لکھا۔ بادشاہ طبع حمیری اوّل کا واقعہ برمحل ہے۔ بستی یثرب کی تاسیس پر مستند و معتبر اقوال پیش کئے گئے۔ مدینہ شریف کے اعزاز میں تاریخی حقائق قلم بند کئے ہیں۔ فضائل مدینہ منورہ پر اطمنان بخش حوالہ جات ہیں، مسجد قبا، مسجد جمعہ، مسجدِ قبلتین، مسجد الغزالہ کی وجہ تسمیہ اور حدود کا بیان فاضلانہ ہے۔

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی نے ''غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ'' مدینہ کا استعمال'' پر بہت خوب لکھا۔ تمہید کے پہلے اقتباس میں مکین و مکاں کا تذکرہ کیا۔ حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی قدر سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ، اسمائے مدینہ منورہ، محبت مدینہ منورہ، عظمت مدینہ منورہ اور امتیازات مدینہ منورہ کی سرخیاں بنا کر مقالے میں چار چاند لگا دیئے۔ اپنے عنوان کی طرف ذہن و دل کو مرکوز کرتے ہوئے کئی غیر مسلم شعراء کی مختصر سوانح عمری اور نمونے میں ان کی نعتیں لکھیں۔ رمیش نراین سکسینہ گلشنؔ بریلوی، چندر پرکاش پاریکھ اور مہیندر ناتھ اشکؔ کے کچھ اشعار تو بہت ہی قابل داد و تحسین ہیں:

آنے کو تو سنسار میں آئے ہیں نبی اور — آیا ہے نہ آئے گا محمد سا کوئی اور
ہے یوں بھی سکوں بخش مدینے کا تصور — پہنچیں جو مدینے میں تو ہوتی ہے خوشی اور
(گلشنؔ بریلوی)

کبھی طواف حرم خواب میں کیا اے جوشؔ — کبھی خیال نے پہنچا دیا مدینے میں
(جوشؔ بدایونی)

نبی ہے کون ؟ یہ پوچھا تو کہہ دیا احمد — کسی نے آرزو پوچھی، تو کہہ دیا مدینے کی
دماغ کیوں نہ مہکنے لگے میرا چندرؔ — مرے قریب سے گزری ہوا مدینے کی
(چندرؔ جے پوری)

ذکر سرکارو عالم کا سُنا تھا اک دن — عمر بھر میرے خیالات سے خوشبو آئی
سو گیا تھا میں مدینے کا تصور کر کے — رات بھر اشکؔ مری ذات سے خوشبو آئی
(مہیندر ناتھ اشکؔ)

مقالہ نگار کے قلم میں نثر کی بہت سی خوبیاں ہیں۔

''شعرائے ودربھ کی نعتوں میں ذکرِ مدینہ'' کو اپنے مقالے کا عنوان بنا کر محمد آصف (امراوتی) خوب خوب کامیاب ہیں۔ موصوف ودربھ کا تاریخی و جغرافیائی تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ہندستان۔۔۔۔۔ بر گیا ہے۔'' وہاں کے نعت گو شعراء میں اوّل نام سید بُلاقیؔ کا ہے اور ان کی معروف تصنیف ''معراج نامہ'' کو بیان میں لایا گیا ہے۔ ودربھ کے متقدمین نعت گو شعراء میں شاہ غلام حسینؔ، امجد حسین امجدؔ اور جدید شاعروں میں شیخ محمد معصوم، سید عبدالرزاق، صوفی غوثؔ علی شاہ، منشی شیخ منیرؔ، اکبر میاں، عبدالرؤف شاہدؔ، منشا الرحمٰن منشاؔ اور صابرؔ براری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

عصرِ حاضر میں اقبالؔ خلش، ڈاکٹر محبوب راہیؔ، متینؔ اچلپوری، خلشؔ تسکینی، حیدر بیاباؔنی اور خان حسنین عاقبؔ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ برار علاقے کے ہی گونڈوانہ کے بھی شعراء کو گلشن ذکر میں رکھا گیا ہے۔ جیسے عباس علی شہرتؔ، غلام عبدالقادر خان، لالہ پیم چند (موصوف مثنوی شاہنامہ فردوسی کے ترجمہ نگار ہیں) حضرت عاصی (جن کی مثنوی صفات الانبیاء ہے۔) اور غلام دستگیر کے علاوہ بھی بہت سے نعت گو حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد آصف نے مقالے میں شاعروں کے بارے میں بھی بحسن وخوبی لکھا۔ ان کے نمونۂ کلام بھی ہیں۔ جناب عالی اپنے مقالے کے تئیں حساس اور باشعور ثابت ہوئے۔ ودربھ، نعت گو شعراء اور ان کی نعتوں پر دلائل وتحقیق کے ساتھ سیر حاصل گفتگو کرنے کا فن رکھتے ہیں۔ شہیر رضوی کی نظر میں آپ جیسے ادبا، لائق داد وتحسین ہیں۔

''مدینہ منورہ کے مقدس مقامات پر ایک طائرانہ نظر'' یہ مقالہ لکھنے والے الحاج سید محمد مفیض الدین قادری صاحب ہیں۔ آپ حضرات کے لئے ہی یہ کہا گیا ہے کہ'' شیر کے بچے کو دہاڑنا سکھایا نہیں جاتا'' آپ نے مقالے کو کامیابی کی حد تک نباہا ہے۔ خاندانی روایات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ سید صاحب مدینہ شریف کی عظمت وفضیلت احسن طریقے سے بیان کر رہے ہیں۔ شہرِ معلیٰ کی زمین کی خوبیاں، پیدا ہونے والے پھل، سبزی اور آب و ہوا کے تذکرے میں دلیل ہے، تحقیق ہے۔ روضۂ اطہر، مسجد نبوی، ریاض الجنہ، منبر شریف، محراب النبی، مسجد قبا، مسجد اجابہ، مسجد جمعہ، مسجد قبلتین، مسجد شمس، مسجد بنو قریظہ، مسجد مشربہ، مسجد بنو ظفر، مسجد بقیع، مسجد طریق السافلہ، مسجد مصلیٰ، مسجد فتح، مسجد ذباب، مسجد السقیا، مسجد میقات، جبل احد، جنت البقیع میدانِ خاکِ شفاء، کا بیان، وجہ تسمیہ اور تاریخی ذکر قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کر رہا ہے۔

''سرزمین مدینہ اور نعت گو شعراء'' یہ مقالہ ڈاکٹر شاہد جمالی صاحب کا ہے، بہت اختصار سے کام

لیا گیا۔ نعت گو شعراء اور ان کے کلام بھی بہت ہی کم ہیں مثال میں دیئے گئے کچھ شعراء کے کلام میں غلطیاں ہیں۔ صفحہ ۲۱۰ر پر مولوی نجم الغنی رام پوری کا دوسرا شعر:

جدھر دیکھئے عالمِ نور ہے جو ذرہ ہے ذرۂ طور ہے

دوسرے مصرع میں وہ کی کمی ہے۔ مصرع یوں ہونا چاہیے:

جو ذرہ ہے وہ ذرۂ نور ہے

حضرت نجم الغنی جو کہ ''بحر الفصاحت'' کے مصنف ہیں نہ جانے کتنے اُن کی اس کتاب کو پڑھ کر بہترین شاعر ہو گئے، فن کی لغزشوں سے بچ گئے اور کتنے پڑھ کر شاعر ہوتے رہیں گے۔ راقم الحروف نے بھی شاعری کے پہلے دور میں بحر الفصاحت کا مطالعہ کیا۔ بہر حال مذکورہ غلطی کمپوزنگ کی ہے۔

سائل دہلوی کے پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں دو حرف کی کمی ہے۔ عبدالکریم بیخؔود اجمیری کا یہ شعر بہت عمدہ ہے:

کہاں لے جا کے بیٹھوں، میں سنبھالوں کس طرح بیخؔود
ہمارے حضرتِ دل پھر مدینے کو مچلتے ہیں

مندرجہ بالا شعر اپنے میں بہت سی خوبیاں لئے ہوئے ہے تو وہیں عیب شترگربہ بھی ہے۔ مصرع اوّل یوں ہونا چاہیے:

کہاں لے جا کے بیٹھے ہم سنبھالیں کس طرح بیخؔود

غنچۂ دل کو میرے بوئے مدینے سے
ترا بادِ صبا بھولا یہ کب احسان جاتا ہے

پہلا مصرع بحر میں نہیں ہے۔ ممکن ہے کمپوزنگ کی غلطی ہو۔

صفحہ ۲۱۱ر پر اس کے بعد چھپا شعر بھی خارج از وزن ہے۔

عالم گیر کیفؔ ٹونکی کا یہ شعر خوب تر ہے:

مدینہ سر کے بل جائیں سفر یوں ہو تو بہتر ہے کریں ہر گام پر سجدہ اگر یوں ہو تو بہتر ہے

ڈاکٹر معین الدین شاہیؔن کا مقالہ ''اردو نعت گوئی میں ذکر مدینہ'' بہت وسعت لئے ہوئے ہے کیونکہ اس مقالے میں نہ تو علاقے کی قید ہے اور نہ مسلم و غیر مسلم کی شرط۔ پھر بھی ڈاکٹر صاحب قارئین کی تشنگی بُجھا نہ سکے۔ مقالے کے دوسرے پیراگراف میں لکھتے ہیں کہ ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سرتاج الانبیاء، نبی آخر الزماں، رحمۃ للعالمین، وجہ تخلیق کائنات جیسی لفظیات کے حوالے سے

عقیدتاً یاد کیا جاتا ہے۔'' یہاں پر لفظیات کا محل نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن میں جو خطابات دیئے ان میں سے چار کے مفہوم ہیں۔

ڈاکٹر صاحب صفحہ ۲۱۸ / پر پر لکھتے ہیں'' آپ نے حمد، نعت، منقبت، مرثیہ، نوحہ اور سلام وغیرہ میں ایسے جوہر دکھائے کہ جس کی مثالیں مذکورہ اصناف کو اعتبار اور استحکام بخشتے ہیں۔'' ''بخشتے ہیں'' کہ جگہ '' بخشتی ہیں'' ہونا چاہیےء۔ کیونکہ 'مثالیں' مونث ہے۔ موصوف نے جوہر سے وابستہ کیا ہے جبکہ ایسا نہیں۔

مقالے میں جن نعت گو شعراء کا ذکر ہے وہ اپنے وقت کے در بے نظیر ہیں۔ جیسے علامہ سیمابؔ اکبر آبادی، اکبرؔ وارثی، علامہ شارقؔ ایرایانی، شاداںؔ اندوری، جگرؔ مراد آبادی، شکیلؔ بدایونی اور بہزادؔ لکھنوی وغیرہ۔ ان حضرات کی نعتیں بھی بہت عمدہ ہیں۔

عالمی مجلّہ '' دبستان نعت'' کے تیسرے باب '' تابشِ فکر ونظر'' / افکار روشن'' کی شروعات طاہرؔ لاہوری کے شعر سے کی گئی ہے:

آتی ہے صبا کوثر و تسنیم کو چھو کر
بکھرے ہیں ترے حسن کی تقدیس کے نغمات

مرحبا۔۔۔مرحبا۔۔۔کیا انتخاب ہے۔

اس باب میں اوّل مقالہ نگار ماہر اقبالیات پروفیسر ڈاکٹر عبدالحق کا مقالہ '' حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شعرِ اقبالؔ'' ہے۔ حکیم الامت، مفکر قوم وملت شاعر مشرق ڈاکٹر اقبالؔ نے جن احادیث کریمہ کے تحت اپنے اشعار میں جس مدبرانہ مفکرانہ اور شاعرانہ انداز میں قوم کی اصلاح فرمائی ہے اس کی مثال دور دور نہیں ملتی ہے۔ علامہ اقبالؔ اور ان کی شاعری پر بہت لکھا گیا ہے۔ بڑے بڑے قد آور اُدباء نے جو لکھا وہ بھی بہت خوب ہے۔'' حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شعرِ اقبالؔ'' مقالے میں جس انداز نگارش کا استعمال ہے اس کے لئے راقم الحروف داد و تحسین دیتا ہے۔ ایک پروفیسر کو جیسا لکھنا چاہیےء ویسا ہی لکھا ہے۔

علامہ اقبالؔ کے عمدہ ترین لفظیات کا استعمال ہے تو پروفیسر صاحب کی تشریح وتوضیح میں بہترین لفظوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اقبالؔ کے شعروں میں لفظوں کا استقبال استاذ الاساتذہ پروفیسر عبدالحق کے تشریحاتی الفاظ بہ شوقِ دل کر رہے ہیں۔ جیسے:

ایں ہمہ از لطف بے پایان تست فکر ما پروردۂ احسان تست

عبدالحق صاحب کی تشریح:۔''اقبالؔ۔۔۔۔۔منتہا ہے۔''

گرامی قدر عبدالحق صاحب نے مقالے کے آخر میں یہ بھی روشنی ڈالی ہے کہ علامہ اقبالؔ نے اپنے شعروں میں جن احادیث کریمہ کے مفہوم کو کوڈ کیا ہے وہ احادیث کی کس کتاب سے، کس بزرگ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، وہ ضعیف ہے، قول ہے یا کیا ہے؟ موصوف کا مقالہ ان کی صلاحیتوں کی ترجمانی کر رہا ہے۔

''اردو کی اوّلین تخلق'' مثنوی چنداین'' کا لسانیاتی مطالعہ'' عمدہ مقالہ نگار کا عمدہ ترین مقالہ ہے۔اس میں ماہر مُلّا داؤدیات، ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری نے محققانہ، عالمانہ اور مفکرانہ انداز میں سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ ذہن و دل کو سرور ادبی فراہم کیا ہے۔ آزادؔ اپنے عنوان وقلم کے تئیں وفادار ہی نہیں بیحد وفادار ہیں۔آپ کے روبرو لفظ و بیان مچل مچل کر التماس کرتے ہونگے کہ نعت و منعوت کے لئے جگہ مرحمت فرمادیں۔

آپ نے مثنوی چنداین کے لسانیاتی مطالعے پر روشنی ڈالی۔حضرت مُلّا داؤد اور مثنوی چنداین پر بہترین تبصرہ کیا۔حضرت کے ذریعے استعمال کئے گئے الفاظ، بند و بیت کے ساتھ لکھے۔مثنوی کی زبان پر عمدہ بحث کی ہے۔ڈلمئی کے تاریخی آئینے کو بغور دیکھا۔ چنداین میں استعمال الفاظ آج کے دور میں بھی بولے، لکھے جا رہے ہیں۔ جو قاعدے برتے گئے وہ آج بھی معاشرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اسم فاعل، سابقے، نون غنہ، واحد، جمع، عددی صفت و موصوف ضمائر، مبتدا و خبر، ماضی مطلق، جملہ شرطیہ، فعل مضارع، معطوف و معطوف علیہ، محاسن لفظیہ و معنویہ، تشبیہ و استعارہ اور صنائع وغیرہ، جو مثنوی چنداین میں حضرت مُلّا داؤد ڈلمئی رحمۃ اللہ علیہ نے استعمال کئے ان کا بحسن و خوبی تذکرہ کیا گیا ہے۔صفحہ ۲۵۵/ پر کمپوزنگ کی غلطی سے مہملہ کہ جگہ مہلمہ چھپ گیا ہے۔

حضرت نے اپنی مثنوی میں برہمن سرجن کی ہمدردی، بہار کے راجہ کا کردار اور دس سمتوں کا جو تذکرہ کیا اس کو بھی ڈاکٹر آزادؔ نے عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔مثنوی میں استعمال عروضی علم پر بھی اچھی بحث کی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مثنوی کے چھٹے بند کی تقطیع بھی کی۔ مثنوی میں در آئے تسامحات کی نشان دہی بھی کی۔ مثنوی چنداین میں اتنی تاثیر ہے کہ صاحب مثنوی کے پوتے مسجد کے منبر سے پڑھتے تھے۔ دریافت ہونے والے آٹھ نسخوں میں چار عربی رسم الخط اور چار فارسی رسم الخط میں ہیں کوئی بھی نسخہ دیوناگری میں نہیں ہے۔ڈاکٹر آزادؔ نے آخر میں یہ حقیقت بھی بیان کی ہے کہ مثنوی چنداین پر ہندی والوں نے جو کام کیا وہ قابلِ قدر ہے۔

''امام بوصیری کی نعتیہ شاعری'' (دو قصیدوں کی روشنی میں)۔ پروفیسر ابوسفیان اصلاحی نے مذکورہ مقالے میں جہاں جہاں اپنا خیال پیش کیا وہ ذہنی بیماری کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ اصلاحی نے حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتیہ شاعری پر مقالہ نہیں لکھا بلکہ اپنی بدعقیدگی کا مظاہرہ اور پرچار کیا ہے۔ حضرت امام بوصیری کی نعتیہ شاعری پر تنقیص کی ہے۔ کہاں حضرت امام بوصیری اور کہاں اصلاحی؟ یہ کہاوت بالکل سچ ہے کہ ''کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو تیلی''؟

پروفیسر اصلاحی کی ذہنی بیماری اور بدعقیدگی کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات کی سطروں سے لگایا جاسکتا ہے۔

صفحہ ۲۷۰، اقتباس نمبر ۲۔ ''یہ واضح رہے۔۔۔۔ برابر ہے۔''

صفحہ نمبر ۲۷۵، اقتباس نمبر ۲: ''ان اشعار۔۔۔۔ تھے۔''

صفحہ نمبر ۲۷۵، اقتباس نمبر ۲: ''سرسید۔۔۔۔ ہوئی تھی۔''

صفحہ ۲۷۶، اقتباس نمبر ۱، ''اللہ تعالیٰ۔۔۔۔ کرتا گیا۔''

نوٹ:۔ ''رسالت کا دائرہ لفظ کن سے بہت پہلے تھا۔''

صفحہ ۲۷۸، اقتباس نمبر ۱، علامہ شبلی۔۔۔۔ موجود ہے۔''

نوٹ: یہاں مثال اُلٹی پیش کی گئی ہے۔

صفحہ ۲۷۹، اقتباس نمبر ۱:۔ یہ تفسیری انداز۔۔۔۔ نہیں ملتا۔''

نوٹ: اصلاحی صاحب نے شائد دوسرے مفسرین کی تفسیروں کا مطالعہ نہیں کیا۔

صفحہ ۲۸۱، پانچویں شعر کا ترجمہ، 'تھے' 'نہیں' 'ہیں' ہونا چاہیے۔

صفحہ ۲۸۷، ''کل لا۔۔۔۔ القربیٰ۔''

نوٹ: قرابت داروں میں، حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین ہیں۔

صفحہ ۲۸۸، اقتباس نمبر ۱، ''یہاں یہ۔۔۔۔۔ سے ہے۔''

نوٹ: جبکہ نعت گو شعراء نے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ دونوں کا ذکر کیا ہے۔

صفحہ ۲۹۰، ''حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں سے پرنالہ بن کر بہتی ہے۔''

نوٹ: یہاں ''پر پرنالہ کی جگہ آبشار ہونا چاہیے۔''

صفحہ ۲۹۰، ''مورخ۔۔۔۔ ہے۔''

نوٹ: تو کیا حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصلاحی صاحب کی نظر میں عادل نہیں ہیں؟

صفحہ۲۹۰،''واقعہ کربلا۔۔۔۔۔تقاضا ہے۔''

نوٹ: اصلاحی صاحب کے نزدیک صحیح تناظر کیا ہے؟ سیاسی تنازع اور موضوعہ روایات کی بھی تشریح کی جائے۔ یزید کے تعلق سے صداقت اور حمایت سے کام لینے کا تقاضا کیا ہے؟ اصلاحی صاحب اس کی بھی توضیح کریں۔

صفحہ۱۹۱، اقتباس نمبرا۔''آل بیت۔۔۔۔بڑھ جاتا ہے۔''

نوٹ: حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہاں پر غلو سے کام لیا ہے؟ اصلاحی صاحب بتائیں۔

صفحہ۲۹۳، اقتباس نمبرا۔''اللہ کی مغفرت اور توجہ کے خواہاں ہیں۔''

نوٹ: اللہ کی مغفرت کی بجائے اللہ سے مغفرت ہونا چاہیے۔

صفحہ۲۹۳، اقتباس نمبرا۔''دربار۔۔۔۔دیکھئے۔''

نوٹ: غلط تصورات کیا ہیں اور کون شکار ہے؟

صفحہ۲۹۴، پر پوری آیت اور ترجمہ لکھنا چاہیے۔

صفحہ۲۹۴، اقتباس نمبرا۔''اس آیت۔۔۔۔۔نہ کی جائے۔''

نوٹ: غلو سے کون کام لیتا ہے؟ پرستش کون کرتا ہے؟

صفحہ۲۹۴، اقتباس نمبر۲۔''بہر کیف۔۔۔۔جہنمی ہے۔''

نوٹ: کون روبرو کھڑا ہو رہا ہے؟

صفحہ۲۹۵، اقتباس نمبرا۔''یہاں۔۔۔۔مخل ہوتا ہے۔''

نوٹ: اصلاحی صاحب کے نزدیک دوسرے مذاہب کے لوگ اہل کرامت ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ''دوسرے باطل مذاہب'' لکھنا چاہیےء۔، پھر اہل باطل سے کرامت کیسے؟

صفحہ۲۹۷،''ولین یمدح۔۔۔۔۔حسابا۔''

اس شعر میں حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس فقر کو بیان کیا ہے اصلاحی صاحب نے اس کو نہ سمجھ کر دنیاوی معنی میں لیا ہے۔ میں اصلاحی صاحب کے لئے حضرت میر ببر علی انیسؔ کا یہ مصرع بہتر سمجھتا ہوں کہ:

ٹپکے گا وہی ظرف سے جو ظرف میں ہوگا

صفحہ۳۰۰، اقتباس نمبرا۔''اللہ نے۔۔۔۔طرح ہے۔''

نوٹ: حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم کی ترجمانی بالکل صحیح کی ہے۔

اصلاحی صاحب کی سمجھ کا قصور ہے۔

صفحہ ۳۰۰، اقتباس نمبر۲۔ ''معراج کی تفاصیل۔۔۔۔۔درست نہیں ہے۔''

نوٹ: قرب خداوندی ہی ہے نہ کی حضرت جبریل علیہ السلام کی۔ "**فکان قاب قوسین او ادنیٰ**۔" یہاں پر بھی اللہ عزّ وجلّ اور پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' ہیں نہ کی حضرت جبریل۔

علم غیب، اللہ ربّ العزّت کا ذاتی ہے اور اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جس کا ذکر قرآن مقدس میں کئی مقامات پر آیا ہے۔

صفحہ ۳۰۵، اقتباس نمر ا۔ ''واقعہ کربلا۔۔۔فائدہ نہیں۔''

نوٹ: اصلاحی صاحب کے نزدیک واقعہ کربلا سے دوریاں بڑھتی ہیں اور دین کا کوئی فائدہ نہیں۔ اصلاحی صاحب جان لیں اور سمجھ بھی لیں کہ اگر حضرت امام عالی مقام نے کربلا میں قربانی پیش نہ کی ہوتی تو دین ہم تک نہیں آپاتا اور حضور پُر نور محسن انسانیت، وجہ وجودِ کائنات سیاح لامکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف "**الحسین منی و انا من الحسین**۔" سے صاف صاف ظاہر ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام کی یاد اور ذکر ایمان ہے۔

صفحہ ۳۰۶، ''مزارات۔۔۔۔سجدہ گاہ ہیں۔''

نوٹ:۔ مزارات میں آرام فرمانے والے وسیلہ ہیں۔ حاضری دینے والے انہیں سجدہ نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں۔ اصلاحی صاحب کو معلوم ہونا چاہیےء۔ کہ سجد کے ارکان ہیں۔ بغیر ارکان کی ادائیگی کے سجدہ نہیں ہوتا ہے۔

صفحہ ۳۰۷، ۳۰۸، ''ان دونوں۔۔۔۔تامل نہیں۔''

حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری پر کون کہتا ہے کہ اصلاحی صاحب اپنی حتمی رائے پیش کر دیں؟ ان کی رائے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اور یہ دین و دنیا، دونوں کا قانون ہے کہ ذہن کا بیمار کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا ہے۔

پروفیسر اصلاحی صاحب کو اپنے مقالے میں اگر اپنی بدعقیدگی کا پرچار ہی کرنا تھا تو ''دبستان نعت'' اور حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتیہ شاعری کی آڑ کیوں لی؟ یاد رہے کہ مجلّہ حمد و نعت کی ترقی کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

''نعت سرورِ کونین بزبان سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم'' عمدہ ہے۔ آیات قرآنی اور احادیث کریمہ برمحل ہیں۔ تسلسل کی خوبی پائی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر راہی فدائی اپنے مضمون کے موضوع پر قائم

رہے ہیں۔ کہیں کہیں لفظوں کی بندش غیر فصیح اور جملوں کا استعمال درست نہیں ہے۔ جیسے (۱) ''نعت گوئی اور نعت خوانی کا تسلسل وتواتر ازازل سے جاری وساری ہے۔'' ازل سے کا استعمال زیادہ فصیح ہے۔ (۲) ''نورانی جلوؤں میں ملفوف ہے۔'' یہاں ملفوف لفظ محدود ہے جبکہ نعت پاک لامحدود، اور اگر لفافے کا سائز بڑھا کر لامحدود کردیا جائے تو وہ لفافہ نہیں کہلائے گا۔ (۳) ''جن کا علم وادراک اسی قت ہوسکتا ہے جب تک کہ خود خدائے قدوس انہیں ظاہر نہ کرے۔'' یہاں پر ہوسکتا ہے کی بجائے نہیں ہوسکتا ہے یا ''تک'' اور ''نہ'' کے بغیر بات کہی جائے۔

یہ ہیں ڈاکٹر بشیر الحق لطیفی ''نعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی آغاز اور لفظی ارتقاء'' کا نور لطیفی صاحب کی بزم قلم کو پُر نور کیئے ہوئے ہے۔ ابتدا میں ڈاکٹر بشیر الحق نے 'نعت' لفظ کے دو معنی بیان کئے (۱) عام معنی، (۲) خاص معنی، دونوں کی بہترین وضاحت کی ہے۔ محنت جھلکتی ہے۔ نعت کا معنوی آغاز اور لفظی ارتقاء، کیا ہے مدلل کامیاب کوشش کی ہے۔ نعت کو تین ادوار میں تقسیم کیا۔ عربی، فارسی اور اردو نعت گو شعراء کے اشعار پیش کئے جو بھرپور مناسبت ومطابقت رکھتے ہیں۔ قرآنی آیات، احادیث کریمہ اور اقوال زریں برمحل ہیں۔ مقالے کی ضخامت، معیار اور ادبی، دینی گفتگو بتارہی ہے کہ موصوف کثیر المطالعہ ہیں اور اعلیٰ لیاقت کے مالک بھی۔

اسلام آباد کے کاشف عرفان کا مضمون ''نعت اور اکیسویں صدی کا تہذیبی آشوب'' ''دبستان نعت'' کے مقاصد کو بہ آوازِ بلند بیان کررہا ہے۔ عقیدت ومحبت اور معجزات وسیرت کے ساتھ جدید تنقیدی تناظرات کو نعتیہ شاعری کا حصہ بنانے پر زور دیا گیا ہے۔

مضمون کے تمہیدی پیراگراف کے جملے ذہن و دل کو متوجہ کرنے میں بہت کامیاب ہیں۔ دوسرے بھی اقتباسات اپنے عنوان پر کھرے اتر رہے ہیں۔ میری سمجھ سے کاشف عرفان ''دبستان نعت'' کا مزاج جانتے ہیں۔ اربابِ ذوق اور نعت گو شعراء فکر میں ڈوبی ہوئی اعلیٰ شاعری کے لئے تیار نہیں ہورہے ہیں (**اِلّا ماشاء اللّٰہ**) اس بات کا احساس جناب والا کو درد کی حد تک ہے۔ کاشف عرفان صاحب کو اتنا عمدہ مضمون لکھنے کے لئے تہہِ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔

ڈاکٹر ایس۔ ایم شکیل نے اپنے زریں قلم سے خوشبودار کاغذ پر علاقۂ خاندیش کی نعتیہ شاعری پر ہر زاویے سے لکھا ہے۔ وہاں کے اہم نعت گو شعرا کا ذکر کرکے ''دبستان نعت'' کے عمدہ مقالہ نگاروں کی فہرست میں اپنا نام درج کروالیا۔ عربی شعراء میں حسان بن ثابت اور عبداللہ بن رواحہ کے ذکر سے مشرف اور فارسی شعراء کے بیان سے محظوظ ہوئے۔

نعت کی تعریف پر اطمنان بخش گفتگو کی ہے۔نعتیہ ادب کے ماہرین کی آرا بھی شامل کیں۔اردو کے پہلے نعت لکھنے والے شاعر قلی قطب شاہ کے تذکرے کے بعد ان کے دور سے دورِ جدید تک کے نعت کے کچھ شاعروں کے نام لکھتے ہوئے خاندیش کا جغرافیائی اور تاریخی نقشہ کھینچ کر نعت گوئی کے ارتقائی سفر کو تین ادوار میں منقسم کیا۔صفحہ ۳۵۷ / پر موصوف لکھتے ہیں کہ'' اردو شاعری اپنے پیروں پر ٹھیک سے کھڑے بھی نہ ہو پائی تھی۔'' یہاں پر کھڑے، کی جگہ' کھڑی' ہونا چاہیےء۔

وہاں کے بہت سے شاعروں کی مختصر سوانح اور ان کے نعتیہ کلام قارئین کرام کے علم میں مزید اضافہ کرر ہے ہیں۔مقالہ ڈاکٹر ایس۔ایم شکیل کی محنت لگن اور فکر و تحقیق کا بہتر ترجمان ہے:

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

علامہ اقبال اعظمی صاحب نے اپنے مقالے میں حفیظؔ جالندھری صاحب کی پیدائش، سن، اور جگہ لکھا تقسیم ہند کے بعد لاہور جا کر سکونت اختیار کر لی۔''مخزن'' لاہور کے ایڈیٹر تھے۔۱۹۲۴ء میں شاہنامہ اسلام لکھنا شروع کیا۔پہلی جلد ۱۹۲۹ء، دوسری ۱۹۳۳ء، تیسری ۱۹۳۵ء میں اور چوتھی جلد ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔اس طرح کل ۱۴/ سال لگے۔علامہ اقبال صاحب نے شاہنامہ اسلام لکھنے کا مقصد مسلمانوں کو بیدار کرنا بتایا، بالکل سچ ہے۔علامہ اقبال صاحب نے لکھا کہ فحش ادب کو ادب کہنا بے ادبی ہے۔علامہ صاحب کی گفتگو مجاہدانہ ہے۔آپ نے اچھے ادب کی تشریح فرمائی۔انگریزی میں جان ملٹن کی تخلیق'' Paradiase Lost '' ہندی میں جے شنکر پرساد کی تخلیق'' کامائنی'' اور اردو ادب میں حفیظؔ جالندھری کی تخلیق'' شاہنامہ اسلام'' مہا کاویہ (۔۔۔۔) ہیں۔

علامہ صاحب نے صفحہ ۳۸۸ / پر لکھا کہ'' فردوسی۔۔۔۔احسان رہے گا''

اسی صفحہ ۳۸۸ / پر اقبال صاحب نے بہت ہی خوب لکھا کہ'' فردوسی۔۔۔۔۔۔بن سکتی ہے۔''

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

حفیظؔ جالندھری کے لئے محمود غزنوی، وہ حضرات ہیں جو علماء صوفیاء، امیر و غریب یعنی عشاقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔''شاہنامہ اسلام'' کی اتنی مقبولیت کہ یکے بعد دیگر ۴/ جلدیں شائع ہوئیں۔اعظمی صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں عربی، فارسی اور اردو ہندی زبانوں کا استعمال ہوا ہے۔مثال میں شاہ نامہ کے اشعار بھی لکھے گئے اور وہ بھی اشعار لکھے جن میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ باری، حضرت آدم علیہ السلام و دیگر انبیاء حضرات کہ پیشانیوں میں ہے۔

ذکر میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، غیب دانی، مناظر فطرت، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

محبت، جن اشعار میں ہے ان کو بھی کوڈ کیا گیا۔ حفیظؔ جالندھری صاحب نے شاہنامہ اسلام میں جو شرعی، علمی اور عروضی غلطیاں کی ہیں اقبال صاحب نے ان کی نشاندہی کی اور اصلاح بھی بہت عمدہ فرمائی، آخر میں منظور کی قلعی بھی کھولی۔

حفیظؔ جالندھری کا شاہنامہ اسلام بہت خوب بھی ہے اور لکھا گیا مقالہ اپنے لکھنے والے کی خوبیاں بیان کر رہا ہے۔

''نعت گوئی اور مدافعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' بہت ہی اچھا مقالہ ہے۔ حضرت قاری محمد رفیق فائزؔ فتح پوری علیہ الرحمہ کو اللہ نے وہ لیاقت وصلاحیت عطا فرمائی تھی کہ وہ جس عنوان پر جو بھی لکھتے تھے اسے خاص و عام کی مقبولیت ملتی تھی۔ مذکورہ عنوان نئے لکھنے والوں کی رہنمائی کر رہا ہے۔ شعراؑ کو مزاج دے رہا ہے۔ قاری صاحب نے عنوان کی تلاش بہت ہی منہمک ہو کر کی اور اس کے لئے محققہ ومصدقہ پلیٹ فارم تیار کیا: جیسے قرآنی آیات واحادیثِ کریمہ کا انتخاب۔

پہلے پیراگراف میں ''نعت نبی'' پر پُر مغز بیان ہے۔ نعت پاک کے بہت سے زاویوں پر لکھا گیا لیکن ''مدافعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے موضوع پر بہت کم پڑھنے کو ملا۔ قرآن مقدس اس موضوع پر بھی خوب خوب روشنی ڈال رہا ہے۔ میری بھی گزارش ہے کہ اس پر بھی نثر ونظم (دونوں) میں لکھا جائے۔ کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ نے جب جب حضور پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دل آزاری کی، اللہ ربّ العزّت نے انہیں جواب دیا۔ حضرت حسان بن ثابت اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اشعار بھی کوڈ کیئے۔ حضور امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے بھی اشعار برمحل ہیں۔

قاری فائزؔ کا یہ مشورہ کہ ''نعت گوئی۔۔۔۔نعت خوانی۔'' لائق داد وتحسین ہے۔ شعراء حضرات کو بھی ادھر راغب ہونا چاہیے۔ اس زمرے میں نعت پاک لکھنے والے شاعروں کے اسمائے گرامی لکھے گئے جیسے مردِ غازی خدا بخش لاہوری، مردِ غازی عبدالعزیز افغانی، غازی علیم الدین شہید، غازی وشہید عامر عبدالرحمٰن ولد پروفیسر محمد نذیر چیمہ اور غازی وشہید ملک ممتاز حسین اعوان قادری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

غازی وشہید نعت خواں ملک ممتاز حسین اعوان قادری صاحب کے جذبات کو لفظوں میں بیان کیا گیا جس میں یہ اقتباش '' آپ کی۔۔۔۔۔ رکھتا ہوں۔'' ممتاز حسین کے مضبوط ایمان پر دال ہے۔ ناموسِ رسالت کے تئیں غازی وشہید ملک ممتاز حسین اعوان قادری علیہ الرحمہ کی عقیدت ومحبت، احساسات وجذبات اور عمل، مدافعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہترین نمونہ ہے۔ قاری محمد رفیق قاضی فائزؔ فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مقالے کا اختتام بہت ہی اچھے شعر سے کیا جو مطابقت ومناسبت

اور برمحل میں ہے:

نورآنکھوں میں تو چہروں پہ اُجالے ہوں گے　　مصطفیٰ والوں کے انداز نرالے ہونگے

پڑھیے، یہ ہیں ملکۂ فکر ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری جنہوں نے'' دبستانِ نعت'' شمارہ نمبر۴ر کے لئے اپنے قلم کا شاہکار مقالہ'' برہان پوسر میں سلسلۂ میر کے نعت گوشعراء ایک تحقیقی جائزہ'' دیکر دادو تحسین حاصل کی اور شمارہ نمبر۵ر میں بھی اپنی حاضری درج کروانے میں بہت ہی کامیاب نظر آرہی ہیں۔ شبانہ نکہت اب کے بار'' جاورہ میں اردو ادب اور نعت گوئی کا ارتقا'' کی بہاریں لیکر محوگفتگو ہیں۔

صوبۂ مدھ پردیش کے' جاورہ' جس کا قدیم نام گلشن آباد بتایا گیا وہاں کے تاریخی، جغرافیائی تذکرے کئے اور ساتھ ساتھ قدرت کے انعامات، عطیات اور تحائف کو بہت ہی خوبصورت انداز میں یاد کیا گیا۔ نوابین پر بھی احسن اسلوب سے روشنی ڈالی گئی۔ مرزا عظیم بیگ کے کلام پر سید انشاء کی عروضی گرفت مقالے کا حسن دوبالا کر رہی ہے۔ جیسے:

ع بحر رجز میں ڈالکر بحر رمل چلے

ڈاکٹر شبانہ نکہت نے جاورہ کے چھبیس نعت کہنے والے شاعروں کے بارے میں لکھا اور کلام کا نمونہ بھی پیش کیا۔ جیسے:

(۱) پیرجی محمد یوسف خاں

جس پر اللہ کو رجھایا تھا　　وہی صورت مجھے دکھا دیجئے

مصرع اوّل میں اللہ کو رجھایا، شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔

(۲) حیات اللہ خاں عیشی:

ہوا ہے کوئی ایسا اور ہوگا　　بیاں میں آئے کیا شان محمدﷺ

بہت مضبوط ایمان ہے۔

(۳) مفتی احمد علی:۔ آپ کی ۱۹ر اشعار کی نعت چھپی جن میں دوشعر تو بہت ہی اچھے ہیں۔

ہوا حکم اللہ کا سائلوں کو　　دیا جائے گا جو دلائے محمدﷺ

شب و روز بھیجو درود ان پہ احمد　　کہ تحفہ یہی ہے برائے محمدﷺ

(۴) ادب گلشن آبادی:۔ موصوف کے یہ دوشعر بہت اچھے ہیں۔

محمدﷺ کے قدموں پہ سر رکھ کے اپنا　　قضا عمر بھر کی ادا کر رہا ہوں

خدا کی تجلی نظر آرہی ہے　　خیال رخ مصطفیٰﷺ کر رہا ہوں

(۵) خطیبؔ گلشن آبادی:۔نعت کے تیسرے شعر میں شرعی اور فنی غلطی ہے۔

شہ دوسرا زیرِ قدم عرشِ علیٰ ہے بس تم سے بڑا کوئی اگر ہے تو خدا ہے

مصرعہ اوّل میں شہ دوسرا کے بعد ''کے'' ہونا چاہیے، اور مصرعہ ثانی میں اگر ہے، میں احتمال ہے۔ بیشک خدا ہی بڑا ہے۔شعر اصلاح طلب ہے۔

(۶) سید افسوس رسول (۷) ساحر افغانی (۸) جہانگیر نیازی (۹) یوسف سحر وغیرہ کے سبھی اشعار اچھے ہیں۔واقفؔ حیدری کے دوسرے اور چوتھے شعر کے اوّل مصرعے میں فنی غلطی در آئی ہے۔ احمد رضا گلشن آبادی کے دوسرے شعر کا مصرع دوم اور شاکر رضا کے پانچویں اور ساتویں شعر کا مصرع اوّل اصلاح طلب ہے۔

''حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بلبل ہندی'' مقالے میں قمر الزماں صدیقی کا قلم اپنے تمامی نثری محاسن کے ساتھ سمندر کی لہروں کی طرح آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔مقالے کا آغاز قادر الکلام، حسان الہند حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے شعر سے کیا گیا۔

ورفعنا لاک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

لفظوں کی بہترین بندش، فصیح جملوں کا استعمال قارئین کرام کو بار بار پڑھنے کی دعوت دے رہا ہے جیسے:۔چشم اقوام عالم، اہلِ نظر کا شیوہ، ایک پاکیزہ صنف سخن وجود میں آئی، جسے نعت کہا گیا، اوّلین نقاش، سفر وحجر کا وطیرہ، مدح نبوی کا یہ توشہ ان کے سینوں کی ٹھنڈک اور دلوں کا قرار بن کر ساتھ ساتھ رہا، مدحتِ خیر البشر کے ترانوں پر مشتمل یہ صنف سخن، وقت کی کروٹوں کے ساتھ اردوئے معلیٰ، ادبی تبرکات، نعتیہ شیرینی، شکوہ ترکمانی کی عظمت وسطوت، سوز وگداز، پُر خلوص حلاوت، طوطی ہند کی خسروی، خوجہ بندہ نواز کی بندہ نوازی، اردو نے اپنی توتلی زبان سے نعتیہ کلام کہنا شروع کر دیا تھا، جب اردو نعت نے محبوب الٰہی کی خانقاہ سے دور دراز کے خطوں کے سفر کا آغاز کیا، مسکنِ ثانی، ولی کے کراماتی دیوان نے، مغلیہ باغات کے عہد شباب کی رونقیں، اردو نعت کو مرادآباد کی چوک کا وہ منظر یاد ہے، زنجیروں میں جکڑا ہوا باغی، بحر نعت کا ایک عظیم شناور، آفاقی پیغام، دنیائے بلالی، مجروح عشاق کے قافلہ سالار، مہر انور صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب عشق کا مفسر، نسبت خواجگان، عظمت اسلام کی خانقاہ، بائیس خواجگان کی چوکھٹ، عظیم حکمرانوں کی آخری آرام گاہ، سرزمین بغداد کی عظمت وحرمت، امت مرحومہ کی عروق مردہ، طائر بے آشیاں، عقابوں کی خانقاہوں پر براجمان زاغوں اور مشرقی خرقوں میں ملبوس مغربیت زدہ اہلِ علم کے لئے لشکروں سے مایوس ومحزون، شوریدہ سر کی صورت، غم کا مداوہ، روضۂ نبوی

کی سنہری جالیوں کے قرب میں تلاش کرتی ہے، جہانِ عشاق، کوچۂ محبوب کی گردِ راہ، دریائے نور کی روانی، کوہ اضحم بادلوں کی دھنک، ریشم کی طرح نرم ہو چکی ریت، بجھی ہوئی آگ کے نشاط اور ٹوٹی ہوئی طُنابیں، رفیقِ نبوت اور فکرِ عیال وغیرہ۔

قمرالزماں صدیقی نے مقفیٰ و مسجع عبارت سے بھی مقالے کا حسن بڑھایا ہے۔ غیر فصیح الفاظ کو فصیح بنانے کا فن بھی جانتے ہیں۔ مثلاً عروق غیر فصیح ہے، عروق مردہ فصیح ہے، محزوں غیر فصیح، مایوس و محزوں، فصیح، آپ کے مقالے میں بہترین محاورے بھی حاضری دے رہے ہیں۔ جیسے تشت از بام اور مان وغیرہ۔ ڈاکٹر اقبالؔ کے اشعار برمحل استعمال کئے گئے۔

''دبستانِ نعت'' کے نگراں، شمع فروزاں فیروز احمد سیفی صاحب کے شانہ بہ شانہ چلنے والے، ہندوستان میں نعتیہ ادب پر عظیم و معیاری کام کرنے والے، میدانِ صحافت کے شہسوار، مخلص و ملنسار اور منصف و ایماندار ڈاکٹر سراج احمد قادری نے نعت ریسرچ سینٹر۔ انڈیا اور اس میں فراہم تحقیقی و تنقیدی، حمدیہ اور نعتیہ کتب و دواوین کا اجمالی تعارف پیش کیا۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری نے نعت ریسرچ سینٹر۔ اندایا کا عمدہ ترین مقصد بیان کیا۔ ادارے کے قیام کے پس منظر پر بھی خاصی روشنی ڈالی ''دبستانِ نعت'' کے سبھی شماروں کے مشمولات کا بھی بحسن و خوبی تذکرہ کیا۔ ادارے میں موجود کتب و دواوین کے بارے میں قارئین کرام کو روشناس کرایا۔ خاکسار کا مشورہ ہے کہ تعلیمی اداروں کو چاہیےء کہ اپنے یہاں ہونے والے امتحان کے پرچے میں اس بابت سوالات قائم کریں تاکہ طلباء کے علم میں مزید اضافہ ہو اور ''دبستانِ نعت'' اس سے زیادہ کامیابی کی منازل طے کرتا رہے، آمین۔

''دبستانِ نعت'' کے شمارہ نمبر ۵/ کے باب ''زاویۂ نگاہ'' میں ۹/ تبصرے شامل ہیں۔ علامہ اقبال اعظمی، پروفیسر فاروق احمد صدیقی اور قاری محمد رفیق فائزؔ فتح پوری امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ پروفیسر مجید بیدارؔ نے شمارہ نمبر ۴/ میں شامل شاعر و ادیب کا شمار ہی کیا ہے۔ راقم الحروف کے تبصرے میں کہیں کہیں کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ ایم نصراللہ نصرؔ کے تبصرے میں محنت و لگن اور فکر کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ حلیم صابر نے بھی پہلے شمارے کے مشمولات پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ڈاکٹر چاند نظامی نے اپنے تبصرے میں ابوسفیان اصلاحی کے چوتھے شمارے میں شامل مضمون ''اقبال سہیل کی نظم موجِ کوثر کا قرآنی تجزیہ'' میں اصلاحی صاحب نے جو شرعی غلطیاں کیں، ان کا عمدہ محاسبہ کیا۔ مولانا عابد چشتی صاحب کے تبصرے میں نعت کے دو نظریئے اور ابوسفیان اصلاحی کی بدعقیدگی پر اچھے انداز میں گفتگو کی گئی اور

اس کی ضرورت بھی تھی۔

باب گلہائے عقیدت کا آغاز طاہرؔ لاہوری کے بہترین شعر سے کیا گیا۔مصرعۂ اوّل کے اسرار آخری ''ر'' میں زیرکمپوزنگ کی غلطی سے لگ گئی ہے۔شعر مفہوم ومناسبت کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔ایڈیٹر صاحب نے مذکورہ باب کے لئے مدینہ ردیف دی تھی۔اس لئے سبھی شعراء حضرات نے مدینہ ردیف پر کلام لکھے، پہلی نعت علامہ حسنؔ رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی ہے۔فنی لوازمات اور عقیدت سے معمور ہے۔اکبرؔ وارثی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کلام تمام تر محاسن کے ساتھ جلوہ افروز ہے، بتول فاطمہ شاہجہانپوری کی نعت کے سات اشعار چھپے ہیں، مطلع میں رضواں کے بعد 'بھی' چھوٹ گیا ہے۔دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں شعر بہت اچھا ہے۔

سالک رام سالکؔ کے سبھی شعر بہت اچھے ہیں۔عمدہ اور نادر زمین پر ہیں۔چوتھے شعر کے دونوں مصرعوں میں کمپوزنگ کی غلطی ہے دسویں شعر کا پہلا مصرعہ انوکھی تشبیہ کے ساتھ ہے:

ہو جائیں زلیخا کی طرح حضرت یوسف

نورؔ جہاں بدایونی کو تنقید کی ترازو مرحبا کہہ رہی ہے۔پنڈت بہاری لال اور وحیدہ نسیمؔ کے شعروں سے دل محظوظ ہورہا ہے۔بابو روشن لال نعیمؔ کے یہاں عقیدت، عمدہ بندش الفاظ اور کہنہ مشقی ہے۔نسیمؔ میسوری نے پانچ مطلعے، چھ شعر اور ایک مقطع کہا۔پہلے دوسرے مطلعے کے مصرعہ ثانی، گیارہویں کا اوّل مصرع اور مقطعے کا مصرعہ ثانی اصلاح طلب ہیں۔صفحہ ۶۳۶ر پر خورشید آرا بیگم اور صدیق علی خاں کے ۹ر اشعار ہیں۔آپ نے بھرپور محنت کی اور فنی لوازمات کا خوب خوب لحاظ رکھا پھر بھی پانچویں شعر کا اوّل مصرع بحر سے دور ہوگیا۔ساتویں شعر کے پہلے مصرعہ میں 'دستک' کا استعمال تذکیر میں کیا گیا جبکہ تانیث میں ہونا چاہیے۔

اب میں بہترین ناقد کی بارگاہ میں حاضری دینے کا شرف حاصل کررہا ہوں یعنی علامہ اقبال اعظمی کے حضور۔حضرت کی نعت پڑھی جو چھ اشعار پر مشتمل ہے۔اعظمی صاحب کے مقالے اور تبصرے جتنے اعلیٰ معیار کے ہوتے ہیں، یہ کلام نہیں۔کیوں جی، یہ سچ ہے نا؟ خاکسار آپ کی دعاؤں کا طالب ہے۔

امریکہ (نیویارک) سے تنویر پھولؔ کے اشعار سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ شعر کہتے گئے، کاپی پر لکھتے گئے اور چھپنے کے لئے بھیج دیا دوبارہ پڑھا اور نہ میناکاری کی اس لئے پہلے کے شماروں میں شائع ہوئے کلام (فکر، بلند خیالی اور نئے مفہوم کے اعتبار سے) مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔مطلع کا پہلا مصرع، پانچویں کا پہلا مصرع اور مقطع کا دوسرا مصرع ترتیب (Assending order) میں نہیں ہے۔

ع: نمبرا۔ ہوں میں جان ودل سے نثار مدینہ

میں ہوں جان ودل سے نثار مدینہ (ہونا چاہیے)

ع: نمبر۲۔ میسر مجھے ہوں مدینے کی گلیاں

مجھے ہوں میسر مدینے کی گلیاں (ہونا چاہیے)

ع: ملے پھول کو تازگی پھر دوبارہ

میسرا گر ہو غبار مدینہ

موصوف اگر حج کر چکے ہیں تو مقطع کا مفہوم درست ہے ورنہ کذب بیانی ہے۔ پہلے مصرعے میں 'پھر' اور 'دوبارہ' (اس میں ایک ہی ہونا چاہیے۔) دوسرا مصرع:

میسرا گر ہو غبار مدینہ

اگر ہو میسر غبار مدینہ (ہونا چاہیےء)

پروفیسر عبدالمنان طرزی کی طرز شاعری نومشقی کا پتہ دے رہی ہے۔ آپ نے شعروں میں جو، تو، اِسے، اُسے، یہ، وُہ، کا استعمال کثرت سے کیا ہے۔ ماہرین فن اسے معیوب مانتے ہیں۔ بعض اشعار ربط میں نہیں ہیں اور کچھ کا مفہوم واضح نہیں ہورہا ہے۔ طرزی صاحب کے سبھی اشعار اصلاح طلب ہیں۔

ڈاکٹر ایس۔ ایم عقیل (شیموگہ) کے شعر لگ بھگ ٹھیک ہیں۔ سلیمان خمار (بیجاپور) کی نعت پاک بہت عمدہ ہے۔ سبھی شعروں میں پانی سے زیادہ روانی ہے۔ خوش اسلوبی سے مدینہ ردیف کو نباہا گیا ہے، زبان و بیان میں پختگی ہے۔ دل سے خود بخود داد نکل رہی ہے۔

ایک نعت ۱۳ رشعر، مشکل قافیہ اور منتخبہ ردیف، شاعر محمد قاسم حبیبی ہیں۔ ہر ایک شعر سماعتوں کو سننے، دل کو محظوظ ہونے اور ذہن کو متوجہ ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔ پانچویں شعر کا تو جواب نہیں:

یہاں تو ہوش وخرد بھی سنبھل کے چلتے ہیں ادب، ادب مرے دیوانہ پن، مدینہ ہے

فاروق احمد جائسی کا مطلع اور مقطع عمدہ ہے۔ چوتھے اور چھٹے شعر کا پہلا مصرع بے بحر ہے۔ ولی اللہ ولی عظیم آبادی کا کلام، فکر، کوشش اور فنی خوبیوں سے معمور ہے، بہت بہت مبارک باد۔ کینڈا کی سیدہ منور جہاں بہت حد تک کامیاب نظر آرہی ہیں۔ مقطع کے مصرعہ ثانی میں حصاروں ہونا چاہیےء یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ کاشف عرفان نثر کے ساتھ نظم میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ حضرت رباب رشیدی کا کلام اچھا ہے۔ آپ کہنہ مشق اور قادرالکلام شاعر ہیں۔ نعت پاک کے لئے منتخبہ صنف شاعری سے

ہٹ گئے ہیں، مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ کمپوزنگ کی خطا ہے۔

طاہرؔ سلطانی کی نعت صفحہ ۶۴۹ / پر ہے جس کے پانچویں شعر کا پہلا مصرع خارج از بحر ہے۔ مقطع کے مصرعہ ثانی میں تعقید لفظی ہے۔ بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مصرع یوں ہو:

میں بن کے ہمیشہ رہوں دربانِ مدینہ

الحاج سید محمد استخار الدین یعقوبؔ بدایونی کا کلام اچھا ہے۔ مقطع کے دوسرے مصرع میں کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ ڈاکٹر صوفی غازی امان غازیؔ کا کلام بہتر ہے۔ محمد مظہر حسن مظہرؔ اویسی نے (بلگرام شریف) بحر متقارب میں اچھے اشعار کہے۔ ظہیر آتشؔ نے ''آئے مدینہ'' ردیف لیکر فن کا بہترین استعمال کیا ہے۔ پانچواں شعر اصلاح طلب ہے۔ مقطع وضاحت چاہتا ہے دونوں مصرعوں میں ''شب غم کی'' استعمال ہوا ہے۔ ہمارے اکابر شعراء نے اس سے بچنے کے لئے فرمایا ہے۔

ساجد حمیدؔ (شیموگہ) سراجؔ زیبائی، سراجؔ مسعود ادیبی، فاضلؔ میسوری اور ایم نصر اللہ نصرؔ کے سبھی شعر اچھے ہیں۔ تلک راج پارسؔ کی بحر سبھی شاعروں سے الگ دکھائی دیتی ہے۔ جمیلؔ افغانی (الہ آباد) کے شعر ذہن و دل کو چھو رہے ہیں۔ اچھوتے مضامین، دلکش انداز، اور بندش الفاظ قابلِ داد ہے۔ مدینہ، ہوا، تعظیم، ادب، چومنا اور در و دیوار کا استعمال بہت سے شعراء نے کیا ہے لیکن ان سبھی لفظوں کو اس اچھوتے مفہوم میں پرونا جمیلؔ افغانی کے حصے میں آیا:

تعظیم مدینہ تو ہوا پر بھی ہے لازم چومے ہے ادب سے در و دیوار مدینہ

عموماً پانچ سے گیارہ اشعار کہے جاتے ہیں۔ گیارہ سے زیادہ اور پھر بیس بائس شعر کہنا اور وہ بھی ہر شعر کا مفہوم الگ ہو، اچھائی میں شمار ہوتا ہے۔ سونے پہ سوہاگہ یہ کہ فنی خوبیوں سے پُر، یہ سب موجود ہے عبد القادر قادرؔ صاحب کے یہاں۔ ڈاکٹر عقیل ہاشمی کے تیسرے بند کا پہلا مصرع، چھٹے بند کا دوسرا اور ساتویں کا پہلا مصرع وزن میں نہیں ہے۔ ڈاکٹر التفات امجدی کی تضمین خوب تر ہے۔ فصیح لفظوں کا عمدہ استعمال، بلند خیالی بنظیر شاعرانہ فکر، دلکشو دلبرانداز بیاں اور نسیم سحر جیسی روانگی داد و تحسین حاصل کر رہی ہے۔

واہ واہ۔۔۔ یہ بھی تو ڈاکٹر عقیل ہاشمی ہی ہیں جو سیاح لا مکاں کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیۂ سلام پیش کر رہے ہیں۔ اُدھر تضمین میں فنی خامیاں ہیں تو اِدھر سلام فنی محاسن سے پُر ہے۔ سبحان اللہ کیا پختہ عقیدہ ہے اور کیا انداز، سلام کے سبھی بند بہت اچھے ہیں۔ یہ مصرعے تو:

(ا) ''اے آرزوئے خاطر سب کا سلام کہنا''

(۲)''ہیں مضطرب جبیں میں سجدے ہر اک جبیں کے''

(۳)''دیدار کی تمنا ہے بے حساب دل میں''

(۴)''لے جا سجا سجا کے اشکوں کی ڈالیوں کو''

(۵)''گٹھری گنہ کی گر کر باقی رہے نہ سر پر''

ڈاکٹر عقیل ہاشمی صاحب کے سلام کے لئے خاکسار دعا گو اور طالب دعا بھی ہے۔

عالمی مجلّہ'' دبستان نعت'' شمارہ نمبر ۵ر کی گھنیری چھاؤں میں ۹ر خطوط کو جگہ ملی۔ سارے خطوط اپنے اپنے انداز اور اپنی اپنی فکر کے ہیں۔ محبوب راج محبوبؔ حیدر آبادی کے برمحل شعر سے شروعات کی گئی۔ اچھا لگا صفحہ ۶۷۵ر سے ۶۷۹ر تک پروفیسر خالد حسین شاہجہاںپوری کا محبت نامہ، دبستان نعت کے مقاصد کو بڑے ہی پُر کشش اور پُر جمال طریقہ سے بیان کر رہا ہے۔ مجسم مخلصم ، برادرم، ارمغان خلوص، اپنے ملک عزیز، وقیع ور فیع، منصۂ شہود، مراسلت، مخاطبت ، مشارکت ، مصافحت ، ربط وضبط، باہمی دائمی اور مائل گھائل لفظوں کی کہکشاں، خلوص نامے کے آسمان کو مزین ومنور کئے ہوئے ہے۔

کیا جملے ہیں، کیا اقتباسات ہیں'' حضرت والا ۔ ۔ ۔ ۔ پذیر ہے۔

''بہر کیف ۔ ۔ ۔ ۔ مستفیض ہو چکا ہوں۔''

''اسی حقیقت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بنتی!''

''کاتب تحریر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کئے ہیں۔''

''عزیزم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہوں۔''

مندرجہ بالا اقتباسات میں حضرت والا کے معیاری علم نے جواہر کے دفاتر بکھیرے ہیں۔ عالی جناب کا ایک ایک حرف ذہن ودل میں حفاظت سے رکھ لینے کے قابل ہے تاکہ استفادہ حاصل ہوتا رہے۔ پروفیسر خالد حسین کا یہ مکتوب ہی نہیں بلکہ اردو ادب کا بہترین سرمایہ بھی ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد سلمان رضا حنفی ازہری (فیض آباد)

''دبستانِ نعت'' ۔۵ نقد و نظر کے آئینے میں

''دبستانِ نعت'' (پانچواں شمارہ) موصول ہوا، ظاہری و معنوی حسن سے بھرپور ہے، ''گوشہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' نے اس کے جمال و کمال میں چار چاند لگا دیا ہے، ہر مضمون اپنی جگہ پر بڑی اہمیت و افادیت کا حامل ہے، حمد و نعت کی تحقیق و تنقید کے حوالہ سے آپ کی خدمات گراں مایہ نہ صرف قابل صد رشک ہیں بلکہ لائق تقلید بھی ہیں۔ اداریہ اور آپ کی ادارت سے محسوس ہوا کہ آپ بہت کشادہ قلب اور اعلیٰ ظرف ہیں؛ کیوں کہ میں نے دیکھا کہ اگر ''دبستانِ نعت'' کے کسی قاری نے کسی مضمون یا مفہوم پر نقد و جرح کی ہے تو آپ نے اُسے بڑی فراخ دلی کے ساتھ من و عن شائع کر دیا ہے، یہ وسعت ظرفی آج کے دور میں تقریباً ناپید ہو چکی ہے، ''ہم چوں دیگرے نیست'' کا بھوت اکثریت پر سوار ہے، حتی کہ صالح تنقید سننے/ پڑھنے کا حوصلہ بھی مفقود نظر آتا ہے۔

جناب شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کے ''نعت گوئی'' کے سلسلہ میں ''منفرد زاویہ فکر'' پر آپ کا ردِ عمل قابل ستائش ہے۔ حمد و نعت میں شرعی حدود کی پاس داری امر ناگزیر ہے، اگر کوئی شاعر اصناف حمد و نعت میں اس کا لحاظ نہیں کرتا ہے اور وہ محض ادبی الفاظ موزوں کرتے ہوئے حمد الٰہی یا نعت نبی لکھتا ہے تو اُسے شریعت پر افترا کرنے والا اور بہتان باندھنے والا کہا جائے گا۔ اس لیے فاروقی صاحب کی ''رائے گرامی'' لائق اعتنا نہیں ہے۔

''دبستانِ نعت'' کا ابھی تک مکمل مطالعہ نہ کر سکا مگر جہاں تک پڑھا اُسے خوب سے خوب تر پایا۔ شمارہ کی ترتیب و تدوین میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے تاہم کمپوزنگ کی چند غلطیاں رہ گئی ہیں، نمونے کے طور پر حسب ذیل ہیں:

(۱) ص:۹ ''اس منزل پہنچ پہ جاتی ہیں'' کی بجائے ''اس منزل پہ پہنچ جاتی ہیں'' ہونا چاہیے۔

(۲) ص:۱۳ ''دوسرے نظرئے'' کی بجائے ''دوسرے نظریے'' ہونا چاہیے۔

(۳) ص:۱۴ ''سلام پیس کئے گئے'' کی بجائے ''سلام پیش کیے گئے''

(۴)ص:۱۵ ''پتھر کھینچ مار رہے ہیں'' کی بجائے ''پتھر کھینچ کر مار رہے ہیں''۔

(۵)ص:۱۶ ''بہہ سے بہتر'' کی بجائے ''بِہ سے بہتر'' بہتر ہوگا۔نیز''اتھک کوشش'' کی بجائے'' انتھک کوشش''ہو،یعنی پروف ریڈنگ میں انتھک کوشش ہونی چاہیے۔

(۶)ص:۲۸ ''جب بنی اسمائیل اور قریش'' کی بجائے''بنی اسماعیل اور قریش''ہونا چاہیے۔

(۷)ص:۸۴ ''اور پوجا مدینہ میں ہونے سے نامید ہوگیا'' کی بجائے''اور پوجا مدینہ میں ہونے سے نا امید ہوگیا''۔

(۸)ص:۸۴ ''مدیہ شریف'' کی بجائے''مدینہ شریف''ہو۔

(۹)ص:۸۵ ''وہ (امام مالک)......جوتی پہننے کو خلاف ادب سمجھتے تھی''میں''تھی'' پروف ریڈنگ کا متقاضی ہے۔

(۱۰)ص:۲۰۰ ''ریاض النجہ'' کی بجائے''ریاض الجنہ''ہو۔

(۱۱)ص:۲۰۹ ''سرمین مدینہ کا ذکر کرتا ہے''میں''سرزمین''ہونا چاہیے۔

اِن کے علاوہ بعض جملے، تراکیب اور مفاہیم میری ناقص معلومات کے دائرہ سے باہر نظر آئے، اِس لیے اُنھیں بھی اپنی اصلاح کی خاطر پیش کرتا ہوں، اِس امید کے ساتھ کہ صاحبِ معاملہ اِس پر کبیدہ خاطر نہ ہوں گے۔

(۱):۸ ''جدوکوشش''اِس ترکیب میں معنوی لحاظ سے کوئی کمی نہیں محسوس ہو رہی ہے، مگر استعمال کے اعتبار سے اکثر میں نے''جد''کو''جہد''سے ہم کنار دیکھا ہے۔یعنی''جدوجہد''۔

(۲)ص:۱۳ ''حمد ونعت کا فن اس کے افکار و رجحانات دیگر اصناف کے تناظر میں جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔حمد ونعت وہ اصناف ادب ہیں جو دیگر اصناف سے مختلف وجداگانہ ہیں''۔یہ دونوں جملے مفہوم کے اعتبار سے باہم مربوط ہیں مگر ان کے درمیان فل اسٹاپ (۔) لگایا گیا جس سے یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ: یہ دونوں جملے الگ الگ مفہوم کے حامل ہیں۔اس لیے میرا خیال خام یہ ہے کہ: فل اسٹاپ کی جگہ''یعنی''ہوتا تو دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر بن جاتا۔علاوہ ازیں''حمد ونعت کا فن''کے بعد''اور''کا اضافہ ہوتا (یعنی حمد ونعت اور اُس کے افکار) تو میں سمجھتا ہوں کہ اس جملہ کا حسن اور دوبالا ہو جاتا۔

(۳)ص:۱۳ ''خط وخال'' کی ترکیب سے پہلی بار سابقہ پڑا، جس سے معلومات میں اضافہ ہوا، ورنہ اب تک میں نے''خدوخال''پڑھا اور لکھا ہے۔

(۴)ص:۱۶ ''مصرع اولی'' کی بجائے''مصرع اول''ہونا چاہیے؛ کیوں کہ میری ناقص معلومات

کے مطابق ''مصرع'' مذکر ہے۔اِس لیے اُس کی صفت بھی ''اول'' مذکر ہونی چاہیے۔

(۵)ص:۱۷ ''ہم اپنے تمامی قلمی معاونین'' میں لفظ ''تمامی'' کا استعمال مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ میں نے اپنے استاذ گرامی شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی نوراللہ مرقدہ سے ایک سے زائد بار فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''تمامی'' کا استعمال متروک ہو چکا ہے۔

(۶)ص:۲۴ عربی اشعار کا اردو ترجمہ دو پیراگراف میں کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ: پہلا پیراگراف پہلے شعر کا ترجمہ ہے اور دوسرا، دوسرے کا۔مگر دوسرے شعر کے ترجمہ میں پہلے شعر کا ترجمہ مخلوط ہو گیا ہے؛ کیوں کہ ''حالاں کہ وہ میرے پاس ہیں''، "**وهم معی**" کا ترجمہ ہے جو کہ پہلے شعر ہی کا ایک حصہ ہے۔

اور دوسرے شعر کے ترجمہ میں ''میری آنکھیں انہیں تلاش کرتی ہیں'' کہ جگہ ''میری آنکھ انھیں تلاش کرتی ہے'' ہوتا تو "**تطلبهم عینی**" کی صحیح ترجمانی بھی ہو جاتی اور میں سمجھتا ہوں کہ معنویت میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۷)ص:۲۸ ''بلکہ اُن کے درپہ آزار ہوگئے'' کی بجائے ''بلکہ اُن کے درپے آزار ہوگئے'' ہونا چاہیے۔

(۸)ص:۳۱ مضمون نگار نے فقرہ نمبر۲۱ ر کے تحت تین صحابہ کرام([حضرت علی،حضرت امیر معاویہ،حضرت حسن) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کیا ہے، مگر دو حضرات کے اسم گرامی کے ساتھ ''حضرت'' کا استعمال کر کے اپنی عقیدت ومحبت اور ادب واحترام کو اجاگر کیا اور تیسرے کے ساتھ ''حضرت'' کو ترک کر دیا ہے جو کہ بالکل غیر مناسب ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے باہمی مشاجرات اور اجتہادی خطا اپنی جگہ پر مگر ہم پر سب کا ادب واحترام لازم ہے۔

(۹)ص:۸۰ ''یاالٰہی دکھادے وہ مدینہ کیسی بستی ہے''۔اس مصرع میں کچھ تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔ یعنی ''دکھادے'' کو پہلے ہونا چاہیے اور ''یاالٰہی'' کو بعد میں ہونا چاہیے۔جیسا کہ صاحب مضمون نے اختتام پر خود بھی اسی ترکیب کے ساتھ لکھا ہے۔''دکھادے یاالٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے''۔(ص:۸۹)

(۱۰)ص:۸۱ ''سوق الشمانین'' کی بجائے ''سوق الثمانین'' ہونا چاہیے، اِس لیے کہ ماسبق میں ذکر کیا گیا کہ: ''کشتی نوح سے ۸۰ر افراد جہاں آباد ہوئے اُس جگہ کا نام......''۔

(۱۱)ص:۸۲ ''حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اس شہر کا نام ''طابہ'' رکھا ہے''۔مقالہ نگار صاحب کی اس روایت کے الفاظ ''حضور...... نے ہمیں بتایا'' سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ: اِس روایت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خود مضمون نگار نے روایت

کی ہے۔ حالانکہ عقلاً ایسا ممکن نہیں ہے؛ کیوں کہ عہد رسالت اور مقالہ نگار کے درمیان کئی صدیوں کا فاصلہ ہے۔ البتہ اگر ''رؤیا صالحہ'' کا معاملہ ہو تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(۱۲) ص:۸۳ ''مدینہ کی خاک میں شفا ہے۔۔۔۔۔آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ شریف کو بے حد محبوب رکھتے تھے جب سفر سے واپس ہوتے تو مدینہ منورہ کے آثار دیکھ کر خوش ہو جاتے اور اپنی چادر کو بازو سے ہٹا دیتے اور چہرہ مبارک کو صاف نہیں فرماتے بلکہ فرماتے کہ مدینہ کی خاک میں شفا ہے''۔

صاحبِ قلم نے اِسی سرخی کے ساتھ اِسی روایت کو ص:۸۷؍ پر بھی قلم بند فرمایا ہے۔ مگر تھوڑے سے فرق کے ساتھ جس کی بنیاد پر مضمون کچھ طویل ہو گیا اور دو مختلف روایت ہونے کا احساس ہونے لگا، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ دونوں ایک ہی روایت ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ: (۱) یہاں پر سرخی میں ''مدینہ'' کے ساتھ ''شریف'' نہیں لکھا اور وہاں لکھا ہے۔ (۲) یہاں '' آقا کریم'' ہے اور وہاں ''حضور نبی کریم''۔ (۳) یہاں بے حد محبوب'' ہے اور وہاں ''بہت محبوب'' ہے۔ (۴) یہاں ''جب سفر سے واپس ہوتے'' اور وہاں ''جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے'' ہے۔ (۵) یہاں ''تو مدینہ منورہ کے آثار دیکھ کر خوش ہو جاتے'' اور وہاں '' اور مدینہ شریف کے آثار نظر آتے تو بہت خوش ہوتے'' ہے۔ (۶) یہاں ہے'' اپنی چادر کو بازو سے ہٹا دیتے'' اور وہاں ہے'' اپنی چادر کو کندھے سے ہٹا دیتے''۔ (۷) یہاں ہے'' اور چہرہ مبارک کو صاف نہیں فرماتے'' اور وہاں ہے'' وجہ اقدس پر جو غبار پڑتا اسے نہیں پونچھتے''۔ (۸) یہاں ہے'' بلکہ فرماتے کہ مدینہ کی خاک میں شفا ہے'' اور وہاں ہے'' بلکہ فرماتے کہ مدینہ شریف کی خاک میں شفا ہے''۔

(۱۳) ص:۸۴ ''ارے سر کی جا ہے او جانے والے''۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام کا یہ مصرع غالباً اس طرح ہے: ''ارے سر کا موقع ہے او جانے والے''۔

(۱۴) ص:۸۷ ''سعی'' کے معنی جہد اور کوشش ہے۔ اور اصطلاحاً یہ ایک قسم کی پریڈ ہے، اس میں بھاگا تو نہیں جاتا مگر بھاگنے کی کوشش کے ساتھ کندھے اکڑا کر اور پاؤں اونچے اونچے اٹھا کر دھاکے کے ساتھ زمین پر مارتے ہوئے تیز چلنے کی کوشش کو ''سعی'' کہتے ہیں۔ طواف کعبہ کے پہلے تین چکروں اور صفا مرویٰ کے چکروں میں دوڑنے کی کوشش کو سعی کہا جاتا ہے۔''۔

اس اقتباس میں مضمون نگار صاحب نے ''سعی'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیا ہے، جو کم از کم میری معلومات میں اضافہ کا باعث بنا ہے۔ مگر یہ جدید معلومات میری قدیم معلومات سے میل نہیں کھاتی ہے۔ اِس لیے کہ مقالہ نگار کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ: صفا و مروہ کے درمیان دوڑ لگانے کی

کوشش کو سعی کہا جاتا ہی ہے، اس کے ساتھ طواف کعبہ کے پہلے تین چکروں کو بھی ''سعی'' کہا جاتا ہے۔ حالانکہ ''سعی'' اور ''طواف'' کا الگ الگ مفہوم ہے۔ صاحبِ مقالہ نے تین اصطلاحی کلمات (سعی، طواف، رمل) کا معنی ومفہوم گڈمڈ کر دیا ہے۔ خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانے کو'' طواف'' اور صفاومروہ کے درمیان دوڑ لگانے کو''سعی'' کہا جاتا ہے، جب کہ طواف کعبہ کرتے ہوئے پہلے تین چکروں میں جلد جلد چھوٹے قدم رکھنا، قوی اور بہادر لوگوں کی طرح شانا ہلاتے ہوئے چلنا، نہ کودنا اور نہ ہی دوڑنا ''رَمَل'' کہلاتا ہے۔

(۱۵)ص:۸۸ ''اُس کی تعمیر میں آقا کریم نے خود اینٹ غارہ اُٹھایا''۔اینٹ کے ساتھ ''غارہ'' کا جوڑ تلاش بسیار کے باوجود بھی نہیں مل سکا اور نہ ہی ''غارہ'' کو'' گارا'' کا مترادف پا سکا، اگر کہیں دست یاب ہو جائے تو کتمانِ علم سے احتراز کیا جائے۔

(۱۶)ص:۸۹ ''امام بیہقی نے دلائل النبوۃ للبیہقی میں......''۔میرے خیال میں جب پہلے امام بیہقی کا ذکر ہو چکا ہے تو اب'' دلائل النبوۃ'' کے ساتھ ''للبیہقی'' لکھنے کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

(۱۷)ص:۸۹ ''ضعیف الاعتقاد حضرات کی تصلی کے لیے عرض ہے''۔میرا خیال ہے کہ اس جملہ میں ''تصلی'' کی جگہ ''تسلی'' ہونا چاہیے۔

(۱۸)ص:۱۰۴ ''موصوف کا ماننا ہے کہ روزِ جزا غلامان مدینہ ہی کو بلند وبالا مقام کے حامل ہوں گے''۔ یہ ترکیب بہت زیادہ غیر مانوس لگ رہی ہے۔ اگر اس جملہ سے لفظ'' کو''محذوف ہو جائے، یا لفظ'' کے'' ہٹ جائے اور'' حامل'' کا میم''ص'' سے تبدیل کر دیا جائے تو جملہ بہت مانوس ہو جائے گا۔

(۱۹)ص:۲۰۶ ''۲رصدی ہجری میں سب سے پہلے اسی قبرستان میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے دفنایا تھا''۔

یہ جملہ مقالہ نگار نے ''جنت البقیع'' کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کیا ہے۔اس جملہ سے چند نہایت حیران کن باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔(۱) جنت البقیع شریف میں ۲رصدی ہجری سے قبل کوئی صحابی رسول آسودۂ خواب نہ ہوئے۔(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲رصدی ہجری تک اِس ظاہری دنیا میں باحیات تھے۔ جب کہ آپ کا وصال پُر ملال سن ۳۲رہجری ہی میں ہو چکا تھا، جیسا کہ خود مضمون نگار نے ص: ۲۰۷ر پر رقم کیا:'' حضرت عبداللہ بن مسعود متوفی ۳۲ھ''۔ (۳) جنت البقیع شریف میں سب سے پہلے مدفون ہونے والے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ہیں۔حالاں کہ یہ واقعہ کے سراسر خلاف ہے۔(۴)حضورانور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اِس ظاہری دنیا میں ۲رصدی ہجری تک باحیات رہے۔یہ بھی نفس الامر کے سرتاسر خلاف ہے۔(۵)حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دفنایا تھا، جب کہ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِس ظاہری دنیا میں نہ تھے۔

یہ چند معروضات حاضرِ خدمت ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقہ آپ حضرات کی مساعی جمیلہ کو شرف قبول عطا فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

☆☆☆

ایم۔نصراللہ نصرؔ (کولکاتا)

''دبستان نعت''۔۵ ادبی رسائل وجرائد کے تناظر میں

یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو کے بیشمار رسائل وجرائد ملکی اور عالمی سطح پر شائع ہوتے رہے ہیں اور آج بھی ہورہے ہیں جن میں ادبی، سیاسی وسماجی، تجارتی وفلمی رسائل کے علاوہ دینی رسائل بھی شامل ہیں لیکن فروغ حمد ونعت کے لئے بہت کم رسائل ہی ماہانہ، سہ ماہی، شش ماہی یا سالانہ کتابی سلسلہ کے طور پر منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔''دبستان نعت'' ایک کتابی سلسلہ ہے جو سال میں ایک بار ۶۸۰ صفحات پر مشتمل منظر عام پر آتا ہے۔اس کی عمر ابھی بہت کم ہے مگر اسی کم عمری میں عالمی سطح پر جو اس کو شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی ہے اس کی مثال کم ملتی ہے۔اس رسالے میں نعت کے تعلق سے تحقیقی وتنقیدی مضامین کی کثرت سے شمولیت ہوتی ہے جس سے نعت پر تحقیقی کام کرنے والے طلبا کو کافی مدد مل رہی ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس کے قلم کار عام مضمون نگار نہیں بلکہ عالمی سطح کے محقق اور تنقید نگار ہیں۔اس کے مدیر ڈاکٹر سراج احمد قادری ہیں جنھوں نے احمد رضا خاں بریلوی کی نعت گوئی پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ان کی تحریک اور دوسروں کی کوششوں سے کئی یونیورسٹیوں میں نعت گوئی کو نصاب میں شامل کرلیا گیا ہے اور اس پر ریسرچ کا کام بھی ہورہا ہے۔کتنوں کو ڈگریاں بھی تفویض ہو چکی ہیں۔اس رسالے کے نگراں فیروز احمد سیفی (نیویارک) ہیں۔یہ محض رسالہ نہیں بلکہ ایک تحریک بھی ہے۔ایسا ہی رسالہ پاکستان سے بھی 'ایوانِ نعت' کے نام سے شائع ہوتا ہے جس کی عمر دراز ہے۔

زیرِ مطالعہ شمارہ کے مشمولات میں نور ونکہت کے تحت چھ ابواب ہیں جن کے نام کچھ اس طرح ہیں۔تحمید وتقدیس۔گوشۂ مدینہ، تابش فکر ونظر، زاویۂ نگاہ، گلہائے عقیدت اور ستائش نامے۔

اداریہ کے بعد تحمید وتقدیس میں تین حمد باری تعالیٰ اور گوشۂ مدینہ میں دس مضامین شامل ہیں جن کے عنوانات کچھ یوں ہیں:

'طیبہ' مسلمانوں کا محبوب ترین شہر (ڈاکٹر احمد القاضی)، مدحتِ مدینہ منورہ (ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی)، تاریخ، تاسیس وعظمت مدینہ شریف (فائزؔ فتح پوری)، غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ

مدینہ کا استعمال (ڈاکٹر محمد احمد نعیمی) شعرائے ودربھ کی نعتوں میں ذکر مدینہ (ڈاکٹر محمد آصف) کانپور کے چند نعت گوشعراء کا تذکرہ (فاروق احمد جائسی) آزادی کے بعد ضلع سیتاپور کے نعت گوشعراء (ڈاکٹر رضوان انصاری) مدینہ منورہ کے مقدس مقامات پر ایک طائرانہ نظر (الحاج سید محمد مفیض الدین قادری) سرزمین مدینہ اور نعت گوشعراء (ڈاکٹر شاہد جمالی) اوراردونعت گوئی میں ذکر مدینہ (ڈاکٹر معین الدین شاہین) چونکہ یہ شمارہ مدینہ نمبر کے طور پر شائع کیا گیا ہے اس لئے مدینے کے حوالے سے مضامین زیادہ ہیں۔

تیسرے باب تابشِ فکر ونظر میں حدیث رسول اور علامہ اقبال، اردو کی اولین مثنوی 'چندراین' کا لسانی مطالعہ، نعت کا معنوی آغاز اور لفظی ارتقاء، نعت اور اکیسویں صدی کا تہذیبی آشوب، خاندیش کی نعتیہ شاعری، حفیظ جالندھری اور شاہنامۂ اسلام، نعت گوئی اور مدافعت رسول اور نعت ریسرچ سینٹر۔ انڈیا اور اس میں فراہم حمدیہ ونعتیہ کتب وغیرہ ایسے مضامین ہیں جن کے مطالعے سے نعت گوئی کے آغاز وارتقاء اور عالمی سطح پر اس کی موجودہ صورتِ نیز شہرت ومقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ مضامین تحقیقی بھی ہیں اور تنقیدی بھی۔ ساتھ ہی ان کی ضخامت بھی اچھی خاصی ہے جس سے قاری کی معلومات میں نعت گوئی اور اسلامیات کے حوالے سے کافی علمیت کا اضافہ ہوسکتا ہے۔

اس رسالے کی ایک بڑی خصوصیت اس کا اداریہ ہے۔ اداریہ ہر رسالے کی اہمیت وافادیت کی جڑ ہے جو جس قدر مضبوط اور دبیز ہوگا، معلوماتی اور تجزیاتی ہوگا، مشاہداتی اور تجرباتی ہوگا وہ رسالہ کافی پذیرائی کا حامل ہوگا۔ قادری صاحب جو اداریہ لکھتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ کوئی ریسرچ ورک ہے۔ مواد اور مسائل پر کھل کر تبصرہ کرتے ہیں نئے موضوعات کو ابھارنے کا کام بھی کرتے ہیں جو آئندہ کے شمارے میں زیر بحث آتے ہیں یعنی مباحث کے در وا ہوتے ہیں۔ اس شمارے کے اداریہ میں لکھتے ہیں:

> ''حمد ونعت کا فن اس کے افکار ورجحانات دیگر اصناف کے تناظر میں جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ حمد ونعت وہ اصناف ہیں جو دیگر اصناف سے مختلف وجداگانہ ہیں۔ جداگانہ بایں طور کہ دیگر اصناف میں اعلیٰ اور معیاری شعر کہنے کے لئے اعلیٰ تخیل کی ضرورت ہوتی ہے مگر نعت کے لئے اعلی تخیل کے ساتھ تبحر علمی بھی ضروری ہے۔ صرف تخیلات کی سربلندی سے معیاری، اچھے نعتیہ اشعار نہیں کہے جاسکتے ہیں۔ نعت گوئی ہمارے عہد میں پیمانۂ سخن بھی ہے اور پیمانۂ لیاقتِ علمی بھی۔ حمد ونعت کے لئے روایت ودرایت اور اس کے

ماخذ کا مستند ہونا لازمی ہے۔حمد و نعت میں حفظ مراتب کی پاسداری کے ساتھ
روایت کی پاسداری بھی لازمی ہے۔حمد و نعت کی انفرادیت اور اس کے مزاج
کی نازکی کا یہ عالم ہے کہ یہاں 'ذو معنی الفاظ' کی گنجائش نہیں ہے۔''

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ نعت گوئی کے لئے اعلیٰ تخیل کے ساتھ اعلیٰ لیاقت کا ہونا بھی ضروری ہے۔سخن دانی اور سخن فہمی بھی لازمی ہے۔یہی وجہ ہے کی اس رسالے میں اقبال اعظمی کا تبصرہ اکثر شامل ہوتا ہے جس میں وہ شعرا کی نعوت میں فنی خامیاں ڈھونڈتے ہیں اور ان کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔وہ اسلامی مسائل واختلافات کا تذکرہ بھی پیش کرتے ہیں اور سوالات بھی کھڑے کرتے ہیں۔

اس شمارے میں ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد کا مضمون 'اردو کی اوّلین تخلیق (مثنوی چنداین) کا لسانی مطالعہ' کافی اہم اور قابلِ مطالعہ ہے جس میں انہوں نے اس مثنوی کا جائزہ تو لیا ہی ہے اور خوب لیا ہے مگر اس کے ساتھ اصناف سخن کے بیشتر عوامل سے روشناس بھی کرا دیا ہے۔فن سخن کے نکات علمی کا خلاصہ کرتے ہوئے اس کی مثالیں بھی مثنوی کے اشعار کے حوالے سے پیش کی ہیں جیسے اسم فاعل، سابقے، نون غنہ، واحد جمع، عددی صفت و موصوف، ضمائر، ماضی مطلق، جملہ شرطیہ محاسن اشعار، مجاز اور کنایہ میں فرق، تشبیہ و استعارہ، صنائع معنویہ، صنعت تضاد، صنعت مرعاۃ النظیر، صنعت سیاقتہ الاعداد صنعت تلمیح، صنعت مبالغہ، صنعت تنسیق الصفات، صنعت منقوطہ وغیر منقوطہ وغیرہ اور بھی بہت کچھ۔اس ایک مضمون کے مطالعے سے نہ صرف مثنوی کی تفصیل سے واقفیت ہوتی ہے بلکہ شاعری کے رموز واوقاف سے بھی اچھی خاصی علمیت حاصل ہوتی ہے۔اس مضمون کے لئے ان کو بہت بہت مبارکباد اور مدیر دبستان نعت کو بھی کہ انہوں نے اتنا معلوماتی مضمون شامل اشاعت کیا۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ دبستان نعت اردو کا ایک ایسا رسالہ ہے جو دینی بھی ہے اور ادبی بھی۔ تحقیقی بھی ہے اور تنقیدی بھی۔مشاہداتی بھی اور معلوماتی بھی۔اس کے مطالعے سے ایمان میں تازگی اور پختگی آسکتی ہے۔دینیات کے مسائل اور ان کی اصلیت سے واقفیت بھی حاصل ہوسکتی ہے۔نعت گوئی کا ہنر بھی معلوم ہوسکتا ہے۔زبان میں خوش سلیقگی بھی آسکتی ہے۔شائستگی و پیکر تراشی کی کنیک سے واقفیت ہوسکتی ہے۔کم از کم ایک بار اس رسالے کا مطالعہ ضرور کریں۔

☆☆☆

ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی (امروہہ، یوپی)

دبستانِ نعت، ایک تعارف

دبستانِ نعت، محترم ڈاکٹر سراج احمد قادری کی ادارت اور جناب فیروز احمد سیفی (نیویارک) کی نگرانی میں، نعت ریسرچ سینٹر، محلّہ بنجریہ ویسٹ، خلیل آباد، ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) انڈیا سے شائع ہونے والا ایک انتہائی وقیع نعتیہ مجلّہ ہے۔

اس وقت ''دبستانِ نعت'' کا شمارہ نمبر 5 مطبوعہ ماہ جنوری-دسمبر 2020ء احقر کے عاجز رقم قلم کے زیرِ تبصرہ ہے جو کہ ''گوشۂ مدینہ منورہ'' کے نام سے ممتاز کیا گیا ہے۔ میرے مطالعہ کی بنیاد پر سبھی مقالہ نگار حضرات نے اس موضوع کا حتی الامکان حق ادا کرنے کی سعی کی ہے۔ اس سے قبل ''دبستانِ نعت'' کے چار شمارے چار دانگِ عالم میں اپنی اہمیت، علمیت و ادبیت اور موضوع کی عظمت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ یہ نعتیہ مجلّے اس قدر خوبیوں کے حامل ہیں کہ اگر میں، ان کو گنواؤں تو گنواں نہ سکوں۔ ہاں اگر چند ہی الفاظ میں اس کی تعریف بیان کرنے کی قدرت بارگاہِ ایزدی سے عطاء ہو تو یوں عرض کرسکتا ہوں کہ احقر نے حمد اور نعت پاک کے سلسلے میں اتنے بیش قیمت مجلّے نہیں دیکھے۔

مجھے یقین کامل ہے کہ خداوند قدوس ''دبستانِ نعت'' کے ان مجلوں کو فرشتوں کے سامنے رکھ کر فخریہ انداز میں کہتا ہوگا کہ دیکھو! میرے دو محبوب بندوں سراج احمد قادری اور فیروز احمد سیفی نے میرے افضل ترین محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر کتنے خوبصورت جواہر پارے (نعتیہ اشعار اور ان پر تبصرے) جمع کر کے دردستِ عاشقانِ محبوبم، کہ جس کا نام احمد (اسمہ احمد) ہے پیش کیے ہیں۔ اے فرشتو! تم گواہ رہنا کہ کل بروز حشر میں ان دونوں اور ان کے معاونین کو اس مبارک کام پر اجرِ عظیم عطا کروں گا۔ اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں، میں نے ان کی یہ محبتیں قبول کیں۔ احقر اتنے خوبصورت علمی و ادبی اور جامع نعتیہ مجلدات کے مضامین و مقالات کی جمع آوری اور اشاعت پذیری پر جناب فیروز احمد سیفی اور محترم ڈاکٹر سراج احمد قادری کو سلامِ عقیدت کے ساتھ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے

محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں یہ عظیم سعادت بخشی ہے۔

''دبستانِ نعت'' کا یہ پانچواں شمارہ کل 680 صفحات اور شروع میں ایک سیر حاصل اداریہ کے بعد پرنمؔ الہ آبادی کی ایک خوبصورت رباعی بعنوان ''تحمید وتقدیس'' ہے اور حضرت علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی، جناب احسنؔ مارہروی اور سیدہ پروین زینب سرورؔی، پاکستان کی حمد باری تعالیٰ ہے اور صفحہ نمبر 23 / پر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، لاہوری کا ایک خوبصورت اور پوری طرح حقیقت پر مبنی شعر ہے جو یہاں درج کرتا ہوں:

شعور زیست مدینے کی سرزمیں سے ملا چراغِ آگہی جس کو ملا یہیں سے ملا

محترم ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب نے ''دبستانِ نعت'' کے تمام شماروں کو نظر میں رکھتے ہوئے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ہمیں رحمتِ عالم مدنی آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے سلسلے میں ابھی کچھ بھی نہیں کیا ہے اس پیراگراف کے آخیر میں وہ لکھتے ہیں کہ '' پھر خوشی کس بات کی؟'' تو میرے محترم بزرگ آپ کا یہ اعتراف بہرطور بجا ہے مگر اتنا کچھ کر لینے کے بعد ان پانچ سوت کی اٹیوں کے ساتھ آپ کا نام یوسف کے خریداروں میں تو شامل ہی ہے اور اس سے بڑی سعادتِ دارین کیا ہوسکتی ہے ورنہ ہر ذی شعور انسان بالخصوص ہر مومن صادق کو ہمیشہ شانِ رحمت للعالمین میں یہی اعتراف کرنا چاہیے کہ ''مَا عَرَفْنَا کَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ'' آقائے ولیٔ نعمت کا مرتبہ ہم خاکی کہاں پہچان سکتے ہیں اور جب ان کا مقام ومرتبہ نہیں پہچان سکتے تو ان کی صحیح معنی میں نعت بھی نہیں کہہ سکتے، بقول غالب:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم کان ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

لاریب، نعت گوئی صرف اور صرف کارِ خداوندی ہی ہے مگر اللہ رب العزت نے خود ہی فرمایا ہے کہ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" (القرآن سورہ الم نشرح، پ 30)

کہ ہم نے آپ کے ذکر (مبارک) کو بلند فرمادیا ہے تو اس خدائے بخشندہ نے ہم خاکیوں و خاطیوں کو بھی یہ سعادت عظمیٰ بخش دی ہے کہ ہم بھی دربارِ رسالت مآب سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میں اپنے عقیدت مندانہ و عاجزانہ جذبات نظم ونثر کے ذریعہ پیش کرسکیں اور اپنی نجات اخروی کا کچھ وسیلہ پیدا کرلیں۔

ڈاکٹر احمد القاضی (قاہرہ، مصر) کا مختصر مگر جامع مقالہ ''طیبہ، مسلمانوں کا محبوب ترین شہر'' اچھا معلوماتی اور خرافاتِ واہیہ کا ازالہ کرنے والا ہے۔ اسی کے فوراً بعد سرزمین امروہہ کے ایک بلند پایہ

ادیب ومحقق اور ذہین اسکالر محترم ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی کا ایک طویل مقالہ ''مدحت مدینہ منورہ'' جو اپنی اہمیت وافادیت اور تاریخی جغرافیکل معلومات نیز مدینہ منورہ کی عظمت وبرتری کی روایات اور نادر معلومات پر مشتمل ایک لاجواب مقالہ ہے۔

ڈاکٹر شجاع الدین صاحب نے مدینہ منورہ کی تاریخ بیان کرنے کے بعد ان خوش نصیب شعراء کا مختصر حال اور نمونۂ کلام بھی درج کیا ہے جنھوں نے مدینہ منورہ کے سلسلہ میں یا اس مبارک و معظم دیارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں منظوم اپنی عقیدتوں کا اظہار کیا ہے۔ان شعراء کی تعداد 30 ہے اور اشعار کی کل تعداد 665 ہے۔ یہ مقالہ ''دبستانِ نعت'' کے کل 53 صفحات پر مشتمل ہے۔میں محترم شجاع الدین فاروقی کو اس عقیدت مندانہ تلاشِ بسیار پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

تیسرا مقالہ ''تاریخ تاسیس وعظمت مدینہ شریف، محترم قاری محمد رفیق قاضی فائزؔ فتح پوری (راجستھان) کا ہے جو نہایت دل چسپ، معلومات افزاء اور احادیث مبارکہ وقرآنی حوالوں سے مستند کیا گیا عمدہ مقالہ ہے، مقالہ میں امام مالک بن انس اور ''سعی'' کے معانی اور مسجد الغزالہ کے پیراگراف خوب ہیں، مگر بعض جگہ قلم میں کچھ تلخی سی ہے جو اچھی نہیں ہے، ہمیں اپنی سچی بات کہنی چاہیے، سبھو کی ہدایت ورہنمائی ہمارا ذمہ نہیں ہے۔

چوتھا مقالہ ''غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام میں لفظ 'مدینہ' کا استعمال'' ڈاکٹر محمد احمد نعیمی (نئی دہلی) کا ہے۔ڈاکٹر محمد احمد نعیمی صاحب نے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ اور ان کے معانی سے جو بحث کی ہے، وہ بہت ہی خاصے کی چیز ہے۔اللہ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ مقالہ کے آخیر میں آپ نے غیر مسلم شعراء کے کلام میں لفظ مدینہ کا استعمال بھی خوب دکھایا ہے۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد، شادؔ حیدرآبادی کا ایک خوبصورت شعر آپ بھی ملاحظہ کریں:

لے جاؤں گا میں ساتھ فقط عشقِ محمد ﷺ تحفہ ہے مرے پاس یہ شایانِ مدینہ

ساتھ ہی ایک اور شعر بہاری لال سانتؔ کا بھی ملاحظہ ہو:

کیوں کر کہوں جنت ہے گلستانِ مدینہ جنت کے فرشتے ہیں ثنا خوانِ مدینہ

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی صاحب نے اپنے مقالہ میں مدینہ منورہ کی عظمت ورفعت بیان کرنے کے بعد تقریباً 24 رشعراء کے اشعار پیش کیے ہیں جن میں لفظ مدینہ کا استعمال ہوا ہے۔

پانچواں مقالہ ''شعرائے ودربھ کی نعتوں میں ذکر مدینہ'' جناب ڈاکٹر محمد آصف امراوتی کا ہے جو ایک تحقیقی مقالہ ہے۔آپ نے اس علاقہ کے نعت گو شعراء کے ساتھ ہی علاقہ ودربھ، گونڈوانہ،

ناگپور، برار وغیرہ میں اردو کی نشو ونما اور ان علاقوں کے شعراء کرام کی نعت گوئی سے دل چسپی وغیرہ سے متعلق اچھی معلومات فراہم کیں ہیں۔ ان شعراء کے نعتیہ اشعار کا انتخاب بھی خوب کیا گیا ہے۔ عبدالوہاب جاؔنی نے اپنی نعت گوئی کے حوالہ سے کیا ہی سولہ آنے کی بات تحریری طور پر نظم کی ہے:

تحریرِ نعت میں ہے عجیب ذائقہ جس کے سبب ہوئی ہے زبانِ قلم لذیذ

ڈاکٹر محمد آصف امراوتی نے اپنے مقالہ میں تقریباً 34 نعت گو شعراء کا مع نمونہ کلام تعارف کرایا ہے۔

اسی سلسلہ کا چھٹا مقالہ ''کانپور کے چند نعت گو شعراء کا تذکرہ'' فاروق احمد جائسی ثم کانپور صاحب کا ہے جو خوبصورت اور مختصر ہے جس میں آپ نے شہرِ رسول اکرم مدینہ منورہ کی تعریف وتوصیف احادیث مبارکہ کے حوالہ اور شہر مدینہ کے بارے میں آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں کا بھی ذکر کیا ہے۔ آخیر میں چند شعراء کے حالات وکوائف کے ساتھ ہی وہ اشعار بھی نموناً درج کیے ہیں جن میں لفظ مدینہ آیا ہے یا دوسرے الفاظ میں مدینہ منورہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ آپ نے ایک شعر اپنی تمہیدی گفتگو میں صوفی سید شاہ علی حسن احسؔن جائسی کا بھی درج کیا ہے کہ:

برتر زِ عرش در گہِ عالم پناہ کیست جبریل امیں طواف کن بارگاہ کیست

اس سلسلہ میں سر علامہ اقباؔل کا کیا ہی خوبصورت شعر ہے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

جناب فاروق احمد جائسی نے کانپور میں نعت گوئی کی روایت کا بھی اچھا تعارف کرایا ہے۔

ساتواں مقالہ ''آزادی کے بعد ضلع سیتاپور کے نعت گو شعراء کے کلام میں شہر رسول کا ذکر اور اس کی معنویت'' جناب ڈاکٹر رضوان انصاری سیتاپوری کا ہے۔ اوّل تو آپ کے مقالہ کا عنوان خاصہ طویل ہے۔ میری رائے میں مضامین و مقالات اور کتب کے نام بہت ہی مختصر مگر جامع ہونے چاہئیں۔ دوسرے آپ نے سیتاپور کے شعراء کے یہاں شہر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی ''مدینہ منورہ'' کا ذکر کم کیا ہے۔ شعراء کی سوانح پر زیادہ توجہ دی ہے۔ جو عنوان کے حساب سے دوسرے درجے کی چیز ہے۔ محترم رضوان انصاری صاحب نے جو سیتاپور کے صرف 6 شعراء کے حوالے درج فرمائیں ہیں اور وہ غالباً آپ کی مجبوری بھی ہے کہ آپ نے خود ہی مقالہ میں آزادی کے بعد کی قید لگا دی ہے۔ بہرحال سیتاپور سے متعلق اس موضوع کا اچھا مقالہ ہے۔

آٹھواں مقالہ ''مدینہ منورہ کے مقدس مقامات پر ایک طائرانہ نظر'' جناب الحاج سید محمد مفیض

الدین قادری شاہجہان پوری صاحب کا مقالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے لائق مطالعہ ہے۔ محمد مفیض الدین صاحب نے مدینہ منورہ کی مساجد اور جبل احد و جنت البقیع کا اچھا اور معتقدانہ تعارف کرایا ہے۔

نواں مقالہ جناب ڈاکٹر شاہد احمد شاہد جمالی جے پوری صاحب کا ''سرزمینِ مدینہ اور نعت گو شعراء'' عمدہ اور مختصر مضمون ہے، عنوان کے اعتبار سے بہت تشنہ ہے کیونکہ یہ موضوع بہت وسیع ہے۔ اس میں عربی، فارسی، اردو، ہندی بلکہ تمامی زبانوں اور ہر خطے کے اور ہر دور و طبقہ کے شعراء کا نمونۂ کلام ہونا چاہیے تھا، کیا شاہد صاحب کی نظر میں صرف 6 رشعرائے کرام نے ہی سرزمینِ مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف میں شعر کہے ہیں۔ نیز نعت گوئی اور مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف میں بھی قدرے فرق ہے۔ یعنی مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف کو نعت کا شعر کہا جا سکتا ہے مگر نعت پاک کے شعر کو مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف نہیں۔ جیسا کہ اس موضوع پر ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی صاحب کا مقالہ ''مدحتِ مدینہ منورہ'' خاصہ طویل اور کافی حد تک بھرپور مقالہ ہے مگر یہ کمی ان کے یہاں بھی موجود ہے کہ انھوں نے بھی صرف 30 رشعراء کے حوالے نقل کیے ہیں جب کہ اسی ''دبستانِ نعت'' شمارہ نمبر 5 رمیں ہندوستان کے دیگر دیار و امصار کے شعراء کے یہاں جو مدحتِ مدینہ ہے، اس کے خوب خوب نمونے ہمیں دستیاب ہوئے ہیں۔

دسواں مقالہ ''اردو نعت گوئی میں ذکرِ مدینہ'' محترم ڈاکٹر معین الدین شاہین اجمیری صاحب کا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا موضوع بہت وسیع تر تھا مگر انھوں نے نمائندہ شعراء کی قید لگا کر اپنے لیے ایک آسانی پیدا کر لی ہے جو بہت مناسب ہے۔ بہت خوبصورت مضمون اور اشعار کا انتخاب خوب دل چسپ ہے۔ ڈاکٹر معین الدین صاحب نے صرف چند ہی مشاہیر شعراء کے اشعار پیش کیے ہیں۔ یوسف خاں عزیز کا شعر بہت عمدہ شعر ہے:

ہے عرش کے دل میں بھی تمنائے مدینہ اللہ رے کس رتبہ کی ہے جائے مدینہ

اور خاص طور پر خمار بارہ بنکوی کا شعر تو بہت ہی خوب لگا:

کون کرے فردوس قبول بات مدینہ جیسی کہاں

گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک گوشہ ''تابش فکر و نظر'' یا ''افکار روشن'' کے نام سے ہے جس میں کل بارہ مقالات ہیں۔ سب سے پہلا مقالہ محترم پروفیسر عبدالحق (دہلی) کا ہے جس کا عنوان ''حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شعر اقبال'' ہے۔ بہت ہی عمدہ تحقیقی و تنقیدی مقالہ ہے جس کے مطالعہ سے علامہ اقبال کی فہمِ حدیث اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستگی کا بھی

بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مقالہ علامہ اقبالؔ کے کلام کی افادیت میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔

اس باب کا دوسرا اہم مقالہ اردو کی اوّلین تخلیق ''مثنوی چنداین'' کا لسانیاتی مطالعہ ہے جو ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتح پوری کی کاوش قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک اچھا تحقیقی و ادبی مقالہ ہے۔ محترم آزادؔ صاحب نے لسانیات بالخصوص ''مثنوی چنداین'' کے لسانی پہلو اور اردو قواعد سے اچھی بحث کی ہے جو ایک طالب علم کے لیے خاصے کی چیز ہے مگر احقر کو مقالہ کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد احساس ہوا کہ یہ مقالہ ''دبستانِ نعت'' میں نہ شائع ہو کر کسی ادبی مجلّے مثلاً سہ ماہی ''فکر و تحقیق، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان یا سہ ماہی 'فکر ونظر'' علی گڑھ میں شائع ہونا چاہیے تھا۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے آخر میں مثنوی کے دو تسامحات کا بھی ذکر کیا ہے جس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ پہلا مذکور تسامح اختلافی ہے اس کو زیر بحث نہیں لانا چاہیے تھا۔ خلفائے راشدین خلیفہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا و مولانا ابوبکر صدیق، امیر المومنین سیدنا عمر فاروقِ اعظم، امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اور امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار مبارک ناموں پر امّت مسلمہ کا اجماع ہے ورنہ خلفاء میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی بھی اکثر مؤرخین نے شامل کیے ہیں، دوسرے بعض محققین کے نزدیک خلفاء کی تعداد بارہ یا چودہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ بہر حال مقالہ خاصی محنت سے لکھا گیا ہے۔

تیسرا مقالہ ''امام بوصیری کی نعتیہ شاعری'' (دو قصیدوں کی روشنی میں) پروفیسر ابوسفیان اصلاحی (علی گڑھ) کا ہے۔ اس مقالہ میں امام بوصیری کے تعارف اور ان کی نعتیہ شاعری پر اچھی بحث کی گئی ہے۔ مقالہ ہٰذا میں محترم پروفیسر موصوف نے اور بھی کئی تحقیقی نکات بیان فرمائے ہیں، جو بلاشبہ قابل مطالعہ ہیں۔

چوتھا مقالہ ''نعت سرورِ کونین بزبانِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم'' جو ڈاکٹر راہیؔ فدائی (بنگلور) کے قلم کی کاوش ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا انوکھا مقالہ ہے اور قرآن پاک واحادیث مبارکہ سے اخذ کیا گیا ہے مگر مقالہ میں حضرت جنید بغدادی کا واقعہ غیر ضروری سا ہے کیونکہ مدنی آقا رحمت عالمیان کا مقابلہ دنیا کے کسی بھی انسان سے نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے محمد ابن عبداللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا فرق ہے۔ یہ بات بھی بحث طلب ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ ایک اہم ترین گزارش یہ بھی ہے کہ قرآنی آیات کو نقل کرتے وقت بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس مقالہ میں صفحہ 313/پر ''فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ'' کو باقع لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ کمپوزیٹر کی غلطی ہو اس لیے قرآن واحادیث اور فارسی جملوں کی تصحیح پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ دوسرے قرآنی آیاتِ مبارکہ پر اعراب لگانا بھی نہایت

ضروری ہے ورنہ مبتدی ان کو غلط پڑھ سکتا ہے۔ یہ دونوں گزارشات احقر کی سبھی مقالہ نگار حضرات سے ہیں اور بالخصوص ''دبستانِ نعت'' کے پروف ریڈر سے۔ اس طالب علم کی تو درخواست یہ ہے نیٹ کے ذریعہ جو قرآن پاک کمپیوٹر پر موجود ہیں انھیں سے مقالہ نگار اور کمپوزیٹر آیاتِ قرآنی نقل کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اس میں املے کی غلطی کا امکان بہت ہی کم ہے۔

پانچواں مقالہ ''نعت محمدی کا معنوی آغاز اور لفظی ارتقاء'' ڈاکٹر بشیر الحق لطیفی (ویلور، تمل ناڈو) کا ہے۔ اس مقالے کے دوسرے پیراگراف میں نعت گوئی کے مضامین میں موجودہ دور میں جو اضافات ہوئے ہیں، اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے مگر احقر نعت گوئی میں اپنے نظریات شامل کرنے کا قائل نہیں۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے جس کی نعت گوئی میں کوئی گنجائش نہیں۔ نعت گوئی میں تو آقائے دوجہان رحمتِ عالمیان کے صرف اور صرف فضائل ومحامد اور شمائل، خصائل، فضل وکمالات، اخلاقیات وتعلیمات اور حالات وواقعات کا ہی بیان ہونا چاہیے اور وہ بھی مکمل ادب واحترام کے ساتھ۔ میرے آقا کے حضور تمام تر ہشیاری چاہیے دیوانگی نہیں۔ (باخدا دیوان باش وبا محمد ہوشیار) ''دبستان نعت'' کے صفحہ 338 / پر خود صاحبِ مقالہ نے دوسرے پیراگراف میں اس بات کی طرف واضح اشارات کیے ہیں۔ بہرحال مقالہ محنت وتلاش کے ساتھ لکھا گیا ہے پڑھ کر معلومات میں بھی اضافہ ہوا۔ محترم نے جو عربی فارسی نعتیہ کلام کے نمونے پیش کیے ہیں وہ خاصے کی چیز ہیں۔

چھٹا مقالہ محترم کاشف عرفان، اسلام آباد (پاکستان) کا ''نعت اور اکیسویں صدی کا تہذیبی آشوب'' عمدہ مقالہ ہے۔ محترم کاشف عرفان صاحب نے مقالے کے آخیر میں جو سوالات دیئے ہیں وہ بڑی سنجیدگی اور غور وفکر کے متقاضی ہیں۔

ساتواں مقالہ ''خاندیش کی نعتیہ شاعری اور اہم نعت گوشعراء'' ڈاکٹر ایس ایم۔ شکیل برہان پوری صاحب کا ہے جس میں آپ نے ابتداً نعت گوئی کے معنی ومفاہیم سے بحث کی ہے۔ تاریخی نقطۂ نظر سے یہ مقالہ بہت لاجواب اور قیمتی مقالہ ہے۔ احقر ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ شکیل برہان پوری کو اس مقالہ کی ترتیب وتدوین پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اسی مقالہ میں صفحہ 350 / پر عرؔفی شیرازی کا شعر املے کی غلطی کے سبب 'عرؔفی مشتاب'' کی جگہ عرفی شتاب ہوگیا ہے۔ آپ نے مقالہ میں تقریباً 70 / نعت گوشعراء کا ذکر کیا ہے اور ان کے اچھے نعتیہ نمونے بھی پیش کیے ہیں۔

آٹھواں مقالہ ''حفیؔظ جالندھری اور شاہ نامۂ اسلام'' علامہ اقبال اعظمی (گھوسی، مئو) کا مقالہ حفیؔظ جالندھری اور ان کے شاہ نامہ اسلام کے حوالہ سے بہت اچھا تنقیدی مقالہ ہے۔ جس میں

صاحب مقالہ کی اسلامی حمیت بھی خوب در آئی ہے۔ انھوں نے فردوسؔی کے ہیروز اور محترم حفیظؔ جالندھری کی مبارک شخصیات کا اچھا تجزیاتی مطالعہ کیا ہے۔ اقبال اعظمی صاحب کے نام کے ساتھ علامہ کا لاحقہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ بہر کیف مقالہ مختصر مگر جامع ہے۔

نواں مقالہ ''نعت گوئی اور مدافعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' جناب قاری محمد رفیق قاضی فائزؔ فتح پوری (راجستھان) کا اپنے موضوع و مواد کے حساب سے بہت ہی عمدہ مقالہ ہے جس میں انھوں نے واقعی ایک نئے گوشے کی طرف اشارہ کیا ہے اور مقالہ بہت ہی سوجھ بوجھ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ آخیر میں محمد رفیق صاحب نے جن غازیان نعت گویان کا ذکر کیا ہے اس کو پڑھ کر ذہن و دل معطر وجذبہ اسلامی سے سرشار ہو گئے۔

دسواں مقالہ ''جاورہ میں اردو ادب اور نعت گوئی کا ارتقاء'' ڈاکٹر شبانہ نکہت انصاری کا ہے جو انتہائی عرق ریزی اور تلاش بسیار کے بعد لکھا گیا مقالہ ہے۔ ڈاکٹر شبانہ نکہت نے شروع میں جاورہ گلشن آباد کی جو تاریخ بیان کی ہے وہ بھی خاصے کی چیز ہے۔ جاورہ کی نعت گوئی کے حوالہ کے ساتھ ہی اردو ادب میں جاورہ کی ادبی خدمات کا عمدہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شبانہ نکہت نے پوری طرح مقالہ نگاری کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

گیارہواں مقالہ قمر الزماں صدیقی گوالیار (ایم پی) کا ''حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بلبل ہندی'' (ایک بازیافت کلیات اقبالؔ سے) ہے۔ علامہ اقبالؔ کی نعت گوئی کے حوالہ سے بہت ہی خوبصورت اور جامع مضمون ہے۔ قمر الزماں صدیقی کی زبان و بیان پر اچھی دسترس ہے۔ مضمون کی تمہیدی گفتگو بھی قابل داد ہے۔ پڑھ کر روح تازہ ہوئی۔ اللہ رب العزت قمر الزماں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

بارہواں مقالہ محترم ڈاکٹر سراج احمد قادری مدیر مجلّہ (دبستانِ نعت) کا ''نعت ریسرچ سینٹر-انڈیا اور اس میں فراہم تحقیقی وتنقید، حمدیہ و نعتیہ کتب و دواوین کا اجمالی تعارف'' واقعی ایک ریسرچ پیپر ہے۔ نعت پر اتنا مواد جمع کرنا واقعی نعت سرورِ کونین سے دلی دلچسپی کا غماز ہے۔ اس مستحسن اقدام پر محترم جناب فیروز احمد سیفی (نیویارک) اور جناب ڈاکٹر سراج احمد قادری؛ نیز جو حضرات اس عمل خیر میں شریک ہیں کو یہ احقر ہزاروں ہزار دعاؤں کے ساتھ دلی مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اس ذخیرۂ نعت میں 125/تحقیقی، تنقیدی و تخلیقی کتب ہیں۔ 159/مختلف نعت گو شعراء کرام کے مجموعہائے نعت، دواوین وکلیات ہیں اور 40/مختلف رسائل وجرائد کے نعت نمبرس ہیں اور ان رسائل میں اکثر وہ رسائل وجرائد بھی شامل ہیں جو صرف نعتیہ مضامین ومقالات پر ہی مشتمل ہوتے ہیں۔ مثلاً

پاکستان سے شائع ہوئے ''نعت رنگ''، یا ''سفیرِ نعت'' وغیرہ۔

اس کے بعد ''زاویۂ نگاہ'' کے عنوان سے ''دبستانِ نعت شمارہ نمبر 5/ سے پہلے ''دبستانِ نعت'' کے چار شائع شدہ شماروں پر مختلف اساتذہ فن کے 9/ تبصرے شامل ہیں۔ پہلا تبصرہ علامہ اقبال اعظمی (گھوسی، مئو) کا ہے جو کہ دبستانِ نعت کے 26/ صفحات پر مشتمل ہے جس کا عنوان ہے ''دبستانِ نعت 4 پر ایک عمیق نظر'' تبصرہ پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال اعظمی صاحب نے اس شمارے کا واقعی عمیق نظری سے مطالعہ کیا اور اپنی بے لاگ رائے بھی دی ہے۔

دوسرا تبصرہ قاری محمد رفیق قاضی صاحب کا ہے جس کا عنوان ''حاصلِ مطالعہ'' دبستانِ نعت شمارہ 4/ ہے۔ یہ تبصرہ بھی 18/ صفحات پر مشتمل اور دبستانِ نعت شمارہ 4 پُر سیر حاصل تبصرہ ہے۔

تیسرا تبصرہ محترم پروفیسر فاروق احمد صدیقی (مظفر پور) صاحب کا ہے جس کا عنوان ہے ''دبستانِ نعت'' کے شمارہ نمبر 4/ پر بے لاگ تبصرہ'' یہ تبصرہ کل 8/ صفحات پر مشتمل ہے مگر خوب ہے۔

چوتھا تبصرہ محترم پروفیسر مجید بیدارؔ (حیدرآبادی) صاحب کا ہے جس کا عنوان کتابی سلسلہ ''دبستانِ نعت کا چوتھا شمارہ'' ہے۔ یہ 4/ صفحات پر مشتمل اچھا تبصرہ ہے۔ پروفیسر مجید بیدارؔ صاحب نے مختصراً اور جامع انداز میں تبصرہ کا حق ادا کیا ہے۔

پانچواں تبصرہ شہیر رضوی صاحب (کھیری، یوپی) کا ہے اس کا عنوان ''دبستانِ نعت جلد نمبر 4/ ایک کامیاب کوشش'' ہے۔ یہ 16/ صفحات پر مشتمل اچھی نشاندہیاں کرتا ہوا تبصرہ ہے۔

چھٹا تبصرہ جناب ڈاکٹر چاند نظامیؔ (ہزاری باغ، جھارکھنڈ) کا ہے اس کا عنوان ہے ''دبستانِ نعت شمارہ نمبر 4/ نقد و نظر کے آئینے میں'' یہ تبصرہ 7/ صفحات پر مشتمل ہے۔

ساتواں تبصرہ جناب مولانا عابد چشتی صاحب کا ہے جس کا عنوان ہے ''دبستانِ نعت چند معروضات'' یہ بھی 7/ صفحات پر مشتمل ہے۔

آٹھواں تبصرہ ایم نصراللہ نصر (ہوڑہ) صاحب کا بعنوان ''دبستانِ نعت (4) ایک تاثراتی جائزہ'' ہے۔ یہ بھی صرف 6/ صفحات پر محیط ہے۔

نواں تبصرہ جناب حلیم صابرؔ (کولکاتہ) کا ''فروغِ حمد و نعت کا کتابی سلسلہ 'دبستانِ نعت'' کے عنوان سے ہے۔ جو سوا چار صفحات پر محیط ہے۔

ان تبصرات کے بعد ہند و پاک کے منتخب نعت گویان کی خوبصورت نعتوں کا گلدستہ ہے جو ''گل ہائے عقیدت'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں تقریباً 60/ نعت مبارک شامل ہیں۔ اس کے بعد

9/ستائش نامے مدیر''دبستان نعت'' کے نام ہیں۔ جو سب کے سب بجا ہیں۔ واقعی اس بارے میں مدیر''دبستانِ نعت''اوران حضرات کے تمام مخلصین ومعاونین کی جتنی تعریف وتوصیف کی جائے، وہ کم ہی کم ہے۔

آخیر میں دو باتیں انتہائی ادب واحترام کے ساتھ احقر یہ عرض کرتا ہے کہ اس موجودہ مجلّہ اور اس کے قبل کے مجلّات میں کتابت کی غلطیاں خاصی در آئی ہیں ان کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ بعض جگہ یہ غلطیاں بہت سی غلطیوں کا باعث ہوجاتی ہیں، اکثر جگہ اضافتوں کا بے جا استعمال ہوا ہے، اس طرف بھی خاص دھیان دینا چاہیے کیونکہ یہ بے جا اضافتیں نہ صرف مطلب ومعانی کو بدل دیتی ہیں بلکہ اشعار کو بھی بے وزن کردینے کا سبب بنتی ہیں۔

دوسری سب سے اہم درخواست احقر کی یہ ہے کہ''دبستانِ نعت'' کے مضامین ومقالات اور تبصروں میں مخالفانہ ریوں سے پوری طرح گریز کیا جائے ویسے بھی یہ ہمارے آقا سرور کائنات رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کے خلاف ہے۔ بعض تبصرہ نگاروں کے یہاں کچھ شدت آگئی ہے جو بلاشبہ''وجادلوہم بلّتیہ احسن'' کے خلاف ہے۔ کریم وحلیم آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والوں کا پیغام تو محبت ہے اور محبت میں یہ بات کیا جائز ہے کہ ہم نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے کسی دوسرے عیرے غیرے کا ذکر کر کے نعتیہ پاکیزہ تحریر کو آلودہ کریں۔

آخیر میں یہ سیاہ کارِ زمانہ ایک بار پھر مدیر''دبستانِ نعت'' محترم ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب اور''دبستانِ نعت'' کے نگراں محترم جناب فیروز احمد سیفی (نیویارک) کو سلام محبت وعقیدت پیش کرتا ہے کہ آپ کی سعی مبارک سے اتنا خوبصورت موادِ نعت گوئی پر ہمیں فراہم ہوجاتا ہے۔ اللہ رب العزت آپ حضرات کو عزت وابرو اور صحت وسلامتی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے تاکہ آپ حضرات کی کاوشوں سے تشنگانِ نعت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا خوبصورت وخوب سیرت ذخیرہ سالہا سال نصیب ہوتا رہے۔ آمین یارب اللعالمین۔

☆☆☆

گلہائے عقیدت

قیامت کی کی کشش رہتی ہے حسن و عشق میں باہم
اک آفت کا تعلق عشق کو ہے حسنِ زیبا سے
عزیزؔ صفی پوری

ﷺ

اور کیا مانگوں مجھے عشق نبی ﷺ کافی ہے
دین و دُنیا کے سنورنے کو یہی کافی ہے

میں نے مانا کہ ہے جنت بھی بڑی شے یارب
میں کہاں جاؤں مجھے ان کی گلی کافی ہے

کبھی والشّمس پڑھوں اور کبھی واللیل پڑھوں
صبح کافی ہے یہی، شام یہی کافی ہے

راہِ بطحا میں جو زَردار ہیں زر لے کے چلیں
ہم فقیروں کے لئے دِل کی لگی کافی ہے

ہم اُسی دَر کے بھکاری ہیں وہیں جائیں گے
بھیک مِل جائے جو اس دَر سے یہی کافی ہے

بے خودِ شوق کو کچھ اور نہیں ہے درکار
اے مدینے کی گلی یاد تری کافی ہے

جب کوئی وقت پڑے یاد رہے اے بہزاؔد
لب پہ یا ہاشمی و مطلبی کافی ہے

بہزاؔد لکھنوی

ﷺ

مشتاق ہو کے دیدِ رسول ﷺ انام کا
آیا ہوں لے کے تحفہ درود و سلام کا

مقبولِ مصطفیٰ ہے جو ہدیہ سلام کا
اعلیٰ ہوا ہے رتبہ اس ادنیٰ غلام کا

مدّاح ہوں حبیبِ خدائے انام کا
جنّ و ملک میں شہرہ ہے میرے کلام کا

ہر لحظہ اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے
ہے ورد مجھ کو صبح و مسا تیرے نام کا

سودا ترا جو سَر میں سمایا ہے یا نبی
قیدی ہے مرغ دل ترے گیسو کے دام کا

صہبائے عیش سے مجھے دنیا کے غرض
میں تشنہ لب ہوں ساقی کوثر کے جام کا

خالق رحیم ہے تو پیمبر شفیع ہیں
کچھ خوف و غم نہیں مجھے روزِ قیام کا

اللہ سے دعا ہے یہی مجھ فقیر کی
ہو ساتھ حشر میں شہِ عالی مقام کا

حوریں کہیں جو جاؤں میں دار السلام میں
تجھ کو صِلا ملا ہے یہ تیرے سلام کا

میں مثل عندلیب چمن پھول پھول کر
نغمہ سناؤں وصف رسولِ انام کا

غلما و حور وجد کریں مست ہوں ملک
غل ہر طرف بپا ہو درود و سلام کا

مشہور ہے اگر چہ مرا نام شاؔہ میر
لیکن غلام ہوں میں نبی کے غلام کا

حضرت سید شاہ عبدالحق شاؔہ میر ثالث
(کدری، انت پور، اے پی)

ﷺ

بتا دوں کیا ہے رقصِ بیخودانہ اس کے بسمل کا
نشاطِ جانِ تازہ سے اُچھلنا بے طرح دل کا
رسول اللہ کی صورت جمالِ لایزالی ہے
جو تحتِ کن ہے کیوں کر ہو سکے اس کے مقابل کا
رواں ہو کاروان دشت یثرب میں اگر مجنوں
اٹھا دے عشق پردہ آنکھ سے لیلیٰ کے محمل کا
پڑے جس خاک پر اس کی نگاہِ ناز کا پرتو
مٹا دے اوڑ کے ہر ذرہ تصرف بحر بابل کا
فرو تر ہیں مقام سدرہ سے ادریس اور عیسیٰ
بتائیں کیا پتہ کوئی اسرا کی منزل کا
اشارے گر کبھی دیکھیں عزیزؔ اس چشم جادو کے
بہے آنکھوں سے ہر دم خون دل ترکان قاتل کا

منشی عبدالعزیز عزیزؔ صفی پوری (صفی پور، اُنّاؤ)

صلی اللہ علیہ وسلم

فرض ہے ناصیۂ شوق پہ سجدہ تیرا
کاش مل جائے کہیں نقش کفِ پا تیرا

دیکھتی ہیں میری آنکھیں تو بڑی حیرت سے
منہ تکا کرتی ہیں بس نرگسِ شہلا تیرا

تو چھپے لاکھ مگر جذبِ تصور کی قسم
کھینچ لوں گا نگہِ شوق میں نقشہ تیرا

من و تو کا تو محبت میں نہیں کوئی سوال
کیا کہوں تجھ سے میں کیا میرا ہے اور کیا تیرا

ہے ترے درد کی قیمت کا جنہیں علم صحیح
مول لیتے ہیں وہ سر بیچ کے سواد تیرا

مجھ سے برہم ہے جو یوں میرے مقدر کا مزاج
میں سمجھتا ہوں اسے ایک اشارہ تیرا

کوئی دنیا میں میرا یار و مددگار نہیں
کچھ سہارا جو مجھے ہے تو سہارا تیرا

طمع خلد سے رضواں مجھے بہکائے گا کیا
غیرت خلد ہے میرے لیے کوچہ تیرا

کوئی دنیا میں کسی کا ہو مگر بندہ نواز
تیرا مصباحؔ ہمیشہ سے ہے بندہ تیرا

حضرت سید شاہ مصباح الحسن مصباحؔ چشتی رحمۃ اللہ علیہ (پھپھوند شریف)

ﷺ

نظارۂ حقیقت کبریٰ کریں گے ہم
پردہ اٹھا کے سیر مدینہ کریں گے ہم

پوچھے یہ کون جلوۂ حسرت نواز سے
کب تک غم فراق میں تڑپا کریں گے ہم

بھیجیں گے صبح و شام انہیں تحفۂ درود
سامان مغفرت یہ مہیا کریں گے ہم

اے کوئے مصطفیٰ کی تمنا جدا نہ ہو
تیرے بغیر جی کے بھلا کیا کریں گے ہم

دیکھیں گے اب نہ جانب اغیار دیکھنا
دامان چشم شوق نہ میلا کریں گے ہم

تیری قسم اے نقش کفِ پائے مصطفیٰ
اونچا نشان ملت بیضا کریں گے ہم

زندہ رہے تو کوئے مبارک کو جائینگے
آزردگی دل کا مداوا کریں گے ہم

قاصد بنا کے بھیجیں گے حسن خیال کو
یوں سلسلہ نجات کا پیدا کریں گے ہم

شاطرؔ اگر ہو موت ارادے پہ منحصر
خود کو سپرد خاک مدینہ کریں گے ہم

شاطرؔ حکیمی (کامٹی، ناگپور)

ﷺ

نورِ مبیں کہ نورِ ہدیٰ جلوہ گر ہوا — انسانیت کے حق میں وہی چارہ گر ہوا
کیا عظمتوں کا اس کی احاطہ کرے کوئی — محبوبِ حق تعالیٰ وہ خیر البشر ﷺ ہوا
احمد ﷺ یگانہ یکتا ہے بے مثل لاکلام
لاکھوں درود اُن پہ ہوں لاکھوں ہی ہوں سلام

حمد کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

اللہ میں الف ہے تو احمد میں بھی الف — ابجد میں ہے الف تو ہے امجد میں بھی الف
ابیض میں ہے الف تو ہے اسود میں بھی الف — واحد، احد میں ہے تو ہے ارشد میں بھی الف
رعنائیاں الف کی بڑی باوقار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

ہے آن انبیاء میں الف، اولیاء میں ہے — ابدال و اصفیاء میں الف اتقیاء میں ہے
ہے ابتداء الف سے، وہی انتہا میں ہے — اور اقتدا میں حرف الف التجا میں ہے
روشن الف کے نور سے لیل و نہار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

ایمن، اُحد کے بھی تو ہے اعلان میں الف — اخلاص میں الف ہے تو احسان میں الف
ایمان میں الف ہے تو، ایقان میں الف — ہے اُنس میں الف تو ہے انسان میں الف
ہر سو الف کی نعمتیں کیا بے شمار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

ہے ارض میں الف تو الف آسمان میں — ارمان میں الف تو الف ارمغان میں
ارواح میں الف تو الف ارسلان میں — الوندِ میں الف تو الف اَرغوان میں
امکان کے الف سے یہ نقش و نگار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

آدم میں ابراہیم و اسماعیل میں الف آذر میں ہے الف تو اَرُدبیل۲ میں الف
الواحِ موسوی میں تو ہے انجیل میں الف ابرہہ میں الف تو ابابیل میں الف
ارشادِ حق کی رونقیں حکمت شعار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں
افضل میں ہے الف تو ہے اکرم میں بھی الف اعلیٰ میں ہے الف تو ہے اعظم میں بھی الف
اثبات میں الف تو ہے اسلم میں بھی الف ارسل میں ہے الف تو ہے ارحم میں بھی الف
اذنِ خدائی مل گئی لالہ زار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں
اصحاب میں الف تو الف انتخاب میں ہے انتساب میں بھی الف انقلاب میں
اخلاق میں الف تو ہے وہ اکتساب میں انساب میں الف ہے وہی احتساب میں
ادنیٰ و اعلیٰ خیر سے سب طرحدار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں
اظہار میں الف ہے تو اعزاز میں الف ہے امتیاز میں تو، اعجاز میں الف
افروز میں الف ہے تو ایاز میں الف اصلاح میں الف ہے تو انداز میں الف
امکان کی جہتیں بہت شان دار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں
افکار میں الف ہے تو اذکار میں الف انوار میں الف ہے تو ابرار میں الف
اقرار میں الف ہے تو انکار میں الف احوال میں الف ہے تو آثار میں الف
اہل وِلا بھی کہتے یہی بار بار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں
ادراک و آگہی میں الف اشتیاق میں احساس میں الف ہے تو ہے اتفاق میں
ہے اجتہاد میں بھی الف استحقاق میں اور استعداد میں ہے الف استراق۳ میں
آشفتگی کی روحیں سبھی جاں نثار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں
آصف میں ہے الف تو ہے اصفیٰ میں بھی الف آقا میں ہے الف تو ہے اضحیٰ میں بھی الف

اَعراف میں الف تو ہے اقصیٰ میں بھی الف اقرب میں ہے الف تو ہے اِعطا میں بھی الف
اک نسبتِ رسول سے بصد افتخار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

افشاں میں الف ہے تو اجمال میں الف اقبال میں الف ہے تو اجلال میں الف
اخراج میں الف ہے تو ادخال میں الف افراط میں الف ہے تو افضال میں الف
اک اک قدم پہ احسن دُرر آشکار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

الماس میں الف ہے تو ہے التماس میں الفاظ میں الف تو ملا اقتباس میں
اِناث میں الف ہے تو ہے وہ اُناس میں انصار میں الف ہے تو ہے انعکاس میں
اس درجہ منفرد ہیں کیا باختیار میں
احمد ﷺ کے اس لف میں تو جلوے ہزار ہیں

ارمان و آرزو کا مکاں بن گیا الف ایمان اور امان کا نشاں بن گیا الف
ایقان و جستجو کا جہاں بن گیا الف احسان تگ و دَو کا زماں بن گیا الف
اجداد کی فضیلتیں بھی یہاں، کردگار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

اکبر کہ اصغر و مہ و اختر میں بھی الف اشہر میں اور احمر و اخضر میں بھی الف
اطہر میں ہے الف تو ہے اظہر میں بھی الف احقر میں ہے الف تو ہے افسر میں بھی الف
الفاظ سارے ہی قطار اندر قطار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

الفت میں ہے الف تو ہے اُمید میں الف اَنام میں الف تو ہے اُسید میں الف
امروز میں الف تو ہے آفرید میں الف اشعار میں عقیلؔ اَناشید میں الف
اعمال کے الف سے عیاں شہکار ہیں
احمد ﷺ کے اس الف میں تو جلوے ہزار ہیں

ڈاکٹر عقیل ہاشمی (حیدر آباد)

[1] کوہ جدان [2] ایران کا پہلوان [3] چوری چھپے سننا

ﷺ

قلم بھی، لوح بھی ہے بارگاہِ اقدس میں
نہیں ہے، کچھ بھی نہیں، اپنی فکر کے بس میں
لبوں پہ نام گرامی، ہے دل میں آپ ﷺ کا نور
درودِ پاک کے جلوے ہیں میری نس نس میں
عداوتیں متحیر، بفیضِ مصطفوی ﷺ
حریف فرقے بھی شیر و شکر ہیں آپس میں
صفات و سیرتِ اقدس کے پھل نچوڑ کے دیکھ
طرح طرح کے ہیں صد لطف ان کے رس رس میں
وہ ربّ حسنِ ازل، عبد کے سراپا کی
بہ شوق و ذوقِ فزوں کھا رہا ہے کیوں قسمیں
صبا جو نام مقدس کو چوم کر آئی
تمام نکہتیں در آئیں خار میں، خس میں
اٹھائی شہہ ﷺ نے، ہوئی ریت فخر لعل و گہر
ہزار برکتیں ہیں دست پاک کے مس میں
کہو صحابۂ اقدس سے اپنی نسبت کیا؟
کہاں عقاب کے اوصاف زاغ و کرگس میں
خدا کا فضل، شہہ ﷺ دیں کا ہے کرم راہیؔ
ترا شمار نہیں ماہر سخن دس میں

ڈاکٹر راہیؔ فدائی (بنگلور)

صلی اللہ علیہ وسلم

وہ عالم ہے جہاں بھی نقشِ پائے مصطفیٰ پائے
عروج آسماں ان کی طرف جھکتا چلا جائے

ورود رحمۃ للعالمیں کا جب خیال آیا
مسرت وہ ملی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک آئے

وہ زخمی ہو کے طائف میں دعا جو ہات اٹھائے ہیں
کھڑے ہیں حضرت جبریل بھی پر اپنے پھیلائے

ملے جب تربیت سرکار کی چشم رسالت سے
وہی صدیق کہلائے وہی فاروق کہلائے

تراشے جوہر نایاب ایسے شاہ والا نے
نظر عثمان کی جانب سے سوئے مرتضیٰ جائے

خیال سرور کونین نے ثابت قدم رکھا
غلام مصطفیٰ جب گردش دوراں سے گھبرائے

بہ فیضان رسول ہاشمی نزدیک آ پہنچا
زمانہ پندرہ سو سال کا جب خود کو دہرائے

دکھی انسانیت کی چارہ سازی کیسے ہوتی ہے
یہ نکتے بھی عمل سے آپ نے اُمت کو سمجھائے

تفکر کے لئے اللہ نے قرآں اتارا ہے
مگر یہ شرط ہے سرکار سے وہ روشنی پائے

رباب رشیدی (لکھنؤ)

صلی اللہ علیہ وسلم

ہر اہلِ محبت یہی کہہ رہا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
سوے خلد رستہ یہیں سے گیا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
میں مُنکر نہیں ہوں بہشتِ بریں کا، مگر میرا دل مجھ سے کہتا ہے اکثر
مثال اپنی خود ہی یہاں کی فضا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
بہت روح پرور ہیں تازہ ہوائیں، ہراک سمت رقصاں ہیں نوری شعاعیں
خدا کی عنایات کا سلسلا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
ابھی تک وہاں میں گیا تو نہیں ہوں، مگر میرے دل کو نہیں ہے کوئی شک
سبھی زائروں سے بھی یہ ہی سنا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
دعا رب سے یہ مانگتا ہوں میں کب سے، وہاں تک پہنچنے کا سامان کردے
جہاں ہر نظارہ بہت جاں فزا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
حقیقت میں کوئی بھی واقف نہیں ہے، یہ کب اور کس پر برس جائے جم کر
سحاب ان کی رحمت کا چھایا ہوا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
سکوں بخش ہیں سارے نورانی منظر، ہے رب کی تجلّی سے ہر شے منوّر
فرشتوں کا جمگھٹ بھی صبح ومسا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
وہ روضے کی جالی ومحرابِ دلکش، وہ دیوار و در اور وہ سبز گنبد
ہراک چیز بے شک بہت خوشنما ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے
وہاں پھوٹتے ہیں جو رحمت کے سوتے، تو ہر فرد سرشار ہوتا ہے ساغر
نہیں کوئی تفریقِ شاہ وگدا ہے، مدینے کی شان وفضیلت الگ ہے

ساغر وارثی (شاہ جہاں پور)

صلی اللہ علیہ وسلم

محمد محمد کیئے جاؤ پیہم یہی نام ہے واقعی اسمِ اعظم
محمد محمد کرے گا جو ہر دم تو اس کو نہ ہوگا کہیں بھی کوئی غم
محمد نذیرو بشیر و مبشر محمد مکرم محمد معظم
محمد ہی بنیادِ انسانیت ہیں محمد ہی فخرِ بنی نوعِ آدم
محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا محمد ہوئے وجہِ تخلیق عالم
محمد مداوا ہر اک درد و غم کا محمد ہر اک زخم عصیاں کا مرہم
محمد کے ہاتھوں بلندی پہ پہنچا جو لہرا رہا ہے خدائی کا پرچم
خدا بھیجتا ہے درود ان پہ بیشک پڑھیں ہم بھی صلّو علیہ وسلم
ابو بکر و فاروق و عثمان و حیدر محمد کے شیدا، محمد کے ہمدم
ہو ذکرِ شہیداں تو آنکھیں رکھو نم وہ عیدین ہوں یا کہ ماہِ محرم
محمد کے در پر جھکا ہے جو فاروقؔ کسی اور در پر نہ ہو گا وہ سر خم

فاروقؔ جائسی (کان پور)

صلی اللہ علیہ وسلم

جان عبد اللہ ہیں یہ ماہ پیکر دیکھئے
آیئے اور آمنہ بی بی کا گوہر دیکھئے

مطّلب کا گھر منور ہو گیا اس نور سے
کس قدر مسرور ہیں سارے پیمبر دیکھئے

آج دادا کے چمن میں آئی ہے فصل بہار
ہو گیا گھر اُن کا دلکش اور معطر دیکھئے

غم میں بیٹے کے پھٹا جاتا تھا سینہ اور دل
آ گیا دل ٹھنڈا کرنے ان کا دلبر دیکھئے

کعبہ کے دیوار و در شاداں ہیں اور مسرور ہیں
کر رہے ہیں خیر مقدم سر جھکا کر دیکھئے

پہلوئے محبوب میں سوئے ہیں کس آرام سے
کیسی قسمت پا گئے صدیق اکبر دیکھئے

حضرت فاروق اعظم کی نرالی شان ہے
دشمن دیں تھے بنے جان پیمبر دیکھئے

حضرت عثماں غنی کا مرتبہ بھی ہے بلند
خوش نصیبی پر فدا ہیں ماہ و اختر دیکھئے

کمسنی میں ہادیٔ برحق کے ساتھی بن گئے
سچے ہمدم سچے ساتھی سچے یاور دیکھئے

حضرت حیدر کی شانِ حیدری کچھ کم نہیں
آن بھر میں فتح کر لی جنگ خیبر دیکھئے

خوش نصیبی ہے حلیمہ کی ملے سرکار دیں
مرتبہ پایا بلند اللہ اکبر دیکھئے

اُن کا گھر روشن ہوا نور خدا کے نور سے
بن گئیں کیسی نصیبہ کی سکندر دکھئے

دولت دنیا و دیں سوتی ہیں سینہ پر لئے
اس غریبی میں حلیمہ کا مقدر دیکھئے

جھوم اُٹھے جن و بشر سب آمد سرکار پر
جلوہ فرما ہوگئے سردار محشر دیکھئے

مدح خوانی کرتا ہے جس کی خدائے دو جہاں
آمنہ کی گود میں وہ ماہ انور دیکھئے

دل میں ارماں ہے شگفتہؔ کے ہو دیدار نبی
اس کو ہے کیسی خوشی اللہ اکبر دیکھئے

شگفتہؔ جمال اجملی (سکندر پور، یوپی)

ﷺ

ہم ایسے مدح شہ ذی وقار کرتے ہیں
گہر درود کے ان پر نثار کرتے ہیں
برائے تاج عطا کرکے نعل پاک نبی
جسے وہ چاہتے ہیں تاجدار کرتے ہیں
جو ان پہ بھیجتا ہے مستقل درود و سلام
اسی پہ ہم زر الفت نثار کرتے ہیں
حضور رحمت عالم کا تذکرہ ہمہ وقت
یوں ہم علاج دل بے قرار کرتے ہیں
سراجؔ اجملی تجھ جیسوں پہ نگاہِ کرم
بس آپ ﷺ کرتے ہیں اور بے شمار کرتے ہیں

پروفیسر سراج اجملی (علی گڑھ)

ﷺ

بلند و بالا ہیں جو، سب مقام اُن ﷺ کے لئے
خدا کے بعد، سبھی احترام اُن ﷺ کے لئے

سمجھ سے بالا ہے، معراج کو گئے تھے وہ جب
ہوئے تھے کیا کیا وہاں اہتمام اُن ﷺ کے لئے

بس ایک رات میں وہ سیرِ عالم بالا
ٹھہر گیا تھا جہاں کا نظام اُن ﷺ کے لئے

اذاں میں کردیا شامل خود اپنے نام کے ساتھ
پسند حق نے کیا تھا جو نام اُن ﷺ کے لئے

فضیلتیں کسی انساں کو جو نہ بخشی گئیں
بچا کے رکھی گئی تھیں تمام اُن ﷺ کے لئے

گواہی ان ﷺ کی رسالت کی درختوں نے
دو نیم ہوگیا ماہِ تمام ان ﷺ کے لئے

سبھی سے حسن سلوک اُن ﷺ کا ایک جیسا تھا
خواص ہی کی طرح تھے، عوام اُن ﷺ کے لئے

ملے گی اپنے کئے کی سزا رذیلوں کو
ہے عظمتوں کا عروجِ دوام اُن ﷺ کے لئے

رئیسؔ ہر سحر و شام بعدِ حمدِ خدا
ہیں میرے لب پہ درود و سلام اُن ﷺ کے لئے

رئیسؔ احمد نعمانی (علی گڑھ)

صلی اللہ علیہ وسلم

ہو گیا جس پہ میرے نبی کا کرم دونوں عالم کی اُس کو خوشی مل گئی
مل گئی جس کو خاکِ درِ مصطفیٰ یہ سمجھئے اُسے زندگی مل گئی

آپ شمس الضحیٰ آپ بدر الدجیٰ آپ خیر الوریٰ آپ نور الہدیٰ
آپ کی ذات سے ظلمتیں چھٹ گئیں جہل کو دین کی روشنی مل گئی

حشر میں کوئی پرسانِ غم تھا کہاں العطش العطش کہہ رہا تھا جہاں
ساقیٔ حوضِ کوثر کے فیضان سے رُوح اور قلب کو تازگی مل گئی

ذہن بیتاب تھا رُوح بےچین تھی درد تھمتا نہ تھا آنکھ بے خواب تھی
اُن کی رحمت کی ایسی ہوائیں چلیں ہر کسی کو نئی زندگی مل گئی

اب زمانے کا مجھ کو نہیں کوئی غم راہِ حق سے ہٹیں گے نہ میرے قدم
مجھ پہ مختارؔ ہے یہ نبی کا کرم دین اسلام کی آگہی مل گئی

مختارؔ تلہری (بریلی)

ﷺ

بھایا تجھے یہ حسن ہے امّی خطاب کا
ثانی نہیں خدایا ترے انتخاب کا

ڈر کیا ہو حشر میں مجھے اب آفتاب کا
ہوں امّتی جناب رسالت مآب کا

حصّہ نہیں ہے صرف اکیلے گلاب کا
ہر پھول میں بسا ہے پسینہ جناب کا

ہو جائے مجھ کو خواب میں دیدارِ مصطفےٰ
ہے ٹوٹنے کو بند مرے اضطراب کا

ہوتے اگر نہ آپ تو ہوتی نہ کائنات
شاہدؔ ہر اک وَرَق ہے خدا کی کتاب کا

شاہدؔ جمالِ روئے محمد کے سامنے
تاریک لگ رہاہے بدن آفتاب کا

ڈاکٹر شاہدؔ احمد جمالی (جے پور)

صلی اللہ علیہ وسلم

(نعتیہ دوہے)

اس کی سچی لاگ ہے، اس کی لگن صحیح — پپیہا حق ہُو بولتا، پڑھتا ہے تسبیح
اُن کو مرا سلام ہے، اُن کو ہے تعظیم — کُل جگ کو جو رحمتیں، کرتے ہیں تقسیم
سانچا نام رسول کا، رب کا وہ محبوب — اُس کا سورج حشر تک، ہوگا نہیں غروب
ساتوں طبق زمین کے، سات طبق آکاش — ہے اُن کے ہی نور سے، دِشا دِشا پرکاش
دلت، ملچھ کوئی نہیں، اونچ نیچ سب ایک — رحمت بن کر آئے وہ، اُن کی شکھا نیک
پالے ہیں جو بکریاں، کریں سواری اونٹ — چرچے جن کے ہو رہے، جگ میں چاروں کھونٹ
اس سے بڑھ کر اور کیا، کہہ پاؤنگا آج — وہ رحمت کا تاج ہیں، خلقت ہے محتاج
کام آئے گی ایک دن، تیری یہ تدبیر — اُن کے صدقے مانگ لے، بدلے گی تقدیر
شجر، حجر، ار جانور، جن، ملک انسان — سب کے لئے حبابؔ وہ، ہیں رب کا احسان

کیسا بھنور حبابؔ جی، کاہے کا منجدھار
حکم کرم فرمائیں تو، ہووئے بیڑا پار

حبیب راحت حبابؔ (کھنڈوا، ایم پی)

ﷺ

اس شوق سے ہم سوئے حرم دیکھ رہے ہیں
آقا ﷺ کے یہاں نقش قدم دیکھ رہے ہیں

جس سمت بھی کونین میں ہم دیکھ رہے ہیں
جلوہ ہی ترا ﷺ رب کی قسم دیکھ رہے ہیں

دیوانگی نے رازِ محبت کو کیا فاش
یوں جوشِ جنوں کا بھی کرم دیکھ رہے ہیں

دل میں ہے تڑپ دیکھ لیں ہم گنبدِ خضرا
آقا ﷺ یونہی ہم بحرِ کرم دیکھ رہے ہیں

ہے کیفیتِ عشق کو بس آپ ﷺ سے نسبت
آنکھوں میں مری آپ ﷺ جونم دیکھ رہے ہیں

کب میں نے جھکایا ہے درِ غیر پہ سر کو
بس آپ ﷺ کے دربار میں خم دیکھ رہے ہیں

یوں روز سناتے ہیں جرّی نعت کہ ہم پر
سرکار ﷺ کے اَحسان و کرم دیکھ رہے ہیں

ڈاکٹر جعفر جرّی (حیدر آباد)

صلی اللہ علیہ وسلم

بگڑے ہوئے بنتے ہیں سب کام مدینے میں
بس ربط محبت ہے درکار مدینے میں
اے شہر نبی تیری عظمت کا ٹھکانہ کیا
رہتے ہیں دو عالم کے غم خور مدینے میں
طیبہ کے سبھی ذرے رشکِ مہہ و انجم ہیں
برسے ہیں الٰہی وہ انوار مدینے میں
اے میرِ عرب تیری چوکھٹ کی زیارت کو
آتے ہیں فرشتوں کے سردار مدینے میں
کعبے پہ نثاریں گے ہم اپنی نمازوں کو
باندھیں گے درودوں کی دستار مدینے میں
اے میرے مقدر آ مل جُل کے دعا مانگیں
بلوائیں ہمیں بھی تو سرکار مدینے میں
آقا جو اجازت دیں تو دفن ہوں طیبہ میں
ہو جائے صغیرؔ اپنا گھر بار مدینے میں

علامہ سید صغیر اشرف صغیرؔ (سنت کبیر نگر)

صلی اللہ علیہ وسلم

یا رب یہ کیا عروج کی حد آخری ہے آج / سوئے فلک نبی ﷺ کی سواری چلی ہے آج

کون آ گیا کہ ہر سو فضا جھومتی ہے آج / اک دھوم سی جہان وفا میں مچی ہے آج

ہر شخص وجد میں ہے عجب بے خودی ہے آج / ذکر رسول ﷺ پاک کی محفل سجی ہے آج

پیار نبی ﷺ کے خوان کرم کا ہوں ریزہ چیں / مجھ کو کمی نہ کل تھی نہ کوئی کمی ہے آج

ٹوٹا ہوائے بولہبی کا غرور و ناز / شمع حرا کی چاروں طرف روشنی ہے آج

باقی نہیں تصور تفریق شش جہات / ہم نے صدائے وادیٔ فاراں سنی ہے آج

محبوب کبریا کی ہے تشریف آوری / بزم جہان عشق میں کیا دلکشی ہے آج

جن و ملک ہیں گوش بر آواز مرحبا / اپنی زباں پہ مومنوں نعت نبی ﷺ ہے آج

جھوٹے خداؤں کا نہ چلے گا کوئی فسوں / دین نبی ﷺ نے زندگی محفوظ کی ہے آج

جس پر بحکم رب ہوا قرآن کا نزول / معیار حق وہی تھا جہاں میں وہی ہے آج

حجاج سوئے طیبہ روانہ ہیں آج پھر / پھر مجھ کو مری روکے ہوئے بے بسی ہے آج

گھٹ جائے دم نہ ہجر و غم یاس سے کہیں / اب تو بلا لو جان پہ میری بنی ہے آج

اللہ رے یہ عظمتِ کردارِ مصطفیٰ ﷺ / ہر لمحہ جن کی مدح و ثنا ہو رہی ہے آج

نازاں ہے جن کی راہبری پر جبینِ خلد / نقشِ قدم انہیں کے نظر ڈھونڈتی ہے آج

حیران ہے ملک شب معراج دیکھ کر / کس منزل عروج پہ میرا نبی ﷺ ہے آج

تکمیل دین حق ہوئی جس ذات پاک پر / اس پر ہی ختم سلسلۂ آگہی ہے آج

قرآں وہی ہے دین وہی ہے نبی ﷺ وہی / صد حیف پھر بھی فرقوں میں امت بٹی ہے آج

ماہ و نجوم عرش پہ ہیں ان کے مدح خواں
ظلمت میں سر پہ نور کی چادر تنی ہے آج

محتاط ہو کے لکھ اے قلم نعت مصطفیٰ ﷺ
ملحوظ تیرے سامنے شان نبی ﷺ ہے آج

ہر مسئلے کا حل ہے کتاب مبیں میں جب
چہروں پہ کیوں تمہارے یہ افسردگی ہے آج

دنیائے خیر و شر میں تھے ہم حق سے ناشناس
ان کا کرم ہے بات جو اپنی بنی ہے آج

پھیلائیں نیکیوں کا اجالا ہر ایک سمت
حبِ رسول ﷺ حق کا تقاضا یہی ہے آج

محشر کی تیز دھوپ میں راحت کے واسطے
فرمانِ مصطفیٰ ﷺ پہ عمل لازمی ہے آج

اے ناخدائے کشتیٔ حق کیجئے کرم
طوفاں کے پھر دہانے پہ امت کھڑی ہے آج

چہرے پہ مَل کے خاکِ کفِ پائے مصطفیٰ ﷺ
حسن عروسِ زیست کو زینت ملی ہے آج

محبوبؔ یہ تو صدقۂ نعت رسول ﷺ ہے
حاصل جو مجھ کو مشغلۂ شاعری ہے آج

محبوب عالم محبوبؔ (خیر آباد)

ﷺ

مٹانے کفر کی ظلمت حبیب کبریا آئے
مکمل دین لے کر دنیا میں شمس الضحیٰ آئے

بڑی تاریک دنیا تھی اندھیرا چھایا تھا ہرسو
ہدایت کی ضیا لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ آئے

سفینہ ڈوبنے والا ہی تھا انسانیت کا جب
محمد ﷺ مصطفیٰ قسمت سے بن کر ناخدا آئے

بہت آلودہ تھا ماحول مشکل سانس لینا تھا
مہک اٹھی فضا مکہ کی جب خیرالوریٰ آئے

اڑھا کر آپ کو چادر تشفی دی خدیجہ نے
خوشی تھی ان کو لے کر آپ فرمان خدا آئے

خدا تو ایک ہے لوگو نہیں کوئی شریک اس کا
یہی وحدت کا لے کر جام محبوب خدا آئے

پیامؔ اب زندگی کا مجھ کو مقصد ہوگیا حاصل
دراقدس پہ دے کر حاضری قسمت بنا آئے

عبدالحی پیامؔ انصاری (گورکھپور)

تضمین

برعرضِ حال بجناب سرورِ کائنات علیہ افضلُ الصّلوات واکمل التحیات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خواجہ الطاف حسین حالؔی

آنکھیں جو ہیں وحشت زدہ، ڈر دل میں بسا ہے ماحول جنوں خیز ہے، گرم اتنی ہوا ہے
حق یہ ہے کہ حق حلقۂ باطل میں گھرا ہے ''اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
امّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے''

رحمت کی گھٹا اُٹّھی تھی ہر کوہ و دمن سے کلمے کی صدا گونجی تھی دھرتی سے گگن سے
مسحور ہوئیں قومیں مرے شیریں سخن سے ''جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے''

تھا پُرکشش اعمال جو کردار تھا اچھا تھا فرش سے تا عرش مرے دین کا شہرا
تھا شرق سے تا غرب اک اسلام کا چرچا ''جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے''

روشن تھی نگاہوں میں اک اک آیتِ قرآں قربان تھا قرآن کی عظمت پہ مسلماں
اسلام پہ نازاں تھا ہر اک صاحبِ ایماں ''وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دِیا ہے''

کرتا رہا اسلام سبھی مشکلیں آساں عابد کی عبادت بھی تھی فردوس بداماں
محفوظ تھا روشن تھا ہر اک شخص کا ایماں '' جو دین تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے''

ہونٹوں پہ مچلتے تھے وہ مذہب کے ترانے آیا تھا جو انسان کو انسان بنانے
دامن میں لیے نعمت و رحمت کے خزانے ''جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے''

جس دین نے ایماں کے دیے دل میں جلائے　　جس دین نے پھیلائے کڑی دھوپ میں سائے
جس دین نے نفرت کے سبھی نقش مٹائے　　''جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے''

دن رات رہِ راست پہ جو محوِ سفر تھا　　دیندار وہ دنیا کے لیے امن کا گھر تھا
بے لوث کی خدمت کا زمانے پہ اثر تھا　　''جو دین کہ ہمدرد بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے''

معراجِ شریعت بھی تھی ایماں کی ادا بھی　　آوازِ صداقت بھی تھا رحمت کی فضا بھی
فرمانِ محمد ﷺ بھی تھا فرمانِ خدا بھی　　''جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے''

جس دین نے تلقین کی یاں ! صبر و رضا کی　　جس دین نے تعلیم دی دنیا کو حیا کی
جس دین کے ہر پھول میں خوشبو تھی وفا کی　　''جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی
وہ عرصۂ تیغِ جہلا و سفہا ہے''

اندازِ نصیحت سے سب ادیان تھے مغلوب　　گفتار کی شوکت سے سب ادیان تھے مغلوب
کردار کی عظمت سے سب ادیان تھے مغلوب　　''جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے''

تھا حق کا طلب گار تو باطل کا منافی　　توحیدِ اُمم کے لیے دنیا میں تھا کافی
ہر ایک مرض کے لیے جو دین تھا شافی　　''ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے''

جو فکر خطیبوں کی ہے وہ فکر ہے الجھی　　اندازِ بیاں تلخ ہے تقریر میں سختی
لہجے میں نظر آتی نہیں علم کی نرمی　　''عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے''

نے فکر ہے فردا کی نہ ہے کچھ غمِ امروز　　نے انجمنِ پند، نہ بزمِ سبق آموز
واں خوف کا ماحول ہے یاں حسرتِ دل سوز　　''یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز
یہ مجلسِ اعیاں ہے وہ بزمِ شرفا ہے''

بچوں کو سبق کون دے نخوت ہے بڑوں میں　　شیخی ہے، تکبّر ہے رعونت ہے بڑوں میں

کردار ہے شفّاف نہ سیرت ہے بڑوں میں چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے''

شیرینی زبانوں میں نہ باتوں میں اثر ہے محروم نئے دور میں خوبی سے بشر ہے
مثلِ صدفِ چاک کہاں اس میں گہر ہے ''دولت ہے نہ عزّت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے''

بے علم کا چہرہ نظر آتا ہے سدا فق گو علم و ہنر سیکھنا ہر شخص کا ہے حق
گردانتے ہیں خود کو معلّم ہی یہ احمق ''ہے دین کی دولت سے بہا، علم سے رونق
بے دولت و علم اس میں نہ رونق نہ بہا ہے''

ہے علم کی پونجی سے ہی انسان تونگر آتا ہے نظر علم سے رخسار منوّر
کمتر کو بھی تعلیم بنا دیتی ہے برتر ''شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے''

چھن جاتی ہے جس قوم سے ایمان کی دولت اور لوگوں کے دل میں کرے گھر بغض و عداوت
او جھل ہو نگاہوں سے جب اسلاف کی عظمت ''جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے''

ذہنوں میں جلا ہے نہ دلوں میں ہے صفائی اچھائی ہے معدوم تو ظاہر ہے برائی
مِل جل کے نہیں رہتے ہیں اب بھائی سے بھائی ''گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے''

ایمان کا ہر کام بھی مٹ جائے نہ آخر تعمیر کا پیغام بھی مٹ جائے نہ آخر
اور شوکتِ اسلام بھی مٹ جائے نہ آخر ''ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدّت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے''

کردار بھی مفقود ہے سیرت بھی ہے پامال اب یاد نہیں لوگوں کو اسلاف کے اعمال
اسلام نظر آتا ہے اس دور میں بے حال ''جس قصر کا تھا سر بہ فلک گنبد اقبال
ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے''

تھے آشنا ساحل سے نہ منجدھار سے ہشیار بربادیٔ ملت کے نظر آئے نہ آثار
غفلت کے حسیں خواب میں سوئے تھے نگہ دار ''بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار
جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے''

تھا پھیل گیا چار سو قرآن کا پیغام　　ہر سمت تھا انوارِ محمد ﷺ کا کرم عام
روشن تھی ہر اک صبح تو پرنور تھی ہر شام　　''وہ روشنی بام و درِ کشورِ اسلام
یاد آج تلک جس کی زمانے کو ضیا ہے''

کیوں بڑھتا نہیں حق کی طرف کوئی دماغ آج　　شاہین کے بچّے ہوئے ہیں کرگس و زاغ آج
کیوں پھول کے موسم میں بھی بے رنگ ہے باغ آج　　''روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج
بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے''

نفرت نہ دلوں میں تھی نہ احساسِ من و تو　　وادی میں تھے آمادۂ رَم دین کے آہو
آتی تھی بیاباں سے بھی ایمان کی خوشبو　　''عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو
اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے''

تخریب کا سودا نظر آتا ہے سروں میں　　جینے کا بھی احساس نہیں راہ بروں میں
پرواز کی قوت ہی نہیں ان کے پروں میں　　''چاؤش تھے للکارتے جن رہ گذروں میں
دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے''

جس قوم کے جذبات میں ایماں کی چمک تھی　　پاکیزگیٔ عزم کی چہرے پہ دمک تھی
حق گوئی کے پھولوں میں تقدس کی مہک تھی　　''وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کی اب روبہ قضا ہے''

تعظیم جو ہر حال میں کرتی تھی حرم کی　　جس نے نہ جبیں سامنے اشرار کے خم کی
لَو شمع محبت کی حوادث میں نہ کم کی　　''جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی
اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے''

میں کیسے کہوں ہوتے ہیں محسوس وہ کیا کیا　　ممکن نہیں الفاظ میں احساس کو لانا
بس اس سے زیادہ انھیں میں نے نہیں سمجھا　　''کھوج ان کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا
گم دشت میں ایک قافلہ بے طبل و درا ہے''

حق بات زباں پر کوئی لائے نہیں بنتی　　اسلاف کی جاگیر بچائے نہیں بنتی
غفلت میں ہے یہ قوم جگائے نہیں بنتی　　''بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے''

تھی رات محبت سے بھری دن تھے وفا کے　　آتے نہ تھے جھونکے کبھی مغرور ہوا کے

ہوجائے نہ لایق یہ مرا جسم سزا کے ''تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے
اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے''

آتی ہی نہیں یاد اسے منزلِ لاہوت کردار سیہ دیکھ کے ہر شخص ہے مبہوت
ہے سر پہ سوار اب ہوس و حرص کا اک بھوت جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے''

احباب نے بھی پھیر لی ہیں چشمِ عنایت ہے زلفِ پریشان کے مانند یہ قسمت
اس سمت تو اب بھول کے آتی نہیں راحت ''دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے''

تقریر سے ظاہر ہے عجب ترشی زباں کی کچھ اور ہی ہوتی ہے ادا پیرِ مغاں کی
حالت ہے کہاں اچھی مرے دل کے جہاں کی کی زیب بدن سب نے ہی پوشاک کتاں کی
اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے''

گلشن میں نظر آتا نہیں رنگِ بہاراں کیوں حال زبوں پر نہ خزاں ہو مرے گریاں
انسان کے خوں کا ہی پیاسا ہوا انساں ''درکار ہیں یاں معرکے میں جوشن و خفتاں
اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے''

احساس بھی زخمی ہے تحمل بھی ہے گھائل کیا سوئے سفر ذہن مسافر کا ہو مائل
منزل پہ پہنچنے کا ہوا جذبہ ہی زائل ''دریائے پُر آشوب ہے اک راہ میں حائل
اور بیٹھ کے گھڑ ناؤ پہ یاں قصدِ شنا ہے''

اک جام نہیں دیتا کوئی پیرِ مغاں مفت بے زر کے کوئی چیز بھی ملتی ہے کہاں مفت
کیسے کوئی دے سکتا ہے کھانا بھی وہاں مفت ''ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت
واں قافلہ سب گھر سے تہی دست چلا ہے''

صدیاں یوں ہی گزریں کئی گزرے ہیں زمانے دن رات سبھی دیکھتے ہیں خواب سہانے
وہ دور ہے باقی نہ وہ باقی ہیں ٹھکانے ''یاں نکلے ہیں سودے کے درم لے کے پرانے
اور سکّہ رواں شہر میں مدّت سے نیا ہے''

ہر گام پہ اب صرف تباہی کے ہیں ساماں سیلاب کی زد سے یہاں بچنا نہیں آساں
اس سمت بڑھے آتے ہیں آلام کے طوفاں ''فریاد ہے اے کشتیٔ امّت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے''

کب تک سہیں زحمت بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمّیْ اک چشمِ عنایت بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمّیْ
چمکا دے تو قسمتبِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمّیْ ''اے چشمۂ رحمت بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمّیْ
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے''

اندازِ ستم اہلِ جہاں نے یہ دکھایا معیار تمدن کا بہر طور گرایا
تخریب کے ہاتھوں سے گلا حق کا دبایا ''جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا
جب تو نے کیا، نیک سلوک اس سے کیا ہے''

نادار کے احساس کو ہی جانا نہ سمجھا ہر سنگِ ستم سینۂ آئینہ پہ مارا
جن لوگوں نے دل اہلِ محبت کا دُکھایا ''صدمہ درِ دنداں کو ترے جن سے کہ پہنچا
کی اُن کے لیے تو نے بھلائی کی دعا ہے''

ہر بات سنی تو نے مصیبت کی، دکھوں کی امداد کی ہر حال میں آلام زدوں کی
دیوار بھی گرنے نہ دی مفلس کے گھروں کی ''کی تو نے خطا عفو ہے ان کینہ کشوں کی
کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے''

بخشا دلِ غم دیدہ کے ہونٹوں کو تبسّم اور اہلِ جفا کو مئے الفت کا دیا خُم
کام آیا مصیبت میں ترا شیریں تکلّم ''سوبار ترا دیکھ کے عفو اور ترحّم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے''

جن لوگوں کے دل کی تھی خوشی ہار میں تیری تھی جن کے سبب ناؤ بھی منجدھار میں تیری
کرتے تھے جو بے حُرمتی بازار میں تیری ''جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول انھیں سے تری پھر مدح وثنا ہے''

انداز نظر آتے ہیں بدلے ہوئے تیرے تعبیر سے محروم رہیں گے مرے سپنے
رہ جائیں گے ذہنوں میں ہی تعمیر کے خاکے ''برتاو ترے جب کہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے''

پھر آئے صدا امّتِ مرحوم کے حق میں بن جائے فضا امّتِ مرحوم کے حق میں
اے راہنما امّتِ مرحوم کے حق میں ''کر حق سے دعا امّتِ مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے

ظالم ہے اگر کوئی یہاں تو کوئی محسن ہو سب کا مزاج ایک یہ کیسے ہو ممکن؟

بیشک تری مخلوق ہے ہر انس ہر اک جن ’’امّت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے‘‘

ایماں کی طرف ہوتے ہیں رحمت کے اشارے مل جاتے ہیں کشتی کو تحفّظ کے سہارے
پتوار نظر آتے ہیں سیلاب کے دھارے ’’ایماں جسے کہتے ہیں عقیدے ہیں ہمارے
وہ تیری محبت تری عزّت کی ولا ہے‘‘

اعزاز رسانی ہی ترا شام و سحر کام میں چاروں طرف بد عملی سے ہوا بدنام
آنے لگے سر پہ مرے الزام پہ الزام ’’ہر چپقلشِ دہر مخالف میں ترا نام
ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے‘‘

آتے ہی یہاں جاتی ہے چہرے سے اداسی بخشش کے لیے آتے ہیں ہر سمت سے عاصی
جھکتی ہے ترے در پہ جبیں صبح و مسا کی ’’جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اڑاتی
وہ خاک ہمارے لیے داروئے شفا ہے‘‘

ہر گھر ہوا پیغامِ رسالت سے مشرف ہر قلب ہوا نورِ ہدایت سے مشرف
ہر باغ تمنّا تری رحمت سے مشرف ’’جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف
اب تک وہی قبلہ تری امّت کا رہا ہے‘‘

یثرب کی بڑھی ’’طیبہ‘‘ سے آفاق میں عظمت جس پاک زمیں پر ہوئی سرکار کی رحلت
سرمہ اسی مٹی کو سمجھتی ہے یہ امّت ’’جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت
کعبے سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے

ہے جذبہ مرے عشق و عقیدت کا جو گہرا اللہ کرے اور اسے مضبوط و توانا
یارب نہ ہو دل میں کبھی یہ رغبتِ دنیا ’’کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ ایک ایک فدا ہے‘‘

کہتے ہیں یہ رو رو کے غم وقت کے مارے بے نور ہیں مدت سے مقدر کے ستارے
طوفاں میں نظر آتے نہیں اب تو کنارے ’’ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے‘‘

کیوں ٹھنڈا ہوا جاتا ہے اسلام کا جذبہ ہے ذہن کشادہ نہ یہ دل اپنا کشادہ
محکم ہی نہیں دین کے لیے عزم و ارادہ ’’گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ
اخبار میں ’’الطّالح لی‘‘ ہم نے سنا ہے‘‘

زنجیر بھی کٹنے کی ہمارے نہیں کوئی تصویر بدلنے کی ہمارے نہیں کوئی
تقدیر سنورنے کی ہمارے نہیں کوئی ''تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے''

سچ پوچھیۓ دولت نہ تو شہرت کے ہیں خواہاں آسائش و آرام نہ راحت کے ہیں خواہاں
نے تخت کے نے تاج وامارت کے ہیں خواہاں خودجاہ کے طالب ہیں نہ عزّت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزّت کی سدا ہے''

کچھ نفع نہیں عزت و رفعت سے ہماری ایمان کی نصرت نہیں شہرت سے ہماری
نقصان نہیں کچھ بھی ذلالت سے ہماری ''گر دین کو جوکھوں نہیں ذلّت سے ہماری
امّت تری ہر حال میں راضی بہ رضا ہے''

کردار کو اخلاقِ تصوف سے سنواریں اجداد کے اقوال کو سینے میں اتاریں
افسردہ سے چہروں کو تقدس سے نکھاریں ''عزّت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جوذلّت میں مزا ہے''

اے امجدؔی کہنا ہے تجھے بات یہ سب سے دامانِ محبت کو بچا عیش و طرب سے
ڈر شام و سحر خالقِ عالم کے غضب سے ''ہاں حالؔی گستاخ نہ بڑھ حدِّ ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے''

تونے یہ کہاں سوچا کبھی، کیا ہے مناسب کیوں چھینے گئے تجھ سے ترے سارے مراتب
کیوں حرص و ہوس ذہن پہ تیرے ہوئی غالب ''ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبش لب خارج از آہنگِ خطا ہے''

ڈاکٹر التفات امجدؔی (سیوان، بہار)

سلام

بدرگاہ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سلام اے کہ محبوب رب قدیر سلام اے کہ کل انبیا کے امیر
سلام اے شہنشاہ کون و مکاں سواری گئی آپ کی لا مکاں
سلام اے خدا وند کے جاں نثار سلام آپ پر سید ذی وقار
سلام اے حبیب رسول خد ا سلام اے نبی و شفیع الوریٰ
سلام اے شہنشاہ دنیا و دیں سلام آمنہ بی بی کے مہ جبیں
سلام اے شہہ و سید ذی وقار سلام آپ ہوں ہزاروں ہزار
سلام اے طبیب دل غم زدہ سلام اے رفیق دل غم زدہ
سلام آپ پر اے رسول کریم کرم اپنی امت پہ کیجے عظیم
سلام امت خستہ کے نگہباں سلامٌ علیک اے شہ مرسلاں
سلام اے شہہ دیں خدا کے رسول سلام اپنی امت کے کیجئے قبول
سلامٌ علیک اے رسول کریم سلامٌ علیک اے نبی عظیم
سلام اجملیؔ کے ہوں لاکھوں قبول خدا وند عالم کے پیارے رسول

سلام اے شگفتہؔ کے سرور سلام
نبی مکرم علیک السلام

شگفتہؔ جمال اجملی
(سکندرپور، بلیا، یوپی)

ستائش نامے

خط لے گیا کدھر کو گیا نامہ بر مرا
ہم منتظر ہیں دیر سے خط کے جواب کے
انبا پرشاد طربؔ ایلچپوری

ڈاکٹر حبیب راحت حبابؔ (کھنڈوا، ایم پی)

گرامی قدر ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

حسن اتفاق کہ آج آنجناب کا یوم ولادت بھی ہے چنانچہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں آپ کی صحت وسلامتی کے ساتھ عمر میں مزید برکتوں کے لئے دعا گو ہوں۔

''دبستان نعت'' شمارہ بابت جنوری تا دسمبر ۲۰۲۰ء کے جمیع مشمولات نثر ونظم آپ کی مدیرانہ صلاحیتوں پر دال ہیں۔ مدینۃ النبی کے موضوع پر ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ملک کے قلم کاروں نے بڑے ہی ایثار کے ساتھ آپ کے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں حسب استطاعت بھر پور استعانت فرمائی ہے۔رسالہ دستاویزی حیثیت کا حامل ہے۔احباب اگر تھوڑا اور دم مارتے تو ملک کے باقی ماندہ ریاستوں کو بھی نمائندگی مل جاتی۔ بہر حال آپ کی محنتوں کو دل سے سلام کرتا ہوں۔ مجھے اس بات کا ملال ہے کہ موضوع کی مناسبت سے میری ارسال کردہ دو نعت پاک اس رسالے میں شامل نہ ہوسکیں وجہ آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟ اب اس مکتوب کے ساتھ اپنے دوہے ارسال خدمت کر رہا ہوں کہ'' دبستان نعت'' باذوق قارئین دوہے کی صنف میں مدحت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میرے اس تجربے کو ضرور پسند کریں گے۔

حافظ کرناٹکی (شیموگہ، کرناٹک)

۲۳/اگست ۲۰۲۱ء

گرامی قدر محترمی ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعا ہے کہ آپ ہر طرح بخیر ہوں۔

''دبستان نعت'' شمارہ نمبر ۵/اور'' سید صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری'' جیسا گراں قدر تحفہ ملا۔اس عنایت کے لئے دل سے آپ کا شکریہ۔'' دبستان نعت'' جیسا تاریخی کتابی سلسلہ نکال کر آپ نے پوری اردو دنیا کے صالح فکر قلم کاروں، فنکاروں اور قارئین پر جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ اللہ آپ کو

ضرور دے گا۔ یہ آپ کے اخلاص اور عشق رسول کے سچے جذبے کی قدر افزائی ہے جو آپ کو اتنا ضخیم شمارہ نکالنے کے لیے آسانی سے مواد مل جاتا ہے۔ اس شمارے میں شامل سارے مضامین معلوماتی اور نعتیہ شاعری کے رمز کو سمجھنے اور سمجھانے کی خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ ڈاکٹر راہی فدائی، پروفیسر ابوسفیان اصلاحی، ڈاکٹر محمد احمد نعیمی وغیرہ کے مضامین نے بطور خاص متاثر کیا۔ خاص طور پر غیر مسلم شعراء کی نعتیں پڑھ کر دل جذبات سے چھلک اُٹھا۔ یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ عشق رسول کی آگ سے وہ سینے بھی روشن ہیں جنہیں ہم غیر مسلم کہتے ہیں اخلاق وکردار کی عظمت کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ابھی پورا رسالہ نہیں پڑھ سکا ہوں اس کے باوجود ایک خاص طرح کی سیری اور سرشاری محسوس کرتا ہوں۔ اللہ آپ حضرات گرامی کے جذبوں کو تا دیر سلامت رکھے۔

صبیح رحمانی کی نعتوں پر لکھے گئے مضامین کو ڈاکٹر شمع افروز صاحبہ نے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ ترتیب وتدوین کی خوبیوں سے واضح ہے کہ محترمہ کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور وہ بھی قلم کاروں اور ناقدوں کے مقام ومرتبے اور ان کے مضامین کے بنیادی نکتوں سے واقف ہیں۔ ایسی بصیرت آج کل بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ اتنے سارے مضامین کا جمع کرنا اپنے آپ میں ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ محترمہ کے اس کارنامے سے نعتیہ شاعری کے تعلق سے تنقید وتفہیم کے باب پر جو قفل پڑے ہوئے ہیں وہ ضرور کھلیں گے۔ میں ڈاکٹر شمع افروز زیدی کے اس کارنامے کو سنگ میل سے تعبیر کرتا ہوں، میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف یاد کریں۔ آپ کا اپنا۔

سید غلام علی بیابانی (اچل پور۔ مہاراشٹرا)

عزت مآب ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب مدیر فروغ حمد ونعت کا کتابی سلسلہ دبستان نعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دبستان نعت کا پانچواں شمارہ نظر نواز ہوا، طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام معاونین کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

اس شمارے میں داکٹر آصف حسین صاحب (امراوتی) نے علاقہ برار ودربھ کے نعت گو شعراء پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ لیکن آپ کے حسب الارشاد برار ودربھ کے اوّلین اور مکمل نعتیہ (ناشر پروفیسر ڈاکٹر خطیب سید ابرا (۲۰۱۹ء) دیوان ''دیوان امجد فی مدحِ احمد ﷺ'' سے متعلق حقائق اور تاثرات پیشِ خدمت ہیں۔ باقی تمام خیریت علاقۂ برار کے دیگر مخطوطات پر بھی کام شروع ہے، دعا

کی درخواست ہے۔عزت مآب فیروز احمد سیفی صاحب (نیو یارک۔ امریکہ)اور آپ کے جملہ معاونین کی خدمت میں سلام خلوص۔

ڈاکٹر آصف آدر (گلاسگو)

جلیسِ من محترمی ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب

السلام علیکم

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی عنایات کے طفیل دبستانِ نعت کی وساطت سے فروغ نعت کے کام میں مشغول ہوں گے۔

''دبستانِ نعت'' کے پانچویں شمارے کے حوالے سے جیسا کہ ہماری اکثر و بیشتر فون پر بات ہوئی لیکن پھر بھی خط لکھنے کی جو تسکین ہے وہ فون یا واٹس ایپ سے حاصل ہونا ناممکن ہے۔لہٰذا یہ خط لکھنے میں قلبی سکون محسوس کرر ہا ہوں۔

پانچویں شمارے کے حوالے متعدد مشاورت اور سوچ و چار کے بعد اس کی ایک خاص ہی تصویر بنتی جا رہی ہے۔ مجھے یقین ہے آپ کی زیر نگرانی پہلے کی طرح اس سال کا شمارہ بھی فقید المثال ہوگا۔

پانچواں شمارہ۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطورِ خاص مدینہ منورہ کی مصفّا ہواؤں کے ذکر سے معطر ہو کر قارئین کے لئے تسکین قلب و جاں ہوگا۔ اس حوالے سے امید ہے کہ آپ لاہور (پاکستان) سے ماہنامہ نعت کے مدینہ نمبر کے تین شمارے منگوا لئے ہوں گے۔محترم المقام راجا رشید محمود صاحب کی محنت اور نعت کے ساتھ خصوصی لگاؤ بھی خصوصی تعریف کا حامل ہے۔ان کے مرتب کردہ ماضی میں لکھے گئے یہ مدینہ نمبر کی خصوصی اشاعت بھی رشکِ مطالعہ ہوگی۔

علاوہ ازیں یہاں اس خط کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت اور میری پسندیدہ کتاب ''جستجوئے مدینہ'' آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کرر ہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کو آپ بہت پسند فرمائیں گے۔

اس کتاب کے مصنف محترم المقام عبدالحمید قادری صاحب سے پچھلے سال نومبر میں مدینہ میں ہی ملاقات ہوئی۔اُن کے ساتھ تو اس مختصر ملاقات کے احوال تو یہاں بیان کرنے سے قاصر ہوں مگر یہ ضرور کہوں گا کہ انہوں نے سعودیہ ایئر فورس کی چالیس سالہ ملازمت کے ساتھ ساتھ مدینہ سے محبت کا یہ شہکار ترتیب دیا ہے جو رہتی صدیوں تک عشاقانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین کا باعث ہوگا۔اسے قبول فرمائیں اور جب بھی مطالعہ فرمائیں تو مجھ ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیۓ گا۔

شارق عدیل مارہروی (مارہرہ، یوپی)

قابلِ قدرواحترام

محترم فیروز احمد سیفی صاحب

محترم ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب

سلام واکرام

خدائے برتر کے فضل وکرم کی چھاؤں میں آپ دونوں حضرات مع اہل خانہ کے نغمہ بار ہوں اور ہمیشہ رہیں۔(آمین) گذرا ہوا وقت دنیا کے اوپر کسی عذاب سے کم نہیں تھا، مگر دنیا کا کام مسلسل آگے بڑھتا رہنا ہے۔سو یوں ہی قیامت تک بڑھتا رہے گا۔

دبستان نعت، کا تازہ ترین شمارہ اور ڈاکٹر شمع افروز صاحبہ کی مرتبہ کتاب ''صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری'' ایک ڈیڑھ ماہ قبل ہی دونوں علمی تحائف مل گئے تھے۔مگر بروقت آپ کو خبر کرنے سے محرم رہا۔چونکہ ان دنوں ذیابیطس میرے جسم کے اندر اپنے ہونے کا جشن منا رہی ہے اور اس جشن کے شور شرابے میں مجھے اپنی ہی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔

دبستانِ نعت، کے چھ سو اسّی صفحات کو ایک ساتھ پڑھنا ممکن نہیں ہے اس لئے ''اداریہ اور بابِ اختلاف کا مطالعہ کرلیا ہے۔آپ نے اداریہ میں جو تنقید و تحقیق کے تعلق سے گفتگو کی ہے اس سے انحراف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔آپ کا تحریر کردہ اداریہ ہمیشہ سے آپ کے جذبوں کا آئینہ ہوتا ہے اور قارئین اس کی قدر بھی کرتے ہیں۔لیکن نعت ایک ایسا بے کنار موضوع ہے جس کا تعین کلی طور پر ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی آپ کی کوششیں قابلِ قدر ہیں، چونکہ دبستان نعت، کے صفحات پر مختلف شہروں کے نعت گو شعراء کا تذکرہ عام ہے۔

مگر نعت کی تخلیق کے اصول آج بھی وہی ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے۔اور اس وقت نعت اپنے تخلیقی وجود کی بلندیوں سے گزر رہی تھی۔ جہاں تک تنقید کی رسائی ممکن ہی نہیں تھی۔آپ کی یہ بات درست ہے کہ جب کوئی شاعر اپنے محبوب کی توصیف پر آمادہ ہوتا ہے تو وہ کسی طرح کی پابندی کے حصار میں رہنا قبول نہیں کرتا ہے۔مگر نعت تخلیق کرتے ہوئے محتاط رہتا ہے۔اس میں تخیّل کو بھی بے لگام ہونے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

زاویۂ نگاہ، دبستانِ نعت، کا ایک ایسا علمی اور معلوماتی باب ہے جو ہم ایسے لوگوں کی معلومات میں متواتر اضافہ کررہا ہے۔ یہاں کسی بھی چوک کو مصلحت کی نذر نہیں کیا جاتا ہے۔اقبال اعظمی

صاحب اپنے نام سے قبل ''علامہ'' لکھنے کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ یہ ان کی علمی انکساری ہے۔ ورنہ ان کی تحریریں علمی اوصاف سے اس قدر مزین ہوتی ہیں کہ لوگ انہیں علامہ لکھنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ دبستانِ نعت، کا ہر شمارہ دستاویزی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور نعت کے حوالے سے ہر دور کے اسکالرز کی امانت ہے۔ اس لئے نعت کے تعلق سے ہر تخلیقی تجربے کو اس کے صفحات پر ضرور نمایاں ہونا چاہئے۔

ارسال کردہ فوشّح نما حمد، بھی ایک نیا شعری تجربہ ہے۔ اس کے ابتدائی چھوٹے مصرعے یعنی ٹکڑے الگ کر کے حمد کا مطالعہ کریں گے تو حمد کو مکمل پائیں گے۔ اور ٹکڑوں کو ملا کر پڑھیں گے تو غنایت کے ساتھ معنویت بھی مزید اثر انگیز ہو جائے گی۔ اس تجربے کی یہی مخصوص صفت ہے۔ یقین ہے آپ اس حمد کو دبستانِ نعت کے آنے والے شمارے میں جگہ ضرور عنایت فرمائیں گے۔ اپنے مضامین کا مجموعہ ''زاویۂ نگاہ، آپ کے مطالعے کے لئے بھیج رہا ہوں، قبول فرمائیں۔

محمد غوث الدین فاروقی (حیدر آباد)

محترم المقام عالیجناب ڈاکٹر سراج احمد صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ بفضلِ ربی بخیر ہوں گے۔

دبستانِ نعت (جنوری۔ دسمبر ۲۰۲۰ء) کا شمارہ پا کر اپنے نصیب پر رشک ہوا۔ (اوّل معذرت قبول فرمائیں کہ اپنے تاثرات ارسال کرنے میں کافی سے زیادہ تاخیر ہوگئی، ایک تو فدوی اپنے وطن سے باہر رہا۔ (کامل ایک سال تک) پھر موجودہ مسلط وائرس کی دہشت نیز دوسری مصروفیات حائل رہیں۔)

مذکورہ رشمارہ ''گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' مسلمانوں (خاص کر عشاقانِ نبی و مدینہ طیبہ) کے ایمان کو تازہ اور مستحکم کرنے کا ذریعہ ہے۔ مدینۃ الرسول سے متعلق مسلم اور غیر مسلم شعراء کرام کے کلام نے مکمل ایک دیوان کی شکل اختیار کر لی ہے۔

''اللہ تعالیٰ بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلامت با کرامت صحت والی طویل عمر عطا فرمائے تا کہ اس قسم کے شمارے آپ کی ادارت میں شائع ہو کر ہمارے ایمان کے استحکام کا ذریعہ بنتے رہیں۔''

مدینہ پاک دراصل قدومِ رسولِ پاک صاحبِ لولاک کی نسبت سے محترم معظم ومکرم ہوا، ورنہ وہ تو یثرب تھا۔ نبی پاک علیہ السلام کی دُعا کے طفیل وبا، بخار اور تمام بیماریاں دفع ہوئیں، پھل اور خاک،

پاک اور باعثِ شفا ہوئے۔ مدینہ پاک دراصل نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات اور آپ علیہ السلام کی عظمت کا واضح ثبوت ہے۔

صحابہ کرام نے عشق و محبت اور جاں نثاری کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

خادم ایک واقعہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے جس کے ذریعہ ہمارے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعلان ہی نہیں کرتا بلکہ ہمارے متوارث عقائد کے بھی برحق ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور ماہِ میلاد اور یوم میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمتِ مصطفیٰ کے اظہار کی ترغیب بھی دیتا ہے۔

واقعہ: بریدہ سلمی ستر (۷۰) آدمیوں کے ساتھ بہ اشارہ کفار گرفتاری کو نکلے تھے اور اس سے سو اونٹوں کا وعدہ تھا۔ آپ علیہ السلام کے سامنے آیا۔ آپ نے فرمایا تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا: بریدہ ہے، آپ علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا۔ پھر فرمایا: تو کس قبیلے سے ہے؟ بولا: اولادِ اسلم سے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے اپنا حصہ اسلام سے پایا۔ اس کے بعد بریدہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ رسول اللہ۔

بریدہ نام سنتے ہی ایمان لایا اور کہا: "**أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ**" اور ستر (۷۰) آدمی بھی جو اس کے ساتھ تھے ایمان سے مشرف ہوئے۔

پھر بریدہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک میں داخل ہونے کے وقت آپ کے سامنے ایک جھنڈا چاہئے (عظمت کے اظہار کے لئے) اپنا عمامہ سر سے اُٹھا کر نیزے پر باندھ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلے۔

سبحان اللہ!

القصہ مختصر یثرب، مدینہ بنا، بیماریوں اور وباؤں سے پاک ہوا، پھل باعثِ شفا ہوئے، خاک پاک ہوئی اور باعث شفا ہوئی، آب و ہوا تبدیل ہوئی، (۷۰) ستر افراد اپنے قائد کے ساتھ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ تمام شعراء کرام کو جزاء عطا فرمائے اور آپ (مدیرِ محترم) کو بھی اس کی جزاء عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ایسی نایاب نگارشات سے کماحقہٗ مستفید اور مستفیض ہو سکیں۔

پھر ایک بار میری طرف سے دل کی گہرائیوں سے مبارکباد قبول فرمائیں اور خادم کے حق میں دعا فرمائیں۔ اِس کرم نوازی کا بیحد شکرگزار ہوں کہ آپ نے احقر کو اِس قابل سمجھا۔

الحاج صوفی غلام رحمٰن حکیمی (کامٹی، ناگپور)

مکرمی ومحترمی عالی جناب ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج عالی بخیر ہونگے۔''دبستان نعت'' کا شمارہ نمبر۲،۳،۴ نظر نواز ہوا۔آپ کی نظر عنایت کا شکریہ۔جیسا جیسا پڑھتا گیا ویسے ویسے''دبستان نعت'' کے اسرار کھلتے گئے۔مطالعے کے وقت ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی اس کے اظہار کے لئے قلم قاصر ہے۔بہر حال دور حاضر میں صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں نعت گوئی کے میدان میں آپ نے اور آپ کے ادارے نے جو کارنامہ انجام دیا ہے جہاں تک مجھے علم ہے کسی اور ادارے نے ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا۔

''دبستان نعت'' کا ہر شمارہ ضخیم، دیدہ زیب اور بے انتہا صاف ستھرا ہے۔کتابت، طباعت اور سرِ رق بے مثال ہے۔آپ کی حاکمانہ ترتیب وتزئین نے مجلّے کو ایک آفاقی مقام عطا کر دیا ہے۔یہ کوئی ایسا ویسا مختصر مدت میں فردِ واحد سے مکمل ہوجانے والا عمل نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے ایک ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے، الحمدللہ یہ مجاہدانہ ٹیم آپ کے ساتھ عمل پیرا ہے۔

نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا اور''دبستان نعت'' کے اس کتابی سلسلہ کے لیے محترم نگراں جناب فیروز احمد سیفی صاحب (نیویارک) کی محنت اور کاوش لائق ستائش ہے اور مبارکباد کی مستحق۔

محترم سراج احمد قادری صاحب آپ کی یہ منفرد سوچ، آپ کا یہ انداز فکر، آپ کی تخلیقی اُڑان، آپ کی ترتیب وترسیل اور مجلّے کے لیے کلی طور پر وقت دینا بہت ہی غیر معمولی عمل ہے۔آپ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔آپ جس ہنرمندی اور سلیقے سے مضامین اور نعتوں کے گلدستے پیش کرتے ہیں وہ آپ ہی کا حق ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی یہ مخلصانہ جدوجہد اور کاوشوں کو قبول فرمائے اور نعت ریسرچ سینٹر۔انڈیا کے تمام ممبران کو اجر عظیم عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

الحاج سید محمد مفیض الدین قادری (شاہجہاں پور، یوپی)

۴/ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ

جناب ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''دبستان نعت'' کا شمارہ نمبر۵/گوشۂ مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نظر نواز ہوا، بے ساختہ منشی

امیؔر مینائی مرحوم کا یہ شعر زبان پر آ گیا۔اس شعر پر آپ کی آمین کا خواستگار ہوں:

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

اور پھر عم مکرم حضرت الحاج سید محمد استخار الدین قادری یعقوب بدایونی کے ہم سب ہم زباں ہوجائیں۔فرماتے ہیں:

بلا لیجئے ہند سے سوئے طیبہ کرم مجھ پر اے شہر یار مدینہ
نہ پروئے کوثر نہ پروئے جنت دل مضطرب ہے نثار مدینہ

نہایت اہم مضامین شمارے میں شامل ہیں۔آنے والا محقق لکھے گا ہندوستان میں نعتیہ ادب کو فروغ دینے میں دبستان نعت کو اوّلین فوقیت حاصل ہے۔یہ آپ کی اور جناب فیروز احمد سیفی صاحب کی محنت کا نتیجہ ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے حوصلے سلامت رکھے اور عمر میں،صحت میں، برتیں عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

گلہائے عقیدت میں شامل نعت مدینہ ردیف کے زاویہ میں شعراء نے بہت دلکش انداز میں گرہ لگا کر اپنے تخیل کی پرواز پیش کی ہے۔تمام شعراء مبارک باد کے مستحق ہیں۔دعا ہے باری تعالیٰ یہ کارواں ایسے ہی رواں دواں رہے۔

امید ہے مع الخیر ہوں گے،تمام پرسان احوال کی خدمت میں سلام مسنون۔برادر عزیز ہادی میاں سلمہ سلام گذار ہیں۔

پروفیسر قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی (نئی دہلی)

۱۵/اکتوبر ۲۰۲۱ء

عزیز گرامی سلامتی ورحمت

مجلّہ کی افادیت کے لئے آپ کی کوششوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

تیسرے شمارہ میں نہایت قیمتی ادارتی نوٹ کے سوا ابن فرید صاحب، فیروز احمد سیفی صاحب اور ڈاکٹر عبداللہ امتیاز صاحب کے مضامین پڑھ کر مسرور ہوا۔آپ نے مجلّہ کے مضامین کی نوعیت کے پیشِ نظر تحمید وتقدیس، تابشِ فکر ونظر/افکار روشن،زاویۂ نگاہ،گلہائے عقیدت اور ستائش نامے کے عنوانات قائم کر کے مجلّہ کے قارئین کے لیے سہولت کے ماسوا اپنے ذوقِ نظر اور ادبی صحافت پر بہتر گرفت کا ثبوت مہیّا کیا ہے۔حمد ونعت اور منقبت کی تنقید

کے تعلق سے شرعی تنقید، استعمال روایت اور واقعات کی تنقید۔ الفاظ کی تنقید اور فنی تنقید کے ذکر سے بالغ نظری اور نعت کی پاکیزہ و مقدّس سرزمین پر قدم رکھنے کے آداب سے آگاہ کر کے بڑی اہم خدمت انجام دی ہے۔ نعتوں میں جناب مجاہد سید کی نعت صلابتِ فکر کے ماسوا طرزِ ادا کی ندرت کی بھی دلنشیں مثال ہے۔

پانچویں شمارہ میں اداریہ ہمیشہ کی طرح مفید مطلب نکات پر مشتمل ہے۔ اس شمارہ میں دیگر مضامین کے ماسوا حفیظؔ جالندھری کے شاہ نامہ سے متعلق علامہ اقبال اعظمی کا مضمون دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ شاہ نامہ میں نے بچپن میں پڑھا تھا اور ایک بار جامعہ میں حفیظؔ صاحب سے ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ وہ یہاں پروفیسر نارنگ صاحب کی دعوت پر اقبالؔ سیمینار میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔

کتابی سلسلہ کی نسبت سے صبیحؔ رحمانی کی نعتیہ شاعری پر اتنی کثرت سے لکھے گئے مضامین سے موصوف کی قسمت پر رشک آنے لگا، تاہم حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تو ہے جو انہیں یہ توقیر نصیب ہوئی، ناصر عباس نیرؔ صاحب جیسے ذی علم اسکالر کے پیشِ لفظ کے علاوہ صاحبزادہ احمد ندیم، خان حسنین عاقب، الیاس بابر اعوان، زاہد ہمایوں اور احسان اللہ طاہر کے مضامین پڑھ کر اپنی بے بضاعتی کا احساس بڑھ گیا۔

نئی تھیوری کے تناظر میں ایسے اعلیٰ پائے کے مضامین نہایت چشم کشا اور نئی تعبیر و تشریح کے باعث تنقیدِ نعت کے ضمن میں پیش پا افتادہ طریقۂ نقد سے بہت آگے کی چیزیں ہیں۔

بہت بہت مبارک باد۔

الحاج سید محمد استخارالدین یعقوبؔ بدایونی ثم شاہجہانپوری

محبّ مکرم

جناب ڈاکٹر سراج احمد قادری

السلام علیکم

رمزِ خداوندی خوب ہے حبیبِ خدا کی عظمت کا کیا ٹھکانہ ہے دنیا کی ساری رُوحوں (اَرواح) سے سجدہ کرایا، شیطان سجدہ کرنے اور حکم خداوندی کی تعمیل نہ کرنے پر ہمیشہ کے لئے شیطان مردود ٹھہرایا گیا۔ نعت کا سلسلہ حبیبِ خدا کے زمانے سے چلتا آ رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہے

گا۔عاشقان محمد بہ حسب علمی استطاعت اُن کی عظمت کے گن گاتے رہیں گے جب آپ اِس دنیا میں تشریف لائے فرشتوں نے گن گائے ہم بھی مقدور بھر گُن گانے کی کوشش کررہے ہیں اللہ قبول فرمائے۔میرے والدمحترم کے سجادہ نشین سید محمد مفیض الدین قادری کے کہنے پر میں نے بھی کوشش کی آپ نے دبستانِ نعت میں میری نعت شامل کرلی یہ آپ کی ذرّہ نوازی ہے ورنہ من آں نم کہ من دانم۔

دبستانِ نعت کے پرانے ساتھیوں سے ملاقی کرادیا جن میں رباب رشیدی اور پروفیسر خالد حسین خاں جیسے دوست موجود ہیں۔میرے پیارے بھائی الحاج سید محمد معزّالدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے سید مفیض الدین قادری سلّمۂ بھی اپنی علمی موشگافیوں کے ساتھ موجود ہیں۔اللہ اُن کو علمی بلندیاں عطا فرمائے آمین

آپ کے مرسلہ دبستانِ نعت کو پا کر بیماری دور ہوگئی خط لکھنے بیٹھ گیا خیالات موجزن ہیں اللہ آپ کو بھی تادیر قائم و دائم رکھے۔پُرمغز دبستانِ نعت کا اداریہ نظرنواز ہوا بقولِ اداریہ ''نعت جہاں اپنے دامن میں بے پناہ موضوعاتی وسعت وتنوع رکھتی ہے وہیں اُس کی آفاقیت کا موضوعاتی شاعری ہونا بھی ہے۔'' کیونکہ حضرت احمد رضا بریلوی کا یہ شعر اس ضمن میں بھلایا نہیں جاسکتا:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا، تیرا

حمدیہ شاعری کو موضوعات میں شامل تو کیا جاسکتا ہے اور اُسی طرح نعتیہ شاعری کو موضوعات میں قید کیا تو جاسکتا ہے مگر یہ مذہبی حقیقت ہے کہ خدا تو خدا ہی ہے لیکن اُس کا حبیب بھی بے مثال ہے۔ہم سب اللہ کے بندے ہیں اُس کا حبیب بھی بندہ ہی ہے لیکن اُس کی عظمت و رفعت کو خدا ہی جانتا ہے ہم کو لب کشائی کی گنجائش نہیں ہے۔ہم صرف خاکی ہیں وہ نوری ہیں۔جہاں فرشتوں کو بھی نوری ہوتے ہوئے وہ رفعت حاصل نہیں جو خدا کے اِس محبوب بندہ کو حاصل ہے۔واقعہ معراج اس کی دلیل میں کافی ہے۔نور کا ذکر چل گیا ہے تو ایک علمی نکہ والدمحترم کی نکتہ نوازی ونکتہ رسی کا اور ذکر کردوں وہ یہ کہ مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق نسلِ آدم کی پیدائش چہار عناصر پر ہے لیکن ہندوالوں کے نزدیک پانچ عناصر پر ہے۔آخر یہ اختلاف کیوں ہے اِس کی حقیقت یہ ہے کہ آدم جب بقول اقبال:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

کچھ اللہ کے خاص بندے اپنے عمل سے نوری یعنی ملکوتی ہوجاتے ہیں تو وہ خاکی ہوتے ہوئے بھی نوری ہوجاتے ہیں تو خاک بھی اُن کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔اِس طرح نورانی ہونے پر سونے کی طرح زمین میں رہتے ہوئے بھی سونے سے بھی زیادہ عظمت کے حامل ہوتے ہیں۔قرآن عظیم کے

تیسرے پارہ میں اِس کا ذکر موجود ہے یعنی جو لوگ راہِ الٰہی میں جان دیتے ہیں وہ مرنے کے بعد زندہ رہتے ہیں ہمیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں۔

اِس کی دلیل میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سرُّ مکنون میں ذکر کیا ہے کہ تم نے وہ پتھر نہیں دیکھا جو لوہے کو اپنی طرح اپنی طرف کھینچنے کی خاصیت پیدا کر دیتا اور چمبک پتھر بن جاتا ہے۔ یعنی اِس طرح ''جس کا پیر نہیں اُس کا پیر شیطان ہے'' پیر ملکوتی یعنی نورانی ہونے پر اپنا جیسا بہ حکم خدا نوری بنا دیتا ہے۔

قصہ مختصر جب عمل صالحہ کر کے نوری ہو جاتا ہے ملکوتی نظام سے جا ملتا ہے اسی بات کو لے کر سنسکرت میں اللہ سے دعا مانگی گئی ہے۔

اے اللہ جھوٹ سے سچائی کی طرف لے چل اے اللہ اندھیرے سے روشنی کی طرف لے چل

اہل صنعت جانتے ہیں کہ روشنی پا کے نورانی ہونے پر سونے کی طرح وہ سونا ہو جاتے ہیں اور خاکی ہوتے ہوئے ملکوتی نظام سے جا ملتے ہیں اور مرنے کے بعد خاک اُن کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ ''دبستانِ نعت'' نے تو جہاد قندیل روشن کر دی ہے انشاء اللہ اسلام اور حق کی روشنی قیامت تک پھیلتی رہے گی۔ بقول امام احمد رضا

صبح طیبہ میں ہوئی بنتا ہے باڑہ نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارہ نور کا

دبستانِ نعت میں جناب ڈاکٹر سراج احمد قادری مدیر مجلّہ نے نعت ریسرچ سینٹر انڈیا اور اُس میں فراہم تحقیقی حمدیہ اور نعتیہ کتب و دواوین کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے کتب کی فہرست نعت پر ریسرچ کرنے کے لئے اچھا مواد فراہم کرتی ہے۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب اس کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ قمر الزماں صدیقی کا فرستادہ مضمون بھی خوب ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**۔ المختصر دبستان نعت کا تحفۂ نجات اور تحفۂ آخرت ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی (علی گڑھ)

برادر گرامی زادت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''دبستانِ نعت'' اور شمع افروز صاحبہ کی کتاب کے موصول ہونے کی اطلاع کل ہی آپ کو فون پر دے دی تھی۔ اِس خط کے ساتھ اُس خط کی فوٹو کاپی آپ کے ملاحظے کے لئے ارسال کر رہا ہوں جو

محترم شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کولکھا ہے۔ (فاروقی صاحب سے میرا اس وقت سے تعارف ہے جب وہ اپنی شبخونی تحریک سے سیکڑوں ادیبوں اور شاعروں کو جدّت کے نام پر گمراہ فرمارہے تھے)۔
''دبستانِ نعت'' پر اِن شاءاللہ کسی آئندہ مہلت میں تفصیلی تبصرہ لکھوں گا۔

نظام الدین نوری (پرانی بستی، ضلع بستی، یوپی)

محترم المقام ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت طرفین مطلوب! بعد سلام واضح ہو کہ دبستان نعت باصرہ نواز ہوا، دل باغ باغ ہوا، شکریہ آپ کے نام ہوا، ترتیب وتزئین داخلی وخارجی ہر اعتبار سے مجلّہ خوب سے خوب تر ہے آپ نے حمد ونعت کی تشہیر وتبلیغ کا رسالہ ''دبستان نعت'' کوملک وبیرون ملک تک مشہور کردیا۔

مولیٰ تعالیٰ آپ کے ادارہ کومزید ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

دبستان نعت میں مختلف خیالات کے لوگ حصہ لیتے ہیں لیکن ایک دوسرے کے درمیان تخلیاں بھی ہوجاتی ہیں اگر سبھی مقالہ نگار حضرات اس بات کا خیال رکھیں کہ ایک دوسرے کے مابین تلخی نہ ہونے پائے تو بہت بہتر ہے، آپ نے اعلیٰ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری پر پی.ایچ.ڈی.کی ڈگری حاصل کی ہے لیکن آپ اپنے اداریہ ومضامین میں ایسے اشعار نہیں لکھتے ہیں جس سے دوسروں پر ضرب لگتی ہو جیسے......

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب اس برے مذہب پر لعنت کیجئے

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی صاحب کا مقالہ اس معاملے میں اچھا ہے انہوں نے حضرت نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں حسب ذیل شعر کو شامل نہیں کیا تا کہ دوسرے مکتبۂ فکر کو چوٹ نہ لگنے پائے، شعر ملاحظہ فرمائیں:

تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

قاری محمد رفیق فائزؔ صاحب نے (شمارہ نمبر ۵) اپنے مضمون کے آغاز میں مندرجہ ذیل شعر کولکھا ہے:

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے جہاں پر رات دن مولیٰ تری رحمت برستی ہے

مذکورہ بالا مقبول خاص وعام شعر جسے بہت سے لوگ اپنی دعاؤں میں بھی پڑھتے ہیں یہ شعر کس شاعر کا ہے اگر کسی صاحب قلم کو معلوم ہو تو رہنمائی فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

☆☆☆

Dabistan-e-Naat Yearly
Registered with the registrar of News Paper for India
RNI - Title Code : UP URDU 05427
Issue No.: 6
Jan. to Dec. 2021

KUL HIND BAZM-E-SUFIYA

(Aurangabad Maharashtra)
Prisident
Dr. Sufi Ghazi Aman
Tel : 0240 - 2356559
Cell : 9822119253

Ref. No

Date :

منظوم تاثرات بر دبستانِ نعت

ذکر خیرالبشر ہے دبستانِ نعت
کس قدر معتبر ہے دبستانِ نعت

ماہرین ِ قلم کے ہیں افکار سب
اس لئے اوج پر ہے دبستانِ نعت

نظمِ عالم کا شامل ہے اسمیں نصاب
دین کا بحر و بر ہے دبستانِ نعت

ہر عبادت ہے اس کی بڑی محترم
خوب سے خوب تر ہے دبستانِ نعت

اسمیں سیرت کے لاکھوں ہیں لال و گہر
علم کا تاج ور ہے دبستانِ نعت

شانِ وحدت کے اسمیں ہیں بے حد رموز
معرفت کا شجر ہے دبستانِ نعت

اسکی عظمت کا اندازہ ہو کس طرح
سب سے بالا نظر ہے دبستانِ نعت

نا مماثل نہ ہمسر ہے اسکا کوئی
ہر طرح مقتدر ہے دبستانِ نعت

جو چلا اس نے پایا ہے اپنی مراد
سیدھی سچی ڈگر ہے دبستانِ نعت

اسمیں تاریکیوں کا گذر ہی نہیں
رحمتوں کی سحر ہے دبستانِ نعت

باغِ طیبہ کی خوشبو کا مسکن ہے یہ
اک مہکتی گذر ہے دبستانِ نعت

نفسا نفسی کے عالم میں بھی دیکھئے
صدق کی راہ پر ہے دبستانِ نعت

آپکی کاوشوں کا یہ سیفی سراج
مخلصانا شجر ہے دبستانِ نعت

بس گیا ہے تصور میں غازیؔ وہ در
جب سے زیر نظر ہے دبستانِ نعت

ڈاکٹر صوفی غازیؔ امان (اورنگ آباد، مہاراشٹرا۔انڈیا)

Head Office :
13, Salim Complex, Opp. Burhani National High School,
Deodi Bazar, City Chowk, Aurangabad - 431 001 (M. S.)

Dr. Siraj Ahmed Quadri *Editor*
Naat Research Center-India, Mohalla Banjaria West, Khalilabad
Distt. Sant Kabir Nagar-272175, U.P.
Printed at : Habibi Offset Press, Khalilabad, Distt. Sant Kabir Nagar, U.P.